ہست قرآن در زبانِ پہلوی
مثنوی مولوی معنوی
مصنف: مولانا جلال الدین رومیؒ
ترجمہ
مولانا قاضی سجاد حسین صاحب
حامد اینڈ کمپنی ۰ ۳۸-اردو بازار لاہور

مقدمہ

قونیہ کا سفر

۱۴؍دسمبر ۱۹۷۶ء سے مولانائے رومؒ پر ایک سہ روزہ سیمینار ترکی حکومت قونیہ میں منعقد کر رہی تھی اُس کا دعوت نامہ حکومت ہند کی معرفت مجھے موصول ہوا۔ میں نے اُس دعوت نامہ کو منظور کیا اور حکومت ہند نے آمد و رفت کے مصارف کی ذمہ داری قبول کی۔

میں نے یہ بھی طے کیا کہ میرا یہ سفر صرف قونیہ تک کا نہ ہو بلکہ اس سفر میں دیگر مقدس مقامات کی زیارت بھی کروں اور اس کے مصارف میں خود برداشت کروں، چنانچہ دہلی، بمبئی، تہران، استنبول، قونیہ، مصر، سعودیہ عربیہ اور عراق کا ہوائی جہاز کا ٹکٹ بن کر میرے پاس آگیا۔

میں ۱۰؍ کی صبح کو دہلی سے بمبئی کے لئے روانہ ہوا اور ۱۰؍ کا پورا دن بمبئی میں گذار کر ۹ بجے شب کے جہاز سے تہران کے لئے روانہ ہوا۔ یہ جہاز کراچی ہوائی اڈے پر ٹھہرتا ہوا تقریباً ۱۲ بجے شب تہران ہوائی اڈے پر جا اُترا۔ ۱۱؍ کا سارا دن تہران اور اس کے اطراف شوس، رے، شاہ عبدالعظیم اور مشہور مقامات کے دیکھنے میں گذرا۔ شب ایک انٹرکونٹینینٹل ہوٹل میں گذار کر ۱۲؍ کی صبح کو ۴ بجے کے جہاز سے استنبول کے لئے روانہ ہوگیا۔ ۱۲؍ کو استنبول کے مقدس مقامات کی

کی زیارت کی۔ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے
مزار پر حاضر ہوا اور دیگر جامعات اور آثارِ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوا۔ ۱۳ر کی صبح کو بھی بعض مقامات دیکھے اور بعد ظہر
استنبول سے قونیہ کے لئے روانہ ہو گیا۔ تقریباً ایک گھنٹہ پرواز کے بعد جہاز قونیہ کے ہوائی
اڈے پر جا اُترا۔ قونیہ پہنچ کر میں سیمنار کے دفتر استقبال میں پہنچ گیا۔ میزبانوں نے میرا
قیام درگاہ ہوٹل میں کرا دیا۔ یہ ہوٹل بہت ہی آرام دہ تھا اس کے سامنے وسیع سڑکیں اور
چمن زار تھے اور اُن کے دوسری جانب حضرت مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ کا مزارِ اقدس
تھا اور مزارِ اقدس کے قریب ہی نہایت شاندار شاہ سلیم کی مسجد تھی۔

میں ۱۳ر کو قونیہ پہنچ گیا جبکہ سیمنار ۱۵ر کی صبح سے شروع ہو رہا تھا۔ میں نے
۱۴ر کو آرام لیا اور ۱۵ر سے سیمنار میں شرکت شروع کر دی۔ یہ سیمنار تین روز مسلسل چلا
اُس میں زیادہ تر مستشرقین شریک تھے اور اُس کی تمام کارروائی ترکی زبان میں ہو رہی
تھی۔ مقالات زیادہ تر ترکی اور انگریزی میں تھے۔

میں نے ۱۶ر کو اپنا مقالہ پڑھا یہ فارسی میں تھا اور اُس کا موضوع روح اور بقائے
عالم تھا اور اُس کے آخر میں میں نے علامہ اقبال کے وہ اشعار ذکر کئے تھے جن میں علامہ نے
مولانا رومؒ اور اُن کے بعض خیالات کا ذکر کیا ہے۔ قونیہ کے قیام میں سیمنار کی شرکت
کے علاوہ میرا معمول مولانا رومؒ کے مزار پر حاضری اور قونیہ کے مشہور مقامات کی سیر
رہی۔ مولانا صدر الدین قونوی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر بھی حاضری دی۔ شمس تبریزی
رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر بھی حاضر ہوا۔ مشہور مفسر علامہ بغوی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار
پر بھی فاتحہ پڑھی اور شب کے اوقات میں مثنوی کے ترجمہ اور تحشیہ میں مصروف رہتا
تھا۔ خدا کا شکر ہے کہ دفتر پنجم کا بیشتر حصہ میں نے اسی ہوٹل میں مکمل کر لیا۔ حضرت
مولاناؒ کے مزار پر حاضری کے وقت میں نے اُن تمام
اشخاص کی قبروں پر بھی فاتحہ پڑھی جن کا ذکر مولاناؒ اپنی

مثنوی میں کرتے ہیں۔ سلطان ولد، مولانا حسام الدین چلپی، زرکوب رحمہم اللہ ان سب بزرگوں کی قبریں مولانا کے مزار مبارک کے قریب ہی ایک گنبد کے نیچے ہیں۔

میں نے مولاناؒ کے میوزیم میں مثنوی کا ایک قدیم نسخہ بھی دیکھا جو سلطان ولد کی طرف منسوب ہے۔ مثنوی کے مشہور نسخوں اور اُس نسخہ میں اختلاف ہے۔ مثنوی کا پہلا شعر عام نسخوں میں اس طرح ہے۔

بشنو از نے چوں حکایت میکند   وز جدائیہا شکایت می کند

اُس نسخہ میں یہ شعر اِس طور پر ہے۔

بشنو این نے چوں شکایت میکند   از جدائیہا حکایت می کند

اسی طرح مثنوی کے مروج نسخوں اور اس نسخہ میں ابتدائی ۱۶ شعروں میں جو اختلافات ہیں میں نے اُن کو نوٹ کیا۔ اس موضوع پر ان شاء اللہ عنقریب رسالہ "جامعہ" میں ایک مفصل مضمون شائع ہو جائے گا۔

یہ موقع نہیں ہے کہ میں قونیہ کے دوران قیام کے واقعات تفصیل سے لکھوں۔ خصوصاً مولویہ فرقہ کے رقص کی روداد تفصیل طلب ہے۔ قونیہ کے آٹھ روزہ قیام کے بعد میں استنبول کے لئے روانہ ہو گیا اور وہاں سے ۲۳ دسمبر کو سہ پہر کے وقت میں مصر پہنچ گیا۔

قاہرہ میں تقریباً ایک ہفتہ مقیم رہا۔ قدیم اور جدید قاہرہ کو دیکھا۔ جامع "الازہر" دیکھی اور اُس کے شیخ علامہ عبدالحلیم محمود سے ملا دیگر اساتذہ سے ملاقاتیں کیں "حسین" دیکھا۔ امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر حاضر ہوا۔ امام شافعیؒ، امام لیث بن سعدؒ، رابعہ بصریہ، حضرت زینبؓ، حضرت عائشہؓ، حضرت نفیسہؒ کے مزاروں اور مساجد میں حاضری دی۔ جامع محمد علی اور قلعہ دیکھا۔ اہرام اور ابوالہول دیکھا۔ قاہرہ کا مشہور میوزیم دیکھا اور ۳۰ دسمبر کو مصر سے

روانہ ہوکر جدہ جا اُترا۔ جناب محمد انعام الرحمان صاحب قدوائی
فرسٹ سکریٹری انڈین امبیسی میرے منتظر تھے۔ شب میں
اُن کے یہاں قیام کرکے ۳۱ر دسمبر روز جمعہ صبح سویرے مکہ معظمہ کے لئے روانہ ہوگیا۔
عمرہ سے فارغ ہوا اور جمعہ کی نماز مسجدِ حرام ہی میں ادا کی۔ سارے دن طواف اور بیت اللہ شریف
کی زیارت سے مشرف ہوتا رہا۔ شام کو جناب انعام الرحمان مجھے جدہ واپس لے آئے۔
شب میں قیام کرنے کے بعد میں نے یکم جنوری ۱۹۷۷ء کو مدینہ طیبہ کیلئے روانگی شروع کردی
ظہر کے بعد روانہ ہوا۔ عصر اور مغرب کی نمازیں راستہ میں ادا کیں اور عشار کی نماز
کے وقت میں مقامِ بدر میں پہنچ گیا۔ مسجدِ عریش میں عشار کی نماز باجماعت ادا کی
اور شہدارِ بدر پر فاتحہ پڑھنے کے بعد مدینہ طیبہ کے لئے روانہ ہوگیا۔ تھوڑے وقفہ کے
بعد مدینہ طیبہ کا گنبدِ خضرار جو آقائے نامدار تاجدارِ مدینہ کی آخری آرامگاہ ہے، نظر
آنے لگا۔ مدینہ طیبہ پہنچ کر محبِ مکرم مولانا انعام کریم صاحب مہاجر مدنی کی قیامگاہ
پر پہنچا۔ موصوف میری آمد کے منتظر تھے۔ کافی رات گذر چکی تھی۔ تھوڑی دیر کے لئے
آرام کیا اور شب کے آخری حصہ میں روضۂ اقدس پر حاضری دی۔ فجر کی نماز سے
فارغ ہوکر قیام گاہ پر آگیا۔

مدینہ طیبہ کے دس روزہ قیام میں اکثر وقت مسجد اور روضۂ اطہر پر گذرتا۔
احباب اور بزرگوں سے بھی ملاقاتیں کرتا رہا۔ عصر کے بعد مخدومی حضرت مولانا زکریا
صاحب قبلہ کی مجلس میں حاضر ہوجاتا تھا۔ بالآخر زندگی کے یہ دس روز انہی سعادتوں
میں گذار کر جدہ کے لئے روانہ ہوگیا۔ میں نے طے کیا تھا کہ میں جدہ میں قیام نہ کروں گا
بلکہ سیدھا مکہ معظمہ پہونچونگا۔

۱۰ر جنوری ۷۷ء کی شام کو مدینہ ایرپورٹ سے روانہ ہوکر جدہ پہنچا اور
جدہ سے سیدھا مکہ معظمہ کے لئے روانہ ہوگیا۔ بیت اللہ شریف
میں حاضری دی۔ عمرہ سے فراغت ہوئی اور پھر شب کا

اکثر حصّہ طواف اور نوافل میں گذار کر ۱۱ر کی شام کو جدّہ واپس آگیا۔ ۱۲ر کی شام کو جدّہ سے عراق کے لیئے روانہ ہوگیا۔

عراق کے ہوائی اڈّے پر جناب شفاعت احمد صاحب سیکنڈ سکریٹری انڈین ایمبیسی اور ایمبیسی کے ایک دوسرے کارکن ہوائی اڈّے پر پہنچ گئے تھے۔ انھوں نے میرا قیام بغداد میں کسی ہوٹل کی بجائے فیض حسینی میں کرانا مناسب سمجھا۔ میں نے بھی اس کو پسند کرلیا۔ دجلہ کے کنارے اچھی جگہ تھی۔ اب میں بغداد شریف کے مشہور مقامات کی زیارتوں میں مصروف ہوگیا۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے مزار کی زیارت کی۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار اقدس پر حاضر ہوا۔ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابویوسفؒ کے مزارات پر حاضر ہوا۔ شیخ جنید بغدادیؒ، شیخ معروف کرخیؒ، شیخ سہروردیؒ، امام غزالیؒ رحمہم اللہ کے مزاروں کی زیارت سے مشرف ہوا۔ پھر کوفہ پہنچ کر مسجد کوفہ میں نماز پڑھی۔ حضرت عقیل ابن ابی طالب کے مزار پر حاضری دی۔ مختار ثقفی کی قبر بھی دیکھی اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا مقامِ شہادت بھی دیکھا۔

وہاں سے رخصت ہوکر مدائن کسریٰ پہنچا اور کسریٰ کے قلعہ کی اس محراب کو بھی دیکھا جس میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کے وقت شگاف پڑ گیا تھا۔

مدائن کسریٰ سے میں نجفِ اشرف پہنچا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے مزارِ اقدس پر حاضری دی۔ چند گھنٹے وہاں گذار کر کربلا ئے معلیٰ پہنچا۔

حضرت امام حسینؓ شہیدِ کربلا کے مزار پر حاضر ہوا۔ حضرت عباس علمدارؓ، حضرت علی اصغرؓ، حضرت علی اکبرؓ اور حضرت قاسمؓ اور کربلا کے دوسرے ۷۲ شہداء پر فاتحہ کی سعادت حاصل کی۔

۱۸ر کی شام کو بغداد سے روانہ ہوکر کراچی پہنچا اور ۵ روز عزیز مکرم جناب حکیم محمد سعید صاحب کے پاس

گزار کر دہلی واپس آگیا۔

اس سفر کے تفصیلی واقعات انشاء اللہ سفر نامہ کی صورت میں پیش کروں گا۔

دفتر سوم کے بارے میں

خدا کے فضل و کرم سے دفتر سوم میرے سفر سے پہلے ہی اس مرحلہ پر آچکا تھا کہ اگر سفر نہ ہوتا تو میں اُس کا دسمبر ہی میں اجرا کرا دیتا لیکن یہی طے کیا کہ سفر سے واپسی پر ۲۸ مارچ کو ہی حسب سابق یومِ رومی کے موقع پر اس کا اجرا کرایا جائے۔ میرے سفر کے دوران ہی ہندوستان میں پارلیمنٹ کے انتخابات کا اعلان ہوگیا۔ واپسی پر انتخابات کی ہنگامہ آرائی شروع ہوگئی اور اُن انتخابات کے نتیجہ میں ہندوستان میں ایک عظیم انقلاب رونما ہوگیا۔ کانگریس جس کی کوششوں سے ہندوستان آزاد ہوا تھا اور وہی تیس سال سے ہندوستان پر حکومت کر رہی تھی اُس کی ناعاقبت اندیشیوں کی وجہ سے اُس کو مکمل شکست ہوگئی۔ اور نظامِ حکومت یکسر بدل گیا۔ ایسے حالات میں یہ ممکن نہ ہوسکا کہ ۲۸ مارچ ۷۷ء کو یومِ رومی منایا جاسکے اور دفتر سوم کا اجرا عمل میں آسکے مجبوراً اُس کی فروختگی شروع کر دی گئی۔

اب جبکہ میں دفتر چہارم کے مقدمہ کی یہ چند سطور لکھ رہا ہوں دفتر چہارم کتابت کے مرحلہ سے گذر کر طباعت کے مراحل طے کر رہا ہے خدا سے توقع ہے کہ چند ماہ بعد اجرا عمل میں آجائے گا۔

میں بفضلہ تعالیٰ دفتر پنجم کا اکثر حصہ لکھ چکا ہوں اور اب اُس کی کتابت شروع کرا رہا ہوں۔

دفترِ چہارم سے متعلق

طیّ الارض۔ زمین کا لپٹ جانا، اولیاء اللہ کے لئے بسا اوقات زمین لپیٹ دی جاتی ہے اور وہ مہینوں کا سفر سیکنڈوں میں طے کر لیتے ہیں اُن کا جسم ان کے دل کی خاصیت قبول کر لیتا ہے جس طرح دل

ایک سیکنڈ میں لاکھوں میل پہنچ جاتا ہے۔ ایک مومن
کا دل لاکھوں میل دور ہوتے ہوئے ایک سیکنڈ میں
کعبۃ اللہ میں پہنچ جاتا ہے۔ اسی طرح اولیاء کا جسم بسا
اوقات بطور کرامت بڑی سے بڑی مسافت کو ایک لمحہ میں طے کر لیتا ہے۔ آنحضور صلی
اللہ علیہ وسلم کے بارے میں صحابہ کرام بیان کرتے ہیں کہ آنحضور کی رفتار کی یہ حالت
ہوتی تھی گویا کہ آپ کے لئے زمین پسٹتی چلی جا رہی ہے۔ مولانا نے ایک شعر میں فرمایا
ہے ؎

دل بکعبہ می رود در ہر زماں — جسم طبع دل بگیرد ز امتنان

دل ہر لمحہ کعبہ میں پہنچ جاتا ہے — اللہ کے کرم سے جسم، دل کی خاصیت حاصل کر لیتا ہے

لطائفِ عشرہ دس لطیفے، صوفیاء کے نزدیک انسان کی ترکیب دس جزوں سے ہے جن کو وہ لطائفِ عشرہ کہتے ہیں۔ اِن دس لطیفوں میں سے پانچ کا تعلق عالمِ ملکوت سے ہے اور وہ یہ ہیں۔ قلب، روح، سر، خفی، اخفیٰ۔ اور پانچ کا تعلق عالم ناسوت سے ہے اور وہ یہ ہیں۔ نفس، آگ، پانی، مٹی، ہوا۔ مکمل مومن وہ ہے جس کے یہ دسوں اجزاء ذکرِ الٰہی میں منہمک رہیں۔

تجددِ امثال ہر چیز کا اسی جیسا ہر آن نیا ہو جانا، حکماء صوفیہ ہر چیز کا منبع و مخرج اور مرجع ذاتِ واحد کو مانتے ہیں اور کائنات کی ہر چیز ہر آن اسی ذات واحد سے کسبِ فیض کر رہی ہے، ہر چیز کے تمام قویٰ اور وجود کا منبع ذاتِ واحد ہے۔ چونکہ کائنات کی ہر چیز فانی ہے اُس کے قوٰی اور وجود ہر آن فنا ہو رہا ہے اور جدید قوت اور وجود اُس ذات واحد سے حاصل کر رہی ہے تو گویا کائنات کی ہر چیز ہر آن اپنے موجودہ وجود اور قوت کو فنا کر دیتی ہے اور اسی جیسا ایک جدید وجود اور قوت حاصل کر لیتی ہے۔ محسوسات میں اس کی مثال اس طور پر سمجھ لی جائے
کہ بجلی کے ایک منبع سے وابستہ تمام قمقمے ہر آن ایک نیا
کرنٹ منبع سے حاصل کرتے ہیں اور اُن میں ہر آن

پہلا کرنٹ ختم ہو کر نیا کرنٹ مرکز سے پہنچ جاتا ہے
اور آیت اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ "ہم سب
خدا ہی کے ہیں اور اُسی کی جانب لوٹنے والے ہیں" سے
اسی کی طرف اشارہ ہے ؎

کُشتگانِ خنجرِ تسلیم را
ہر زماں از غیب جانے دیگر ست

مولانائے رومؒ نے فرمایا ؎

حاصل اندر یک زماں از آسماں
می رود می آید ایدر کارواں

مسئلہ سماع

یعنی مزامیر اور آلات کے ساتھ گانا سُننا۔ یہ مسئلہ بزرگوں میں ہمیشہ سے زیرِ بحث رہا ہے۔ مولانا بحر العلوم لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا ہے:-

نغمات کا سماع دل میں رِقت اور نرمی پیدا کرتا ہے اور اُس جذبہ کو اُبھارتا ہے جو دل میں پیوست ہوتا ہے۔ اگر کسی کو تعلق مع اللہ ہے اور اُس کے دل میں عشقِ خداوندی جاگزیں ہے تو سماع سے اُس کا جذبہ مزید قوت حاصل کر لیتا ہے اور آتشِ عشق تیز ہو جاتی ہے لیکن اگر دل میں شہوانی جذبات ہیں تو سماع فسق و فجور کی دعوت دیتا ہے۔ اسی لئے چشتیہ سلسلہ کے بزرگ اہل کے لئے سماع کو جائز اور نا اہل کے لئے حرام قرار دیتے ہیں۔ شیخ اکبر قدس سرہٗ نے فتوحاتِ مکیہ میں ذکر فرمایا ہے کہ کسی شخص نے سماع کے بارے میں شیخ ابو مسعود رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا تو اُنھوں نے فرمایا۔ مبتدی سالک کے لئے حرام ہے اور منتہی کو اُس کی ضرورت نہیں ہے۔ اُس شخص نے پھر دریافت کیا کہ پھر کس کے لئے سماع جائز ہے تو فرمایا متوسط صاحبِ دل کے لئے جائز ہے۔ شیخ اکبرؒ نے ایک دوسرے مقام پر ذکر فرمایا ہے کہ سماع اگرچہ جائز ہے لیکن بزرگوں کے

نزدیک اُس سے بچا رہنا بہتر ہے اور حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ سماع کے قائل نہ تھے اور اس کو مکروہ قرار دیتے تھے۔ بہر حال موجودہ زمانے میں عُرسوں کے موقع پر عوام کے مجمع میں مزامیر کے ساتھ قوالی سُننا کسی اعتبار سے بھی دُرست نہیں ہے۔

مسجدِ اقصیٰ یہ مسجد بیت المقدس میں واقع ہے۔ آنحضورؐ کی معراج یہاں سے ہی شروع ہوئی تھی۔ ہجرت کے بعد مدینہ طیبہ پہنچ کر آنحضورؐ نے ۱۶، ۱۷ مہینے اسی کی طرف رُخ کر کے نمازیں پڑھیں۔ اس اعتبار سے اُس کو مسلمانوں کا قبلۂ اولیٰ بھی کہا جاتا ہے۔ بنی اسرائیل کا ہمیشہ یہی قبلہ رہا۔ حضرت داؤدؑ کے بعد حضرت سلیمانؑ نے اسی جگہ ہیکل کی تعمیر کی تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں بیت المقدس کا علاقہ اسلامی قلمرو میں شامل ہوا۔

مسجدِ حرام مکہ معظمہ میں بیت اللہ کے چاروں طرف کا ایک خاص علاقہ مسجدِ حرام کہلاتا ہے۔ آنحضورؐ کے زمانے میں اس کی کوئی خاص چہار دیواری نہ تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دور میں اُس کے اندر کی آبادی کو منتقل کر کے اُس کی چہار دیواری بنوائی۔ پھر مختلف دوروں میں اس مسجد کی توسیع ہوتی رہی ہے۔

حلیمہ سعدیہ یہ بنو سعد قبیلہ کی خاتون ہیں۔ آنحضورؐ کے بچپن میں انھوں نے آنحضورؐ کو دودھ پلایا ہے۔ لہٰذا یہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رضاعی ماں ہیں۔ آنحضورؐ آپ کا بہت زیادہ احترام کرتے تھے۔ یہ تشریف لائیں تو آنحضورؐ نے اپنی چادر ان کے لئے بطور فرش کے بچھادی۔

بایزید بسطامیؒ بڑے اولیاء اللہ میں سے ہیں اُن کا اصل نام طیفور تھا۔ اسی لئے اُن کا تصوف کا سلسلہ طیفوریہ کہلاتا ہے۔ طریقت اور

تصوف کے دیگر سلسلے بھی اُن تک پہنچتے ہیں۔ ریاضتوں اور مجاہدوں اور کرامات میں یکتا اور فرد تھے۔ حضرت جنید بغدادی رح فرماتے تھے کہ اولیاء اللہ میں آپ کا وہی مقام ہے جو فرشتوں میں حضرت جبرئیل ؑ کا۔ شہر بسطام میں ۱۴ ر شعبان ۲۳۲ھ کو وفات پائی۔

ابوالحسن خرقانی رح اُن کی اگرچہ بایزید بسطامی رح سے ملاقات نہیں ہوئی اُن کے بہت بعد پیدا ہوئے ہیں لیکن بطور اویسیت اُن کو فیض اُنھیں سے حاصل ہوا ہے۔ مشہور ہے کہ آپ نے چالیس سال تک عشاء کی نماز کے وضو سے صبح کی نماز پڑھی ہے۔ آپ کا زمانہ سلطان محمود غزنوی کا زمانہ ہے۔ سلطان آپ کا بہت معتقد تھا۔ اُن کی وفات ۱۰ ر محرم الحرام ۴۲۴ھ کو خرقان میں ہوئی۔

شقِ صدر یعنی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ کو چاک کیا جانا۔ یہ واقعہ آنحضورؐ کی زندگی میں کئی بار پیش آیا ہے۔ مولانا نے اُس واقعہ کا ذکر کیا ہے جو حضرت حلیمہ کے یہاں پیش آیا تھا۔ حضرت حلیمہ دودھ چھڑانے کے بعد بھی آنحضورؐ کی برکات کی وجہ سے آپ کو اپنے پاس رکھنا چاہتی تھیں۔ اُسی زمانہ میں ایک روز آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم بچوں کے ساتھ کھیل رہے تھے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام آئے اور آپ کو زمین پر لٹا کر آپ کا مبارک سینہ چاک کیا، قلب کو نکالا اور اُس کو چیر کر اُس میں سے منجمد خون کا ایک ٹکڑا نکالا اور پھر قلب مبارک کو ایک سنہرے طشت میں رکھ کر دھویا اور اُس کو سینۂ مبارک میں رکھ کر پھر سینہ کو سی دیا۔ ساتھ کھیلنے والے بچوں نے جب یہ سارا قصہ دیکھا تو وہ دوڑ کر حضرت حلیمہ رض کے پاس آئے اور سارا قصہ سُنایا حضرت حلیمہ دوڑتی ہوئی آنحضورؐ کے پاس پہنچیں اور آنحضورؐ کو گود میں اُٹھالیا۔ پھر حضرت حلیمہ آپ کی بہت زیادہ حفاظت کرنے لگیں اور چاہا کہ بہت جلد آپ کو لے جا کر آپ کے دادا عبدالمطلب کے سپرد کر دیں۔

اِس واقعہ کے وقت آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر چار سال کی تھی۔

دوسری بار شقِ صدر کا واقعہ جب پیش آیا تو آنحضورؐ کی عمر مبارک دس سال کی تھی۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اِس کے راوی ہیں اور محدثین نے اِس روایت کی تصحیح کی ہے۔

تیسری بار یہ واقعہ آنحضورؐ کی بعثت کے وقت پیش آیا جبکہ آپ کی عمر چالیس سال کی تھی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس کی راویہ ہیں۔

چوتھی بار یہ واقعہ معراج کے وقت پیش آیا جبکہ آپ کی بعثت ہو چکی تھی۔ اِس واقعہ کے سلسلہ میں احادیث کی کتابوں میں مشہور اور متواتر روایات موجود ہیں۔

حطیم

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بچپن میں ایک بار مکہ معظمہ میں بہت زیادہ بارش ہوئی چاروں طرف کے پہاڑوں کے پانی کے بہاؤ نے بیت اللہ کی تعمیر کو برباد کر دیا تب قریش میں مشورہ ہوا کہ بیت اللہ کی از سرِ نو تعمیر کی جائے۔ لیکن یہ بھی طے ہوا کہ بیت اللہ کی تعمیر میں صرف پاک کمائی صرف کی جائیگی اس بنا پر چندہ ناکافی ہوا تو طے ہوا کہ بیت اللہ کی اصل ابراہیمی بنیادوں کو چھوڑ کر تعمیر کو چھوٹا کر لیا جائے۔ چنانچہ بیت اللہ کی تینوں دیواریں تو اصل بنیادوں پر اٹھائی گئیں اور ایک دیوار اصل بنیاد سے ہٹا کر اندر کی جانب تعمیر کی گئی۔ بنائے ابراہیمی کا یہ حصّہ جو تعمیر سے باقی رہ گیا اُس کو حطیم کہا جاتا ہے۔ آنحضورؐ کی تمنا تھی کہ اپنے زمانہ میں بیت اللہ کو از سرِ نو حضرت ابراہیمؑ کی بنیادوں پر تعمیر کرائیں لیکن دینی مصلحتوں کی بنا پر آپ نے اپنے اِس ارادہ کی تکمیل نہ فرمائی۔ حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانہ میں آنحضورؐ کی یہ تمنا پوری کی اور حطیم کے حصّہ کو بھی بیت اللہ کے اندر شامل کر لیا۔ لیکن جب وہ عبدالملک ابن مروان کے ہاتھوں شکست کھا کر شہید ہو گئے تو حجاج ابن یوسف ثقفی نے اُن کی تعمیر کردہ عمارت کو گروا دیا اور پھر بیت اللہ کو اُسی حالت

میں کر دیا جس حالت میں آنحضورؐ کے زمانہ میں تھا۔ چنانچہ آج
بھی حطیم کا حصہ بیت اللہ کی عمارت سے باہر ہے۔

ہابیل و قابیل

یہ دونوں حضرت آدمؑ کے لڑکے ہیں۔ قابیل کے ساتھ جو جڑواں لڑکی پیدا ہوئی اُس کا نام اقلیما تھا۔ ہابیل کے ساتھ جو جڑواں لڑکی پیدا ہوئی اُس کا نام لبودا تھا۔ اُس زمانہ کی شریعت کے اعتبار سے قابیل کی شادی لبودا کے ساتھ ہونی چاہیئے تھی جو اتفاقاً بدصورت تھی۔ اور ہابیل کی شادی اقلیما سے ہونی چاہیئے تھی جو حسین تھی۔ اِس رشک و جلن میں قابیل نے ہابیل کو قتل کر ڈالا تاکہ اُس کی منصوبہ سے اُس کی شادی ہو جائے۔ قرآن پاک نے اِس واقعہ کو مجملاً ذکر کیا ہے۔ قابیل نے جب ہابیل کو قتل کرنے کا ارادہ کیا تو ہابیل نے کہا میں تیرے قتل کے ارادہ سے ہاتھ بھی نہ اٹھاؤں گا۔ چنانچہ قابیل نے ہابیل کو قتل کر ڈالا۔ حدیث شریف میں ہے کہ اب دنیا میں جو بھی ناجائز قتل ہوتا ہے اُس کا گناہ قاتل کے علاوہ قابیل کو بھی ہوتا ہے چونکہ قتل کی یہ رسم اِس دنیا میں سب سے پہلے اُس نے جاری کی ہے۔

سجّاد حسین

۱۰ر جمادی الاولیٰ ۱۳۹۷ھ ——— م ——— ۲۹ر اپریل ۱۹۷۷ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اے ضیاء الحق حسام الدیں توئی
اے ضیاء الحق حسام الدین ! تو ہی ہے

کہ گذشت از مہ بنورت مثنوی
کہ تیرے نور سے مثنوی چاند سے بڑھ گئی ہے

ہمتِ عالیِ تو اے مرتجیٰ
اے امید گاہ ! تیری بلند ہمت

می کشد ایں را خدا داند کجا
خدا جانے اس کو کہاں لے جائے گی ؟

گردنِ ایں مثنوی را بستۂ
تو نے اس مثنوی کی گردن باندھ رکھی ہے

می کشی آں سو کہ تو دانستۂ
(اسکو) اس جانب کھینچ رہا ہے جس کو تو جانتا ہے

مثنوی پویاں کشندہ ناپدید
مثنوی دوڑ رہی ہے، کھینچنے والا پوشیدہ ہے

ناپدید از جاہلے کش نیست دید
پوشیدہ اس ناواقف کے لئے ہے جسکی نظر نہیں ہے

مثنوی را چوں تو مبدا بودۂ
جبکہ مثنوی کی ابتدا تو ہے

گر فزوں گردد تواش افزودۂ
اگر وہ بڑھتی ہے تو تو نے اس کو بڑھایا ہے

چوں چنیں خواہی خدا خواہد چنیں
تو جیسا چاہتا ہے خدا ویسا چاہتا ہے

می دہد حق آرزوئے متقیں
اللہ تعالیٰ پرہیزگاروں کی تمنا پوری کرتا ہے

کانَ لِلہ بودۂ در ما مضیٰ
تو پہلے "کانَ لِلہ" بنا

تا کہ کانَ اللہُ لہٗ آمد جزا
یہاں تک کہ "کان اللہ لہٗ" بدلہ آیا

۱ے اے ضیاء الحق حسام الدین چلپی، مولانا کے وہی خلیفہ ہیں جو مثنوی کی تحریر کا سبب بنے ہیں۔ کہ گزشت: چاند کا نور اجسام پر پڑتا ہے مثنوی کا نور ارواح پر پڑ رہا ہے۔ ہمت: مرید کی توجہ شیخ کے معارف کی کشش کا باعث ہوتی ہے۔ مرتجیٰ: وہ شخص جس سے امید وابستہ ہو۔ گردن: مثنوی کے معارف کا رخ تو جدھر چاہتا ہے اُدھر کو موڑ دیتا ہے۔

۲ے مثنوی: بظاہر مولانا حسام الدین مثنوی کی کشش کا سبب ہیں لیکن حقیقتاً اس کی کشش منجانب اللہ ہے۔ کشندہ یعنی حضرت حق۔ ناپدید: جو اصحاب بصیرت ہیں وہ دیکھ رہے ہیں کہ مثنوی کے بیانات منجانب اللہ ہیں۔ مبدا: ظاہری سبب چونکہ مولانا حسام الدین ہیں لہٰذا مثنوی کی طوالت انہی کی جانب سے سمجھی جائیگی۔

۳ے چوں چنیں: جبکہ فنا کے بعد بقا باللہ کا مرتبہ حاصل ہوجاتا ہے تو بندہ کی مرضیات بعینہٖ اللہ کی مرضیات بن جاتی ہیں۔ کان للہ: یعنی مقام فنا۔ کان اللہ: بقا باللہ کے بعد انسانی فعل خداوندی فعل متصور ہوتا ہے۔

مثنوی[۱] از تو ہزاراں شکر داشت　　در دعا و شکر کفہا بر فراشت

مثنوی، تیرے ہزاروں شکریے ادا کرتی تھی　　دعا اور شکریے میں ہاتھ اٹھاتی تھی

در لب و کفش خدا شکر تو دید　　فضل کرد و لطف فرمود و مزید

خدا نے اسکے ہاتھ اور منہ میں تیرا شکریہ دیکھا　　اس نے فضل فرمایا مہربانی کی اور اضافہ کر دیا

زانکہ شاکر را زیادت وعدہ است　　آنچناں کہ قرب مزدِ سجدہ است

کیونکہ شکر کرنے والے کیلئے زیادتی کے وعدے ہیں　　جیسا کہ سجدوں کی اُجرت (اللہ سے) نزدیکی ہے

گفت وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ یزدانِ ما　　قربِ جاں شد سجدۂ ابدانِ ما

ہمارے خدا نے فرمایا ہے "اور سجدہ کر اور قریب ہو جا"　　ہمارے جسموں کا سجدہ روح کے قُرب کا (سبب) بنا

گر زیادت[۲] می شود زیں رو بود　　نز برائے بوش و ہای و ہو بود

اگر (مثنوی میں) اضافہ ہو رہا ہے تو اس وجہ سے ہے　　ذکر شان و شوکت کی اور داد و او کی وجہ سے

با تو ما چوں رز بتابستاں خوشیم　　حکم داری ہیں بکش ما می کشیم

ہم تجھ سے اسطرح خوش ہیں جیسا کہ انگور کی بیل موسم گرما کی　　تو نے حکم دیا کہ ہاں کھینچ ہم کھینچتے ہیں

خوش بکش ایں کارواں را تا بحج　　اے امیرِ صبر و مفتاح الفرج

اس قافلہ کو حج تک عمدگی سے لے جا　　اے صبر کے امیر اور کشادگی کی کنجی!

حجِ زیارت کردنِ خانہ بود　　حجِ ربُّ البیت مردانہ بود

حج خانۂ کعبہ کی زیارت ہوتی ہے　　بیت (اللہ) کے مالک کا حج مردوں کا ہوتا ہے

زاں[۳] ضیا گفتم حسام الدیں ترا　　کہ تو خورشیدی و ایں دو وصفہا

اے دین کی تلوار میں نے تجھے روشنی اسلئے کہا ہے　　کہ تو سورج ہے اور یہ دونوں (اسکی) صفتیں ہیں

کایں حسام و ایں ضیا یک است ہیں　　تیغِ خورشید از ضیا باشد یقیں

کیونکہ یہ تلوار اور یہ روشنی یقیناً ایک ہے　　سورج کی تلوار یقیناً روشنی کی ہوتی ہے

نور از آنِ ماہ باشد ویں ضیا　　آنِ خورشید ایں فرو خواں از نبا

نور چاند کی ملکیت ہے اور یہ ضیا　　سورج کی ملکیت ہے، اسکو قرآن میں پڑھ لے

---

[۱] مثنوی۔ مثنوی چونکہ حسام الدین سے فیض حاصل کر رہی ہے تو گویا اُس کے اوراق اُس کے ہاتھ ہیں جو شکر گذاری میں اٹھے ہوئے ہیں۔ مزید بشکر پر مزید احسان کا وعدہ ہے چنانچہ فرمایا گیا۔ لَئِنْ شَکَرْتُمْ لَاَزِیْدَنَّکُمْ اور اگر تم شکر کرو گے ہم زیادہ دیں گے۔ وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ۔ اور سجدہ کر اور قربت حاصل کر یعنی سجدہ قربِ خداوندی کا سبب ہے۔ قربِ جاں۔ جسمانی سجدہ روحانی تقرب کا سبب ہے۔

[۲] گر زیادت۔ مثنوی کی طوالت کا سبب مولانا حسام الدین کا جذب ہے ذکر عوام میں اُس کی پسندیدگی۔ بوش۔ با کے زبر کے ساتھ شان و شوکت۔ با تو۔ تابستاں یعنی موسم بہار میں انگور کی بیلیں خوب پھیلتی ہیں اسی طرح مثنوی کے نشو ونما کا سبب مولانا حسام الدینؒ ہیں۔ خوش بکش جس طرح کارواں حج کے لئے جاتا ہے اور اُس کے لئے ایک امیر حج ہوتا ہے جو اُس کی رہنمائی کرتا ہے اسی طرح ان معارف کا کارواں ربُّ الکعبہ کی زیارت کے لئے رواں ہے اور مولانا حسام الدینؒ اُس کے سالار ہیں۔ حج۔ جو قافلہ حج کو جاتا ہے اُس کا مقصد خانہ کعبہ کی زیارت ہوتی ہے لیکن اِس قافلہ کا مقصد ربِّ کعبہ کی زیارت ہے۔

[۳] زاں ضیا۔ ضیا، روشنی کو کہتے ہیں اور حسام، قاطع تلوار کو کہتے ہیں تمہاری ذات سورج ہے اور یہ دونوں اُس کی صفتیں ہیں۔ سورج کی تلوار، روشنی کی ہوتی ہے جس سے وہ اندھیرے کو کاٹتا ہے۔ لہٰذا تم جس طرح حسام ہو اسی طرح ضیا ہو۔ نور۔ قرآنِ پاک میں ہے هُوَ الَّذِیْ جَعَلَ الشَّمْسَ ضِیَآءً وَّالْقَمَرَ نُوْرًا۔ اللہ تعالیٰ نے چاند کی روشنی کو نور اور سورج کی روشنی کو ضیا سے تعبیر فرمایا ہے۔ نبا۔ خبر، قرآن پاک۔

شمس[1] را قرآں ضیا خواند اے پدر
اے بابا! سورج کو قرآن نے ضیا فرمایا ہے

واں قمر را نور خواند ایں را نگر
اور اُس چاند کو نور فرمایا ہے، اِس پر غور کر

شمس چوں عالی تر آمد خود ز ماہ
چونکہ سورج خود چاند سے اونچا ہے

پس ضیا از نور افزوں داں بجاہ
پس مرتبہ میں ضیا کو نور سے بڑھا ہوا سمجھ

بس کس اندر نورِ مہ منہج ندید
بہت سے لوگ ہیں جو چاند کے نور میں راستہ نہیں دیکھتے ہیں

چوں بر آمد آفتاب آں شد پدید
جب سورج نکل آتا ہے وہ (راستہ) نظر آتا ہے

آفتاب اعراض را کامل نمود
سورج، سامان کو مکمل دکھاتا ہے

لاجرم بازارہا در روز بود
لامحالہ بازار، دن میں لگتے ہیں

تاکہ[2] قلب و نقد نیک آید پدید
تاکہ کھوٹا اور کھرا خوب ظاہر ہو جائے

تا بود از غبن و از حیلہ بعید
تاکہ ٹوٹے اور مکر سے بچاؤ ہو

تا کہ نورش کامل آید در زمیں
یہاں تک کہ اُس کی مکمل روشنی زمین پر آتی ہے

تاجراں را رحمۃٌ للعالمیں
تاجروں کے لئے رحمۃٌ للعالمین بن کر

لیک بر قلّاب مبغوض ست سخت
لیکن وہ دھوکے باز کو سخت ناپسند ہے

زانکہ زو شد کاسد او را نقد و رخت
کیونکہ اُس کی وجہ سے اُس کا نقد اور سامان کھوٹا بنا ہے

پس[3] عدوِ جانِ صرّاف ست قلب
تو کھوٹا، صرّاف کی جان کا دشمن ہوتا ہے

دشمنِ درویش کہ بود غیرِ کلب
کُتّے کے سوا درویش کی جان کا دشمن کون ہوتا ہے؟

انبیا با دشمناں بر می تنند
انبیا دشمنوں کے ساتھ بھڑتے ہیں

پس ملائک ربِّ سلّم می زنند
تو فرشتے "خدا سلامت رکھے" کا نعرہ لگاتے ہیں

کایں چراغے را کہ ہست او نوردار
کہ اِس چراغ کو جو روشن ہے

از پُف و دمہائے دزداں دُور دار
چوروں کی پھونک اور سانس سے دُور رکھ

دزد و قلّاب ست خصمِ نور و بس
چور اور ملمع ساز روشنی کا دشمن ہے

زیں دو اے فریاد رس فریاد رس
اے فریاد کو پہنچنے والے اِن دونوں سے فریاد کو پہنچ

روشنی بر دفترِ چارم بریز
چوتھے دفتر پر روشنی ڈال

کافتاب از چرخِ چارم کرد خیز
کیونکہ سورج چوتھے آسمان سے طلوع کر رہا ہے

روشنی۔ مولانا دعا فرماتے ہیں کہ اب جبکہ جو شش بیان کا آفتاب چرخ چہارم سے طلوع کر رہا ہے تو اے خدا اس چہارم دفتر پر انوارِ معرفت کی روشنی ڈال دے۔

[1] شمس جس طرح سورج افاضہ میں بڑھا ہوا ہے حسام چونکہ ضیا ہو لہٰذا تم بھی افاضہ میں بڑھے ہوئے ہو۔ بس کس۔ چاند کی روشنی میں بہت سے لوگوں کو راستہ نظر نہیں آتا سورج کی روشنی میں نظر آجاتا ہے۔ منہج۔ راستہ۔ آفتاب۔ سورج ہر مال کے کھوٹے اور کھرے پن کو واضح کر دیتا ہے اسی لئے بازار دن میں لگتے ہیں۔۔۔

[2] تاکہ۔ سورج کی روشنی میں کھوٹا کھرا نظر آجاتا ہے اور خریدار دھوکے سے بچ جاتا ہے۔ رحمۃ۔ تاجروں کے لئے سورج کی روشنی رحمت کا حق ہے اسی طرح مولانا حسام الدین چونکہ ضیاء ہیں لہٰذا وہ بھی سالکوں کے لئے رحمت ہیں۔ لیکن جس طرح دھوکے باز سورج کی روشنی سے نفرت کرتے ہیں اسی طرح بناوٹی شیوخ مولانا حسام الدین سے نفرت کرتے ہیں۔

[3] پس۔ کھوٹا مال پرکھنے والے کی جان کا دشمن ہوتا ہے۔ دشمن۔ اسی طرح جو دنیا کے کتے ہیں وہ بزرگوں کے دشمن ہوتے ہیں۔ انبیا۔ انبیاء کا مقابلہ دنیا داروں سے ہوتا ہے جہاں بھی دشمن بھڑتے ہیں فرشتے اُن انبیاء کی سلامتی کے لئے دعا کرتے رہتے ہیں۔ کایں۔ یعنی فرشتے دعا کرتے ہیں کہ جو چراغ ہدایت انبیاء کے ہیں اُس کو دشمن بجھا نہ سکیں۔

ہیں زِ چارم[1] نور دہ خورشید وار | تا بتابد بر بلاد و بر دیار
ہاں چوتھے (دفتر) سے سورج کی طرح روشنی عطا کرو | تاکہ وہ ملکوں اور شہروں پر چمک اُٹھے

ہر کش افسانہ بخواند افسانہ است | وانکہ دیدش نقدِ خود مردانہ است
جس نے اُس کو قصہ سمجھا وہ (خود) قصہ ہے | اور جس نے اُس کو اپنی دولت سمجھا وہ مرد ہے

آبِ نیل ست و بقبطی خوں نمود | قومِ موسیٰؑ را نہ خوں بود آب بود
(دریائے) نیل پانی ہے اور قبطی کو خون نظر آیا | (حضرت) موسیٰؑ کی قوم کے لئے پانی تھا نہ کہ خون

دشمنِ ایں حرف[2] ایں دم در نظر | شد ممثل سرنگوں اندر سقر
اس وقت اِس مثنوی کا دشمن (ہماری) نظر میں | دوزخ میں سرنگوں بنا ہوا ہے

اے ضیاء الحق تو دیدی حالِ او | حق نمودت پاسخِ افعالِ او
اے ضیاء الحق تم نے اُس کی حالت دیکھی ہے | اللہ (تعالیٰ) نے تمہیں اُسکے کارناموں کا جواب دکھایا ہے

دیدۂ غیبت چو غیب ست اوستاد | کم مبادا زیں جہاں ایں دید و داد
تمہاری غیب کو دیکھنے والی آنکھ غیب کی طرح ماہر ہے | خدا کرے یہ مشاہدہ اور عطا اس دنیا سے ناپید نہ ہو

ایں حکایت[3] کہ نقدِ وقتِ ماست | گر تمامش می کنی اینجا رواست
یہ حکایت جو ہمارا ما حضر ہے | اگر تم اُس کو اس جگہ پورا کردو تو مناسب ہے

ناکساں را ترک کن بہرِ کساں | قصہ را پایاں بَرو مخلص رساں
نالائقوں سے لائقوں کی خاطر قطع نظر کرلو | قصہ کو پورا کردو اور انجام کو پہنچا دو

ایں حکایت گر نہ شد آنجا تمام | چارمیں جلد ست آرش در نظام
یہ قصہ اگر اس جگہ (دفتر سوم) میں مکمل نہیں ہوا ہے | (یہ) چوتھا دفتر ہے اس کو لڑی میں پرو دو

تمامیِ[4] حکایتِ آں عاشق کہ از عسس بگریخت در باغے مجہول

اُس عاشق کی حکایت کا باقی قصہ جو انجان باغ میں کوتوال سے بھاگا اور

و معشوق را در آں باغ یافت و عسس را از شادی دعائے خیر میکرد

اُس نے معشوق کو اُس باغ میں پایا اور خوشی کی وجہ سے کوتوال کیلئے دعائے خیر کرتا تھا

و می گفت کہ عَسٰی اَنْ تَکْرَھُوْا شَیْئًا وَّھُوَ خَیْرٌ لَّکُمْ

اور کہتا تھا کہ بسا اوقات تم ایک چیز کو ناپسند کرتے ہو اور وہ تمہارے لئے بہتر ہے"

اندریں بودیم کاں شخص از عسس | راند اندر باغ از خوفِ او فرس
ہم یہ کہہ رہے تھے کہ اُس شخص نے کوتوال کی وجہ سے | ڈر کے مارے گھوڑا باغ میں گھسا دیا

---

[1] زِ چارم۔ یعنی دفتر چہارم سورج کو بھی چوتھے آسمان پر مانا جاتا ہے۔ ہر کش۔ جو اس مثنوی کو افسانہ سمجھے وہ خود افسانہ اور مہمل ہے۔ آبِ نیل۔ ایک چیز دو شخصوں کے اعتبار سے دو جداگانہ حکم رکھتی ہے۔ دریائے نیل حضرت موسیٰؑ کے لئے پانی تھا اور قبطیوں کے لئے خون تھا۔ اسی طرح یہ مثنوی بعض لوگوں کے لئے افسانہ ہے اور بعض لوگوں کے لئے گنجینۂ معرفت ہے۔

[2] ایں حرف۔ یعنی مثنوی۔ سقر جہنم۔ اے ضیاء الحق۔ مولانا حسام الدین کا کشف تھا کہ مثنوی کے منکر ایمان سے محروم ہیں۔ پاسخ جواب۔ دیدہ۔ مولانا حسام الدین کے کشف کی طرف اشارہ ہے۔

[3] ایں یعنی اُس عاشق کا قصہ جو دفتر سوم میں ادھورا چھوڑا تھا۔ ناکساں۔ یعنی مثنوی پر اعتراض کرنے والے۔ چارمیں جلد۔ یعنی مثنوی کا چوتھا دفتر۔

[4] تمامی۔ یہ عاشق رات کو معشوقہ کے فراق میں گھوم رہا تھا راستہ میں اُس نے کوتوال کو دیکھا تو اُس سے ڈر کر وہ ایک باغ میں گھس گیا وہاں دیکھا کہ اُس کی معشوقہ موجود ہے تو وہ اُس کوتوال کو دعائیں دینے لگا۔ عسیٰ۔ انسان کسی چیز کو ناپسند کرتا ہے اور اسی میں اُس کی بہتری ہوتی ہے۔

٦٦٤

بُود اندر باغ آں صاحب جمال — کز غمش ایں در عنا بُد ہشت سال

وہ حسینہ باغ میں تھی — جس کے غم میں یہ آٹھ سال سے مصیبت میں تھا

سایۂ اُو را نبُود اِمکانِ دید — ہمچو عنقا وصفِ اُو را می شنید

اُس کے سایہ کو بھی دیکھنے کا امکان نہ تھا — عنقاء کی طرح اُس کی خوبیاں سنتا تھا

جز یکے لُقیہ کہ اوّل از قضا — بر وے افتاد و شُد اُو را دلرُبا

سوائے ایک ملاقات کے جو شروع میں مقدر سے — اُس سے ہوگئی تھی اور وہ اُس کی دلرُبا ہوگئی تھی

بعد ازاں چندانکہ می کوشید اُو — خود مجالش می نداد آں تُند خُو

اُس کے بعد اُس نے جتنی بھی کوشش کی — اُس کو اُس بدمزاج نے موقع نہ دیا

نے بہ لابہ چارہ بُودش نے بمال — سیر چشم و بے طمع بُود آں نہال

نہ خوشامد سے اُس کی کوئی تدبیر تھی نہ مال سے — وہ بُوٹا، سیر چشم اور بے طمع تھا

عاشقِ ہر پیشۂ و ہر مطلبے — حق بیالود اوّلِ کارش لبے

ہر مقصد اور ہر پیشہ کے عاشق کے — ابتداء کار میں اللہ (تعالیٰ) اُن کے ہونٹ آلودہ کر دیتے ہیں

چوں بداں آسیب در جست آمدند — پیشِ پاشاں می نہد ہر روز بند

جب اُس معاملہ میں وہ بڑھنے لگتے ہیں — اُن کے پاؤں میں ہر روز بیڑی ڈال دیتے ہیں

چوں در افتادند اندر جستجو — بعد ازاں در بست و کابین جُست اُو

وہ جب جستجو میں لگ جاتے ہیں — اُس کے بعد در بند کر دیتا ہے اور مہر کا مطالبہ کرتا ہے

چوں در افگندش بجُست و جوئے کار — بعد ازاں در بست کہ کابین بیار

جب اُس کو معاملہ کی جستجو میں مبتلا کر دیا — اُس کے بعد دروازہ بند کر دیا کہ مہر لا

ہم براں بُو می تنند و می روند — ہر دمے راجی و آئس می شوند

وہ اسی خوشبو کے درپے ہوتے ہیں اور چلتے ہیں — ہر سانس میں امیدوار اور نا اُمید ہوتے ہیں

ہر کسے را ہست اُمیدے برے — کہ کشادندش دراں روزے درے

ہر شخص کے لئے امید کا پھل ہوتا ہے — حتیٰ کہ اُس معاملہ میں ایک روز اُسکے لئے دروازہ کھول دیتے ہیں

باز در بستندش و آں در پرست — بر ہماں اُمید آتش پا شُد ست

پھر اُس کا دروازہ بند کر دیتے ہیں وہ در کا پجاری — اُسی اُمید پر بے چین ہوتا ہے

چوں در آمد خوش دراں باغ آں جواں — خود فرو شُد پا بگنجش ناگہاں

جب وہ نوجوان خوشی سے اُس باغ میں آیا — اچانک اُس کا پاؤں خزانے میں دھنس گیا

لہ عنا۔ مشقت۔ سایہ۔ محبوبہ کا وجود تو درکنار یہ اُس کا سایہ بھی نہ دیکھ سکتا تھا۔ عنقاء۔ لوگوں نے عنقا کی صرف خوبیاں سُنی ہیں کسی نے اُس کو دیکھا نہیں ہے۔ لُقیہ۔ ملاقات۔

۲ه بعد ازاں۔ پہلی ملاقات کے بعد آٹھ سال تک ملاقات کا کوئی موقع نہ ملا۔ تُند خو یعنی محبوبہ۔ لابہ۔ خوشامد۔ نہال۔ یعنی معشوقہ۔ عاشق۔ عشق کا یہی معاملہ ہوتا ہے وہ ابتداءً پھنساتا ہے پھر تڑپاتا ہے۔ در بست۔ یعنی وصال کا دروازہ بند ہو جاتا ہے۔ کابین۔ مہر یعنی عشق کے مصائب جھیلنا۔

۳ه ہم براں۔ ابتداءً جو خوشبو کا چسکا لگا ہے اُس کی وجہ سے اُمید و بیم میں مبتلا رہتے ہیں۔ راجی۔ اُمیدوار۔ آئس۔ مایوس۔ ہر کسے۔ ہر شخص مقصود حاصل کرنے کی فکر میں آتش زیر پا رہتا ہے۔ چوں۔ جب وہ عاشق، کوتوال کے ڈر سے بھاگ کر باغ میں گھسا تو اُس کو محبوبہ کا دیدار ہو گیا۔ فروشد۔ یعنی محبوبہ کا دیدار حاصل ہو گیا۔

مر عسس را ساختہ یزداں سبب — تا ز بیمِ اُو دود در باغ شب

اللہ (تعالیٰ) نے کوتوال کو سبب بنا دیا — تاکہ اُس کے ڈر سے رات کو باغ میں دوڑ جائے

بیند آں معشوقہ را اُو با چراغ — طالبِ انگشتری در جوئ باغ

وہ اُس معشوقہ کو دیکھتا ہے کہ وہ چراغ لئے — باغ کی نہر میں انگوٹھی تلاش کر رہی ہے

پس قریں میکرد از ذوق آں نفس — با ثنائے حق دعائے آں عسس

اُس وقت وہ ذوق (شوق) سے ملاتا تھا — اللہ (تعالیٰ) کی تعریف کے ساتھ کوتوال کیلئے دعا کو

گر زیاں کردم عسس را از گریز — بیست چنداں سیم و زر بر وے بریز

اگر میں نے بھاگ کر کوتوال کا نقصان کیا ہے — بیس گنا سونا اور چاندی اُس پر بہا دے

از عوانی مر وُرا آزاد کُن — آنچناں کہ شادم اُو را شاد کُن

اُس کو سپاہی پن سے آزاد کر دے — جیسا میں خوش ہوں اُس کو خوش کر دے

سعد دارش ایں جہان و آں جہاں — از عوانی و سگی اَش وا رہاں

اس جہان اور اُس جہان میں اُس کو نیک بخت بنا دے — سپاہی پن اور کتے پن سے اسکو نجات دیدے

گرچہ خوئ آں عواں ہست اے خدا — کہ ہمارہ خلق را خواہد بلا

اے خدا! اگرچہ اُس کوتوال کی عادت ہے — کہ ہمیشہ مخلوق کی مصیبت کی تمنا کرتا ہے

گر خبر آید کہ شہ جُرمے نہاد — بر مسلماناں شود اُو زفت و شاد

اگر خبر آئے کہ بادشاہ نے جرم قائم کیا — مسلمانوں پر وہ پھولتا اور خوش ہوتا ہے

ور خبر آید کہ شہ رحمت نمُود — از مسلماناں فگند اُو را بجُود

اور اگر خبر آئے کہ بادشاہ نے رحم کیا — مسلمانوں میں سے کسی پر بخشش و عطا کی

ماتمی در جانِ اُو افتد ازاں — گیردش قولنج زیں غم در زماں

اس سے اُس کی جان غم میں مبتلا ہو جاتی ہے — فوراً اس غم سے اُس کے (درد) قولنج ہو جاتا ہے

صد چنیں ادبار ہا دارد عواں — زیں بلا فریاد رس اے مستعاں

سپاہی اِس طرح کی سیکڑوں خرابیاں رکھتا ہے — اے مددگار! اس مصیبت سے فریاد رسی کر

اُو عواں را در دعا در می کشید — کز عواں اُو را چناں راحت رسید

وہ کوتوال کو دعا میں شامل کر رہا تھا — کیونکہ کوتوال سے اُس کو ایسی راحت ملی تھی

بر ہمہ زہر و بر اُو تریاق بود — آں عواں پیوندِ آں مشتاق بود

(وہ کوتوال) سب پر زہر اُسکے لئے تریاق تھا — وہ کوتوال اُس عاشق کا دوست تھا

۱؎ بیند۔ وہ اپنی معشوقہ کو دیکھتا ہے کہ وہ چراغ لئے ہوئے نہر میں اپنی انگوٹھی تلاش کر رہی ہے۔ قریں۔ ساتھی۔ باثنائے۔ اللہ کی تعریف کے ساتھ کوتوال کو دعائیں دینے لگا۔ گر۔ کوتوال گر اُس کو گرفتار کر لیتا تو رشوت میں کچھ وصول کرتا۔ از عوانی۔ پولیس کے آدمیوں میں ظلم و ستم کا مادہ ہوتا ہے۔ سنگی۔ سپاہیوں میں کتّوں کی سی درندگی ہوتی ہے۔ کہ ہمارہ۔ پولیس کی خواہش ہوتی ہے کہ لوگ جرائم میں مبتلا ہوں تاکہ ان سے منافع حاصل کرے۔

۲؎ گر خبر آید۔ اگر پولیس کو معلوم ہوتا ہے کہ بادشاہ نے کسی قوم کو مجرم قرار دیا ہے تو اُس کو خوشی ہوتی ہے اور بادشاہ کے معاف کر دینے سے پولیس رنجیدہ ہوتی ہے۔ نگند۔ یعنی وہ جرم معاف کر دیا ہے۔

۳؎ ادبار۔ بھلائی سے روگردانی۔ اُو عواں۔ چونکہ کوتوال کی وجہ سے اُس کو محبوبہ کا دیدار میسّر آیا تھا اس لئے اُس کو دعائیں دے رہا تھا۔ بر ہمہ۔ کوتوال دوسروں کے لئے باعثِ مصیبت تھا لیکن اِس کے لئے باعثِ راحت بنا۔ پیوند۔ عزیز، قریب، دوست۔

پس بدِ مطلق نباشد در جہاں
پس دنیا میں بالکلیہ کوئی برا نہیں ہے
بد بہ نسبت باشد ایں راہم بدال
برا نسبت سے ہوتا ہے اسکو بھی سمجھ لے

در زمانہ ہیچ زہر و قند نیست
زمانے میں کوئی زہر اور شکر نہیں ہے
کہ یکے را پا دگر را بند نیست
کہ ایک کے پاؤں اور دوسرے کے لئے قید نہیں ہے

مر یکے را پا دگر را پائے بند
ایک کے لئے پاؤں ہے دوسرے کیلئے پاؤں کی بیڑی
مر یکے را زہر و دیگر را چو قند
ایک کے لئے زہر ہے اور دوسرے کیلئے شکر ہے

زہرِ مار آں مار را باشد حیات
سانپ کا زہر سانپ کی زندگی ہے
نسبتش با آدمی باشد ممات
اس کی آدمی کے ساتھ نسبت موت ہے

خلقِ آبی را بود دریا چو باغ
دریائی مخلوق کے لئے، دریا باغ جیسا ہے
خلقِ خاکی را بود آں مرگ و داغ
خشکی کی مخلوق کے لئے وہ موت اور داغ ہے

ہمچنیں بر می شمر اے مرد کار
اے کام کے آدمی! اسی طرح شمار کرلے
نسبتِ ایں از یکے تا صد ہزار
اس کی نسبت ایک سے لاکھ تک

زید اندر حقِ آں شیطاں بود
زید اُس کے حق میں شیطان ہے
در حقِ شخصِ دگر سلطاں بود
دوسرے کے حق میں بادشاہ ہے

آں بگوید زید صدیق و سنی ست
وہ کہتا ہے زید بہت سچا اور بھلا ہے
ویں بگوید زید گبر و کشتنی ست
اور یہ کہتا ہے کہ زید کافر اور گردن زدنی ہے

زید یک ذات ست بر آں یک جناں
زید ایک ذات ہے جو ایک پر بہشت ہے
او بریں دیگر ہمہ رنج و زیاں
اور وہ دوسرے کے لئے مجسم رنج اور بربادی ہے

گر تو خواہی کو ترا باشد شکر
اگر تو چاہتا ہے کہ وہ تیرے لئے شکر ہو
پس ورا از چشمِ عشاقش نگر
تو اُس کو اُس کے عاشقوں کی نظر سے دیکھ

منگر از چشمِ خودت آں خوب را
اُس محبوب کو اپنی آنکھ سے نہ دیکھ
بیں بچشمِ طالباں مطلوب را
معشوق کو، عاشقوں کی آنکھ سے دیکھ

چشمِ خود بر بند زاں خوش چشمِ تو
اُس اچھی آنکھ والے سے اپنی آنکھ بند کرلے
عاریت کن چشم از عشاقِ او
اُس کے عاشقوں سے آنکھ مانگ لے

بلکہ زو کن عاریت چشم و نظر
بلکہ آنکھ اور نگاہ اُس سے مانگ لے
پس ز چشمِ او بروئے او نگر
پھر اُس کی آنکھ سے اُس کے چہرے کو دیکھ

ك پس: مولانا فرماتے ہیں کہ دنیا کی کوئی بری چیز مطلق وجود بری نہیں ہے کسی خاص نسبت سے اُس میں برائی ہوتی ہے۔ زہر و قند۔ یہ دونوں چیزیں بھی مفید اور مضر خاص نسبت سے ہیں۔

ك زہر مار۔ سانپ کا زہر سانپ کے لئے باعث زندگی ہے انسان کی موت کا سبب ہے۔ خلق۔ پانی، آبی جانور کی زندگی ہے خاکی کے لئے موت ہے۔ ہمچنیں۔ کسی چیز کا نسبت کے اعتبار سے مفید اور مضر ہونا ہی نہیں ہے بلکہ نسبت کے اعتبار سے اُس کے مفید اور مضر ہونے کے ہزاروں مدارج ہیں۔ زید۔ زید کسی کے اعتبار سے شیطان ہے اور کسی کے اعتبار سے سلطان ہے۔ آں۔ جس کے لئے زید سلطان ہے وہ زید کی تعریفیں کریگا جس کے لئے وہ شیطان ہے وہ اُس کو کافر اور گردن زدنی کہیگا۔

ك گر۔ اگر تو زید کو اپنے لئے شکر بنانا چاہتا ہے تو اُس کے عاشقوں کی نظر سے اُس کو دیکھ پھر تجھے اُس سے کوئی شکوہ نہ رہے گا۔ منگر۔ لیلیٰ را بچشم مجنوں باید دید۔ چشم خود۔ محبوب کو اپنی نگاہ سے نہ دیکھ اُس کے عاشقوں کی نگاہ سے دیکھو۔ بلکہ محبوب کو عاشقوں کی نگاہ سے بھی نہیں بلکہ خود اُس کی نگاہ سے دیکھنا چاہیے۔

تا شوی ایمن ز سیری و ملال — گفت کان اللہ لہٗ زیں ذو الجلال

تاکہ تو نفرت اور انقباض سے محفوظ ہو جائے — اس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا "اللہ اُس کا ہو گیا"

چشمِ اُو من باشم و دست و دلش — تا رہد از مدبریہا مقبلش

میں اُس کی آنکھ اور ہاتھ اور اُس کا دل ہو جاتا ہوں — تاکہ اُس کی خوش نصیبی بد نصیبیوں سے نجات پا جائے

ہر چہ مکروہ است چوں او شد دلیل — سوی محبوبت حبیب ست و خلیل

جو ناپسندیدہ ہے جب وہ راہنما ہوتا ہے — تیرے محبوب کی جانب (وہ) محبوب اور دوست ہے

حکایتِ آں واعظ که در آغازِ ہر وعظے و تذکیرے دعائے خیر بر ظالماں و سخت دلاں و خبیثاں و مفسداں و بے اعتقاداں کردے

اُس واعظ کی حکایت جو ہر وعظ اور نصیحت کے شروع میں ظالموں اور سخت دلوں اور خبیثوں اور مفسدوں اور بد اعتقادوں کے لئے دعائے خیر کرتا تھا

آں یکے واعظ چو بر تخت آمدے — قاطعانِ راہ را داعی شدے

ایک واعظ جب تخت پر آتا — ڈاکوؤں کا دعا گو ہوتا

دست بر می داشت یا رب رحم راں — بر بداں و مفسداں و طاغیاں

ہاتھ اُٹھاتا تھا اے خدا! رحم فرما — بُروں اور مفسدوں اور سرکشوں پر

بر ہمہ تسخر کناں و اہلِ ضیر — بر ہمہ کافر دلاں و اہلِ دیر

سب مذاق اُڑانے والوں اور نقصان پہنچانے والوں — سب کافر دل اور بُت خانہ والوں پر

می نکردے او دعا بر اصفیا — می نکردے جز خبیثاں را دعا

وہ برگزیدہ لوگوں کے لئے دعا نہ کرتا — خبیثوں کے علاوہ کسی کے لئے دعا نہ کرتا

مر ورا گفتند کایں معہود نیست — دعوتِ اہلِ ضلالت جود نیست

لوگوں نے اُس سے کہا یہ معمول نہیں ہے — گمراہوں کو دعا دینا سخاوت نہیں ہے

گفت نیکوئی ازیشاں دیدہ ام — من دعاشاں زیں سبب بگزیدہ ام

اُس نے کہا میں نے اُن سے بھلائی دیکھی ہے — اس لئے میں نے اُن کو دعا دینا اختیار کیا ہے

لہ تا شوی: جب انسان محبوب کو محبوب کی نگاہ سے دیکھے گا اور وہ متخلق باخلاق اللہ ہو جائے گا اور اپنے احساس کو فنا کر دے گا تو اُس کو کان اللہ لہٗ کا مقام حاصل ہو جائے گا اور اُس میں بقا باللہ کی کیفیت پیدا ہو جائے گی۔ چشم او۔ حدیث قدسی ہے۔ فَاِذَا اَحْبَبْتُهٗ كُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِیْ يَسْمَعُ بِهٖ وَبَصَرَهُ الَّذِیْ يُبْصِرُ بِهٖ یعنی جب میں اپنے بندے سے محبت کرتا ہوں تو میں اُس کا کان بن جاتا ہوں، جس سے وہ سنتا ہے اور اُس کی بینائی بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے۔ ہر چہ۔ ناپسندیدہ چیز جب کسی مرغوب چیز کا ذریعہ بن جاتی ہے تو وہ بھی مرغوب ہو جاتی ہے کوتوال معشوق کے وصال کا ذریعہ تھا لہٰذا وہ محبوب ہو گیا

لہ واعظ منقول ہے کہ یہ واعظ ایک تاجر تھا ڈاکوؤں نے اُس کا مال لوٹا تو اُس نے خدا سے دعائیں اور گریہ و زاری شروع کر دی اِس پر اُس کو ہاتف غیبی نے کہا مال کے لٹ جانے پر تو اس قدر گریہ و زاری کرتا ہے اور عمر کے برباد ہونے کا کوئی خیال نہیں، اِس تنبیہ سے یہ تاجر اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو گیا تھا قاطعانِ راہ۔ ڈاکو۔ رحمت۔ چونکہ یہ ڈاکو اللہ تک پہنچنے کا سبب بنے تو وہ اُس کو محبوب ہو گئے تھے اور وہ اُن کا دعا گو ہو گیا تھا

لہ بر ہمہ۔ یعنی دنیا کے بُرے انسانوں کیلئے دعائے خیر کرتا تھا اور نیکوں کیلئے دعا نہ کرتا تھا۔ مر ورا۔ لوگوں نے اعتراض کیا کہ بُرے لوگ دعا کے مستحق نہیں ہیں تم اُن کے لئے دعا کیوں کرتے ہو۔ گفت۔ اُس نے جواب دیا کہ اُن لوگوں کا مجھ پر بہت احسان ہے میں اُن کے مظالم سے پریشان ہو کر راہ یاب ہوا ہوں اور اُن کے مظالم نے مجھے نیکی میں لگا دیا ہے۔

خبث ظلم و جور چنداں ساختند
کہ مرا از شر بخیر انداختند

انھوں نے ایسا ظلم اور خباثت کی
کہ مجھے برائی سے بھلائی میں لا ڈالا

ہر گہے کہ رو بدنیا کردمے
من ز ایشاں زخم و ضربت خوردمے

جب کبھی میں دنیا کا رخ کرتا
میں اُن سے تکلیف اٹھاتا اور مار کھاتا

کردمے از زخم آں جانب پناہ
باز آوردندمے گرگاں براہ

تکلیف سے میں اُس جانب پناہ پکڑتا
بھیڑیے مجھے راہ پر لگا دیتے

چوں سبب ساز صلاح من شدند
پس دعاشاں بر من است اے ہوشمند

جب وہ میری نیکی کا سبب بنانے والے ہوگئے
تو اے ہوشمند! اُن کو دعا دینا میرا فرض ہے

بندہ می نالد بحق از درد و نیش
صد شکایت می کند از درد خویش

بندہ خدا کے سامنے درد اور زخم سے آہ و زاری کرتا ہے
اپنی تکلیف کی سو شکایتیں کرتا ہے

حق ہمی گوید کہ آخر رنج و درد
مر ترا لابہ کناں و راست کرد

اللہ (تعالیٰ) فرماتا ہے کہ آخر تکلیف اور درد نے
تجھے خوشامد کرنے والا اور سیدھا کر دیا ہے

ایں گلہ زاں نعمتے کن کت زند
از در ما دور و مطرودت کند

یہ شکوہ اُس نعمت کا کر جو تجھے راہ سے ہٹائے
تجھے ہمارے دروازے سے دُور اور مردود کرے

در حقیقت ہر عدو داروئے تست
کیمیائے نافع و دلجوئے تست

حقیقتاً ہر دشمن تیری دوا ہے
تیرے لئے مفید کیمیا اور پسندیدہ ہے

کہ ازو اندر گریزی در خلا
استعانت جوئی از لطف خدا

کیونکہ تو اس کی وجہ سے تنہائی کی طرف بھاگتا ہے
اللہ (تعالیٰ) کی مہربانی سے مدد چاہتا ہے

در حقیقت دوستانت دشمنند
کہ ز حضرت دور و مشغولت کنند

حقیقتاً تیرے دوست، دشمن ہیں
کیونکہ تجھے (اللہ کے) دربار سے دور اور بے نیاز کرتے ہیں

ہست حیوانے کہ نامش اُسغُر ست
کو بزخم چوب زفت و لمتر ست

ایک جانور ہے جس کا نام اسغر ہے
جو لکڑی کی مار سے موٹا اور قوی ہوتا ہے

تا کہ چوبش میزنی بہ می شود
او ز زخم چوب فربہ می شود

تو اُس کے لکڑی مارتا رہے گا وہ بہتر ہوگا
وہ لکڑی کی چوٹ سے موٹا ہوگا

نفس مومن اُسغرے آمد یقیں
کو بزخم و رنج زفت ست و سمیں

مومن کا نفس یقیناً اسغر ہے
جو چوٹ اور رنج سے قوی اور موٹا ہوتا ہے

---

١ ہر گہے۔ جب میں اُن کے ساتھ دنیا میں لگتا تھا تو یہ اِس قدر ظلم کرتے تھے کہ میں خدا کی طرف رجوع کرتا تھا۔ باز۔ تو اُن کا ظلم مجھے دنیا سے ہٹا کر اللہ کی راہ کی طرف لگا دیتا تھا۔ بندہ می نالد۔ مولانا فرماتے ہیں کہ جب انسان کسی رنج اور مصیبت کا اللہ سے شکوہ کرتا ہے تو اللہ فرماتا ہے کہ اس مصیبت کا شکوہ بیجا ہے یہ مصیبت تو تجھے میری طرف متوجہ کر رہی ہے۔

٢ ایں۔ شکوہ تو میری اُس نعمت سے ہونا چاہیے جو تجھے مجھ سے بے نیاز بناتی ہے۔ در حقیقت۔ چونکہ دشمن اللہ کی طرف رجوع کا سبب بنتا ہے تو وہ دراصل تیرے لئے نافع اور کیمیا ہے۔ دوستانت۔ انسان کے دوست اُس کے حقیقی دشمن ہیں کیونکہ وہ خدا سے غافل بناتے ہیں۔

٣ اُسغر۔ بالضم و غین معجمہ مضموم، خار پشت۔ اسی کو اردو میں سہی کہا جاتا ہے اُس پر اگر لاٹھی ماری جاتی ہے تو وہ بدن کو زیادہ مضبوط اور موٹا کر لیتا ہے۔ اسی طرح قوی نفس مومن بھی کی روح مصائب جھیل کر زیادہ قوی ہوتی ہے سمین۔ موٹا۔

۴۶۶

زیں[1] سبب بر انبیا رنج و شکست
از ہمہ خلقِ جہاں افزوں ترست

اسی وجہ سے انبیاء پر رنج اور تکلیف
دنیا کی تمام مخلوق سے زیادہ ہوتی ہے

تا ز جانہا جانِ شاں شد زفت تر
کہ ندید ند آں بلا قومے دگر

حتیٰ کہ اُن کی روح تمام روحوں سے زیادہ قوی ہو گئی
کیونکہ وہ مصیبت کسی دوسری قوم نے نہیں دیکھی ہے

پوست از دارو بلاکش می شود
چوں ادیمِ طائفی خوش می شود

چمڑا دوا سے مصیبت جھیلنے والا بن جاتا ہے
طائف کی نرمی کی طرح عمدہ ہو جاتا ہے

ورنہ تلخ و تیز مالیدی دِرو
گندہ گشتے ناخوش و ناپاک بُو

اگر تو تلخ اور تیز (مسالے) اس پر نہ ملتا
گندہ اور بُرا اور بدبودار ہو جاتا

آدمی را پوستِ نامدبوغ داں
از رطوبت ہا شدہ زشت و گراں

آدمی کو بغیر دباغت کی کھال سمجھ
جو رطوبتوں سے بھدا اور بھاری ہو رہا ہے

تلخ[2] و تیز و مالشِ بسیار دہ
تا شود پاک و لطیف و بامزہ

اس کو تلخ اور تیز (دوا) دے اور بہت مل
تاکہ پاک اور پاکیزہ اور شاندار بن جائے

ور نمی تانی رضا دہ اے عیار
کہ خدا رنجت دہد بے اختیار

اے مکرے! اگر تو نہیں کر سکتا ہے تو راضی ہو جا
کہ خدا تجھے مجبوراً تکلیف میں مبتلا کر دے

کہ بلائے دوست تطہیرِ شماست
علمِ او بالائے تدبیرِ شماست

کیونکہ دوست کی مصیبت تمہاری پاکیزگی ہے
اس کا علم تمہاری تدبیر سے بڑھا ہوا ہے

چوں صفا بیند بلا شیریں شود
خوش شود دارو چو صحت بیں شود

جب صفائی دیکھتا ہے مصیبت شیریں ہو جاتی ہے
جب صحت کو دیکھتا ہے تو دوا اچھی لگتی ہے

بُرد بیند خویش را در عینِ مات
پس بگوید اقتلونی یا ثقات

وہ عینِ ہار میں اپنی جیت سمجھتا ہے
تو کہتا ہے اے بھروسہ والو! مجھے قتل کر دو

ایں[3] عواں در حقِ غیرے سود شد
لیک اندر حقِ خود مردود شد

یہ سپاہی دوسرے کے لئے مفید بنا
لیکن اپنے حق میں مردود ہو گیا

رحمِ ایمانی ازو بریدہ شد
کینِ شیطانی برو پیچیدہ شد

ایمانی رحم اس سے منقطع ہو گیا
شیطانی کینہ اس پر لپٹ گیا

کارگاہِ خشم گشت و کیں وری
کینہ داں اصلِ ضلال و کافری

وہ غصہ اور کینہ وری کا کارخانہ بن گیا
کینہ کو گمراہی اور کافری کی جڑ سمجھ

---

[1] زیں سبب: چونکہ انبیاء کی روح کو زیادہ مضبوط بنانا ہوتا ہے لہٰذا اُن کو زیادہ مصائب میں مبتلا کیا جاتا ہے۔ پوست: کچے چمڑے پر دوائیں لگا کر جب اس کو مالیدہ کیا جاتا ہے تو وہ نرم بن کر بہت مضبوط ہو جاتا ہے۔ ادیم طائفی: طائف کی بنی ہوئی نرمی مشہور تھی۔ ورنہ: اگر کچے چمڑے پر تیز دوائیں نہ ملی جائیں تو وہ سڑ جائے۔ آدمی: انسان کو بھی کچے چمڑے کی طرح سمجھو جو فاسد رطوبتوں کی وجہ سے بدصورت اور بوجھل ہے۔

[2] تلخ و تیز: انسانی جان کی اصلاح کیلئے بھی تلخ و تیز مجاہدے اور عبادات کی مالش کی ضرورت ہے تب وہ پاک اور صاف بنے گا۔ ور نمی تانی: اگر انسان اپنے اختیار سے مجاہدہ نہیں کر سکتا ہے تو اسے آسمانی مصائب پر صبر کرنا چاہیئے وہ مصائب اس کیلئے مجاہدوں کے قائم مقام بن جائیں گے۔ کہ بلائے: انسان کو سمجھ لینا چاہیئے کہ خدا کی طرف سے اس کو ابتلاء اس کی تطہیر کی تدبیر ہے۔ چوں صفا: جب آسمانی مصائب سے انسان اپنی باطنی صفائی محسوس کرتا ہے تو مصیبت اس کیلئے شیریں بن جاتی ہے یہی کڑوی دوا کا حال ہے۔ برد بیند: پھر اپنی تخریب میں اپنی تعمیر سمجھتا ہے اور دوستی سے قتل تک کے لئے تیار ہو جاتا ہے۔

[3] ایں عواں: یہ حکمت خداوندی ہے کہ ظالموں کو بھی ظلم کی پاداش

۶۶۸

سوال کردنِ شخصے از عیسیٰؑ کہ یا روح اللہ در وجود از ہمہ صعبہا صعب تر چیست و جواب گفتنِ عیسیٰ علیہ السلام

ایک شخص کا حضرت عیسیٰؑ سے دریافت کرنا کہ اے روح اللہ! وجود میں سب سے زیادہ سخت کیا چیز ہے؟ اور حضرت عیسیٰؑ کا جواب دینا

گفت عیسیٰؑ را یکے ہشیار سر[1] — چیست در ہستی ز جملہ صعب تر

ایک بیدار مغز نے (حضرت) عیسیٰؑ سے کہا — وجود میں سب سے زیادہ سخت کیا چیز ہے؟

گفتش اے جاں صعب تر خشمِ خدا — کہ ازاں دوزخ ہمی لرزد چو ما

انہوں نے اس سے فرمایا اے جان! خدا کا غصہ — کہ اس سے دوزخ (بھی) ہماری طرح لرزتی ہے

گفت زیں خشمِ خدا چہ بود اماں — گفت ترکِ خشمِ خویش اندر زماں

اس نے کہا خدا کے غصہ سے بچاؤ کی کیا صورت ہے؟ — فرمایا دنیا میں اپنے غصہ کو ترک کر دینا

کظمِ غیظ[2] ست اے پسر خطِ اماں — خشمِ حق یاد آورد و درکش عناں

اے بیٹا! غصہ کو پی جانا امن کا فرمان ہے — اللہ تعالیٰ کا غصہ یاد کرے اور باگ کھینچ لے

پس عواں کہ معدنِ ایں خشم گشت — خشمِ زشتش از سبع ہم درگذشت

تو سپاہی جو اس غصہ کی کان بن گیا ہے — اس کا برا غصہ درندے سے بھی بڑھ گیا ہے

چہ امیدستش برحمت جز مگر[3] — بازگردد زاں صفت آں بے ہنر

اسکو رحم کی کیا امید ہے؟ سوائے اسکے — کہ وہ بے ہنر اس عادت سے باز آجائے

گرچہ عالم را ازیشاں چارہ نیست[4] — ایں سخن اندر ضلال افگندنیست

اگرچہ دنیا کو ان سے بے نیازی نہیں ہے — یہ بات گمراہی میں مبتلا کرنا ہے

چارہ نبود ہم جہاں را از چمیں — لیک نبود آں چمیں ماءِ معیں

دنیا کو پیشاب سے بھی بے نیازی نہیں ہے — لیکن وہ پیشاب جاری پانی نہیں ہوتا ہے

باز گو احوالِ آں خستہ جگر — درمیانِ باغ با رشکِ قمر

اس خستہ جگر کے احوال پھر بیان کر — باغ میں رشکِ قمر (محبوب) کے ساتھ

قصدِ خیانت کردنِ عاشق و بانگ زدنِ معشوق

عاشق کا خیانت کرنے کا ارادہ کرنا اور معشوق کا چیخ پڑنا

چونکہ تنہایش بدید آں سادہ مرد — زود او قصدِ کنار و بوسہ کرد

چونکہ اس سادہ لوح انسان نے اس کو اکیلا دیکھا — جلد اس سے بغلگیر ہونے اور اس کا بوسہ لینے کا ارادہ کیا

---

[1] ہشیار سر۔ عقلمند، ہستی۔ وجود۔ صعب تر۔ زیادہ سخت۔ کہ ازاں۔ غضب خداوندی سے دوزخ بھی کانپتی ہے۔ گفتت۔ خدا کے غضب سے بچنے کی صورت یہ ہے کہ انسان اپنی قوتِ غضبیہ پر قابو پالے۔

[2] کظمِ غیظ۔ غصہ کو پی جانا خطِ اماں۔ امن کا حکمنامہ۔ درکش قرآن پاک میں مومنوں کی صفت میں بیان فرمایا گیا ہے۔ "وَالْكَاظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ" "اور جو غصہ کو پی جاتے ہیں اور لوگوں کو معاف کرتے ہیں" سبع۔ درندہ۔ چہ امید۔ حدیث شریف ہے "مَنْ لَا يَرْحَمْ لَا يُرْحَمْ" "جو شخص دوسروں پر رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جاتا۔"

[3] گرچہ۔ انتظام قائم کرنے کے لئے سپاہیوں کا وجود ضروری اور یہی بات انکے لئے اور گمراہی کا سبب ہے کہ اپنے وجود کو ضروری سمجھکر ظلم پر جرأت کرتے ہیں لیکن ان کی یہ ضرورت انکے لئے تعریف کا سبب نہیں بن سکتی ہے بہت سی گندی چیزوں کی بھی دنیا کو ضرورت ہے لیکن اس ضرورت کی وجہ سے انکو پاک قرار نہیں دیا جا سکتا۔ چمیں۔ پیشاب۔ ماءِ معیں۔ جاری پانی۔ قصدِ خیانت۔ یعنی اس عاشق کا اس محبوب سے بوسہ و کنار کا ارادہ کرنا۔ سادہ مرد۔ یعنی بھولا عاشق۔

بانگ[1] بر وے زد بہیبت آں نگار
وہ معشوقہ کڑک کر اُس پر چیخی

گفت آخر خلوت ست و خلق نے
اُس نے کہا آخر تنہائی ہے اور کوئی نہیں ہے

کس نمی جنبد در ینجا جز کہ باد
یہاں ہوا کے سوا کوئی نہیں چلتا ہے

گفت اے شیدا کہ ابلہ بودۂ
اُس نے کہا اے دیوانے! تو بیوقوف ہوا ہے

باد را دیدی کہ می جنبد بداں
تو نے ہوا کو دیکھا ہے کہ وہ حرکت کرتی ہے، سمجھ لے

مِروحہ تصریفِ صُنعِ ایزدش
اللہ (تعالیٰ) کی کارگیری کے تصرف کا پنکھا

جزوِ بادے کہ بحکمِ ما درست
تھوڑی سی ہوا جو ہمارے ماتحت ہے

جُنبشِ ایں جزوِ باد اے سادہ مرد
اے سادہ (مزاج) انسان! ہوا کے اس جزو کی حرکت

جُنبشِ بادِ نفس کاندر لب است
سانس کی ہوائی حرکت جو ہونٹ میں ہے

گاہ[3] دم را مدح و پیغامے کُند
کبھی وہ (روح و جسم)، سانس کو مدح اور پیغام بناتا ہے

پس بداں احوالِ دیگر بادہا
تو دوسری ہواؤں کے احوال سمجھ لے

باد را حق گہ بہاری می کند
اللہ (تعالیٰ) کبھی ہوا کو بہاری بنا دیتا ہے

کم رو گستاخ ادب را ہوش دار
گستاخی سے (آگے) نہ بڑھ، ادب کا خیال کر

آب حاضر تشنۂ ہمچوں منے
پانی موجود ہے، پیاسا مجھ جیسا ہے

کیست حاضر چیست مانع زیں گشاد
کون موجود ہے؟ اس بے تکلفی سے کون مانع ہو؟

ابلہی وز عاقلاں نشنودۂ
تو احمق ہے اور تو نے عقلمندوں سے (کچھ) نہیں سنا ہے

باد جنبانیست اینجا باد راں[2]
یہاں کوئی ہوا کو چلانیوالا ہوا کو حرکت دینے والا ہے

زد بریں باد و ہمی جنباندش
اس ہوا پر لگتا ہے اور اس کو حرکت دیتا ہے

باد بیزن تا نجنبانی نجست
جب تک تو پنکھا نہ ہلائے وہ حرکت نہیں کرتی ہے

بے تو و بے باد بیزن سر نکرد
تیرے بغیر اور پنکھے کے بغیر نہ ہوئی

تابعِ تصریفِ جان و قالب است
(وہ) روح اور جسم کے تصرف کے تابع ہے

گاہ دم را ہجو و دشنامے کُند
کبھی سانس کو ہجو اور گالی بنا دیتا ہے

کہ ز جزوے کُل ہمی بینند نُہا
کیونکہ عقلیں جزو سے کُل سمجھ لیتی ہیں

در دے ش زیں لطف عاری می کند
ماگھ کے مہینہ میں اس کو اس لطف سے خالی کر دیتا ہے

[1] بانگ۔ یعنی معشوقہ نے اس عاشق کو اس بیباکی پر ڈانٹا۔ گفت۔ عاشق نے کہا تنہائی ہے اور میں وصل کا پیاسا ہوں، صبر کی طاقت کہاں ہے۔ گشاد۔ خوشی، کامیابی۔ اے شیدا۔ معشوقہ نے کہا۔ باد را دیدی۔ جب تو ہوا کو چلتا دیکھ رہا ہے تو سمجھ لے کہ ہوا کو چلانیوالا موجود ہے۔

[2] باد راں۔ یعنی اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں فرماتا ہے۔ وَهُوَ الَّذِي يُرْسِلُ الرِّيَاحَ بُشْرًا بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهِ یعنی وہی قادرِ مطلق ہے جو بارانِ رحمت سے پہلے ہواؤں کو بھیجتا ہے کہ لوگوں کو بارش کی آمد کی خوشخبری دیدیں۔ مروحہ۔ پنکھا۔ جزو۔ انسانوں کے پاس جو جزوی ہوا ہے وہ بغیر چلانے والے اور پنکھے کے حرکت نہیں کرتی ہے تو اسی طرح کُل ہوا کو سمجھو وہ قدرت کے پنکھے کے بغیر کب حرکت کرے گی۔ بادِ نفس۔ یہ اس بات کی دوسری مثال ہے کہ ہوا بغیر چلانے والے کے نہیں چلتی ہے۔ سانس کی ہوا کو بھی روح اور جسم حرکت میں لاتے ہیں۔

[3] گاہ۔ یعنی روح اور جسم سانس کی ہوا میں اچھائی اور بُرائی کا تصرف کرتے ہیں کبھی اس کو گالی بنا دیتے ہیں کبھی تعریف کے الفاظ بنا دیتے ہیں۔ نُہا۔ عقلیں۔ باد۔ عالم کی ہوا میں بھی اللہ کے تصرفات ہیں کبھی اس کو بادِ بہاری بنا دیتا ہے کبھی بادِ سموم۔ عاری۔ ننگا، خالی۔

بر گروہِ عادؔ صرصر می کند — باز بر ہودؔش معطّر می کند
قوم عاد پر آندھی بنا دیتا ہے — پھر ہودؑ کے لئے اُس کو خوشبودار بنا دیتا ہے

می کند یک باد را زہر و سموم — مر صبا را می کند خرّم قدوم
ایک ہوا کو وہ زہر اور لُو بنا دیتا ہے — پُروا کو بابرکت آمد بنا دیتا ہے

بادِ دم را بر تو بنہاد او اساس — تا کنی ہر باد را بر وے قیاس
سانس کی ہوا کو اس نے تیری بنیاد بنا دیا — تاکہ تو ہر ہوا کو اُس پر قیاس کرے

دم نمی گردد سخن بے لطف و قہر — بر گروہے شہد و بر قومے ست زہر
سانس مہربانی اور قہر کے بغیر کلام نہیں بنتا ہے — وہ ایک قوم پر شہد اور ایک قوم پر زہر ہے

مروحہ جنباں پئے انعامِ کس — وز برائے قہر بر پشّہ و مگس
پنکھا کسی کی نعمت رسانی کیلئے ہلتا ہے — مچھر اور مکھی پر قہر کے لئے (ہلتا ہے)

مروحہ تقدیرِ ربّانی چرا — پُر نباشد ز امتحان و ز ابتلا
خدائی تقدیر کا پنکھا کیوں — امتحان اور آزمائش سے پُر نہ ہوگا؟

چونکہ جزوِ بادِ دم یا مروحہ — نیست الّا مفسدہ یا مصلحہ
چونکہ سانس یا پنکھے کی جزوی ہوا — نہیں ہے، مگر خراب کرنے والی یا ٹھیک کرنے والی

ایں شمال و ایں صبا و ایں دبور — کے بود از لطف و از انعام دور
یہ شمالی ہوا اور یہ پُروا اور یہ پچھوا — مہربانی اور انعام سے دور کب ہوگی؟

یک کفِ گندم ز انبارے ببیں — فہم کن کاں جملہ باشد ہمچنیں
ڈھیر میں سے ایک مٹھی گیہوں دیکھ لے — سمجھ لے کہ سب ایسے ہی ہوں گے

کلِّ باد از برجِ بادِ آسماں — کے جہد بے مروحہ آں بادراں
آسمان کے ہوائی برج سے کُل ہوا — اُس ہوا چلانے والے کے پنکھے کے بغیر کب چلتی ہے؟

بر سرِ خرمن بوقتِ انتقاد — نے کہ فلّاحاں ز حق جویند باد
گہانے کے وقت کھلیان پر — کیا کاشتکار خدا سے ہوا نہیں مانگتے ہیں؟

تا جدا گردد ز گندم کاہہا — تا بانبارے رود یا چاہہا
تاکہ گیہوں سے بھوسا جدا ہو جائے — تاکہ (گیہوں) ڈھیر میں جائے یا کھتّیوں میں

چوں بماند دیر آں بادِ وزاں — جملہ را بینی بحق لابہ کناں
جب چلنے والی ہوا میں دیر ہوتی ہے — تو سب کو خوشامد کرتے ہوئے دیکھتا ہے

لہ عاد۔ قوم عاد کے لئے وہ آندھی بنی اور اُس نے اُن کو ہلاک کیا، حضرت ہودؑ کے لئے وہ خوشگوار بنی۔ سموم۔ لُو۔ خرّم۔ مبارک۔ بادِ دم۔ سانس کی ہوا ہے تم دوسری ہوا کی باتیں سمجھ لو۔ قوم۔ انسان کے سانس کی ہوا میں بھی وہ موثر ہے کہ کسی کے لئے اُسکو شہد بنا دیتا ہے اور کسی کے لئے زہر، اسی طرح عام ہوا کو سمجھ لو کہ اُس کو کسی کے لئے انعام بنا دیتا ہے کسی کے لئے اُس کو قہر بنا دیتا ہے۔

۲ مروحہ۔ قدرت کا پنکھا جو اس ہوا کو حرکت دیتا ہے اُس میں بھی قوموں کا ابتلا اور امتحان ہے۔ چونکہ جبکہ سانس اور پنکھے کی ہوا میں راحت رسانی، یا ایذا رسانی ہے تو لامحالہ کُل ہوا میں بھی یہ تاثیر ہوگی اور اُس کی یہ تاثیریں اللہ کے پنکھے کی پیدا کردہ ہیں۔

۳ انتقاد یعنی دانوں کو بھوسے سے جدا کرنا۔ فلاحاں۔ کاشتکاراں۔ کاہہا۔ بھوسہ۔ چاہہا یعنی غلّہ کی کھتّیاں۔

ہمچنیں در طلق[1] آں بادِ ولاد — **گر نیاید بانگِ درد آید کہ داد**

اسی طرح دردِ زہ میں وہ پیدائش کی ہوا — اگر نہ آئے، درد کی آواز آئے کہ فریاد ہے

گر نمی دانند کش رانندہ اوست — **باد را پس کردنِ زاری چہ خوست**

اگر لوگ نہیں جانتے کہ کوئی اس کا چلانیوالا ہے؟ — تو ہوا کے سامنے عاجزی کا کیا مطلب؟

اہلِ کشتی ہمچناں جویائے باد — **جملہ خواہانش ازاں ربّ العباد**

اسی طرح کشتی والے ہوا کے طالب ہیں — اس رب العباد سے اس کے خواہاں ہیں

ہمچنیں بر دردِ دندانہا ز باد — **دفع میخواہی بسوز و اعتقاد**

اسی طرح دانتوں کی ٹیسں میں دم کے ذریعہ — سوز اور اعتقاد کے ساتھ تو دافعت چاہتا ہے

از خدا لابہ کناں آں جندیاں — **کہ بدہ بادِ ظفر اے کامراں**

خدا سے لشکری خوشامد کرتے ہیں — کہ اے کارساز! کامیابی کی ہوا چلا دے

رقعۂ تعویذ می خواہند نیز — **در شکنجہ طلقِ زن از ہر عزیز**

نیز تعویذ کا کاغذ مانگتے ہیں — عورت کے دردِ زہ کی تکلیف کے وقت ہر عزیز سے

پس[2] ہمہ دانستہ اند ایں را یقیں — **کہ فرستد باد ربّ العالمیں**

تو اس کو یقین کے ساتھ سب جانتے ہیں — کہ دونوں جہان کا رب ہوا کو بھیجتا ہے

پس یقیں در عقلِ ہر دانندہ ہست — **اینکہ با جنبندہ جنبانندہ ہست**

پس ہر جانکار کی عقل کو یقین ہے — کہ چلنے والی ہوا کا کوئی چلانے والا ہے

گر تو اُو را می نہ بینی در نظر — **فہم کُن آں را بہ اظہارِ اثر**

اگر تو اس کو نظر سے نہیں دیکھتا ہے — اثر کے ظاہر کرنے سے تو اس کو سمجھ لے

تن بجاں جنبد نمی بینی تو جاں — **لیک از جنبیدنِ تن جاں بداں**

جسم، روح کے ذریعہ حرکت کرتا ہے تو روح کو نہیں دیکھتا ہے — لیکن جسم کے ہلنے سے روح کو سمجھ لے

گفت[3] اُو گر ابلہم من در ادب — **زیرکم اندر وفا و در طلب**

اس نے کہا اگر میں ادب کے سلسلے میں بیوقوف ہوں — تو جستجو اور وفاداری میں عقلمند ہوں

گفت ادب ایں بود خود دیدہ شد — **آں دگر را خود ہمیدانی تو لُد**

اس نے کہا ادب تو یہ تھا جو دیکھ لیا گیا — دوسرے کو تو جھگڑالو خود جانتا ہے

---

[1] طلق - دردِ زہ، ولادت کے وقت اللہ تعالیٰ رحم مادر کو ہوا سے پھیلا دیتا ہے تب بآسانی ولادت ہوتی ہے۔ گر نمی دانند جبکہ یہ تصور ہوتا ہے کہ اس ہوا کا چلانے والا خدا ہے تو اس کے سامنے گریہ وزاری کی جاتی ہے، ورنہ محض ہوا کے سامنے کون گریہ وزاری کرے۔ اہل کشتی کشتی والے بھی باد موافق کے لئے خدا سے دعا مانگتے ہیں۔ درد دنداں - دانتوں میں درد کے وقت لوگ بزرگوں سے دم کراتے ہیں۔ جندیاں - فوج کامیابی کی ہوا کی دعا کرتی ہے۔

[2] پس ہمہ - ان تمام واقعات سے معلوم ہوا کہ سب لوگ ہوا کا چلانے والا خدا کو مانتے ہیں۔ پس یقیں۔ سب عقلمندوں کو یقین ہے کہ حرکت کرنے والے کے لئے کوئی ذات حرکت میں لانے والی ہے۔ گر تو - اگر تو حرکت دینے والے کو نہیں دیکھ سکتا ہے تو اس کے حرکت دینے سے اس کے موجود ہونے کو سمجھ لے۔ تن بجاں - انسان کے جسم کو روح حرکت دیتی ہے لیکن انسان اس روح کو نہیں دیکھ سکتا ہے۔

[3] گفت او - عاشق نے کہا کہ اگر ادب کے سلسلہ میں مجھ سے حماقت ہوئی ہے تو اس سے درگذر کیجئے اور میری وفاداری اور جستجو کی قدر کرکے مجھے مقرب بنا لیجئے۔ ادب ایں بود - محبوبہ نے کہا کہ تیرے ادب کی حالت تو یہ تھی جو دیکھ لی گئی اب رہا تیرا وفا اور جستجو کا دعویٰ تو اس کو بھی اس پر قیاس کیا جا سکتا ہے۔ لُد - اَلَدّ کی جمع ہے، جھگڑالو۔

خود ادب ایں بود و آں دیگر نہیں — زیں بتر باشد کہ دیدیمش یقیں

خود ادب تو یہ تھا دوسری پوشیدہ (باتیں) — اس سے بدتر ہوں گی کیونکہ ہم نے یقین کیساتھ دیکھ لیا ہے

ہر چہ زیں کوزہ ترا ود بعد ازیں — یک نمط خواہد بدن جملہ چنیں

اس پیالے سے جو ٹپکتا ہے اس کے بعد — سب اسی طرح کا ہوگا

قصہ[1] صوفی کہ بخانہ آمد و زن را با بیگانہ دید

اس صوفی کا قصہ جو گھر پر آیا اور اس نے بیوی کو ایک اجنبی کے ساتھ دیکھا

صوفیے آمد بسوئے خانہ روز — خانہ یک[1] در بود و زن با کفش دوز

دن میں ایک صوفی گھر میں آیا — گھر کا ایک دروازہ تھا اور بیوی موچی کیساتھ تھی

جفت گشتہ با حریفِ خویش زن — اندراں یک حجرہ از وسواسِ تن

بیوی اپنے یار کے ساتھ ہمبستر تھی — اس ایک حجرے میں بدن کی خواہش کی وجہ سے

چوں بزد صوفی بجد در چاشتگاہ — ہر دو در ماندند نے حیلت نہ راہ

جبکہ چاشت کے وقت صوفی نے کوشش سے دروازہ پیٹا — دونوں عاجز ہوگئے نہ تدبیر تھی نہ راستہ

ہیچ معہودش نہ بد کو آں زماں — سوئے خانہ باز گردد از دکاں

اس کا یہ کبھی معمول نہ تھا کہ وہ اس وقت — دکان سے گھر کو لوٹ آئے

قاصد[2] آں روز بیوقت آں مروع — از خیالے کرد با خانہ رجوع

اس روز اس خوفزدہ نے قصداً بے وقت — کسی خیال سے گھر واپسی کر دی

اعتمادِ زن براں کو ہیچ بار — ایں زماں تا خانہ نامد او ز کار

بیوی کو اس پر بھروسہ تھا کہ وہ کبھی بھی — اس وقت کام سے فارغ ہو کر گھر نہیں آیا ہے

آں قیاسش راست نامد از قضا — گرچہ ستارست ہم بدہد سزا

تقدیر سے اس کا وہ قیاس درست نہ ہوا — اگرچہ وہ (خدا) پردہ پوش ہے سزا بھی دیدیتا ہے

چونکہ بد کردی بترس ایمن مباش — زانکہ تخم ست و برویاند خداش

جبکہ تو نے بدی کی تو ڈر، مطمئن نہ ہو — کیونکہ وہ بیج ہے اور خدا اس کو اگا دیتا ہے

چند[3] گاہے او بپوشاند کہ تا — آید آخر زاں پشیمانی حیا

بہت سی مرتبہ وہ پردہ پوشی کرتا ہے تاکہ — بالآخر اس شرمندگی سے حیا پیدا ہو جائے

حکایت بر سبیلِ تمثیل

مثالاً حکایت

[1] قصۂ صوفی۔ اس عاشق نے جس طرح اپنے جرم کے باوجود ڈھٹائی کا ثبوت دیا اسی طرح صوفی کی اس بیوی کی حالت ہے۔ خانہ یعنی گھر کا ایک دروازہ تھا یہ ممکن نہ تھا کہ موچی کو وہ دوسرے دروازے سے نکال دیتی۔ کفش دوز۔ موچی۔ حریف۔ ہم پیشہ، دوست، دشمن۔ وسواس تن یعنی جسمانی شہوت۔ معہود یعنی صوفی کا اس وقت گھر واپس آنے کا دستور نہ تھا۔

[2] قاصداً۔ صوفی جان بوجھ کر بے وقت گھر پر آیا۔ مروع۔ خوفزدہ یعنی اس کو بیوی کی بدچلنی کا اندیشہ تھا۔ اعتماد۔ بیوی کو اطمینان تھا کہ صوفی دکان سے شام کو ہی لوٹتا ہے۔ گرچہ۔ حضرت حق انسان کی پردہ پوشی کرتا ہے لیکن کبھی سزا کے طور پر رسوا بھی کر دیتا ہے۔

[3] چند گاہے۔ خدا کی ستاری اس لئے ہوتی ہے کہ شاید بندہ شرما کر خود برائی کو چھوڑ دے۔ حکایت۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ عمر ابن سہیل مرتبہ خطا پر پردہ پوشی کرتا ہے اور گناہ کے بار بار کرنے پر گرفت کرتا ہے۔

چوں عمرؓ آں شاہ و میرِ مومناں
جبکہ مومنوں کے شاہ اور امیر عمرؓ نے

دادِ دزدے را بجلادؔ و عواں
ایک چور کو جلاد اور سپاہی کے سپرد کیا

بانگ زد آں دزد کاے میرِ دیار
وہ چور چیخا، کہ اے ملک کے حاکم!

اوّلیں بارست جرمم زینہار
میری خطا پہلی بار ہے، معاف کیجیے

گفت امیرش حاش للہ کہ خدا
اُس سے امیر نے فرمایا، خدا بچائے کہ خدا

بارِ اوّل قہر راند در جزا
پہلی مرتبہ بدلے میں قہر فرمائے

بارہا پوشد پئے اظہارِ فضل
وہ فضل کے اظہار کے لئے بارہا پردہ پوشی کرتا ہے

باز گیرد از پئے اظہارِ عدل
پھر عدل ظاہر کرنے کیلئے گرفت کرتا ہے

تاکہؔ ایں ہر دو صفت ظاہر شود
تاکہ یہ دونوں صفتیں ظاہر ہو جائیں

آں مبشر گردد ایں منذر شود
وہ خوشخبری دینے والی اور یہ ڈرانیوالی بنجائے

بارہا زن نیز آں بد کردہ بود
صوفی کی بیوی نے بھی بارہا وہ بدی کی تھی

سہل بگذشت آں و سہلش می نمود
جو آسانی سے گذر گئی اور اُس کو آسان نظر آئی

آں نمی دانست عقلِ پائی سُست
وہ کمزور عقل والی یہ نہ جانتی تھی

کہ سبو دائم ز جو ناید درست
کہ ٹھلیا نہر سے ہمیشہ سالم نہیں لوٹتی ہے

آنچناںؔ لش تنگ آورد آں قضا
اُس کو قضا نے ایسا تنگ کیا

کہ منافق را کُند مرگِ فجا
جسطرح اچانک موت منافق کو کرتی ہے

نے طریق و نے رفیق و نے اماں
نہ راستہ اور نہ ساتھی اور نہ اَمان

دست کردہ آں فرشتہ سوئے جاں
فرشتہ نے جان کی طرف ہاتھ بڑھا دیا

آنچناں کہ زن دراں حجرہ خفا
جیسا کہ عورت اُس خلوت کے حجرے میں

خشک شد اُو و حریفش ز ابتلا
وہ اور اُس کا یار مصیبت میں مبتلا ہونیسے خشک ہوگئے

گفت صوفی بادلِ خود کاے دو گبر
صوفی نے اپنے دل میں کہا کہ اے دو کافرو!

از شما کینہ کشم لیکن بصبر
میں تم سے بدلہ لوں گا لیکن صبر کے ساتھ

لیک نادانستہ آرم ایں نفس
لیکن اس وقت ناواقف بن جاؤں گا

تا نگردد مطلع زیں حال کس
تاکہ اس حالت سے کوئی واقف نہ ہو

از شما کینہ کشد پنہاں محق
حقدار تم سے خفیہ بدلہ لے گا

اندک اندک ہمچو بیماریِ دق
آہستہ آہستہ جیسا کہ دق کی بیماری

۱؎ جلاد۔ وہ شخص جو مجرموں کو سزا دیتا ہے۔ دیار۔ یعنی ملک۔ اوّلیں۔ یہ میں نے پہلی بار چوری کی ہے معاف کر دیجئے۔ بارہا۔ اللہ تعالیٰ اپنی صفتِ فضل کے اظہار کے لئے پردہ پوشی کرتا ہے اور پھر اظہارِ عدل کے لئے گرفت کرتا ہے۔

۲؎ تاکہ۔ اللہ تعالےٰ کا یہ معاملہ اپنی دونوں صفتوں کے اظہار کے لئے ہے اللہ کا فضل انسان کو خوشخبری دینے والا ہے اور اُسکا عدل مجرم کو خوف دلانیوالا ہے۔ بارہا بیوی اس سے پہلے بھی یہ گناہ کر چکی تھی اور اللہ کی ستاری نے اُس کی پردہ پوشی کی تھی لیکن وہ یہ نہ سمجھی کہ غلطی ہر بار معاف نہیں کی جاتی ہے۔

۳؎ آنچنا لش۔ اُس بیوی کو قضاء خداوندی نے اسطرح لاچار کر دیا جسطرح اچانک موت منافق کو کرتی ہے اور اُسکو توبہ کا موقع بھی نہیں دیتی ہے۔ فجا۔ فجاءۃ، اچانک۔ نے طریق۔ موت کے منافق کو لاچار کر دینیکا بیان ہے۔ حجرہ خفا۔ وہی حجرہ جسمیں وہ چھپے ہوئے تھے۔ کینہ کشم۔ یعنی تم دونوں سے بدلہ لونگا لیکن صبر کے ساتھ لونگا۔ نادانستہ۔ یعنی تمہارے اس فعل کو اَن دیکھا بناؤں گا تاکہ شور و شر نہ ہو اور محلہ والوں کو اُس کا پتہ نہ چلے۔ از شما۔ دق کی بیماری مریض کو گھلا دیتی ہے اور مریض کو اُس کا احساس نہیں ہوتا ہے۔

مردِ دق باشد چو یخ ہر لحظہ کم — لیک پندارد بہر دم بہترم

مدقوق، برف کی طرح ہر لحظہ گھٹتا ہے — لیکن ہر وقت سمجھتا ہے کہ میں اچھا ہوں

ہمچو کفتارے کہ می گیرندش او — غرّۂ آں گفت کایں کفتار کو

بجّو کی طرح جس کو گرفتار کرتے ہیں، وہ — وہ اس بات سے دھوکے میں ہے کہ بجّو کہاں ہے؟

نیست در سوراخ کفتار اے عمو — گشتہ او مغرور تر زیں گفتگو

اے چچا! بھٹ میں بجّو نہیں ہے — وہ اس گفتگو سے (اور) زیادہ دھوکے میں پڑ گیا

ایں ہمی گویند و بندش می نہند — او خوش و آسودہ کز من غافل اند

وہ یہ کہتے ہیں اور اس کو پکڑ لیتے ہیں — وہ خوش اور مطمئن ہے کہ مجھ سے غافل ہیں

ہیچ پنہاں خانہ آں زن را نبود[1] — سمج[2] و دہلیز و رہِ بالا نبود

اس عورت کے چھپنے کی کوئی جگہ نہ تھی — نہ خانہ اور ڈیوڑھی اور اوپر کا راستہ نہ تھا

نے تنورے کہ درو پنہاں شود — نے جوالے کہ حجابِ آں شود

نہ کوئی تنور کہ اس میں چھپ جائے — نہ کوئی بورا کہ اس کا پردہ بن جائے

ہمچو عرصۂ پہن روزِ رستخیز — نے گوو نے پشتہ نے جائے گریز

حشر کے دن میدان کی طرح پہاڑ — نہ گڑھا اور نہ دیوار نہ بھاگنے کی جگہ

گفت یزداں وصفِ ایں جا حرج[3] — بہرِ محشر لا تریٰ فیہا عوج

اس تنگی کی جگہ کے لئے خدا نے فرمایا — محشر کے لئے، تو اس میں کبھی نہ دیکھے گا

معشوق را زیرِ چادر پنہاں کردن جہت تلبیس و بہانہ و مکر کہ اِنَّ کَیۡدَکُنَّ عَظِیۡمٌ

تلبیس اور بہانہ اور مکر کے لئے معشوق کو چادر کے نیچے چھپانا کیونکہ بیشک تمہارا مکر بڑا ہے

چادرِ خود را برو افگند زود — مرد را زن کرد و در را بر کشود

اس نے جلدی سے اس پر چادر ڈال دی — مرد کو عورت بنایا اور دروازہ کھول دیا

زیرِ چادر مرد رسوا و عیاں — سخت پیدا چوں شتر بر نردباں

چادر میں مرد رسوا اور کھلا ہوا — پورا ظاہر، جیسا کہ سیڑھی پر اونٹ

از تعجب گفت صوفی چیست ایں — ہرگز ایں را من ندیدم کیست ایں

صوفی نے تعجب سے کہا یہ کیا ہے؟ — میں نے اس کو کبھی نہیں دیکھا یہ کون ہے؟

---

[1] یخ برف آہستہ آہستہ پگھل کر ختم ہوجاتی ہے۔ کفتار بجّو۔ شکاری بجّو کے بھٹ کے پاس آپس میں زور زور سے کہنے لگتے ہیں کہ بجّو بھٹ میں نہیں ہے۔ بجّو انکی باتوں سے مطمئن ہو کر بیٹھ جاتا ہے اور گرفتار ہوجاتا ہے۔ یعنی اُس گھر میں بیوی کے چھپنے کیلئے کوئی جگہ نہ تھی۔

[2] سمج۔ پہاڑ کی کھوہ۔ خانہ۔ رہِ بالا۔ زینہ۔ جوال۔ بورا۔ گو۔ گڑھا۔ پشتہ۔ یعنی دیوار۔ گریز۔ قرآن پاک میں ہے۔ وَیَسۡـَٔلُوۡنَکَ عَنِ الۡجِبَالِ فَقُلۡ یَنۡسِفُہَا رَبِّیۡ نَسۡفًا فَیَذَرُہَا قَاعًا صَفۡصَفًا لَّا تَرٰی فِیۡہَا عِوَجًا وَّلَاۤ اَمۡتًا۔ اور اے پیغمبر تم سے پہاڑوں کے بارے میں دریافت کرتے ہیں تو کہدو میرا پروردگار انکو اڑا دیگا اور زمین کو ہموار میدان کردے گا کہ جس میں تو نہ تو موڑ دیکھے گا اور نہ اونچ نیچ۔

[3] حرج۔ تنگی، گناہ۔ عوج۔ ٹیڑھ۔ چادر یعنی بیوی نے اُس موچی کو چادر اڑھادی تاکہ صوفی اُسکو مرد کی بجائے عورت سمجھے اور دروازہ کھولکر اُنکو نکالدیا۔ زیرِ چادر۔ چادر میں وہ مرد نہ چھپ سکا اور اسطرح اُسکا مرد ہونا ظاہر تھا جیسا کہ سیڑھی پر اونٹ پوشیدہ نہیں بلکہ ظاہر ہوتا ہے۔ از تعجب چونکہ صوفی نے طے کر لیا تھا کہ اس واقعہ کو اُن دیکھا بنا دیگا تو تعجب سے بیوی سے دریافت

گفت خاتونیست از اعیانِ شہر — مرد را از مال و اقبال ست بہر

اُس نے کہا شہر کے بڑے لوگوں میں سے ایک بی بی ہے — جس کا مال اور خوش نصیبی میں حصہ ہے

در ببستم تا کسے بیگانۂ — در نیاید زود نادانانۂ

میں نے دروازہ بند کر دیا تھا تاکہ کوئی غیر — نادانستگی میں جلدی سے اندر نہ آجائے

گفت صوفی چیستش ہیں خدمتے — تا بر آرم بے سپاس و منتے

صوفی نے کہا ہاں اُس کا کام کیا ہے؟ — تاکہ میں بغیر شکر گذاری اور احسان کے کر دوں

گفت میلش خویشی و پیوستگی ست — نیک خاتونے ست حق داند کہ کیست

اُس نے کہا اُس کی خواہش اپنائیت اور رشتہ ہے — بھلی بی بی ہے، خدا جانے کون ہے؟

یک پسر دارد کہ اندر شہر نیست — خوب و زیرک چابک و مکسب کنیست

اُس کے ایک لڑکا ہے، جو شہر میں نہیں ہے — خوبصورت اور عقلمند اور چست اور کماؤ ہے

خواست دختر را ببیند زیر دست — اتفاقاً دختر اندر مکتب ست

اُس نے چاہا کہ لڑکی کو چھپ کر دیکھ لے — اتفاقاً لڑکی مکتب میں ہے

باز گفت ار آرد باشد یا سبوس — می کنم او را بجان و دل عروس

پھر اُس نے کہا، وہ آٹا ہے یا بھوسی — میں اُس کو جان و دل سے دلہن بنالوں گی

گفت صوفی ما فقیر و زاد کم — قوم خاتوں مالدار و محتشم

صوفی نے کہا ہم فقیر ہیں اور مال کم ہے — بی بی کی قوم مالدار اور باعزت ہے

کے بود ایں کفو ایشاں در زواج — یک در از چوب و در دیگر ز عاج

بالڑکی، نکاح میں اُن کا جوڑ کہاں ہے؟ — ایک پٹ لکڑی کا اور دوسرا پٹ ہاتھی دانت کا

کفو باید ہر دو جفت اندر نکاح — ورنہ تنگ آید نماند ارتیاح

نکاح میں دونوں کا جوڑ ہونا چاہیے — ورنہ شرم آئے گی، آسودگی نہ ہوگی

کے بود ہم رنگ فقر و احتشام — چوں شود ہم جنس یاقوت و رخام

دولتمندی اور فقر ہم رنگ کب ہوتے ہیں! — یاقوت اور سنگِ مرمر ہم جنس کہاں ہیں!

جامہ نیمے اطلس و نیمے پلاس — عیب باشد نزد اصحاب شناس

آدھا کپڑا اطلس اور آدھا ٹاٹ — پہچان والوں کے نزدیک عیب ہوتا ہے

با کبوتر باز کے شد ہم نفس — کے شود ہمراز عنقا با مگس

باز، کبوتر کا ساتھی کب ہوا ہے؟ — عنقا، مکھی کا ہمراز کب ہوا ہے؟

---

۱ اَعیاں۔ شہر کے بڑے لوگ۔ مرد کرا۔ یعنی بہت مالدار اور باعزت عورت ہے۔ دَر۔ میں نے دروازہ بند کر دیا تھا تاکہ اچانک کوئی گھر میں نہ آجائے اور اُسکی بے پردگی اور بے عزتی نہ ہو۔ گفت۔ صوفی نے کہا ایسی معزز عورت ہے تو وہ کس کام کو آئی تھی مجھے بتا تاکہ جلد اُس کا کام کر دوں۔

۲ میلش۔ بیوی نے کہا وہ رشتہ لیکر آئی تھی۔ خواست۔ اُسکے آنیکا مقصد ہماری لڑکی کو دیکھنا تھا۔ باز گفت چونکہ لڑکی مدرسہ گئی تھی اور وہ لڑکی کو نہ دیکھ سکی تو کہنے لگی خواہ بچی کی صورت کیسی ہی ہو میں تو اسکو اپنی دلہن بناؤں گی۔ گفت صوفی صوفی نے بیوی سے کہا لڑکی بہت غریب گھرانے کی اور لڑکا رئیس گھرانے کا یہ بے جوڑ بات ہے یہ تو ایسا ہی ہے کہ دروازے کا ایک کواڑ لکڑی کا اور ایک کواڑ ہاتھی دانت کا ہو۔

۳ ورنہ۔ اگر میاں بیوی یکساں نہ ہوں تو اختلاف رہتا ہے۔ ارتیاح۔ راحت پانا۔ کے بود۔ یہ جوڑ تو ایسا ہی ہے جیسا کہ فقر اور دولت مندی کا جوڑ یا یاقوت اور سنگِ مرمر کا جوڑ۔ جامہ اطلس میں ٹاٹ کا پیوند عقلمندوں کے نزدیک برا ہے۔ باکبوتر۔ کبوتر اور باز کا عنقا اور مکھی کا کوئی جوڑ نہیں ہے۔

گفتنِ زن کہ اُو در بندِ جہاز نیست مُرادِ اُو ستر و صلاح ست

بیوی کا کہنا کہ وہ جہیز کے فکر میں نہیں ہے اُس کا مقصد پردہ پوشی اور نیکی ہے

و جواب گفتنِ صُوفی آں سِرِّ پوشیدہ را

اور صوفی کا اُس پوشیدہ راز کا جواب دینا

گفت گفتم من چنیں عذرے واُو — گفت نے من نیستم اسباب جُو

اُس (بیوی) نے کہا، میں نے اِس طرح کا عذر کیا اور اُس نے — کہا، نہیں، میں سامان کی جستجو میں نہیں ہوں

ما ملولیم از قماش و زر و سیم — فارغیم و تخمہ از مالِ عظیم

ہم تو کپڑے اور سونے اور چاندی سے اُکتا گئے ہیں — ہم بے نیاز ہیں اور زیادہ دولت سے پیٹ بھرے ہیں

ما ز مال و زر ملول و تخمہ ایم — ما بحرص و جمع نے چوں عامہ ایم

ہم مال اور سونے سے اُکتائے ہوئے اور پیٹ بھرے ہیں — ہم عوام کی طرح لالچ اور جوڑنے میں نہیں ہیں

قصدِ[۲] ما ستر ست و پاکی و صلاح — در دو عالم خود بداں باشد فلاح

ہمارا مقصد پردہ پوشی اور پاکی اور نیکی ہے — دونوں جہان میں اِسی سے نجات ہے

باز صُوفی عذرِ درویشی بگفت — واں مکرر کرد تا نہ بُود نہفت

صوفی نے پھر افلاس کا عذر کیا — اور اُس کو دُہرایا، تاکہ چھپا نہ رہے

گفت زن من ہم مکرر کردہ ام — بے جہازی را مقرر کردہ ام

بیوی نے کہا میں بھی دُہرا چکی ہوں — بے سروسامانی کو واضح کر چکی ہوں

اعتمادِ اُو ست راسخ تر ز کوہ — کہ ز صد فقرش نمی آید شکوہ

اُس کا ارادہ پہاڑ سے بھی زیادہ مضبوط ہے — سو افلاس سے بھی اُس کو ڈر نہیں ہے

اُو ہمی گوید مُرادم عفت است — از شما مقصود صدق و ہمت است

وہ یہی کہتی ہے کہ میرا مقصد پاکدامنی ہے — تم سے (میرا)، مقصود سچائی اور باطنی توجہ ہے

گفت[۳] صُوفی خود جہاز و مالِ ما — دید و می بیند ہویدا بے خفا

صوفی نے کہا اُس نے ہمارا سامان اور مال — دیکھ لیا ہے اور صاف بغیر کسی پوشیدگی کے دیکھتی ہے

خانہ تنگے مقامِ یک تنے — کہ درو پنہاں نماند سوزنے

تنگ گھر، ایک شخص کی جگہ — کہ جس میں ایک سوئی بھی نہ چھپ سکے

نے ایسے طنزیہ فقرے استعمال کئے جس سے یہ ظاہر ہوجائے کہ وہ بیوی کی بدچلنی سے واقف ہوگیا ہے۔ خانہ۔ یعنی اُس نے یہ تو دیکھ ہی لیا ہے کہ ہمارا گھر ایسا مختصر ہے کہ اُس میں سوئی بھی نہیں چھپ سکتی ہے۔

نہالیم۔ ہم جہیز کے طالب نہیں ہیں وہ تو پردہ پوشی اور نیکی کے طلبگار ہیں۔ اور صوفی نے اُسکو طنزاً جواب دیا۔ ما ملولیم۔ بیوی نے کہا وہ عورت کہتی تھی کہ ہم تو دولت سے عاجز آگئے ہیں ہمارے یہاں جو دولت ہے وہی ہماری پرچھائی ہے۔ ما ز مال۔ بیوی نے کہا وہ عورت یہ بھی کہہ رہی تھی کہ ہم عوام کی طرح مال کے لالچی اور حریص نہیں ہیں۔ ۲ قصدِ ما۔ ہم تو ایسی لڑکی چاہتے ہیں جو پردہ نشین اور نیک ہو دونوں جہانوں میں اچھی چیزوں سے بھلائی حاصل ہوتی ہے۔ باز صوفی۔ صوفی نے پھر اپنی تنگدستی کا اظہار کیا تاکہ بات چھپی نہ رہے۔ گفت زن۔ بیوی نے صوفی سے کہا میں اپنی غربت خوب بیان کرچکی ہوں لیکن وہ اپنی بات پر جمی ہوئی ہے۔ اور ہماری غربت سے نہیں گھبراتی ہے۔ اُو ہمی گوید۔ وہ برابر یہی کہتی ہے کہ ہم تمہارے مال کے پیشِ نظر رشتہ نہیں کررہے ہیں بلکہ تمہاری [illegible] سچائی اور دعاؤں کی وجہ سے کر رہے ہیں۔ ۳ گفت صوفی۔ صوفی نے اب تک تو ایسا طرزِ کلام اختیار کر رکھا تھا جس سے بیوی یہ نہ سمجھے کہ وہ اُس کی خباثت سے باخبر ہوگیا ہے اب آئندہ گفتگو میں اُس [illegible]

باز ستر و پاکی و زہد و صلاح
پھر پردہ پوشی اور پاکی اور زہد اور نیکی

او ز ما بہ داند اندر انتصاح
نصیحت پکڑنے میں وہ ہم سے بہتر جانتی ہے

بہ ز ما می داند او احوال ستر
پردہ پوشی کے احوال وہ ہم سے بہتر جانتی ہے

وز پس و پیش و سر و دنبال ستر
اور پردہ پوشی کا آگا پیچھا اور سر اور پیر

بے جہازی خود عیاں ہمچوں خورست
بے سروسامانی سورج کی طرح خود ظاہر ہے

وز صلاح و ستر او واقف ترست
نیکی اور پردہ پوشی سے وہ زیادہ واقف ہے

ظاہر آ او بے جہاز و خادم ست
ظاہر ہے کہ وہ (لڑکی) بغیر جہیز اور خادم کے ہے

وز صلاح و ستر او خود عالم ست
اور اسکی نیکی اور پردہ پوشی کو وہ (بی بی) خود جانتی ہے

شرح[۲] مستوری ز بابا شرط نیست
(اس لڑکی کی) پردہ پوشی کی تشریح باپ کیجانب سے ضروری نہیں ہے

چوں بر او پیدا چو روز روشن ست
چونکہ اس (بی بی) پر روز روشن کی طرح واضح ہے

ایں حکایت را بداں گفتم کہ تا
یہ قصہ میں نے اس لئے کہہ دیا ہے، تاکہ

لاف کم باقی چو رسوا شد خطا
جب غلط کاری رسوا ہو گئی ہو تو شیخی نہ بگھارے

مر ترا ہم اے بدعویٰ مستزاد
اے بلند بانگ دعوے والے! تیرا بھی

ایں بد ست اجتہاد و اعتقاد
یہی اجتہاد اور اعتقاد تیرے پاس ہے

چوں زن صوفی تو خائن بودہ
صوفی کی بیوی کی طرح تو بھی خائن ہے

دام مکر اندر دغا بکشودہ
تو نے دغا بازی میں مکر کا جال پھیلایا ہے

کہ ز ہر ناشستہ روئی گپ زنی
کہ ہر برائی کے بارے میں تو گپیں مارتا ہے

شرم داری وز خدای خویش نی
تو شرم کرتا ہے اور اپنے خدا سے نہیں کرتا ہے

بیان[۳] آنکہ غرض از بصیر و سمیع و علیم گفتن حق را چیست

اس کا بیان کہ اللہ تعالیٰ کو بصیر اور سمیع اور علیم کہنے کا مقصد کیا ہے

از پے آں گفت حق خود را بصیر
اللہ تعالیٰ نے اپنے آپ کو بصیر اسی لئے فرمایا ہے

کہ بود دیدویت ہر دم نذیر
تاکہ اس کا تجھے دیکھنا ہر وقت نذیر ہے

از پے آں گفت حق خود را سمیع
اللہ تعالیٰ نے اپنے آپ کو سننے والا اسلئے فرمایا ہے

تا بہ بندی لب ز گفتار شنیع
تاکہ تو بری گفتگو سے ہونٹ بند کرے

---

[۱] باز - اب رہی پاکی اور نیکی کی بات تو اگر اس کو نصیحت حاصل کرنی ہے تو وہ ہم سے بھی زیادہ جانتی ہے۔ می داند اسکو ہمارے پردے کا حال تو بہت اچھی طرح معلوم ہو گیا ہے بے جہازی۔ ہماری بے سروسامانی اور نیکی اور پردے سے اچھی طرح واقف ہو چکی ہے ظاہراً لڑکی کا بے جہیز اور بغیر خادم کے ہونا تو ظاہر تھا ہی اب وہ نیکی اور پردہ پوشی سے بھی واقف ہو گئی ہے۔

[۲] شرح مستوری۔ لڑکی کی پردہ پوشی کو باپ کیا بیان کرے اس سے وہ خود واقف ہو چکی ہے اور یہ بات روز روشن کی طرح اس پر کھل گئی ہے۔ ایں حکایت باغ والی معشوقہ نے عاشق کو یہ قصہ سنا کر کہا کہ یہ قصہ میں نے تجھے اسلئے سنایا ہے کہ جب تیری بے ادبی کھل گئی ہے تو وفاداری وغیرہ کے دعوے نہ کر۔ مر ترا۔ اس معشوقہ نے اس عاشق سے کہا کہ تیری حالت اسی صوفی کی بیوی کی سی ہے اور صوفی کی بیوی کیطرح تو بھی خائن ہوتے ہوئے مکر اور دغا کا جال بچھا رہا ہے اور ہر عیب سے اپنے آپ کو بری ظاہر کر رہا ہے تو لوگوں سے شرماتا ہے اور خدا سے نہیں شرماتا ہے۔

[۳] بیان۔ چونکہ عاشق نے معشوقہ کو تنہا قرار دیا اور اسکو یہ محسوس نہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ ہر جگہ موجود ہے اور وہ علیم ہے اسکے احاطۂ علمی سے کوئی واقعہ باہر نہیں رہ سکتا، وہ بصیر ہے اسکی بصارت سے کوئی چیز نہیں چھپ سکتی ہے تو اب اللہ تعالیٰ کے صفاتی اسماء کی بحث شروع کر کے یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اسماء صفاتی جن صفات کے بنے ہیں وہ صفت حضرت حق تعالیٰ میں بدرجۂ اتم موجود ہے سمیع۔ اللہ تعالیٰ سمیع ہے وہ سب کچھ سنتا ہے تو اسکا تقاضہ ہے کہ انسان اپنی زبان سے کوئی بری بات نہ نکالے اور یہ سمجھے کہ جو کچھ وہ کہتا ہے اللہ تعالیٰ اسکو سنتا ہے۔

از پئے آں گفت حق خود را علیم
اللہ تعالیٰ نے اپنے آپ کو جاننے والا اسی لئے فرمایا

تا نیندیشی فسادے تو زبیم
تاکہ ڈر کر تو کوئی بُری بات نہ سوچے

نیست اینہا بر خدا اسمِ علم[1]
یہ نام خدا کی (محض) شناخت کے لئے نہیں ہیں

کہ سیہ کافور دارد نام ہم
کیونکہ حبشی کا نام کافور بھی ہوتا ہے

اسمِ مشتق ست از اوصافِ قدیم
یہ نام قدیم صفات سے بنے ہیں

نے مثالِ علتِ اُولی سقیم
(اللہ تعالیٰ) علتِ اولیٰ کی طرح ناقص نہیں ہے

ورنہ[2] تسخر باشد و طنز و دہا
ورنہ مذاق اور طنز اور مکر ہو گا

کر را سامع ضریراں را ضیا
بہرے کو سننے والا اور اندھوں کو روشنی (والا کہنا)

یا علم باشد حیی نامِ وقیح
یا کسی بے شرم کا نام، حیادار ہو

یا سیاہ و زشت را نامِ صبیح
یا کالے اور بدصورت کا نام حسین (ہو)

طفلکِ نوزادہ را حاجی لقب
نئے پیدا ہوئے ننھے بچے کا حاجی لقب

یا لقب غازی نہی بہرِ نسب
یا غازی لقب نسب کی وجہ سے تو رکھ دے (مناسب ہے)

گر بگویند ایں لقبہا در مدیح
(لیکن) اگر تعریف کے موقع پر یہ القاب بیان ہیں

چوں ندارد آں صفت نبود صحیح
جبکہ اُس میں وہ خوبی نہیں ہے تو درست نہیں ہے

تسخر و طنزے بود آں یا جنوں
مذاق اور طنز یا پاگل پن ہو گا

پاک حق عما یقول الظالمون
اللہ (تعالیٰ) اُس سے پاک ہے جو ظالم کہتے ہیں

من ہمی دانستمت پیش از وصال
میں ملنے سے پہلے ہی تجھے سمجھ گئی تھی

کہ نکو روئی و لیکن بد خصال
کہ تو اچھی صورت والا ہے لیکن بدعادت ہے

من[3] ہمی دانستمت پیش از لقا
میں تیرے بارے میں ملاقات سے پہلے جان گئی تھی

کز ستیزہ راسخی اندر شقا
کہ تو جھگڑالو ہونے کی وجہ سے بدبختی میں پختہ ہے

چونکہ چشمم سرخ باشد در غمش
جب آنکھیں دکھنے میں میری آنکھیں سُرخ ہوں

دانمش زاں درد گر کم بینمش
میں اُس کو اُس درد سے جان جاتی ہوں اگرچہ اُس کو نہیں دیکھتی ہوں

بے حیا۔ صبیح حسین۔ طفلک۔ باپ کے حاجی یا غازی ہونے کی وجہ سے کسی بچہ کا نام حاجی یا غازی محض پہچان کے لئے رکھ دینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ گر بگویند۔ اگر یہی الفاظ اُس بچہ کی تعریف میں بولے جائیں جس میں وہ صفت نہیں ہے تو یہ محض ایک مذاق ہو گا۔ ——— [3] من ہمی۔ معشوقہ نے اُس عاشق سے کہا میں ملاقات سے پہلے سمجھ گئی تھی کہ تو بد اخلاق ہے۔ چونکہ کسی چیز کا مشاہدہ ہی علم کے لئے ضروری نہیں ہے۔ اُس چیز کے آثار سے بھی علم حاصل ہو جاتا ہے، آنکھیں دکھنے میں جب سُرخ ہو جاتی ہیں اگرچہ سرخی کو انسان نہیں دیکھتا ہے لیکن درد سے سمجھ جاتا ہے کہ آنکھیں سُرخ ہیں۔

[1] اسمِ علم۔ وہ نام ہوتا ہے جو محض مسمّی کی شناخت کیلئے رکھ دیا جاتا ہے قطع نظر اس سے کہ اُس مسمّی میں وہ صفت موجود ہے یا نہیں جس سے وہ اسم بنا ہے جیسے حبش کے رہنے والے کا نام کافور رکھ دیا جاتا ہے حالانکہ اُس حبشی میں نہ کافور کی سی سفیدی ہے نہ خوشبو۔ اسمِ مشتق است۔ اللہ تعالیٰ کے اسماء اُس کی قدیم صفات سے بنے ہیں جن میں اُن صفات کے معانی موجود ہیں سمیع صفتِ سمع سے بنا ہے اور اُس میں قوتِ سماع موجود ہے اسی طرح علیم صفتِ علم سے بنا ہے اللہ تعالیٰ صفتِ علم سے متصف ہے۔ نے مثال۔ فلاسفہ حضرت حق سبحانہٗ کو علتِ اولیٰ قرار دیتے ہیں اور اُس سے صرف معلولِ اوّل کا ثبوت بطریق وجوب مانتے ہیں۔ مولانا فرماتے ہیں کہ حضرتِ حق علتِ اولیٰ کی طرح نہیں ہے کہ اُس سے صرف معلولِ اوّل کا تعلق ہو اور وہ بھی بر سبیل وجوب بلکہ تمام اشیاء کا صرف وہی خالق ہے اور انہی تمام صفات سے متصف ہے اور وہ تمام کائنات کی علت ہے اور اسکی صفات کا تعلق بھی تمام کائنات سے ہے۔

[2] ورنہ۔ اگر اللہ تعالیٰ کو اس صفت سے متصف نہ مانا جائے جس سے اسم وصفی بنا ہے تو یہ محض تمسخر ہو گا بہرے کو سمیع کہنا، اندھے کو ضیاء کہنا مذاق ہے جیسی حیادار وقیح۔

۱۸۹

توم[1] مرا چوں برّہ دیدی بے شُباں — تو گماں بُردی ندارم پاسباں

تو مجھے بلا گڈریے والی بکری کا بچہ سمجھا — تو نے خیال کیا کہ میرا کوئی نگہبان نہیں ہے

عاشقاں از درد زاں نالیدہ اند — کہ نظر نا جا نگہ مالیدہ اند

عاشق درد میں اسی وجہ سے روتے ہیں — کہ بے موقع نظر بازی کرتے ہیں

بے شُباں دانستہ اند آں ظبی را — رائگاں دانستہ اند آں سبی را

انھوں نے اُس ہرنی کو بے محافظ سمجھا — انھوں نے اُس قیدی کو مفت جانا

تا ز غیرت تیر آمد بر جگر — کہ منم حارس گزافہ کم نگر

یہاں تک کہ غیرتِ خداوندی سے جگر پر تیر لگا — کہ میں نگہبان ہوں، بیہودہ نگاہ نہ ڈال

کے کم از برّہ کم از بز غالہ ام — کہ نباشد حارس از دُنبالہ ام

میں بکری اور بھیڑ کے بچے سے کم کب ہوں — کہ میرے پیچھے نگہبان نہ ہوگا

حارسے[2] دارم کہ مُلکش می سزد — داند آں بادے کہ بر من می وزد

میں وہ نگہبان رکھتی ہوں جس کو حکومت سزاوار ہے — وہ اُس ہوا کو (بھی) جانتا ہے جو مجھ پر چلتی ہے

سرد بُود آں باد یا گرم آں علیم — نیست غافل نیست غائب اے سقیم

وہ جانتا ہے کہ وہ ہوا ٹھنڈی تھی یا گرم — اے بیمار! وہ نہ غافل ہے نہ غائب ہے

نفسِ شہوانی ندارد نورِ جاں — من بدل کوریت می دیدم عیاں

شہوت والا نفس روح کا نور نہیں رکھتا ہے — میں دل کے ذریعہ تیرے اندھے پن کا مشاہدہ کر رہی

نفسِ شہوانی ز حق کر ست و کور — من بدل کوریت می دیدم ز دور

شہوت والا نفس اللہ (تعالیٰ) سے بہرا اور اندھا ہے — میں نے دل کے ذریعہ دور سے تیرے اندھے پن کو دیکھ

ہشت[3] سالت زاں نپرسیدم بہیچ — کہ پُرت دیدم ز جہل و پیچ پیچ

اسی وجہ سے آٹھ سال سے میں نے تجھے نہیں پوچھا — کیونکہ میں نے تجھے نادانی اور پیچ سے پُر دیکھ لیا تھا

خود چہ پرسم آنکہ او باشد تتوں — کہ تو چونی چوں بُود او سرنگوں

جو بھٹی میں ہو اُس کے بارے میں کیا پوچھوں — کہ تو کیسا ہے؟ جبکہ وہ اوندھا ہے

مثل آنکہ گلخن و تقوی حمام و توانگراں سرگیں کشانند

اس کی مثال کہ دنیا بھٹی اور تقویٰ حمام اور مالدار اُپلے ڈالنے والے ہیں

کاملین کمپیل صاف کر کے نکلتے ہیں تو دنیا کا مال بھٹی کے ایندھن کی طرح ہے اور دنیا دار بھٹی روشن کرنے والوں کی طرح ہیں اور متقی حمام میں نہانے والوں کی طرح ہیں۔

[1] تو مرا معشوق نے اُس عاشق سے کہا کہ تو نے مجھے بے رکھوالا ... بکری کا بچہ سمجھا اور مجھے بغیر نگہبان کے جانا۔ کہ نظر۔ نظر بازوں کا رونا دھونا اُنکے گناہ کی سزا ہے۔ ظبی۔ یعنی معشوق۔ سبی۔ قیدی عورت۔ غیرت۔ یعنی غیرتِ خداوندی۔ حارس۔ نگہبان۔ برّہ۔ بکری کا بچہ۔ بز غالہ۔ پہاڑی بکری۔

[2] حارسے۔ یعنی میرا محافظ وہ خدا ہے جو علیم و خبیر ہے وہ اُس ہوا کو بھی جانتا ہے جو میرے اوپر سے گذرتی ہے۔ نفسِ شہوانی۔ تیرا نفس شہوت پرست ہے جس میں روح کا کوئی نور نہیں ہوتا ہے اور وہ اللہ کے معاملے میں اندھا بہرا ہوتا ہے۔

[3] ہشت۔ تو آٹھ سال سے میرے فراق میں ہے چونکہ میں سمجھتی تھی کہ تو جہل اور نادانی سے پُر ہے لہٰذا میں نے تیری کوئی پروا نہیں کی۔ خود۔ جو شخص خود تباہی کی بھٹی میں گرا ہوا اُس کے احوال معلوم کرنا بے وقوفی ہے۔ گلخن۔ بھٹی کا دھندلکا۔ مثل۔ حمام میں پانی گرم کرنے کے لئے بھٹی بنائی جاتی ہے جس میں گوبر اور کوڑا کرکٹ جلایا جاتا ہے حمام کے خدمتگار اُس بھٹی میں گوبر وغیرہ لا کر ڈالتے ہیں اور گندے رہتے ہیں حمام میں نہانے والے اپنے بدن

شہوتِ دنیا مثالِ گلخن ست
دنیا کی شہوت بھٹی جیسی ہے

کہ ازو حمامِ تقویٰ روشن ست
جس سے پرہیزگاری کا حمام روشن ہے

لیکؔ قسمِ متقی زیں توں صفاست
لیکن اس بھٹی سے متقی کا حصہ صفائی ہے

زانکہ در گرمابہ است و در نقاست
کیونکہ وہ حمام میں ہے اور پرہیزگاری میں ہے

اغنیا ماننده سرگیں کشاں
مالداروں کو، اُپلے لانے والوں کی طرح

بہرِ آتش کردنِ گرمابہ داں
حمام کو گرمانے کے لئے، سمجھ

اندر ایشاں حرص بنہادہ خدا
اللہ (تعالیٰ) نے اُن میں حرص رکھ دی ہے

تا بود گرمابہ گرم و بانوا
تاکہ حمام گرم اور پُر رونق ہو

ترکؔ ایں توں گیر و در گرمابہ آ
اس بھٹی کو چھوڑ اور حمام میں جا

ترکِ توں را عینِ آں گرمابہ داں
بھٹی کو چھوڑنا، بعینہٖ حمام سمجھ

ہرکہ در توں ست او چوں خادم ست
جو بھٹی میں ہے وہ خادم جیسا ہے

مر ورا کہ صابر ست و حازم ست
اُس شخص کے لئے جو صابر اور محتاط ہے

ہرکہ در حمام شد سیمائے او
جو شخص حمام میں چلا گیا، اُس کی علامت

ہست پیدا بر رُخِ زیبائے او
اُس کے حسین چہرے پر ظاہر ہے

تونیاں را نیز سیما آشکار
بھٹی والوں کی علامت بھی ظاہر ہے

از لباس و از دُخان و از غبار
کپڑوں اور دھوئیں اور غبار سے

ورنہ بینی رُوش بُویش را بگیر
اگر تو اُس کا چہرہ نہیں دیکھتا ہے اُس کی بُو لے

بُو عصا آمد برائے ہر ضریر
بُو، ہر اندھے کی لاٹھی ہے

گرنداری بُو در آرش در سخن
اگر تجھے سونگھنا نہیں آتا، اُس سے بات کر

از حدیثِ نو بداں رازِ کہن
نئی بات سے پُرانا راز سمجھ لے

پس بگوید تونی صاحب ذہب
سونے کا مالک، بھٹی والا کہتا ہے

بست سلہ چرک بُردم تا بشب
میں رات تک گوبر کے بیس ٹوکرے اٹھا لے گیا ہوں

حرصِ تو چوں آتش ست اندر جہاں
دنیا میں تیری حرص آگ کی طرح ہے

باز کردہ ہر زبانہ صد دہاں
ہر شعلہ نے سو منہ پھیلا رکھے ہیں

پیشِ عقل ایں زر چو سرگیں ناخوش ست
عقل کے نزدیک یہ سونا گوبر کی طرح بُرا ہے

گرچہ چوں سرگیں فروغِ آتش ست
اگرچہ وہ گوبر کی طرح آگ کی چمک والا ہے

لہ لیک۔ متقی اس دنیا کے حمام سے پاک و صاف بنکر نکلتا ہے۔ گرمابہ۔ حمام۔ اندر ایشاں۔ دنیاداروں میں دولت کی حرص نہ ہوتی تو یہ بھٹی گرم نہ ہوتی۔ ترک۔ ایک مسلمان کا کام یہ ہے کہ وہ بھٹی کا رُخ نہ کرے حمام میں داخل ہو۔

۲ ہرکہ۔ دنیاداروں نے اہلِ تقویٰ کو دنیا کے کاموں سے فارغ کر دیا ہے ورنہ اُن کو خود مصروف ہونا پڑتا تو گویا دنیادار متقیوں کے خدمت گذار اور خادم ہیں۔ در حمام شد۔ تقوے کے آثار چہرے پر نمایاں ہوتے ہیں۔ تونیاں۔ دنیاداروں کے احوال اُن کی علامتوں سے پہچان لئے جاتے ہیں۔ ورنہ۔ اگر تم میں یہ استعداد نہیں ہے کہ دنیاداروں کے چہرے سے اُن کے احوال پڑھ لو تو بویش یعنی اُنکی عادتوں سے اُن کے احوال سمجھ لو۔ بُو۔ اندھا چونکہ نہیں دیکھ سکتا ہے وہ خوشبو سے چیز کی حقیقت سمجھ لیتا ہے۔

۳ گر نداری بو۔ اگر تم اُن کی عادتوں سے اُنکے احوال سمجھنے کی استعداد نہیں رکھتے ہو تو اُنکی گفتگو سے اُنکے احوال سمجھ لو۔ پس بگوید۔ مالدار، دنیادار کہے گا کہ آج میں نے بیس ٹوکرے گوبر کمایا۔ حرص تو۔ حرص سے بھی ایسے ہی شعلے پیدا ہوتے ہیں جیسا کہ گوبر کے اُپلوں سے۔ پیش عقل۔ عقلمند گوبر اور سونے کو برابر سمجھتا ہے کیونکہ وہ بھی تپش حرص کو اسیطرح فروغ دیتا ہے جس طرح گوبر آگ کو فروغ دیتا۔

۶۹۱

آفتابے کہ دم از آتش زند — چرکِ تر را لائقِ آتش کُند
سورج جو آگ کا دم بھرتا ہے — تر گوبر کو آگ کے قابل بناتا ہے

آفتاب¹ آں سنگ را ہم کرد زر — تا بتونِ حرص اُفتد صد شرر
سورج نے پتھر کو بھی سونا بنایا ہے — تاکہ لالچ کی بھٹی میں سو چنگاریاں پیدا ہوں

آنکہ گوید مال گرد آوردہ ام — چیست یعنی چرک چندیں دہ ام
جو یہ کہتا ہے کہ میں نے مال جمع کیا ہے — کیا ہے؟ یعنی اتنا گوبر حاصل کیا ہے

ایں سخن گرچہ رُسوائی فزاست — در میانِ تونیاں زیں فخر ہاست
یہ بات اگرچہ رُسوائی میں اضافہ کرنے والی ہے — بھٹی والوں میں اس پر بڑا فخر کیا جاتا ہے

کہ تو شش سلہ کشیدی تا بشب — مَن کشیدم بست سلّہ بے کرب
کہ تو نے رات تک چھ ٹوکرے حاصل کئے — میں نے آسانی سے بیس ٹوکرے کمائے

آنکہ² در تون زاد و پاکی را ندید — بُوئے مُشک آرد بر و رنجے پدید
جو بھٹی میں پیدا ہوا اور اُس نے پاکی نہیں دیکھی — مُشک کی خوشبو اُس میں مرض پیدا کر دے گی

گر بتونِ انباز خواہی بود تو — زیں زیاں ہرگز نہ بینی سود تو
اگر تو بھٹی کا شریک بنے گا — اس نقصان کی بجائے تو کبھی نفع نہ حاصل کریگا

قصۂ³ آں دبّاغ کہ در بازارِ عطّاراں از بُوئے عطر بیہوش شُد

اُس کھال رنگنے والے کا قصہ جو عطر فروشوں کے بازار میں عطر کی خوشبو سے بیہوش ہو گیا

آں یکے دبّاغ در بازار شُد — تا خرد آنچہ وُرا در کار بُد
ایک چمڑا رنگنے والا بازار گیا — تاکہ جو اُسے درکار تھا وہ خریدے

ناگہاں اُفتاد بیہوش و خمید — چونکہ در بازارِ عطّاراں رسید
اچانک بے ہوش ہو کر گر گیا اور جھک گیا — جیسے ہی وہ عطر فروشوں کے بازار میں پہنچا

بُوئے عطرش زد ز عطّارانِ راد — تا بگردیدش سر و بر جا فتاد
سخی عطاروں کی طرف سے اسکو عطر کی خوشبو لگی — یہاں تک کہ اُس کا سر چکرایا اور وہیں گر گیا

ہمچو مُردار اُوفتاد و بے خبر — نیم روز اندر میانِ رہگذر
مُردے کی طرح گر گیا اور بیہوش — دوپہر میں سڑک کے درمیان

¹ آفتاب۔ سورج کی گرمی ہی تر گوبر کو خشک کر کے آگ سے جلنے والا بناتی ہے۔ سورج ہی پتھر کو گرما کر اس کی رگوں میں سونا پیدا کرتا ہے تاکہ وہ سونا حرص کی بھٹی میں پہنچ کر حرص کی چنگاریوں کو فروغ دے۔ آنکہ۔ جو دنیادار یہ کہ رہا ہے کہ اُس نے مال جمع کیا ہے تو اُس نے دراصل آتشِ حرص کے لئے گوبر جمع کیا ہے۔ ایں سخن۔ گوبر جمع کرنا اگرچہ کوئی فخر کی بات نہیں ہے لیکن بھٹی والوں میں یہ فخر ہے۔ وہ فخریہ ایک دوسرے کے مقابلہ میں کہتے ہیں کہ تو نے چھ ٹوکرے گوبر جمع کیا ہے تو میں نے بیس ٹوکرے جمع کئے ہیں، یہی دنیا داروں کی حالت ہے۔

² آنکہ۔ جس شخص کا نشو و نما بھٹی کے ماحول میں ہوا ہے اس کیلئے گوبر کی بدبو خوش کُن ہو گی اگر تم اُس کو مُشک سونگھاؤ گے تو اُس سے اُسے تکلیف پہنچے گی گر تو بھی اگر تم بھی اُس کے اس بھٹی کے کاروبار میں شریک ہو جاؤ گے تو سوائے نقصان کے کچھ فائدہ حاصل نہ کر سکو گے، دنیاداروں کی صحبت میں تمہاری بھی وہی حالت ہو جائے گی جو اُن دنیاداروں کی ہے۔

³ قصہ۔ اس قصہ سے یہ بتانا مقصود ہے کہ جیسی صحبت ہوتی ہے اُسی طرح کی عادتیں پڑ جاتی ہیں۔ دبّاغ۔ کچا چمڑا رنگنے والے۔ عطّار۔ عطر فروش۔ راد۔ حکیم، سخی، عقلمند۔ نیم روز۔ دوپہر۔

جمع آمد خلق بر وے آں زماں
اسوقت لوگ اُس کے پاس جمع ہو گئے

جملگاں لاحول خواں درماں[۱] کناں
سب لاحول پڑھتے ہوئے، علاج کرتے ہوئے

آں یکے کف بر دلِ او می براند
ایک اُس کے دل پر ہاتھ پھیرتا تھا

وز گلابِ آں دیگرے بر وے فشاند
دوسرا اُس پر گلاب چھڑکتا تھا

او نمی دانست کاندر مرتعہ
وہ یہ نہ جانتا تھا کہ چراگاہ میں

از گلاب آمد ورا آں واقعہ
یہ حادثہ اُس کو گلاب سے پیش آیا ہے

آں یکے دستش ہمی مالید و سر
ایک اُس کا ہاتھ اور سر ملتا تھا

واں دگر کہگل ہمی آورد تر
دوسرا مٹی تر کر کے لاتا تھا

آں بخور و عود و شکر زد بہم
ایک دھونی اور اگر اور شکر ملاتا تھا

واں دگر از پوششش می کرد کم
دوسرا اُس کے کپڑے کم کرتا تھا

واں شدہ خم تا نفس چوں می کشد
دوسرا جھکا ہوا تھا کہ وہ سانس کیسے لے رہا ہے

واں دگر بو از دہانش می شمد
دوسرا اُس کے منہ کی خوشبو سونگھتا تھا

واں[۲] دگر نبضش گرفتہ از خرد
دوسرا عقلمندی سے اُس کی نبض پکڑے ہوئے

منتظر تا نبضِ او چوں می جہد
منتظر تھا کہ اُس کی نبض کیسی چل رہی ہے

تا کہ مے خوردست یا بنگ و حشیش
تاکہ (معلوم کرے)، اُس نے شراب پی ہے یا بھنگ و حشیش

خلق درماندند اندر بیہشیش
لوگ اُس کی بیہوشی (کے سبب) میں عاجز آگئے

پس خبر بردند خویشاں را شتاب
تو انھوں نے فوراً رشتہ داروں کو خبر دی

کہ فلاں افتادہ است آنجا خراب
کہ فلانہ اُس جگہ بے ہوش پڑا ہے

کس نمی داند کہ چوں مصروع گشت
کوئی نہیں سمجھ رہا ہے، کہ کیوں بیہوش ہوا ہے

یا چہ شد کو را فتاد از بام طشت
یا کیا ہوا ہے، کہ اُس کا راز فاش ہو گیا ہے

یک برادر داشت آں دباغ زفت
اُس چمڑا رنگنے والے کا ایک موٹا بھائی تھا

گربز و دانا بیامد زود تفت
چالاک اور سمجھدار، وہ جلد سرگرمی سے آیا

اندکے سرگینِ[۳] سگ در آستیں
تھوڑا سا کتے کا پاخانہ آستین میں

خلق را بشگافت و آمد با حنیں
لوگوں کو چیرا، روتا ہوا آیا

گفت من رنجش ہمیدانم ز چیست
بولا میں اُس کا مرض جانتا ہوں کس وجہ سے ہے؟

چوں سبب دانی دوا کردن جلی است
جب تو سبب جان لے دوا کرنا آسان ہے

---

۱ درماں - علاج - مرتعہ - چراگاہ، یہاں عطاروں کا بازار مراد ہے - واقعہ - یعنی بے ہوشی - کہگل - کاہ اور گل سے مرکب ہے وہ مٹی جس میں بھوسہ یا کوئی گھاس ملا کر اس سے دیواروں کو لیپا جاتا ہے - تر - ترمٹی ... سونگھانے سے بیہوشی کو افاقہ ہو جاتا ہے - بخور دھونی - پوشش - کپڑے کم کر دینے سے فرحت کے سبب بیہوش ہوش میں آجاتا ہے - دہانش - تاکہ منہ کو سونگھ کر سمجھ لے کہ بیہوشی کسی نشہ آور چیز کی وجہ سے تو نہیں ہے۔

۲ واں دگر - نبض کے ذریعہ سے بیہوشی کے سبب کا علم ہو سکتا ہے - بنگ - بھنگ - حشیش - گھاس، بھنگ - خویشاں - یعنی دماغ کے رشتہ دار - مصروع - مرگی کا بیہوش، بے ہوش۔

۳ سرگین سگ - کتے کا پاخانہ - حنین - رونے کی آواز - جلی - واضح، یعنی مرض کا سبب معلوم ہو جانے پر دوا آسان ہو جاتی ہے اور اگر مرض کی تشخیص نہ ہو تو علاج بہت مشکل ہوتا ہے۔

چوں سبب معلوم نبود مشکل ست
جب سبب معلوم نہ ہو، مشکل ہے

دارویِ رنج و در و صد محمل ست
مرض کی دوا اور اس میں سو احتمال ہیں

چوں بدانستی سبب آسہل شد
جب تو نے سبب جان لیا، آسان ہو گیا

دانشِ اسباب دفعِ جہل شد
اسباب کا جاننا، ناواقفیت کا دفعیہ ہو گیا

گفت[1] با خود ہستش اندر مغز و رگ
اس نے دل میں کہا اس کے دماغ اور رگ میں ہے

توئے بر تو بوئے آں سرگین سگ
کتے کے پاخانے کی بو تہ بہ تہ

تا میاں اندر حدث او تا بشب
یہاں تک کہ وہ بدبو میں رات تک

غرقِ دباغی ست او روزی طلب
چمڑے رنگنے میں ڈوبا ہوا ہے، روزی کمانے والا

با حدث کردست عادت سال و ماہ
اس نے سالوں اور مہینوں بدبو کی عادت ڈالی ہے

بوئے عطرش لاجرم سازد تباہ
اس کو عطر کی خوشبو لامحالہ تباہ کرے گی

پس چنیں گفت ست جالینوس مہ
تو اسی لئے جالینوس اعظم نے کہا ہے

آنچہ عادت داشت بیمار آنش دہ
جس چیز کی بیمار کو عادت تھی وہ دے

کز[2] خلافِ عادت ست آں رنجِ او
کیونکہ اس کا مرض عادت کے خلاف ہونے سے ہوا ہے

پس دوائے رنجش از معتاد جو
تو اس کے مرض کی دوا اس کی عادی چیزوں سے کر

چوں جعل گشت ست از سرگیں کشی
وہ گوبر جمع کرنے سے گبرونڈے کی طرح ہو گیا ہے

از گلاب آید جعل را بیہشی
تو گبرونڈے کو گلاب سے بے ہوشی ہو گی

ہم ازاں سرگینِ سگ داروی او ست
کتے کے پاخانے سے ہی اس کی دوا ہے

کہ بداں او را ہمی معتاد و خو ست
کہ اسی کی اس کو عادت اور خو ہے

الخبیثات[3] الخبیثین را بخواں
الخبیثات، اور الخبیثین کو پڑھ

رو و پشتِ ایں سخن را باز داں
اس بات کے ظاہر اور باطن کو خوب سمجھ لے

ناصحاں او را بعنبر یا گلاب
نصیحت کرنے والے عنبر یا گلاب سے اس کا

می دوا سازند بہرِ فتحِ باب
علاج کرتے ہیں (ہدایت کے) دروازے کی کشادگی کے لئے

---

[1] گفت۔ اس دباغ کے بھائی نے سوچا کہ دراصل اس کا دماغ بدبو کا عادی ہے چونکہ یہ رات دن سڑے ہوئے چمڑے رنگتا ہے۔ با حدث جبکہ اس کو بدبو کی عادت ہے تو خوشبو اس کو لامحالہ تباہ کرے گی۔ جالینوس۔ یونان کا مشہور طبیب ہے اس نے کہا ہے کہ مریض کے مزاج کے موافق دوا تجویز کرو۔

[2] کز۔ عموماً خلاف عادت حادثے سے مرض پیدا ہوتا ہے تو مزاج کے مطابق دوا دینے سے زائل ہو جائیگا۔ معتاد۔ جس چیز کی عادت ہو۔ جعل۔ گبرونڈا اگر بڑھے کو اگر گلاب سنگھاؤ گے وہ بیہوش ہو جائے گا..... داروی اوست۔ گبرونڈے کا علاج گوبر سے ہی کیا جا سکتا ہے۔

[3] الخبیثات۔ قرآن میں ہے۔ اَلْخَبِيثَاتُ لِلْخَبِيثِينَ وَالْخَبِيثُونَ لِلْخَبِيثَاتِ وَالطَّيِّبَاتُ لِلطَّيِّبِينَ وَالطَّيِّبُونَ لِلطَّيِّبَاتِ عام طور پر مفسرین نے فرمایا ہے کہ خبیث عورتیں خبیث مردوں کے لئے ہیں اور خبیث مرد خبیث عورتوں کے لئے، پاکیزہ عورتیں پاکیزہ مردوں کے لئے ہیں اور پاکیزہ مرد پاکیزہ عورتوں کے لئے۔ مولانا نے الخبیثات سے بری عادتیں اور الطیبات سے پاکیزہ اخلاق مراد لئے ہیں۔ ناصحاں۔ بدطینت لوگوں کی نصیحت میں ناصح بھلی باتیں سناتے ہیں جو اُن کی عادت کے مطابق نہیں ہیں لہٰذا اُن کی نصیحت کارگر نہیں ہوتی ہے۔

مُر خبیثاں را نسازد طیبات ۔ در خور و لائق نباشد اے ثقات
بھلی باتیں خبیثوں کے موافق نہیں پڑتی ہیں ۔ اے معتمدو! (یہ باتیں) انکے مناسب (اور) لائق نہیں ہوتی ہیں

چوں ز عطرِ وحی کژ گشتند و گم ۔ بد فغاں شاں کہ تطیّرنا بکم
وہ جب وحی کے عطر سے ٹیڑھے اور مبہوت ہوگئے ۔ اُن کا نعرہ تھا "ہم تم سے بدفالی پکڑتے ہیں"

رنج و بیماریست ما را ایں مقال ۔ نیست نیکو وعظِ تاں ما را بفال
ہمارے لئے یہ گفتگو مرض اور بیماری ہے ۔ تمہارا وعظ ہمارے لئے اچھی فال نہیں ہے

گر بیاغازید نصحے آشکار ۔ ما کنیم آں دم شمارا سنگسار
اگر تم نے عمل الاعلان نصیحت شروع کی ۔ تب ہم تمہیں سنگسار کردیں گے

ما بہ لہو و لعب فربہ گشتہ ایم ۔ در نصیحت خویش را نسرشتہ ایم
ہم کھیل کود سے موٹے ہوئے ہیں ۔ ہم نے اپنے آپ کو نصیحت سے وابستہ نہیں کیا ہے

ہست قوتِ ما دروغ و لاف و لاغ ۔ شورشِ معدہ ست ما را زیں بلاغ
ہمارا غذا جھوٹ اور شیخی اور مذاق ہے ۔ ہمیں اس تبلیغ سے متلی ہوتی ہے

رنج را صد تو و افزوں می کنند ۔ عقل را دارو بافیوں می کنند
مرض سو گنا اور زیادہ کرتے ہیں ۔ عقل کا علاج افیون سے کرتے ہیں

گند کفر و شرک ایشاں بے حدست ۔ ہیں کہ دبّاغ اُوفتادہ بیخودست
اُن کے شرک اور کفر کی گندگی بے حد ہے ۔ خبردار! وہ چمڑا رنگنے والا بے ہوش ہے

معالجہ کردن برادرِ دبّاغ، دبّاغ را بخفیہ ببوئے سرگیں

گُتّے کے پاخانہ کی بُو کے پوشیدہ طور پر چمڑا رنگنے والے کے بھائی کا چمڑا رنگنے والے کا علاج کرنا

خلق را می راند از وے آنجواں ۔ تا علاجش را نبینند آں کساں
اس نوجوان نے لوگوں کو اس سے بھگا دیا ۔ تاکہ وہ لوگ اس کا علاج نہ دیکھ سکیں

سر بگوشش برد ہمچوں راز گو ۔ پس نہاد آں چیز بر بینی او
اسنے راز کہنے والے کی طرح سر اسکے کان کے قریب کیا ۔ پھر اس نے وہی چیز اس کی ناک پر رکھ دی

کو بکف سرگینِ سگ سائیدہ بود ۔ دارویِ مغزِ پلید آں دیدہ بود
اسلئے کہ اس نے ہتھیلی پر کتے کا پاخانہ ملا تھا ۔ ناپاک دماغ کا علاج اس کو سمجھا تھا

چونکہ بُوی آں حدث را وا کشید ۔ مغزِ تشنش بُوی ناخوش را سزید
جب اس نے اس ناپاکی کی بُو سونگھی ۔ اس کا گندا دماغ بدبو کے لائق تھا

لہ مُر خبیثاں۔ جملہ نصیحتیں خبیثوں کے مزاج کے مطابق نہیں ہیں۔ چوں۔ جبکہ وحی کا عطر انکے دماغ کے موافق نہیں ہے تو وہ "اُف" کہتے ہیں اور انکو وعظ و نصیحت گراں گذرتی ہے۔ گر بیاغازید۔ انبیاء کو دھمکیاں دینی شروع کر دیتے ہیں۔

لہ ما۔ کفار نے انبیاء سے کہا کہ ہماری پرورش کھیل کود میں ہوئی ہے ہمارا مزاج نصیحت سے میل نہیں کھاتا ہے لاغ۔ ہنسی مذاق۔ شورش۔ یعنی اس نصیحت سے ہمارا جی متلاتا ہے۔ رنج۔ ان کفار پر افسوس ہے یہ اپنے مرض میں اضافہ کرتے ہیں عقل کا علاج افیون سے کرتے ہیں جو خود عقل کو خراب کرتی ہے۔ ہیں۔ مولانا فرماتے ہیں ان کفار کی حالت کو چھوڑو دبّاغ بیہوش پڑا ہے اسکے قصہ کی تکمیل کرو۔

لہ خلق را۔ دبّاغ کے بھائی نے لوگوں کو وہاں سے ہٹا دیا تاکہ کوئی اسکے معالجہ سے واقف نہ ہو سکے سر بگوشش۔ اسنے اپنا سر کان کی طرف کیا تاکہ لوگ سمجھیں کہ کان میں کوئی دعا پڑھ رہا ہے اور چپکے سے اس کی ناک پر کتے کا پاخانہ لیا۔

۶۹۵

ساعتے[1] شد مُردہ جُنبیدن گرفت
تھوڑی دیر گذری کہ مُردے نے حرکت کرنی شروع کر دی

خلق گفتند ایں فسونے بد شگفت
لوگوں نے کہا یہ منتر بھی عجیب تھا

کایں بخواند افسوں بگوشِ او دمید
کہ اُس نے منتر پڑھا اور اُس کے کان میں پھونکا

مُردہ بود افسوں بفریادش رسید
وہ مُردہ تھا، منتر اُس کی مدد کو آ گیا

جُنبشِ اہلِ فساد آں سو بُود
مُفسدوں کی حرکت اُس جانب کو ہوتی ہے

کہ زنا و غمزہ و ابرو بُود
جہاں زنا اور ناز و ادا اور ابرو (کا اشارہ) ہو

ہر کرا مُشک نصیحت سُود نیست
جس کو نصیحت کے مُشک سے فائدہ نہیں ہے

لاجرم با بُوئے بد خو کرد نیست
لامحالہ بدبو کی عادت ہے

مُشرکاں[2] را زاں نجس خواندست حق
اللہ (تعالیٰ) نے مشرکوں کو اسی لئے نجس کہا ہے

کاندرونِ پشک زادند از سبق
کیونکہ وہ ازل سے مینگنیوں میں پیدا ہو گئے ہیں

کِرمِ کو زادست از سرگیں اَبد
وہ کیڑا جو گوبر سے پیدا ہوا ہے، کبھی

می نگرداند بعنبر خوئے خود
اپنی عادت عنبر کی نہیں ڈال سکتا

چوں نزد بروے نثارِ رشِّ نور
کیونکہ اس پر نور کے چھڑکاؤ کا چھینٹا نہیں لگا ہے

او ہمہ جسم ست نے دل چوں قشور
وہ چھلکوں کی طرح مجسّم جسم ہے نہ کہ دل

ور زرشِّ نورِ حق قسمیش داد
اگر اللہ (تعالیٰ) نے اُسکو نور کے چھڑکاؤ میں حصہ دیا

ہمچو رسمِ مصر[3] سرگیں مُرغ زاد
تو مصریوں کے رواج کے مطابق گوبر نے مرغ پیدا کیا

لیک نے مُرغِ خسیس خانگی
لیکن گھریلو، کمینہ مُرغ نہیں

بلکہ مُرغِ دانش و فرزانگی
بلکہ عقل و دانش کا مُرغ

تو بداں مانی کزاں نُور تہی
تو بھی اُس (دباغ) کی طرح ہو کہ اُس نور سے خالی ہے

زانکہ بینی بر پلیدی می نہی
کیونکہ تو نجاست پر ناک رکھتا ہے

از فراقت زرد شد رُخسار و رُو
فراق میں تیرا رخسار اور چہرہ زرد ہو گیا ہے

برگِ زردی میوۂ ناپختہ تُو
تو پیلا پتہ ہے، تو کچا پھل ہے

انڈے کو گوبر میں دبا کر اُس سے بچّہ نکال لیتے تھے یہ اُن کا ایک تعجب انگیز طریقہ تھا تو گندے ماحول میں کسی بھلے کا پیدا ہونا بھی ایسا ہی تعجب خیز ہے۔ لیک۔ گندے ماحول میں پیدا شدہ نیک انسان بڑا راسخ العمل ہوتا ہے۔ تو بداں۔ معشوق نے عاشق سے کہا تو بھی اُس دباغ کی طرح ہے اسی لئے گندے اخلاق کا عادی ہے۔ از فراقت۔ فراق کی گرمی سے تو زرد پتہ بن گیا لیکن پختہ پھل نہ بنا۔

[1] ساعتے۔ جب اُس دباغ نے بدبو سونگھی تو اُسکو ہوش آنا شروع ہو گیا لوگ حیران ہو گئے کہ عجب منتر تھا کہ کان میں پھونکتے ہی اُس کو ہوش آنے لگا۔ جنبش۔ بدکاروں کو بزرگوں کے قصّے سناؤ تو اُن کو مزا نہیں آتا ہے ہاں زنا اور عشق و محبت کی داستان سے خوش ہوتے ہیں۔ ہر کرا۔ بھلی باتیں جس کے مزاج کے موافق نہ ہوں تو یقیناً اُس نے بُری باتوں کی عادت ڈال رکھی ہے۔

[2] مشرکاں۔ قرآن پاک میں ہے۔ اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ مشرک نجس ہیں چونکہ اُن لوگوں کی نشو و نما گندے ماحول میں ہوئی ہے اسی لئے قرآن نے اُن کو نجس کہا ہے۔ کرم۔ جو کیڑا گوبر میں پیدا ہوا ہے عنبر سونگھانے سے اُس کا مزاج نہ بدلے گا۔ چوں۔ حدیث شریف ہے اِنَّ اللّٰہَ خَلَقَ الْخَلْقَ فِیْ ظُلْمَةٍ ثُمَّ رَشَّ عَلَیْہِمْ مِنْ نُوْرِہٖ فَمَنْ اَصَابَ مِنْ ذٰلِكَ النُّوْرِ فَقَدِ اهْتَدٰی وَمَنْ اَخْطَاَ فَقَدْ غَوٰی۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو اندھیرے میں پیدا فرمایا ہے پھر اُن پر اپنا نور چھڑکا تو جس پر وہ نور پڑا اُس نے ہدایت پائی اور جس پر نہ پڑا وہ گمراہ ہو گیا۔

[3] رسم مصر۔ مصری لوگ

۶۹۶

دیگ ز آتش شُد سیاہ و دُود فام ۔ گوشت از سختی چنیں ماندست خام

دیگ آگ سے کالی اور دھویں کی طرح ہوگئی ۔ گوشت سختی کی وجہ سے اسی طرح کچا ہے

ہشت سالت جوش دادم در فراق ۔ کم نشد یک ذرہ خامیت از نفاق

میں نے آٹھ سال فراق میں تجھے جوش دیا ۔ نفاق کی وجہ سے تیری خامی ایک ذرہ کم نہ ہوئی

خامی و ہرگز نخواہی پخت تو ۔ گر ہزاراں بار جوشی اے عتو

تو کچا ہے اور ہرگز نہ پکے گا ۔ اے سرکش! خواہ ہزاروں بار جوش کھائے

غورۂ تو سنگ بستہ از سقام ۔ غورہا اکنوں مویز ند و تو خام

بیماری سے تیرا انگوروں کا گچھا پتھرا گیا ہے ۔ خوشے منقیٰ بن گئے اور تو کچا ہے

عذر خواستنِ عاشق گناہِ خود را بتلبیس و روپوش و فہم کردنِ معشوق آں را نیز

مکاری اور تلبیس سے عاشق کا خطا کی عذر خواہی کرنا اور معشوقہ کا اس کو بھی سمجھ جانا

گفت عاشق امتحاں کردم مگیر ۔ تا ببینم تو حریفی یا ستیر

عاشق نے کہا معاف کر، میں آزما رہا تھا ۔ تاکہ سمجھ لوں کہ تو یارِ مجلس ہے یا پردہ نشین

من ہمی دانستمت بے امتحاں ۔ لیک باشد کے خبر ہمچو عیاں

میں تجھے بغیر امتحان کے بھی جانتا تھا ۔ لیکن خبر، مشاہدہ کی طرح کب ہوتی ہے؟

آفتابی نامِ تو مشہور و فاش ۔ چہ زیانست ار بکردم ابتلاش

تو سورج ہے، تیرا نام مشہور اور ظاہر ہے ۔ کیا نقصان ہوا اگر میں نے اس کو آزما لیا؟

تو منی من خویشتن را امتحاں ۔ می کنم ہر روز در سُود و زیاں

تو میں ہوں، میں اپنا امتحان ۔ نفع اور نقصان میں روز کرتا ہوں

انبیاء را امتحاں کردہ عُدات ۔ تا شُدہ ظاہر از ایشاں مُعجزات

دشمنوں نے انبیاء کا امتحان لیا ہے ۔ حتیٰ کہ اُن سے معجزے ظاہر ہوئے

امتحانِ چشمِ خود کردم بہ نور ۔ ایکہ چشمِ بد ز چشمانِ تو دُور

میں نے روشنی کے ذریعہ اپنی آنکھ کا امتحان کیا ۔ اے وہ (محبوبہ)! کہ تیری آنکھوں سے چشمِ بد دُور رہے

لہ دیگ۔ تیری مثال تو یہ ہے کہ دھویں سے دیگ تو کالی پڑگئی لیکن گوشت کچا رہا۔ ہشت۔ میں نے تجھے آٹھ سال تک فراق سے جوش دیا لیکن تیری خامی میں کوئی پختگی نہ پیدا ہوئی۔ خامی۔ اگر ہزار مرتبہ بھی تجھے جوش دیا جائے گا پھر بھی تیری خامی دور نہ ہوگی۔ غورہ۔ انگور کا جو خوشہ پتھرا جائے پھر گرمی سے بھی نہیں پکتا ہے۔ تو یز۔ انگور پختہ ہوجانے کے بعد منقیٰ بنتا ہے۔

لہ عذر۔ اب عاشق نے مکاری سے عذر خواہی کی اور اپنے فعل کی غلط توجیہ شروع کر دی۔ گفت عاشق نے کہا میں نے بوسہ لینے کا ارادہ اس لئے کیا تھا کہ تجھے آزماؤں کہ تو برائی پر راضی ہوتی ہے یا پاک دامن ہے۔ حریف۔ یار۔ ستیر۔ مستور، پردہ نشین۔

لہ من۔ اگرچہ میں تجھے نیک ہی سمجھتا تھا لیکن مزید اطمینان کے لئے ایسا کر رہا تھا۔ آفتابی۔ تیری نیکی روز روشن کی طرح ظاہر ہے، آزمانے سے اس میں کوئی فرق نہیں پڑ سکتا۔ انبیاء۔ دشمنوں نے انبیاء کو آزمایا اور اُن سے معجزے طلب کئے تو اُن کی نبوت اور پختہ ہوگئی۔ تو منی۔ مجھ اور مجھ میں اتحاد ہے، تیرا امتحان دراصل میرا امتحان ہے اس میں تیرے بگڑنے کی کوئی بات نہیں ہے۔ امتحان۔ میں نے دراصل اپنی آنکھ کو آزمایا اس میں تیری ناراضی بے موقع ہے۔

۶۹۶

ایں[1] جہاں ہمچو خرابہ است و تو گنج — گر تفحص کردم از گنجت مرنج
یہ دنیا کھنڈر کی طرح ہے اور تو خزانہ ہے — اگر میں نے تیرے خزانہ کی تلاش کرلی تو رنجیدہ نہ ہو

زاں چناں بے خردگی کردم گزاف — تا زنم با دشمناں ہر بار لاف
میں نے اس لئے ایسی لغو بے عقلی کی — تاکہ دشمنوں کے مقابلہ میں بڑھ کر بات کہہ سکوں

تا زبانم چوں ترا نامے نہد — چشم ازیں دیدہ گواہی ہا دہد
تاکہ میری زبان جب تیرا نام لے — آنکھ، اس چشم دید کی گواہیاں دے

گر شدم[2] در راہِ حرمت راہزن — آمدم اے مہ بشمشیر و کفن
اگر میں تیری حرمت کا ڈاکو بنا ہوں — اے چاند! میں تلوار اور کفن لے کر آگیا ہوں

جز بشمشیر خود اے شاہم مکش — بیش ازیں از دوری اے ماہم مکش
اے میرے شاہ! مجھے اپنی تلوار کے علاوہ کسی چیز سے قتل نہ کر — اے میرے چاند! اس سے زیادہ فراق سے مجھے نہ مار

جز بدستِ خود مبرم پا و سر — کہ ازیں دستم نہ از دستِ دگر
میرے پاؤں اور سر اپنے ہاتھ ہی سے کاٹنا — کیونکہ میں اس ہاتھ کا ہوں نہ کہ دوسرے کے ہاتھ کا

از جدائی باز می رانی سخن — ہر چہ خواہی کن و لیکن ایں مکن
تو پھر فراق کی بات کر رہی ہے — تو (اور) جو چاہے کر یہ نہ کر

در سخن آباد ایں دم راہ شد — گفت امکاں نیست چوں بیگاہ شد
بات کرنے کا اب راستہ نکل آیا — (لیکن)، بات کا موقع نہیں ہے چونکہ بے وقت ہو گیا ہے

پوستہا[3] گفتیم و مغز آمد دفیں — گر بمانیم ایں بماند ہمچنیں
ہم نے چھلکے بیان کرئے اور مغز چھپا رہ گیا — اگر ہم اس طرح رہے وہ بھی اسی طرح رہ جائیگا

گر خطائے آمد از ما در وجود — چشم می داریم در عفوے فزود
اگر ہم سے کوئی غلطی وجود میں آئی ہے — اے محبوب! ہم معافی کی زیادہ توقع رکھتے ہیں

امتحاں کردم مرا معذور دار — چوں ز فعلِ خویش گشتم شرمسار
میں نے امتحان لیا، مجھے معذور سمجھ — جبکہ میں اپنے فعل پر شرمندہ ہوں

ردّ کردنِ معشوق عذرِ عاشق را و تلبیس اُو را
معشوق کا عاشق کے عذر اور مکر کو رد کر دینا

در جوابش بر گشاد آں ماہ لب — کز سوئے ما روز و سوئے تست شب
اس کے جواب میں اس چاند نے لب کشائی کی — کہ ہماری جانب دن اور تیری جانب رات ہے

[1] ایں جہاں۔ اس عالم خراب میں تو خزانہ ہے اگر خزانہ کی جستجو کی جائے تو اس میں کوئی عیب نہیں ہے۔ گزاف۔ یہ میری بیہودگی اس لئے تھی کہ امتحان کے بعد دشمنوں کے سامنے تیری نیکی کا اظہار کرسکوں۔ تازبانم۔ یعنی جب میں زبان سے تیری تعریف کروں تو آنکھ چشم دید گواہی دے۔

[2] گر شدم۔ اگر میں نے آپکی آبروریزی کی ہے تو تلوار حاضر ہے اور کفن پہنے ہوئے ہوں مجھے قتل کر دیجئے۔ جز۔ تلوار سے قتل کر دیجئے جدائی کے ذریعہ قتل نہ کیجئے۔ بدست خود۔ اور اپنے ہاتھ سے قتل کرنا دوسرے سے قتل نہ کرانا کیونکہ میں تمہارے ہاتھ کا مملوک ہوں دوسرے کے ہاتھ کا مملوک نہیں ہوں۔ از جدائی۔ خدا کے لئے جدائی کی بات نہ کر اور جو چاہے کر۔ در سخن۔ یعنی میں اپنے اور معذرت بھی بیان کرسکتا ہوں لیکن وقت تنگ ہے۔

[3] پوستہا۔ عاشق کہتا ہے کہ معذرت میں کچھ ظاہری باتیں میں نے کہہ دی ہیں، لیکن ابھی حقیقت کا پورا اظہار نہیں کرسکا ہوں۔ گر خطائے۔ اگر یہ میری غلطی بھی ہے تو اب اس کو معاف کردے۔ چوں۔ اب میں اپنے فعل پر ندامت کا اظہار کرتا ہوں مجھے معاف کر دے۔ کز سوئے۔ یعنی بجائے میرے ساتھ

حیلہ[1] ہائے تیرہ اندر داوری
غلط حیلے انصاف کے موقع پر

پیشِ بینایاں چرا می آوری
عقلمندوں کے سامنے تو کیوں پیش کرتا ہے؟

ہر چہ در دل داری از مکر و رموز
تو جو کچھ مکر اور اشارے دل میں رکھتا ہے

پیشِ ما رسوا و پیدا ہمچو روز
ہمارے سامنے دن کی طرح کھلے اور ظاہر ہیں

گر بپوشیمش ز بندہ پروری
اگر ہم انکو بندہ پروری کی وجہ سے چھپاتے ہیں

تو چرا بے روئی از حد می بری
تو کیوں حد سے زیادہ بے لحاظی کر رہا ہے؟

از پدر آموز کآدمؑ در گناہ
باپ سے سیکھ لے کیونکہ (حضرت) آدمؑ گناہ کے بارے میں

خوش فرود آمد بسوئے پائگاہ
خوشی سے جوتوں کی جگہ اُتر آئے

چون[2] بدید آں عالم الاسرار را
جب اُنھوں نے اس رازوں کے جاننے والے کو دیکھا

بر دو پا استاد استغفار را
تو معافی کے لئے دونوں پاؤں پر کھڑے ہو گئے

بر سرِ خاکسترِ اندہ نشست
وہ غم کی راکھ پر بیٹھ گئے

وز بہانہ شاخ تا شاخے نجست
اور بہانہ کیلئے ایک شاخ سے دوسری شاخ پر چھلانگ نہ لگائی

رَبَّنَا اِنَّا ظَلَمْنَا گفت و بس
بس اُنھوں نے "اے خدا ہم نے ظلم کیا" کہا

چونکہ جانداراں بدید از پیش و پس
جبکہ فرشتوں کو آگے پیچھے دیکھا

دیدہ جانداران پنہان ہمچو جاں
اُنھوں نے روح کیطرح پوشیدہ فرشتوں کو دیکھا

دور باشِ ہر یکے تا آسماں
ہر ایک کا دو شاخہ نیزہ آسمان تک تھا

کہ[3] ہلا پیشِ سلیمانؑ مور باش
کہ خبردار! سلیمانؑ کے سامنے چیونٹی بن جا

تا نہ بشگافد ترا ایں دور باش
تاکہ تجھے یہ دو شاخہ نیزہ نہ پھاڑ دے

جز مقامِ راستی یکدم مایست
سچائی کے مقام کے علاوہ بالکل نہ ٹھہر

ہیچ لالا مرد را چوں چشم نیست
انسان کا کوئی خادم آنکھ جیسا نہیں ہے

کور را گر از پند پالودہ شود
اندھا، اگر نصیحت سے پاک صاف بنجائے

ہر دمے او باز آلودہ شود
وہ پھر ہر وقت گندہ ہو جائے گا

آدما تو نیستی کور از نظر
اے آدم! تم نظر کے اندھے نہیں ہو

لیک اِذَا جَاءَ الْقَضَا عَمِیَ الْبَصَرْ
لیکن جب قضا آتی ہے نظر اندھی ہو جاتی ہو

عمرہا باید بینا در گاہ گاہ
عمریں چاہئیں (بہت کم ہوتا ہے) اور کبھی کبھی

تا کہ بینا از قضا افتد بچاہ
کہ آنکھوں والا قضا سے کنوئیں میں گرے

[1] حیلہ۔ عقلمندوں کے سامنے عقلی دلائل پیش کرنا بیوقوفی ہے۔ ہر چہ۔ تیرے ہر مکر سے ہم واقف ہیں۔ مگر اگر ہم بندہ نوازی کی وجہ سے چشم پوشی کر رہے ہیں تو تجھے بے حیائی سے کام نہ لینا چاہیئے۔ از پدر۔ انسان کو اپنے باپ حضرت آدمؑ سے معافی کا طریقہ سیکھنا چاہیئے۔

[2] چون۔ حضرت آدمؑ سے جیسے ہی غلطی کا ارتکاب ہوا تو حیلہ بہانہ کرنے کی بجائے فوراً معافی کے لئے کھڑے ہو گئے اور غم کے خاکستر پر بیٹھ گئے۔ وز بہانہ۔ بہانہ بازی میں ایک بہانہ سے دوسرے بہانہ کی طرف منتقل نہ ہوئے۔ جانداراں۔ یعنی ملائکہ۔ دور باش دو شاخہ نیزا جو چاووش ہاتھ میں لے کر بادشاہ کے آگے آگے چلتا تھا۔

[3] کہ ہلا۔ فرشتے کہتے تھے کہ سلیمان یعنی خدا کے سامنے چیونٹی یعنی حقیر بن جاؤ ورنہ یہ نیزہ ہلاک کر دے گا۔ لالا۔ غلام۔ چوں چشم۔ جو گناہ انجام پر نظر کر کے معافی کے لئے آمادہ کر دے۔ کور یعنی جسے چشم بصیرت حاصل نہیں ہے اگر وہ توبہ بھی کرتا ہے تو اس پر قائم نہیں رہتا ہے۔ آدما۔ حضرت آدمؑ کو چشم بصیرت حاصل تھی لیکن قضاء خداوندی کے سامنے مجبور ہو گئے اور گناہ کر بیٹھے۔ عمرہا۔ چشم بصیرت والا گناہ میں بہت کم مبتلا ہوتا ہے۔

۴۹۹

کورؔ را خود ایں قضا ہمراہِ اوست
اندھے کی یہ قضا خود اُس کے ساتھ ہے

کہ مر اُورا اُوفتادن طبع و خُوست
کیونکہ گرنا اُس کا مزاج اور عادت ہے

دَرحدث اُفتد نداند بُوی چیست
وہ ناپاکی میں گرتا ہے، نہیں سمجھتا کہ بدبو کس چیز کی ہے

از من ست ایں بُوی یاز آلودگیست
یہ بدبو مجھ میں سے ہے یا سَننے کی وجہ سے ہے

وَرکسے بروَے کند مُشکے نثار
اگر کوئی اُس پر مُشک بھر دے

ہم زخود داند نہ از احسانِ یار
وہ اپنی جانب سے سمجھے گا نہ کہ دوست کے احسان سے

پسؔ دو چشمِ روشن اے صاحب نظر
اے صاحب نظر! دو روشن آنکھیں

بہتر از صد مادرست و صد پدر
سینکڑوں ماؤں اور سینکڑوں باپوں سے بہتر ہیں

خاصہ چشمِ دل کہ آں ہفتاد تُوست
خصوصاً دل کی آنکھ جس کی ستّر تہیں ہیں

وِیں دو چشمِ حس خوشہ چینِ اوست
اور حس کی یہ دونوں آنکھیں اُسکی خوشہ چین ہیں

اے دریغا رہزناں بنشستہ اند
ہائے افسوس! ڈاکو بیٹھے ہوئے ہیں

صد گرہ زیرِ زبانم بستہ اند
جنھوں نے میری زبان کے نیچے سینکڑوں گرہیں لگادی ہیں

پای بستہ چوں رَوَد خوش راہوار
عمدہ گھوڑا پاؤں بندھا ہوا کیسے اچھا چل سکتا ہے؟

بَس گراں بندیست ایں معذور دا
معذور رکھو! یہ بہت بھاری بیڑی ہے

ایں سخن اشکستہ می آید دِلا
اے دل! یہ بات ٹوٹی پھوٹی ہورہی ہے

کایں سخن دُرّست و غیرت آسیا
کیونکہ یہ بات موتی ہے اور اللہ کی غیرت چکی ہے

دُرّؔ اگرچہ خُرد و اِشکستہ شود
موتی خواہ ریزہ ریزہ اور ٹوٹا ہوا ہو

توتیای دیدۂ خستہ شود
بیمار آنکھ کا توتیا ہوتا ہے

اے دُر از اِشکستِ خود بر سر مزن
اے موتی! اپنے ٹوٹنے پر سر نہ پیٹ

کز شکستن روشنی خواہی شدن
اس لئے کہ تو ٹوٹنے سے روشنی بنے گا

ہمچنیں اشکستہ بستہ گفتنی ست
اسی طرح ٹوٹا ہوا، جوڑ کر کہنا ہے

حق کُند آخر دُرستش کو غنی ست
بالآخر اللہ (تعالے) اسکو درست کردیگا کیونکہ بے نیاز ہے

؎۳ دُر۔ موتی اگر ٹوٹ بھی جائے اور پس جائے تو بھی اُس کا سُرمہ آنکھوں کو روشن کر دیتا ہے اسی طرح اسرار و حِکم اگر پورے طور پر بیان نہ ہوسکیں تو بھی فائدہ سے خالی نہیں ہیں۔ اے دُر موتیوں کا ٹوٹ جانا زیادہ قابلِ افسوس نہیں ہے کیونکہ بہرحال وہ مُفید رہتے ہیں۔ ہمچنیں۔ مجھے ٹوٹے ہوئے اسرار و حِکم کو جوڑ کر کہنا ہی ہے خدا اُن کو صحیح حالت میں کر دے گا۔

؎۱ کور۔ اگر چشمِ بصیرت نہیں ہے تو پھر اُس کا اندھاپن ہر وقت اُس کو معصیت میں مبتلا کرتا رہتا ہے۔ دَرحدث۔ پھر اُس کی یہ حالت ہوتی ہے یہ بھی نہیں سمجھتا کہ اِس معصیت کا سبب اندرونی ہے یا بیرونی۔ وَرکسے۔ اندھے پر مُشک بکھیر دو تو بھی یہی سمجھے گا کہ وہ میرے بدن کی خوشبو ہے کسی کا کوئی احسان نہیں ہے۔

؎۲ پس۔ خدا کسی کو آنکھیں عطا فرمادے تو وہ اُس کی تربیت کرنے میں سینکڑوں ماں باپ سے بھی بہتر ہیں ہر قصور اور بُرائی سے اُس کو بچا سکتی ہیں۔ خاصہ دل کی آنکھیں جسمانی آنکھوں سے بدرجہا افضل ہیں۔ اے دریغا۔ یہاں پہنچ کر مولانا پر ایک کیفیت طاری ہوگئی ہے اور باوجود اسرار کے بیان کے اُس کو ناکافی سمجھتے ہیں فرماتے ہیں کہ افسوس اسرار کے بیان کے لئے بہت سے موانع پیش آگئے ہیں۔ پائے بستہ۔ تیز رَو گھوڑے کے اگر پاؤں باندھ دیئے جائیں تو اُس کی خوش رفتاری ختم ہوجاتی ہے۔ ایں سخن۔ اسرار و حِکم بمنزلہ موتی کے ہیں اور اللہ کی غیرت اُن کے لئے بمنزلہ چکّی کے ہے۔ غیرتِ خداوندی اُن کو پیس ڈالتی ہے۔

گندم[۵۱] از بشکست و زہم در شکست | بر دکاں آمد کہ نک نانِ درست
گیہوں اگر ٹوٹا اور ریزہ ریزہ ہو گیا | دکان پر آیا کہ یہ اب نرم روٹی ہے

تو ہم اے عاشق چو جرمت گشت فاش | آب و روغن ترک کن اشکستہ باش
اے عاشق! تو بھی جبکہ تیری خطا واضح ہو گئی | چکنی چپڑی (باتیں) چھوڑ، شکستہ بن

آنکہ فرزندانِ خاصِ آدمند | نفخۂ اِنَّا ظَلَمْنَا می دمند
جو حضرت، آدمؑ کی مخصوص اولاد ہیں | وہ "بیشک ہم نے ظلم کیا" کا دم بھرتے ہیں

حاجتِ خود عرضہ کن حجت مجو | ہمچو ابلیسِ لعینِ سخت رو
اپنی ضرورت پیش کر، دلیل نہ تلاش کر | ڈھیٹ، ملعون، شیطان کی طرح

سخت روئی گر ورا شد عیب پوش | در ستیز و سخت روئی تو بکوش
اگر ڈھٹائی اس کی عیب پوش بنی ہے | تو جھگڑے اور ڈھٹائی میں کوشش کر

آں[۵۲] ابو جہل از پیمبر معجزے | خواست ہمچوں کینہ ور ترکِ غزے
اس ابو جہل نے پیغمبرؐ سے معجزہ | کینہ ور، ترک غزّ کی طرح مانگا

از ستیزہ خواست بو جہلِ لعیں | معجزات از مصطفیؐ شاہِ مہیں
ملعون ابو جہل نے جھگڑے سے چاہے | معجزے شاہِ اعظم مصطفیؐ سے

معجزہ جست از نبیؐ بو جہل سگ | دید و نفزودش ازاں الّا بہ شک
ابو جہل کتے نے نبیؐ سے معجزہ طلب کیا | اُسنے دیکھا اور اُسنے اُسمیں بجز شک کے کچھ اضافہ نہ کیا

لیک آں صدیقؓ خود معجز نخواست | گفت ایں رو خود نہ گوید جز کہ راست
لیکن صدیق رضؓ نے کوئی معجزہ نہ مانگا | اُسنے کہا، یہ چہرہ بجز سچ کے کچھ نہیں کہتا ہے

کے رسد[۵۳] ہمچوں توئی را کز منی | امتحاں ہمچو منی یارے کنی
تجھ جیسے کو کب حق پہنچتا ہے! | کہ مجھ جیسے دوست کا امتحان کرے

گفتنِ جہودے امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ را کہ اگر اعتماد در حفظ اللہ

ایک یہودی کا حضرت امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ سے کہنا کہ اگر آپ کو اللہ کی حفاظت پر بھروسہ

داری از سرِ ایں کوشک خود را بیند از و جوابِ آں حضرت علی رضی اللہ عنہ اورا

ہے تو اس اونچے قلعہ پر سے اپنے آپ کو گرا دیجئے اور اس کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کا جواب دینا

یہ تو مخالفت کی دلیل ہے۔ گفتن۔ اس یہودی کی بات کا منشاء بھی یہی تھا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ کو آزمائیں تو انھوں نے یہی جواب دیا کہ ہمیں اللہ کو آزمانے کا کوئی حق نہیں ہے۔

[۵۱] گندم۔ گیہوں پس جانے کے بعد بھی قیمتی ہے آٹا بن کر روٹی پکانے کے کام میں آجاتا ہے۔ تو ہم۔ عاشق کا فرض ہے کہ وہ اپنی خطا پر ندامت کا اظہار کرے اور چکنی چپڑی باتیں نہ بنائے۔ آنکہ۔ صحیح اولاد کا فرض ہے کہ وہ باپ کی بہترین سیرت اختیار کرے۔ حضرت آدمؑ نے اپنی خطا پر اِنَّا ظَلَمْنَا کہنا شروع کر دیا تھا یہی بنی آدمؑ کے لئے بھی مناسب ہے۔ ابلیس۔ شیطان نے اپنی غلطی پر اصرار شروع کر دیا تھا۔ سخت روئی۔ یعنی شیطان کا یہ کہنا خَلَقْتَنِیْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا ہے اور اس کو مٹی سے؟ اگر تیرے نزدیک اس شیطان کا عیب چھپانے والا بنا ہے تو بھی ایسا کر پھر دیکھ لینا تیرا انجام بھی وہی ہوگا جو اس کا ہوا ہے۔

[۵۲] آں ابو جہل۔ ابو جہل نے آنحضورؐ سے معجزہ طلب کیا تھا اس پر آنحضورؐ سے شق القمر کا معجزہ رونما ہوا تھا۔ غز۔ ترکوں کی ایک خونریز قوم ہے۔ دید۔ ابو جہل کو معجزہ دیکھنا بھی مفید نہ ہوا۔ لیک۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے کبھی معجزہ طلب نہ کیا اور کہا کہ یہ شخص کبھی جھوٹ نہیں بولتا ہے اور تصدیق کر دی۔

[۵۳] کے رسد۔ غرضیکہ امتحان لینا عاشقوں کا کام نہیں ہے

مرتضیٰؓ را گفت روزے یک عنود　　کو ز تعظیمِ خدا آگہ نبود
ایک سرکش نے ایک روز مرتضیٰؓ سے کہا　　جو خدا کی تعظیم سے واقف نہ تھا

بر سرِ بامے و قصرے بس بلند　　حفظِ حق را واقفی اے ہوشمند
بالاخانہ اور بہت بلند قلعہ پر　　اے ہوشمند! آپ اللہ کی نگہبانی سے واقف ہیں

گفت آرے اُو حفیظ ست و غنی　　ہستیِ ما را ز طفلی و منی
فرمایا، ہاں وہ نگہبان ہے اور بے نیاز ہے　　بچپن اور نطفہ (کی حالت) سے ہمارے وجود کا

گفت خود را ہیں در افگن تو ز بام　　اِعتمادے کُن بحفظِ حق تمام
اُس نے کہا، ہاں اپنے آپ کو بالاخانہ سے گرا دیجئے　　اللہ (تعالیٰ) کی نگہبانی پر مکمل بھروسہ کیجئے

تا یقیں گردد مرا ایقانِ تو　　و اعتقادِ خوب با برہانِ تو
تاکہ مجھے آپ کے یقین کا یقین ہو جائے　　اور دلیل کے ساتھ آپ کے اچھے اعتقاد کا

پس[۵۲] امیرش گفت خامش کُن برو　　تا نگردد جانت زیں جرأت گرو
تو امیرؓ نے اُس سے کہا خاموش ہو جا، چلا جا　　تاکہ تیری جان اِس جرأت سے پھنس جائے

کے رسد مر بندہ را کو با خدا　　آزمایش پیش آرد ز ابتلا
بندے کو کیا حق ہے کہ وہ اللہ (تعالیٰ) کی　　امتحان کے ذریعہ آزمایش کرے؟

بندہ را کے زہرہ باشد کز فضول　　امتحانِ حق کُند اے گیج گول
بندہ کی کیا مجال ہے کہ وہ بیہودگی سے　　اے احمق بے وقوف! اللہ کا امتحان کرے

آں[۵۳] خدا را می رسد کو امتحاں　　پیش آرد ہر دمے با بندگاں
یہ خدا کو حق ہے کہ وہ آزمائے　　ہر وقت بندوں کو

تا بما ما را نماید آشکار　　کہ چہ داریم از عقیدہ در سرار
تاکہ ہمیں اپنے آپ کو نمایاں کرکے دکھائے　　کہ ہم مخفی کیا عقیدہ رکھتے ہیں

ہیچ آدمؑ گفت حق را کہ تُرا　　امتحاں کردم دریں جُرم و خطا
حضرت آدمؑ نے کبھی اللہ (تعالیٰ) سے کہا کہ تیرا　　اِس غلطی اور خطا میں میں نے امتحان لیا ہے

تا بہ بینم غایتِ حلمت شہا　　وہ کرا باشد مجالِ ایں کرا
اے شاہ! تاکہ میں تیری بُردباری کی انتہا دیکھوں　　ہاں، یہ مجال کس کو ہے؟

عقلِ تو از بس کہ آمد خیرہ سر　　ہست عذرت از گناہِ تو بتر
چونکہ تیری عقل گستاخ ہے　　تیرا عذر گناہ سے (بھی) بدتر ہے

---

[۵۱] عنود۔ سرکش۔ برترپاے۔ یعنی حضرت علی رضہ سے کہا کہ اگر تمھیں یہ یقین ہے کہ اللہ تمھاری حفاظت کرتا ہے تو کسی بلند قلعہ یا مکان سے اپنے آپ کو گرا کر دیکھو۔ گفت۔ حضرت علی رضہ نے فرمایا ہاں مجھے یقین ہے کہ وہ میرا محافظ ہے۔ منی یعنی نطفہ۔ خود را۔ یہودی نے کہا کہ اپنے آپ کو بلند جگہ سے گرا دو تاکہ مجھے بھی اِس کا یقین آجائے کہ تمھیں اپنے اِعتقاد پر بھروسہ ہے۔

[۵۲] پس۔ حضرت علی رضہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کو آزمانا اللہ تعالیٰ کی جناب میں گستاخی ہے جو تباہی کا سبب بن جاتی ہے۔ ابتلاء۔ آزمانا۔ گیج۔ کوڑمغز۔ گول۔ احمق۔

[۵۳] آں خدا را۔ آزمانے کا حق خدا کو ہے تاکہ وہ بندوں کو یہ دکھاوے کہ تمہارا عقیدہ دراصل کیا ہے۔ حضرت آدمؑ نے جب غلطی کی تو یہ نہیں فرمایا کہ میں نے تو اے خدا تیرے حلم کو آزمانے کیلئے غلطی کی ہے۔ تا بہ بینم۔ حضرت آدمؑ نے غلطی کرکے یہ نہیں کہا کہ میں نے تو غلطی اس لئے کی ہے کہ تیری بُردباری کو آزماؤں۔ خیرہ سر۔ بیہودہ۔

502

آنکہ[1] اُو افراشت سقفِ آسماں	تو چہ دانی کردن اُو را امتحاں
وہ ذات جس نے آسمان کی چھت بلند کی ہے	تو اُس کا امتحان لینا کیا جانے؟
اے ندانستہ تو شرّ و خیر را	امتحاں خود را کُن آنگہ غیر را
اے وہ کہ تو شر اور خیر کو نہیں جانتا ہے	(پہلے) اپنا امتحان کر پھر دوسرے کا (کرنا)
امتحانِ خود چو کردی اے فلاں	فارغ آئی زا امتحانِ دیگراں
اے فلاں! جب تو نے اپنا امتحان کر لیا	تو دوسرے کے امتحان سے بے نیاز ہو جائیگا
چوں[2] بدانستی کہ شکّر دانہ	پس بدانی کاہلِ شکّر خانہ
جب تو جان لے گا کہ تو شکر کا دانہ ہے	تو تو جان لے گا کہ تو شکر خانہ (جنت) کا اہل ہے
پس بداں بے امتحانے کہ آلہ	شکّرے نفرستدت نا جائگاہ
پس جان لے کہ امتحان لئے بغیر، خدا	بے موقع تیرے لئے شکر نہیں بھیجے گا
ایں بداں بے امتحاں از علمِ شاہ	چوں سری نفرستدت در پائگاہ
یہ جان لے کہ بغیر امتحان کے جبکہ تو اللہ کے علم میں	سردار ہے، تجھے جوتیوں کی جگہ نہ بھیجے گا
ہیچ[3] عاقل افگند دُرِّ ثمیں	درمیانِ مُستراحِ پُر چمیں
کیا کوئی عقلمند قیمتی موتی پھینکتا ہے	نجاست سے بھرے ہوئے بیت الخلاء میں؟
زانکہ گندم را حکیمے آگہے	ہیچ نفرستد بانبارِ کہے
کیونکہ کوئی باخبر دانا گیہوں کو	کبھی بھوسے کے انبار میں نہیں ڈالتا ہے
شیخ را کہ پیشوا و رہبرست	گر مُریدے امتحاں کرد اُو خرست
وہ شیخ جو پیشوا اور رہبر ہے	اگر مرید اس کو آزمائے تو وہ (مرید) گدھا ہے
امتحانش گر کنی در راہِ دیں	ہم تو گردی ممتحن اے بے یقیں
اگر تو دین کے راستہ میں اُس کا امتحان کریگا	اے شکّی! تو خود امتحان میں پڑ جائے گا
جُرأت و جہلت شود عُریان و فاش	اُو برہنہ کے شود زیں افتتاش
تیری بیباکی اور جہالت ننگی اور ظاہر ہو جائیگی	وہ اِس تفتیش سے ننگا کب ہوگا!
گر بیاید ذرّہ سنجد کوہ را	بر دَرَد زاں کہ ترازوش اے فتیٰ
اگر ذرہ، پہاڑ کو تولے	اے نوجوان! اُس پہاڑ سے اُسکی ترازو ٹوٹ جائیگی
کز قیاسے خود ترازو می تنَد	مردِ حق را در ترازو می کند
کیونکہ وہ اپنے اندازے سے ترازو بناتا ہے	اللہ (تعالیٰ) کے ولی کو ترازو میں رکھتا ہے

---

[1] آنکہ۔ ایک عاجز بندہ اللہ کا کیا امتحان لے سکتا ہے۔ اے ندانستہ۔ انسان کو خود اپنے بارے میں کچھ معلوم نہیں پہلے خود اُس کو اپنا امتحان لینا چاہیئے۔ امتحانِ خود۔ جب انسان خود اپنا امتحان لے گا تو اُس کو دوسروں کے امتحان لینے کی فرصت نہ ملے گی۔

[2] چوں بدانستی۔ جب تو جان لیگا کہ تو جنت کے قابل ہے تو سمجھ جائیگا کہ تو جنتی ہے۔ پس بداں۔ اللہ تعالیٰ امتحان کے بعد انعام کا مستحق قرار دیتا ہے۔ ایں بداں۔ اللہ تعالیٰ بغیر امتحان کے کسی باعزت کو ذلیل نہیں کرتا ہے۔

[3] ہیچ عاقل۔ قیمتی موتی کو کوئی عقلمند بھی پاخانہ میں نہیں پھینکتا ہے تو اللہ تعالیٰ نیکوں کو دوزخ میں کیسے بھیجے گا۔ مُستراح۔ بیت الخلاء۔ زانکہ۔ گیہوں کو کوئی عقلمند بھوسے میں نہیں ڈالتا ہے۔ شیخ جبکہ بڑوں کا امتحان لینا بری بات ہے تو مرید کا شیخ کا امتحان لینا گدھا پن ہے۔ امتحانش۔ شیخ کا امتحان لیگا تو مرید خود ذلیل ہو جائیگا۔ افتتاش۔ تفتیش کرنا۔ گر بیاید۔ مرید شیخ کے سامنے ایک ذرہ ہے اگر ذرہ مرید اپنے اندازے سے ترازو بناتا ہے شیخ اس ترازو میں کیسے سما سکتا ہے لامحالہ وہ ترازو ٹوٹ جائیگی۔

چوں نگنجد اُو بمیزانِ خرد — جب کہ وہ عقل کی ترازو میں نہیں سماتا ہے
پس ترازوئے خرد را بردَرَد — تو عقل کی ترازو کو توڑ ڈالتا ہے

امتحاںؔ ہمچوں تصرف داں درو — امتحان لینا، اُس میں تصرف کرنے کی طرح سمجھ
رَو تصرف برچناں شاہے مجو — جا، ایسے شاہ پر تصرف نہ کر

چہ تصرف کرد خواہد نقشہا — نقوش، کیا تصرف کر سکیں گے
بر چُناں نقاشِ بہرِ ابتلا — ایسے نقاش پر آزمانے کے لئے

امتحانے گر بدانست و بدید — اگر (ان نقوش نے) امتحان لینا جانا اور سمجھا ہے
نے کہ ہم نقاش آں بروے کشید — کیا نقاش ہی نے اُن کو اُس پر نقش نہیں کیا ہے؟

چہؔ قدر باشد خود ایں صورت کہ بست — یہ صورت جو اُس نے قائم کی ہے خود کیسی ہوگی
پیشِ صورتہا کہ در علمِ وَیست — ان صورتوں کے بالمقابل جو اُسکے علم میں ہیں

وسوسہ ایں امتحاں چوں آمدت — جبکہ اس امتحان کا تجھے وسوسہ آیا
بختِ بد داں کامد و گردن زدت — تو سمجھ کہ بدنصیبی آئی اور اُس نے تیری گردن مار دی ہے

چوں چنیں وسواس دیدی زود زود — جب تو ایسے وسوسے محسوس کرے بہت جلد
با خُدا گرد و در آاندر سجود — خدا سے رجوع کر اور سجدے میں گر

سجدہ گہ را تر کُن از اشکِ رواں — سجدہ کی جگہ کو اپنے آنسوؤں سے تر کر دے
کہ خدایا وارہانم زیں گماں — کہ اے خدا مجھے اِس گمان سے نجات دیدے

آںؔ زماں کت امتحاں مطلوب شد — جس وقت امتحان کرنا تیرا مقصود بنا
مسجدِ دینِ تو پُر خرّوب شد — تیرے دین کی مسجد خرّوب (گھاس) سے بھر گئی

ہیں چو وسواس آمدت در امتحاں — خبردار! جب آزمانے کے سلسلہ میں تجھے وسوسے آئیں
باز گرد و رُو بحق آر آں زماں — پلٹ جا اور فوراً اللہ (تعالےٰ) کی طرف رُخ کرے

تا نگہ دارد تُرا آں ممتحن — تاکہ وہ امتحان لینے والا تجھے محفوظ رکھے
از گمان و امتحانِ اِنس و جن — انس و جن کے گمان اور امتحان سے

اے ضیاء الحق حُسام الدیں بیا — اے ضیاء الحق حسام الدین آ جا
قصۂ داؤدؑ برگو و بنا — (حضرت) داؤدؑ اور تعمیر کا قصہ سُنا

لہ اِمتحان۔ شیخ کا امتحان لینا گویا شیخ پر تصرف کرنا ہے، شیخ نے ہی اس کو کشف و تصرف سکھایا ہے اور اس میں قوتِ تصرف اور کشف شیخ کے نقوش ہیں نقوش نقاش کا کیا امتحان لے سکتے ہیں۔ اِمتحانے۔ اگر کشف کے ذریعہ اُس کے مقام کو آزماتا ہے تو یہ کشف بھی شیخ ہی کا عطا کردہ ہے۔

لہ چہ قدر۔ یہ کشف شیخ کے کشف کے بالمقابل ہیچ ہے۔ وسوسہ۔ شیخ کو آزمانے کا وسوسہ بھی دل میں آنا مُرید کی تباہی کا سبب ہے۔ چوں چنیں۔ جب مُرید کے دل میں اس قسم کے وساوس پیدا ہوں تو مُرید کو فوراً توبہ کرنی چاہیئے اور اللہ تعالےٰ سے اپنی اس گستاخی کی معافی مانگنی چاہیئے۔

لہ آں زماں۔ جب مُرید میں ایسے وساوس آئیں تو وہ سمجھ لے کہ اُس کے دین پر تباہی کے آثار نمودار ہوگئے ہیں۔ خرّوب۔ ایک گھاس ہے جس کا مکان پر اُگنا مکان کی بربادی کی علامت ہے۔ اے ضیاء الحق چونکہ پہلے اشعار میں مولانا نے فرمایا تھا کہ تیرے دین کی مسجد میں خرّوب گھاس اُگ آئی ہے تو اب مولانا کا

ذہن مسجدِ اقصیٰ کی طرف منتقل ہوگیا جس میں خرّوب گھاس اُگ آئی تھی۔ بِنا۔ یعنی حضرت داؤدؑ کا مسجدِ اقصیٰ تعمیر کرنے کا قصہ۔

قصۂ مسجدِ اقصٰی و خرّوب رُستن و عزم کردنِ داؤد علیہ السلام
مسجدِ اقصٰی اور خرّوب اُگنے کا بیان اور حضرت داؤد علیہ السلام کا حضرت سلیمانؑ

پیش از سلیمانؑ بر بنائے آں مسجد و موقوف شدنِ آں
سے پہلے اُس مسجد کو تعمیر کرنے کا قصد اور اُس کا رُک جانا

چونؔ درآمد عزمِ داؤدی بتنگ
جب داؤدی ارادہ سخت ہو گیا

کہ بسازد مسجدِ اقصٰی بسنگ
کہ مسجدِ اقصٰی کی پتھر سے تعمیر کریں

وحی کردش حق کہ ترکِ ایں بخواں
اللہ نے اُن کو وحی بھیجی کہ یہ چھوڑ

کہ ز دستت بر نیاید ایں مکاں
کیونکہ تیرے ہاتھ سے یہ مکان تعمیر نہ ہوگا

نیست در تقدیرِ ما آنکہ تو ایں
ہماری تقدیر میں یہ نہیں ہے کہ تو اس

مسجدِ اقصٰی بر آری اے گزیں
مسجدِ اقصٰی کو اے منتخب! بلند کرے

گفتؔ جرمم چیست اے دانائے راز
اُنھوں نے کہا اے رازوں کے جاننے والے! میری خطا

کہ مرا گوئی کہ مسجد را مساز
کہ آپ مجھ سے فرماتے ہیں کہ مسجد نہ بنا

گفت بے جرمے تو خونہا کردۂ
فرمایا تو نے بغیر کسی جرم کے بہت خون کئے ہیں

خونِ مظلوماں بگردن بردۂ
مظلوموں کے خون گردن پر لئے ہیں

کہ ز آوازِ تو خلقے بے شمار
کیونکہ بے شمار لوگوں نے تیری آواز سے

جاں بدادند و شدند آنرا شکار
جان دیدی اور وہ اُس کے شکار بنگئے

خوں بسے رفت ست بر آوازِ تو
تیری آواز پر بہت خون ہوئے ہیں

بر صدائے خوب جاں پردازِ تو
تیری حسین جان کو مشغول کرنیوالی آواز کی وجہ سے

گفتؔ مغلوبِ تو بودم مستِ تو
اُنھوں نے عرض کیا میں تجھ سے مغلوب تھا تیرا مست تھا

دستِ من بر بستہ بود از دستِ تو
میرا ہاتھ تیرے ہاتھ سے بندھا ہوا تھا

نے کہ ہر مغلوبِ شہ مرحوم بود
کیا ایسا نہیں ہے کہ شاہ کا مغلوب قابلِ رحم ہوتا ہو؟

نے کہ المغلوبُ کالمعدوم بود
کیا ایسا نہیں ہو کہ مغلوب معدوم کیطرح ہوتا ہے؟

گفت اے مغلوب معدومیت کو
(اللہ نے) فرمایا اے مغلوب! تیرا معدوم ہونا کہاں ہے؟

جز بہ نسبت نیست معدوم اَنْصِتُوا
معدوم ہونا محض نسبتی ہوتا ہے، سنو

اینچنیں معدوم کو از خویش رفت
ایسا معدوم جو اپنے آپ سے جدا ہو گیا ہو

بہترین ہستہا افتاد و زفت
وہ تو فربہ اور بہترین موجودات میں سے ہے

لے چوں حضرت سلیمانؑ سے پہلے حضرت داؤدؑ نے مسجدِ اقصٰی کی تعمیر کا ارادہ کیا۔ وحی۔ اللہ تعالٰے نے حضرت داؤدؑ کو مسجدِ اقصٰی کی تعمیر سے روکدیا اور فرمایا کہ ہماری تقدیر میں تم اُس کو تعمیر نہ کر سکو گے۔

لے گفت حضرت داؤدؑ نے اللہ تعالٰے سے عرض کیا میری کیا خطا ہے کہ مجھے مسجد کی تعمیر سے روکا جا رہا ہے۔ بے جرمے حضرت داؤدؑ جب خوش الحانی سے زبور پڑھتے تھے تو بہت سے سننے والے جاں بحق ہو جاتے تھے۔

لے گفت مغلوب۔ حضرت داؤدؑ نے فرمایا کہ میں زبور پڑھتے وقت جوش اور عشقِ خداوندی میں مغلوب ہوتا ہوں اور دستِ قدرت سے میرے ہاتھ بندھے ہوئے ہوتے ہیں۔ نے جو شاہ کا مغلوب ہوتا ہے وہ قابلِ رحم اور فانی ہوتا ہے اُس پر کوئی مواخذہ نہیں ہوتا ہے۔ گفت۔ اللہ تعالٰی نے فرمایا اے مغلوب تو بالکلیہ معدوم نہیں ہے صرف اپنے اوصاف کو اللہ کے اوصاف میں گم کر دینے کے اعتبار سے معدوم ہے۔ اَنْصِتُوا۔ یعنی سُن لے۔ اینچنیں۔ جو اس طرح کا معدوم ہو وہ تو اشرف الموجودات ہے۔

اُو بہ نسبت با صفاتِ حق فناست [1] — در حقیقت در فنا اُو را بقاست
اُس کو خدا کی صفات کی نسبت سے فنا حاصل ہے — حقیقتًا فنا میں اُس کی بقا ہے

جملۂ اَرواح در تدبیرِ اُوست — جملۂ اَشباح ہم در تیرِ اُوست
تمام روحیں اُس کے انتظام میں ہیں — تمام اجسام بھی اُس کی قدرت میں ہیں

آنکہ اُو مغلوب اندر لطفِ ماست — نیست مُضطر بلکہ مختارِ وِلاست
جو ہماری مہربانی میں مغلوب ہے — وہ مجبور نہیں ہے بلکہ دوستی کی وجہ سے بااختیار ہے

مُنتہائے اختیار آنست خود [2] — کاختیارش گردد اینجا مُفتقد
خود اختیار کا آخیر یہ ہے — کہ اُس کا اختیار اِس جگہ گم ہو جائے

اِختیارش گر نبودے چاشنی — کے بگشتے آخر اُو محو از مَنی
اگر اُس کا اختیار لذیذ نہ ہوتا — تو وہ خودی سے محو کیوں ہوتا؟

در جہاں گر لُقمہ و گر شربت است — لذّتِ اُو فرعِ محوِ لذّت است
دنیا میں خواہ کوئی لقمہ یا کوئی گھونٹ ہے — اُس کی لذت محو کی لذت کی شاخ ہے

گرچہ از لذّات بے تاثیر شُد — لذّتے بُود اُو و لذّت گیر شُد
اگرچہ وہ لذتوں سے بیگانہ ہو گیا ہے — وہ (بھی) ایک لذت تھی جس لذت کو اُس نے حاصل کیا

ہر کہ اُو مغلوب شُد مرحوم گشت [3] — در بحارِ رحمتش معدوم گشت
جو مغلوب ہوا وہ مرحوم ہو گیا — وہ اُسکی رحمت کے سمندروں میں معدوم ہو گیا

نے چُناں معدوم کز اہلِ وجود — ہیچ بروے چیرہ بد اندر گاہِ جُود
ایسا معدوم نہیں کہ موجود میں سے — کوئی سخاوت کے وقت اُس پر غالب آسکے

بلکہ والی گشت موجودات را — بے گمان و بے نِفاق و بے ریا
بلکہ وہ موجودات کا والی بن گیا ہے — بغیر گمان اور بغیر نفاق اور بغیر ریاکاری کے

بے مثال و بے مکان و بے نشاں — بے زمان و بے چنین و بے چناں
بے مثال کے اور بے مکان اور بے نشان کے — بغیر زمانہ اور بغیر ایسے اور ویسے کے

بے اشکال و بے سوال و بے جواب — دم مزن وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالصَّواب
بغیر اشکال اور بغیر سوال اور بغیر جواب کے — دم نہ مارو اور خدا زیادہ بہتر جانتا ہے

بے مثال۔ اب نہ اُسکی کوئی مثال ہے نہ اُس کا مکان ہے اور نہ نشان وہ لامکانی ہے اور کم و کیف سے بھی جدا ہے اِس معاملہ میں نہ کوئی اِشکال اور نہ سوال و جواب کا موقع ہے بس خاموشی اختیار کرے۔

[1] آنکہ۔ اُس نے اپنے آپکو اللہ کی صفات میں فنا کر دیا ہے تو اُس کی فنا تو دراصل بقا ہے۔ جملہ۔ اب اِس فانی فی اللہ اور باقی باللہ کو وہ مقام حاصل ہے کہ تمام روحیں اُس کے زیرِ تصرف ہیں اور تمام اَجسام اُس کے زیرِ نگیں ہیں۔ اَشباح۔ یعنی اَجسام۔ آنکہ۔ جو رحم میں فنا ہو گیا وہ مُضطر نہیں ہے بلکہ وہ محبوب ہونے کی وجہ سے بااختیار ہے۔ وِلا۔ دوستی۔

[2] مُنتہائے۔ بندہ کا اعلیٰ درجہ کا اختیار تو یہی ہے کہ وہ ہماری مرضیات میں گم ہو جائے۔ اِختیارش۔ اُس کو اگر اس اختیار میں لطف نہ آتا تو اپنے آپ کو کیوں فنا کرتا۔ مَنی۔ خودی۔ در جہاں۔ دنیا کی تمام تر لذتیں خواہ کھانے کی ہوں یا پینے کی وہ اِس پر بھی مبنی ہیں کہ اُس چیز کی لذت کو مٹا دیا جائے۔ گرچہ۔ فانی فی اللہ اگرچہ دنیاوی لذتوں کو مٹا دیتا ہے لیکن یہ ترکِ لذات اسکے لئے لذت بن جاتی ہے۔

[3] ہر کہ او۔ جو صفاتِ باری سے مغلوب ہو گیا وہ اللہ کی رحمتوں کے سمندر میں غرق ہو کر رحمتوں کا مستحق ہو گیا ہے۔ نے چناں معدوم لیکن وہ ایسا معدوم نہیں ہے کہ کوئی بھی موجود اُس پر غالب آسکے۔ بلکہ۔ ایسا فانی فی اللہ موجودات پر حکمراں بنجاتا ہے۔

شرح اِنَّمَا[1] الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَۃٌ وَّالْعُلَمَاءُ کَنَفْسٍ وَّاحِدَۃٍ خَاصَّۃً

اس کی شرح کہ مومنین، بھائی بھائی ہیں اور علماء ایک جان کی طرح ہیں

اتحادِ داؤد و سلیمان و سائرِ انبیاء علیہم السّلام کہ اگر یکے

خصوصاً حضرت داؤدؑ اور سلیمانؑ اور بقیہ انبیاء کا اتحاد اُن پر سلام ہو کہ اگر تُو انہیں سے ایک کا منکر ہو

از ایشاں را مُنکر شوی ایمانِ تو بہیچ نبی درست نباشد و

تو تیرا کسی نبی پر ایمان درست نہ ہوگا اور یہ اتحاد کی علامت

ایں علامتِ اتحاد ست کہ اگر یکے خانہ ازاں ہزار خانہ ویراں کنی

ہے کہ اگر ہزار گھروں میں سے تو ایک کو ویران کرے گا تو سب ویران

ہمہ ویراں شود و یک دیوار قائم نماند کہ لَا نُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ

ہو جائیں گے اور ایک دیوار بھی قائم نہ رہیگی کیونکہ ہم اُس کے رسولوں میں سے کسی میں

مِّنْ رُّسُلِہٖ وَالْعَاقِلُ تَکْفِیْہِ الْاِشَارَۃُ وایں خود از اشارت گذشت

تفریق نہیں کرتے ہیں" عقلمند کیلئے اشارہ کافی ہے اور یہ تو اشارہ سے بڑھ گیا ہے

پس خطاب آمد بداؤدؑ از خدا

تو خدا کی جانب سے (حضرت) داؤدؑ کو خطاب ہوا

کاے گزیں پیغمبرِ نیکو لقا

کہ اے منتخب پیغمبر نیک صورت!

دل مدار اندر تفکر زیں خبر[2]

اس بات سے دل کو فکر میں مبتلا نہ کر

رہ مدہ در خود ملال و غم مخور

رنج کو اپنے اندر راستہ نہ دے اور غم نہ کر

گرچہ بر ناید بجہد و زورِ تو

اگر (وہ مسجد) تیری کوشش اور طاقت سے نہ بنے گی

لیک مسجد را بر آرد پورِ تو

لیکن تیرا لڑکا اُس کو بنائے گا

گرچہ بر ناید بجہدت ایں مقام

اگرچہ تیری کوشش سے یہ جگہ نہ بنے گی

لیک پورِ تو کند آں را تمام

لیکن تیرا لڑکا اُس کو مکمل کرے گا

کردۂ اُو کردۂ تست اے حکیم

اے دانا! اُس کا کیا ہوا تیرا کیا ہوا ہے

مؤمناں را اتصالے داں قدیم

مومنوں کا باہمی قدیم اتحاد سمجھ

مؤمناں معدود لیک ایماں یکے

مومنین متعدد ہیں لیکن ایمان ایک ہے

جسمِ شاں معدود لیکن جاں یکے

اُنکے جسم چند ہیں لیکن جان ایک ہے

غیر فہم[3] و جاں کہ در گاو و خر ست

عقل اور جان جو بیل اور گدھے میں ہے اُنکے علاوہ

آدمی را عقل و جانِ دیگر ست

انسان کی عقل اور جان دوسری ہے

---

[1] اِنّما: قرآن پاک میں ہے اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَۃٌ یعنی مومنین آپس میں بھائی بھائی ہیں اور مشہور مقولہ ہے۔ اَلْعُلَمَاءُ کَنَفْسٍ وَّاحِدَۃٍ یعنی علماء ایک جان ہیں، یہ اُخوۃ اور اتحاد ایمان کی وحدت کی بنیاد پر ہے، قرآن پاک میں فرمایا گیا ہے۔ لَا نُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِہٖ ہم اس کے رسولوں میں سے کسی میں تفریق نہیں کرتے ہیں۔ اسی بنا پر یہ حکم ہے کہ ایک نبی کا کفر تمام انبیاء کا کفر ہے۔

[2] زیں خبر: یعنی اس خبر سے کہ تم مسجد اقصیٰ کی تعمیر نہ کرسکو گے۔ پور: حضرت سلیمانؑ۔ مؤمناں: یعنی مومنین اگرچہ گنتی میں متعدد ہیں لیکن اُن میں وحدت ایمانی ہے۔ جاں یکے: روحِ انسانی جو ایک لطیفۂ ربانی ہے اور وہ روحِ حیوانی کے علاوہ ہے۔

[3] غیر فہم: حیوانات میں صرف روحِ حیوانی ہے جو اطباء کے نزدیک ایک جسم لطیف بخاری ہے جو غذاؤں سے پیدا ہوتی ہے چونکہ یہ بخار ہے اسی لئے مولانا نے اُس کو روحِ باد کہا ہے۔

باز غیرِ عقل و جانِ آدمی
بھر انسان کی عقل اور جان کے علاوہ

ہست جانے در ولی و در نبی[۱]
ولی اور نبی میں اور جان ہے

جانِ حیوانی ندارد اتحاد
حیوانی جان، اتحاد نہیں رکھتی ہے

تو مجو ایں اتحاد از روحِ باد
تو یہ اتحاد ہوائی روح میں نہ تلاش کر

گر خورد ایں ناں نگردد سیر آں
اگر یہ روٹی کھائے اُس دوسری کا پیٹ نہیں بھرتا

ور کشد بار ایں نگردد آں گراں
اگر یہ بوجھ اُٹھائے تو وہ بوجھل نہیں ہوتی

بلکہ ایں شادی کند از مرگِ اُو
بلکہ یہ اُس کے مرنے سے خوشی مناتی ہے

از حسد میرد چو بیند برگِ اُو
اگر اُس کا ساز و سامان دیکھتی ہے تو حسد سے مرتی ہے

جانِ گرگان و سگاں ہر یک جداست
بھیڑیوں اور کتوں کی جان ہر ایک جداگانہ ہے

متحد جانہائے شیرانِ خداست
خدا کے شیروں کی جان متحد ہے

جمع گفتم[۲] جانہاشاں من باسم
میں نے اُن کی جانوں کیلئے اسم جمع (کا لفظ) بولا

کاں یکے جاں صد بود نسبت بجسم
کیونکہ جسم کی نسبت سے وہ ایک سَو بن جاتی ہے

ہمچو آں یک نورِ خورشیدِ سما
جیساکہ آسمان کے سورج کا ایک نور

صد بود نسبت بصحنِ خانہا
گھروں کے صحن کے اعتبار سے سَو بن جاتا ہے

لیک یک باشد ہمہ انوارِ شاں
لیکن اُن سب کا نور ایک بن جاتا ہے

چونکہ برگیری تو دیوار از میاں
جبکہ تو درمیان سے دیوار اُٹھادے

چوں نماند جانہا را قاعدہ
جبکہ جانوں کی بنیاد نہ رہے گی

مؤمناں باشند نفسِ واحدہ
مؤمن ایک جان بن جائیں گے

فرق و اشکالات آید زیں مقال
اُس گفتگو سے اختلاف اور اشکال پیدا ہوتے ہیں

زانکہ نبود مثل[۳] باشد ایں مثال
کیونکہ یہ مثل نہیں ہے مثال ہے

فرقہا بیحد بود از شخصِ شیر
شیر کے وجود میں بہت فرق ہیں

تا بہ شخصِ آدمی زادِ دلیر
بہادر آدمی کے وجود کے اعتبار سے

لیک در وقتِ مثال اے خوش نظر
لیکن اے خوش نظر: مثال کے وقت

اتحاد از روئے جانبازی نگر
بہادری کے اعتبار سے اتحاد سمجھ

کہہ سکتے ہیں۔ فرقہا۔ بہادر شخص کی شیر مثال ہے حالانکہ دونوں میں بہت سی باتوں میں فرق ہے صرف بہادری میں یکسانیت ہے۔

۱؎ در نبی۔ انبیاء اور اولیاء کی روحِ انسانی ایک قوی تر لطیفہ ربانی ہے۔ جانِ حیوانی۔ روحِ حیوانی ہر حیوان میں جداگانہ ہے یہی وجہ ہے کہ ایک روحِ حیوانی اگر غذا حاصل کرتی ہے تو دوسری روح کو وہ غذا نہیں پہنچتی ہے اُن میں سے اگر ایک گراں بار ہوتی ہے تو دوسری کو اُس سے گرانی نہیں ہوتی ہے۔ بلکہ۔ ایک روحِ حیوانی کی خوشی دوسری کے رنج کا سبب ہے۔ شیرانِ خدا یعنی اولیاء اور انبیاء۔

۲؎ جمع گفتم۔ ہم نے انبیاء اور اولیاء کی روح کیلئے جمع کا صیغہ بولا ہے حالانکہ وہ ایک ہے اُس کا تعدد محض جسموں کے تعدد کی نسبت سے ہے۔ ہمچو سورج کی دھوپ جبکہ مختلف صحنوں اور مکانوں پر پڑتی ہے تو اُس میں تعدد ہے ورنہ وہ ایک چیز ہے۔ قاعدہ۔ بنیاد یعنی جسم۔ زیں مقال یعنی روحِ انسانی کو سورج کے نور سے تشبیہ دینے سے بہت سے اشکالات پیدا ہوجائینگے۔

۳؎ مثل۔ مثل اور مثال میں یہ فرق ہے کہ مثل شئی وہ کہلاتی ہے جو اُس شے سے ہر بات میں متحد ہو اور مثال کا ہر صفت میں یکساں ہونا ضروری نہیں ہے اگر ایک وصف میں بھی اتحاد ہے تو اُس کو اُس شئی کی مثال

کاں دلیر آخر مثالِ شیر بود
کہ وہ بہادر شیر کی مثال ہے
نیست[1] مثلِ شیر در جملہ حدود
تمام باتوں میں شیر کی مثل نہیں ہے

متحد نقشے ندارد ایں سرا
یہ دنیا، کوئی چیز (روح کیساتھ) متحد نہیں رکھتی ہے
تاکہ مثلے وانمائم مر ترا
تاکہ تجھے مثل دکھا دوں

ہم مثالِ ناقصے دست آورم
نیز ایک ناقص مثال بیان کرتا ہوں
تا ز حیرانی خرد را وا خرم
تاکہ عقل کو پریشانی سے نجات دوں

شب بہر خانہ چراغے می نہند
رات کو ہر گھر میں چراغ رکھتے ہیں
تا بنورِ آں ز ظلمت می رہند
تاکہ اسکی روشنی کی وجہ سے اندھیرے سے نجات حاصل کرلیں

آں چراغ ایں تن بود نورش چو جاں
وہ چراغ یہ جسم ہے اس کی روشنی جان کیطرح ہو
نیست محتاجِ فتیل و ایں و آں
جو بتی اور اِس اور اُس کا محتاج نہیں ہے

واں فتیلہ پنج دارد از حواس
وہ بتی پانچ حواس رکھتی ہے
جملگی بر خواب و خور دارد اساس
اِن سب کی کھانے اور سونے پر بنیاد ہے

بے[2] خور و بے خواب نزید نیم دم
بغیر کھائے اور سوئے آدھا پل بھی نہیں جی سکتا
با خور و با خواب نزید نیز ہم
کھانے اور سونے کے ساتھ بھی نہیں جیتا ہے

بے فتیل و روغنش نبود بقا
اس کی بغیر بتی اور تیل کے بقا نہیں ہے
با فتیل و روغن او ہم بیوفا
بتی اور تیل کے ہوتے ہوئے بھی بے وفا ہے

زانکہ نورِ علتی اش مرگ جوست
کیونکہ اس کی بیمار روشنی موت کی متقضی ہے
چوں زید کہ روزِ روشن مرگِ او
کیسے جیے کیونکہ روشن دن اسکی موت ہے

جملہ[3] حسہائے بشر ہم بے بقاست
انسان کے تمام حواس فانی ہیں
زانکہ پیشِ نورِ روزِ حشر لاست
کیونکہ حشر کے دن کے نور کے سامنے معدوم ہیں

نورِ حس و جانِ باپایانِ ما
ہمارے فانی حس اور جان کا نور
نیست کلی فانی ولا چوں گیا
گھاس کی طرح بالکلیۃ فانی اور معدوم نہیں ہے

لیک مانندِ ستارہ و ماہتاب
لیکن ستاروں اور چاند کی طرح
جملہ محو اند از شعاعِ آفتاب
سورج کی شعاع سے سب محو ہیں

اسی طرح، روحِ انسانی کا بھی بقا نہیں ہے حشر میں تجلی رب کے سامنے اس کا بھی بقا نہ رہیگا۔ لا یعنی معدوم۔ چوں گیا۔ اس روحِ انسانی کی فنا گھاس پھونس کی فنا کی طرح کی نہیں ہے۔ لیک۔ روحِ انسانی کی فنا ایسی ہے جیسی کہ ستارہ کی فنا سورج کی موجودگی میں ہوتی ہے۔

[1] نیست مثل۔ بہادر شیر کی مثل نہیں ہے مثال ہے۔ متحد۔ اس دنیا میں کوئی ایسی چیز نہیں ہے جو روح کی مثل ہو تاکہ اس کے ذریعہ روح کو سمجھایا جاسکے۔ ہم مثال۔ اگرچہ کوئی چیز روح کی مثل نہیں ہے جس کے ذریعہ اس کو سمجھایا جائے لیکن ایک ناقص مثال پیش کی جاتی ہے۔ آں چراغ جسم کو بمنزلہ چراغ کے اور روح کو اس کی روشنی جیسا سمجھو روشنی جب ہو سکے گی جبکہ چراغ میں بتی ہو تیل ہو اسی طرح جسم غذا وغیرہ کا محتاج ہے۔ فتیلہ۔ چراغ کی بتی۔ حواس یعنی حواس خمسہ۔ اساس بنیاد یعنی حواس خمسہ جب کام کرتے ہیں جبکہ حوائج ضروری پورے ہوتے رہیں۔

[2] بے خور حواس کا بقا حوائج ضروری کے پورے ہونے پر بھی موقوف ہے اور ایک وقت ایسا آتا ہے کہ حوائج بھی پورے ہوتے رہیں تب بھی وہ فنا ہو جاتے ہیں۔ زانکہ۔ جس طرح چراغ باوجود بتی اور روغن کے سورج نکلنے پر اپنے وجود کو گویا معدوم کر دیتا ہے اسی طرح جب موت کا وقت آتا ہے تو یہ روح حیوانی اور حواس معدوم ہو جاتے ہیں ان کیلئے موت کا وقت ایسا ہی ہے جیسا کہ چراغ کے لئے دن کا نکلنا۔

[3] جملہ حسہائے جس طرح روح حیوانی کا بقا نہیں ہے

۵۰۹

آنچنانکہ سوز و دردِ زخمِ کیک[۱] — محو گردد چوں در آید مار الیک

جیسا کہ پِسّو کے زخم کی سوزش اور درد — محو ہو جاتا ہے جب سانپ تیری جانب جائے

آنچنانکہ عور اندر آب جست — تا در آب از زخمِ زنبوراں برست

جیسا کہ ننگا پانی میں گھس جائے — تاکہ پانی میں شہد کی مکھیوں کے کاٹنے سے نجات پالے

میکنند زنبور بر بالا طواف — چوں بر آرد سر ندارندش معاف

شہد کی مکھیاں اوپر چکر کاٹتی ہیں — وہ جب سر ابھارتا ہے اس کو معاف نہیں کرتی ہیں

آب[۲] ذکرِ حق و زنبور ایں زماں — ہست یادِ ایں فلان و آں فلاں

اللہ کی یاد پانی ہے اور شہد کی مکھی اس وقت — اس فلاں اور اس فلاں کی یاد ہے

دم بخور در آبِ ذکر و صبر کُن — تا رہی از فکر و وسواسِ کہُن

ذکرِ حق کے پانی میں سانس گھونٹ لے اور صبر کر — تاکہ تو فکر اور پرانے خیالات سے نجات پالے

بعد ازاں تو طبعِ آں آبِ صفا — خود بگیری جملگی سر تا بپا

اس کے بعد اس صاف پانی کی طبیعت — سر سے پاؤں تک تو خود اختیار کرلے گا

آنچناں کز آب آں زنبورِ شر — میگریزد از تو ہم گیرد حذر

جس طرح وہ شریر شہد کی مکھی پانی سے — بھاگتی ہے، تجھ سے بھی ڈرے گی

بعد ازاں خواہی تو دور از آب باش — کہ بسِر ہم طبعِ آبی خواجہ تاش

اس کے بعد اگر تو چاہے پانی سے جدا ہو جا۔ — کیونکہ باطن کے اعتبار سے تو پانی کی طبیعت کا خواجہ تاش ہے

بس[۳] کسانے کز جہاں بگذشتہ اند — لا نیند و در صفات آغشتہ اند

بہت سے وہ لوگ جو دنیا سے چلے گئے ہیں — معدوم نہیں ہیں اور وہ (اللہ کی) صفات میں غرق ہیں

در صفاتِ حق صفاتِ جملہ شاں — ہمچو اختر پیشِ آں خور بے نشاں

اُن سب کی صفات اللہ (تعالیٰ) کی صفات میں — ایسی ہی بے نشان ہیں جیسا کہ ستارے سورج کے سامنے

گر ز قرآں نقل خواہی اے حروں — خواں جمیعٌ ھُم لدینا محضرون

اے سرکش! اگر تو قرآن سے ثبوت چاہتا ہے — پڑھ لے وہ سب ہمارے پاس حاضر کئے ہوئے ہیں

مُحضَرُون معدوم نبود نیک بیں — تا بقائے روحہا دانی یقیں

اچھی طرح سمجھ لے "حاضر کئے ہوئے" معدوم نہیں ہوتے — تاکہ تو روحوں کے باقی رہنے کو یقینی طور پر جان لے

---

[۱] آنچنانکہ۔ روحِ انسانی کی فنا کی دوسری مثال ہے کہ پِسّو کے کاٹنے کا درد سانپ کے حملے کے وقت محو ہو جاتا ہے۔ الیک۔ تیری جانب۔ عور۔ تیسری مثال یہ ہے کہ روحِ انسانی کی محویت ایسی ہے جیسا کہ ننگا شہد کی مکھیوں کے ڈر سے پانی میں محو ہو جاتا ہے۔ میکنند۔ شہد کے محال کی بڑی مکھیاں اس قدر تعاقب کرتی ہیں کہ پانی میں اگر غوطہ لگا یا جائے تو وہ انتظار کرتی ہیں کہ باہر نکلے تو پھر کاٹیں۔

[۲] آب۔ اب مولانا ارشادی بات کی طرف منتقل ہو کر فرماتے ہیں کہ وساوس کا حال شہد کی مکھیوں کا سا ہے اور اُن سے بچاؤ ذکر اللہ کے پانی کے ذریعہ ہو سکتا ہے۔ بعد ازاں۔ جب انسان ترقی کرتا ہے تو خود اُسکی طبیعت ذکر اللہ کی صفائی حاصل کر لیتی ہے اور طبیعت وساوس کو دُور کرنے لگتی ہے اور اس کو حبسِ دم اور ذکرِ خفی وغیرہ کی ضرورت نہیں رہتی ہے۔ کہ بسِر۔ اب خود سالک کی طبیعت میں وہ خواص پیدا ہو جاتے ہیں جو اذکار میں تھے۔

[۳] بس کسانے۔ جس طرح روحِ انسانی بالکل فانی نہیں ہے اسی طرح بہت سے بزرگ وہ ہیں جن کی موت فنا محض نہیں ہے بلکہ اُن کیلئے موت کے معنی یہ ہیں کہ وہ صفاتِ باری میں مستغرق ہیں۔ در صفات۔ اللہ کی صفات میں وہ اسی طرح معدوم ہیں جس طرح ستارہ سورج کے سامنے معدوم ہوتا ہے۔ گر ز قرآں۔ قرآن پاک میں ہے اِنْ كَانَتْ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً فَاِذَا هُمْ جَمِيْعٌ لَّدَيْنَا مُحْضَرُوْنَ بس ایک صور کی آواز ہو گی تو ایکدم سے سب لوگ ہمارے حضور میں حاضر

رُوحِ محجوبؔ[1] از بقا بس در عذاب
اُس کی بقا سے رُکی ہوئی روح عذاب میں ہے
رُوحِ واصل در بقا پاک از حجاب
جو روح بقا باللہ میں واصل ذِ حق، ہر دو پردے سے پاک ہے

زیں چراغِ حسِّ حیواں اَلمُراد
خلاصہ یہ ہے کہ اِس حیوانی حس کے چراغ سے
گفتمت ہاں تا نجوئی اِتحاد
میں نے تجھے بتا دیا خبردار اتحاد کا طالب نہ بننا

رُوحِ خود را متصل کُن اے فلاں
اے فلاں! اپنی روح کو وابستہ کردے
زود با اَرواحِ قدسِ سالکاں
بہت جلد سالکوں کی پاک روحوں کے ساتھ

صد چراغت ار مُرند ار بیستند
تیرے سو چراغ خواہ وہ مَریں یا قائم رہیں
بس جدا یند و یگانہ نیستند
(آپس میں) بہت جدا ہیں اور ایک نہیں ہیں

زاںؔ[2] ہمہ جنگند ایں اصحابِ ما
اسی لئے ہمارے یہ سب ساتھی لڑتے ہیں
جنگ کس نشنید اندر انبیا
کسی نے انبیاء میں لڑائی کی بات نہیں سُنی ہے

زانکہ نورِ انبیا خورشید بُود
کیونکہ انبیاء کا نور سورج (سے) تھا
نورِ حسِّ ما چراغ و شمع و دُود
ہمارے حواس کا نور چراغ اور شمع اور دُھواں ہے

یک بمیرد یک بماند تا بروز
ایک بجھ جاتا ہے، ایک دن تک رہتا ہے
یک بُود پژمُردہ دیگر با فروز
ایک ٹمٹماتا ہے، دوسرا روشن ہے

جانِؔ[3] حیوانی بُود حی از غذے
حیوانی روح غذا سے زندہ رہتی ہے
ہم بمیرد اُو بہر نیک و بدے
وہ اچھائی اور برائی کے ساتھ مر بھی جاتی ہے

گر بمیرد ایں چراغ و طے شود
اگر یہ چراغ بجھ جائے اور لپٹ جائے
خانۂ ہمسایہ مُظلم کے شود
پڑوسی کا گھر تاریک کب ہوگا؟

نورِ آں خانہ چو بے ایں ہم بپاست
جب اِس گھر کی روشنی اسکے بغیر بھی قائم ہے
پس چراغِ حسِّ ہر خانہ جداست
تو حس کا چراغ ہر گھر کا جُدا ہے

ایں مثالِ جانِ حیوانی بُود
یہ رُوحِ حیوانی کی مثال ہے
نے مثالِ جانِ ربانی بُود
نہ کہ ربانی روح کی مثال

باز از ہندوی شب چوں ماہ زاد
پھر رات کی تاریکی سے جب چاند نکلا
در سَرِ ہر روزنے نورے فتاد
ہر سُوراخ پر روشنی پڑی

---

[1] روحِ محجوب۔ روحِ حیوانی کو بقا باللہ حاصل نہیں ہے لہٰذا وہ عذاب میں ہوگی۔ جو روحِ انسانی بقا باللہ حاصل کریگی اُس کو رویتِ باری حاصل ہوگی۔ زیں چراغِ حس۔ روحِ حیوانی سے اِتصال اور اتحاد، عذاب کا سبب ہے۔ روحِ خود۔ اپنی رُوح کو سالکوں کی روح سے وابستہ کرلو تو دیدارِ رب حاصل ہوگا۔ صد چراغت۔ اَرواحِ حیوانی سے قطع نظر کرو ان روحوں میں کوئی یگانگت نہیں ہوتی ہے۔

[2] زاں۔ چونکہ عوام روحِ انسانی سے محروم ہیں اُن میں صرف روحِ حیوانی ہے جس میں یگانگت نہیں ہے اسی لئے باہمی مختلف اور جنگ و جدل میں رہتے ہیں۔ انبیاء کی روح، روحِ انسانی ہے جس میں وحدت ہے۔ زانکہ۔ انبیاء کی روحیں خورشیدِ وحدت کا نور ہیں جو باہمی متحد ہیں۔ نورِ حسِّ ما۔ روحِ حیوانی وہی چراغ والی روشنی ہے۔ یک بمیرد۔ چونکہ ان میں اتحاد نہیں ہے اس لئے کوئی انسان دوسرے انسان کے احوال سے متاثر نہیں ہوتا ہے۔

[3] جانِ حیوانی۔ روحِ حیوانی غذاؤں سے زندہ ہے اور پھر اُس کے لئے فنا ہے۔ گر بمیرد۔ روحِ حیوانی کی مثال چراغ کی روشنی کی سی ہے اگر ایک چراغ بجھ جائے تو دوسرے گھر کا چراغ جلتا رہتا ہے۔ نورِ آں خانہ۔ جب ایک گھر کے چراغ کے بجھنے سے دوسرے گھر پر اندھیرا نہیں ہوتا ہے تو معلوم ہوا کہ دونوں جداگانہ ہیں۔ ایں۔ یعنی چراغ کی مثال۔ باز۔ روحِ انسانی کی مثال چاند کی روشنی کی سی ہے جب چاند طلوع کرتا ہے تو سب گھروں میں نور پھیلتا ہے تو اُن سب گھروں کے نور میں وحدت ہے۔

نورِ آں صد خانہ را تو یک شمر — کہ نماند نورِ ایں بے آں دگر
اُن سَو گھروں کی روشنی کو تو ایک سمجھ — کیونکہ اس کا نور اُس دوسرے کے بغیر نہیں رہتا ہے

تا بُوَد[1] خورشیدِ تاباں بر اُفق — ہست در ہر خانہ نورِ اُو قنق
جب تک سورج افق پر روشن ہے — ہر گھر میں اس کا نور مہمان ہے

باز[1] چوں خورشیدِ جاں آفل شود — نورِ جملہ جانہا زایل شود
پھر جب روح کا سورج غروب کر جاتا ہے — تمام جانوں کا نور زایل ہو جاتا ہے

ایں مثالِ نور آمد مثل نے — مر ترا ہادی عَدُو را رہزنے
یہ نور کی مثال ہے مثل نہیں ہے — تیرے لئے ہادی ہے، دشمن کیلئے رہزن ہے

بر مثالِ عنکبوت آں زشت خُو — پردہائے گندہ را بر بافد اُو
وہ بدخو، مکڑی کی طرح — گندے پردے بنتا ہے

از لعاب[2] خویش پردہ نور کرد — دیدۂ ادراکِ خود را کور کرد
اپنے لعاب سے اُس نے نور پر پردہ ڈالدیا — اپنے احساس کی آنکھ کو اندھا بنا دیا

گردنِ اسپ ار بگیرد بر خورد — در بگیرد پاش بستاند لگد
اگر گھوڑے کی گردن پکڑیگا فائدہ اٹھائیگا — اور اگر اُس کے پاؤں پکڑیگا لاتیں کھائے گا

کم نشیں بر اسپِ توسن[3] بے لگام — عقل و دیں را پیشوا کُن والسلام
سرکش گھوڑے پر بے لگام نہ چڑھ — عقل اور دین کو پیشرو بنالے والسلام

اندریں آہنگ منگر سُست و پست — کاندریں رہ صبر شقِ انفُس ست
اس راستہ کو سست اور پست نہ سمجھ — کیونکہ اس راستہ میں صبر کرنا جانوں کیلئے شاق ہے

باز گردد قصۂ مسجد بگو — با سلیمانؑ نبیِ نیک خُو
واپس چل اور مسجد کا قصہ کہہ — نیک خصلت سلیمان نبی کے ساتھ (جو ہوا)

بقیۂ قصۂ بنائے مسجدِ اقصیٰ از دستِ سلیمان علیہ السلام

حضرت سلیمان علیہ السلام کے ہاتھ سے مسجدِ اقصیٰ کی تعمیر کے قصہ کا بقیہ

چوں سلیمانؑ کرد آغازِ بنا — پاک چوں کعبہ ہمایوں چوں منیٰ
جب حضرت سلیمانؑ نے تعمیر ابتدا کی — جو کعبہ کی طرح پاک اور منیٰ کی طرح بابرکت ہے

اور معترضانہ نگاہ ڈالوگے تو تباہی ہوگی۔ [3] اسپ توسن سرکش گھوڑا یعنی نفس آہنگ - راہِ حق، راہ کو آسان اور حقیر نہ سمجھو اس راستے میں بہت صبر و استقلال کی ضرورت ہے۔ جو نفس پر بہت شاق و گراں ہے۔ بنا - یعنی مسجد اقصیٰ کی تعمیر تھی۔ وہ مقام پاک ہے جہاں حاجی رمی جمار کرتے ہیں۔

512

[1] تا بُوَد - روحِ انسانی میں چونکہ وحدت ہے اس لئے شیخِ کامل اپنی زندگی میں چاند کی طرح ہر مُرید کو روشنی عطا کرتا رہتا ہے۔ باز - جب وہ شیخ اپنی توجہ ہٹالیتا ہے تو مُریدوں میں استفاضہ کی وہ پہلی سی کیفیت نہیں رہتی ہے۔ ایں مثال - میں نے ذاتِ مقدس اور اس کے نور کی مثال سورج اور اس کی روشنی سے دی ہے یہ مثال ہے جو تمام حیثیتوں سے مثل اس کی طرح نہیں ہوتی ہے تیرے لئے یہ مثال ہدایت کا کام کرے گی اور دشمن یعنی فلسفی کے لئے جو اسرارِ معرفت میں قیاس کو دخیل بناتا ہے رہزن بنے گی اور اس کو مزید گمراہ کردے گی۔ عنکبوت فلسفی کی مثال مکڑی کی سی ہے جو خود اپنے اوپر اپنے لعاب سے نور کو مخفی کر لیتی ہے۔ [2] از لعاب - مکڑی اپنے لعاب سے اپنے اوپر جالا تن کر اپنے آپ کو روشنی سے محروم کرتی ہے اسی طرح منکر اور معترض اپنے اعتراضات کے ذریعہ اپنے ادراک کو نور سے محروم کر دیتا ہے۔ گردنِ اسپ - گھوڑے پر قاعدہ سے سوار ہوگا تو فائدہ اٹھائیگا اور اگر اسکے پاؤں پکڑنے کی کوشش کریگا تو لات کھائے گا یہی مثال کلامِ حق اور اسرارِ معرفت کی ہے کہ اس پر صحیح طریقہ سے غور کروگے تو فائدہ اٹھاؤگے

در بنایش دیدہ می شد کرّ و فر
اُس کی تعمیر میں شان و شوکت نظر آتی تھی

نے فسُردہ چوں بناہائے دگر
دوسری عمارتوں کی طرح ٹھٹھری ہوئی نہ تھی

در بنا ہر سنگ کز کہ می شکست
تعمیر میں جو پتھر پہاڑ سے ٹوٹتا تھا

فاش سِیْرُوا بِیْ ہمی گفت از نخست
وہ پہلے ہی سے "مجھے لے چلو" علی الاعلان کہتا تھا

ہمچو از آب و گلِ آدمؑ کدہ
آدمؑ کے مجسمہ کے پانی اور مٹی کی طرح

نور زاں کُہ پارہا تاباں شدہ
پہاڑ کے اُن ٹکڑوں سے نور چمکتا تھا

سنگ[۲] بے حمّال آئندہ شدہ
پتھر اُٹھانے والوں کے بغیر آنے لگے

واں در و دیوارہا زندہ شدہ
وہ در اور دیواریں زندہ ہو گئیں

حق ہمی گوید کہ دیوارِ بہشت
اللہ (تعالیٰ) فرماتا ہے کہ بہشت کی دیواریں

نیست چوں دیوارہا بیجان و زشت
(اور) دیواروں کی طرح بے جان اور بھدی نہیں ہیں

چوں در و دیوارِ تن با آگہی ست
جیسے کہ جسم کے در و دیوار حسّاس ہیں

زندہ باشد خانہ چوں شاہنشہی ست
چونکہ وہ شاہنشاہی گھر ہے زندہ رہے گا

ہم[۳] درخت و میوہ ہم آبِ زُلال
درخت بھی اور پھل بھی، صاف پانی بھی

با بہشتی در حدیث و در مقال
بہشتی کے ساتھ بات چیت اور گفتگو میں ہونگے

زانکہ جنّت را نہ زآلت بستہ اند
کیونکہ جنّت کو اوزاروں سے تعمیر نہیں کیا ہے

بلکہ از اعمال و نیّت بستہ اند
بلکہ تیرے بے دین کے اعمال سے بنایا ہے

ایں بنا ز آب و گلِ مُردہ بُدست
یہ عمارت مُردہ پانی اور مٹی سے بنی ہے

آں بنا از طاعتِ زندہ شُدست
وہ عمارت زندہ عبادت سے بنی ہے

ایں با صلِ خویش ماند پُر خلل
یہ اپنی اصل کی طرح پُر خلل ہے

واں با صلِ خود کہ علم ست و عمل
وہ اپنی اصل کے ساتھ (مشابہ ہے) جو علم اور عمل ہے

ہم سریر و قصر و ہم تاج و ثیاب
تخت اور قلعہ بھی اور تاج اور کپڑے بھی

با بہشتی در سوال و در جواب
بہشتی کے ساتھ سوال و جواب میں ہونگے

فرش بے فرّاش پیچیدہ شُدہ
فرش بغیر فرّاش کے لپٹا ہوا ہوگا

خانہ بے کنّاس روبیدہ شُدہ
گھر بغیر جھاڑو دینے والے کے جھڑا ہوا ہوگا

---

[۱] سِیْرُوْا بِیْ۔ مجھے لے چلو یعنی وہ پہاڑ کا پتھر خود بول پڑتا تھا کہ مجھے لے جا کر تعمیر میں لگاؤ۔ ہمچو جس طرح آدمؑ کے مجسمہ کی مٹی اور پانی پُر نور تھا اسی طرح اُس مسجدِ اقصیٰ کے پتھر پانی اور مٹی پُر نور تھے۔
[۲] سنگ۔ حضرت سلیمانؑ کے معجزے سے وہ پتھر خود بخود تعمیر میں لگنے کے لئے آنے لگے اور اُس مسجد کے در و دیوار میں زندگی پیدا ہو گئی۔ بہشت۔ بہشتی در و دیوار میں بھی زندگی ہوگی قرآن پاک میں ہے.... اِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَهِیَ الْحَیَوَانُ بے شک آخرت کا گھر زندہ ہے۔ چوں۔ انسان کا جسم پانی مٹی سے بنا ہے اور اُس میں زندگی ہے تو جنّت کے در و دیوار میں زندگی کیوں نہ ہوگی۔
[۳] ہم درخت۔ جنّت کی ہر چیز میں حیات اور زندگی ہوگی اور وہ جنّتیوں سے گفتگو کرے گی۔ زآلت۔ جنّت کی تعمیر انسانوں کے نیک عملوں سے ہوگی۔ ایں بنا۔ دنیاوی مکانات مُردہ مٹی پانی سے بنتے ہیں لہٰذا وہ مُردہ ہوتے ہیں۔ جنّت زندہ عبادتوں سے تعمیر ہوگی تو اُس میں زندگی ہوگی۔ ہم سریر۔ جنّت کے تخت و قلعے اور لباس اور تاج سب زندہ ہوں گے فرش۔ چونکہ وہاں کے فرش میں بھی زندگی ہوگی لہٰذا وہ خود بچھے گا اور لپٹ جائے گا۔ خانہ۔ چونکہ گھر میں بھی زندگی ہوگی لہٰذا وہ خود اپنے آپ کو صاف کرے گا۔

تختِ اُو سیّار بے حمّال شُد
اُس کا تخت بغیر کسی اٹھانیوالے کے چلنے والا ہو گیا

حلقہ و در مُطرب و قوّال شُد
حلقہ اور در، مُطرب اور قوّال ہو گیا

خانہ دل بیں زغم ژولیدہ شُد
دل کے گھر کو دیکھ جو (گناہ کے) غم سے الجھا ہوا ہے

بے کنّاس از توبہ روبیدہ شُد
بغیر جھاڑو کے توبہ سے صاف ہو جاتا ہے

ہست در دل زندگی دار الخلود
دل میں جنّت کی زندگی ہے

در زبانم چوں نمی آید چہ سُود
جبکہ میری زبان سے ادا نہیں ہو سکتی تو کیا فائدہ؟

چونکہ گشت آں مسجدِ اقصیٰ تمام
جب مسجدِ اقصیٰ مکمل ہو گئی

زاہتمامات سلیمانؑ والسّلام
(حضرت) سلیمانؑ کے اہتمام سے اور سلام ہو

چوں سلیمانؑ در شُدے ہر بامداد
جب (حضرت) سلیمانؑ ہر صبح کو آتے

مسجد اندر بہرِ ارشادِ عباد
مسجد کے اندر بندوں کی ہدایت کے لئے

پند دادے گہ بگفت و لحن و ساز
کبھی گفتگو اور لہجہ اور بناؤ سے نصیحت کرتے

گہ بفعل اعنی رکوعِ پُر نیاز
کبھی فعل یعنی پُر نیاز رکوع کے ذریعہ

پندِ فعلی خلق را جذّاب تر
عملی نصیحت لوگوں کو زیادہ کھینچتی ہے

کہ رسد در جانِ ہر با گوش و کر
کیونکہ وہ ہر کان والے اور بہرے کے دل میں پہنچتی ہے

و اندراں وہمِ امیری کم بُود
اور اُس میں حکومت کا وہم نہیں ہوتا ہے

در حشم تاثیرِ آں محکم بُود
ماتحتوں میں اُس کی تاثیر مضبوط ہوتی ہے

قصۂ آغازِ خلافتِ عثمانؓ و خطبۂ وے در بیان آنکہ ناصح

حضرت عثمانؓ کی خلافت کی ابتداء کا قصّہ اور اُن کا خطبہ اس بیان میں کہ عامل اپنے

فعّال بفعل بہ از ناصح قوّال بقول

عمل سے نصیحت کرنے والا، زبانی بات کے ذریعہ نصیحت کرنیوالے سے بہتر ہے

قصۂ عثمانؓ کہ بر منبر برفت
(حضرت) عثمانؓ کا قصّہ کہ منبر پر پہنچے

چوں خلافت یافت بشتابید تفت
جب خلافت پائی تیزی سے عمل کیا

منبرِ مہتر کہ سہ پایہ بُدست
سردارؐ کا منبر جو تین درجوں کا تھا

رفت بوبکرؓ و دُوم پایہ نشست
ابوبکرؓ چلے اور دوسرے درجہ پر بیٹھ گئے

بر سُوم پایہ عمرؓ در دورِ خویش
(حضرت) عمرؓ اپنے دَور میں تیسرے درجہ پر

از برائے حرمتِ اسلام و کیش
اسلام اور مذہب کی حُرمت کے لئے (بیٹھے)

۱؎ تخت۔ جنّت کا تخت خود بخود چلے گا۔ حلقہ۔ جنّتی کی خواہش کے مطابق دروازے کی زنجیریں اور دروازہ خود مُطرب اور قوّال کا کام کرنے لگیں گے۔ خانۂ دل۔ جھاڑو دینے والے کے بغیر جنّتی گھر کے صاف ہو جانے پر تعجب نہ کرو خود اپنے دل کو دیکھو گناہوں سے آلودہ ہوتا ہے اور توبہ سے خود بخود صاف ہو جاتا ہے۔ در زبانم۔ دل کی زندگی کی پوری کیفیت سمجھانے سے زبان قاصر ہے۔

۲؎ چوں سلیمانؑ۔ مسجدِ اقصیٰ کے مکمل ہو جانے پر حضرت سلیمانؑ روزانہ صبح کو مسجد میں تشریف لے جاتے اور لوگوں کو راہِ حق کی ہدایت کرتے۔ پند دادے۔ حضرت سلیمانؑ لوگوں کو کبھی زبان سے نصیحت فرماتے اور کبھی عملی طور پر عبادت کے ذریعہ لوگوں کو ہدایت کرتے۔ پندِ فعلی۔ عملی نصیحت زیادہ کارگر ہوتی ہے۔

۳؎ و اندراں۔ عملی نصیحت میں لہجہ کا تحکّم بھی نہیں ہوتا ہے لہٰذا وہ ماتحتوں پر زیادہ اثر کرتی ہے۔ ناصحِ فعّال۔ وہ ناصح جس کا عمل دوسروں کی نصیحت کا سبب بنے۔ قوّال۔ جو شخص زبانی نصیحت کرے۔ جہتر۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر کے تین درجے تھے۔ ابوبکرؓ خطبہ کے درمیان میں آنحضورؐ سے اوپر کے درجے

دورِ[1] عثمانؓ آمد و بالائے تخت
(حضرت) عثمانؓ کا زمانہ آیا وہ تخت کے اوپر
بر شُد و بنشست آں محمود بخت
چڑھے، اور وہ خوش نصیب بیٹھ گئے

پس سُوالش کرد شخصے بُو الفضول
ان سے ایک بے ہودہ طرح شخص نے دریافت کیا
کاں دو ننشستند بر جای رسولؐ
کہ وہ دونوں رسولؐ کی جگہ پر نہ بیٹھے

پس تو چوں جُستی ازیشاں برتری
تو آپ نے اُن سے برتری کیوں چاہی؟
چوں بہ رُتبت تو ازیشاں کمتری
جبکہ آپ رتبے میں اُن سے کم ہیں

گفت اگر پایہ سُوم را بسپرم
اُنھوں نے فرمایا اگر میں تیسرے درجہ پر ٹھہروں
وہم آید کہ مثالِ عمرؓ م
شبہ ہوگا کہ میں عمرؓ جیسا ہوں

ور دُوم[2] پایہ شوم من جائے جُو
اور اگر میں دوسرے درجہ پر جگہ تلاش کروں
گو ئیم مثلِ ابو بکرؓ ست اُو
لوگ مجھے کہیں گے کہ وہ ابو بکرؓ جیسا ہے

ہست[3] ایں بالا مقامِ مصطفےؐ
یہ اونچا درجہ مصطفےؐ کی جگہ ہے
وہم مثلی نیست با آں شہ مرا
میرے متعلق اُن شاہ جیسا ہونے کا وہم نہیں ہو سکتا

بعد ازاں بر جائے خطبہ آں وُدود
اس کے بعد وہ مہربان خطبہ (پڑھنے) کی جگہ
تا بقربِ عصر لب خاموش بود
عصر کے قریب تک خاموش تھے

زہرہ نے کس را کہ گوید ہیں بخواں
کسی کی ہمت نہ تھی کہ کہے پڑھئے
یا بروں آید ز مسجد آں زماں
یا اُس وقت مسجد سے باہر نکل آیئے

ہیبتے[4] بنشستہ بُد بر خاص و عام
ہر خاص و عام پر ہیبت بیٹھی ہوئی تھی
پُر شُدہ از نورِ خدا آں صحن و بام
اللہ (تعالیٰ) کے نور سے صحن اور بالاخانہ پُر تھا

ہر کہ بینا ناظرِ نورش بُدے
جو بینا تھا وہ اُس کے نور کو دیکھنے والا تھا
کور زاں خورشید ہم گرم آمدے
اندھا بھی اُس نور سے گرم ہو رہا تھا

پس ز گرمی فہم کردے چشمِ کور
گرمی کی وجہ سے اندھا بھی سمجھ رہا تھا
کہ بر آمد آفتابے بے فتور
کہ شکستہ سورج نکل آیا ہے

لیک ایں گرمی کشاید دیدہ را
لیکن یہ گرمی آنکھ کو کھول دیتی ہے
تا بہ بیند عین ہر بشنیدہ را
تاکہ آنکھ، ہر سنی ہوئی بات کو دیکھ لے

گرمیش را ضجرتے و حالتے
اُس کی گرمی میں ایک تنگدلی اور ایک حالت ہے
زاں تپش دل را گشادے فسحتے
اُس گرمی سے دل میں ایک کشادگی اور وسعت

لے دور عثمانؓ۔ حضرت عثمانؓ نے پھر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم والے درجہ پر بیٹھنا شروع کیا۔ دو۔ یعنی حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کبری۔ صحابہ کے مراتب میں حضرت عثمانؓ کا تیسرا مرتبہ ہے۔
گفت۔ حضرت عثمانؓ نے فرمایا کہ اگر تیسرے درجہ پر بیٹھوں گا تو لوگ سمجھیں گے کہ میں عمرؓ جیسا ہوں۔ ور دوم۔ دوسرے درجہ پر بیٹھوں گا تو لوگ حضرت ابو بکرؓ جیسا سمجھیں گے۔

ے ہست۔ اب میں نے آنحضورؐ کے درجہ پر اس لئے بیٹھنا شروع کر دیا کہ مجھے اُن جیسا کوئی سمجھ ہی نہیں سکتا ہے۔ وُدود۔ یعنی حضرت عثمانؓ۔ خاموش۔ حضرت عثمانؓ منبر پر خاموش بیٹھے رہے اور یہ کہہ کر نیچے اُتر آئے تھے کہ تمہارا امیر فعّال ہو یہ اس سے بہتر ہے کہ وہ قوّال ہو۔

ے ہیبتے۔ حضرت عثمانؓ منبر پر خاموش بیٹھے تھے اور کسی کی یہ مجال نہ تھی کہ اُن سے خطبہ دینے کو کہے یا اُٹھ کر چلا جائے اور اس وقت وہ مظہر نورِ خداوندی بنے ہوئے تھے۔ ہر کہ بینا۔ وہ لوگ جنہیں اس نور کے مشاہدہ کی صلاحیت تھی وہ اس کا مشاہدہ کر رہے تھے بقیہ لوگ بھی اسکے اثرات محسوس کر رہے تھے پس۔ اندھا سورج کی گرمی سے سورج کے طلوع کو سمجھتا ہے۔ لیک۔ لیکن اس نور کی گرمی انسان کو بینا بنا دیتی ہے۔ گرمیش۔ اس نور کی

کورؔ[۱] چوں شُد گرم از نورِ قِدَم
جب قدیم نور سے اندھا گرم ہو جاتا ہے

از فرح گوید کہ من بینا شُدم
وہ خوشی سے کہتا ہے کہ میں بینا ہو گیا ہوں

سخت خوش مستی ولے اے بوالحسن
تو بہت اچھا ئست ہے لیکن اے بھلے مانس!

پارۂ راہ است تا بینا شُدن
بینا ہونے تک تھوڑا سا راستہ ہے

ایں نصیبِ کور باشد ز آفتاب
سورج سے نابینا کا یہ حصّہ ہے

صد چنیں وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَاب
اس سے سَو گُنا اور خدا زیادہ بہتر جانتا ہے

وانکہ[۲] اُو آں نُور را بینا بُود
وہ شخص جو اُس نور کو دیکھنے والا ہے

شرح اُو کے کارِ بوسینا بُود
اُس کی تشریح کرنا (شیخ) بو علی سینا کا کام کہاں ہے؟

گر شَوَد صد تُو کہ باشد ایں زباں
اگر زبان سَو گنا ہو جائے تو یہ کون ہوتی ہے؟

کہ بجُنباند بکف پردہ عیاں
کہ ہاتھ سے مشاہدے کے پردے کو ہٹا دے

وائے بر وَے گر بساید پردہ را
اس پر افسوس ہے اگر وہ پردے کو ہٹائے

تیغ اللّٰہی کُنَد دستش جُدا
خدائی تلوار اُس کے ہاتھ کو جُدا کر دیگی

دست چہ بُود خود سَرش را بر کَنَد
ہاتھ کیا ہوتا ہے، خود اسکے سَر کو کاٹ دیگی

آں سَرے کز جہل سَرہا می کُنَد
اُس سَر کو جو جہالت سے شرارتیں کرتا ہے

ایں بتقدیرِ سخن گفتم تُرا
یہ میں نے تجھ سے فرضی بات کہہ دی

ورنہ خود دستش کجا و آں کجا
ورنہ اُس کا ہاتھ کہاں اور وہ (پردہ) کہاں

خالؔ[۳] را خایہ بُدے خالو بُدے
خالہ کے اگر خصیہ ہوتا، وہ خالو ہوتی

ایں بتقدیر ست یعنی گر بُدے
یہ فرضی بات ہے، یعنی اگر ہوتا

از زباں تا چشم کُو پاک از شکست
زبان (کے ذکر) سے آنکھ (کے مشاہدہ) تک جو دو شک سے پاک ہے

صد ہزاراں سال گویم اندکست
اگر میں لاکھوں سال (کی مسافت) کہوں تو کم ہے

ہیں مشو نومید نور از آسماں
خبردار! مایوس نہ ہو آسمان سے نور

حق چو خواہد می رسد یک زماں
جب خدا چاہتا ہے فوراً پہنچ جاتا ہے

صد اثر در کانہا از اختراں
ستاروں کے سینکڑوں اثرات، کانوں میں

می رساند قدرتش در ہر زماں
اُس کی قدرت ہر وقت پہنچاتی ہے

۱ کور: جس میں مشاہدہ کی صلاحیت نہیں ہوتی وہ بھی جس وقت اُس نور سے متاثر ہوتا ہے تو اپنے آپ کو بینا سمجھنے لگتا ہے۔ سخت: جس کو مشاہدہ حاصل نہیں ہے وہ خوشی میں مست ہو کر سمجھتا ہے کہ مشاہدہ حاصل ہو گیا۔ اُس کو خطاب ہے کہ تھوڑی سعی اور محنت کرے تب اِس مقام پر پہنچے گا۔ ایں نصیب: یہ تو اُس شخص کی حالت تھی جس کو مشاہدہ حاصل نہیں، جس کو حاصل ہوتا ہے اُس کی حالت اِس سے سَو گُنی ہوگی۔
۲ وانکہ۔ اُس نور کے مشاہدہ سے جو کیفیت حاصل ہوگی اُس کی تشریح شیخ بو علی سینا بھی اپنی عقل اور فلسفہ کے زور سے نہیں کر سکتا۔ گر شود۔ مقام مشاہدہ، مجاہدہ سے حاصل ہوگا مشاہدہ کا پردہ دلائل سے نہ ہٹے گا۔ وائے۔ جو شخص نبوّت کے واسطے کے بغیر محض عقلی دلائل سے وصول الی اللہ کی کوشش کریگا اُس کیلئے ہلاکت ہے۔ ایں۔ یہ بات کہ اگر کوئی محض عقل کے ہاتھ سے پردے کو ہٹانے کی کوشش کریگا تو خدائی تلوار اُسکا ہاتھ کاٹ دیگی یہ بات میں نے بطور فرض کے کہہ دی ہو ورنہ یہ ہاتھ سے پردہ ہٹانے کی کوشش ممکن ہی نہیں ہے۔
۳ خالہ۔ یہ اسی طرح کی فرضی بات ہے جیسے لوگ کہدیتے ہیں کہ اگر خالہ کے خصیہ ہوتا تو وہ خالو بنجاتی۔ از زبان۔ زبانی دلائل سے مشاہدہ تک پہنچنے میں اگر میں لاکھوں سال کا فاصلہ بتاؤں تو وہ بھی کم ہے۔ ہیں۔ اب مولانا فرماتے ہیں کہ مشاہدہ کی دوری سے گھبرا کر اُس کی کوشش نہ چھوڑ بیٹھنا جب اللہ تعالیٰ اِس فاصلہ کو کم کرنا چاہیں گے تو فوراً کم ہو جائیگا، چاند ستاروں کا زمین سے فاصلہ کروڑوں سال کی مسافت کا ہے لیکن قدرت اُنکی روشنی فوراً زمین تک پہنچا دیتی ہے۔ صد اثر۔ سورج اور چاند کی شعاعیں کانوں میں ہیرے جواہر بناتی ہیں اور وہ اثرات اُن سے کانوں تک فوراً پہنچ جاتے ہیں۔

516

اختر گردوں ظُلَم را ناسخ ست | اختر حق در صفاتش راسخ ست

آسمان کا ستارہ تاریکیوں کو دور کرتا ہے | اللہ (تعالیٰ) کا ستارہ اپنی صفات میں مضبوط ہے

چرخِ پانصد سالہ راہ اے مستعین | در اثر نزدیک آمد با زمیں

اے مدد کے طالب! آسمان پانچسو سال کی مسافت پر | اثر کرنے میں، زمین کے نزدیک ہے

سہ ہزاراں سال و پانصد تا زحل | دمبدم خاصیتش آرد عمل

زحل (ستارے) تک ساڑھے تین ہزار سال کا راستہ ہے | اُس کی خاصیت ہر وقت عمل کر رہی ہے

در ہمش آرد چو سایہ در ایاب | طولِ سایہ چیست پیشِ آفتاب

آنے میں اُس کو سایہ کی طرح درہم برہم کرے | سورج کے سامنے سایہ کی درازی کیا چیز ہے؟

وز نفوسِ پاک اختر وشش مدد | سوئے اخترہائے گردوں می رسد

پاک نفوس کی جانب سے مدد ستاروں کی طرح | آسمان کے ستاروں کی جانب پہنچتی ہے

ظاہر آں اختراں قوامِ ما | باطنِ ما گشتہ قوامِ سما

بظاہر وہ ستارے ہمارے وجود کا باعث ہیں | ہمارا باطن آسمان کی ماہیت بنانے والا ہے

در بیان آنکہ حکمائے طبیعی گویند آدمی عالمِ صغیرست و حکمائے الٰہی گویند آدمی عالمِ کبیرست زیرا کہ علمِ آں حکما بر صورتِ آدمی مقصور بود و علمِ اینہا بر باطنِ آدمی موصول

اس بیان میں کہ حکماءِ فلسفہ کہتے ہیں کہ آدمی عالمِ صغیر ہے اور خدائی حکماء کہتے ہیں کہ آدمی عالمِ کبیر ہے کیونکہ اُن حکماء کا علم آدمی کی صورت پر منحصر تھا اور اِن کا علم آدمی کے باطن سے وابستہ ہے

پس بصورت عالمِ صغریٰ توئی | پس بمعنیٰ عالمِ کبریٰ توئی

صورت کے اعتبار سے تو چھوٹا جہان ہے | باطن کے اعتبار سے تو بڑا جہان ہے

ظاہراً آں شاخ اصلِ میوہ ست | باطناً بہرِ ثمر شد شاخ ہست

بظاہر ٹہنی پھل کی جڑ ہے | حقیقتاً ٹہنی پھل کے لئے وجود میں آئی ہے

گر نبودے میل و امیدِ ثمر | کے نشاندے باغباں بیخِ شجر

اگر پھل کی خواہش اور امید نہ ہوتی | تو باغبان درخت کی جڑ کب بوتا

لہ اختر گردوں۔ جب چاند سورج وغیرہ اپنی روشنی سے زمین کی تاریکیوں کو ہٹاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اپنی صفات میں اُن سے بہت زیادہ مضبوط ہے۔ چرخ۔ آسمان کا زمین سے پانچسو سال کی مسافت کا فاصلہ ہے لیکن زمین پر اثر انداز ہونے میں وہ فاصلہ کچھ بھی نہیں ہے۔ سہ ہزاراں۔ زحل ستارہ جو کہ ساتویں آسمان پر ہے اُسمیں اور زمین میں ساڑھے تین ہزار سال کی مسافت کا فاصلہ ہے لیکن ہر وقت زمین پر اثر انداز ہے۔ در ہمش۔ اللہ کی یہ قدرت ہے کہ اُس زحل کے اثرات کو جبکہ وہ زمین کی طرف لوٹ رہے ہوں درہم برہم کر دے، آفتاب حق کے سامنے ان اثرات کی جو سایہ کیطرح ہیں کیا حقیقت۔ لہ وز نفوس پہلے یہ کہا تھا کہ آسمان کے ستارے ہم پر اثر ڈال رہے ہیں اب فرماتے ہیں کہ جس طرح ستارے اثر انداز ہیں اسیطرح انبیاء اور اولیاء کا وجود ستاروں پر اثر انداز ہے۔ قوام۔ وہ چیز جو کسی چیز کی ماہیت بنائے۔ در بیان۔ حکماء فلاسفہ انسان کو چھوٹا جہان اور دنیا کو بڑا جہان مانتے ہیں اور صوفیاء انسان کو بڑا عالم اور دنیا کو چھوٹا عالم مانتے ہیں اسکی وجہ یہ ہے کہ فلاسفہ کی نظر انسان کے ظاہر پر ہے۔ لہ پس بصورت۔ یعنی انسان تمام کائنات عالم کے نمونوں کا ایک چھوٹا سا مجموعہ ہے۔ عالم کبریٰ۔ چونکہ حقیقت اسماء

الٰہیہ اور حقائقِ کونیہ کا جامع ہے۔ شاخ۔ یعنی عالم۔ ثمر۔ یعنی انسان۔ گر نبودے۔ اگر انسان کی تخلیق قدرت کا منشا نہ ہوتی تو عالم کو نہ پیدا کیا جاتا۔

٥١٦

پس بمعنیٰ آں شجر[1] از میوہ زاد
پس درخت حقیقتاً پھل سے پیدا ہوا ہے

گر بصورت از شجر بودش ولاد
اگرچہ بظاہر درخت سے اس کی پیدائش ہے۔

مصطفیٰ زیں گفت کآدمؑ و انبیاؑ
مصطفیٰؐ نے اسی لئے فرمایا ہے کہ (حضرت) آدمؑ اور انبیاءؑ

خلفِ من باشند در زیرِ لوا
میرے پیچھے جھنڈے کے نیچے ہوں گے

بہرِ[2] ایں فرمودہ است آں ذوفنون
اسی لئے اُن جامعِ کمالات نے فرمایا ہے

رمزِ نَحْنُ الْاٰخِرُوْنَ السَّابِقُوْن
"ہم آخر میں ہیں اور پہلے ہیں" کا اشارہ

گر بصورت من ز آدمؑ زادہ ام
اگرچہ بظاہر میں آدمؑ سے پیدا ہوا ہوں

من بمعنیٰ جدِّ جد افتادہ ام
میں حقیقتاً پردادا واقع ہوا ہوں

کز برائے من بُدش سجدہ ملک
کیونکہ فرشتوں کا انکو سجدہ میرے لئے ہی تھا

وز پئے من رفت بر ہفتم فلک
اور میرے لئے ہی وہ ساتویں آسمان پر گئے

پس ز من زائید در معنیٰ پدر
پس حقیقتاً باپ مجھ سے پیدا ہوا

پس ز میوہ زاد در معنیٰ شجر
اور اصلاً درخت پھل سے پیدا ہوا!

اوّلِ[3] فکر آخر آمد در عمل
ابتدائی فکر عمل و وجود میں آخر میں آتا ہے

خاصہ فکرے کو بود وصفِ ازل
خصوصاً وہ ارادہ جو ازل کی صفت ہو

حاصل اندر یک زماں از آسماں
خلاصہ یہ ہے کہ آسمان سے تھوڑے وقفہ میں

میرود می آید ایدر کارواں
اب قافلہ آتا جاتا ہے

نیست بر ایں کارواں ایں رہ دراز
اس قافلہ پر یہ راستہ دراز نہیں ہے

کے مفازہ زفت آید با مفاز
کامیابی کے ہوتے ہوئے جنگل کب بھاری پڑتا ہے

دل بکعبہ میرود در ہر زماں
ہر وقفہ میں، دل کعبہ کو جاتا ہے

جسم طبعِ دل بگیرد ز امتناں
جسم احسانِ (خداوندی) سے دل کی طبیعت اختیار کرلیتا ہے

ایں دراز و کوتہی مر جسم راست
یہ درازی اور کوتاہی جسم کے لئے ہے

چہ دراز و کوتہ آنجا کہ خداست
جہاں خدا ہے وہاں دراز و کوتاہ کیا ہوتا ہے؟

رجوع کیا ہے کہ ذکر اور مشاہدہ کے فاصلے سے سالک کو گھبرانا نہ چاہیئے اقدرت ان فاصلوں کو کم کردیتی ہے۔ ایدر۔ اب۔ کے مفازہ۔ اگر کامیابی ہوتی ہے تو راہ کا فاصلہ اور دشواری معدوم ہوجاتی ہے۔ دل۔ انسان کا دل ہزاروں میل کا فاصلہ طے کرکے کعبہ میں پہنچ جاتا ہے۔ جسم۔ اللہ کا کرم ہو تو جسم بھی دل کی رفتار اختیار کرلیتا ہے اور بزرگوں سے طیُّ الارض کی کرامت ظاہر ہوجاتی ہے۔ ایں دراز۔ راستہ کی درازی اور کوتاہی جسم کے لئے ہے روح کے لئے نہیں ہے۔

[1] آں شجر۔ تو گویا آدمؑ ان سے پیدا ہوا ہے۔ مصطفیٰؐ۔ حدیث شریف وَاَنَا حَامِلُ لِوَاءِ الْحَمْدِ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ تَحْتَهٗ اٰدَمُ وَ مَنْ دُوْنَهٗ وَلَا فَخْرَ یعنی میں قیامت کے روز لوائے حمد اُٹھانیوالا ہوں جس کے نیچے حضرت آدمؑ اور انکے علاوہ تمام انبیاء ہونگے اور اس پر کوئی فخر نہیں ہے۔ یہ اسی لئے فرمایا ہے کہ آدمؑ اور انکی اولاد کی تخلیق سے مقصود آنحضورؐ کی ذات ہے۔ لوا۔ جھنڈا۔

[2] بہرِ ایں۔ چونکہ مقصود آنحضورؐ کی تخلیق تھی اسی لئے آنحضورؐ نے فرمایا کہ میں اگرچہ آخر میں بھیجا گیا ہوں لیکن چونکہ مقصود اصلی میں ہوں لہٰذا میں پہلے ہوں کسی چیز کی علتِ غائی وجودِ خارجی میں اگرچہ موخر ہوتی ہے لیکن وجودِ ذہنی میں وہ اس چیز سے پہلے موجود ہوتی ہے۔ جدِّ جد۔ چونکہ حقیقتِ آدمؑ کا ظہور حقیقتِ محمدیہؐ سے ہوا ہے۔ کز برائے۔ حضرت آدمؑ مسجودِ ملائکہ اسی لئے بنے کہ انکی پشت میں نورِ محمدیؐ تھا۔ رفت۔ اُن کو معراج اسی لئے کرائی گئی تاکہ وہ نورِ محمدیؐ سے فیض حاصل کرسکیں۔ پدر۔ حضرت آدمؑ۔

[3] اوّلِ فکر۔ ہونیوالی ہر چیز کا فکر اور تصور اس کے وجودِ خارجی سے پہلے ہوتا ہے گھر رہنے کیلئے اور درخت پھل کیلئے وجود میں آتا ہے لیکن انکے تصورات اُن کے وجودِ خارجی سے پہلے [illegible] ہے۔ مولانا نے پھر اصل مضمون کیطرف

چوں[1] خدا اُم جسم را تبدیل کرد
جب خدا نے جسم کو بدل دیا

رفتنش بے فرسخ و بے میل کرد
اُس کا چلنا بے فرسخ اور بے میل کر دیا

صد امیدست ایں زماں بردار گام
اب تو اُمیدیں ہی ہیں، قدم بڑھا

عاشقانہ اے فتیٰ خِلِّ الکلام
عاشقوں کی طرح اے نوجوان! باتیں بنانا چھوڑ دے

گرچہ پیلہ چشم برہم می زنی
اگرچہ تو پلکیں جھپکا رہا ہے

در سفینہ خفتہ رہ میکنی
تو کشتی میں سوتا ہوا سفر کر رہا ہے

تفسیر ایں حدیث کہ مَثَلُ اُمَّتِیْ کَمَثَلِ سَفِیْنَۃِ نُوْحٍ مَنْ
اس حدیث کی تفسیر کہ میری امت کی مثال (حضرت) نوحؑ کی کشتی کی سی ہے جو

تَمَسَّكَ بِهَا نَجَا وَمَنْ تَخَلَّفَ عَنْهَا غَرِقَ
اس سے وابستہ ہوا وہ بچا اور جو اس سے بچھڑا وہ ڈوبا

بہر[2] ایں فرمود پیغمبر کہ من
اسی لئے پیغمبر نے فرمایا ہے کہ میں

ہمچو کشتی ام بطوفانِ زمن
زمانہ کے طوفان میں کشتی کی طرح ہوں

ما و اصحابیم چوں کشتیِ نوحؑ
ہم اور ہمارے ساتھی (حضرت) نوحؑ کی کشتی کی طرح ہیں

ہر کہ دست اندر زند یابد فتوح
جو سہارا پکڑے گا، نجات پا جائے گا

چونکہ با شیخی تو دور از زشتی
جبکہ تو شیخ کے ساتھ ہے، برائی سے دور ہے

روز و شب سیاری و در کشتی
تو دن رات چل رہا ہے، اور تو کشتی میں ہے

در پناہِ جانِ جاں بخشے توئی
تو جان بخشنے والے کی جان کی پناہ میں ہے

کشتی اندر خفتہ رہ میروی
تو کشتی میں سو رہا ہے، راستہ طے کر رہا ہے

مگسل از پیغمبرِ ایامِ خویش
اپنے زمانے کے پیغمبر سے جدا نہ ہو

تکیہ کم کن بر فن و بر گامِ خویش
اپنی تدبیر اور اپنے قدم پر بھروسہ نہ کر

گرچہ[3] شیری چوں روی رہ بے دلیل
اگرچہ تو شیر ہے، جب تو بغیر رہنما کے راستے طے کرے گا

ہمچو روبہ در ضلالی و ذلیل
تو لومڑی کی طرح گمراہی میں ہے اور ذلیل ہے

ہیں مپرا لا کہ با پرہائے شیخ
خبردار! شیخ کے پروں کے بغیر پرواز نہ کر

تا ببینی عونِ لشکرہائے شیخ
تاکہ تو شیخ کے لشکروں کی مدد دیکھے

یک زمانے موجِ لطفش بالِ تست
ایک وقت اس کی مہربانی کی موج تیرا بازو ہے

آتشِ قہرش دمے حمالِ تست
کسی وقت اس کے قہر کی آگ تیری باربردار ہے

---

[1] چوں خدا۔ معراج میں انبیاء کے لئے بھی صورت پیش آتی ہے۔ فرسخ۔ تین میل کا فاصلہ۔ صد امیدست۔ مجاہدہ کرنے والے کو قیل و قال کو ترک کرکے عمل میں لگ جانا چاہیئے خدا سے اُمید ہے کہ وہ مشاہدہ کی منزل تک پہنچا دیگا۔ گرچہ سالک بھی آنکھیں بند کرکے عمل کرے تو منزل تک پہنچ جاتا ہے۔ پیلہ چشم۔ پلکیں۔ سفینہ۔ کشتی۔ انسان کشتی میں بیٹھا ہوا ہو تو اگر وہ سو بھی جائے تب بھی منزل تک پہنچ جائیگا۔

[2] بہر ایں۔ آنحضورؐ اور صحابہ کرامؓ کی سیرت پر عمل کرکے ایک انسان نجات حاصل کرسکتا ہے۔ فتوح۔ کامیابی۔ چونکہ۔ سالک کیلئے شیخ کی صحبت حضرت نوحؑ کی کشتی کا کام کرتی ہے۔ سیار۔ چلنے والا۔ جاں بخشے۔ یعنی شیخ۔ پیغمبر۔ یعنی اُس زمانہ کا شیخ۔

[3] گرچہ۔ سالک خواہ کیسا ہی ہو سلوک بغیر شیخ کے مشکل ہے۔ پرہائے شیخ۔ یعنی شیخ کی توجہ۔ عونِ شیخ کی توجہات سے منزل طے ہوگی۔ یک زمانے شیخ کبھی اپنی صفتِ جمال کے ساتھ تربیت کرتا ہے کبھی صفتِ جلال کے ساتھ، تو شیخ کی نرمی اور سختی دونوں مدارج کی ترقی کا سبب ہوتی ہے۔

قہرِ[1] اُو را ضدِّ لطفش کم شمر
اُس کے قہر کو، اُس کی مہر کی ضد نہ سمجھ

اِتحادِ ہر دو بیں اندر اَثر
اثر میں دونوں کی یکسانیت دیکھ

یک زماں چوں خاک سبزت می کُند
ایک وقت میں وہ تجھے مٹی کی طرح سرسبز کر دیتا ہے

یک زماں پُر باد و گبزت می کُند
ایک وقت میں پُرشوکت اور عالیقدر بنا دیتا ہے

جسمِ عارف را دہد وصفِ جماد
سالک کے جسم کو مٹی کی خاصیت عطا کر دیتا ہے

تا بَرو روید گُل و نسرین شاد
تاکہ اُس پر پھول اور عمدہ گُلِ سیوتی اُگے

لیک اُو بیند نہ بیند غیرِ اُو
لیکن وہی اُس کو دیکھتا ہے اُس کا غیر نہیں دیکھتا ہے

جُز بمغزِ پاک ندہد خُلد بُو
بہشت "پاک مغز (والے)" کے علاوہ کسی کو خوشبو نہیں دیتی ہے

مغز را خالی کُن از اِنکارِ یار
دوست کے اِنکار سے دماغ کو خالی کرلے

تا کہ ریحاں یابی از گلزارِ یار
تاکہ تو دوست کے چمن سے خوشبو سونگھے

تا بیابی بُوئی خلد از یارِ من
تاکہ تو میرے دوست کے ذریعہ بہشت کی خوشبو حاصل کرے

چوں[2] محمدؐ بُوئے رحماں از یَمن
جیسا کہ آنحضورؐ نے یمن سے خدا کی خوشبو حاصل کی،

در صفِ معراجیاں گر بیستی
اگر تو معراج والوں کی صف میں کھڑا ہو گیا

چوں بُراقت برکشاید نیستی
فنا تیرے لئے بُراق کی طرح پَر پھیلا دے گی

نے چو معراجِ زمینے تا قمر
گرد کی قمر تک کی معراج کی طرح نہیں

بلکہ چوں معراجِ کلکے تا شکر
بلکہ نے کے شکر بننے تک کی معراج کی طرح

نے چو معراجِ بُخارے تا سما
دھوئیں کی آسمان تک کی معراج کی طرح نہیں

بل چو معراجِ جنینے تا نُہیٰ
بلکہ پیٹ کے بچے کی عقل تک معراج کی طرح

خوش[3] بُراقے گشت خنگِ نیستی
فنا کا گھوڑا، بہت اچھا بُراق بنا

سُوئے ہستی آرَدت گر نیستی
اگر تو فانی ہے تجھے بقا کی جانب لے آتا ہے

کوہ و دریاہا سُمش مَس می کُند
اُس کے سُم پہاڑ اور دریاؤں کو چھوتے ہیں

تا جہانِ حِسّ را پس می کُند
یہاں تک کہ وہ محسوس دنیا کو پیچھے چھوڑ دیتا ہے

پا بکش در کشتی و می رَو رَواں
کشتی میں قدم رکھو، اور چلا چل

چوں سُوئے معشوق جاں جانِ رواں
جیسا کہ جان معشوق کی طرف جاتی ہو جو روح کی روح ہے

---

[1] قہرِ اُو۔ شیخ کی محبت اور غصہ دونوں کے اثرات مُرید کے لئے مفید ہیں لہٰذا اثر کے اعتبار سے ایک دوسری کی ضد نہیں ہیں۔ چوں خاک۔ یعنی شیخ اپنے قہر سے مُرید کو متواضع بناتا ہے اور اُس میں اَخلاقِ حسنہ کا سبزہ اُگاتا ہے۔ پُر باد۔ یعنی شان و شوکت والا۔ گبز۔ موٹا، فربہ۔ وصفِ جماد یعنی خاکساری۔ لیک۔ مُرید کی اِس روحانی شادابی کو شیخ دیکھتا ہے۔ جُز۔ شیخ کے ساتھ بے اعتقادی فیض سے مانع ہے۔

[2] چوں۔ یہ حضرت اویسؓ قرنی کے قصہ کی طرف اشارہ ہے حضرت اویسؓ یمن میں رہتے تھے اور بڑے عاشقِ رسول تھے لیکن بعض مجبوریوں کی وجہ سے آنحضورؐ کی خدمت میں حاضر نہ ہو سکے تھے آنحضورؐ نے ارشاد فرمایا تھا۔ اِنّی لَاَجِدُ رِیحَ الرَّحْمٰنِ مِنْ قِبَلِ الْیَمَنِ میں یمن کی جانب سے خدا کی خوشبو سونگھتا ہوں۔ یہ آنحضورؐ کا فرمان حضرت اویسؓ کی خوشبو کے بارے میں تھا۔ نیستی۔ یعنی مقامِ فنا۔ نے چو معراج۔ بزرگوں کی صحبت میں جو معراج ہوگی وہ ایسی معراج نہ ہوگی جیسی کہ دھوئیں یا غبار کی معراج آسمان تک ہے بلکہ ایسی بامعنیٰ معراج ہوگی جیسی کہ نے کو معراج حاصل ہو کر اُس میں شکر پیدا ہو جاتی ہے۔

[3] خوش۔ یعنی یہ فنا کا بُراق ایسا ہے کہ اگر تم فنا کا مقام حاصل کر چکو گے تو تمہیں بقا کی طرف لے آئے گا یعنی سیرِ عروجی کے بعد سیرِ نزولی ہوگی اور تم پھر اپنی ہستی میں آجاؤ گے۔ کوہ۔ فنا کا مقام حاصل ہو جانے پر سالک دنیا سے بے نیاز ہو جاتا ہے۔ پا بکش۔ شیخ کی صحبت میں جو سیر ہوتی ہے وہ ایسی ہی ہوتی ہے جس طرح جان معشوق کی طرف کھنچتی ہے

دستؔ نے و پائے نے رو تا قِدم — آنچناں کہ تاختت جانہا از عدم

بغیر ہاتھ اور بغیر پاؤں کے قدیم کی طرف چل — جس طرح کہ روحیں عدم سے دوڑ آئیں

بر دریدے در سخن پردہ قیاس — گر نبودے سمعِ سامع را نعاس

(یہ تقریر) بات میں قیاس کا پردہ چاک کر دیتی — اگر سننے والے کی سماعت پر اونگھ نہ طاری ہوتی

اے فلک بر گفتِ اُو گوہر ببار — از جہانِ اُو جہاناً شرم دار

اے آسمان! اُس کی گفتگو پر موتی برسا — اے دنیا! تو اُس کے جہان سے شرم کر

گرؔ بباری گوہرت شش تا شود — جامدت گوئندہ و بینا شود

اگر تو موتی برسائے وہ چھ گنا ہو جائینگے — تیرا بے جان بولنے والا اور دیکھنے والا ہو جائیگا

پس نثارے کردہ باشی بہرِ خود — چونکہ ہر سرمایۂ تو صد شود

تو تیرا نچھاور خود تیرے لئے ہوگا — جبکہ تیرا ہر سرمایہ سو گنا ہو جائے گا

ہمچو آں ہدیہ کہ بلقیس از سبا — بر سلیمانؑ می فرستاد اے کیا

اُس ہدیہ کی طرح جو بلقیس نے سبا سے — (حضرت) سلیمانؑ کے پاس بھیجا اے عقلمند!

قصۂ ہدیہ فرستادنِ بلقیسؓ از شہرِ سبا بسوئے سلیمان علیٰ نبینا و علیہ السّلام

بلقیس کا شہر سبا سے سلیمانؑ کو ہدیہ بھیجنے کا قصہ اُن پر اور ہمارے نبی پر سلام ہو

ہدیۂ بلقیس چل اشتر بُدست — بارِ آنہا جملہ خشتِ زر بُدست

بلقیس کا ہدیہ چالیس اونٹ تھے — جن کا بوجھ سب سونے کی اینٹیں تھا

چوں بصحرائے سلیمانی رسید — فرشِ آں را جملہ زرِ پختہ دید

جب وہ (قافلہ حضرت) سلیمانؑ کے علاقہ میں پہنچا — اُس کا تمام فرش خالص سونے کا دیکھا

بر سرِ زر تا چہل منزل براند — تا کہ زر را در نظر آبے نماند

چالیس منزل تک سونے پر چلتا رہا — یہانتک کہ (اسکی) نظر میں سونے کی وقعت نہ رہی

بارہا گفتند زر را وا بریم — سوئے مخزن ما چہ بیکار اندریم

انھوں نے بارہا کہا سونے کو واپس لیجائیں — خزانے میں، ہم کس بیکار کام میں لگے ہیں؟

عرصۂ کش خاک زرِ دہ دہی ست — زر بہدیہ بُردن آنجا ابلہی ست

وہ علاقہ جس کی زمین خالص سونا ہے — وہاں تحفہ میں سونا لے جانا بیوقوفی ہے

لہ دستؔ نے۔ اِس سیر میں ہاتھ پاؤں کام میں نہیں آتے اور یہ سیر ایسی ہے جیسے روح کی سیر عدم سے وجود کی طرف ہوتی ہے۔ بر دریدے مولانا فرماتے ہیں کہ یہ عروج و نزول اور فنا و بقا کی تقریر اِس درجہ کی ہے کہ اِس کے بعد کسی عقلی دلیل کی ضرورت نہو اگر سننے والا ہوش و حواس سے اُس کو سُنے۔ نُعاس۔ اُونگھ۔ اے فلک۔ یہ اِسقدر پُرحقائق تقریر ہے کہ اِس پر آسمان کو موتی برسانے چاہئیں اور عالمِ ظاہر کو اِس عالمِ معنی سے شرم کرنی چاہیئے۔

ے گر بباری۔ گوہر نثاری میں خود آسمان کا فائدہ ہے اُس کے موتی چھ گنا ہو جائینگے اور اُس کی بے جان مخلوق گویا اور بینا بن جائیگی یعنی مُرید جس قدر بھی اعتقاد کے موتی برسائے گا اُس میں خود اُس کا فائدہ ہے اب اسی مناسبت سے مولانا بلقیس کا قصہ نقل کرتے ہیں۔

ے بلقیس۔ یہ یمن میں شہر سبا کی ملکہ تھیں حضرت سلیمانؑ کو انھوں نے ہدیہ بھیجا تھا۔ چل۔ چالیس خشتِ زر سونے کی اینٹیں زرِ پختہ۔ خالص سونا۔ بر سرِ زر۔ حضرت سلیمانؑ کے معجزے سے ایسا ہوا تھا۔ آب۔ رونق۔ گفتند یعنی ہدیہ لانیوالوں نے کہا۔ مخزن یعنی حضرت بلقیس کا خزانہ۔ زرِ دہ دہی۔ خالص سونا۔ ابلہی بیوقوفی۔

اے برُدہ عقلِ[1] ہدیہ تا اِلٰہ | عقل آنجا کمترست از خاکِ راہ
اے عقل کا ہدیہ اللہ کی جانب لیجانے والے | وہاں عقل راستہ کی مٹی سے (بھی) کم ہے

چوں کسادِ ہدیہ آنجا شُد پدید | شرمساری شاں ہمی واپس کشید
جب تحفہ کا گھٹیا پن وہاں کھل گیا | شرمندگی نے اُن کو واپس لوٹایا

باز گفتند از کساد و از رَوا | چیست بر ما بندہ فرمانیم ما
پھر انھوں نے کہا گھٹیا پن اور بڑھیا پن سے | ہمیں کیا ہم تو حکم کے غلام ہیں

گر زر و گر خاک مارا بُردنی ست | امرِ فرمانندہ بجا آوردنیست
خواہ سونا ہے خواہ مٹی ہمیں لے جانا ہے | حاکم کا حکم بجا لانا ہے

گر بفرمایند کیں واپس بُرید | ہم بفرماں تحفہ را باز آورید
اگر وہ حکم دیں کہ اِس کو واپس لے جاؤ | حکم ہی سے تحفہ واپس لے آؤ

امرِ و فرماں را ہمی باید شُنید | تا بدانجا ہدیہ را باید کشید
حکم اور فرمان کو سننا چاہئے | وہاں تک ہدیہ کو لے جانا چاہئے

خوش رَواں گشتند با ہدیہ رَواں[1] | تا بتختِ آں سلیمانِ جہاں
ہدیہ کے ساتھ تیزی سے روانہ ہوگئے | اُس شاہِ جہاں کے تخت کی جانب

خندہ[2] اش آمد چوں سلیماں آں بدید | کز شما من کے طلب کردم مزید
جب (حضرت) سلیمان نے وہ دیکھا انکو ہنسی آئی | میں نے تم سے مزید (ایمان کے علاوہ) کب طلب کیا تھا؟

من نمی گویم مرا ہدیہ دہید | بلکہ گفتم لائقِ ہدیہ شوید
میں نے نہیں کہا کہ مجھے ہدیہ دو | بلکہ میں نے کہا کہ ہدیہ کے لائق بنو

کہ مرا از غیب نادر ہدیہاست | کہ بشر آں را نیارد نیز خواست
کیونکہ میرے لئے غیب سے انوکھے ہدیے ہیں | کہ انسان اُن کی تمنا بھی نہیں کرسکتا

می[3] پرستید اختری کو زر کند | رُو بأو آرید کو اختر کند
تم ستارے کو پوجتے ہو کیونکہ وہ سونا بناتا ہے | تم اُس کی طرف رُخ کرو جو ستارہ بناتا ہے

می پرستید آفتابِ چرخ را | خوار کردہ جانِ عالی نرخ را
تم آسمان کے سورج کو پوجتے ہو | تم نے گرانقدر جان کو ذلیل کردیا

[1] عقل ہدیہ یعنی اللہ کے معاملہ میں عقلی باتیں ایسی ہی بیکار ہیں جیسا کہ حضرت بلقیس کا ہدیہ۔ واپس کشید۔ یعنی ہدیہ لانے والے شرمندہ ہوئے اور انھوں نے ہدیہ واپس لے جانا چاہا۔ باز گفتند۔ یعنی پھر انھوں نے آپس میں کہا کہ ہمیں ہدیہ کے اچھے اور بُرے ہونے سے کوئی بحث نہ ہونی چاہئے ہم تو حکم کے تابع ہیں فرمانندہ۔ حاکم۔ گر بفرمایند یعنی اگر حضرت سلیمانؑ قبول نہ کریں گے۔ رواں۔ دوسرا لفظ پہلے لفظ کی تاکید ہے۔ سلیمانِ جہاں۔ یعنی شاہِ جہاں۔

[2] خندہ حضرت سلیمانؑ اس مال کو دیکھ کر ہنسے اور فرمایا میں نے صرف ایمان طلب کیا ہے مال طلب نہیں کیا ہے۔ مزید یعنی مال۔ من نمی گویم۔ حضرت سلیمانؑ نے فرمایا آتونی مسلمین میرے پاس مسلمان ہوکر آجاؤ۔ لائقِ ہدیہ۔ یعنی مسلمان ہوجاؤگے تو ہدیہ دینے کے قابل بن جاؤگے۔ کہ مرا۔ میں دنیا کی دولت کے ہدیوں سے بے نیاز ہوں خدا نے مجھے ایسی دولتیں عنایت کردی ہیں کہ کوئی انسان حاصل کرنا تو درکنار اُن کی آرزو بھی نہیں کرسکتا۔

[3] می پرستید چونکہ سورج کی شعاعوں سے کانوں میں سونا بنتا ہے اسلئے تم سورج کی پرستش کرتے ہو، تمہیں تو اُس خدا کو پوجنا چاہئے جس نے سورج کو بنایا ہے۔ خوار کردہ۔ تمام کائنات اللہ تعالیٰ نے انسان کے لئے بنائی ہے تو وہ انسان کی خادم ہے نہ کہ معبود ایسی چیزوں کو پوجنا انسان کا اپنے آپ کو ذلیل کرنا ہے۔

522

آفتاب از امرِ حق طبّاخ[1] ماست
سورج خدا کے حکم سے ہمارا باورچی ہے

ابلہی باشد کہ گوییم اُو خداست
میں اُس کو خدا کہوں تو حماقت ہو گی

آفتابت گر بگیرد چوں کُنی
تیرا سورج گہن میں آ گیا تو تو کیا کریگا؟

آں سیاہی زو تو چوں بیروں کُنی
تو اُس کالک کو اُس سے کیسے ہٹائے گا!

نے بدرگاہِ خدا آری صُداع
کیا خدا کے دربار میں (اس) دردِ سر کو پیش کریگا؟

(کہ) ایں سیاہی را ببر وادِہ شعاع
(کہ) اِس کالک کو دور کر دے شعاع واپس کر دے

گر کُشندت[2] نیم شب خورشید کُو
اگر تجھے آدھی رات میں قتل کریں، سورج کہاں ہے؟

تا بنالی یا اَماں خواہی ازُو
تاکہ تو اُس سے فریاد کرے یا امان چاہے

حادثات اغلب بشب واقع شود
حادثے عموماً رات میں ہوتے ہیں

واں زماں معبودِ تو غائب بُود
اُس وقت تیرا خدا غائب ہوتا ہے

سوئے حق گر راستانہ خم شوی
تو اگر سچائی سے اللہ (تعالیٰ) کی جانب جھکے

وارہی از اختراں محرم شوی
تو ستاروں سے نجات پا جائے، محرمِ راز بن جائے

چوں شوی محرم کشایم با تو لب
جب تو محرم بن جائے میں تیرے سامنے لب کشائی کروں گا

تا بہ بینی آفتابے نیم شب
تاکہ تو آدھی رات میں سورج دیکھ لے

جز روانِ پاک اُو را شرق نے
پاک روح کے سوا اُس کا مشرق نہیں ہے

در طلوعش روز و شب را فرق نے
اُس کے طلوع کے لئے دن رات کا فرق نہیں ہے

روز[3] آں باشد کہ اُو شارق شود
دن وہ ہوتا ہے جب وہ طلوع کر آئے

شب نماند شب چو اُو بارق شود
جب وہ چمکتا ہے رات، رات نہیں رہتی ہے

چوں نماید ذرہ پیشِ آفتاب
جس طرح ذرہ سورج کے سامنے نظر آتا ہے

خور چُناں باشد دراں انوارِ پاک
اُن پاک تجلیوں میں سورج ایسا ہی ہوتا ہے

آفتابے را کہ رخشاں می شود
وہ سورج کہ جب وہ چمکتا ہے

دیدہ پیشش کند حیراں می شود
آنکھیں اُس کے سامنے خیرہ اور حیران ہو جاتی ہیں

ہمچو ذرہ بینیش در نورِ عرش
تو عرش کے نور میں اُس کو ذرہ جیسا دیکھے گا

پیشِ نورِ بیحدِ موفورِ عرش
عرش کے بے حد اور گھنے نور کے مقابلہ میں

آفتابے۔ یہ دنیاوی سورج جو نگاہوں کو خیرہ کرتا ہے نورِ عرش کے مقابلہ میں ذرہ اور خوار و مسکین اور ناپائیدار ہے۔

[1] طبّاخ۔ پکانیوالا، سورج کی شعاعوں سے کھیتیاں اور تمام پھل پکتے ہیں۔ مگر جبکہ وہ سورج گرہن میں آجاتا ہے تو ایسی ناقص اور مجبور چیز کو پوجنا کیا عقلمندی ہے۔ نے بدرگاہ۔ گرہن کے دور کرنے کیلئے تو خدا سے دعا کرتا ہے تو ایسی بے بس مخلوق کو پوجنے سے کیا فائدہ۔

[2] گر کُشندت۔ رات کو سورج غائب ہوتا ہے تو رات میں اگر مصیبت آئی تو کس کو پکارے گا، رات ہی میں عموماً حوادث پیش آتے ہیں۔ سوئے حق مخلوق کو چھوڑ کر اگر تو خالق کے سامنے سجدہ ریز ہوگا تو مصائب سے نجات پالیگا اور کائنات کا محرمِ راز بن جائیگا۔ چوں شوی۔ جب تو محرمِ راز بن جائیگا تو میں تجھے اَسرار بتاؤں گا پھر تجھے اُس سورج کا مشاہدہ ہوگا جو آدھی رات میں بھی موجود ہے۔ جز۔ اُس کا مظہر صرف پاک روح ہے اور وہ ہر وقت موجود ہے۔

[3] روز۔ دنیاوی دن کوئی چیز نہیں، دن تو وہ ہے جب وہ آفتابِ حقیقت طلوع کرے اگر وہ رات میں بھی تجلی ڈال دے تو رات، رات نہیں رہتی۔ چوں۔ جس طرح دنیاوی سورج کے مقابلہ میں ذرہ بے حقیقت ہے اسی طرح آفتابِ حقیقت کے مقابلہ میں یہ سورج بے حقیقت ہے۔

خوار و مسکیں بینی اُو را بے قرار
تو اُس کو ذلیل اور مسکین اور نہ ٹھہرنے والا دیکھے گا

دیدہ را قوت شدہ از کردگار
آنکھ کو اللہ (تعالیٰ) کی جانب سے قوت حاصل ہوگئی ہو

کیمیائے کہ ازو یک ماثرے
وہ کیمیا جس کا ایک اثر ہے کہ

بر دُخاں افتاد و گشت آں اخترے
دھوئیں پر پڑی اور وہ ستارہ بن گیا

نادر اکسیرے کہ از وَے نیم تاب
وہ عجیب اکسیر کہ اُس کی آدھی چمک

بر ظلامے زد بگردش آفتاب
تاریکی پر پڑی اُس کو سورج بنا دیا

بوالعجب میناگرے کز یک عمل
وہ کیمیاگر عجیب ہے کہ ایک عمل سے

بست چندیں خاصیت را بر زُحل
زُحل (ستارے) میں اِس قدر خاصیتیں پیدا کر دیں

باقی اختر ہائے و گوہر ہائے جاں
بقیہ ستاروں اور جان کے جواہر کو

ہم بریں مقیاس اے طالب بداں
اے طالب! اِسی پیمانے سے سمجھ لے

دیدۂ حِسی زبونِ آفتاب
حِسی آنکھ سورج سے مغلوب ہے

دیدۂ ربانی جُوی و بیاب
خدائی آنکھ تلاش کر اور حاصل کرلے

تا زبوں گردد بہ پیشِ آں نظر
تاکہ اُس نظر کے سامنے مغلوب ہو جائیں

شعشعاتِ آفتاب با شرر
چنگاریوں بھرے سورج کی شعاعیں

کاں نظر نوری و ایں ناری بود
کیونکہ وہ نظر نوری اور یہ ناری ہوتی ہے

نار پیشِ نور بس تاری بود
آگ، نور کے سامنے بہت تاریک ہو جاتی ہے

کراماتِ و نورِ شیخ عبداللہ مغربی قدس سرہٗ

شیخ عبداللہ مغربی قدس سرہٗ کا نور اور کرامات

گفت عبداللہ شیخِ مغربی
شیخ عبداللہ مغربی نے فرمایا

شصت سال از شب ندیدم من شبی
ساٹھ سال سے میں نے رات کی تاریکی نہیں دیکھی

من ندیدم ظلمتے در شصت سال
میں نے ساٹھ سال میں کوئی تاریکی نہیں دیکھی

نے بروز و نے بہ شب از اعتدال
اعتدال کی بدولت نہ دن میں نہ رات میں

صوفیاں گفتند صدقِ قالِ اُو
صوفیوں نے کہا ہے کہ اُن کی بات کی تصدیق کیلئے

شب ہمی رفتیم در دُنبالِ اُو
ہم رات کو اُن کے پیچھے چلے

لہ دیدہ۔ اس قدر شدید نور کو دیکھنے کی خدا طاقت عطا فرما دیتا ہے اور انسان اُس کا مشاہدہ کر لیتا ہے۔ کیمیائے۔ وہ آفتاب حقیقت ایسی کیمیا ہے کہ اُس کے اثر سے دھوئیں سورج بن گیا قرآن پاک میں مذکور ہے کہ ایک مادہ دھوئیں کی شکل میں تھا جس سے آسمان بنایا گیا ہے تو ظاہر ہے اسی سے آسمانی کائنات بھی بنی ہے۔ نادر۔ یہ خدا کی کیمیاگری ہے کہ اُس نے دھوئیں سے سورج بنا دیا۔ میناگر۔ شیشہ بنانے والا چونکہ آسمان کانچ کی طرح صاف و شفاف ہے اس لئے یہاں لفظ میناگر سے اللہ تعالیٰ کا استعارہ کیا ہے۔ زحل۔ یہ ستارہ سب ستاروں سے بلند ساتویں آسمان پر ہے۔

لہ باقی۔ جس طرح آسمان اور سورج اللہ تعالیٰ کی کاریگری سے بنے ہیں اسی طرح روح کے موتیوں کو بھی سمجھ لو۔ دیدۂ حسی۔ جسمانی آنکھ تو اس سورج کو بھی نہیں دیکھ پاتی ہے، مشاہدۂ حق کے لئے ربانی آنکھ کی ضرورت ہے۔ تا زبوں۔ جسمانی آنکھ سورج سے مغلوب ہے ربانی آنکھ سے سورج مغلوب ہو جاتا ہے۔ شعشعات بمعنی چمک۔ کاں نظر۔ ربانی آنکھ نورانی ہے اور جسمانی آنکھ ناری ہے، نار، نور کے بالمقابل تاریک ہو جاتی ہے۔

لہ کرامات۔ شیخ عبداللہ مغربی کی اِس کرامت سے ربانی آنکھ کے حالات بیان کئے ہیں۔ شبی۔ یعنی رات پنا اور اندھیرا۔ اعتدال یعنی روحانی اعتدال۔ صوفیاں۔ صوفیوں نے بیان کیا ہے کہ اُن کو آزمانے کے لئے ہم آدھی رات میں اُن کے پیچھے چل پڑے۔ دُنبال۔ پیچھے

524

دَر بیابانہائے پُر از خار و گو[۱] — اُو چو ماہِ بدر مارا پیش رَو

گڑھوں اور کانٹوں سے بھرے جنگلوں میں — وہ چودھویں کے چاند کی طرح ہم سے آگے تھے

رُوی پَس ناکردہ میگفتے بشب — ہیں گو آمد مَیل کُن دَر سُوی چپ

رات میں، منھ موڑے بغیر کہتے تھے — خبردار! گڑھا آگیا بائیں جانب مُڑ جا

باز گفتے بعد یک دم سُوی است — مَیل کُن زیرا کہ خارے پیش پاست

پھر تھوڑی دیر کے بعد کہتے دائیں جانب — مُڑ جا، کیونکہ پاؤں کے نیچے کانٹا ہے

روز گشتہ پایِ بوسش گشتہ ما — زانکہ بُودش پاک از گِل ہر دو پا

دن نکلے ہم اُن کے پاؤں چومنے والے ہوگئے — کیونکہ اُن کے دونوں پاؤں مٹی سے صاف تھے

روز گشتہ پاش را با پائے بوس — گشتہ پاہایش چو پاہائے عُروس

دن نکلے اُن کے پاؤں چومنے کی وجہ سے — اُن کے پاؤں دُلہن کے پاؤں کی طرح تھے

نے ز خاک[۲] و نے ز گِل بر وَے اثر — نز خراشِ خار و آسیبِ حجر

اُن پر نہ خاک کا نشان تھا نہ مٹی کا نشان — نہ کانٹے کی خراش کا (نشان تھا) اور نہ پتھر کی چوٹ کا

مغربی را مشرقی کردہ خدای — کردہ مغرب را چو مشرق نور زای

اللہ تعالیٰ نے مغربی کو مشرقی بنا دیا تھا — مغرب کو مشرق کی طرح نور پیدا کرنے والا بنایا تھا

نورِ ایں شمسِ شموس فارس ست — روزِ خاص و عام را اُو حارس ست

ستاروں کے اِس سورج کا نور تیز رَو ہے — عوام و خواص کے دن کا وہ نگہبان ہے

چوں نباشد حارس آں نورِ مجید — کہ ہزاراں آفتاب آرد پدید

وہ نورِ اعظم کیوں نگہبان نہ ہوگا؟ — جو ہزاروں سورج پیدا کردے

تو بنورِ اُو ہمی رَو در اماں — در میانِ اژدہا و کژدماں

تو اطمینان سے اُس کے نور کیساتھ چلا جا — اژدھوں اور بچھوؤں میں

پیشِ[۳] پیشت می رَوَد آں نورِ پاک — می کُند ہر رہزنے را چاک چاک

وہ پاک نور تیرے آگے آگے چلے گا — وہ ہر رہزن کے ٹکڑے ٹکڑے کردیتا ہے

یَوْمَ لَا یُخْزِی النَّبِیَّ را راست دل — نُورِ یَسْعٰی بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ بخواں

یَوْمَ لَا یُخْزِی النَّبِیَّ کو سچ سمجھ — نُورِ یَسْعٰی بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ بڑھ لے

---

۱ گو۔ گڑھا۔ بدر۔ چودھویں کا چاند۔ رُوی۔ یعنی وہ تاریک رات میں آگے آگے چل رہے تھے۔ اور بغیر منھ موڑے پیچھے چلنے والوں کو گڑھے اور کانٹے سے بچنے کی ہدایت کر رہے تھے یعنی اُن کو پیچھے کی چیزیں بھی آنکھ میں نظر آرہی تھیں۔ روز گشتہ۔ یعنی دن نکلنے پر ہم نے اُن کی مزید کرامت یہ دیکھی کہ اُن کے پاؤں پر مٹی بھی نہ لگی تھی تو ہم نے از راہِ عقیدت اُنکے پاؤں چومے۔

۲ نے ز خاک۔ اُنکے پاؤں پر کانٹے اور پتھر کا کوئی نشان نہ تھا حالانکہ وہ کانٹوں اور پتھروں پر چلے تھے۔ مغربی۔ یعنی مغرب کا رہنے والا جہاں سورج کی روشنی نہیں ہے مشرقی یعنی مشرق کا رہنے والا جہاں سورج کی روشنی پھیلی ہوئی ہو۔ مغرب۔ غروبِ آفتاب کے بعد اندھیرا ہوجاتا ہے مشرق۔ طلوعِ آفتاب کے بعد روشنی پھیل جاتی ہے۔ شموس یعنی ستارے۔ فارس۔ تیز رو۔ حارس۔ نگہبان۔ نورِ مجید۔ ذاتِ حق۔ بنورِ او۔ یعنی نورِ حق۔

۳ پیش پیش۔ خدائی نور سالک کے آگے آگے چلتا ہے اور اُس کو مہلکات سے بچاتا ہے۔ یوم قرآن پاک میں ہے یَوْمَ لَا یُخْزِی اللّٰهُ النَّبِیَّ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ نُوْرُهُمْ یَسْعٰی بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ وَبِاَیْمَانِهِمْ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا یہ وہ دن ہوگا جبکہ اللہ پیغمبر کو اور اُن لوگوں کو جو اُس کے ساتھ ایمان لائے ہیں رُسوا نہ کرے گا اُن کے ایمان کی روشنی اُن کے آگے آگے اور اُن کے دائیں جانب چل رہی ہوگی، دعائیں کرتے جاتے ہوں گے کہ اے ہمارے پروردگار ہماری اس روشنی کو ہمارے لئے آخر دم تک قائم رکھ۔

گر چہ[۱] گردد در قیامت آں فزوں ۔۔۔ از خدا اینجا بخواہید آزموں
وہ نور اگرچہ قیامت میں بڑھ جائے گا ۔۔۔ آزمانے کے لئے یہاں بھی خدا سے مانگ لو

کو بہ بخشد ہم بمیغ و ہم بماغ ۔۔۔ نورِ جاں واللہ اعلم بالبلاغ
کیونکہ وہ ابر کو بھی اور کہر کو بھی بخشتا ہے ۔۔۔ جان کا نور، اور خدا پہنچانے کو زیادہ جانتا ہے

باز گردانیدنِ سلیمان علیہ السلام رسولانِ بلقیس را باآں ہدیہا کہ آوردہ بودند سوئے بلقیس و دعوتِ سلیمان بلقیس را بایمان و ترکِ آفتاب پرستی

حضرت سلیمان علیہ السلام کا بلقیس کے قاصدوں کو مع اُن ہدیوں کے جو وہ لائے تھے واپس کردینا بلقیس کی جانب، اور حضرت سلیمانؑ کا بلقیس کو ایمان لانے اور سورج پرستی کے چھوڑنے کی دعوت دینا

باز گردید اے رسولانِ خجل ۔۔۔ زر شما را، دل بما آرید دل
اے شرمندہ قاصدو! واپس ہو جاؤ ۔۔۔ سونا تمہارا ہے، ہمارے لئے دل لاؤ دل

ایں[۲] زرِ من بر سرِ آں زر نہید ۔۔۔ کوریِ تن فرجِ استر را دہید
میرے اس سونے کو اُس سونے پر رکھ دو ۔۔۔ جسم کے اندھے پن کو خچری کی شرمگاہ کے حوالے کردو

فرجِ استر لائقِ حلقہ زرست ۔۔۔ زرِ عاشق روئے زرد و اصفرست
خچری کی شرمگاہ سونے کے کڑے کے لائق ہے ۔۔۔ عاشق کا سونا، زرد اور پیلا چہرہ ہے

کہ نظرگاہِ خداوندست آں ۔۔۔ کہ نظر اندازِ خورشیدست کاں
کیونکہ وہ خدا کی نظر گاہ ہے ۔۔۔ کان، سورج کی نظر گاہ ہے

کو نظرگاہِ شعاعِ آفتاب ۔۔۔ کو نظرگاہِ خداوندِ لباب
کجا سورج کی شعاع کی نظر گاہ؟ ۔۔۔ کجا عقلوں کے آقا کی نظر گاہ؟

از گرفتِ[۳] من زجاں اسپر کنید ۔۔۔ گرچہ اکنوں ہم گرفتارِ منید
میری گرفت سے جان کی ڈھال بنا لو ۔۔۔ اگرچہ اب بھی تم میری گرفت میں ہو

مرغِ فتنہ دانہ بر بام ست او ۔۔۔ پر گشادہ بستہ دام ست او
دانہ کا عاشق پرندہ، بالاخانہ پر ہے ۔۔۔ پر کھولے ہوئے، وہ جال میں پھنسا ہوا ہے

معنی کے اعتبار سے شعر کا ترجمہ کیا جا سکتا ہے۔ فتنہ دانہ۔ دانہ کا دیوانہ، یعنی وہ پرند جو دانہ کے لالچ میں ہے اگرچہ وہ بالاخانہ پر پر کھولا بیٹھا ہے لیکن انجام کے اعتبار سے وہ جال میں پھنسا ہوا ہے یہ شعر پہلے شعر کے دوسرے مصرع کی تشریح ہے۔

[۱] گرچہ۔ اگرچہ اس نور میں قیامت میں اضافہ ہوگا لیکن یہاں بھی اس کے اضافہ کی دعا کر کے دیکھو۔ کیونکہ جب وہ غیر جاندار چیزوں کو نور عنایت کر دیتا ہے تو اشرف المخلوقات کو کیوں عطا نہ کرے گا۔
خجل۔ شرمندہ، ہدیہ لانیوالے حضرت سلیمانؑ کے یہاں سونے کی ارزانی کو دیکھ کر سونے کا ہدیہ دینے پر شرمندہ ہو رہے تھے۔ دل۔ اللہ تعالیٰ کے دربار میں سونے اور چاندی سے کام نہ چلے گا دل کی سلامتی کام آئے گی۔
[۲] ایں زر من۔ یعنی یہاں سے اور سونا لے جاؤ تاکہ تمہاری حرص کو تسکین ہو۔ کوریِ تن۔ جسم کی بے بصیرتی کو اپنے آپ سے دور کر کے کسی گندی جگہ پھینک دو۔ فرجِ استر۔ خچری اگر حاملہ ہو جائے تو بچہ کی پیدائش میں عموماً مر جاتی ہے لہٰذا اس کی شرمگاہ پر سونے کا حلقہ ڈال دیا جاتا تھا تاکہ وہ حاملہ نہ ہو سکے۔ عاشق۔ عاشق کی گرفتگی اور چہرے کی زردی اس کی زینت ہے۔ کو۔ عاشق کے چہرے کی زردی خدا کی نظر گاہ ہے اور سونے کی کان سورج کی نظر گاہ ہے جس کی وجہ سے کان میں سونا تیار ہوتا ہے لہٰذا عاشق کے چہرے کی زردی بدرجہا افضل ہے۔
[۳] گرفتِ من۔ ایمان کی پابندی۔ جہاد کا عنوان دو طرح

[۵] آغ۔ گھر، وہ مخلوقات جو جاندار نہیں ہیں ان سے ڈھیروں کی طرح آواز نکلتی ہیں۔

چوں بدانہ داد اُو دل را بجاں — ناگرفتہ مرُورا بگرفتہ داں
چونکہ اُس نے دل کو جان سے دانہ کو دیدیا ہے — بغیر گرفتاری اُس کو گرفتار سمجھ

آں نظر[1] کہ سوئے دانہ می کُند — آں گرہ داں کو بپا بر میزند
وہ نگاہ جو وہ دانہ پر ڈالتا ہے — اس کو وہ گرہ سمجھ جو وہ پاؤں پر لگاتا ہے

دانہ گوید گر تو می دُزدی نظر — من ہمی دُزدم ز تو صبر و مقر
دانہ کہتا ہے اگرچہ تو نظریں چُراتا ہے — میں تجھ سے صبر و قرار چُرا رہا ہوں

چوں کشانید آں نظر ایں سُو ترا — پس مداں از خویشتن غافل مرا
جب تجھے اُس نظر نے اِس جانب کھینچ لیا — تو مجھے تو اپنے سے غافل نہ سمجھ

چوں کشیدت آں نظر اندر پیَم — پس بدانی کز تو من غافل نیَم
جب تجھے وہ نظر میرے پیچھے لگا رہی ہے — تو یہ سمجھ لے کہ میں تجھ سے غافل نہیں ہوں

قصہ[2] عطارے کہ سنگِ ترازوئے اُو از گل سرشوی بوُد و دُزدیدنِ مشتری گِل خوار ازاں گِل ہنگامِ سنجیدنِ شکر و دیدنِ عطار آں را و نادیدہ کردن

اُس عطار کا قصہ کہ جس کی ترازو کا باٹ ملتانی مٹی کا تھا اور شکر تولنے کے وقت مٹی کھانے والے خریدار کا اُس مٹی میں سے چوری کرنا اور عطار کا اُس کو دیکھنا اور اَن دیکھا کر دینا

پیشِ عطارے یکے گِلخوار رفت — تا خرد ابلوج و قندِ خاص و زفت
ایک عطار کے پاس ایک مٹی خور گیا — تاکہ سفید، خاص قند، عمدہ خریدے

پس برِ عطارِ طرّارِ[3] دودل — موضعِ سنگِ ترازو بُود گِل
اس منافق چالاک عطار کے پاس — باٹ کی بجائے مٹی تھی

گفت عطار اے جواں ابلوج من — ہست نیکو لیکن آں کف بے سخن
عطار نے کہا اے جواں! میری شکر — بلا مبالغہ، لا کلام عمدہ ہے

لیک گِل سنگِ ترازوئے منست — گر ترا میلِ شکر بخریدن ست
لیکن میری ترازو کے باٹ مٹی کے ہیں — اگر تجھے خریدنے کی خواہش ہے

گفت ہستم در مہمے قند جُو — سنگِ میزاں ہر چہ خواہی باش گو
اس نے کہا میں ایک ضرورت میں شکر کی جستجو میں ہوں — ترازو کے باٹ جو بھی ہوں

---

[1] آں نظر۔ اُس کی للچائی ہوئی نظر دراصل اُس کے پاؤں کی گرہ ہے۔ دانہ۔ وہ دانہ کو دزدیدہ نظروں سے دیکھ رہا ہے اور وہ دانہ اُس کے صبر و قرار کو چرا رہا ہے۔ چوں۔ جب لالچی نظر پرند کو دانہ کی جانب کھینچ لائی ہے تو پرند کو سمجھنا چاہیے کہ شکاری اُس سے غافل نہیں ہے وہ اُس کو پھانس لے گا۔

[2] قصہ۔ پرند جس طرح یہ سمجھتا ہے کہ وہ شکاری کی غفلت سے فائدہ اُٹھا کر دانہ کھا جائے گا اور خود پھنس جاتا ہے اسی طرح اس قصہ میں خریدار یہ سمجھ رہا ہے کہ وہ دُکاندار کی غفلت سے فائدہ اُٹھا رہا ہے حالانکہ وہ خود اپنا نقصان کر رہا ہے۔ گِل سرشوی۔ وہ مٹی جسے مل کر سر دھویا جاتا ہے جیسا کہ ہندوستان میں ملتانی مٹی ہے۔ گِل خوار۔ مٹی کھانے والا۔ ابلوج۔ سفید شکر۔

[3] طرّار۔ زبان دراز، جیب تراش، نٹ کھٹ۔ دودل۔ منافق چونکہ وہ مٹی کے باٹوں کے ذریعہ کم تولتا تھا۔ گفت عطار نے کہا ترازو کے بٹے پتھر کی بجائے مٹی کے ہیں۔ در مہمے۔ خریدار نے کہا مجھے قند کی ضرورت ہے مجھے بٹوں سے کیا بحث ہے جیسے بھی ہوں۔

گفت با خود پیش آنکہ[1] گل خورست
(پھر) اُس نے اپنے دل میں کہا مٹی کھانے والے کے آگے

سنگ چہ بود گل ز شکر بہتر ست
پتھر کیا ہوتا ہے؟ مٹی شکر سے (بھی) بہتر ہے

ہمچو آں دلالہ کو گفت اے پسر
اُس دلّال کی طرح جس نے کہا اے بیٹا!

نو عروسے یافتم بس خوب فر
میں نے ایک نئی دلہن بہت شاندار ڈھونڈلی ہے

سخت زیبا لیک ہم یک چیز ہست
بہت خوبصورت ہے لیکن ایک بات بھی ہے

کاں ستیرہ دخترِ حلوا گرست
کہ وہ پردہ نشین حلوائی کی بیٹی ہے

گفت بہتر اینچنیں خود گر بود
اُس نے کہا اگر ایسا ہے تو بہت بہتر ہے

دخترِ او چرب و شیریں تر بود
اُس کی لڑکی خوب چکنی اور میٹھی ہوگی

گر نداری سنگ و سنگت از گل ست
اگر تیرے پاس پتھر نہیں ہے اور تیرا باٹ مٹی کا ہے

ایں بہ و بہ گل مرا میوہ دل ست
یہ بہتر اور خوب ہے مٹی میرے دل کا میوہ ہے

اندراں کفہ[2] ترازو ز اعتداد
ترازو کے پلڑے میں اعتماد کے ساتھ

او بجائے سنگ آں گل را نہاد
اُس نے پتھر کے بجائے وہ مٹی رکھ دی

پس برائے کفۂ دیگر بدست
پھر دوسرے پلڑے کے لئے ہاتھ سے

ہم بقدرِ آں شکر را می شکست
اُس مٹی کی بقدر شکر توڑنے لگا

چوں نبودش تیشہ او دیر ماند
چونکہ اُس کے پاس کھرپا نہ تھا وہ دیر تک ٹھہرا رہا

مشتری را منتظر آنجا نشاند
اُس نے خریدار کو اُس جگہ انتظار میں بٹھا دیا

رویش آں سو بود گل خور ناشگفت
اُس کا رخ اُس طرف تھا، بے صبر مٹی خور نے

گل ازو پوشیدہ دزدیدن گرفت
اُس سے چھپ کر مٹی چرانی شروع کر دی

ترس ترساں[3] کہ نیاید ناگہاں
ڈرتے ڈرتے، کہ وہ اچانک نہ آجائے

چشمِ او بر من فتد از امتحاں
اور اُس کی نظر بطور آزمائش مجھ پر پڑ جائے

دید عطار آں و خود مشغول کرد
عطار نے اُس کو دیکھا اور اپنے آپ کو مشغول کر دیا

کہ فزوں تر دزد ہیں اے روی زرد
کہ اے زرد رو! اور زیادہ چرا لے

گر بدزدی از گلِ من می بری
اگر تو چرا کر میری مٹی میں سے لے جا رہا ہے

رو کہ ہم از پہلوی خود می خوری
جا کر تو اپنا ہی نقصان کر رہا ہے

تو ہمی ترسی ز من لیک از خری
تو مجھ سے ڈر رہا ہے لیکن گدھے پن سے

من ہمی ترسم کہ تو کمتر خوری
میں ڈر رہا ہوں کہ تو بہت کم کھا رہا ہے

---

[1] گل خور۔ مٹی کھانے والے کے لئے تو مٹی شکر سے بھی زیادہ مزیدار ہوتی ہے۔ ہمچو۔ عطار کا مٹی کی خرابی کو ظاہر کرنا ایسا ہی تھا جیسا کہ دلّالہ نے لڑکی میں خرابی ظاہر کی جو اس نوجوان کے لئے اور زیادہ دلچسپی کا باعث بنی۔ حلوا گر۔ حلوائی۔ چرب۔ چونکہ حلوائی کے یہاں گھی اور شکر کی کثرت ہوتی ہے۔ میوہ۔ مٹی کھانے والے کے لئے مٹی دلپسند چیز ہے۔

[2] کفہ۔ ترازو کا پلڑا۔ اعتداد۔ تیاری کرنا۔ بقدرِ آں۔ یعنی مٹی کے وزن کی ٹکیہ شکر جم گئی ہوگی جس کے توڑنے کے لئے تیشہ کی ضرورت ہوئی۔ آنجا۔ یعنی دکان کے اگلے حصہ میں۔ رویش۔ یعنی دکاندار کا رخ۔

[3] ترس ترساں۔ یعنی مٹی خور دکاندار سے ڈرتا ہوا مٹی چرا رہا تھا۔ دید۔ دکاندار نے اس کو دیکھ لیا لیکن خود کو اور زیادہ مشغول کر دیا تاکہ مٹی زیادہ چرا سکے کیونکہ وہ جس قدر مٹی چرائے گا اسی قدر شکر کم چڑھے گی۔ از پہلوئے خود۔ یعنی اپنا ہی نقصان کر رہا ہے اس کو شکر کم ملے گی۔

گرچہ[1] مشغولم چناں احمق نیَم
اگرچہ میں مصروف ہوں، ایسا بیوقوف نہیں ہوں

کہ شکر افزوں کشی تو از پیَم
کہ تو مجھ سے بڑھتی شکر لے جائے

چوں بہ بینی مر شکر را آزمُود
جب تو آزما کر شکر کو دیکھے گا

پس بدانی احمق و غافل کہ بُود
تو سمجھ لے گا احمق اور غافل کون تھا؟

مُرغ ازاں دانہ نظر خوش می کُند
پرندہ اس دانہ سے نظر کو خوش کر رہا ہے

دانہ ہم از دور راہش می زَند
دانہ بھی دور سے اس پر ڈاکہ ڈال رہا ہے

گر زنای چشم حظّے می بَری
اگرچہ تو آنکھ کے گلّے سے مزا اٹھا رہا ہے

نے کباب از پہلوی خود میخوری
کیا اپنے پہلو کے کباب نہیں کھا رہا ہے؟

ایں[2] نظر از دور چوں تیر ست و سَم
یہ نظر بازی دور سے ہی تیر اور زہر ہے

عشقت افزوں می شود صبر تو کم
تیرا عشق بڑھتا ہے، صبر کم ہوتا ہے

مالِ دنیا دامِ مُرغانِ ضعیف
دنیا کا مال، کمزور پرندوں کا جال ہے

مُلکِ عُقبیٰ دامِ مُرغانِ شریف
آخرت کی سلطنت شریف پرندوں کا جال ہے

تا بدیں مُلکے کہ اُو دامے ست ژرف
یہاں تک کہ اس سلطنت میں جو کہ ایک گہرا جال ہے

در شکار آیند مُرغانِ شگرف
عجیب پرندے شکار میں آتے ہیں

من[3] سلیمانؑ می نخواہم مُلکِ تاں
میں سلیمانؑ تمہارا ملک نہیں چاہتا ہوں

بلکہ من بَرہانَم از ہر ہُلکِ تاں
بلکہ میں تمہیں ہر ہلاکت سے چھڑاتا ہوں

کایں زماں ہستید خود مملوکِ مُلک
کیونکہ تم اس وقت خود ملک کے غلام ہو

مالکُ المُلک آنکہ اُو بجہد زِ ہُلک
ملک کا مالک وہ ہے جو تباہی سے نجات پا جائے

باز گونہ اے اسیرِ ایں جہاں
اے اس دنیا کے قیدی! اُلٹا

نام خود کردی امیرِ ایں جہاں
تو نے اپنا نام شاہ جہاں رکھ لیا ہے

اے تو بندہ ایں جہاں محبوسِ جاں
اے تو اس جہان کا غلام، جان کا قیدی ہے

چند گوئی خویش را خواجہ جہاں
تو اپنے آپ کو جہان کا آقا کب تک کہیگا؟

دلداری کردن و نواختنِ سلیمانؑ مر آں رسولاں را و دفعِ وحشت و آزار از دلِ ایشاں و عُذر قبول ناکردنِ ہدیہ و شرح کردن با ایشاں

حضرت سلیمانؑ کا اُن قاصدوں کی دلداری کرنا اور نوازنا اور اُنکے دل سے تکلیف اور دحشت کو دور کرنا ہدیہ قبول نہ کرنے کا عذر اور اُس کی اُن سے تشریح کرنا

---

[1] گرچہ۔ یعنی میرا دیر کرنا میری بیوقوفی نہیں ہے بلکہ فائدہ مند ہے۔ چوں۔ جب تو گھر جا کر شکر تولے گا تو پتہ چلے گا کہ بیوقوف کون تھا۔ مُرغ۔ پرندہ دانہ چگنے میں اپنا فائدہ سمجھ رہا ہے حالانکہ وہی اس کی ہلاکت ہے۔ نا ئی۔ گلا، چونکہ دوسرے مصرع میں کباب کا ذکر ہے اس لئے اس مصرع میں آنکھ کے لئے گلّے کا استعمال کیا ہے یعنی ایک شخص کسی حسین کے ساتھ نظر بازی کرتا ہے تو بظاہر لطف اندوز ہے لیکن ہمیشہ کے لئے اپنے لئے پریشانی مول لے لیتا ہے۔

[2] ایں نظر۔ نظر بازی کا تیر خود نظر باز کے لئے تیر ستم ہے۔ اور وہ بھی زہریلا۔ حدیث ہے۔ اَلنَّظَرُ سَہْمٌ مَّسْمُوْمٌ مِّنْ سِہَامِ اِبْلِیْسَ۔ نظر بازی شیطان کے تیروں میں سے زہریلا تیر ہے۔ مالِ دنیا۔ دنیا کی زیب و زینت ضعیف الایمان لوگوں کا جال ہے مومنین آخرت کے دلدادہ ہوتے ہیں۔ مرغانِ شگرف۔ یعنی انبیاء اور اولیاء۔

[3] من سلیماںؑ۔ یہ حضرت سلیمانؑ کا قاصدوں کو خطاب ہے۔ از ہر ہُلک۔ چونکہ تمہارا ملک میں ہلاکت ہے۔ کایں زماں۔ دنیا دار اپنی دولت کا غلام ہوتا ہے، شاہ تو وہ ہے جو اس کی ہلاکت سے بچ نکلے۔ باز گونہ۔ دنیا دار اپنے آپ کو حاکم اور شاہ کہتا ہو یہ ایسا ہے جیسا کہ برعکس نہند نام زنگی کافور۔

اے رسولاں می فرستم تان[۱] رسول — ردِّ من بہتر شمارا از قبول
اے قاصدو! میں تمہیں قاصد بنا کر بھیجتا ہوں — میرا رد کرنا تمہارے لئے قبول کرنے سے اچھا ہے

پیشِ بلقیس آنچہ دیدید از عجب — باز گوئید از بیابانِ ذہب
بلقیس کے سامنے جو تم نے عجب بات دیکھی — سونے کے جنگل کی بابت کہو

کہ چہل منزل بروی زر بُدید — وز چنیں ہدیہ خجل چوں می شدید
کہ چالیس منزل تک تم سونے پر تھے — اور ایسے ہدیہ سے تم کس طرح شرمندہ ہوئے

تا بداند کہ بزر طامع نہ ایم — ما زر از زر آفریں آوردہ ایم
تاکہ وہ سمجھ جائے کہ ہم سونے کے لالچی نہیں ہیں — ہم سونا پیدا کرنیوالے سے سونا لے آئے ہیں

آنکہ گر خواہد ہمہ خاکِ زمیں — سر بسر زر گردد و دُرِّ ثمیں
وہ کہ اگر وہ چاہے زمین کی تمام مٹی — بلوری سونا اور قیمتی موتی بن جائے

حق[۲] برائے آں کند اے زرگزیں — روزِ محشر ایں زمیں را نقرہ گیں
اے سونے کو پسند کرنیوالے، اللہ تعالیٰ اسی لئے — اس زمین کو محشر کے دن چاندی جیسی کر دیگا

فارغیم از زر کہ ما بس پُرفنیم — خاکیاں را سر بسر زرّیں کنیم
ہم سونے سے بے نیاز ہیں کیونکہ ہم باہنر ہیں — ہم مٹی والوں کو مجسم سونے کا بنا دیتے ہیں

از شما کے کُدیۂ زر می کنیم — ما شمارا کیمیاگر می کنیم
ہم تم سے سونے کی بھیک کب مانگتے ہیں؟ — ہم تمہیں کیمیاگر بناتے ہیں

ترک آں گیرید گر مُلکِ سباست — کہ برونِ آب و گِل بس مُلکہاست
اس کو چھوڑ دو خواہ سبا کا ملک ہو — کیونکہ دنیا سے باہر بہت سے ملک ہیں

تختہ بندست[۳] آنکہ تختش خواندۂ — صدر پنداری و بر در ماندۂ
جس کو تو نے تخت کہا ہے وہ کاٹھ ہے — تو نے صدر (مقام) سمجھا ہے اور تو دروازہ پر پڑا ہو

پادشاہی نیستت بر ریشِ خود — پادشاہی چوں کنی بر نیک و بد
تیری اپنی داڑھی پر بھی حکومت نہیں ہے — برا اچھے اور برے پر تو بادشاہی کا دعویٰ کیوں کرتا ہے؟

بے مُرادِ تو شود ریشت سفید — شرم دار از ریشِ خود اے کژ امید
تیری مرضی کے خلاف تیری داڑھی سفید ہو جاتی ہو — اے ٹیڑھی تمنا والے! اپنی داڑھی سے شرما

مالک الملک ست ہر کش سر نہد — بے جہانِ خاک صد ملکش دہد
جو اس (خدا) کے سامنے سر رکھدے وہ بادشاہ ہو — خاکی دنیا کے علاوہ وہ اسکو سینکڑوں سلطنتیں عطا کرتا ہے

---

۱ تان رسول یعنی اب تم میری جانب سے قاصد بنکر جاؤ۔ ردّ من یعنی میرا ہدیہ کو واپس کرنا تمہارے لئے مفید ہے تم ایمان لے آؤ گے پیشِ بلقیس۔ تم اپنے واقعات جاکر بلقیس کو سناؤ اور بتاؤ کہ چالیس منزل تک تم سونے کی زمین پر چل کر میرے پاس پہنچے تھے۔ وز چنیں۔ اور یہ بھی کہو کہ ہمیں سونے کا ہدیہ پیش کرنے میں شرمندگی ہوئی تھی۔ تا بداند۔ تاکہ بلقیس یہ سمجھ جائے کہ ہم انکی دولت کے طالب نہیں ہیں۔

۲ حق۔ محشر کے دن زمین چاندی جیسی کر دی جائیگی اور یہ اس وجہ سے ہوگا کہ اللہ تعالیٰ ظاہر فرما دینگے کہ اُن کے یہاں سونے چاندی کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہے۔ فارغیم۔ ہم سونے سے بے نیاز ہیں ہم تو انسانوں کو ایمان عطا کرکے زرّیں بنا دیتے ہیں۔ کیمیاگر۔ مومن مخلص بن جاؤگے تو کیمیاگر بن جاؤگے۔ بشعر
کیمیا و سیمیا و ریمیا
کس نداند جز بذاتِ اولیاء
ترک۔ آخرت کے ملکوں کی خاطر دنیا کی سلطنت کو خیرباد کہدو۔

۳ تختہ بند۔ قید خانہ، لکڑی کا وہ کندہ جس میں پاؤں پھنسا کر قید کر دیتے تھے۔ صدر۔ جس مقام کو تو صدر مقام سمجھا ہے وہ دربان کی جگہ ہے۔ ریش۔ تیرا حکم تو خود تیری داڑھی پر نہیں چلتا ہے ورنہ وہ تیری منشا کے خلاف سفید نہ ہوتی۔ مالک الملک۔ اصل بادشاہت ملتی ہے جو اللہ کے دربار میں سر نیاز جھکائے وہ اسکو اس دنیا کی حکومت کے علاوہ اور حکومتیں عطا فرما دیتا ہے۔

لیک[۱] ذوقِ سجدۂ پیشِ خدا
لیکن خدا کے سامنے ایک سجدہ کا ذوق

خوشتر آید از دو[۲] صد دولت ترا
تجھے دو سو سلطنتوں سے بھلا معلوم ہوگا

پس بنالی کہ نخواہم ملکہا
پھر تو روئے گا کہ میں سلطنتیں نہیں چاہتا ہوں

ملکِ آں سجدہ مسلّم کن مرا
اس سجدہ کی سلطنت میرے لئے مقرر فرمادے

بادشاہانِ جہاں از بدرگی
دنیا کے بادشاہوں نے بدطینتی کی وجہ سے

بو نبردند از شرابِ بندگی
بندگی کی شراب کی خوشبو نہیں سونگھی

ورنہ ادہمؒ وار سرگردان و دنگ
ورنہ (حضرت) ادہمؒ کی طرح حیران اور پریشان ہوکر

ملک را برہم زدندے بے درنگ
فوراً سلطنت کو چھوڑ دیتے

لیک حق بہرِ ثباتِ ایں جہاں
لیکن اللہ (تعالیٰ) نے اس جہان کے بقا کے لئے

مہر شاں بنہاد بر چشم و دہاں
ان کی آنکھ اور منھ پر مہر لگادی ہے

تا شود شیریں بر ایشاں تخت و تاج
تاکہ ان کے لئے تخت و تاج شیریں بن جائے

کہ ستانیم از جہانداراں خراج
کہ ہم دنیاداروں سے خراج لے رہے ہیں

از خراج ار جمع آری زر چو ریگ
اگر تو خراج سے ریت کی طرح سونا جمع کریگا

آخر آں از تو بماند مردہ ریگ
بالآخر وہ تجھ سے وراثت میں رہ جائے گا

ہمرہِ[۲] جانت نگردد ملک و زر
سلطنت اور سونا تیری روح کا ساتھی نہ بنے گا

زر بدہ سرمہ ستاں بہرِ نظر
سونا دیدے، نگاہ کے لئے سرمہ لے لے

تا ببینی کایں جہاں چاہیست تنگ
تاکہ تو دیکھ لے کہ یہ دنیا تنگ کنواں ہے

یوسفانہ آں رسن آری بچنگ
یوسف وار وہ رسّی ہاتھ میں پکڑ لے

تا[۳] بگوید چوں ز چاہ آئی ببام
تاکہ جب تو کنوئیں سے بالاخانہ پر آئے کہے

جان کہ یا بشرای لی ھذا غلام
روح، میرے لئے بشارت ہے، یہ لڑکا ہے

ہست در چہ انعکاساتِ نظر
کنوئیں میں نظر کے عکس ہیں

کمتریں آنکہ نماید سنگ زر
سب سے کم یہ ہے کہ پتھر سونا نظر آتا ہے

وقتِ بازی کودکاں را ز اختلال
خلل (دماغی) سے کھیل کود کے وقت بچوں کو

می نماید آں خزفہا زر و مال
وہ ٹھیکریاں سونا اور مال نظر آتی ہیں

دے گی۔ در چہ۔ دنیا میں نظر کا فریب ہے کہ دنیا کی بے حقیقت دولت کو قیمتی دکھا دیتی ہے۔ وقتِ بازی۔ بچے کھیل کود میں ٹھیکریوں کو روپیہ پیسہ تصور کر لیتے ہیں۔

---

[۱] لیک۔ لیکن جب سجدہ کا ذوق پیدا ہو جائیگا تو... سلطنتوں سے بیزار ہو جائیگا اور خدا سے دعا کرے گا کہ بس یہی دولت کافی ہے۔ بادشاہاں۔ دنیاوی بادشاہ چونکہ بندگی کی مستی سے ناواقف ہیں اس لئے وہ سلطنت کے شوق میں مبتلا ہیں اگر وہ واقف ہو جائیں تو حضرت ادہمؒ کی طرح سلطنت پر لات ماردیں۔ لیک حق۔ لیکن چونکہ اللہ تعالیٰ کو دنیا کا نظام چلانا ہے اس لئے ان کو اس لذت سے محروم کر دیا ہے اور وہ مگن ہیں کہ ہم دنیا سے خراج وصول کرتے ہیں خراج۔ ٹیکس۔ مردہ ریگ۔ وہ مال جو ورثہ میں ملے۔

[۲] ہمرہ۔ دنیا کی دولت دنیا میں رہ جاتی ہے روح پرواز کر جاتی ہے۔ سرمہ۔ وہ سرمہ حاصل کرلے جس سے یہ چیزیں بے حقیقت نظر آئیں۔ یوسفانہ۔ حضرت یوسفؑ رسّی کے ذریعہ کنوئیں سے باہر آئے تھے، تو بھی عبادات کی رسّی کے ذریعہ سے دنیا کے اس کنوئیں سے باہر نکل آ۔

[۳] تا بگوید۔ جس وقت حضرت یوسفؑ کنوئیں سے برآمد ہوئے تھے تو ڈول نکالنے والا چیخ اٹھا تھا کہ خوشخبری ہے یہ تو لڑکا ہے اسی طرح تیری روح تیرے کنوئیں میں سے نکل آنے پر خوش خبری

531

عارفانش[1] کیمیاگر گشتہ اند — تا کہ شد کانہا بر ایشاں ریشخند

اُس (خدا) کو پہچان جانے والے کیمیاگر بن گئے ہیں — حتی کہ اُن کے لئے کانیں حقیر ہو گئی ہیں

دیدنِ درویشے جماعتِ مشایخ را در خواب و درخواست کردنِ روزیِ حلال از ایشاں بے مشغول شدن بکسب کہ از عبادت می مانم و ارشاد کردنِ ایشاں اُو را بمیوہائے تلخ و ترش کوہی و بروئے شیریں شدنِ آں میوہا بدلالتِ آں مشایخ

ایک درویش کا بزرگوں کے گروہ کو خواب میں دیکھنا اور ان سے بغیر کمائی کی مشغولیت کے حلال روزی کی درخواست کرنا کہ میں عبادت کرنے سے رہ جاتا ہوں اور اُن کی اُس کو کڑوے اور کھٹے پہاڑی پھلوں کی جانب رہنمائی کرنا اور اُن بزرگوں کی رہنمائی سے اُس کے لئے اُن پھلوں کا شیریں بن جانا

آں یکے درویش گفت اندر سمر — خضریاں را من بدیدم خواب در

ایک درویش نے قصہ میں بتایا — کہ میں نے خواب میں خضریوں کو دیکھا

گفتم ایشاں را کہ روزیِ حلال — از کجا نوشم کہ نبود آں وبال

میں نے اُن سے کہا کہ حلال روزی — جو وبال نہ بنے میں کہاں سے کھاؤں؟

مر[2] مرا سوئے کہستاں راندند — میوہا زاں بیشہ می افشاندند

وہ مجھے پہاڑ کی جانب لے گئے — اس جنگل سے اُنھوں نے پھل جھاڑے

کہ خدا شیریں بکرد آں میوہ را — در دہانِ تو بہمتہائے ما

کہ خدا نے وہ پھل میٹھے کر دیئے ہیں — تیرے منھ میں ہماری توجہات سے

ہیں بخور پاک و حلال و بے حسیب — بے صداع و نقلِ بالا و نشیب

ہاں، پاک اور حلال اور بے حساب کھا — بغیر دردِ سر کے اور اوپر اور نیچے منتقل ہونے کے

پس مرا زاں رزق نطقے رو نمود — ذوقِ گفتِ من خرد ہا می ربود

پھر اُس رزق سے مجھ میں ایسی قوتِ گویائی رونما ہوئی — کہ میری گفتگو کا ذوق عقلوں کو حیران کر دیتا تھا

گفتم[3] ایں فتنہ است اے ربِّ جہاں — بخششے دہ از ہمہ خلقاں نہاں

میں نے کہا، اے دنیا کے پالن ہار! یہ فتنہ ہے — وہ انعام عطا فرما جو سب سے پوشیدہ ہو

شد سخن از من دلِ خوش یافتم — چوں انار از ذوق می بشگافتم

میری قوتِ گویائی جاتی رہی میں نے مطمئن دل پالیا — ذوقِ لطف سے میں انار کی طرح کھلتا تھا

---

[1] عارفانش۔ جو عارف باللہ ہیں وہ خود کیمیاگر ہیں اُن کی نگاہ میں سونے کی کوئی وقعت نہیں ہے ؎
آنانکہ خاک را بنظر کیمیا کنند
آیا بود کہ گوشۂ چشمے بما کنند
دیدن۔ اس قصہ سے یہ بتانا مقصود ہے کہ اہل اللہ کی نظر میں دنیا کا مال ہیچ ہے اور ان کی ہمت کیمیا کا کام کرتی ہے۔ سمر۔ قصہ خضریاں۔ وہ ابدال جو حضرت خضرؑ کی طرح نگاہوں سے پوشیدہ ہیں۔ گفتم۔ میں نے اُن ابدال سے کہا کہ کھانا تو وبال ہے ایسی تدبیر بتا دیجئے کہ مجھے بلا کمائے حلال روزی حاصل ہو جائے۔

[2] مر مرا۔ وہ لوگ مجھے جنگل میں لے گئے اور اُنھوں نے جنگل پھل جھاڑے اور اللہ تعالیٰ سے دُعا کی کہ میرے لئے وہ کڑوے کسیلے پھل میٹھے ہو جائیں۔ صُداع۔ دردِ سر یعنی۔ اُن پھلوں کے کھانے سے میرے کلام میں وہ شیرینی پیدا ہو گئی کہ لوگ اُس پر فریفتہ ہونے لگے۔

[3] گفتم۔ اولیاء اللہ کو اپنی شہرت اور عوام میں مقبولیت ناگوار ہوتی ہے۔ شد سخن۔ یعنی وہ لطفِ کلام کی کیفیت زائل ہو گئی جو عوام کی گرویدگی کا سبب تھی اور دل میں ایک جذبۂ مسرت پیدا ہو گیا۔

گفتم ار چیزے نباشد در بہشت[1] | غیر ایں شادی کہ دارم در سرشت

میں نے کہا اگر جنت میں اور کوئی چیز نہ ہوگی | اِس مسرت کے علاوہ جو طبیعت میں آگئی ہے

ہیچ نعمت آرزو ناید دِگر | زیں نپردازم بجوز و نیشکر

مجھے کسی دوسری نعمت کی تمنّا نہ ہوگی | اُسکو چھوڑ کر میں اخروٹ اور گنّے کیطرف توجّہ نہ کرونگا

مانده بُود از کسبِ یک دو حبّہ اَم | دوختہ در آستینِ جُبّہ اَم

کمائی میں سے میری ایک دو رتّی بچ گئی تھی | جس کو میں نے جُبّہ کی آستین میں سی لیا تھا

نیّت کردنِ اُو کہ ایں زر بدیں ہیزم کش دہم چوں من روزیِ حلال یافتم بکراماتِ مشائخ و رنجیدنِ آں ولی ہیزم کش از ضمیر و نیّت اُو

اُس کا سوچنا کہ یہ سونا میں اِس لکڑہارے کو دیدوں جبکہ میں نے بزرگوں کی کرامات سے حلال روزی پالی ہے اور اُس لکڑہارے ولی کا اُس کے دل کی بات اور نیت سے رنجیدہ ہونا

آں یکے درویش ہیزم[2] می کشید | خستہ و ماندہ ز بیشہ در رسید

ایک درویش لکڑیاں لا رہا تھا | تھکا ہارا جنگل سے آیا

پس بگفتم من ز روزی فارغم | زیں سپس از بہرِ رزقم نیست غم

میں نے سوچا کہ میں روزی سے بے نیاز ہوں | اِس کے بعد مجھے روزی کی فکر نہیں ہے

میوهٔ مکروه بر مَن خوش شُدست | رزقِ خاصہ جسم را آمد بدست

ناگوار پھل میرے لئے عمدہ ہو گئے ہیں | خاص رزق جسم کو حاصل ہو گیا ہے

چونکہ من فارغ شدستم از گلو | حبّہ چندست ایں بدہم بدو

چونکہ میں خلق (کے معاملہ) سے فارغ ہو گیا ہوں | چند رتّیاں ہیں یہ میں اُس کو دیدوں

بدہم ایں زر را بدیں تکلیف کش | تا دو سہ روزک[3] شود از قوت خوش

اِس مصیبت بھرنے والے کو یہ سونا دیدوں | تاکہ دو تین دن (کیلئے) وہ خوراک سے مطمئن ہو جائے

خود ضمیرم را ہمی دانست اُو | زانکہ شمعش داشت نور از شمعِ ہُو

اُس نے خود میرے دل کی بات جان لی | کیونکہ اُسکی شمع میں اللہ تعالیٰ کی شمع کا نور تھا

بُود پیشش سرِّ ہر اندیشہ | چوں چراغے در درونِ شیشہ

اُس کے لئے ہر خیال کا راز | آئینہ کے اندر کے چراغ کی طرح تھا

---

[1] در بہشت۔ وہ قلبی کیفیت اِس قدر پُر مسرت تھی کہ اگر جنّت میں صرف وہی حاصل ہو تو اور کسی چیز کی تمنّا کی ضرورت نہیں ہے۔ در آستین۔ جیب آستین میں بنائی جاتی تھی۔

[2] ہیزم۔ سوختہ۔ جلانے کی لکڑیاں۔ بیشہ۔ جنگل۔ فارغم۔ میں تو جنگلی پھلوں پر گذارہ کر لیتا ہوں لہٰذا مجھے اب کھانے پینے کی کوئی فکر نہیں ہے۔ رزقِ خاصہ۔ شاہی دسترخوان کی خوراک۔ چونکہ۔ اب مجھے اپنے حلق اور کھانے کی فکر نہیں ہے۔ حبّہ۔ ایک رتّی کا وزن۔ تکلیف کش یعنی لکڑہارا۔

[3] تا دو سہ روزک۔ وہ دو تین دن میرے اِس عطیے سے اپنا کام چلائے گا۔ ضمیر۔ دل کی پوشیدہ بات۔ زانکہ اُس کے قلب کو اللہ تعالیٰ کے نور کی روشنی حاصل تھی۔ بُود۔ وہ لکڑہارا روشن ضمیر تھا دل کی بات اُس پر اِس طرح ظاہر ہو جاتی تھی جس طرح چراغ شیشہ کے لیمپ میں سے نظر آجاتا ہے۔

ہیچ پنہاں می نشد از وے ضمیر
دل کی کوئی بات اُس سے نہ چھپتی تھی
بُود بر مضمونِ دِلہا اُو خبیر
وہ دلوں کے مضمون سے واقف تھا

پس ہمی مُنکید[1] باخود زیرِ لب
تو وہ خود بخود آہستہ بڑبڑایا
در جوابِ فکرتم آں بُوالعجب
وہ عجب اُحوال والا میرے خیال کے جواب میں

کہ چنیں اندیشی از بہرِ مُلوک
تو شاہوں کے بارے میں ایسا سوچتا ہے
کیف تلقی الرِّزقَ اِن لَّم یرزقوک
اگر وہ تجھے رزق نہ دیں تجھے رزق کیسے ملے؟

من نمی کردم سخن را فہم لیک
میں بات اچھی طرح نہ سمجھا
بر دلم میزد عتابش نیک نیک
(لیکن) اُس کے غصہ کا اثر میرے دل پر بہت زیادہ پڑا

سوئے[2] من آمد بہیبت ہمچو شیر
وہ شیر کی طرح ہیبت سے میری جانب آیا
تنگِ ہیزم را نہاد از پشت زیر
ایندھن کا گٹھر کمر سے نیچے رکھ دیا

پرتوِ حالے کہ اُو ہیزم نہاد
اِس حالت کے اثر سے کہ اُسنے ایندھن کا گٹھر رکھا
لرزہ بر ہفت عضوِ من فتاد
میرے ساتوں اعضاء پر لرزہ طاری ہو گیا

گفت یا رب گر ترا خاصاں ہی اند
اُسنے کہا اے خدا! اگر تیرے مخصوص بندے زندہ ہیں
کہ مبارک دعوت و فرخ پے اند
جو بابرکت دعا والے اور مبارک قدم ہیں

لُطفِ تو خواہم کہ میناگر شود
تیری وہ مہربانی چاہتا ہوں جو کیمیا گر بنجائے
ایں زماں ایں تنگِ ہیزم زر شود
اسی وقت یہ ایندھن کا گٹھر سونا بن جائے

در زماں[3] دیدم کہ زر شُد ہیزمش
میں نے اسی وقت دیکھا کہ ایندھن سونا ہو گیا
ہمچو آتش بر زمیں می تافت خوش
عمدگی سے زمین پر آگ کی طرح چمک رہا تھا

من دراں بیخود شُدم تا دیر گہ
میں اُس اثنا میں دیر تک بیہوش رہا
چونکہ باخویش آمدم من از وَلہ
جب میں حیرانی کے بعد ہوش میں آیا

بعد ازاں گفت اے خدا گر آں کبار
اُسکے بعد اُسنے کہا اے خدا! اگر وہ بڑے لوگ
بس غیور اند و گریزاں ز اشتہار
بہت غیرت مند اور شہرت سے بھاگنے والے ہیں

باز ایں را بندِ ہیزم ساز زُود
اس کو پھر جلد ایندھن کا گٹھر بنا دے
بے توقف ہم براں حالے کہ بُود
بلا تاخیر اسی حالت پر جیسا کہ تھا

در زماں ہیزم شُد آں اغصانِ زر
اسی وقت وہ سونے کی شاخیں ایندھن کا گٹھر بن گئیں
مست شُد در کارِ اُو عقل و نظر
اُس کے معاملہ میں عقل و نظر مست ہو گئی

[1] مُنکید۔ وہ بڑبڑایا..... بوالعجب۔ چونکہ اُس سے کرامات ظاہر ہو رہی تھیں جو کہ یعنی اولیاء اللہ۔ کیف۔ رزقوں کا انتظام اَبدال کے سپرد ہوتا ہے جن میں اُنکی بات تو نہ سمجھا لیکن اُن کے غصہ کا اثر میرے قلب پر ظاہر ہوا۔

[2] سوئے من۔ وہ لکڑہارا بزرگ لکڑیوں کا گٹھر زمین پر ڈال کر شیر کی طرح میری طرف آیا تو میں اُس کی ہیبت سے کانپنے لگا۔ ہفت عضو ہفت اندام، دونوں ہاتھ، دونوں پاؤں، سینہ، پشت، سر۔ گفت۔ اُس لکڑہارے نے کہا اے خدا اگر تیرے مقربانِ بارگاہ زندہ ہیں جن کی دعا مقبول ہوتی ہے تو میں تیری وہ مہربانی چاہتا ہوں جس سے یہ سب لکڑیاں سونے کی بن جائیں۔

[3] در زماں۔ اُس کی دعا سے وہ لکڑیاں سونے کی ہو گئیں۔ وَلَہ۔ حیرانی۔ بعد ازاں لکڑیوں کا سونا بن جانے کے بعد اُس نے دعا شروع کر دی کہ تیرے مقبول بندے چونکہ شہرت سے بھاگتے ہیں اور میری کرامت شہرت کا باعث بنجائیگی لہٰذا تو اُن لکڑیوں کو اصل حالت پر کر دے تاکہ میری شہرت نہ ہو چنانچہ وہ لکڑیاں پھر اصل حالت پر ہو گئیں۔ در زماں۔ اُنکی دعا سے وہ لکڑیاں پھر اصل حالت پر آ گئیں۔ اَغصان۔ غُصن کی جمع، ٹہنی، شاخ

534

بعدازاں[1] برداشت ہیزم را و رفت
اُس کے بعد اُس نے ایندھن کا گٹھر اٹھایا اور چلدیا

سوئے شہر از پیشِ من اُو تیز و تفت
شہر کی جانب میرے سامنے سے تیز اور گرم

خواستم تا در پئے آں شہ روم
میں نے چاہا کہ اُس شاہ کے پیچھے جاؤں

پرسم از وے مشکلات و بشنوم
اُس سے مشکل باتیں پوچھوں اور سنوں

بستہ کرد آں ہیبتِ اُو مر مرا
اُن کی اِس ہیبت نے مجھے باندھ دیا

پیشِ خاصاں رہ نباشد عامہ را
عوام کیلئے خواص کے سامنے کوئی راستہ نہیں رہتا ہے

ور کسے را رہ شود گو سر فشاں
اور اگر کسی کیلئے راستہ ہو کہدو وہ سر قربان کرے

کاں بود از رحمت و از جذبِ شاں
کیونکہ وہ اُن کی رحمت اور کشش سے ہوتا ہے

پس غنیمت دار آں توفیق را
اُس توفیق کو بہت غنیمت سمجھ

چوں بیابی صحبتِ صدیق را
جب تو کسی صدیق کی صحبت حاصل کرے

نے چو آں ابلہ کہ یابد قربِ شاہ
نہ کہ اُس بیوقوف کی طرح جس کو شاہ کا قرب حاصل ہو

سہل و آساں در فتد آں دم ز راہ
اسی وقت آہستگی اور آسانی سے راہ سے بھٹک جائے

چوں ز قربانی دہندش بیشتر
جب وہ اُس کو قربانی کا زیادہ حصہ عطا کریں

پس[2] بگوید رانِ گاوست ایں مگر
تو وہ کہنے لگے کہ شاید گائے کی ران ہے

نیست ایں از رانِ گاو اے مفتری
اے جھوٹے! یہ گائے کی ران نہیں ہے

رانِ گاوت می نماید از خری
تجھے گدھے پن سے گائے کی ران دکھائی دے رہی ہے

بذلِ شاہان ست ایں بے رشوتے
یہ بغیر رشوت کے شاہوں کا تحفہ ہے

بخششِ محض ست ایں از رحمتے
یہ شفقت سے خالص بخشش ہے

تحریض[3] کردنِ سلیمانؑ رسولاں را بر تعجیل کردن

حضرت سلیمانؑ کا قاصدوں کو ایمان لانے کے لئے بلقیس کی

ہجرتِ بلقیس بہرِ ایماں

ہجرت میں جلدی کرنے کی ترغیب دینا

ہمچناں کہ شہ سلیمانؑ در نبرد
جیسا کہ شاہ سلیمانؑ نے جنگ میں

جذبِ خیل و لشکرِ بلقیس کرد
بلقیس کی جماعت اور لشکر کو کھینچ لیا

کہ بیائید اے عزیزاں زود زود
کہ اے عزیزو! جلد جلد آجاؤ

کہ بر آمد موجہا از بحرِ جود
کیونکہ سخاوت کے سمندر میں موجیں اٹھنے لگی ہیں

---

[1] بعدازاں۔ جب لکڑیاں اصلی حالت پر ہو گئیں تو وہ اُن کو لیکر چل دیا۔ مشکلات۔ یعنی سلوک کے مشکل مسائل۔ بستہ۔ میں اسقدر مرعوب ہوا کہ میرے پاؤں نہ اٹھے جو اللہ تعالےٰ کے مخصوص بندے ہوتے ہیں عوام کی وہاں تک رسائی نہیں ہوتی ہے اگر ہوتی بھی ہو تو یہ ان بزرگوں کی کشش ہوتی ہے لہٰذا اُس پر قربان ہو جانا چاہیئے۔ جیسے بد بخت صدیق۔ وہ شخص جو ولایت کے آخری مراتب پر ہو۔ کے۔ یہ نہ ہونا چاہیے کہ قرب حاصل ہوتے ہی گمراہی اختیار کرے۔

[2] پس بگوید۔ مشہور ہے کہ کسی بادشاہ نے اعلیٰ درجے کے دُنبوں کی قربانی کی اور فقراء میں تقسیم کی ایک فقیر کو ایک ران ملی اُس نے دُنبہ کی ران اسقدر فربہ کبھی نہ دیکھی تھی تو بولا یہ گائے کی ران ہے یعنی اُسنے انعام کو نہ پہچانا اور قدر نہ کی نعمت۔ وہ فقیر جھوٹا تھا وہ ران اعلیٰ قسم کے دُنبہ کی تھی یعنی اُس صحبت کی قدر و قیمت کو پہچاننا چاہیے اور اُس کی ناقدری نہ کرنی چاہیے۔ خری۔ گدھاپن۔

[3] تحریض۔ پہلے بتایا تھا کہ بزرگوں کی صحبت اُنکی کشش سے وصل ہوتی ہے اب حضرت سلیمانؑ کے واقعہ سے سمجھاتے ہیں کہ بلقیس اور اُس کی قوم کا حضرت سلیمانؑ تک پہنچنا یہ حضرت سلیمانؑ کی کشش سے تھا۔ جذب۔ کشش۔ کہ بر آمد۔ اسوقت رحمت خداوندی کا سمندر جوش میں ہے

سُوئے[1] ساحل می فشاند بے خطر ... جوشِ موجش ہر زمانے صد گہر

بغیر کسی خطرے کے ساحل کی جانب پھینک رہا ہے ... ہر وقت اس کی موج کا جوش سینکڑوں موتی

الصَّلا گفتیم اے اہلِ رشاد ... کایں زماں رضواں درِ جنت کشاد

اے ہدایت پانے والو! ہم نے دعوت دیدی ... کیونکہ اس وقت رضوان نے جنت کا دروازہ کھول دیا ہے

پس سلیمانؑ گفت اے پیکاں روید ... سُوئے بلقیس و بدیں دیں بگروید

پھر سلیمانؑ نے کہا اے قاصدو! جاؤ ... بلقیس کی جانب اور اس دین کے گرویدہ ہوجاؤ

پس[2] بگوئیدش بیا اینجا تمام ... زود کَانَ اللّٰہَ یَدۡعُوۡا بِالسَّلَام

پھر اس سے کہو مکمل طور پر یہاں آجائے ... جلد، کیونکہ اللہ (تعالیٰ) سلامتی کی طرف بلاتا ہے

ہیں بیا اے طالبِ دولت شتاب ... کہ فتوح ست ایں زمان و فتحِ باب

ہاں اے دولت کے طالب! جلد آجا ... کیونکہ اسوقت انعامات اور دروازے کی کشادگی ہے

اے کہ تو طالب نۂ تو ہم بیا ... تا طلب یابی ازاں یارِ وفا

اے وہ کہ جو طالب نہیں ہے! تو بھی آجا ... تاکہ تو اس باوفا دوست سے طلب حاصل کرلے

مُلک برہم زن تو ادہمؒ وار زود ... تا بیابی ہمچو اُو مُلکِ خلود

تو ادہمؒ کی طرح جلد مُلک کو خیرباد کہدے ... تاکہ تو اس کی طرح ہمیشگی کی سلطنت حاصل کرلے

سببِ ہجرتِ سلطان ابراہیم ادہمؒ و ترک کردنِ مُلکِ خراسان

حضرت ابراہیم ادہمؒ کی ہجرت کا سبب اور خراسان کی سلطنت کو چھوڑ دینا

خفتہ بود آں شہ شبانہ بر سریر[3] ... حارساں بر بام اندر دار و گیر

وہ شاہ، رات کو تخت پر سوئے ہوئے تھے ... محافظ بالاخانہ پر نگرانی میں تھے

قصدِ شہ از حارساں آں ہم نبود ... کہ کنند زاں دفعِ دُزداں و رُنود

شاہ کا مقصد، محافظوں سے یہ بھی نہ تھا ... کہ اُن کے ذریعہ رندوں اور چوروں کو دفع کریں

اُو ہمی دانست کاں کو عادلست ... فارغ ست از واقعہ ایمن دل ست

وہ جانتا تھا کہ وہ منصف ہے ... حادثہ سے بے نیاز ہے، مطمئن دل ہے

عدل باشد پاسبانِ کامہا ... نے بشب چوبک زناں بر بامہا

مقاصد کا محافظ انصاف ہوتا ہے ... نہ کہ رات کو بالاخانہ پر ڈنکا پیٹنے والے

لیک بُد مقصودش از بانگِ رباب ... ہمچو مشتاقاں خیالِ آں خطاب

لیکن رباب کی آواز سے اُن کا مقصد (وہ تھا) ... جو اُس خطاب کے خیال کے مشتاق کا ہوتا ہے

---

[1] سُوئے ساحل۔ وہ سمندر جوش میں ہے اور کنارے پر سینکڑوں موتی پھینک رہا ہے جلد آکر اُن کو حاصل کرلو۔ الصلا۔ حضرت سلیمانؑ نے فرمایا اِس وقت جنت کے دروازے کُھل گئے ہیں اور دعوتِ عام ہے۔ رضوان۔ داروغۂ جنت۔ دیں بگروید یعنی میرا پیش کردہ دین اختیار کرلو اور ستارہ پرستی چھوڑ دو۔

[2] پس۔ حضرت سلیمانؑ نے قاصدوں سے کہا کہ تم بلقیس سے جاکر کہو کہ سب یہاں آجائیں اور سلامتی اختیار کرلیں۔ دولت یعنی آخرت۔ فتوح یعنی انعامات۔ فتحِ باب یعنی رحمت کے دروازے کی کشادگی۔ آنکہ جو اب طالب بھی نہیں ہے وہ بھی آجائے یہاں آکر طلب صادق پیدا ہوجائیگی۔ ادہم وار۔ حضرت ابراہیم ادہمؒ نے خراسان کی سلطنت چھوڑ کر فقیری اختیار کرلی تھی۔

[3] سریر۔ تخت۔ حارساں۔ حارس کی جمع ہے، نگہبان۔ دار و گیر یعنی فرائض۔ رُنود رند کی جمع ہے، اَنفسد بدمعاش۔ عادلست۔ عادل بادشاہ کو پہرہ داروں کی ضرورت نہیں ہوتی ہے۔ کامہا یعنی مقاصد۔ چوبک زن۔ نقارچی، کوتوال۔ ہمچو، صوفیا کو رباب کی آواز اُس عہد کی یاد دلاتی ہے جو ازل میں بنی آدم سے لیا گیا تھا جس کو عہدِ اَلست کہا جاتا ہے۔

نالۂ ¹ سرنا و تہدیدِ دُہل — چیزکے مانَد بداں ناقورِ کُل
نفیری کی فریاد اور ڈھول کی دھمک — اُس بڑے صور سے کچھ مشابہت رکھتی ہے

پس حکیماں گفتہ انداین لحنہا — از دُوارِ چرخ بگرفتیم ما
حکمار نے کہا ہے کہ یہ راگ — ہم نے آسمان کی گردش سے لئے ہیں

بانگِ گردشہائے چرخ ست اینکہ خلق — می سرایندش بطنبور و بحلق
یہ آسمان کی گردشوں کی آواز ہے جسکو لوگ — طنبورے اور گلے سے گاتے ہیں

مؤمناں گویند کاثارِ بہشت — نغز گردانید ہر آوازِ زشت
مومن کہتے ہیں کہ بہشت کے آثار نے — ہر بھدی آواز کو حسین بنا دیا ہے

ماہمہ اجزائے آدمؑ بودہ ایم — در بہشت آں لحنہا بشنودہ ایم
ہم سب (حضرت) آدمؑ کے اجزار تھے — ہم نے وہ راگ بہشت میں سُنے ہیں

گرچہ ² برما ریخت آب و گِل شکے — یادِ ماں آید از آنہا اندکے
اگرچہ پانی اور مٹی نے ہمیں شک میں ڈال دیا ہے — ان سے ہمیں اُن کی کچھ یاد آجاتی ہے

لیک چوں آمیخت باخاکِ کُرب — کے دہد ایں زیر وایں بم آں طرب
لیکن چونکہ وہ (نغمے) مصیبتوں کی مٹی میں مل گئے ہیں — تو یہ نیچے اور اونچے سُر وہ مزا کہاں دیتے ہیں!

آب چوں آمیخت با بول و کمیز — گشت ز آمیزش مزاجش تلخ و تیز
جب پانی پیشاب اور گندگی سے مل گیا — ملاوٹ سے اُس کا مزاج تلخ و تیز ہوگیا

چیزکے ³ از آب ہستش در جسد — بول از آں رُو آتشے را می کشد
اُس کے وجود میں کچھ پانی ہے — پیشاب اسی وجہ سے آگ کو بجھا دیتا ہے

گر نجس شد آب ایں طبعش بماند — کآتشِ غم را بطبع خود نشاند
پانی اگرچہ ناپاک ہوگیا اُس کا مزاج باقی رہ گیا — کہ وہ غم کی آگ کو اپنے مزاج سے بجھا دیتا ہے

پس غذائے عاشقاں آمد سماع — کہ در و باشد خیالِ اجتماع
سماع ، عاشقوں کی غذا بن گئی — کیونکہ اُس میں وصل کا خیال ہوتا ہے

---

¹ نالہ یعنی نفیری اور ڈھول کی آواز حضرت اسرافیلؑ کے نفخ صور کی آواز سے مشابہ ہے۔ سرنا۔ نفیری۔ دُہل۔ ڈھول۔ ناقورِ کُل۔ صور جو قیامت میں پھونکا جائیگا۔ حکیماں۔ حکیم فیثاغورث نے کہا ہے کہ موسیقی کے بارہ مقام آسمان کے بارہ برجوں سے، سات آوازیں سات سیاروں سے، چوبیس شعبے دن رات کے چوبیس گھنٹوں سے، اور اڑتالیس ترکیبیں سال کے اڑتالیس ہفتوں سے بنائے گئے ہیں۔ بانگ۔ ان حکماء کے نزدیک آسمانوں کا دھیان ہوا ہے اور اُس سے آوازیں پیدا ہوتی ہیں اسی کی نقل طنبورے اور گلے کے ذریعہ کی گئی ہے۔ مؤمناں۔ مومن کہتے ہیں کہ یہ سارے الاپ اور نغمے حوران بہشتی کے گانے اور جنت کی نہروں کے چلنے کی آوازوں اور جنت کے درختوں کے ہلنے کی آوازوں سے بنے ہیں۔ ماہمہ۔ ہم اگرچہ براہِ راست جنت میں نغمے کر وہاں سے اُن کو سُنتے لیکن چونکہ ہمارے باوا آدمؑ وہاں تھے اور ہم انہیں کے اجزاء ہیں لہٰذا ہم نے بھی وہاں سُنے تھے۔ ² گرچہ۔ اس آب و گل کی دنیا نے ہمیں جنت کی پوری باتیں بھلا دی ہیں پھر بھی کچھ یاد باقی ہے لیکن چونکہ اب وہ نغمے ہمارے جسم سے پیدا ہوتے ہیں جو آب و گل سے بنا ہے اس لئے اب اس زیر و بم سے وہ مستی پیدا نہیں ہوتی جو جنت میں طاری ہوتی تھی۔ کُرب۔ کُرْبَۃ کی جمع ہے، مصیبت۔ طرب۔ مستی۔ آب۔ جنت کے لحن جب انسان ادا کرتا ہے تو اُن کی مثال یہ ہے کہ پاک پانی پیشاب میں مل جائے تو ظاہر ہے کہ اُس کی پاکیزگی اور لطافت ختم ہو جائیگی۔ کمیز۔ پیشاب ——— ³ چیزکے۔ پیشاب میں ملے ہوئے پانی میں بھی پانی کے خواص کچھ نہ کچھ باقی رہ جاتے ہیں اس کو آگ پر ڈالا جائے تو وہ آگ کو بجھا دے گا اسی طرح ان لحنوں میں کچھ نہ کچھ اثرات باقی ہیں اور یہ لحن آتشِ غم کو بجھا دیتے ہیں۔ پس۔ ان نغموں کا سماع چونکہ وصلِ محبوب کا تصور پیدا کرتا ہے اس لئے یہ عاشقوں کی غذا ہے۔

536

قُوتے[1] گیرد خیالاتِ ضمیر — بلکہ صورت گردد از بانگ و صفیر

دل کے خیالات قوت حاصل کرتے ہیں — بلکہ آواز اور نغمہ سے مجسّم بن جاتے ہیں

آتشِ عشق از نواہا گشت تیز — آنچنانکہ آتشِ آں جوز ریز

عشق کی آگ نغموں سے تیز ہو جاتی ہے — جس طرح سے اس اخروٹ گرانیوالے کی آگ

حکایت[2] آں مردِ تشنہ کہ از سرِ جوز بُن جوز در آب می ریخت کہ

اُس پیاسے کی حکایت جو اخروٹ کے درخت سے اخروٹ پانی میں گراتا تھا جو پانی

در گو بُود و در آب نمی رسید تا بافتادنِ جوز بانگِ آب بشنود و

گڑھے میں تھا اور وہ پانی تک نہ پہنچ سکتا تھا تا کہ اخروٹ کے گرنے سے پانی کی آواز سُن لے

اُو را چوں سماعِ بانگِ آب در طرب می آورد

اور اُس کو پانی کی آواز کا سُننا مستی میں لاتا تھا

در تغوے بُود آب آں تشنہ راند — در درختِ جوز جوزے می فشاند

پانی گہرے گڑھے میں تھا، وہ تشنہ چڑھ گیا — اخروٹ کے درخت پر، اخروٹ گراتا تھا

می فتاد از جوز بُن جوز اندر آب — بانگ می آمد ہمی دید اُو حُباب

اخروٹ کے درخت سے اخروٹ پانی میں گرتا تھا — آواز آتی تھی، وہ بُلبلے دیکھتا تھا

عاقلے گفتش کہ بگذار اے فتا — جوزہا خود تشنگی آرد ترا

ایک عقلمند نے کہا اے نوجوان! اپنے دے — خود اخروٹ تجھے پیاسا کردیں گے

بیشتر در آب می افتد ثمر[3] — آب در پستی ست از تو دُور تر

اکثر پھل پانی میں گرتے ہیں — پانی گہرائی میں تجھ سے دُور ہے

بیشتر در آب می اُفتد ببیں — می بَرد آبش تُرا چہ سُود زیں

دیکھ! اکثر پانی میں گرتے ہیں — اُن کو پانی لے جاتا ہے، تجھے اِس سے کیا فائدہ!

تا تو از بالا فرود آئی بزیر — آب جوزت بُردہ باشد اے دلیر

جب تک تو اوپر سے نیچے اُترے گا — اے بہادر! پانی تیرے اخروٹ غائب کر چکا ہوگا

گفت قصدم زیں فشاندن جوز نیست — تیز تر بنگر بریں ظاہر مایست

اُس نے کہا اِس جھاڑنے سے میرا مقصود اخروٹ نہیں ہے — غور سے دیکھ، اِس ظاہر پر نہ ٹھہر

اُس عقلمند سے کہا کہ میرا مقصد اخروٹ توڑنا نہیں ہے، غور کر مقصد دوسرا ہی ہے۔

---

[1] قوتے - اگر سامع میں عالی جذبات ہوتے ہیں تو ان میں ابھار پیدا ہوتا ہے اور خیال مجسّم اختیار کر لیتا ہے۔ آتشِ عشق۔ عشق کی آگ ان نغموں سے تیزی پکڑ لیتی ہے جس طرح اس پیاسے شخص کی پیاس اُن اخروٹوں کے گرنے سے تیز ہو رہی تھی جو پانی میں گر کر آواز پیدا کر رہے تھے۔ آئندہ حکایت میں مولانا اِس کی تفصیل کرتے ہیں۔

[2] حکایت۔ یہ شخص پیاسا تھا پانی گہرے گڑھے میں تھا، یہ پانی تک پہنچ نہ سکتا تھا تو اُس نے اخروٹ کے درخت پر چڑھ کر اخروٹ توڑ کر پانی میں پھینکنے شروع کر دیئے اخروٹ کے پانی میں گرنے سے جو آواز پیدا ہو رہی تھی پیاس سے لُطف اندوز ہو رہا تھا۔ تغول۔ گڑھا۔ جوز۔ اخروٹ۔ حُباب۔ بلبلہ۔ جوزہا۔ عاقل اِس پیاسے کا منشا نہ سمجھا اور اُس نے دیکھ کر اخروٹ پانی میں ضائع ہو رہے ہیں تو کہنے لگا کہ اخروٹوں کا ضائع ہونا تیری خواہش کو بڑھا دے گا۔

[3] ثمر۔ یعنی اخروٹ۔ می برد۔ پانی اُن اخروٹوں کو اپنے اندر لے لیتا ہے۔ آب۔ تیرے اخروٹ پانی کے اندر ڈوب کر غائب ہو جائیں گے۔ گفت۔ اخروٹ پھینکنے والے پیاسے نے

قصدِ^ل من آنست کاید بانگِ آب — ہم بہ بینم بر سرِ آب ایں حُباب

میرا مقصد یہ ہے کہ پانی کی آواز آئے — میں یہ بُلبلے بھی پانی پر دیکھوں

تشنہ را خود شغل چہ بُود در جہاں — گرد پائے حوض گشتن جاوداں

دنیا میں پیاسے کا خود کیا کام ہوتا ہے! — ہمیشہ حوض کے چاروں طرف چکر کاٹنا

گردِ جُوی و گردِ آب و بانگِ آب — ہمچو حاجی طائفِ کعبہ صواب

نہر کے گرد اور پانی کے گرد اور پانی کی آواز کے گرد — اُس حاجی کی طرح جو صحیح کعبہ کا طواف کرنے والا ہے

ہمچناں مقصودِ من زیں مثنوی — اے ضیاء الحق حُسام الدیں توئی

اسی طرح اِس مثنوی سے میرا مقصود — اے ضیاء الحق حُسام الدین تو ہی ہے

مثنوی^ع اندر اصول و ابتدا — جملہ بہرِ تست و بر تُست انتہا

مثنوی بنیادوں میں اور ابتدا میں — سب تیرے لئے ہے اور تجھ پر ہی (آگی) انتہا ہے

التجا بر تُست و بر امدادِ تو — تکیہ بر اشفاق و بر اسعادِ تو

تجھ سے اور تیری امداد سے درخواست ہے — تیری مہربانیوں اور مدد پر بھروسہ ہے

مثنوی اندر اصول و در فروع — میکند زیرِ لوای تو رُجوع

مثنوی اصول اور فروع میں — تیرے جھنڈے کی طرف رجوع کرتی ہے

مثنوی در استواء و در اُفول — جملہ آنِ تُست و کردستی قبول

مثنوی عروج اور غروب میں — پوری تیری ملکیت ہے اور تونے قبول کر لیا ہے

در قبولِ تُست عزّ و مقبلی — زانکہ شاہِ جان و سلطانِ دلی

تیرے قبول کر لینے میں عزت اور نصیبہ وری ہے — کیونکہ تو جان کا حاکم اور دل کا شاہ ہے

در قبول آرند شاہاں نیک و بد — چوں قبول آرند نبُود ہیچ رد

بادشاہ اچھے اور بُرے کو قبول کر لیتے ہیں — جب قبول کر لیتے ہیں پھر کبھی رد نہیں ہوتا

چوں^س نہالے کاشتی آبش بدہ — چوں کشادش دادہ بکشا گرہ

جب تونے پودا لگایا ہے اُس کو پانی دے — جب تونے کشادگی دی ہے، گرہ کھول دے

قصدم از الفاظِ او رازِ تو است — قصدم از انشاش آوازِ تو است

میرا مقصد اُس کے الفاظ سے تیرا راز ہے — میرا مقصد اُس کے لکھانے سے تیری آواز ہے

ل قصدِ من۔ اخروٹ توڑ کر اس لئے پھینک رہا ہوں کہ اُس کے گرنے سے پانی کی آواز سُن سکوں اور پانی کے بُلبلوں کو دیکھ سکوں۔ حُباب۔ پانی کا بُلبلہ۔ تشنہ۔ پیاسے کا یہی شغل ہوتا ہے کہ وہ حوض کے چکر کاٹے پانی اور نہر کے چکر لگائے اور پانی کی آواز سُنے اور یہ اُس کا گھومنا ایسا ہی ہے جیسا کہ حاجی کعبہ کا یا مُرید شیخ کا طواف کرتا رہتا ہے۔ ہمچناں جس طرح پیاسے کا مقصود پانی کا طواف اور حاجی کا مقصود کعبہ کا طواف ہے اسی طرح مثنوی سے میرا مقصود اے حُسام الدین تم ہو۔

ع مثنوی۔ میری اِس مثنوی کی ابتدا اور انتہا اور سب کچھ تمہارے لئے ہے۔ التجا۔ اس میں تمہاری مدد شاملِ حال ہے اور مجھے اِس کی تکمیل میں تمہاری مہربانیوں اور امداد پر بھروسہ ہے۔ اصول۔ اصل کی جمع ہے، جڑ۔ فروع۔ فرع کی جمع ہے، شاخ۔ لوا۔ جھنڈا۔ استواء۔ یعنی سورج کی سمتی بلندی۔ افول۔ غروب۔ آن۔ ملکیت۔ در قبول۔ اگر تم نے یہ مثنوی پسند کر لی تو میری نصیبہ وری اور عزت افزائی ہوگی کیونکہ تم میرے دل و جان کے سلطان اور شاہ ہو۔ در قبول۔ بڑے لوگ ہر اچھی بُری چیز قبول کر لیتے ہیں اور پھر کبھی اُس کو رد نہیں کرتے ہیں۔

س چوں۔ اے حُسام الدین جب تم نے مثنوی کا پودا لگایا ہے تو اب اُس کی آبیاری کرتے رہو۔ قصدم۔ میں مثنوی کے الفاظ میں تمہارے راز اور احوال بیان کر رہا ہوں اور اُس کے بولنے میں میری آواز نہیں بلکہ تمہاری آواز کام کر رہی ہے۔

پیشِ[1] من آوازت آوازِ خداست
میرے نزدیک تیری آواز، خدا کی آواز ہے

عاشق از معشوق حاشا کے جداست
توبہ توبہ، عاشق معشوق سے کب جدا ہے؟

اتصالے بے تکیف بے قیاس
ناقابلِ بیان، عقل میں نہ آنے والا اتصال ہے

ہست ربُ الناس را با جانِ ناس
لوگوں کے رب کا لوگوں کی جان سے

لیک گفتم ناس من نسناس نے
لیکن میں نے انسان کہا ہے، بن مانس نہیں کہا،

ناس غیرِ جانِ جاں اشناس نے
انسان، جان کی جان کو پہچاننے والے کے علاوہ نہیں ہے

ناس[2] مردم باشد و کو مردمے
انسان، انسان ہوتا ہے لیکن انسان کہاں ہے؟

تو سرِ مردم ندیدستی دمے
تو نے تھوڑی دیر کیلئے بھی انسان کا راز نہیں دیکھا ہے

مَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ خواندہ
"تو نے نہیں پھینکا جبکہ پھینکا" تو نے پڑھا ہے

لیک جسمی در تحری ماندہ
لیکن تو ایک مجسّم ہے، اٹکل میں پھنسا رہ گیا ہے

مُلکِ جسمت را چو بلقیس اے غبی
اے بیوقوف اپنے جسم کے ملک کو بلقیس کی طرح

ترک کن بہرِ سلیمانؑ نبی
سلیمانؑ نبی کے لئے چھوڑ دے

میکنم لاحول نے از گفتِ خویش
میں لاحول پڑھتا ہوں (لیکن) اپنی گفتگو پر نہیں

بلکہ از وسواسِ آں اندیشہ کیش
بلکہ شبہ کرنے والے کے وسوسہ پر

کو خیالے می کند در گفتِ من
کیونکہ وہ میری گفتگو پر خیالات لا رہا ہے

در دل از وسواس و انکارات و ظن
دل میں، وسوسوں اور انکاریوں اور بدگمانی کے

می کنم لاحول یعنی چارہ[3] نیست
میں لاحول پڑھتا ہوں یعنی کوئی علاج نہیں ہے

چوں ترا در دل بضدم گفتنی ست
جبکہ تیرے دل میں میرے خلاف باتیں ہیں

چونکہ گفتِ من گرفتت در گلو
چونکہ میری گفتگو تیرے گلے میں پھنس گئی ہے

من خمش کردم تو آں را خود بگو
میں چپ ہو گیا تو اسکو خود کہہ

در بیانِ نائی کہ از مقعدش بادے بجست نے را بر زمیں نہاد
اُس نے نواز کے بیان میں جس کی مقعد سے گوز نکلا اس نے بانسری زمین

پر رکھ دی کہ اگر تو مجھ سے بہتر بجانا جانتا ہے تو لے

کہ اگر تو از من بہتر می زنی بگیر

---

[1] پیشِ من۔ یہ آواز اگرچہ تمہارے حلقوم سے نکل رہی ہے لیکن یہ دراصل خدائی آواز ہے تم عاشقِ خدا ہو لہٰذا خدا سے کب جدا ہو۔ اتصالے۔ اللہ تعالیٰ کا اپنے نیک بندوں سے وہ اتصال ہے جس کی کیفیت ناقابلِ بیان ہے اور وہ اتصال کسی قیاس میں نہیں آسکتا ہے۔ لیک۔ یہ خدائی اتصال انسانوں کے ساتھ ہے بن مانسوں کے ساتھ نہیں اور انسان وہی ہے جو اپنے خالق کو پہچان لے۔

[2] ناس۔ بہت سے انسان بشکلِ انسان ہیں لیکن ان میں انسانیت نہیں ہے۔ مَا رَمَیْتَ۔ جنگِ بدر میں آنحضورؐ نے ایک مٹھی خاک دشمنوں کی طرف پھینکی جس سے وہ مبہوت ہو گئے قرآن پاک نے اس کے بارے میں فرمایا وہ خاک تم نے نہیں پھینکی ہم نے پھینکی یہ وہ اتصال ہے جو میں سمجھا رہا ہوں۔ لیک جسمی۔ لیکن تو صرف جسم بلا روح ہے اور مرتبۂ یقین کو نہیں پہنچ سکا ہے۔ ملک۔ تو اپنے جسم کی سلطنت کو اسی طرح خیرباد کہہ دے جس طرح بلقیس نے حضرت سلیمانؑ کی خاطر سلطنت کو خیرباد کہہ دیا تھا۔ میکنم۔ یہاں اگر مولانا کو مثنوی کے معترضین کا خیال آگیا فرماتے ہیں میں اپنی گفتگو پر لاحول نہیں پڑھتا ہوں بلکہ ان لوگوں پر پڑھتا ہوں جن کے دلوں میں مثنوی کا انکار اور

ان کے متعلق بدگمانیاں ہیں ——— [3] چارہ نیست جبکہ مخالفت کی ٹھان لی ہے تو بجز لاحول کے اور کوئی تدبیر نہیں ہے چونکہ اچھا اگر میری گفتگو تم لوگوں کے گلے سے نہیں اترتی ہے تو ہم تم اس جیسی مثنوی کہہ دو ہم ایک قصہ سناتے ہیں کہ ایک نے نواز کو بجاتے ہوئے گوز خارج ہو گیا تو اس نے بانسری اپنی مقعد کے حوالہ کر دی اور کہا کہ اگر

آں یکے نائی[1] کہ خوش نے می زدست — ناگہاں از مقعدش بادے بجست

ایک بانسری بجانے والا جو اچھی بانسری بجاتا تھا — اچانک اُس کی مقعد سے گوز خارج ہو گیا

نائے را بر کون نہاد او کہ زمن — گر تو بہتر می زنی بستاں بزن

اُس نے بانسری مقعد پر رکھدی کہ مجھ سے — اگر تو بہتر بجاتی ہے لے لے (اور) بجا

در بیانِ تحمل کردن از ہر بے ادبے و طریقِ رفق و مدارات سپردن

ہر بے ادب کی برداشت اور نرمی اور خاطر تواضع کی راہ اختیار کرنے کا بیان

اے مسلماں خود ادب اندر طلب — نیست اِلّا حمل از ہر بے ادب

اے مسلمان! راہِ طلب میں خود ادب — نہیں ہے، ہر بے ادب کو برداشت کرنے کے علاوہ

ہر کرا بینی شکایت می کند — کاں فلاں کس راست طبع و خوئے بد

تو جسے دیکھے کہ وہ شکایت کرتا ہے — کہ فلاں شخص کی طبیعت اور عادت بُری ہے

ایں شکایت گو یداں کہ بد خو یست — کہ مر آں بد خوی را او بد گو یست

یہ شکایت وہ کرتا ہے، جو خود بد عادت ہے — کیونکہ وہ اُس بد خو کی بدگوئی کرتا ہے

زانکہ خوشخو آں بود کو در خمول[2] — باشد از بد خوی و بد طبعاں حمول

کیونکہ اچھی عادت والا وہ ہے جو گوشۂ تنہائی میں — بد عادت اور بد طبیعت والوں کی برداشت کرنے والا ہو

لیک در شیخ آں گلہ زامرِ خداست — نے پئے خشم و ممارات و ہواست

لیکن شیخ کا یہ شکوہ خدا کے حکم سے ہے — نہ کہ غصہ اور لڑائی اور خواہشِ نفسانی کی وجہ سے

آں شکایت نیست ہست اصلاحِ جاں — چوں شکایت کردنِ پیغمبراں

یہ شکوہ نہیں ہے، روح کی اصلاح ہے — جیسا کہ پیغمبروں کا شکوہ کرنا

ناحمولی[3] انبیا از امر داں — ورنہ حمّال ست بد را حلمِ شاں

نبیوں کی عدم برداشت حکم سے سمجھ — ورنہ اُن کی بردباری بُرے کو برداشت کرنے والی ہے

طبع را کشتند در حملِ بدی — ناحمولی گر بود ہست ایزدی

اُنھوں نے بُرائی کے برداشت کرنے میں طبیعت کو مار ڈالا ہے — اگر عدم برداشت ہے تو خدائی ہے

اے سلیماں[4] درمیانِ زاغ و باز — حلمِ حق شو با ہمہ مُرغاں بساز

اے سلیمانؑ! کوّے اور باز میں — اللہ (تعالیٰ) کا حلم بنجا، تمام پرندوں سے نبھا

بُلبلِ بسیار گو را پَر مکن — باز را و کبک را برہم مزن

بہت بولنے والی بُلبل کے پَر نہ نوچ — باز اور چکور کو نہ بھینچ

---

[1] نائی- بانسری بجانے والا- بادے یعنی گوز- کون- مبرز- تحمل- برداشت- مدارات- خاطر تواضع- اے مسلماں- چونکہ مثنوی کے معترضین نے راہِ بے ادبی اختیار کی اسپر برداشت کا مضمون شروع کیا ہے- طلب یعنی ایک طالب اور سالک کا طریقہ یہ ہے کہ وہ ہر ناگواری کو برداشت کرے- ہر کرا جسکو تو دیکھے کہ وہ دوسرے کی بُرائی اور شکایت کر رہا ہے تو سمجھ لے کہ وہ خود بد عادت ہے کیونکہ بدگوئی میں مبتلا ہو گیا ہے- خوشخو- اچھی عادت تو اُس شخص کی ہے جو بُروں کو برداشت کرے-

[2] خمول- گمنامی- حمول- برداشت کرنے والا- لیک- شیخ بھی مُرید کا شکوہ کرتا ہے لیکن اُس کا شکوہ لڑائی جھگڑے اور نفس کے تقاضے کی بنا پر نہیں ہوتا ہے بلکہ خداوندی حکم سے مُرید کی اصلاح کیلئے ہوتا ہے اور شیخ کا شکوہ ایسا ہی ہے جیسا کہ انبیاء نے قوموں کا شکوہ کیا ہے-

[3] ناحمولی- انبیاء کا غصہ اور شکوہ خداوندی حکم سے ہوتا ہے- طبع را- وہ تو نفسِ اَمّارہ کو مار چکے ہیں لہٰذا اُن کا غصہ نفس کی وجہ سے نہیں ہے حکمِ ایزدی سے ہوتا ہے- سلیماں- یعنی شیخ حضرت سلیمانؑ چونکہ پرندوں کی بولیاں سمجھتے تھے اسلئے اُس مناسبت سے اچھے اور بُرے انسانوں کو پرندوں کے ناموں سے ذکر کیا گیا ہے- زاغ و باز یعنی اچھے اور بُرے انسان- بُلبل- پُر گو

اے ذوصد۱ بلقیس حلمت یا زبوں — کاھدِ قومی انھم لا یعلمون

اے وہ کہ ذو سو بلقیسیں تیری بُردباری کے مقابلہ میں ہیچ ہیں — کیونکہ میری قوم کو ہدایت دے بیشک وہ نہیں سمجھتے ہیں

تہدید فرستادن سلیمانؑ پیش بلقیس کہ اصرار میندیش بر شرک و

حضرت سلیمانؑ کا بلقیس کی جانب دھمکی بھیجنا کہ شرک پر اصرار نہ کر اور ایمان

تاخیر مکن در ہجرت بہر ایمان

لانے کے لئے وطن چھوڑنے میں تاخیر نہ کر

ہیں بیا بلقیس ورنہ بد شود — لشکرت خصمت شود مرتد شود

خبردار! بلقیس آجا، ورنہ بُرا ہوگا — تیرا لشکر تیرا دشمن ہو جائیگا، باغی ہو جائے گا

پردہ دارِ تو درت را بر کَنَد — جانِ تو با تو بجان خصمی کُند

تیرا پہرے دار تیرا دروازہ اُکھاڑ دے گا — تیری جان، جان (ودل) سے تجھ سے دشمنی کریگی

جملہ ذراتِ زمین و آسماں — لشکرِ حق اند گاہِ امتحاں

زمین اور آسمان کے سارے ذرّے — آزمائش کے وقت اللہ تعالیٰ کے لشکر ہیں

باد۲ را دیدی کہ با عاد آں چہ کرد — آب را دیدی کہ در طوفاں چہ کرد

تو نے ہوا کو دیکھا اُس نے (قوم) عاد کیساتھ کیا کیا — تو نے پانی کو دیکھا اُس نے طوفان نوح میں کیا کیا؟

آنچہ بر فرعون زد آں بحرِ کیں — وانچہ با قاروں نمودست ایں زمیں

جو اُس غضب کے دریا نے فرعون پر جو حملہ کیا — اور وہ جو اس زمین نے قارون کو دکھایا

وانچہ آں بابیل با آں پیل کرد — وانچہ پشہ کلّۂ نمرود خورد

اور وہ جو ابابیل نے اُس ہاتھی کے ساتھ کیا — اور وہ جو مچھر نے نمرود کی کھوپڑی کھائی

وانکہ سنگ انداخت داؤدے بدست — گشت۳ صد پارہ و لشکر شکست

اور وہ کہ حضرت، داؤدؑ نے ہاتھ سے پتھر پھینکا — تین سو ٹکڑے ہو گیا اور لشکر کو شکست دیدی

سنگ۴ می بارید بر اعدائے لوطؑ — تا کہ در آبِ سیاہ خوردند غوط

حضرت، لوطؑ کے دشمنوں پر پتھر برستے تھے — حتیٰ کہ اُنھوں نے کالے پانی میں غوطہ کھایا

ما بگویم۵ از جماداتِ جہاں — عاقلانہ یاریِ پیغمبراں

(اگر) میں دنیا کی بے جان چیزوں کے بارے میں بتاؤں — سمجھداری کے ساتھ پیغمبروں کی مدد

---

۱ ذو صد بلقیس۔ یعنی وہ مریدین جو ابھی راہِ سلوک پر نہیں لگے ہیں۔ آنچہ۔ جس وقت جنگ اُحد میں آنحضورؐ کو مشرکین نے زخمی کر دیا تو آپؐ نے یہ دعا کی اَللّٰھُمَّ اھْدِ قَوْمِیْ فَاِنَّھُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ۔ اے اللہ میری قوم کو ہدایت دے وہ میرے مرتبہ کو نہیں جانتے ہیں۔ تہدید۔ حضرت سلیمانؑ نے بلقیس کو پیغام بھیجا کہ جلد آ کر مسلمان ہو جا ورنہ خرابی پیدا ہو جائیگی۔ لشکرت۔ یعنی تیرا لشکر خود تیرا دشمن ہو جائیگا۔ مرتد۔ یعنی اطاعت سے پھر جائیگا۔ پردہ دار۔ چوکیدار خود دروازہ توڑ ڈالیگا۔ جانِ تو۔ تیری جان خود تیری دشمن ہو جائیگی۔ جملہ۔ اللہ تعالیٰ جب کسی کو تباہ کرنا چاہتا ہے تو کائنات کا ذرہ ذرہ اُس کا دشمن ہو جاتا ہے۔

۲ باد۔ قرآن میں ہے۔ اَمَّا عَادٌ فَاُھْلِکُوْا بِرِیْحٍ صَرْصَرٍ قومِ عاد آندھی سے ہلاک کردی گئی آب۔ قرآن میں ہے۔ وَ اَغْرَقْنَا الَّذِیْنَ کَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا جن لوگوں نے ہماری آیتوں کی تکذیب کی اُنکو ہم نے پانی میں ڈبو دیا۔ فرعون۔ قرآن میں ہے فَغَشِیَھُمْ مِّنَ الْیَمِّ مَا غَشِیَھُمْ پس ان کو سمندر نے ڈھانپ لیا۔ قارون۔ قرآن میں ہے فَخَسَفْنَا بِہٖ وَبِدَارِہِ الْاَرْضَ ہم نے اُس کو اور اس کے گھر کو زمین میں دھنسا دیا۔ بابیل۔ قرآن پاک میں ہے فَجَعَلَھُمْ کَعَصْفٍ مَّاْکُوْلٍ۔ داؤد۔ حضرت

۳ داؤدؑ نے تین پتھر دشمنوں کیطرف پھینکے تو اُنکے صد ہا ٹکڑے ہو کر دشمنوں کے لگے اور وہ ہلاک ہو گئے۔

۴ سنگ۔ قوم لوطؑ سنگسار کیگئی قرآن پاک میں ہے لِنُرْسِلَ عَلَیْھِمْ حِجَارَۃً مِّنْ طِیْنٍ تاکہ ہم اُن پر مٹی کے پتھر برسائیں

۵ ما بگویم۔ اگر تشریح کیجائے کہ جمادات نے انبیاء کی کیا کیا مدد کی ہے تو مثنوی کی ضخامت چالیس اونٹوں کے بوجھ کی ہو جائیگی۔

مثنوی چنداں شود کہ چل شتر
مثنوی اس قدر ہو جائے گی کہ چالیس اونٹ

گر کشد عاجز شود از بارِ پُر
اگر اٹھائیں پورے بوجھ سے عاجز آجائیں گے

دستؔ[1] بر کافر گواہی می دہد
ہاتھ، کافر کے خلاف گواہی دے دیتا ہے

لشکرِ حق می شود سر می نہد
اللہ کا لشکر بن جاتا ہے، اطاعت کرتا ہے

اے نمودہ ضدِ حق در فعل و درس
اے قول و فعل میں اللہ کی مخالفت کرنے والے

درمیانِ لشکرِ اُوئی بترس
تو اُس کے لشکر کے درمیان ہے، خوف کھا

جزوؔ[2] جزوت لشکرِ حق در وفاق
تیرا جوڑ جوڑ بالاتفاق اللہ کا لشکر ہے

مر ترا اکنوں مطیع اند از نفاق
اب نفاق سے تیرے فرمانبردار ہیں

گر بگوید چشم را کو را فشار
اگر وہ آنکھ کو کہہ دے کہ اس کو تنگ کر

دردِ چشم از تو بر آرد صد دمار
آنکھ کا درد تیری سو بلاکتیں پیدا کر دے گا

ور بدنداں گوید او بنما وبال
اگر وہ دانتوں کو کہہ دے کہ تکلیف پہنچاؤ

پس بہ بینی تو ز دنداں گوشمال
تو تُو دانتوں سے سزا پائے گا

باز کن طب را بخواں بابُ العلل
طب کو کھول بیماریوں کا باب پڑھ لے

تا بہ بینی لشکرِ تن را عمل
تاکہ تو جسم کے لشکر کا عمل دیکھ لے

چونکہ جانِ جانِ ہر چیزے وے ست
چونکہ ہر چیز کی جان کی جان وہی ہے

دشمنی با جانِ جاں آساں کے ست
جان کی جان کے ساتھ دشمنی کب آسان ہے؟

خود رہا کن لشکرِ دیو و پری
دیو اور پری کے لشکر کو جانے دے

کز میانِ جاں کنندم صفدری
کیونکہ جان کے اندر سے میری جانب سے صف شکنی کو کر دیتے ہیں

ملکؔ[3] را بگذار بلقیس از نخست
اے بلقیس! پہلے سلطنت کو چھوڑ دے

چوں مرا یابی ہمہ ملک آن تست
جب تو مجھے حاصل کر لیگی سب ملک تیری ملکیت ہیں

خود بدانی چوں بر من آمدی
جب تو میرے پاس آجائے گی خود جان لیگی

کہ تو بے من نقشِ گرما بہ بُدی
کہ تو میرے بغیر حمام کی تصویر تھی

نقش اگر خود نقشِ سلطاں یا غنی ست
تصویر خواہ بادشاہ کی ہے یا مالدار کی

صورت ست از جانِ خود بے چاشنی ست
تصویر ہے، اپنی جان سے بے لذت ہے

زینتِ اُو از برائے دیگراں
اُس کی رونق دوسروں کے لئے ہے

باز کردہ بیہدہ چشم و دہاں
خواہ مخواہ اُس نے آنکھ اور منہ کھول رکھا ہے

---

[1] دست۔ قرآن میں ہے وَتُكَلِّمُنَا اَيْدِيْهِمْ وَتَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ "اور انکے ہاتھ ہم سے کلام کریگے اور انکے پاؤں گواہی دیںگے اُن کاموں کی جو انھوں نے کیے" آیے نمودہ۔ اللہ تعالے کے مخالف کو ڈرنا چاہیے وہ اسکی کائنات کے لشکروں میں گھرا ہوا ہے۔ درس یعنی قول۔

[2] جزو۔ انسان کا ہر جزو اللہ کا لشکر ہے فی الحال نفاق سے منکروں کا ساتھ دے رہا ہے۔ دمار۔ ہلاکت۔ دنداں۔ دانتوں کا درد انسان کو مصیبت میں مبتلا کر دیتا ہے۔ بابُ العلل۔ طب کی کتابوں کا وہ باب جس میں بیماریوں کا ذکر ہے اُس سے معلوم ہو جائیگا کہ انسان کے بدن میں کسقدر امراض چھپے ہوتے ہیں۔ دشمنی۔ جان کی جان سے دشمنی آسان نہیں ہے۔ خود۔ اللہ کے بیرونی لشکروں کے ذکر کو چھوڑو خود انسان کے اندر ایسے امراض ہیں جو مخالفوں کے صف شکن ہیں۔

[3] ملک را۔ بلقیس کو خطاب ہے کہ ظاہری سلطنت کو چھوڑ کر آجا جب تو ایمان لے آئے گی تمام کائنات تیری محکوم ہوگی۔ نقش گرما بہ۔ حماموں میں تصویریں بنانے کا رواج تھا جو بے جان ہوتی ہیں۔ نقش۔ تصویر خواہ شاہ کی ہو یا مالدار کی، بہرحال بے جان چیز ہے۔

اے تو در پیکار خود را باختہ	دیگراں را تو ز خود نشناختہ
خبردار! تو نے اپنے آپ کو جنگ وجدل میں مصروف کر رکھا ہے	تو دوسروں کو اپنے آپ سے (جدا کر کے) نہیں پہچانتا ہے
تو بہر صورت کہ آئی بیستی	کہ منم ایں واللہ آں تو نیستی
تو جس صورت میں ہوتا ہے، جم جاتا ہے	کہ میں یہ ہوں، خدا کی قسم تو وہ نہیں ہے
یک زماں تنہا بمانی تو ز خلق	در غم و اندیشہ مانی تا بحلق
اگر تو مخلوق سے تھوڑی دیر کے لئے اکیلا رہ جائے	غم اور فکر میں گلے تک ہو جائے
ایں تو کے باشی کہ تو آں اوحدی	کہ خوش و زیبا و سر مست خودی
تو یہ کب ہے؟ کیونکہ تو وہ (مظہر) وحدت ہے	جو اچھا اور حسین اور اپنے آپ کا عاشق ہے
مرغ خویشی صید خویشی دام خویش	صدر خویشی فرش خویشی بام خویش
تو اپنا پرندہ ہے، تو اپنا شکار ہے، تو اپنا جال ہے	تو اپنا صدر ہے، تو اپنا فرش ہے، تو اپنا بالاخانہ ہے
جوہر آں باشد کہ قائم با خود ست	واں عرض باشد کہ فرع او شدست
جوہر تو وہی ہے جو خود قائم ہو	جو اس کی فرع ہے، وہ عرض ہوتا ہے
گر تو آدم زادۂ چوں او نشیں	جملہ ذرات را در خود ببیں
اگر تو آدمؑ کی اولاد ہے، اس کی طرح بیٹھ	تمام ذروں کو اپنے اندر دیکھ
چیست اندر خم کہ اندر نہر نیست	چیست اندر خانہ کاندر شہر نیست
مٹکے میں کیا ہے جو نہر میں نہیں ہے؟	گھر میں کیا ہے جو شہر میں نہیں ہے؟
ایں جہاں خم ست و دل چوں جوی آب	ایں جہاں حجرہ است و دل شہر عجاب
یہ دنیا مٹکا ہے اور دل پانی کی نہر کی طرح ہے	یہ دنیا حجرہ ہے اور دل عجائب کا شہر ہے

پیدا کردن سلیمانؑ بلقیس را کہ خالصاً لامر اللہ ست جہد در ایمان تو
(حضرت) سلیمانؑ کا بلقیس پر واضح کرنا کہ تیرے ایمان کے بارے میں کوشش خالصۃً اللہ کے حکم سے ہے

یکذرہ غرضے نیست مرا نہ در نقش تو و نہ در حسن تو و نہ در ملک تو خود بینی چوں چشم جانت باز شود بنور اللہ تعالےٰ کہ بے غرضی ست
میری ایک ذرہ غرض نہیں ہے نہ تیرے نقش ونگار میں نہ تیرے حسن میں اور نہ تیری سلطنت میں جب تیری روح کی آنکھ اللہ کے نور سے کھلے گی تو خود جان لے گی کہ بے غرضی ہے

---

[1] اے تو۔ انسان اپنے بارے میں بہت سی غلط فہمیوں میں مبتلا رہتا ہے اور دوسروں سے اپنے آپ کو ممتاز سمجھنے لگتا ہے حالانکہ اس کے وہ تصورات بالکل خلاف واقعہ ہوتے ہیں۔ یک زماں۔ انسان اپنے آپ کو مقرب بارگاہ اور مخلوق کو دور سمجھتا ہے لیکن ذرا تھوڑی دیر کیلئے مخلوق سے علیحدہ ہو کر دیکھے پھر اسکو معلوم ہو جائیگا کہ مخلوق سے اس کو کیسا انس ہے۔ ایں تو یعنی تو نے یہ سمجھا ہے کہ تو عابد اور وہ معبود ہے اور دونوں جدا گانہ چیزیں ہیں یہ غلط خیال ہے۔ اوحدی۔ تو ذات باری کا مظہر ہے اور حق تعالیٰ اپنی وحدت کے ساتھ تجھ میں ظاہر ہے اور ان مظاہر اور تعینات کی کثرت اس کی وحدت کے منافی نہیں ہے۔

[2] مرغ خویشی۔ سے خود کوزہ وخود کوزہ گر و خود گل کوزہ خود بر سر آں کوزہ خریدار برآمد۔ جوہر۔ حضرت حق تعالیٰ قائم بنفسہ ہے وہی عین موجود ہے باقی موجودات اس کی شئون ہیں جو اس کے ساتھ قائم ہیں۔ آدمؑ۔ حضرت آدمؑ تمام ذرات عالم کو اپنی ذات میں مشاہدہ کرتے تھے کیونکہ ان کی حقیقت تمام حقائق الٰہیہ اور کونیہ کی جامع تھی ان کی اولاد کو بھی ایسا ہی ہونا چاہیے۔

[3] چیست۔ اس شعر میں عالم کو خم اور خانہ سے تعبیر کیا ہے اور قلب انسانی کو نہر اور شہر سے تعبیر کیا ہے یعنی جو کچھ عالم میں ہے وہ قلب انسانی میں اس کی وسعت کی وجہ سے بدرجۂ اولیٰ ہے انسان عالم کبیر ہے اور دنیا عالم صغیر ہے۔ پیدا کردن۔ حضرت سلیمانؑ نے بلقیس پر واضح کیا کہ اس کو طلب کرنے میں ان کی کوئی ذاتی غرض نہیں ہے محض لوجہ اللہ اس کو طلب کر رہے ہیں۔

ہیں بیا کہ من رسولم دعوتی[1]
خبردار! آجا کیونکہ میں دعوت دینے والا رسول ہوں

چوں اجل شہوت کشم نے شہوتی
موت کیطرح میں شہوت کو مار ڈالتا ہوں شہوت کا بندہ نہیں ہوں

ور بود شہوت امیر شہوتم
اور اگر شہوت ہو تو میں شہوت پر حکمراں ہوں

نے اسیر شہوت و روی بتم
نہ کہ شہوت اور بت کے چہرے کا قیدی

بت شکن بودست اصل اصل ما
ہماری اصل کی اصل بت شکن تھی

چوں خلیل حق و جملہ انبیا
مثلاً خلیل اللہ اور تمام نبی

گر در آیم از رہے در بتکدہ
اگر میں کسی راستے بتخانہ میں جاؤں

بت سجود آرد مرا در معبدہ
عبادت خانہ میں بت مجھے سجدہ کریں

احمد و بوجہل در بتخانہ رفت
محمد اور ابوجہل بت خانہ میں گئے

زیں شدن تا آں شدن فرقیست زفت
اِس جانے میں اور اُس جانے میں بھاری فرق ہے

ایں در آمد سر نہند او را بتاں
یہ اندر آئے، بتوں نے اُن کے سامنے سر رکھ دیا

آں در آید سر نہد چوں امتاں
وہ آتا ہے تو اُمتیوں کی طرح سر رکھ دیتا ہے

ایں جہان شہوتی بتخانہ ایست[2]
یہ شہوت کی دنیا ایک بت خانہ ہے

انبیا و کافراں را لانہ ایست
نبیوں اور کافروں کا گھونسلا ہے

لیک شہوت بندۂ پاکاں بود
لیکن شہوت پاک لوگوں کی غلام ہوتی ہے

زر نسوزد زانکہ نقد کاں بود
سونا نہیں جلتا کیونکہ وہ کان کا خالص ہوتا ہے

کافراں قلب اند و پاکاں ہمچو زر
کافر کھوٹے ہیں اور پاک لوگ سونے کی طرح ہیں

اندریں بوتہ درند ایں دو نفر
دونوں شخص اِس بھٹی میں ہیں

قلب[3] چوں آمد سیہ شد در زماں
کھوٹا جب داخل ہوا فوراً کالا ہوگیا

زر در آمد شد زری او عیاں
سونا داخل ہوا اُس کا سونا پن واضح ہوگیا

دست و پا انداخت اندر بوتہ زر
سونے نے ہاتھ پاؤں کٹھالی میں ڈال دیے

در رخ آتش ہمی خندد چو خور
وہ سورج کی طرح آگ کے سامنے ہنستا ہے

جسم ما روپوش باشد در جہاں
دنیا میں ہمارا جسم پردہ ہے

ما چو دریا زیر ایں کہ در نہاں
ہم اس گھاس کے نیچے دریا کی طرح پوشیدہ ہیں

شاہ دیں را منگر اے نادان بطیں
اے بیوقوف! دین کے شاہ کو مٹی کا نہ سمجھ

کیں نظر کردہ است ابلیس لعیں
کیونکہ یہ نظر ملعون شیطان نے کی ہے

---

[1] دعوتی۔ یعنی میں ایسا رسول ہوں جو لوگوں کو اپنے دین کی دعوت دے۔ اجل تحو۔ قاطع شہوت ہے۔ نے شہوتی۔ میں شہوت کی بنیاد پر تجھے آنے کی دعوت نہیں دے رہا ہوں۔ ور بود۔ رسول میں اگرچہ جوڑ نبوت کی شہوت ہوتی ہے لیکن وہ شہوت سے مغلوب نہیں ہوتا ہے بلکہ شہوت پر غالب رہتا ہے۔ روی بتم۔ یعنی میں کسی حسین کی محبت کا قیدی نہیں ہوں۔ بت شکن۔ حضرت خلیل اللہ اور دوسرے نبیوں کا کام بت شکنی تھا۔ گر در آیم۔ رسول اگر بت کدہ میں جاتا ہے تو بت سرنگوں ہو جاتے ہیں۔ احمد۔ آنحضورؐ خانہ کعبہ میں گئے تو بت سرنگوں ہوگئے ابوجہل جاتا تھا تو خود اُن کے سامنے سرنگوں ہوتا تھا۔

[2] ایں جہاں۔ دنیا شہوت کا گھر ہے اللہ نبی اور کافر دونوں اس میں مقیم ہیں۔ لیک۔ شہوت، پاک لوگوں کی غلام ہوتی ہے اُن کی مثال سونے کی سی ہے سونا بھٹی میں جا کر اور کھرا بنجاتا ہے۔ کافراں۔ کافروں کی مثال ملمع شدہ چیز کی سی ہے جو بھٹی میں جا کر کالی اور رُسوا ہو جاتی ہے۔

[3] قلب۔ کھرا امتحان میں پڑ کر اور کھرا بنجاتا ہے کھوٹے کا کھوٹ پن نمایاں ہو جاتا ہے۔ بوتہ۔ سنار کی کٹھالی۔ خور۔ خورشید۔ جسم۔ نبیوں کا مادی جسم اُن کا حجاب بن جاتا ہے۔ شاہ دیں۔ مومن کا کام نبیوں کی روحانی طاقت کو

کے[1] تواں اندود ایں خورشید را
با کفے گِل تو بگو آخر مرا

اس سورج کو کہاں لیپا جا سکتا ہے؟
ایک مٹھی مٹی سے، آخر تو مجھے بتا

گر بریزی خاک و صد خاکسترش
بر سرِ نورش، او برآید بر سرش

اگر تو اُس پر مٹی اور سَو راکھیں ڈالے
اُس کے نور پر، وہ نور اُس خاک کے اوپر آ جائیگا

کہ کہ باشد کو بپوشد روی آب
طین کہ باشد کو بپوشد آفتاب

تنکا کیا ہوتا ہے کہ پانی کا چہرہ چھپائے؟
مٹی کیا ہوتی ہے کہ سورج کو چھپائے؟

خیز بلقیسا چو ادہم رح شاہ وار
دُود از یں مُلکِ دو سہ روزہ برآر

اے بلقیس! شاہ ادہم رح کی طرح اٹھ کھڑی ہو
اِس دو تین روزہ کی حکومت میں سے دھواں اُٹھا دے

باز گو احوالِ ابراہیم رح زود
ترکِ مُلکش را بگو موجب چہ بود

ابراہیم رح کے احوال پھر جلد کہہ
بتا اُن کے سلطنت چھوڑنے کا کیا سبب تھا؟

بقیہ قصہ سلطان ابراہیم ادہم روّح اللہ روحہ

حضرت شاہ ابراہیم ادہم رح کے قصہ کا بقیہ خدا اُن کی روح کو تازہ کرے

بر سرِ[2] تختے شنید آں نیک نام
طقطقے و ہای ہوی شب ز بام

اُس نیک نام نے تخت پر سے سُنا
رات کو بالا خانہ پر کھٹکا اور شور و غل

گامہای تند بر بامِ سرا
گفت با خود ایں چنیں زہرہ کرا

محل کی چھت پر بھاری قدم
دل میں کہا، ایسا پِتّہ کس کا ہے؟

بانگ زد بر روزنِ قصر او کہ کیست
ایں نباشد آدمی مانا پریست

انھوں نے محل کی کھڑکی پر پکارا کون ہے؟
یہ یقیناً کوئی انسان نہیں ہے بھوت ہے

سر[3] فرو کردند قومے بوالعجب
ما ہمی گردیم شب بہرِ طلب

کچھ عجیب لوگوں نے سر نیچے کر کے (کہا)
ہم رات میں تلاش میں پھر رہے ہیں

ہیں چہ می جوئید؟ گفتند اشتراں
گفت اُشتر بام بر کہ جست ہاں

اجی کیا تلاش کر رہے ہو؟ انھوں نے کہا اونٹ
اُن (ابراہیم ادہم رح) نے کہا ہاں اونٹ کو چھت پر کس نے ڈھونڈا

پس بگفتندش کہ تو بر تخت و جاہ
چوں ہمی جوئی ملاقاتِ الٰہ

پھر انھوں نے اُن سے کہا آپ تخت اور رتبہ میں
اللہ تعالیٰ کی ملاقات کیوں تلاش کر رہے ہیں!

خود ہماں بُد دیگر او را کس ندید
چوں پری از آدمی شد ناپدید

یہ واقعہ ہوا، پھر آپ کو کسی نے نہ دیکھا
پری کی طرح انسانوں سے غائب ہو گئے

---

[1] کے تواں۔ انبیاء کی روحانی طاقت اور اوصاف خاکی جسم میں نہیں چھپ سکتے ہیں۔ گر بریزی۔ سورج پر خاک ڈالنے سے وہ نہیں چھپ سکتا۔ کہ۔ دریا کی سطح پر اگر گھاس آ جائے تو دریا کب چھپ سکتا ہے۔ خیز بلقیسا۔ مولانا کا بلقیس کو خطاب ہے کہ ابراہیم ادہم رح کی طرح تو بھی ملک اور سلطنت کو خیر باد کہہ دے۔ دود۔ یعنی اِس دنیاوی سلطنت کو پھونک ڈال۔

[2] بر سر۔ حضرت ابراہیم ادہم رح رات کے وقت اپنے تختِ شاہی پر سو رہے تھے کہ چھت پر سے چلنے پھرنے کی آوازیں آئیں۔ طقطق۔ کھٹ کھٹ۔ بامِ سرا۔ قلعہ کا بالا خانہ۔ زہرہ۔ پِتّہ، ہمت۔ روزنِ قصر۔ کھڑکی۔ مانا پریست۔ انسان کی تو یہ مجال نہیں کہ شاہی بالا خانہ پر رات میں چڑھ آئے یقیناً کوئی بھوت پریت ہے۔

[3] سر فرو۔ اوپر سے اُن لوگوں نے جھانک کر کہا ہم تلاش میں پھر رہے ہیں۔ ہیں۔ حضرت ابراہیم رح نے کہا کیا ڈھونڈ رہے ہو انھوں نے کہا اونٹ ڈھونڈ رہے ہیں۔ کہ جست۔ یعنی اونٹ کو بالا خانہ پر آج تک کسی نے نہیں تلاش کیا ہے۔ پس۔ اُن لوگوں نے حضرت ابراہیم رح سے کہا کہ اگر اونٹ چھت پر تلاش کرنا غلط ہے تو خدا کو تخت و تاج پر تلاش کرنا کونسی درست بات ہے۔ خود ہماں۔ بس اسی واقعہ کے بعد آگے حالات بدل گئے اور

مُغیلش[1] پنہاں و اُو در پیشِ خلق — خلق کے بینند غیرِ ریش و دلق

اُن کا باطن پوشیدہ تھا اور وہ لوگوں کے سامنے تھے — لوگ داڑھی اور گدڑی کے سوا کب دیکھتے ہیں؟

چوں زِ چشمِ خویش و خلقاں دُور شُد — ہمچو عنقا در جہاں مشہور شُد

جب وہ اپنی اور لوگوں کی نگاہ سے دُور ہو گئے — عنقا کی طرح دنیا میں مشہور ہو گئے

جانِ سیمرغے کہ آمد سُوی قاف — جُملۂ عالم ازو لافند لاف

سیمرغ کی جان جو کوہِ قاف کی طرف چلی آئی — تمام لوگ اناپ شناپ اسکی باتیں کرتے ہیں

چوں رسید اندر سبا ایں نُورِ شرق — غلغلے افتاد در بلقیس و خلق

یہ مشرق کی روشنی جب سبا میں پہنچی — لوگوں اور بلقیس میں شور مچ گیا

رُوحہائے مُردہ جُملہ پر زدند — مُردگاں از گورِ تن سر بر زدند

سب مُردہ روحیں اُڑنے لگیں — مُردوں نے جسم کی قبر سے سر اُبھارا

یکدِگر[2] را مژدہ می دادند ہاں — نک ندائے می رسد از آسماں

ایک دوسرے کو خوشخبری دیتا تھا کہ ہاں — یہ آواز آسمان سے آرہی ہے

زاں نِدا دینہا ہمی گردند گبز — شاخ و برگِ دل ہمی گردند سبز

اِس آواز سے سب دِین توی ہوتے ہیں — دل کی شاخ اور پتّے سبز ہو جاتے ہیں

از سلیمانؑ آں نفس چوں نفخِ صُور — مُردگاں را وارہانید از قبُور

حضرت سلیمانؑ کے اُس سانس نے صور پھونکنے کی طرح — مُردوں کو قبروں سے رہائی دے دی

مر تُرا بادا سعادت بعد ازیں — ایں گذشت وَاللہُ اَعْلَمُ بِالْیَقِیْں

اِس کے بعد تیرے لئے نیک بختی ہو — یہ گذر گیا، یقیناً اللہ زیادہ جانتا ہے

بقیۂ[3] قصۂ اہلِ سبا و نصیحت و ارشادِ سلیمان علیہ السّلام مر

سبا والوں کے قصّہ کا بقیّہ اور حضرت سلیمانؑ کی نصیحت اور راہنمائی بلقیس کی رعایا کو

آلِ بلقیس را ہر یکے اندر خورِ خود و مُشکلاتِ دین و دلِ او

ہر ایک کو اُس کے اور اُس کے دل اور دین کی مشکلات کے مناسب اور ہر شخص کے

و صید کردنِ ہر جنسِ مُرغ ضمیرے بصفیرانِ آں جنسِ مُرغ و طعمۂ او

دل کے پرندے کی جنس کو اُس کی جنس کے پرندوں کی آواز اور خوراک سے شکار کرنا

کے مطابق راہنمائی کی۔ صید کردن۔ شکاری جس قسم کے پرندوں کا شکار کرتا ہے اُسی قسم کی سیٹی بجا کر اُن کو جمع کرتا ہے اور اُن کے مناسب دانہ ڈالتا ہے۔

[1] مُغیلش۔ حضرت ابراہیمؒ کا لوگوں کی نظروں سے غائب ہونا یہ ہے کہ اُن کے اوصاف باطنی اور مدارج و لوگ نہ سمجھ سکے اگرچہ وہ انکے سامنے تھے اس لئے کہ ظاہر بینوں کی نگاہ تو محض ظاہر پر ہوتی ہے۔ چوں زِ چشم۔ اپنی آنکھوں سے اِستغراق کی وجہ سے دور ہو گئے اور دوسرے لوگوں کی نگاہوں سے بھی دور ہو گئے تو عنقا کی طرح انکی شہرت ہو گئی سیمرغ۔ یہ جانور بھی لوگوں کی نگاہوں سے دُور ہے لہٰذا اُس کا بھی بہت چرچا ہے۔ نُورِ شرق یعنی حضرت سلیمانؑ کی دعوت خلق یعنی بلقیس کی رعایا۔ رُوحہائے مُردہ روحیں زندہ ہو گئیں جسم میں دبی ہوئی رُوح نے سر اُبھارا۔

[2] یکدِگر۔ وہ لوگ آپس میں ایک دوسرے کو مبارکباد دیتے تھے اور کہتے تھے کہ آسمانی دعوت ہے۔ زاں۔ اِس دعوت کا تو خاصہ یہی ہے کہ اُس سے لوگوں کے ایمان بڑھتے اور تر و تازہ ہو جاتے ہیں۔ نفس یعنی حضرت سلیمانؑ کی دعوت۔ مُردگاں یعنی مُردہ دل۔ قبور یعنی دُنیاوی زندگی۔ ایں گذشت۔ حضرت سلیمانؑ کا واقعہ جو ہم نے بیان کیا ہے اسکی یقینی باتیں خدا کو معلوم ہیں جو کچھ مشہور تھا وہ کہہ دیا گیا ہے بہرحال اِس قصّہ کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔

[3] بقیۂ۔ حضرت سلیمانؑ نے بلقیس کو اسکے مناسب اور اُس کے مُلک والوں کو ہر ایک کی استعدادُ

۵۴۶

قصہ گویم از سبا مشتاق وار
میں مشتاقانہ، سبا کا قصہ سناتا ہوں

چوں صبا[1] آمد بسوئے لالہ زار
جب لالہ زار کی جانب (بادِ) صبا پہنچی

لَاغَتِ الْاَشْبَاحُ یَوْمَ وَصْلِهَا
جسم اپنے وصل کے دن سے وابستہ ہو گئے

عَادَتِ الْاَوْلَادُ صَوْبَ اَصْلِهَا
اولاد اپنی اصل کی جانب لوٹ گئی

اُمَّةُ الْعِشْقِ خَفِیٌّ فِی الْاُمَمْ
عشق کی امت امتوں میں پوشیدہ ہے

مِثْلَ جُوْدٍ حَوْلَهٗ یَوْمُ السَّقَمْ
اس سخاوت کی طرح جس کے چاروں طرف بیماری کا دن ہے

ذِلَّةُ[2] الْاَرْوَاحِ مِنْ اَشْبَاحِهَا
روحوں کی ذلت ان کے جسموں سے ہے

عِزَّةُ الْاَشْبَاحِ مِنْ اَرْوَاحِهَا
جسموں کی عزت ان کی روحوں سے ہے

اَیُّهَا الْعُشَّاقُ السُّقْیَا لَکُمْ
اے عاشقو! سیرابی تمہارے لئے ہے

اَنْتُمُ الْبَاقُوْنَ وَالْبُقْیَا لَکُمْ
تم باقی رہنے والے ہو اور بقا تمہارے لئے ہے

اَیُّهَا السَّالُوْنَ قُوْمُوْا وَاعْشِقُوْا
اے بے فکرو! کھڑے ہو جاؤ اور عشق کرو

ذَاکَ رِیْحُ یُوْسُفَ فَاسْتَنْشِقُوْا
یہ حضرت یوسفؑ کی خوشبو ہے سونگھ لو

منطق الطیر سلیمانی بیا
اے سلیمانی منطق الطیر! آجا

بانگ ہر مرغے کہ می آید سرا
جو مرغ آئے اس کی بولی بول

چوں ترا مرغاں فرستاد ست حق
جبکہ تجھے اللہ تعالیٰ نے پرندوں کیجانب بھیجا ہے

لحن ہر مرغے بداد ستت سبق
تجھے ہر پرندے کے لہجے کا سبق پڑھا دیا ہے

مرغ جبری را زبان جبر گو
جبری پرند کو جبر (کا نقصان) سمجھا

مرغ پر[3] اشکستہ را از صبر گو
پر ٹوٹے ہوئے پرند کو صبر کی تعلیم دے

مرغ صابر را تو خوش دار و معاف
صابر پرند کو تو اچھا رکھ اور معاف کر

مرغ عنقا را بخواں اوصاف قاف
عنقا پرند کو قاف کے اوصاف پڑھا

مر کبوتر را حذر فرما ز باز
کبوتر کو باز سے بچنے کا حکم دے

باز را از حلم گوی و احتراز
باز کو بردباری اور پرہیزگاری سکھا

واں خفاشے را کہ ماند او بینوا
اس چمگادڑ کو جو بے ساز و سامان ہے

می کنش با نور جفت و آشنا
اس کو نور کا ساتھی اور آشنا بنا

کبک جنگی را بیاموزاں تو صلح
لڑاکا چکور کو تو صلح سکھا

مر خروساں را نما اشراط صبح
مرغوں کو صبح کی علامات بتا

[1] صبا۔ یعنی دعوت سلیمانی۔ لالہ زار ملک سبا۔ لاغت۔ یعنی جو اجسام روحوں سے محروم تھے وہ اٹھنے لگے۔ عادت۔ یعنی اجسام روحانیت کے غلبے سے ارواح بن گئے۔ امۃ۔ عاشق عوام میں چھپے ہوئے ہوتے ہیں۔ جود۔ لوگ سخی کو فضول خرچ کہتے ہیں اور اس کی سخاوت سے اس کو طرح طرح سے ڈراتے ہیں اس طرح ان کی نظروں سے اس کی سخاوت پوشیدہ ہو جاتی ہے۔ السقم۔ یعنی سخاوت پر ملامت اور افلاس وغیرہ کا خوف دلانا۔

[2] ذلۃ۔ جب تک روح جسم میں دبی ہوئی ہے وہ ذلیل ہے جب روح کا غلبہ ہو جاتا ہے تو جسم میں بھی شرافت پیدا ہو جاتی ہے۔ العشاق۔ ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق۔ السالون۔ جو عشق سے خالی ہیں۔ ذاک۔ یہ پیغام سلیمانی۔ منطق الطیر۔ حضرت سلیمان تمام پرندوں کی زبان جانتے تھے۔ بانگ۔ یعنی ہر ایک کو اس کی صلاحیت اور استعداد کے مطابق تعلیم دے۔ مرغ جبری۔ جو لوگ جبر کے قائل ہیں وہ ترک عمل کر بیٹھے ہیں ان کو اس عقیدہ کا نقصان سمجھا دے۔

[3] پر اشکستہ۔ وہ لوگ جو ناقص اختیار کے قائل ہیں ان کو صبر عن المعاصی کی تعلیم دے۔ مرغ صابر۔ جو لوگ معصیت سے رکے ہوئے ہیں۔ مرغ عنقا۔ جو لوگ عالم غیب سے تعلق رکھتے ہیں انکو عالم غیب کی باتیں بتا کر محو کرو بالعموم۔ باز یعنی ظالم۔ واں خفاشے۔ جو لوگ نور سے محجوب ہیں انکو نور عطا کر۔ کبک۔ لڑنے والوں کو صلح پر آمادہ کر۔ خروساں یعنی اہل حق اگر غلط بحثوں میں ہیں انکو راہ حق کی علامات دکھادے۔

548

ہمچنیں[۵۱] میرو زہدہد تا عقاب — رہ نماد واللہ اعلم بالصواب

اسی طرح چلا چل، ہُدہُد سے عقاب تک — راہنمائی کر اور اللہ صواب کو زیادہ جانتا ہے

آزاد شدن بلقیس از مُلک و مست شدن او از شوق ایمان و التفات

بلقیس کا مُلک سے آزاد ہو جانا اور ایمان کے شوق سے اس کا مست ہو جانا اور

ہمت او از ہمہ مُلک منقطع شدن بوقت ہجرت الّا از تخت

ہجرت کے وقت تمام مُلک سے بجز تخت کے اس کی باطنی توجہ کا منقطع ہو جانا

چوں سلیمان سوئے مرغانِ سبا — یک صفیرے کرد و بست آں جملہ را

جب سلیمانؑ نے سبا کے پرندوں کے لئے — ایک سیٹی بجائی اور سب کو باندھ لیا

جز مگر مرغے کہ بد بے جان و پر — یا چو ماہی گنگ بود از اصل و کر

سوائے اس پرندے کے جو بے جان اور بے پر تھا — یا جو مچھلی کی طرح پیدائشی گونگا اور بہرا تھا

نے[۵۲] غلط گفتم کہ کر گر سر نہد — پیشِ وحیِ کبریا سمعش دہد

نہیں میں نے غلط کہہ دیا، اگر بہرا سر رکھدے — خدا کی وحی کے سامنے، وہ اسکو سننے کی طاقت دیدے

چونکہ بلقیس از دل و جاں عزم کرد — بر زمانِ رفتہ ہم افسوس خورد

چونکہ بلقیس نے دل و جان سے پختہ ارادہ کیا — گذشتہ دنوں پر بھی اس نے افسوس کیا

ترکِ مال و مُلک کرد او آنچناں — کہ بترکِ نام و ننگ آں عاشقاں

اس نے مال اور مُلک کو اس طرح چھوڑ دیا — جو عاشقوں کے نام و ننگ کو چھوڑنے کی طرح تھا

آں[۵۳] غلامان و کنیزانِ بناز — پیشِ چشمش ہمچو پوسیدہ پیاز

وہ ناز پروردہ غلام اور باندیاں — اسکی آنکھوں کے سامنے سڑی ہوئی پیاز کی طرح تھے

باغہا و قصرہا و آبِ رود — پیشِ چشم از عشق گلخن می نمود

باغات اور قلعے اور نہر کا پانی — عشق کی وجہ سے نگاہوں کو بھٹی نظر آتے تھے

عشق در ہنگامِ استیلا و خشم — زشت گرداند لطیفاں را بچشم

عشق اور غصہ غلبہ کے وقت — عمدہ چیزوں کو آنکھ کے سامنے برا بنا دیتا ہے

مر زمرد را نماید گندنا — غیرتِ عشق ایں بود معنیِ لا

زمرد کو گندنا دکھا دیتی ہے — عشق کی غیرت، یہی لا کے معنیٰ ہیں

لا الٰہ الّا ھُو اینست اے پناہ — کہ نماید مہ ترا دیگِ سیاہ

اے پناہ (کے طالب)، "نہیں ہے کوئی معبود مگر وہ" — کہ تجھے چاند کالی دیگ نظر آئے

---

[۵۱] ہمچنیں، تا شکر، آدمی کی اس کے مناسب حال اصلاح کرے۔ الّا از تخت یعنی دعوتِ سلیمانؑ پر بلقیس ایمان کے شوق سے مست ہو گئی اور اپنے مُلک و سلطنت کی ہر چیز کی محبت دل سے نکال دی البتہ اسکو اپنے تختِ شاہی سے جو بہت قیمتی تھا تعلقِ خاطر رہا۔ صفیر یعنی پیغام حق۔ جملہ یعنی سب لوگ حضرت سلیمانؑ پر ایمان لائے البتہ وہ لوگ جنہیں استعداد اور قابلیت ہی نہ تھی وہ محروم رہے۔

[۵۲] نے غلط یعنی میرے کلام سے یہ شبہ نہ ہو کہ حق میں یہ صلاحیت ہی نہیں ہے کہ وہ بدفطرت کو متاثر کر سکے بلکہ وہ بھی اگر توجہ کرے اور طلب پیدا کرے تو خدا اسکی مدد کر دیتا ہے اور اسمیں صلاحیت پیدا فرما دیتا ہے۔ بر زمانِ رفتہ جو وقت ستارہ پرستی میں گزرا تھا۔ ترک۔ بلقیس مال و دولت سے ایسی بے نیاز ہوئی جسطرح عاشق نام و ننگ سے بے نیاز ہوتا ہے۔

[۵۳] آں غلاماں جن غلاموں اور کنیزوں کو ناز سے پالا تھا وہ اس کیلئے سڑی ہوئی پیاز بن گئے۔ باغہا یعنی تفریح کے اسباب اس کیلئے باعث تکلیف بنگئے۔ عشق۔ عشق اور غصہ کی خاصیت یہی ہے کہ جو چیزیں محبوب ہوتی ہیں اس حالت میں وہ مردود بنجاتی ہیں۔ معنی لا یعنی جب انسان لا الٰہ کا قائل ہوجاتا ہے تو اس کیلئے غیر اللہ ہیچ ہو جاتا ہے۔ لا الٰہ کلمہ طیبہ کا حقیقی اقرار [illegible]

هیچ[۱] مال و هیچ مخزن هیچ رخت — می دریغش نامد الا جز که تخت

کسی مال اور کسی خزانہ اور کسی سامان پر — بجز تخت کے اس کو افسوس نہ ہوا

پس سلیمانؑ از دلش آگاه شد — کز دلِ اُو تا دلِ اُو راه بُد

سلیمانؑ اُس کے دل کے خیال سے واقف ہو گئے — کیونکہ اُن کے دل سے اُسکے دل تک راستہ تھا

آں کسے کو بانگ موراں بشنود — هم ز دوراں سِرِّ دوراں بشنود

جو شخص چیونٹی کی آواز سُن لے — دُور سے دُور رہنے والوں کا راز سُن لے

آنکه گوید رازِ قَالَتْ نَمْلَةٌ — هم بداند رازِ ایں طاقِ کُهن

جو "چیونٹی نے کہا" کا راز بتا دے — اس پُرانی محراب کا راز بھی جان لے

دید از دُورش که آں تسلیم[۲] کیش — تلخش آمد فرقتِ آں تختِ خویش

اُس نے دُور سے دیکھ لیا کہ اُس تسلیم (ورضا) والی کو — اپنے تخت کی جُدائی گراں ہوئی ہے

گر بگویم آں سبب گردد دراز — که چرا بُودش بتخت آں عشق و ساز

اگر میں اُس کا سبب بتاؤں لمبا ہو جائے گا — کہ اُس کو تخت سے عشق اور محبت کیوں تھی؟

گرچه ایں کلک و قلم خود بے حِس است — نیست جنسِ کاتب اُو را مونس است

اگرچہ یہ پورا اور قلم خود بے حِس ہے — وہ کاتب کا (ہم) جنس نہیں ہے اُس کیلئے مونس ہے

همچنیں[۳] هر آلتِ پیشه ورے — هست بیجاں مونسِ هر جانورے

اسی طرح ہر پیشہ ور کا ہر اوزار — بے جان ہے (اور) جاندار کے لئے مونس ہے

آلتِ هر پیشه کارے همچناں — هست بیجاں لیک مونس شُد بجاں

اسی طرح سے ہر پیشہ ور کا اوزار — بے جان ہے، لیکن جاندار کے لئے مونس ہے

ایں سبب را من معیّن گفتمے — گر نبودے چشمِ فهمت را نمے

اس سبب کو میں معیّن کرکے بتا دیتا — اگر تیری سمجھ کی آنکھ میں نمی نہ ہوتی

از بزرگی تخت کز حد می فزود — نقل کردن هیچ نوعِ امکاں نبود

تخت کی بڑائی کی وجہ سے جو حد سے زیادہ تھی — (اُس کا) منتقل کرنا کسی طرح ممکن نہ تھا

خُرده کاری بُود تفریقش خطر — همچو اوصالِ بدن باهمدگر

باریک کام تھا، اُس کے ٹکڑے کرنا خطرناک تھا — جیسا کہ آپس میں بدن کے جوڑ

لمبائی چوڑائی بہت تھی اُس کو منتقل کرنا ممکن نہ تھا۔ خُردہ کاری۔ اُس کو توڑ کر اس وجہ سے نہ لا سکتی تھی کہ اُس پر بہت نازک اور باریک کام تھا وہ خراب ہو جاتا۔ اوصال۔ وصل کی جمع، جوڑ۔

۱ے هیچ۔ بلقیس کو سلطنت کی کسی چیز کے چھوڑنے پر افسوس نہ تھا البتہ تخت کے چھوڑنے کا افسوس تھا پس۔ حضرت سلیمانؑ بلقیس کی اس قلبی کیفیت سے باخبر ہو گئے چونکہ دل سے دل تک راہ پیدا ہو چکی تھی اور باہمی تعلق استوار ہو چکا تھا۔ آں کسے۔ حضرت سلیمانؑ چیونٹی کی بات سُن لیتے تھے اور دور کے انسانوں کے دلی راز سمجھ لیتے تھے۔ قالت۔ قرآن پاک میں ہے کہ جب سلیمانؑ چیونٹیوں کے جنگل میں پہنچے تو ایک چیونٹی نے کہا کہ اے چیونٹیوں اپنے بلوں میں گھس جاؤ تمہیں سلیمانؑ اور اُس کا لشکر پامال نہ کر دے تو حضرت سلیمانؑ اس کی بات سُن کر ہنس پڑے۔ طاقِ کہن آسمان۔

۲ے تسلیم کیش۔ وہ جس نے تسلیم و رضا کا راستہ اختیار کر لیا ہے یعنی بلقیس۔ گر بگویم۔ اگر میں اس کی تفصیل کروں کہ بلقیس کو تخت سے کیوں محبت تھی تو گفتگو دراز ہو جائے گی پھر بھی مجملاً بیان کرتا ہوں۔ گرچہ قلم کاتب کا آلہ اور وہ اُس کیلئے باعث محبت ہوتا ہے۔

۳ے همچنیں۔ غرضیکہ ہر کاریگر کا آلہ اُس کے لئے مونس ہوتا ہے۔ مونس، محبت پیدا کرنے والا۔ نمے یعنی آنکھیں دکھنے کی نمی۔ از بزرگی۔ محبت کا تقاضہ تو تھا کہ بلقیس تخت کو ساتھ لے آتی لیکن چونکہ اُس کی

پس سلیمانؑ گفت گرچہ فی الاخیر — **سرد خواہد شد بروتاج و سریر**

(حضرت) سلیمانؑ نے فرمایا اگرچہ اخیر میں — اُس کے لئے تاج و تخت بے وقعت ہو جائیگا

چوں ز وحدت جاں برون آرد سرے — **جسم را با فرِّ او نبود فرے**

جب وحدت سے جان برآمد ہوگی — اُس کی شان کے مقابلہ میں جسم کی شان نہ رہیگی

چوں برآید گوہر از قعرِ بحار — **ننگری اندر خس و خاشاک و خار**

جب موتی سمندروں کی گہرائی سے باہر آئیگا — تو کوڑے کرکٹ اور کانٹے کی طرف نظر نہ کریگا

سر برآرد آفتابِ باشرر — **دُمِّ عقرب را کہ سازد مستقر**

جب شعلہ بار سورج نکلتا ہے — دُمِّ عقرب (ستارے) کو کون ٹھکانا بناتا ہے

لیک خود با ایں ہمہ بر نقدِ حال — **جست باید تختِ او را انتقال**

لیکن با ایں ہمہ اِس وقت — اُس کے تخت کو منتقل کرانا چاہیئے

تا نگردد خستہ ہنگامِ لقا — **کودکانہ**[52] **حاجتش گردد روا**

تاکہ ملاقات کے وقت خستہ (دل) نہ ہو — اُس کی بچکانہ خواہش پوری ہوجائے

ہست بر ما سہل و اُو را بس عزیز — **تا بود بر خوانِ حوراں دیو نیز**

ہمارے لئے آسان اور اُس کو بہت پیارا ہے — تاکہ پریوں کے دسترخوان پر دیو بھی ہو

عبرتِ جانش شود آں تخت باز — **ہمچو دلق و چارقے پیشِ ایاز**

پھر وہ تخت اُس کی جان کیلئے باعثِ عبرت بنے — جیساکہ ایاز کے لئے، گدڑی اور چپل

تا بداند در چہ بود آں مبتلا — **از کجاہا در رسید او تا کجا**

تاکہ اُسے پتہ چل جائے وہ کس چیز میں پھنسی تھی؟ — وہ کہاں سے کہاں پہنچ گئی ہے

خاک[53] **را و نطفہ را و مضغہ را** — **پیشِ چشمِ ما ہمی دارد خدا**

خاک اور نطفہ کو اور مضغہ کو — خدا ہماری نظروں کے سامنے رکھتا ہے

از کجا آوردمت اے بدنیت — **کہ ازاں آید ہمی خفریقیت**

اے بدنیت! میں تجھے کہاں سے لایا ہوں؟ — کہ اُس سے تجھے شرم آتی ہے

تو بداں عاشق بُدی در دورِ آں — **منکرِ ایں فضل بودی آں زماں**

تو اُس کے زمانہ میں اُس کا عاشق تھا — اُس وقت اِس فضیلت کا منکر تھا

---

[51] پس سلیمانؑ۔ جب حضرت سلیمانؑ پر بلقیس کے طلب کی حالت واضح ہوگئی تو انھوں نے سوچا کہ روحانی عروج کے بعد اگرچہ تخت وغیرہ کی محبت رخصت جائیگی لیکن فی الحال چونکہ اس کو تخت کے رہ جانے کا رنج ہے لہٰذا اس کو منگوانا چاہیئے۔ چوں ز وحدت۔ فنا کے بعد جب بقا حاصل ہوجاتی ہے تو تمام مادیات بے وقعت ہوجاتی ہیں۔ چوں بر۔ جب سمندر سے موتی حاصل ہوجاتا ہے تو پھر انسان اسکے خس و خاشاک کی طرف نظر نہیں کرتا ہے۔ سر برآمد۔ جب سورج طلوع کرتا ہے تو وہ ستارے جو برج عقرب میں دُمِ عقرب کی طرح جمع ہوجاتے ہیں آنکی طرف کوئی نگاہ نہیں کرتا ہے۔ مستقر ٹھکانا۔ انتقال یعنی اپنے یہاں اس کو منتقل کرالینا چاہیئے۔

[52] کودکانہ۔ بلقیس کی تخت سے محبت بچکانہ فعل تھا جسکو جنوں کے ذریعہ اسکو بآسانی منتقل کیا جاسکتا ہے یا وہ ہمارے نزدیک بے وقعت ہے۔ تا بود۔ اخروی نعمتوں کے ساتھ یہ دنیاوی نعمت بھی موجود ہے۔ عبرت۔ مشہور ہے کہ ایاز نے اپنی اصلی گدڑی اور جنگلی چپل خزانہ میں محفوظ کر رکھے تھے اور انکو جاکر دیکھ کر وہ اپنی اصلی حالت یاد کرتا تھا اسی طرح تخت بلقیس کے لئے باعث عبرت ہوگا کہ اسکی پہلی حالت کسقدر خراب تھی کہ وہ تخت جیسی چیزوں سے محبت کرتی تھی آج جو پہلے دنیا کی مزخرفات میں پھنسی ہوئی تھی اب روحانیت کے اعلیٰ مقام پر فائز ہو گئی۔

[53] خاک را۔ اللہ تعالیٰ نے انسانی خلقت کے مراتب بیان فرماکر ظاہر فرمایا کہ انسان کو اللہ نے اپنے فضل سے کہاں سے کہاں پہنچا دیا اسکی ابتداء ان چیزوں سے ہے جنکے ذکر سے بھی اسکو شرم آتی ہے قرآن میں ہے کہ ہم نے انسان کو مٹی سے بنایا پھر اسکو نطفہ کیا پھر نطفے کو علقہ پھر علقے کو مضغہ بنایا پھر مضغے کو ہڈی کی صورت عطا کردی۔ مضغہ۔ گوشت کا لوتھڑا۔ تو بداں۔ انسان زبان حال سے اپنی ابتدائی حالت ترقی کرنیکا منکر تھا۔

ایں[1] کرم چوں دفعِ آں انکارِ تُست — کہ میانِ خاک می کردی نخست

یہ کرم گویا اُس انکار کا رد ہے — جو تُو نے خاک ہوتے ہوئے پہلے کیا تھا

حجتِ انکار شُد انشارِ تو — از دوا بدتر شُد ایں بیمارِ تو

تیری پیدائش تیرے انکار کے خلاف دلیل ہوگئی — تیرا یہ بیمار دوا سے اور بگڑ گیا

خاک را تصویرِ ایں کار از کجا — نُطفہ را خصمی و انکار از کجا

مٹی سے اِس کام کا تصور کہاں؟ — نُطفہ میں جھگڑالو پن اور انکار کہاں؟

چوں دراں دم بیدل و بے سر بُدی — فکرت و انکار را مُنکر بُدی

چونکہ تو اُس وقت بغیر دل اور سر کے تھا — تو فکر اور انکار کا مُنکر تھا

از جمادی[2] چونکہ انکارت بُرست — ہم ازیں انکار حشرت شُد درست

مٹی ہونے کی حالت میں جبکہ تو نے انکار کیا — تیرے اسی انکار سے تیرا حشر ثابت ہوگیا

پس مثالِ تو چو آں حلقہ زنے ست — کز درونش خواجہ گوید خواجہ نیست

پس تیری مثال اُس زنجیر کھٹکھٹانے والے کی سی ہے — کہ اُس کے اندر سے مالک کہے کہ مالک نہیں ہے

حلقہ زن زیں نیست دریابد کہ ہست — پس ز حلقہ بر ندارد ہیچ دست

زنجیر کھٹکھٹانے والا اِس انکار سے سمجھ لیگا کہ وہ ہے — تو حلقہ سے کبھی دست بردار نہ ہوگا

پس ہم انکارت مُبیّن می کند — کز جماد او حشرِ صد فن می کند

تو تیرا انکار ہی واضح کرتا ہے — کہ وہ مٹی سے سَو طرح حشر کردے گا

چند[3] صنعت رفت اے انکار تا — آب و گِل انکار زاد از ھَل اَتیٰ

چند کاریگریاں ہو چکیں اے! اب تک انکار؟ — مٹی اور پانی سے "ہل اتیٰ" کا انکار سرزد ہوا

آب و گِل می گفت خود انکار نیست — بانگ می زد بے خبر کاخبار نیست

پانی اور مٹی کہتے ہیں کہ انکار نہیں ہے — بے خبر پکارتا ہے کہ خبر دینا نہیں ہے

من بگویم شرحِ ایں از صد طریق — لیک خاطر لغزد از گفتِ دقیق

میں اس کی سَو طرح سے تشریح کردیتا — لیکن باریک بات سے طبیعت لغزش کھا جاتی ہے

کہ حشر کا انکار کرتا ہے خود حشر کو سَو دلائل سے ثابت کر رہا ہے ——— [3] چند انسان بننے تک مختلف مراتب میں اللہ کی کسقدر کاریگریاں ہیں انکے ہوتے ہوئے حشر کا انکار کب تک ہوسکیگا مٹی اور پانی میں یہ استعداد آگئی کہ انسے سورۂ ہل اَتیٰ کے مضمون کا جو کہ حشر و نشر سے متعلق ہے انکار کیا آب و گِل کا مرتبۂ انکار تک ترقی کرنا خود حشر کے انکار کی نفی کرتا ہو گھر کے اندر سے خود اپنے نہ ہونے کی خبر دینے کو خبر دینا نہیں سمجھ رہا ہے من بگویم۔ میں اس مضمون کو کہ انکار خود اقرار ہو جاتا ہے مختلف طریقوں سے سمجھا سکتا ہوں لیکن دقائق کا سمجھانا بعض کم فہموں کیلئے لغزش کا سبب بنجاتا ہے لہٰذا میں خاموشی اختیار کرتا ہوں اور بلقیس کے تخت کے منتقل ہونے کی بات شروع کرتا ہوں۔

[1] ایں کرم۔ انسان کو اس قدر فضیلت دینا اس انکار کا دفعیہ ہے جو اس کی فطرت کر رہی تھی۔ حجتِ انکار یعنی انکار کے خلاف دلیل۔ انشار۔ نشر کرنا، پیدا کرنا۔ از دوا۔ جس انکار کو تو اپنے مدعیٰ کی تائید سمجھتا تھا وہی انکار تیرے مدعیٰ کی تردید بنگیا یعنی جس چیز کو تو اپنے موافق سمجھے ہوئے تھا وہی مخالف پڑی۔ خاک۔ مٹی میں یہ حیات اور استعداد محض اللہ کی قدرت سے آئی ہے۔ نُطفہ۔ یہ انسان نُطفہ تھا آج وہ اِس حالت میں ہے کہ حشر و نشر کا انکار کر دیتا ہے یہ اللہ تعالیٰ ہی کی قدرت کا کرشمہ ہے تو دوبارہ اُس کا حشر و نشر اللہ تعالیٰ کی قدرت سے کیسے خارج ہو سکتا ہے۔ دراں دم۔ یعنی نُطفہ ہونے کی حالت میں تجھ میں اِس انکار کی صلاحیت نہ تھی۔

[2] از جمادی۔ جبکہ یہ ثابت ہو گیا کہ تو جمادیت سے اِس مرتبہ پہنچا ہے کہ تجھ میں انکار کی صلاحیت پیدا ہو گئی ہے تو تیری یہ انکار کی صلاحیت اِس بات کی دلیل ہو گئی کہ تیرا دوبارہ حشر ہو سکتا ہے حلقہ زن۔ تیرا یہ انکار خود حشر کا اقرار اسی طور پر ہے کہ جیسا کوئی زید کو بُلانے اُس کے گھر پر جائے اور خود زید اندر سے یہ کہے کہ زید یہاں نہیں ہے تو اس کا یہ نہ ہونے کا انکار خود ہونے کا اقرار ہے پس انکار جمادیت سے ترقی کر کے اِس مرتبہ تک پہنچا

552

شرحِ آں را لب بہ بستم اے کیا — بہرِ نقلِ تختِ بلقیس از سبا

اے بزرگ! میں نے اس کی تشریح سے خاموشی اختیار کر لی — بسلسلۂ بلقیس کے تخت کے منتقل ہونے کے واقعہ کیلئے

چارہ کردنِ سلیمانؑ در احضارِ تختِ بلقیس از پیش از قدومِ بلقیس

حضرت سلیمانؑ کا تدبیر کرنا بلقیس کے تخت کو حاضر کرنے کے لئے بلقیس کے آنے سے پہلے

پس سلیمانؑ گفت با لشکر عیاں — تختِ اُو را حاضر آرید ایں زماں

پھر حضرت سلیمانؑ نے صاف طور پر لشکر سے کہا — اُس کے تخت کو فوراً حاضر کرو

گفت عفریتے[1] کہ تختش را بفن — حاضر آرم تا تو زیں مجلس شدن

ایک جن نے کہا کہ اس کے تخت کو ہنر سے — آپکے اس مجلس سے اُٹھنے سے پہلے حاضر کر دونگا

گفت آصف من باسمِ اعظمش — حاضر آرم پیشِ تو در یک دمش

آصف نے کہا میں اس کو اسمِ اعظم کے ذریعہ — اُس کو آپ کے سامنے ایکدم حاضر کر دونگا

گرچہ عفریت اُوستادِ سحر بود — لیک آں از نفخِ آصف رُو نمود

اگرچہ جن جادو کا اُستاد تھا — لیکن وہ آصف کے دم کرنے سے آیا

حاضر آمد تختِ بلقیس آں زماں — لیک آصف نز فنِ عفریتیاں

بلقیس کا تخت فوراً آ گیا — لیکن آصف کی وجہ سے نہ جنوں کے ہنر سے

گفت[2] حمد اللہ برین و صد چنیں — کہ بدیدستم ز ربُّ العالمیں

حضرت سلیمانؑ نے فرمایا اس پر اور اس جیسی سینکڑوں نعمتوں پر اللہ کی — جو میں نے ربُّ العالمین کی جانب سے دیکھی ہیں

پس نظر کرد آں سلیمانؑ سوئے تخت — گفت آرے گول گیری اے درخت

پھر حضرت سلیمانؑ نے تخت کی جانب دیکھا — فرمایا اے درخت! تو احمق کو پھنسانے والا ہے

پیشِ چوب و پیشِ سنگِ نقش کند — اے بسا گولاں کہ سرہا می نہند

لکڑی اور تراشے ہوئے پتھر کے سامنے — بہت سے احمق ہیں جو سجدے کرتے ہیں

ساجد[3] و مسجود از جاں بے خبر — دیدہ از جاں جُنبشے و اندک اثر

سجدہ کرنے والا اور مسجود جان سے بے خبر ہیں — انہے جان کی تھوڑی سی حرکت اور تھوڑا سا اثر دیکھا ہے

دیدہ در وقتیکہ شد حیران و دنگ — کہ سخن گفت و اشارت کرد سنگ

جس وقت وہ حیران اور دنگ ہوا تو اس نے دیکھا — کہ پتھر نے بات کی اور اشارہ کیا

نردِ خدمت چوں بناموضع بباخت — شیرِ سنگی را شقی شیرے شناخت

چونکہ اس نے خدمت کی نرد بے موقع کھیلی — پتھر کے شیر کو بدبخت نے شیر سمجھا

---

[1] عفریتے ۔ جنوں میں سے ایک بہت سرکش جن نے کہا کہ مجلس ختم ہونے سے پہلے حاضر کر دونگا۔ آصف ۔ ابن برخیا جو حضرت سلیمانؑ کے وزیر تھے انھوں نے کہا میں اسمِ اعظم کی برکت سے فوراً حاضر کر دونگا۔ اگرچہ ۔ اگرچہ وہ جن بھی جادو کا اُستاد تھا لیکن تخت کی آمد حضرت آصف کے دم کرنے کی برکت سے ہوئی۔

[2] گفت ۔ حضرت سلیمانؑ نے اس نعمت اور دوسری نعمتوں کے حصول پر اللہ تعالیٰ کی تعریف کی۔ اے درخت ۔ چونکہ تخت لکڑی کا بنا ہوا تھا اُس کو درخت کے لفظ سے خطاب کر کے فرمایا کہ تو احمقوں کو اپنی محبت میں پھنساتا ہے۔ پیش چوب ۔ احمق لوگ تراشیدہ لکڑی اور پتھر کے بتوں کو سجدہ کرتے ہیں۔

[3] ساجد ۔ یہ بت کے پجاری اور بت دونوں روح سے بے خبر ہیں ان بتوں میں روح کا تھوڑا سا اثر آجاتا ہے جس کی وجہ سے کبھی اُنسے حرکت یا بات کا صدور ہو جاتا ہے۔ نرد خدمت ۔ یہ لوگ عبادت کی بازی بے موقع کھیلتے ہیں پتھر کے بت کو حقیقی شیر سمجھ بیٹھتے ہیں۔

از کرم شیرِ حقیقی کرد جُود — اُستخوانے سوی سگ انداخت زُود
حقیقی شیر نے کرم سے سخاوت کردی — فوراً کُتے کے سامنے ہڈی ڈال دی

گفت گرچہ نیست آں سگ بر قوام — لیک ما را اُستخواں لُطفے ست عام
کہا اگرچہ وہ کُتا راہِ راست پر نہیں ہے — لیکن ہمارا ہڈی ڈالنا عام مہربانی ہے

قصہ یاری خواستنِ حلیمہ رضی اللہ عنہا از بُتان چوں عقیبِ فِطامِ مُصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم راگم کردہ بود و لرزیدن و سجدۂ بُتان و گواہی دادنِ ایشاں بر عظمتِ کارِ محمّد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

حلیمہ رضی اللہ عنہا کا بُتوں سے مدد چاہنے کا قصّہ جبکہ دودھ چھڑانے کے بعد آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو گم کردیا تھا اور لرزنا اور بتوں کا سجدہ کرنا اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کام کی بڑائی پر گواہی دینا

قصۂ رازِ حلیمہؓ گویمت — تا زداید داستانِ اُو غمت
میں تجھ سے حلیمہ کے راز کا قصّہ کہتا ہوں — تاکہ اس کی داستان تیرے غم کو دور کردے

مُصطفیٰؐ را چوں ز شیرِ اُو باز کرد — بر کفش برداشت چوں ریحان و ورد
(حضرت) مصطفیٰؐ کا جب انھوں نے دودھ چھڑایا — اُن کو ریحان اور گلاب کی طرح ہتھیلی پر رکھا

می گریزانیدش از ہر نیک و بد — تا سپارد آں شہنشہ را بجد
وہ اُن کو ہر اچھے برے سے بچاتی تھی — تاکہ اُن شہنشاہ کو دادا کے سپرد کردے

چوں ہمی آورد امانت را ز بیم — شُد بکعبہ و آمد اُو اندر حطیم
جب وہ خوف کی وجہ سے امانت کو لائی — کعبہ میں پہنچیں اور وہ حطیم میں آئی

از ہوا بشنید بانگے کاے حطیم — تافت بر تو آفتابے بس عظیم
ہوا کی جانب سے آواز سُنی کہ اے حطیم! — تجھ پر بہت بڑا سورج چمکا ہے

اے حطیم امروز آید بر تو زُود — صد ہزاراں نور از خورشیدِ جُود
اے حطیم! آج تجھ پر بہت جلد آئیں گے — لاکھوں نور سخاوت کے سورج سے

اے حطیم امروز آرد در تو رخت — مُحتشم شاہے کہ پیکِ اُوست بخت
اے حطیم! آج تجھ میں سامان لا رہا ہے — وہ باحشمت شاہ، نصیبہ جس کا قاصد ہے

اے حطیم امروز بیشک از نوی — منزلِ جانہائے بالا می شوی
اے حطیم! بے شک آج از سرِ نو — تو بالائی روحوں کی منزل بنے گا

---

۱ از کرم۔ شیرِ حقیقی یعنی اللہ تعالیٰ اُن کے اِستدراج کے لئے بُتوں سے اِس طرح کی کرامات ظاہر کرادیتا ہے یعنی کُتے کو ہڈی ڈال دیتا ہے۔ گفت۔ اللہ تعالیٰ رَبُّ العالمین ہے لہٰذا کُتے جیسے بدنظر کو بھی غذا مہیا فرمادیتا ہے۔ قصّہ۔ چونکہ اِس قصّہ میں بھی بُتوں کی گفتگو کا ذکر ہے اِس لئے اِس قصّہ کو ذکر کیا ہے۔ فِطام۔ دودھ چھڑانا۔

۲ حلیمہ سعدیہ جو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رضاعی ماں ہیں۔ راز۔ یعنی بُتوں کی زبانی آنحضورؐ کے فضائل سُننا۔ بر کفش۔ چونکہ اس سے پہلے شقِ صدر کا واقعہ ہوچکا تھا اُس سے خائف تھیں اور آنحضورؐ کی بہت زیادہ نگرانی کرتی تھیں۔

۳ می گریزانیدش۔ آنحضورؐ کی بہت حفاظت کرتی تھیں تاکہ آنحضورؐ کو صحیح حالت میں اُن کے دادا کے سپرد کرائیں۔ جَد۔ دادا یعنی خواجہ عبدالمطلب۔ حطیم۔ بیت اللہ کی زمین کا وہ حصّہ جو تعمیر سے باہر ہے۔ از ہوا۔ حضرت حلیمہؓ نے غیب سے یہ آواز سُنی۔ نُور۔ یعنی آسمانی برکتیں، رحمت برسانا۔ مُحتشم۔ ذی شان۔ از نوی۔ فترت کے زمانہ میں حضرت جبرئیلؑ وغیرہ کے نزول کا سلسلہ ختم ہوگیا تھا اب از سرِ نو شروع ہوگا۔

جانِ پاکاں طُلَّبْ[1] طُلَّبْ جُوق جُوق | آیدت از ہر نواحی مستِ شوق

پاک لوگوں کی روحیں جماعت جماعت گروہ گروہ | شوق سے مست ہو کر ہر جانب سے تیرے سامنے آئینگی

گشتہ حیراں آں حلیمہ زاں صدا | نے کسے در پیش نے سوی قفا

حلیمہ اُس آواز سے حیران ہو گئی | نہ کوئی سامنے تھا نہ گُدّی کی جانب

شش جہت خالی زصورت ویں ندا | شُد پیا پے آں ندا را جاں فدا

چھوں جانب انسان سے خالی اور یہ آواز | پے در پے آئی، اُس آواز پر جان قربان ہے

مصطفیٰؐ را بر زمیں بنہاد اُو | تا کند آں بانگِ خوش را جستجو

اُس نے (حضرت) مصطفیٰؐ کو زمین پر بٹھا دیا | تاکہ وہ اُس اچھی آواز کی جستجو کرے

چشم می انداخت آں دم سُو بسُو | کہ کجا است آں شہِ اسرار گو

وہ اُس وقت ہر جانب نظر ڈال رہی تھی | کہ وہ رازوں کو بتانے والا شاہ کہاں ہے؟

کاینچنیں بانگِ بلند از چپ و راست | می رسد یارب رسانندہ[2] کجاست

کہ ایسی بلند آواز دائیں اور بائیں سے | آ رہی ہے اے خدا! پہنچانے والا کہاں ہے؟

چوں ندید اُو خیرہ و نومید شد | جسمِ لرزاں ہمچو شاخِ بید شد

جب اُنھوں نے نہ دیکھا حیران اور نا اُمید ہو گئیں | بدن بید کی شاخ کی طرح لرزنے والا ہو گیا

باز آمد سُوئے آں طفلِ رشید | مصطفیٰؐ را بر مکانِ خود نہ دید

وہ اُس بھلے بچے کی طرف لوٹ آئیں | مصطفیٰؐ کو اپنی جگہ نہ دیکھا

حیرت اندر حیرت آمد بر دلش | گشت بس تاریک از غم منزلش

اُس کے دل پر حیرانی در حیرانی آ گئی | غم سے اُس کی جگہ بہت تاریک ہو گئی

سُوئے منزلہا[3] دوید و بانگ داشت | کہ کہ بر دُردانہ ام غارت گماشت

مکانات کی جانب دوڑیں اور چیخیں | کہ میرے موتی کی کس نے لوٹ مچائی ہے؟

مکّیاں گفتند ما را علم نیست | ما ندانستیم کانجا کودکے ست

مکّہ والوں نے کہا ہمیں معلوم نہیں ہے | ہمیں یہ (بھی) معلوم نہ تھا کہ وہاں کوئی بچہ ہے

ریخت چنداں اشک و کرد اُو بس فغاں | کہ ازو گریاں شدند آں دیگراں

اُس نے اس قدر آنسو بہائے اور فریاد کی | کہ اُس سے دوسرے رونے لگے

سینہ کوباں آنچناں بگریست خوش | کاخراں گریاں شدند از گریہ اش

چھاتی پیٹتے ہوئے اتنا زیادہ روئی | کہ اُس کے رونے سے دوسرے رونے لگے

[1] طُلّب- جمع طالب- جماعت۔ جوق- گروہ- نواحی- اطراف- صدا یعنی غیبی آواز۔ مصطفیٰ- آواز کی جستجو میں حضرت حلیمہؓ نے آنحضورؐ کو گود سے اتار کر زمین پر بٹھا دیا۔ آں شہ جس کی آواز آ رہی ہے جس سے آنحضورؐ کی بعثت کے اسرار کھل رہے ہیں۔

[2] رسانندہ- یعنی آواز دینے والا۔ خیرہ- حیران- شاخ بید- بید کے درخت کی شاخ لچک میں مشہور ہے۔ طفل رشید- یعنی آنحضورؐ- از غم یعنی آنحضورؐ کے گم کرنے سے۔

[3] منزلہا- یعنی محلے کے مکانات۔ دُردانہ- موتی۔ گفتند- ہمیں تو اس بچہ کے ہونے کا بھی علم نہیں چہ جائیکہ یہ معلوم ہو کہ اس کو کون لے گیا۔ ریخت- حضرت حلیمہ اس رنج میں اس قدر پھوٹ پھوٹ کر روئیں کہ سب کو رلا دیا۔

حکایتِ آں پیرِ عرب کہ دلالت کرد حلیمہؓ را با ستعانت[1] از بُتاں

اُس بوڑھے عرب کی حکایت جس نے حلیمہؓ کی بُتوں سے مدد مانگنے کی طرف راہنمائی کی

پیر مردے پیشش آمد با عصا — کاے حلیمہؓ چہ فتاد آخر ترا

ایک بوڑھا شخص لاٹھی تھامے سامنے آیا — کہ اے حلیمہ! آخر تجھے کیا ہوا ہے؟

کہ چنیں آتش ز دل افروختی — ویں جگرہا را ز ماتم سوختی

کہ تو نے دل سے ایسی آگ بھڑکائی ہے — اور ماتم سے جگروں کو جلا دیا ہے

گفت احمدؐ را رضیعم معتمدؐ[2] — پس بیاوردم کہ بسپارم بجد

اُس نے کہا میں احمدؐ کی معتمد دایہ ہوں — میں اُن کو لائی تھی کہ دادا کے سپرد کردوں

چوں رسیدم در حطیم آوازہا — می رسید و می شنیدم از ہوا

جب میں حطیم میں پہنچی بہت سی آوازیں — آئیں اور میں نے ہوا میں سے سُنیں

من چو آں الحاں شنیدم از ہوا — طفل را بنہادم آنجا زاں صدا

جب میں نے ہوا میں سے وہ آوازیں سُنیں — اُس آواز کی وجہ سے میں نے بچہ کو زمین پر بٹھا دیا

تا بہ بینم ایں ندا آوازِ کیست — کہ ندائے بس لطیف و بس شہی است

تاکہ میں دیکھوں کہ یہ کس کی آواز ہے؟ — کیونکہ بڑی لطیف اور بہت پسندیدہ آواز ہے

نز کسے[3] دیدم بگردِ خود نشاں — نہ ندای منقطع شُد یک زماں

نہ میں نے اپنے چاروں طرف کسی کا نشان پایا — نہ ایک لمحہ کے لئے آواز بند ہوئی

چونکہ واگشتم ز حیرتہائے دل — طفل را آنجا ندیدم وائے دل

جب میں دلی حیرانیوں کے ساتھ واپس لوٹی — میں نے بچہ کو وہاں نہ دیکھا، ہائے دل

گفتش اے فرزند تو انُدہ مدار — کہ نمایم مر ترا یک شہریار

اُس نے اُس سے کہا اے بیٹیا! غم نہ کر — میں تجھے ایک شاہ کا پتہ بتاتا ہوں

کہ بگوید گر بخواہد حالِ طفل — اُو بداند منزل و ترحالِ طفل

اگر وہ چاہے گا تو بچہ کا حال بتا دے گا — کیونکہ وہ بچہ کی منزل اور سفر کو جانتا ہے

پس حلیمہؓ گفت اے جانم فدا — مر ترا اے شیخ خوب خوش ندا

تو حلیمہ نے کہا، میری جان قربان ہو — تجھ پر، اے بہتر اور اچھی آواز والے بزرگ

ہیں مرا بنمای آں شاہِ نظر — کش بود از حالِ طفلِ من خبر

ہاں اُس شاہِ نظر کو مجھے دکھا دے — جس کو میرے بچہ کے حال کی خبر ہو

---

1. استعانت۔ مدد مانگنا۔ بوڑھا لاٹھی کے سہارے چل رہا تھا۔ کہ چنیں۔ تیرے اس غم سے دوسروں کے جگر کباب ہو رہے ہیں۔ ماتم۔ سوگ۔ رضیع یعنی مرضعہ، دودھ پلانے والی، اناّ۔
2. معتمد۔ افسوس ہے کہ آج اس اعتماد کو ٹھیس لگ رہی ہے۔ الحان۔ نغمہ۔ طفل۔ یعنی آنحضورؐ۔ آنجا۔ یعنی حطیم کر مہ۔ کیونکہ وہ پُر لطف اور دلکش آواز تھی۔
3. نز کسے۔ چونکہ وہ غیبی آواز تھی لہٰذا پکارنے والا نظروں سے غائب تھا۔ گفتش۔ اُس بوڑھے نے حضرت حلیمہ سے کہا۔ شہریار۔ شاہ۔ ترحال۔ سفر۔

بُرد اُو را پیشِ عُزّیٰ[1] کایں صنم — ہست در اُخبارِ غیبی مُغتنم

وہ اُس کو عزّیٰ کے سامنے لے گیا کہ یہ بُت — غیبی خبریں دینے میں غنیمت ہے

ما ہزاراں گُم شُدہ زو یافتیم — چوں بخدمت سُوئے اُو بشتافتیم

ہم نے ہزاروں گُم شدہ اُس کی وجہ سے پائے ہیں — جب ہم عقیدت سے اُس کی طرف دوڑے ہیں

پیر کرد اُو را سجود و گفت زوُد — اے خداوندِ عرب وے بحرِ جوُد

بوڑھے نے اُس کو سجدہ کیا اور فوراً کہا — اے عرب کے خدا، اے سخاوت کے دریا!

گفت اے عُزّیٰ تو بس اکرامہا — کردہ تا رَستہ ایم از دامہا

اُس نے کہا اے عزّیٰ! تو نے بہت سے کرم — کئے ہیں، حتیٰ کہ ہم نے جالوں سے رہائی پائی ہو

بر عرب حق ست از اکرامِ تو — فرض گشتہ تا عرب شُد رامِ تو

تیری مہربانی کا عرب پر حق ہے — جو فرض بن گیا ہے حتیٰ کہ عرب تیرا فرمانبردار ہو گیا ہے

ایں حلیمہ سعدی از اُمیدِ تو — آمد اندر ظلِّ شاخِ بیدِ تو

یہ حلیمہ سعدیہ تیری امید پر — تیرے بید کی شاخ کے سایہ میں آئی ہے

کہ ازو فرزند طفلے گُم شُدہ ست — نامِ آں کودک محمدؐ آمدہ ست

کہ اُس کا ایک چھوٹا بچہ گم ہو گیا ہے — اُس بچے کا نام محمّد ہے

چوں[2] محمدؐ گفت آں جملہ بُتاں — سرنگوں گشتند و ساجد آں زماں

جب اُس نے "محمدؐ" کہا وہ سب بُت — فوراً اوندھے مُنھ اور سجدہ کرنے والے ہو گئے

کہ بروُ اے پیر ایں چہ جستجو ست — آں محمدؐ را کہ عزلِ ما از وُ ست

کہ اے بوڑھے! جا یہ کیا تلاش ہے؟ — اُس محمدؐ کی کہ اُس کی وجہ سے ہماری معزولی ہے

ما نگون و سنگسار آئیم ازوُ — ما کساد و بے عیار آئیم ازوُ

ہم اُس کی وجہ سے اوندھے اور سنگسار ہیں — ہم اُس کی وجہ سے کھوٹے اور بے رونق ہیں

آں[3] خیالاتے کہ دیدندے زما — وقتِ فترت گاہ گاہ اہلِ ہوا

وہ خیالی باتیں کہ جو ہم سے دیکھی ہیں — اہلِ ہوا نے فترت کے زمانہ میں کبھی کبھی

گُم شود چوں بارگاہِ اُو رسید — آب آمد مر تیمم را درید

گم ہو جائیں گی کیونکہ اُن کا دربار (کا وقت) آگیا ہو — پانی آگیا، اُس نے تیمم کو توڑ دیا ہے

دور شو اے پیر فتنہ کم فروز — ہیں زرشکِ احمدیؐ ما را مسوز

او بوڑھے! دُور ہو جا فتنہ نہ بھڑکا — خبردار! احمدیؐ رشک سے ہمیں نہ جلا

---

[1] عُزّیٰ۔ مکّہ کا مشہور بُت تھا۔ اخبارِ غیبی۔ غیبی باتیں۔ ما ہزاراں۔ ہم نے اسکے بتانے سے بہت سی گمشدہ چیزیں پائی ہیں۔ اے یعنی عزّیٰ تا رستہ۔ تیرے بتانے سے بہت سی ہلاکتوں سے نجات پائی ہو۔ فرض گشتہ۔ تیرا حق ادا کرنا عرب پر فرض ہو گیا ہے اسی لئے تمام عرب تیرا مطیع ہے۔

[2] چوں۔ یعنی بوڑھے کی زبان پر لفظ محمدؐ آیا۔ جملہ بُتاں۔ عزّیٰ اور اُس کے ماحول میں جو بُت تھے، کہ برو۔ اُن بتوں نے کہا کہ اس بچے کی تلاش کیوں کرتا ہے جس کی بعثت ہماری معزولی کا سبب ہے۔ اگر کہ اُس کے ظہور کے بعد ہماری کوئی عزّت اور وقعت نہ رہے گی۔

[3] آں خیالاتے۔ بُت پرستوں نے جو کچھ ہمارے حیرت انگیز واقعات دیکھے ہیں وہ سب ختم ہو جائیں گے فترت۔ وہ زمانہ جو حضرت عیسیٰؑ کے آسمان پر اُٹھانے کے بعد سے آنحضورؐ کی بعثت تک کا ہے۔ آب۔ آب آمد تیمم برخاست۔ دور شو۔ اُس عزّیٰ بت نے بوڑھے سے کہا، جو رشک آنحضورؐ کی بعثت سے اُن کی شان و شوکت ختم ہو گئی تھی۔

دُور شو بہرِ خدا اے پیرِ تو — تا نسوزی ز آتشِ تقدیر تو[1]

اُو بوڑھے! خدا کے لئے تو دفع ہو — تاکہ تو تقدیر کی آگ سے نہ جل جائے

اینچہ دُمِ اژدہا افشردن است — ہیچ دانی چہ خبر آوردن است

یہ کیا اژدہے کی دُم دبانا ہے؟ — تو جانتا ہے کہ کیسی خبر لانا ہے؟

زیں خبر خوں شد دلِ دریا و کاں — زیں خبر لرزاں شود ہفت آسماں

اِس خبر سے دریا اور کان کا دل خون ہو گیا ہے — اِس خبر سے ساتوں آسمان لرز جائیں گے

چوں شنید از سنگہا پیر ایں سخن[2] — پس عصا انداخت آں پیرِ کہن

جب بوڑھے نے پتھروں سے یہ باتیں سُنیں — اُس پُرانے بوڑھے نے لاٹھی پھینک دی

پس ز لرزہ و خوف و بیم آں ندے — پیر دندانہا بہم بر می زدے

اُس آواز کے لرزے اور خوف اور ڈر سے — بوڑھے کے دانت بجنے لگے

آنچناں کاندر زمستاں مردِ عُور — اُو ہمی لرزید می گفت اے ثبور

جس طرح کہ جاڑوں میں ننگا انسان — وہ کانپ رہا تھا اور کہتا تھا ہائے ہلاکت!

چوں در آں حالت بدید آں پیر را — زاں عجب گم کرد زن تدبیر را

جب اُس (حلیمہ) نے بوڑھے کو اس حالت میں دیکھا — اُس عجب (بات) سے عورت نے تدبیر کو گم کر دیا

گفت پیرا اگرچہ من در محنتم — حیرت اندر حیرت اندر حیرتم

بولی اے بوڑھے! اگرچہ میں مصیبت میں ہوں — (لیکن) حیرت در حیرت در حیرت میں ہوں

ساعتے بادم خطیبی می کند — ساعتے سنگم ادیبی می کند

کسی وقت ہوا مجھ سے باتیں کرتی ہے — کسی وقت پتھر مجھے ادب سکھاتے ہیں

باد با حرفم سخنہا می دہد — سنگ و کوہم فہمِ اشیا می دہد

ہوا، حروف کے ذریعہ مجھ سے باتیں کرتی ہے — مجھے پتھر اور پہاڑ چیزیں سمجھاتے ہیں

گاہ طفلم را ربودہ غیبیاں[3] — غیبیانِ سبز پوشِ آسماں

کبھی میرے بچے کو غیبی لے جاتے ہیں — آسمان کے سبز پوش غیبی

از کہ نالم با کہ گویم ایں گلہ — من شدم سودائی اکنوں صد دلہ

کس سے فریاد کروں، کس سے شکوہ کروں؟ — میں اب دیوانی اور پریشان ہو گئی ہوں

غیرتش از شرحِ غیبم لب ببست — ایں قدر گویم کہ طفلم گم شدست

اُن کی غیرت نے غیب کی تشریح کرنے سے میرے ہونٹ بند کر دیئے ہیں — (بس) اتنا کہتی ہوں کہ میرا بچہ گم ہو گیا ہے

---

[1] تا نسوزی۔ ہم تو جل گئے ہیں۔ تو بھی نہ جل جائے۔ ... دُمِ اژدہا۔ کوئی انسان اژدہے کی دُم کو مسلے تو یہ انتہائی خطرناک کام ہے۔ دریا و کاں۔ چونکہ اب آنحضورؐ کی آب و تاب کے سامنے اُن کی آب و تاب ماند پڑ جائے گی۔ ہفت۔ چونکہ مہر و ماہ ماند پڑ جائیں گے۔

[2] چوں شنید۔ بوڑھے نے بُت کی یہ باتیں سُن کر گھبرا کر اپنی لاٹھی پھینک دی۔ ندے۔ آواز۔ دندانہا۔ خوف میں دانت بجنے لگتے ہیں۔ عُور۔ ننگا۔ زاں عجب یعنی عجوبہ کی باتیں۔ گفت۔ حضرت حلیمہؓ نے فرمایا اے بوڑھے اگرچہ آنحضورؐ کے معاملے میں میں پریشان ہوں لیکن عجائب کے ظہور سے حیرت میں ہوں۔ بادم۔ حضرت حلیمہؓ نے ہوا سے باتیں سُنی تھیں۔

[3] گاہ۔ بچپن میں شقِ صدر کے واقعہ میں آنحضورؐ کو فرشتے اُٹھا کر لے گئے تھے۔ صد دلہ۔ پریشان۔ غیرتش۔ یعنی غیبی حالات اور اشارات کو میں راز میں رکھنا چاہتی ہوں۔

558

گر بگویم چیزِ دیگر من کنوں ¹ — خلق بندندم بزنجیرِ جنوں

اب اگر میں کوئی دوسری بات کہوں — لوگ مجھے پاگل پن کی زنجیر میں باندھ دینگے

گفت پیرش اے حلیمہ شاد باش — سجدۂ شکر آر و رُو را مکن خراش

بوڑھے نے اُن سے کہا اے حلیمہ! خوش ہو جا — شکر کا سجدہ کر اور چہرے کو نہ نوچ

تو مخور غم کہ نگردد یاوہ او — بلکہ عالم یاوہ گردد اندرو

تو فکر نہ کر، کیونکہ وہ گم نہ ہوگا — بلکہ عالم اُس میں گم ہو جائے گا

ہر زماں از رشک و غیرت پیش و پس — صد ہزاراں ² پاسبانست و حرس

ہر وقت رشک اور غیرت کی وجہ سے اسکے آگے اور پیچھے — لاکھوں نگہبان اور محافظ ہیں

آں ندیدی کاں بتانِ ذو فنوں — چوں شدند از نامِ طفلت سرنگوں

تو نے یہ نہیں دیکھا وہ ہنر مند بُت — تیرے بچے کے نام سے کس طرح سرنگوں ہوگئے

ایں عجب قرنے ست بر روئے زمیں — پیر گشتم من ندیدم جنس ایں

یہ روئے زمین پر عجب زمانہ ہے — میں بوڑھا ہو گیا میں نے ایسا نہ دیکھا تھا

زیں رسالت ³ سنگہا چوں نالہ داشت — تا چہ خواہد بر گنہگاراں گماشت

اس رسالت سے جبکہ پتھر فریاد کرنے لگے — گنہگاروں پر کیا چیز مسلط کرے گی!

سنگ ⁴ بے جرم ست در معبودیش — تو نہ مضطر کہ بندہ بودیش

اپنے معبود ہونے میں پتھر بے قصور ہیں — تو مجبور نہیں ہے کہ اُس کا بندہ ہے

آنکہ مضطر ایں چنیں ترساں شدست — تا کہ بر مجرم چہا خواہند بست

جو مجبور ہے وہ ایسا خوفزدہ ہے — تو مجرم پر کس قدر بندشیں ہونگی!

خبر یافتنِ جدِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم عبدالمطلب از گم کردنِ حلیمہ رحمہا مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم را و طالب شدنِ او گردِ شہر و نالیدنِ او بر درِ کعبہ و از حق درخواست کردن و آواز از درونِ کعبہ شنودن و یافتنِ او محمد صلی اللہ علیہ وسلم را

آنحضورؐ کے دادا عبدالمطلب کو حلیمہ سعدیہ کے آنحضورؐ کو گم کردینے کی خبر ملنا اور اُن کا شہر کے چاروں طرف ڈھونڈنا اور کعبہ کے دروازہ پر رونا اور اللہ تعالیٰ سے درخواست کرنا اور کعبہ کے اندر سے آواز کا سُننا اور اُن کا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پالینا

¹ گر بگویم۔ اگر وہ بھی باتیں لوگوں سے کہوں گی وہ مجھے دیوانہ سمجھیں گے۔ رُو۔ عورتیں ماتم میں چہرے کو پیٹتی ہیں۔ تو مخور۔ آنحضورؐ کی طرف سے فکر نہ کرو گم نہ ہونگے بلکہ عالم اُن کی عظمت میں گم ہو جائیگا۔

² صد ہزاراں۔ فرشتے حضورؐ کی حفاظت کرتے تھے۔ آں ندیدی۔ عُزّیٰ بُت سرنگوں ہو گیا تھا۔ زیں رسالت۔ رسالت کو تسلیم نہ کرنے والوں کا انجام بُرا ہوگا۔

³ سنگ۔ بُت غیر اختیاری طور پر معبود بنے ہیں جب ان کا یہ حال ہے تو اُن کے پجاری جو با اختیار ہیں اور پُوجنے میں مضطر نہیں اُن کا انجام تو بہت ہی بُرا ہوگا۔ مضطر یعنی بُت۔ جدِ مصطفیٰ۔ جناب عبدالمطلب۔

چوں خبر یابید جدِّ مصطفیٰؐ — از حلیمہؓ وز فغانش بر ملا
جب مصطفیٰؐ کے دادا نے خبر پائی — حلیمہؓ اور اُن کے برملا رونے کی

وز چناں بانگِ بلند و نعرہا — کہ بہ میلے می رسید از وے صدا
اور ایسے زور کی آواز اور نعروں سے — کہ جن کی آواز ایک میل تک پہنچ رہی تھی

زود عبدالمطلب دانست چیست — دست بر سینہ ہمی زد می گریست
فوراً عبدالمطلب سمجھ گئے کیا ہوا ہے — سینہ کوبی کرتے تھے اور روتے تھے

آمد از غم بر درِ کعبہ بسوز — کاے خبیر از سرِ شب وز راز روز
رنج سے کعبہ کے دروازہ پر سوزش کیساتھ گئے — کہ اے رات کے راز اور دن کے بھید کے جاننے والے

خویشتن را من نمی بینم فنے — تا بود ہمرازِ تو ہمچوں منے
میں اپنے لئے کوئی ایسا ہنر نہیں دیکھتا ہوں — کہ (جس میں)، مجھ جیسا تیرا ہمراز بنے

خویشتن را من نمی بینم ہنر — تا شوم مقبولِ ایں مسعود در
میں اپنے آپ میں کوئی ہنر نہیں دیکھتا ہوں — کہ اس مبارک دروازہ پر میں مقبول بنوں

یا سر و سجدہ مرا قدرے بود — یا باشکم دولتے خنداں شود
یا میرے سر اور سجدے کی کوئی قدر ہو — یا میرے آنسوؤں سے قسمت جاگ اٹھے

لیک در سیمائے آں درِّ یتیم — دیدہ ام آثارِ لطفت اے کریم
لیکن اُس دُرِّ یتیم کی پیشانی میں — اے کریم! میں نے تیری مہربانی کے بڑے آثار دیکھے ہیں

کہ نمی ماند بما گرچہ زماست — ما ہمہ مسیم و احمدؐ کیمیاست
کہ جو ہم جیسا نہیں ہے اگرچہ ہم میں سے ہے — ہم سب تانبہ ہیں اور احمدؐ کیمیا ہیں

آں عجائبہا کہ من دیدم درو — من ندیدم بر ولی و بر عدو
وہ عجائب جو میں نے اُس میں دیکھے ہیں — میں نے کسی دوست اور دشمن میں نہیں دیکھے ہیں

آنچہ فضلِ تو دریں طفلیش داد — کس نشاں ندہد بصد سالہ جہاد
تیری مہربانی نے جو اُس کو بچپن میں عطا کیا ہے — کسی نے سو سال کے مجاہدے کے بعد بھی اس کی نشاندہی نہیں کی

چوں یقیں دیدم عنایتہائے تو — بر وے او دریست از دریائے تو
جب میں نے یقینی طور پر تیری عنایتیں دیکھ لی ہیں — اُس پر تو وہ تیرے دریا کا ایک موتی ہے

من ہمو را می شفیع آرم بتو — حالِ او اے حال داں با ما بگو
میں اسی کو تیرے پاس سفارشی لایا ہوں — اے حال کے جاننے والے اس کا حال ہمیں بتا دے

ل وز چناں۔ حضرت حلیمہؓ کے رونے کی آواز ایک میل تک جا رہی تھی، زود عبدالمطلب فوراً سمجھ گئے کہ حلیمہؓ نے آنحضورؐ کو گم کر دیا ہے۔۔۔ خویشتن۔ عبدالمطلب نے کہا کہ مجھ میں کوئی ایسی خوبی نہیں ہے جس کی وجہ سے تیرا ہمراز بنوں۔ مسعود در یعنی در کعبہ۔

ل لیک۔ میں نے آنحضورؐ کے چہرے پر تیری مہربانی کے آثار دیکھے ہیں۔ کہ نمی ماند۔ اگرچہ وہ ہم میں سے ہیں لیکن یہ آثار ہم میں سے کسی کے اندر نہیں ہیں۔

ل آنچہ۔ اُن کے بچپن میں جو فضیلت تو نے اُن کو عطا کر دی ہے سو سال کے مجاہدہ سے بھی کسی کو حاصل نہیں ہو سکی۔ من ہمو را۔ میں اُن کو سفارشی بناتا ہوں اُن کے طفیل اُن کا حال ہمیں بتائیے وہ کہاں ہیں۔

از درونِ کعبہ آمد بانگ زود[1]
فوراً کعبہ کے اندر سے آواز آئی
کہ ہم اکنوں رُخ بتو خواہد نمود
کہ وہ ابھی اپنا چہرہ تجھے دکھا دیگا

با دو صد اقبال اُو محظوظِ ماست
وہ دو سو اقبالمندیوں کیساتھ ہماری جانب سے نصیب ور ہے
با دو صد طُلب مَلک محفوظِ ماست
دو سو فرشتوں کی جماعت کے ذریعہ وہ ہمارے پاس محفوظ ہے

ظاہرش را شہرۂ گیہاں کنیم
ہم اس کے ظاہر کو عالم میں مشہور کریں گے
باطنش را از ہمہ پنہاں کنیم
اس کے باطن کو سب سے پوشیدہ رکھیں گے

زرِ کاں بود آب و گِل ما زرگریم[2]
پانی اور مٹی سونے کی کان تھی ہم زرگر ہیں
گہ کنیمش خلخال و گہ خاتم بُریم
ہم کبھی اسکو پازیب اور کبھی انگوٹھی تراشتے ہیں

گہ حمائلہائے شمشیرش کنیم
کبھی ہم اس کو تلواروں کے پر تلے بناتے ہیں
گاہ بندِ گردنِ شیرش کنیم
کبھی اس کو شیر کی گردن کا پٹا بناتے ہیں

گہ ترنجِ تخت برسازیم ازو
ہم کبھی اس سے تخت کے پھول بناتے ہیں
گاہ تاجِ فرقہائے مُلک جُو
کبھی کشور کشا سروں کے تاج

عشقہا داریم با ایں خاک ما
ہم اس مٹی سے بہت محبت کرتے ہیں
زانکہ اُفتادست در قعدۂ رضا
کیونکہ وہ (تسلیم و) رضا کی نشست پر قائم ہوئی ہے

گہ چنیں شاہے ازو پیدا کنیم
کبھی ہم اس سے ایسا شاہ پیدا کر دیتے ہیں
گہ ہم اُو را پیشِ شہ شیدا کنیم
کبھی ہم اس کو شاہ کے سامنے عاشق بنا دیتے ہیں

صد ہزاراں عاشق و معشوق ازو[3]
اُس سے لاکھوں عاشق اور معشوق
در فغان و در نفیر و جستجو
نالہ و فریاد اور جستجو میں ہیں

کارِ ما اینست بر کوری آں
ہمارا یہ کام ہے اس شخص کے اندھے پن کیخلاف
کو بکارِ ما ندارد میلِ جاں
جو ہمارے کام کے ساتھ جان کا میلان نہیں رکھتا ہے

ایں فضیلت خاک را زاں رو دہیم
یہ بزرگی ہم مٹی کو اس لئے دیتے ہیں
زانکہ نعمت پیشِ بے برگاں نہیم
کیونکہ ہم بے سر و سامان لوگوں کے سامنے نعمت پیش کرتے ہیں

زانکہ دارد خاک شکلِ اغبری
کیونکہ مٹی غبار آلود شکل رکھتی ہے
وز دروں دارد صفاتِ انوری
اور باطن میں نورانی صفات رکھتی ہے

ظاہرش با باطنش گشتہ بجنگ
اُسکا ظاہر اُسکے باطن کیساتھ جنگ میں مصروف ہے
باطنش چوں گوہر و ظاہر چو سنگ
اُسکا باطن موتی کیطرح ہے اور ظاہر پتھر کیطرح ہو

[1] از درونِ کعبہ۔ خواجہ عبدالمطلب کو کعبہ کے اندر سے جواب۔ ملا تم عنقریب اسکا چہرہ دیکھ لوگے۔ محظوظ۔ نصیبہ ور۔ طُلب۔ جماعت۔ ظاہرش۔ حضورؐ کے ظاہری احوال عالم پر کھلے۔ باطنی احوال کہ اللہ سے اُن کو کونسا قرب حاصل ہے اس تک رسائی نہیں ہو سکی۔ گیہاں۔ جہاں۔

[2] زر۔ پانی اور مٹی سے اللہ نے جو مخلوق بنائی ہے اسکے مختلف مراتب ہیں۔ خلخال۔ پازیب۔ ترنج۔ لیموں، مصر میں کپڑوں کی چھپائی اور کڑھائی میں لیموں کی شکل بنائی جاتی تھی۔ قعدہ۔ سجدہ کے بعد بیٹھنے کی ہیئت۔ چنیں شاہے یعنی آنحضورؐ۔ گہ ہم۔ یعنی کبھی اس جیسے شاہ کو خدا کا عاشق بنا دیتے ہیں۔

[3] صد ہزاراں۔ اسی خاک سے لاکھوں عاشق و معشوق پیدا ہوتے ہیں جو عشق کی وجہ سے نالہ و فریاد میں مصروف ہیں۔ کارِ ما۔ ہمارے یہ کارنامے منکروں کے انکار کے باوجود جاری ہیں۔ ایں فضیلت۔ مٹی کو فروتنی کی وجہ سے یہ فضیلت حاصل ہوئی ہے کہ اس سے اس طرح لوگ پیدا ہوتے ہیں۔ زانکہ۔ زمین کا ظاہر غبار آلود ہے لیکن اس کا باطن پُر انوار ہے جس سے لالہ و گل رونما ہوتے ہیں۔ باطنش۔ زمین کا باطن موتی اور ظاہر پتھر ہے۔

ظاہرش[1] گوید کہ ما اینیم و بس
اُس کا ظاہر کہتا ہے کہ ہم صرف یہی ہیں

باطنش گوید نکو بیں پیش و پس
اُس کا باطن کہتا ہے آگے اور پیچھے اچھی طرح دیکھ

ظاہرش مُنکر کہ باطن ہیچ نیست
اُس کا ظاہر منکر ہے کہ باطن کچھ نہیں ہے

باطنش گوید کہ بنمائیم بایست
اُس کا باطن کہتا ہے کہ میں دکھاتا ہوں، ٹھہر

ظاہرش با باطنش در چالش اند
اُس کا ظاہر اُس کے باطن کے ساتھ جنگ میں مصروف ہے

لاجرم زیں صبر نصرت می کنند
لامحالہ اِس صبر سے وہ فتح پاتے ہیں

زیں تُرش رو خاک صورتہا کنیم
اِس تُرش رو خاک سے ہم صورتیں بناتے ہیں

خندۂ پنہانش را پیدا کنیم
ہم اُس کی چھپی مسکراہٹ کو ظاہر کرتے ہیں

زانکہ[2] ظاہر خاک اندوہ و بُکاست
کیونکہ مٹی کا ظاہر غم اور رونا ہے

در درونش صد ہزاراں خندہاست
اُس کے اندر لاکھوں مسکراہٹیں ہیں

کاشف السریم و کارِ ما ہمیں
ہم رازوں کو کھولنے والے ہیں ہمارا یہی کام ہے

کایں نہانہا را بر آریم از کمیں
کہ اِن رازوں کو پوشیدگی سے باہر لے آئیں

گرچہ دُزد از منکری تن میزند
چور اگرچہ انکاری ہونے کی وجہ سے خاموش ہو

شحنہ آں از عصر پیدا می کند
کوتوال دبا کر، ظاہر کر دیتا ہے

فضلہا دُزدیدہ اند ایں خاکہا
اِن مٹیوں نے بہت سی فضیلتیں چرا رکھی ہیں

ما مُقِر آریم شاں از ابتلا
ہم آزمائش کے ذریعہ اُنکو اقرار کرنے والا کر دیتے ہیں

بس[3] عجب فرزند کورا بودہ است
اُس کے بہت سے عجیب فرزند ہوئے ہیں

لیک احمد بر ہمہ افزودہ است
لیکن احمدؐ سب سے بڑھے ہوئے ہیں

شد زمین و آسماں خنداں و شاد
زمین اور آسمان شاداں و فرحاں ہوئے

کایچنیں شاہے ز ما دو جفت زاد
کہ ایسا شاہ ہمارے جوڑے سے پیدا ہوا

شد زمیں چوں آسماں از شادیش
اُن کی خوشی سے زمین آسمان کیطرح ہو گئی

خاک چوں سوسن شدہ ز آزادیش
اُن کی پیدائش سے مٹی سوسن کی طرح ہو گئی

ظاہرت با باطنت اے خاکِ خوش
اے بہترین مٹی تیرا ظاہر، باطن کے ساتھ

چونکہ در جنگ ست و اندر کشمکش
چونکہ جنگ اور کشمکش میں ہے

ہر کہ با خود بہرِ حق باشد بجنگ
جو اپنے ساتھ اللہ کے لئے لڑائی میں مصروف ہو

تا شود معنیش خصمِ بُو و رنگ
حتیٰ کہ اُس کا باطن بُو اور رنگ کا مخالف ہو

---

[1] ظاہرش۔ اُنکی ظاہری صورت کمالاتِ باطنی کو چھپائے ہوئے اور منکر ہے باطن پُر کمالات ہے۔ ظاہرش۔ ظاہر اور باطن کی یہ جنگ جاری ہے کبھی ظاہر غالب ہوتا ہے کبھی باطن کو فتح ہو جاتی ہے۔ زیں ترش رو بد صورت مٹی، حسین وجمیل مخلوق کا پیدا کرنا اسکے باطنی حُسن کا اظہار ہے۔

[2] زانکہ۔ زمین بظاہر روتی صورت ہے لیکن اُس کے باطن میں مسرتیں موجزن ہیں۔ کاشف السریم۔ اللہ تعالیٰ چھپے رازوں کو ظاہر کر دیتا ہے اور زمین کی چھپی ہوئی خوبیاں ظاہر کر دیتا ہے۔ گرچہ۔ چور چُرا کر چُرانے کا منکر ہو جاتا ہے اور خاموشی اختیار کرتا ہے کوتوال اُس کو دبا کر اقرار کرا لیتا ہے، اللہ تعالیٰ بھی آزمائش میں ڈال کر انسانوں کی باطنی خوبیاں واضح کر دیتا ہے۔

[3] بس عجب۔ زمین نے بہت باکمال فرزند جنے لیکن سید الانبیاء جیسا کوئی نہ جنا۔ شد۔ زمین اور آسمان کے ملاپ سے جب سید الکونین کا ظہور ہوا تو دونوں نے مسرت کا اظہار کیا۔ شد زمیں۔ آنحضورؐ کی پیدائش سے زمین کو عروج حاصل ہوا۔ خاک۔ زمین نے آنحضورؐ کو جنا تو سوسن کی طرح سَو زبان بنکر اظہارِ مسرت کیا۔ آزادیش یعنی آنحضورؐ کی پیدائش۔ ظاہرت جس کا ظاہر اور باطن خدا کیلئے باہمی جنگ میں ہو اسکی روح پُر نور ہوتی ہے اور اسکا نور ناقابلِ زوال ہوتا ہے۔

ظلمتش با نورِ او شد در قتال | آفتابِ جانش را نبود زوال
اُس کی تاریکی اُس کے نور کے ساتھ جنگ میں لگی | اُس کے جان کے سورج کیلئے زوال نہیں ہے

ہر کہ[۱] کوشد بہرِ ما در امتحاں | پشت زیرِ پایش آرد آسماں
جو شخص ہمارے لئے امتحان دینے میں کوشش کرے | آسمان کمر اُس کے پاؤں کے نیچے لے آتا ہے

ظاہرت از تیرگی افغاں کناں | باطنِ تو گلستاں در گلستاں
تیرا ظاہر تاریکی کی وجہ سے فریادی ہے | تیرا باطن باغ باغ ہے

قاصدا[۲] چوں صوفیانِ رو ترش | تا نیامیزند با ہر نور کُش
وہ صوفیوں کی طرح بالارادہ ترش رو ہے | تاکہ وہ کسی نور بجھانے والے سے میل جول نہ کریں

عارفانِ رو ترش چوں خارپشت | عیش پنہاں کردہ در خارِ درشت
ترش رو عارف سیہی کی طرح ہیں | سخت خاروں میں عیش کو چھپائے ہوئے ہیں

باغ پنہاں گرد گردش خار فاش | کاے عدوِ دزد ازیں در دور باش
باغ نے پھلوں کو چھپالیا ہے، کانٹا کھلا ہوا ہے | کہ اے چور دشمن! اِس دروازہ سے دُور رہ

خارپشتا خار حارس کردۂ | سر چو صوفی در گریباں بُردۂ
اے سیہی! تونے کانٹوں کو نگہبان بنایا ہے | صوفی کی طرح سر کو گریبان میں ڈال لیا ہے

تا کسے در چار دانگِ عیشِ تو | گم شود زیں گلرخانِ خارخو
تاکہ کوئی تیرے وسیع عیش میں | داخل نہ ہو اِن پھول چہرے والوں کانٹے کی طبیعت والوں

طفلِ[۳] تو گرچہ کہ کودک خو بدست | ہر دو عالم خود طفیلِ او بدست
تیرا بچہ اگرچہ بچپن کی عادت والا ہے | دو جہان اُس کے طفیل پیدا ہوئے ہیں

ما جہانے را بدو زندہ کنیم | چرخ را در خدمتش بندہ کنیم
ہم دنیا کو اس کے ذریعہ حیات بخشیں گے | آسمان کو اُس کی خدمت میں غلام بنا دیں گے

نشان خواستنِ عبد المطلب از موضعِ محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم

خواجہ عبد المطلب کا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جگہ کے بارے میں پتہ معلوم کرنا

کہ کجایش یابم و جواب آمدن از درونِ کعبہ و نشان یافتن

کہ اُن کو میں کہاں پاؤں گا؟ اور کعبہ کے اندر سے جواب آنا اور پتہ معلوم ہونا

گفت عبد المطلب کاینندم کجاست | اے علیم السر نشاں دہ راہِ راست
(خواجہ) عبد المطلب نے کہا اس وقت کہاں ہے؟ | اے راز کو جاننے والے! سیدھے راستہ کا پتہ بتادے

---

[۱] ہر کہ۔ جو شخص بارگاہِ خداوندی میں امتحان دینے کے معاملے میں کوشاں ہے اُس کا مرتبہ آسمان سے بلند ہے۔ ظاہرت۔ بظاہر پراگندگی ہو لیکن باطن باغ باغ ہے۔

[۲] قاصدا۔ یہ شخص اپنے ظاہر کو اس لئے پراگندہ رکھتا ہے کہ دنیادار اُس سے میل جول نہ پیدا کریں۔ عارفاں۔ بزرگوں کی ترشروئی اس لئے ہوتی ہے کہ عوام سے اپنی روحانی لذت کو بچائے رکھیں۔ باغ۔ اُن کی مثال اُس باغ کی ہے جس نے پھلوں کو چھپالیا ہو اور کانٹوں کو ظاہر کر رکھا ہو تاکہ پھول دشمن کی دست برد سے محفوظ رہیں۔ گلرخاں یعنی دنیادار۔

[۳] طفلِ تو۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم وجہ تخلیقِ عالم ہیں۔ زندہ کنیم یعنی ہم روحانی زندگی عطا کرینگے۔ کجاست۔ یعنی آنحضور اس وقت کہاں ہیں اُن کا سیدھا راستہ بتادے۔

از درونِ کعبہ آوازش رسید[1] — گفت اے جوئندۂ طفلِ رشید
کعبہ کے اندر سے اُن کو آواز آئی — اُس نے کہا، اے راہ یاب بچے کے تلاش کرنیوالے

ہاتفش گفتا مخور غم کایں زماں — با تو زاں شاہِ جہاں بدہم نشاں
غیبی آواز نے اُن سے کہا غم نہ کر ابھی — میں تجھے اُس شاہِ جہاں کا پتہ بتاتا ہوں

در فلاں وادیست زیرِ آں درخت — پس رواں شد زود پیرِ نیکبخت
فلاں میدان میں، درخت کے نیچے ہے — تو وہ نیک نصیب بڑے میاں فوراً روانہ ہوگئے

در رکابِ او امیرانِ قریش — زانکہ جدش بود ز اعیانِ قریش
قریش کے سردار اُن کی ہمراہی میں تھے — کیونکہ اُن کے دادا قریش کے سرداروں میں تھے

تا بہ پشتِ آدمؑ اسلافش ہمہ — مہترانِ رزم و بزم و ملحمہ
اُن کے تمام بزرگ (حضرت) آدمؑ کی پشت تک — رزم و بزم اور میدانِ جنگ کے سردار رہے ہیں

ایں نسب[2] خود پوست اُو را بودہ است — کز شہنشاہانِ مہ پالودہ است
یہ نسب بھی اُن کے لئے چھلکا ہے — کیونکہ (وہ) عظیم بادشاہوں سے بھی برگزیدہ ہیں

مغزِ او خود از نسب دور ست و پاک — نیست جنبش از سمک کس تا سماک
اُن کا جوہر خود نسب سے دور اور پاک ہے — سمک سے سماک تک کوئی اُن جیسا نہیں ہے

نورِ حق را کس نجوید زاد و بود — خلعتِ حق را چہ حاجت تار و پود
اللہ کے نور کیلئے کوئی پیدائش اور وجود کو نہیں ڈھونڈتا ہے — اللہ کی خلعت کو تانے بانے کی کیا ضرورت ہے؟

کمتریں[3] خلعت کہ بدہد در ثواب — بر فزاید بر طرازِ آفتاب
وہ جو ادنیٰ درجہ کی خلعت ثواب میں دیتا ہے — وہ سورج کے نقش و نگار سے بڑھ جاتی ہے

بقیۂ قصۂ دعوتِ سلیمانؑ بلقیس را بایمان

حضرت سلیمانؑ کا بلقیس کو ایمان کی دعوت دینے کے قصہ کا بقیہ

خیز بلقیسا بیا و مُلک بیں — بر لبِ دریای یزداں دُر بچیں
اے بلقیس! اُٹھ، آجا سلطنت کو دیکھ — اللہ کے دریا کے کنارے سے موتی چُن لے

خواہرانت ساکنِ چرخِ سَنی — تو بمُردارے چہ سُلطانی کُنی
تیری بہنیں، بلند آسمان پر مقیم ہیں — تو مُردار پر کیا سلطنت کر رہی ہے؟

خیز بلقیسا بیا دولت نگر — جاوداں از دولتِ ما بر بخور
اے بلقیس! اُٹھ، آجا اِس بادشاہی کو دیکھ — ہمیشہ ہماری دولت کے پھل کھا

---

[1] آوازش۔ یعنی عبد المطلب کو آواز آئی۔ پیرِ نیکبخت۔ خواجہ عبد المطلب۔ در رکاب۔ یعنی عبد المطلب کے ساتھ قریش کے دوسرے سردار بھی آنحضورؐ کو تلاش کرنے چلے۔ اعیان۔ عین کی جمع، سردار۔ رزم میدانِ جنگ۔ بزم۔ محفلِ نشاط۔ ملحمہ۔ میدانِ قتال۔

[2] ایں نسب۔ آنحضورؐ کے ذاتی فضائل کے مقابلہ میں نسبی فضیلت ہیچ ہے۔ حضرت آنحضورؐ کا اصلی جوہر نسب سے بے نیاز ہے۔ آنحضورؐ خیر الخلائق ہیں۔ سمک۔ مچھلی یعنی تحت الثریٰ، عوام کا خیال ہے کہ زمین مچھلی کی پشت پر قائم ہے۔ سماک۔ یعنی آسمان کی انتہائی بلندی، سماک اعزل اور سماک رامح دو ستارے ہیں جو انتہائی بلندی پر ہیں۔ زاد یعنی نسب۔ خلعت۔ لباس کا شاہی جوڑا جو کسی کو انعام میں دیا جائے۔ تار و پود۔ تانا، بانا۔

[3] کمتریں۔ اللہ کی جانب سے جو معمولی جوڑا ثواب میں ملتا ہے وہ نقش و نگار میں سورج سے بھی بڑھا ہوا ہوتا ہے۔ طراز نقش و نگار۔ ملک۔ یعنی روحانی سلطنت۔ خواہرانت۔ وہ عورتیں جو مقربات بارگاہِ خداوندی ہیں جیسے حضرت آسیہ فرعون کی بیوی وغیرہ۔ سَنی۔ بلند۔ مُردار۔ حدیث میں ہے "الدُّنیا جِیفَۃٌ" دنیا مُردار ہے۔

564

خواہرانت راز بخششہای داد | ہیچ میدانی کہ آں سلطان چہ داد
تیری بہنوں کو سخاوت کی بخششوں میں سے | تو کچھ جانتی ہے کہ اس شاہ نے (انکو) کیا دیا ہے؟

خیز بلقیسا بیا در بحر جود | ہر دمے بر دار بے سرمایہ سود
اے بلقیس! اٹھ سخاوت کے سمندر میں آجا | ہر وقت بغیر سرمایہ کے نفع لے

خواہرانت جملہ در عیش و طرب | بر تو چوں خوش گشت ایں[۱] رنج و تعب
تیری بہنیں سب عیش اور مستی میں ہیں | یہ رنج اور مشقت تیرے لئے کیسے بھلی بنگئی

خیز بلقیسا سعادت یار شو | وز ہمہ ملک سبا بیزار شو
اے بلقیس! اٹھ نیک بختی کی یار بنجا | اور سبا کی پوری سلطنت سے بیزار ہوجا

تو ز شادی چوں گدائے طبل زن | کہ منم شاہ و رئیس گولخن
تو خوشی میں اس فقیر کی طرح ہے جو نقارہ پیٹ رہا ہے | کہ میں بھٹی کا شاہ اور رئیس ہوں

مثل قانع شدن آدمی بدنیا و حرص او در طلب دنیا و غفلت او از دولت روحانیاں کہ ابنائے جنس وے اند و نعرہ زناں کہ یا لیت قومی یعلمون

انسان کے دنیا میں قانع ہونے اور دنیا کی طلب میں اسکی حرص اور روحانیوں کی دولت سے اس کی غفلت کی مثال جو روحانی اسی جیسے ہیں اور نعرہ لگا رہے ہیں کہ کاش میری قوم جان لیتی

آں سگے[۲] در کو گدائے کور دید | حملہ می آورد و دلقش می درید
ایک کتے نے گلی میں ایک اندھے فقیر کو دیکھا | اس پر حملہ کردیا اور اس کی گدڑی پھاڑدی

گفتہ ایم ایں را و لے بار دگر | شد مکرر بہر تاکید خبر
ہم یہ (قصہ) کہہ چکے ہیں لیکن دوبارہ | بات کی تاکید کے لئے مکرر ہوا ہے

کور[۳] گفتش آخر آں یاران تو | بر کہ اند این دم شکار و صید جو
اندھے نے اس سے کہا آخر تیرے دوست | اس وقت صید و شکار کی جستجو میں پہاڑ پر ہیں

قوم تو در کوہ می گیرند گور | در میان کوی می گیری تو کور
تیری قوم پہاڑ میں گورخر پکڑ رہی ہے | تو کوچے میں اندھے کو پکڑتا ہے

ترک ایں تزویر کن شیخ نفور | آب شوری جمع کردہ چند کور
اے متنفر شیخ! اس مکر کو چھوڑ دے | تو کھاری پانی ہے تونے چند اندھے جمع کرئے ہیں

---

۱ ایں رنج۔ یہ دنیاوی سلطنت۔ چوں گدائی چونکہ تیری یہ سلطنت بے حقیقت ہے لہذا تو شاہ نہیں گدا ہے اور اس خس و خاشاک کی بھٹی کو سلطنت سمجھ کر اس پر اپنی شاہی کا اعلان کرتی ہے۔ یا لیت قومی۔ جنتی خوش ہو کر کہے گا کہ کاش میری قوم جان لیتی کہ مجھ پر کیا کرم ہو رہا ہے۔

۲ آں سگے۔ دنیا دار کی مثال گلی کے اس کتے کی سی ہے جو اچھے شکاروں کو چھوڑ کر گدا اور فقیر پر لپکتا ہے۔ گفتہ ایم۔ اندھے اور کوچے کے کتے کا قصہ ہم پہلے بھی بیان کر چکے ہیں۔ لیکن بات کو مضبوط کرنے کیلئے مکرر کہہ رہے ہیں۔

۳ کور۔ اندھے نے کتے سے کہا دوسرے کتے تو پہاڑ پر گورخر کا شکار کر رہے ہیں تو اندھے کو چپٹ رہا ہے۔ ترک۔ کتے کے قصہ سے مولانا نے بناوٹی پیروں کو غیرت دلائی ہے۔ آب شوری۔ تو کھاری پانی ہے تونے اپنے اندھے مریدوں کو اپنے چاروں طرف جمع کرلیا ہے۔

کاین مریدانِ مَن و مَن آبِ شور — می خورند از مَن همی گردند کور

کہ یہ میرے مُرید ہیں اور میں کھاری پانی ہوں — وہ مجھ میں سے پیتے ہیں اور اندھے ہوئے جاتے ہیں

آبِ[۱] خُود شیریں کُن از بحرِ لدُن — آبِ بد را دامِ ایں کوراں مکُن

لدُن کے دریا سے اپنے پانی کو شیریں بنالے — بُرے پانی کو اِن اندھوں کے لئے جال نہ بنا

خیز، شیرانِ خدا بیں گور گیر — تو چو سگ چونی بزرقی کور گیر

اُٹھ، خدا کے شیروں کو، گورخر پکڑنے والا دیکھ — تو کُتّے کی طرح مکّاری سے اندھے کو پکڑنے والا کیوں ہے

گور چہ از صیدِ غیر دوست دُور — جُملہ شیر و شیر گیر و مستِ نور

گورخر کیا ہوتا ہے وہ دوست کے علاوہ شکار سے دور ہیں — مجسّم شیر ہیں اور شیر پکڑنے والے ہیں اور نور کے مست ہیں

در نظارہ صید و صیادیِ شہ — کردہ ترکِ صید و مُردہ در وَلہ

شکار اور شاہ کو شکار کرنے کے نظارے میں — شکار کرنا چھوڑ دیا ہے اور عشق میں فنا ہیں

ہمچو[۲] مُرغِ مُردہ شاں بگرفتہ یار — تا کُند اُو جنسِ ایشاں را شکار

اُن کو دوست نے مُردہ پرندہ کی طرح پکڑ رکھا ہے — تاکہ وہ (دوست) اُن کے ہم جنسوں کو شکار کرے

مُرغِ مُردہ مضطر اندر وصل و بین — خواندہٴ اَلْقَلْبُ بَیْنَ الْاِصْبَعَیْن

مُردہ پرند وصل اور جدائی میں مجبور ہے — تو نے پڑھا ہے کہ دل دو انگلیوں کے درمیان ہے

مُرغِ مُردہ اَش اہر آں کو شد شکار — چوں بہ بیند شد شکارِ شہریار

اُس کے مُردہ پرند کو جو شکار ہوا — جب وہ غور کرے گا تو شاہ کا شکار ہوا ہے

ہر کہ اُو زیں مُرغِ مُردہ سر بتافت — دستِ آں صیاد را ہرگز نیافت

جس نے اس مُردہ پرند سے رُو گردانی کی — اُس نے شکاری کے ہاتھ کو کبھی نہ پایا

گوید[۳] اُو منگر بمُرداریِ مَن — عشقِ شہ بیں در نگہداریِ مَن

وہ کہتا ہے میری مُرداری پر نظر نہ کر — میری حفاظت کے بارے میں اللہ کے عشق کو دیکھ

مَن نہ مُردارم مرا شہ کُشتہ است — صورتِ مَن شبہِ مُردہ گشتہ است

میں مُردار نہیں ہوں، مجھے شاہ نے مارا ہے — میری صورت مُردے کے مشابہ ہوگئی ہے

جنبشم زیں پیش بُود از بال و پر — جنبشم اکنوں ز دستِ داد گر

اس سے پہلے میری حرکت بال اور پر کے ذریعہ تھی — اب میری حرکت مُنصف کے ہاتھ سے ہے

---

[۱] آبِ خود۔ باطنی کمال حاصل کر اور اُس کے ذریعہ مُریدوں کو فیض پہنچا۔ بحرِ لدُن یعنی خدائی فیض۔ خیز۔ مردانِ حق غیبی فیوض سے بہرہ مند ہیں تو صرف مُریدوں کو لُوٹنے پر لگا ہے۔ گور چہ۔ مردانِ حق کو گورگیر کہا تھا اب کہتے ہیں کہ حقیقی مشائخ تو صرف طالب خدا ہیں وہ مجسّم شیر ہیں اور صرف شیر کا شکار کرتے ہیں۔ در نظارہ۔ وہ اللہ تعالیٰ کے مشاہدہ میں مُستغرق رہتے ہیں اور اُن کو عشق میں فنا کا درجہ حاصل ہے۔

[۲] ہمچو مُرغ۔ شکاری جس طرح کا شکار کھیلتے ہیں اُس قسم کے مُردہ جانور کو بھُس وغیرہ بھر کر اپنے ساتھ رکھتے ہیں تاکہ اُسکے ذریعہ اُس کے ہم جنسوں کا شکار کریں اِسی طرح یہ بزرگ گویا کہ وہ مُردہ جانور ہیں اور اللہ تعالیٰ اُن کے ذریعہ اُن کے ہم جنسوں کا شکار کرتا ہے۔ مُرغِ مُردہ۔ ظاہر ہے کہ وہ مُردہ جانور بالکل شکاری کے اختیار میں ہوتا ہے شکاری سے وصل اور جدائی میں مجبورِ محض ہوتا ہے یہی حال اِن بزرگوں کا ہوتا ہے یہی معنی اس حدیث کے ہیں جس میں فرمایا گیا کہ دل اللہ کی دو انگلیوں کے درمیان ہے اللہ جس طرف چاہتا ہے اُس کو پلٹ دیتا ہے۔ مُرغِ مُردہ۔ اُس مُردہ جانور کے ذریعہ جو شکار ہوا وہ درحقیقت شکاری کا شکار بنا ہے۔ ہر کہ اُو۔ جو جانور اُس مُردہ جانور سے کنارہ کشی کرے گا وہ صیاد کے ہاتھ سے دور رہے گا۔

[۳] گوید اُو۔ فانی فی اللہ کہتا ہے بظاہر میرے مُردار ہونے کو نہ دیکھ خدائی عشق مجھے نجس ہونے سے بچائے ہوئے ہے میری صورت بہ فقر و فنا کیوجہ سے مُردے کی صورت میں ہوں۔ جنبشم۔ حرکت جو کہ زندگی کا اثر ہے وہ پہلے میرے ذاتی ارادہ سے تھی اب دستِ قدرت کے ذریعہ ہے۔

566

جنبشِ فانیم بیروں شد زِ کوت ¹ — جنبشِ باقیست اکنوں چوں ازو ست
میری فنا ہونیوالی حرکت کہاں ہے باہر ہو گئی ہے — اب باقی رہنے والی حرکت ہے کیونکہ وہ اُسی کی جانب سے ہے

ہر کہ کج جُنبد بہ پیشِ جُنبشم — گرچہ سیمرغ است زارش می کُشم
جو کوئی میری حرکت کے سامنے ٹیڑھی حرکت کرتا ہے — خواہ وہ سیمرغ ہو میں اُس کو بُری طرح مارتا ہوں

ہیں مرا مُردہ مبیں گر زندۂ — در کفِ شاہم نگر گر بندۂ
خبردار! اگر تو زندہ ہے مجھے مُردہ نہ سمجھ — اگر تو بندۂ (خدا) ہے تو مجھے شاہ کے ہاتھ میں سمجھ

مُردہ زندہ کرد عیسیٰؑ از کرم — من بکفِ خالقِ عیسیٰؑ درم
(حضرت) عیسیٰؑ نے کرم سے مردہ کو زندہ کر دیا — میں (حضرت) عیسیٰؑ کے خالق کے ہاتھ میں ہوں

کے ² بمانم مُردہ در قبضہ خدا — بر کفِ عیسیٰؑ مدار ایں ہم روا
میں خدا کے قبضہ میں رہ کر مُردہ کب رہ سکتا ہوں — (حضرت) عیسیٰؑ کے ہاتھ پر بھی یہ روا نہ رکھ

عیسیم لیکن ہر آنکو یافت جاں — از دمِ من اُو بماند جاوداں
میں عیسیٰ ہوں لیکن جس نے جان حاصل کر لی — میرے دَم سے وہ ہمیشہ زندہ رہے گا

شد زِ عیسیٰؑ زندہ لیکن باز مُرد — شاد آنکو جاں بدیں عیسیٰ سپُرد
(حضرت) عیسیٰؑ سے زندہ ہوا لیکن پھر مر گیا — وہ قابلِ مبارکباد ہے جس نے اِس عیسیٰ کو جان سپرد کر دی

من ³ عصائیم در کفِ موسیٰ خویش — موسیم پنہان و من پیدا بہ پیش
میں اپنے موسیٰ کے ہاتھ میں لاٹھی ہوں — میرا موسیٰ پوشیدہ ہے اور میں سامنے ظاہر ہوں

بر مُسلماناں پُلِ دریا شوم — باز بر فرعون اژدرہا شوم
میں مسلمانوں کے لئے دریا کا پُل ہو جاتا ہوں — پھر فرعون پر اژدھا بن جاتا ہوں

ایں عصا را اے پسر تنہا مبیں — کہ عصا بے کفِ حق نبوُد چنیں
اے بیٹا! اِس لاٹھی کو اکیلا نہ سمجھ — کیونکہ بغیر خدا کے ہاتھ کے لاٹھی ایسی نہیں ہوتی ہے

موجِ طوفاں ہم عصا بُد کو زدرد — طنطنہ جادو پرستاں را بخورد
طوفان کی موج بھی لاٹھی تھی جس نے زرد کیا تھا — جادو پرستوں کے دبدبہ کو نگل لیا

ہم عصا بُد باد بر اعدائے ہوُدؑ — کہ بر آورد از بقیہ عاد دوُد
(حضرت) ہودؑ کے دشمنوں پر ہوا بھی لاٹھی تھی — جس نے عاد کے بقیہ (لوگوں) کے دھوئیں اڑا دیئے

ہم عصای بُود پشّہ در نبرد — کو بر آورد از سرِ نمرود گرد
مچھر بھی مقابلے میں لاٹھی تھا — جس نے نمرود کے سر سے دھول اُڑا دی

---

¹ جنبشِ فانیم۔ جب انسان فرائض اور نوافل کے ذریعے اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کر لیتا ہے تو اُس کے تمام افعال اللہ کی طرف منسوب ہو جاتے ہیں۔ ہر کہ۔ نقارہ کا انتقام بڑے سے بڑے انسان کو خاک میں ملا دیتا ہے۔ یعنی فنافی اللہ صرف اپنے افعال کے اعتبار سے بے حس و حرکت ہوتا ہے، دستِ قدرت اُس سے افعال کا صدور کراتا ہے۔ مُردہ۔ حضرت عیسیٰؑ مُردے کو زندہ کر دیتے تھے تو حضرت عیسیٰؑ کا خالق مُردے کو کیسے زندہ نہ کرے گا۔

² کے بمانم۔ حضرت عیسیٰؑ کی حیات بخشی کا انکار بھی جائز نہیں ہے۔ چہ جائیکہ خدا کی حیات بخشی۔ عیسیم۔ میں خود ہی زندہ نہیں ہوں بلکہ دوسروں کو بھی ابدی زندگی عطا کرتا ہوں۔ شد ز عیسیٰؑ۔ حضرت عیسیٰؑ کے جس معجزے کا ذکر ہے اُس سے عارضی زندگی حاصل ہوتی تھی۔ بدیں عیسیٰ۔ اگر اِس سے مُراد اللہ تعالیٰ ہے تو کوئی اِشکال نہیں۔ اگر خود فانی فی اللہ مُراد ہے تو مُراد یہ ہے کہ اُن کے معجزے کا تعلق دنیاوی زندگی سے تھا اگرچہ وہ بھی روحانی ابدی زندگی عطا کرتے تھے اُس کا ذکر نہیں ہے۔

³ من عصائیم۔ یعنی اب میں اپنے تمام افعال میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کا مظہر ہوں۔ بر مسلماناں۔ یعنی میں اہلِ حق کیلئے باعثِ نجات اور کفار کیلئے باعثِ عذاب ہوں۔ دریا یعنی مصر کا دریائے نیل۔ موج

گر عصاہائے[1] خدا را بشمرم — زرقِ ایں فرعونیاں را بردرم
اگر میں خدا کی لاٹھیوں کا شمار کروں — ان فرعونیوں کی مکاری (کا پردہ) چاک کردوں

لیک زیں شیریں گیاہِ زہرمند — ترک کن تا چند روزے می چرند
لیکن اس زہریلی شیریں گھاس کو — رہنے دے، تاکہ چند روز چر لیں

گر نباشد جاہِ فرعون و گرے — از کجا یابد جہنم پرورے
اگر فرعون کا رتبہ اور سرداری نہ ہو — (تو) جہنم کہاں سے پرورش پائے؟

فربہش کن آنگہش کش اے قصاب — زانکہ بے برگند در دوزخ کلاب
اے قصاب! اس کو موٹا کر پھر ذبح کر — کیونکہ دوزخ میں کتے بے سروسامان ہیں

گر نبودے خصم و دشمن در جہاں — پس بمردے خشم اندر مردماں
اگر دنیا میں مخالف اور دشمن نہ ہوتے — تو انسانوں میں غصہ مُردہ ہو جاتا

دوزخ[2] آں خشم ست بے خصم اے فلاں — کے زید میرد ز نورِ مومناں
اے فلاں! دوزخ وہ غصہ ہے بغیر مخالف کے — کب زندہ رہے، مومنوں کے نور سے بجھ جائے

دوزخ آں خشم است و خصمے بایدش — تا زید ورنہ رحیمی بکشدش
دوزخ وہ غصہ ہے اور اس کو مخالف چاہیئے — تاکہ زندہ رہے، ورنہ رحیمی اس کو بجھا دے

گر بماندے لطف بے قہر و بدے — پس کمالِ بادشاہی کے شدے
اگر مہربانی بغیر قہر اور بدی کے رہ جاتی — تو بادشاہی کا کمال کب ہوتا؟

ریشخندے کردہ اند آں منکراں — بر مثلہا و بیانِ ذاکراں
اُن منکروں نے مذاق اُڑائی ہے — اہلِ ذکر کی مثالوں اور بیان کی

تو اگر خواہی بکن ہم ریشخند — چند خواہی زیست اے مردار چند
اگر چاہے تو بھی مذاق اُڑا — اے مُردار! تو کب تک زندہ رہے گا!

شاد[3] باشید اے محبان در نیاز — بر ہمیں در کہ شود امروز باز
اے دوستو! نیازمندی میں خوش رہو — اُس دروازے پر جو آج کھلا ہوا ہے

ہر حویجی باشدش کُردے دگر — در میانِ باغ از سیر و کبر
ہر ضرورت کی ایک دوسری کیاری ہوتی ہے — باغ میں لہسن اور کبر کی

[1] عصاہا۔ یعنی میں اگر خدائی عذاب کی تفصیل بیان کروں تو فرعون طبع انسانوں کے مکر کا پردہ چاک کردوں۔ لیک۔ ان فرعونوں کو دنیا کی لذتوں میں جو کہ حقیقتاً زہر ہیں مبتلا رہنے دو۔ گر نباشد۔ نظامِ قدرت کی بقا کیلئے گنہگاروں کی بھی ضرورت ہے۔ از کجا۔ یہ لوگ جہنم کی خوراک ہیں جس سے اسکی پرورش ہوتی ہے۔ فربہش۔ قرآن پاک میں ہے ذَرْهُمْ يَأْكُلُوا وَيَتَمَتَّعُوا وَيُلْهِهِمُ الْأَمَلُ فَسَوْفَ يَعْلَمُونَ "اے نبی اُن کو چھوڑے رکھو وہ کھاتے اور نفع اُٹھاتے رہیں اور ان کو تمنا غفلت میں ڈالے رکھے پھر عنقریب وہ جان لینگے"۔ کلاب۔ دوزخ کے کتے اُن کے گوشت کے منتظر ہیں۔ گر نبودے۔ غصہ کی بقا کیلئے مخالفت اور دشمنی کا وجود ضروری ہے ورنہ غصہ مر جائے۔

[2] دوزخ۔ دوزخ اللہ تعالیٰ کے غصہ کا مظہر ہے اُس کیلئے ان دشمنوں کی ضرورت ہے۔ رحیمی۔ اگر صفتِ غضب نہ رہے تو دوزخ ٹھنڈی ہو جائے۔ گر بماندے۔ اگر صرف صفتِ رحمت ہو اور صفتِ غضب نہ ہو تو بادشاہی کا کمال نہیں ہے لہٰذا الوہیت کیلئے دونوں صفتیں ضروری ہیں۔ ریشخندے۔ منکر، اہلِ ذکر کا مذاق اُڑاتے ہیں تو بھی اگر چاہے مذاق اُڑالے پھر دیکھ انجام کیا ہوتا ہے۔

[3] شاد۔ جو لوگ آیاتِ الٰہیہ کے ذکر سے محبت رکھتے ہیں اور اُس در کی نیازمندی اختیار کئے ہوئے ہیں وہ قابلِ مبارکباد ہیں۔ حویج۔ مولانا نے اِس لفظ کو ضروریاتِ زندگی کے معنی میں بولا ہے۔ کُرد۔ کاف کے ضمہ سے، کیاری۔ سیر۔ لہسن۔ کبر۔ ایک پھل کا نام ہے جو خراسان میں پیدا ہوتا ہے اُسکا اچار ڈالا جاتا ہے مولانا مخلص اور منافق کے مسلک کو جدا جدا کرکے سمجھا رہے ہیں۔

هر یکے با جنسِ خود در کردِ خود | از برائے پختگی نَم می خورد

ہر ایک چیز ہم جنس کے ساتھ اپنی کیاری میں | پختگی کے لئے سیرابی حاصل کرتی ہے

تو کہ کُردِ زعفرانی زعفراں | باش و آمیزش مکُن با دیگراں

تو جو کہ زعفران کی کیاری ہے زعفران | رہ ، اور دوسروں کے ساتھ نہ مل

آب می خور زعفرانا تا رسی | زعفرانی اندریں حلوا رسی

اے زعفران! سیرابی حاصل کرتا کہ تو پک جائے | تو زعفران ہے اس حلوے میں ملے گا

تو مکُن در کردِ شلغم پوزِ خویش | کہ نگردد با تو او ہم طبع و کیش

تو شلجم کی کیاری میں اپنا منہ نہ ڈال | تاکہ وہ تیرا ہم مزاج اور ہم مذہب نہ ہو جائے

تو بکُردے او بکُردے مودعہ | زانکہ ارضُ اللہ آمد واسعہ

تو ایک کیاری میں اور وہ دوسری کیاری میں رکھا ہوا ہے | کیونکہ اللہ کی سرزمین وسیع ہے

خاصہ آں ارضے کہ از پہناوری | در سفر گم می شود دیو و پری

خصوصاً وہ زمین جبیں، وسعت کی وجہ سے | دیو اور پری سفر میں گم ہو جاتے ہیں

اندراں بحر و بیابان و جبال | منقطع می گردد اوہام و خیال

اُن سمندروں اور جنگلوں اور پہاڑوں میں | اوہام اور خیالات ختم ہو جاتے ہیں

ایں بیاباں در بیابانہائے او | ہمچو اندر بحر و بر یک تارِ مو

یہ جنگل اُس کے جنگلوں میں | اس طرح ہیں، جیسے سمندر اور خشکی میں ایک بال

آبِ استادہ کہ سیرستش نہاں | تازہ تر، خوشتر ز جوہائے رواں

پانی ٹھہرا ہوا ہے کیونکہ اُس کی رفتار پوشیدہ ہے | جاری نہروں سے، تازہ تر اور اچھا ہے

کُو درونِ خویش چوں جان و رواں | سیرِ پنہاں دارد و پائے رواں

کیونکہ وہ اپنے اندر جان اور روح کی طرح | پوشیدہ سیر اور رواں پاؤں رکھتا ہے

مستمع خفتہ است کوتہ کُن خطاب | اے خطیب ایں نقش کم زن بر آب

سننے والا سو گیا ہے تقریر مختصر کر | اے مقرر! اس نقش کو پانی پہ نہ کھینچ

بقیۂ دعوتِ سلیمانؑ بلقیس را کہ فرصت غنیمت است

حضرت سلیمانؑ کی بلقیس کو دعوت کا بقیہ کہ فرصت غنیمت ہے

خیز بلقیسا کہ بازار یست تیز | زیں خسیسانِ کسادافگن گریز

اے بلقیس! اُٹھ کیونکہ بازار تیزی پر ہے | ان ٹوٹے میں مبتلا کرنے والے کمینوں سے بھاگ

---

۵۱ ہر یکے۔ ہر ترکاری اپنی کیاری میں پرورش پاتی ہے اور سیرابی حاصل کر کے پختہ ہوتی ہے تو کہ۔ مخلص کو منافق کے ساتھ میل جول نہ چاہیئے۔ آب می خور اپنے مسلک پر قائم رہ کر پختگی پیدا کر تاکہ اعلیٰ مقام حاصل ہو جائے۔ تو مکُن۔ زعفران کو اپنی کیاری میں رہنا چاہیئے شلغم کی کیاری کا رُخ کریگا تو شلغم اُس کی خاصیت آجائیگی۔ تو بکُردے۔ اللہ نے مومن کا ایک مقام اور منافق کا دوسرا مقام بنایا ہے خدا کی زمین وسیع ہے خلط ملط کی ضرورت نہیں ہے۔ خاصہ۔ عالمِ غیب کی سرزمین تو اسقدر وسیع ہے کہ اُس میں دیو اور پری بھی راستہ گم کر بیٹھتے ہیں۔

۵۲ اندراں۔ عالمِ غیب کے سمندروں اور جنگلوں اور پہاڑوں کی وسعت تک وہم اور خیال بھی نہیں پہنچ سکتا۔ ایں بیاباں۔ دنیاوی زمین کی کائنات اُس غیب کی زمین کے اعتبار سے ایسی ہے جیسا کہ بحر و بر کے مقابلہ میں ایک بال۔ آبِ استادہ۔ سالک کے باطن کا رُکا ہوا پانی جس کا بہاؤ پوشیدہ ہے جاری پانی سے بدرجہا بہتر ہے۔

۵۳ کو۔ سالک کی سیر جان اور روح کی سیر کی طرح مخفی اور پوشیدہ ہوتی ہے مستمع۔ چونکہ سامعین کی توجہ نہیں ہے لہٰذا فنا کے مقام کی باتیں بند کرو ورنہ نقش بر آب ہوگی۔ خیز۔ حضرت سلیمانؑ نے بلقیس کو مُلک کی دعوت دی اور فرمایا بدکرداروں کی صحبت

خیز بلقیسا کنوں با اختیار[1] — پیش ازاں کہ مرگ آرد گیر و دار

اے بلقیس! اب اُٹھ (جبکہ) با اختیار ہے — اس سے قبل کہ موت پکڑ دھکڑ شروع کرے

خیز بلقیسا بیا پیش از اجل — در نگر شاہی و ملکِ بے دغل

اے بلقیس! اُٹھ، موت سے پہلے آجا — بادشاہی اور بغیر فساد کی سلطنت دیکھ لے

خیز بلقیسا بجاہِ خود مناز — اندریں درگہ نیاز آور نہ ناز

اے بلقیس! اُٹھ، اپنے مرتبہ پر ناز نہ کر — اس بارگاہ میں نیاز پیش کر نہ کہ ناز

خیز بلقیسا و مَتہ با قضا — ورنہ مرگ آید کشد گوشِ ترا

اے بلقیس! اُٹھ اور قضا (خداوندی) سے نہ لڑ — ورنہ موت آئے گی تیرے کان کھینچے گی

بعد ازاں گوشت کشد مرگ آنچناں — کہ چو دزد آئی بشحنہ جاں کناں

اس کے بعد موت تیرے ایسے کان کھینچے گی — کہ تو چور کی طرح کوتوال کے پاس جانکنی کی حالت میں آئیگی

زیں خراں تا چند باشی نعل دزد — گر ہمی دزدی بیا و لعل دزد

توان گدھوں کے نعل کب تک چرائے گی؟ — اگر چوری ہی کرنی ہے تو آ اور لعل چرا

خواہرانت یافتہ ملکِ خلود — تو گرفتہ مملکتِ کور و کبود

تیری بہنوں نے ہمیشگی کی سلطنت حاصل کر لی — تو بے نور اور تاریک سلطنت کو پکڑے ہوئے ہے

اے خنک[2] آنجاں کزیں مملکت بجست — کہ اجل ایں ملک را ویراں گرست

وہ جان قابلِ مبارکباد ہے جس نے اس سلطنت کو چھوڑ دیا — کیونکہ موت اس سلطنت کو ویران کر دینے والی ہے

خیز بلقیسا بیا بارے ببیں — مملکتِ شاہان و سلطانانِ دیں

اے بلقیس! اُٹھ، آجا اب دیکھ — دین کے اُمراء اور شاہوں کی سلطنت

شستہ در باطن میانِ گلستاں — ظاہرا خارے میانِ دوستاں

وہ حقیقت باغ میں بیٹھا ہوا ہے — بظاہر دوستوں کے درمیان ایک کانٹا ہے

بوستاں[3] با او رواں ہر جا رود — لیک آں از خلق پنہاں می شود

جہاں وہ جاتا ہے باغ اس کے ساتھ جاتا ہے — لیکن وہ (باغ) مخلوق سے پوشیدہ ہوتا ہے

میوہا لابہ کناں کز من بچر — آبِ حیواں آمدہ کز من بخور

پھل خوشامد کرتے ہیں کہ ہمیں کھا — آبِ حیات آیا ہوا ہے کہ مجھے پی

طوف می کن بر فلک بے پر و بال — ہمچو خورشید و چو بدر و چوں ہلال

بغیر بال و پر کے آسمان کا طواف کر — سورج اور چودھویں اور پہلی کے چاند کی طرح

---

[1] بااختیار۔ انسان جب تک زندہ ہے بااختیار ہے۔ در نگر یعنی عالمِ آخرت کی شاہی جو لازوال ہے۔ درگہ یعنی درگاہِ خداوندی میں صرف نیاز کام آتا ہے۔ مَتہ۔ ستیز کا مخفف ہے، جھگڑا نہ کر۔ بعد ازاں۔ مرنے کے بعد مجرم کی سی اضطراری حاضری ہوگی۔ شحنہ۔ کوتوال۔ خراں۔ دولت کے لئے دنیا داروں کی پابوسی۔ لعل۔ حکمت کے موتی گوہر۔ خواہرانت یعنی دنیا کی نیک عورتیں۔

[2] اے خنک جو شخص ناپائیدار حکومت سے دستبردار ہو کر ابدی سلطنت حاصل کر لے وہ مبارکبادی کے قابل ہے۔ شستہ۔ نشستہ کا مخفف ہے یعنی جس نے اخروی سلطنت حاصل کر لی وہ باطنی کمالات کے باغ میں بیٹھا ہوا ہے لیکن بظاہر وہ اپنے ملنے والوں کو ایک کانٹا نظر آرہا ہے۔

[3] بوستاں۔ اسکے کمالات کا باغ اس کے ساتھ رہتا ہے لیکن عوام کی نظر سے مخفی ہے۔ میوہ۔ وہ اس باغ کے پھلوں سے نفع اندوز ہے اور اس باغ کی نہروں سے آبِ حیات پی رہا ہے۔ طوف۔ عالمِ ملکوت کی سیر کر۔

چونؑ رواں باشی رواں وے پائے نہ	می خوری صد لوت ولقمہ خائے نہ
تو روح کی طرح چلے گی اور پاؤں نہیں ہے	تو سو غذائیں کھائیگی اور لقمہ چبانیوالی نہیں ہے
نے نہنگِ غم زند بر کشتیت	نے پدید آید ز مُردن زشتیت
نہ تیری کشتی پر غم کا مگرمچھ حملہ کرے گا	نہ مرنے کی وجہ سے تیرے اوپر بدنمائی آئیگی
ہمؑ تو شاہ و ہم تو لشکر ہم تو تخت	ہم تو نیکو بخت باشی ہم تو بخت
تو ہی شاہ ہوگی تو ہی لشکر ہوگی تو ہی تخت ہوگی	تو ہی نیک بخت ہوگی تو ہی نصیبہ ہوگی
گر تو نیکو بختی و سلطان زفت	بخت غیر تُست روزے بخت رفت
اگر تو نیک بخت ہے اور سلطانِ اعظم	نصیبہ تیرا غیر ہے ایک دن نصیبہ روانہ ہوجائیگا
تو بماندی چوں گدایاں بے نوا	دولتِ خود ہم تو باش اے مجتبیٰ
تو فقیروں کی طرح بے سروسامان رہ جائیگی	اے برگزیدہ! خود تو دولت بن جا
چوں تو باشی بختِ خود اے معنوی	پس تو کہ بختی زخود کے گم شوی
اے معنوی! جب تو خود اپنا نصیبہ ہوگی	تو پھر جبکہ تو خود نصیبہ ہے اپنے آپ سے کب گم ہوگی؟
تو زخود کے گم شوی اے خوشخصال	چونکہ عینِ تو ترا شد ملک ومال
اے خوشخصال! تو اپنے آپ سے کب گم ہوگی؟	جبکہ تیرا وجود خود تیرا ملک، مال بن گیا

بقیہ[3] قصہ عمارت کردنِ سلیمانؑ مسجدِ اقصیٰ را بہ تعلیم و وحیِ خدا جہت حکمتہا و معاونتِ ملائکہ و دیو و پری

حضرت سلیمانؑ کا مسجد اقصیٰ کو حکمتوں کی وجہ سے خدائی تعلیم اور وحی کے ذریعہ تعمیر کرنے کا بقیہ قصہ اور فرشتوں اور جنوں اور پریوں کی مدد

بعد ازاں آمد ندا از پیشِ تخت	بر سلیمانؑ آں نبیِ نیک بخت
اس کے بعد تخت کے سامنے سے آواز آئی	اُن نیک بخت، نبی، سلیمانؑ کے پاس
اے سلیمانؑ مسجدِ اقصیٰ بساز	لشکرِ بلقیس آمد در نماز
اے سلیمانؑ! مسجدِ اقصیٰ بنا	بلقیس کا لشکر نماز کا عادی ہوگیا ہے
چونکہ اُو بنیادِ آں مسجد نہاد	جن و انس آمد بدن در کار داد
جب انھوں نے اس مسجد کی نیو رکھی	جن وانس آگئے (اور) کام میں لگ گئے

آواز آئی، لشکرِ بلقیس یعنی بلقیس کا لشکر عبادت کرنے لگا ہے اب ایک وسیع مسجد کی ضرورت ہے۔
چونکہ اُو۔ یعنی حضرت سلیمانؑ۔ آں مسجد یعنی مسجدِ اقصیٰ۔ جن وانس۔ حضرت سلیمانؑ کی حکومت ہر جن اور انس پر تھی۔

[1] چوں۔ یہ سیر روحانی ہو گی جس میں پاؤں اور بال و پر کی ضرورت نہیں ہے می خوری۔ معارفِ خداوندی سے لذتیں حاصل ہوں گی اس خوراک کے لئے لقمہ چبانے کی ضرورت نہیں ہے۔ نے نہنگ۔ تیری اس کشتی کو غم کا مگرمچھ نقصان نہیں پہنچاسکتا۔

[2] ہم تو شاہ۔ عالمِ ملکوت میں تو خود ملک ہوگی خود لشکر اور تختِ شاہی ہوگی تو خود نصیبہ ہوگی اور خود ہی نیک بخت ہوگی۔ گر تو۔ اس عالم میں اگر تو نصیبہ ور بھی ہے تو بخت، اور چیز ہے اور تو اور چیز مغائرت کی وجہ سے کسی وقت تجھ سے تیرا بخت جدا ہوجائیگا اور تو فقیر بن جائیگی۔ چوں تو باشی۔ جب تجھ میں اور نصیبہ میں اتحاد ہوجائیگا تو پھر بخت کو تو گم نہ کرے گی کیونکہ کوئی اپنے آپ کو گم نہیں کرتا ہے۔

[3] بقیہ قصہ۔ حضرت سلیمانؑ کا ذکر چل رہا تھا درمیان میں بلقیس کا قصہ آگیا تھا بہر حال وہ حضرت سلیمانؑ کے پاس آکر ان پر ایمان لے آئی تھی اب حضرت سلیمانؑ کے قصہ کو پورا کرتے ہیں اور مسجدِ اقصیٰ کی تعمیر اور سلیمانؑ کا ذکر شروع کرتے ہیں۔ بعد ازاں یعنی جب بلقیس کی دعوت کی تکمیل ہوگئی۔ تخت۔ یعنی تختِ سلیمانؑ کے سامنے سے ہاتفِ غیبی کی

یک گروہ[۱] از عشق و قومے بے مراد
ایک گروہ عشق کے ساتھ اور کچھ لوگ بادلِ ناخواستہ
ہمچناں کہ در رہِ طاعت عباد
جس طرح کہ لوگ راہِ عبادت میں

خلق دیوانند و شہوت سلسلہ
لوگ دیو ہیں اور خواہشِ نفسانی زنجیر ہے
می کشد شاں سوئے دکان و غلہ
وہ اُن کو دکان اور آمدنی کی طرف کھینچتی ہے

ہست ایں زنجیر از خوف و وَلہ
یہ زنجیر خوف اور عشق کی ہے
تو مبیں ایں خلق را بے سلسلہ
تو اِن لوگوں کو بلا زنجیر نہ سمجھ

ہست ایں بند و کمند آں خوفِ شاں
یہ پھندہ اور کمند اُن کا وہ خوف ہے
نیستند ایں خلق بے بندِ نہاں
یہ لوگ پوشیدہ بندھن کے بغیر نہیں ہیں

می کشاند شاں سوئے کسب و شکار
وہ اُن کو کمائی اور شکار کی جانب کھینچتا ہے
می کشاند شاں سوئے کان و بحار
وہ اُن کو کانوں اور سمندروں کی جانب کھینچتا ہے

می کشاند[۲] شاں سوئے نیک و بد
وہ اُن کو نیک و بد کی طرف کھینچتا ہے
گفت حق فی جِیدِہا حبلُ المسد
اللہ نے فرمایا ہے اسکے گلے میں مونج کی رسی ہو

قد جعلنا الحبلَ فی اعناقِہم
بیشک ہم نے اُن کی گردنوں میں رسی ڈال دی ہو
واتخذنا الحبلَ من اخلاقِہم
اور ہم نے رسی اُن کے اخلاق سے بنائی ہے

لیس من مستقذرٍ و مستنقہٖ
نہیں ہے کوئی بھی گنہگار (یا) پاک
قط الا طائرہٗ فی عنقہٖ
ہرگز، مگر اُس کا اعمالنامہ اُس کی گردن میں ہے

حرصِ تو در کارِ بد چوں آتش ست
بُرے کام میں تیری حرص آگ جیسی ہے
اخگر از رنگِ خوشِ آتش خوش ست
انگارا آگ کے خوشنما رنگ کی وجہ سے حسین ہے

آں[۳] سیاہی فحم در آتش نہاں
کوئلے کی کالک آگ میں پوشیدہ ہے
چونکہ آتش شد سیاہی شد عیاں
جب آگ ختم ہوئی کالک کھل گئی

اخگر از حرصِ تو شد فحمِ سیاہ
کالا کوئلہ تیری حرص کی وجہ سے انگارا تھا
حرص چوں شد ماند آں فحمِ تباہ
حرص جب ختم ہوئی وہ تباہ کوئلہ رہ گیا

آں زماں آں فحم اخگر می نمود
اُس وقت وہ کوئلہ انگارا نظر آیا
آں ز حسنِ کارِ نارِ حرص بود
وہ حرص کی آگ کے کارنامہ حسن کی وجہ سے تھا

حرص کارت را بیاراییدہ بود
لالچ نے تیرے کام کو آراستہ کیا تھا
حرص رفت و ماند کارِ تو کبود
حرص ختم ہوگئی اور تیرا کام بدنما ہوگیا

[۱] یک گروہ۔ کچھ لوگ دل و جان سے کام کر رہے تھے کچھ بددلی سے جیسا کہ عبادات میں انسانوں کا حال ہے۔ خلق۔ جس طرح مسجد کے کام میں جن لگے ہوئے تھے اسی طرح ہر انسان کو دیو سمجھو اور اُن کا قلبی رجحان اُن کے لیے بمنزلہ زنجیر کے ہے وہ اُس زنجیر کے ذریعہ اپنے مرغوب کام میں لگا ہوا ہے۔ غلہ۔ آمدنی پیداوار۔ خوف و وَلہ۔ زنجیریں دو قسم کی ہیں ایک ڈر کی، ایک عشق اور محبت کی۔ یہ سلسلہ قرآنِ پاک میں ہے مَا مِن دَابَّةٍ إِلَّا هُوَ آخِذٌ بِنَاصِيَتِهَا نہیں کوئی زمین پر چلنے والا مگر اللہ تعالیٰ اُس کی پیشانی کے بال پکڑے ہوئے ہے:

[۲] می کشاند۔ وہ مخفی زنجیر اُس کو مختلف کاموں کیطرف کھینچتی ہے۔ فی جیدہا۔ قرآن میں ابولہب کی بیوی کے بارے میں فرمایا گیا ہے اسکے گلے میں مونج کی رسی ہے۔ مولانا نے یہاں رسی سے وہی خواہش نفسانی جس کو زنجیر سے تعبیر کرے ہیں مراد لی ہے۔ مستقذر۔ پلید، گنہگار۔ مستنقہ۔ اصل میں مستنقی تھا، پاک صاف۔ طائرہ۔ پرندہ یعنی اعمالنامہ۔ حرص۔ انسان کی حرص اسکے بُرے عمل کو خوشنما کرکے پیش کر دیتی ہے جس طرح آگ کالے کوئلے کو حسین انگارا بنا دیتی ہے۔

[۳] آں سیاہی۔ کوئلہ کالا ہوتا ہے آگ اسکو سُرخ بنا دیتی ہے جب آگ بُجھ جاتی ہے کوئلہ کالا بن جاتا ہے

غورہ[1] را کہ بیارایند غول
جس کچے خوشے کو بھوت نے آراستہ کیا ہے

پختہ پندارد کسے کو ہست گول
وہ شخص اُس کو پختہ سمجھے گا جو احمق ہے

آزمایش چوں نماید جانِ او
جب اُس کی جان آزمائش کرتی ہو

کُند گردد زآزمونِ دندانِ او
آزمائش سے اُس کے دانت کھٹے ہو جاتے ہیں

از ہوس آں دام دانہ می نمود
ہوس کی وجہ سے اُس جال کو دانہ دکھا دیا

عکسِ غولِ حرص و آں خود دام بود
حرص کے بھوت کے عکس نے اور وہ خود جال تھا

حرص اندر کارِ دین و خیر جو
خیر اور دین کے کام میں حرص کو دیکھ

چوں نماند حرص ماند نغز او
جب حرص نہیں رہتی، وہ خوبصورت رہتا ہے

خیرہا نغزند نہ از عکسِ غیر
نیک کام (خود) خوبصورت ہیں نہ کہ غیر کے عکس سے

تابِ حرص ار رفت ماند تابِ خیر
حرص کی چمک اگر چلی جائے، نیکی کی چمک رہتی ہے

تابِ[2] حرص از کارِ دنیا چوں برفت
دنیا کے کام سے جب حرص کی چمک چلی جائے

فحم باشد ماندہ از اخگر بہ تفت
حرارت انگارے کی بجائے کوئلہ رہ جاتی ہے

کودکاں را حرص می آرد غرار
بچوں کو حرص دھوکا دیتی ہے

تا شوند از ذوقِ دل دامن سوار
یہاں تک کہ وہ دل کے ذوق سے دامن سوار بنتے ہیں

چوں ز کودک رفت آں حرصِ بدش
جب بچہ میں سے اُس کی وہ بُری حرص جاتی رہی

بر دگر اطفال خندہ آیدش
دوسرے بچوں پر اُس کو ہنسی آتی ہے

کہ چہ می کردم چہ می دیدم دریں
کہ میں نے کیا کیا تھا اسمیں کیا سمجھا تھا؟

خل[3] ز عکسِ حرص بنمود انگبیں
حرص کے پرتو سے سرکہ شہد نظر آیا تھا

آں بنائے انبیا بے حرص بود
انبیا کی تعمیر بغیر لالچ کے تھی

زانچناں پیوستہ رونقہا فزود
اسی وجہ سے ہمیشہ ایسی رونقیں بڑھیں

اے بسا مسجد بر آوردہ کرام
شرفا نے بہت سی مسجدیں بنائیں

لیک نبود مسجدِ اقصاش نام
لیکن اُن کا مسجدِ اقصیٰ نام نہ ہوا

کعبہ را کش ہر دمے عزّے فزود
کعبہ جس کی عزت ہر وقت بڑھتی ہے

آں ز اخلاصاتِ ابراہیم بود
یہ (حضرت) ابراہیم ؑ کے خلوص کی وجہ سے ہے

فضلِ آں مسجد ز خاک و سنگ نیست
اُس مسجد کی فضیلت مٹی اور پتھر کی وجہ سے نہیں ہے

لیک در بناش حرص و جنگ نیست
لیکن اُس کے بنانے والے میں حرص اور مقابلہ نہیں ہے

---

[1] غورہ - کچا خوشہ - غول چھلاوا، بھوت - گول - بیوقوف - آزمائش - جب کچے پھل کو کھائے گے تو پتہ چلے گا اور دانت کھٹے ہو جائیں گے - از ہوس - انسان کی حرص جال کو دانہ دکھا دیتی ہے - جز حرص - کار خیر میں اگر حرص ہو اور وہ حرص جاتی رہے تب بھی وہ عمل بہتر دکھائی دیگا - تاب - چمک -

[2] تاب حرص - دنیا کے کاموں میں لالچ کی چمک ہٹ جانے کے بعد اُن کاموں کی بدنمائی واضح ہو جاتی ہے - کودکاں - بچے گھوڑے کی حرص میں اپنے دامن کو گھوڑا بنا کر سوار ہوتے ہیں - بچوں جب بڑا ہو جانے پر وہ حرص ختم ہو جاتی ہے تو پھر وہی بچے دوسرے بچوں کی اس حرکت پر ہنستا ہے -

[3] خل - غرضیکہ انسان کی حرص اور لالچ بُرے کو بھلا دکھاتی ہے سرکہ شہد نظر آتا ہے - آں بنائے - جو تعمیر انبیا کرتے ہیں اُس میں چونکہ کوئی لالچ اور طمع شامل نہیں ہوتی ہے لہٰذا اُن کی تعمیروں کی رونق میں اضافہ ہوتا رہتا ہے - اے بسا - دوسرے بھلے لوگوں نے بھی مسجدیں بنائیں لیکن اُنکو وہ مرتبہ حاصل نہ ہوا جو مسجد اقصیٰ کا ہے - کعبہ - کعبہ کی روز افزوں عزت حضرت ابراہیم ؑ کے اخلاص کی وجہ سے ہے - فضل آں مسجد یعنی مسجد حرام - حرص و جنگ - حضرت ابراہیم ؑ نے اخلاص سے مسجد حرام کی تعمیر کی تھی کسی

لہ نے کتبِ شاں چوں کتابِ دیگراں
نے مساجد شاں نہ کسب و خانماں

نہ اُن کی کتابیں دوسروں کی کتاب کی طرح ہیں
نہ اُن کی مسجدیں ، نہ کاروبار اور گھر

نے ادبِ شاں نے غضبِ شاں نے نکال
نے نُعاس و نے قیاس و نے مقال

نہ اُن کا ادب نہ اُن کا غصہ نہ عذاب
نہ اُونگھ اور نہ قیاس اور نہ مقال

ہر یکے را دادہ حق در مرتبت
صد ہزاراں حشمت و ہم مکرمت

(اُنہیں سے) ہر ایک کو اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی ہیں
لاکھوں شوکتیں اور عزتیں

ہر یکے شاں را یکے فرِّ دگر
مرغِ جانِ شاں طائر از پرِّ دگر

اُن میں سے ہر ایک کیلئے ایک دوسری شان ہے
اُنکی جان کا پرند دوسرے قسم کے پر سے پرواز کرتا ہے

دل ہمی لرزد ز ذکرِ حالِ شاں
قبلۂ افعالِ ما افعالِ شاں

اُن کے حال کے ذکر سے دل لرزتا ہے
اُن کے افعال ہمارے افعال کا قبلہ ہیں

مرغِ شاں را بیضہا زریں بدست
نیم شب جانِ شاں سحر گہ بیں شدست

اُن کے مُرغ کے سونے کے انڈے ہوتے ہیں
اُن کی جان آدھی رات میں صبح کو دیکھتی ہے

ہر چہ گویم من بجاں نیکوئے قوم
نقص گفتم گشتہ ناقص گوئے قوم

میں (دل و) جان سے اگر، قوم کی جو کچھ بھلائی بیان
(گویا اُس) قوم کا ناقص گرچہ انکی بُرائی بیان کرتا ہوں

مسجدِ اقصیٰ بسازید اے کرام
کہ سلیمانؑ باز آمد والسلام

اے شریفو! مسجدِ اقصیٰ بناؤ
کیونکہ سلیمانؑ آگیا ہے والسلام

ور ازیں دیوان و پریاں سر کشند
جملہ را املاک در چنبر کشند

اگر اس سے دیو اور پری سرکشی کریں گے
فرشتے سب کو شکنجے میں کس دینگے

دیو یک دم کژ رود از مکر و زرق
تازیانہ آیدش بر سر چو برق

اگر مکاری اور فریب سے دیو کچھ کج رفتاری اختیار کرتا ہے
اُس کے سر پر بجلی کی طرح کوڑا پڑتا ہے

چوں سلیمانؑ شو کہ تا دیوانِ تو
سنگ بُرند از پئے ایوانِ تو

تو سلیمانؑ بن جا تاکہ تیرے دیو
تیرے محل کے پتھر ڈھو کر لائیں

چوں سلیمانؑ باش بے وسواس و ریو
تا ترا فرماں برد جنی و دیو

تو بے شک و شبہ سلیمانؑ کی طرح بن جا
تاکہ جن اور دیو تیری فرمانبرداری کریں

خاتم تو ایں دلست و ہوش دار
تا نگردد دیو را خاتم شکار

تیری انگوٹھی یہ دل ہے اور ہوش رکھ
تاکہ انگوٹھی دیو کا شکار نہ بنے

لہ نے کتب۔ انبیاء کی ہر چیز الگ ہی ہوتی ہے۔ ہر یکے را ہر نبی کو اللہ تعالیٰ نے وہ مرتبہ عطا فرمایا ہے جس میں لاکھوں حشمتیں اور عزتیں پنہاں ہیں۔ فرِ دگر۔ ہر نبی کسی خاص صفت کا مظہر ہوتا ہے۔ دل۔ اُن کے فضائل بیان کرنے سے بھی دل اس خوف سے لرزتا ہے کہ اس میں کوتاہی نہ ہو جائے۔ بیضہا یعنی اچھے نتیجے نیم شب یعنی چشمِ باطن سے اندھیری رات میں نور کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ ہر چہ گویم چونکہ میں کما حقہٗ تعریف نہیں کر سکتا ہوں لہٰذا میرا تعریف کرنا ناقص ہے۔

لہ مسجد اقصیٰ یعنی درمیان میں اور باتیں شروع ہو گئی تھیں اَب پھر مسجد اقصیٰ اور حضرت سلیمانؑ کا ذکر شروع کرو۔ ور۔ مسجد اقصیٰ کی تعمیر میں دیو اور پری مصروف کار ہیں اگر وہ سرکشی کرتے ہیں تو فرشتے انکو سزا دیتے ہیں۔ دیو یک۔ جو دیو کجروی اختیار کرتا ہے اُس پر برق کا تازیانہ لگتا ہے۔۔۔ چوں سلیمانؑ۔ یہ ارشادی مضمون ہے کہ مخاطب تو بھی حضرت سلیمانؑ کی طرح بن جائے تو جن اور پریاں تیرے بھی خدمت گار بن جائیں گے۔

لہ خاتم تو حضرت سلیمانؑ جنوں پر ایک انگوٹھی کی تاثیر سے حکومت کرتے تھے صخر نامی ایک جن نے وہ انگوٹھی چرائی تھی اور اسکے ذریعہ حکومت کرنے لگا تھا مولانا فرماتے ہیں تیری انگوٹھی تیرا دل ہے تو اسکی حفاظت

پس سلیمانی کند بر تو مُدام — دیو با خاتم حذر کن والسّلام
پھر تجھ پر ہمیشہ حکومت کرے — دیو، انگوٹھی کے ذریعہ، بچ والسّلام

آں سلیمانی دلا منسوخ نیست — در سر و سرّت سلیمانی[1] کنی ست
اے دل! وہ سلیمانی ختم نہیں ہوئی ہے — تیرے باطن اور سر میں سلیمانی کرنیوالا ہے

دیو ہم وقتے سلیمانی کند — لیک ہر جولاہہ اطلس کے تند
دیو بھی ایک وقت سلیمانی کرتا ہے — لیکن ہر جولاہہ اطلس کب بن سکتا ہے؟

دست[2] جنباند چو دستِ او ولیک — درمیانِ ہر دو شاں فرقے ست نیک
وہ اُس کی طرح ہاتھ چلاتا ہے لیکن — اُن دونوں میں بہت فرق ہے

دربیانِ ایں حدیثِ معنوی — یک حکایت بشنو اندر مثنوی
اِس بامعنیٰ بات کے بیان میں — مثنوی میں ایک حکایت سُن لے

قصۂ شاعر و صلہ دادنِ شاہ و مضاعف کردنِ آں صلہ را وزیرِ حسن نام

شاعر کا قصہ اور شاہ کا اُس کو عطیہ دینا اور وزیر، حسن نامی کا اُس کو دوگنا کر دینا

شاعرے آورد شعرے پیشِ شاہ — بر اُمیدِ خلعت و اکرام و جاہ
ایک شاعر نے شاہ کے سامنے اشعار پیش کئے — خلعت اور اعزاز اور مرتبہ کی اُمید پر

شاہ مکرم بُود فرمودش ہزار — از زرِ سُرخ و کرامات و نثار
شاہ صاحب کرم تھا اُس کیلئے حکم دیا ایک ہزار — اشرفیوں اور عطیات اور انعام کا

پس وزیرش گفت کایں اندک بُود — دہ ہزارش ہدیہ دہ تا وا رود
وزیر نے اُس سے کہا کہ یہ تھوڑا ہے — دس ہزار کا ہدیہ دیجئے تاکہ واپس ہو

از چو[3] تو شاہِ از تو بحر دست — دہ ہزارے کہ بگفتم اندک ست
اُس جیسے شاعر کیلئے آپ جیسے سخی سے — میں نے جو دس ہزار کہے تھوڑے ہیں

قصہ گفت آں شاہ را و فلسفہ — تا بر آمد عشرِ خرمن از کفہ
اُس نے بادشاہ کو قصہ اور فلسفہ سُنایا — یہاں تک کہ بچے کھچے مال میں خرمن کا دسواں حصہ نکالا

دہ ہزارش داد و خلعت در خورش — خانۂ شکر و ثنا گشت آں سرش
اُسکو دس ہزار اور اُس کے مناسب خلعت دی — اُس کا دماغ شکر و ثنا کا گھر بن گیا

پس تفحص کرد کایں سعی کہ بُود — شاہ را اہلیتِ من کہ نمود
پس اُس نے جستجو کی کہ یہ کس کی کوشش تھی — بادشاہ کو میری قابلیت کس نے دکھائی

---

۱ سلیمانی کنی۔ یعنی تیری رُوح تیرے اندر ہے اگر تو اُس کی اصلاح کرے گا وہ سلیمانی کرے گی۔ دیو۔ مزوّر شیخ کی مثال اُس دیو کی سی ہے جس نے حضرت سلیمانؑ کی انگوٹھی چرا کر اُس کے ذریعہ حکومت شروع کر دی تھی۔

۲ دستِ جنباند۔ معمولی جولاہہ اطلس بُننے والے کی طرح ہاتھ چلاتا ہے لیکن دونوں کے کام میں بہت فرق ہے۔ یہی حال صحیح شیخ اور مزوّر شیخ کا ہے۔ یک حکایت۔ اِس حکایت میں دو وزیروں کا ذکر ہے جن دونوں کا نام حسن تھا لیکن کام میں بہت فرق تھا۔ شاعر۔ شاعر نے جب قصیدہ سُنایا تو بادشاہ نے ایک ہزار اشرفیاں دینے کا حکم دیا اُس کے حسن نامی وزیر نے سفارش کر کے دس ہزار اشرفیاں دلوائیں۔ مکرم۔ بخشش کرنے والا۔

۳ از چواو۔ ایسے عمدہ شاعر اور تجھ جیسے انعام دینے والے کی نسبت سے دس ہزار بھی کم ہیں۔ قصہ یعنی شاعر کی ضرورت کا قصہ یا دوسرے سخنوروں کا قصہ۔ فلسفہ یعنی بخشش و عطا کا فلسفہ۔ تا بر آمد۔ یعنی بادشاہ کے خزانے اسقدر تھے کہ یہ دس ہزار اُس کے بچے کھچے مال کا دسواں حصہ تھا۔ خانہ۔ یعنی شاعر کا سر بادشاہ کے تشکر و ثنا سے بھر گیا۔ تفحص۔ جستجو یعنی شاعر نے یہ معلوم کرنے کی کوشش کی کہ بادشاہ کو اس بڑے عطیہ

پس بگفتندش فلان الدین وزیر
لوگوں نے اُس سے کہا فلان الدین وزیر نے

آں حسن نام و حسن خلق و ضمیر
جس کا نام حسن ہے اور جس کا اخلاق اور دل اچھا ہے

در ثنائے اُو یکے شعرِ دراز
اُس نے اُس کی تعریف میں ایک لمبا قصیدہ

بر نوشت و سوئے خانہ رفت باز
لکھا اور گھر کو واپس ہو گیا

بے زبان و لب ہماں نعمائے شاہ
بادشاہ کی وہی نعمتیں بغیر زبان اور ہونٹ کے

مدح شہ می کرد و خلعتہائے شاہ
بادشاہ اور اُسکی خلعتوں کی تعریف کر رہی تھیں

بازآمدنِ شاعر بعد چند سال باُمید ہماں صلہ ہزار دینار
چند سال کے بعد شاعر کا واپس آنا اُسی عطیہ کی اُمید پر اور بادشاہ کا

فرمودنِ شاہ بر قاعدۂ خویش و گفتنِ وزیرِ دیگر کہ بعد از وفات
اپنی عادت کے مطابق ایک ہزار اشرفیوں کا حکم دینا اور دوسرے وزیر کا

وزیرے نصب کردہ بُودند ہم حسن نام شاہ را کہ اینقدر صلہ
بادشاہ سے کہنا جو پہلے وزیر کے مرنے کے بعد مقرر کیا گیا تھا اور اُس کا نام بھی حسن

سخت بسیار ست و مارا خرجہاست و خزینہ خالیست
تھا کہ یہ عطیہ بہت زیادہ ہے اور ہمیں بہت خرچ درپیش ہیں اور خزانہ خالی ہے اور

و من اُو را بدہ یک ایں راضی کنم
میں اُس کو دسویں حصہ پر راضی کروں گا

بعد سالے چند بہرِ رزق و گشت
چند سال کے بعد رزق اور سفر کے لئے

شاعر از فقر و عوز محتاج گشت
شاعر فقر اور تنگدستی کی وجہ سے محتاج ہو گیا

گفت وقتِ فقر و تنگی دو دست
اُس نے سوچا دونوں ہاتھ کی تنگی اور فقر کے وقت

جستجوئے آزمودہ بہتر ست
آزمائے ہوئے کی تلاش مناسب ہے

در گہے را کآزمودم از کرم
جس دربار کو کرم میں میں آزما چکا ہوں

حاجتِ نو را ہماں جانب برم
نئی ضرورت کو وہیں لے جاؤں

معنیِ اللہ گفت آں سیبویہ
سیبویہ نے اللہ کے معنی بتائے ہیں

یولہون فی الحوائج ہم لدیہ
وہ ضرورتوں میں اُس کی طرف رجوع کرتے ہیں

گفت الہنا فی حوائجنا الیک
اُس نے کہا ہم ضروریات میں تیری طرف رجوع ہوئے

والتمسناہا وجدناہا لدیک
اُن کو ہم نے تلاش کیا اُن کو تیرے پاس پایا

لہ پس بگفتند۔ لوگوں نے اُس شاعر کو بتایا کہ فلاں وزیر جس کا نام بھی حسن ہے اور وہ دل کا حسن ہے اُس نے عطیہ دلوایا ہے۔ شعرِ دراز یعنی بڑا قصیدہ۔ بے زبان۔ شاہ کی عطایا زبانِ حال سے شاہ کی تعریفیں کر رہی تھیں۔ بر قاعدۂ خویش۔ اِس مرتبہ بھی شاہ نے ایکہزار اشرفیاں دینے کا حکم دیا تھا۔

ٹہ بدہ یک یعنی دسواں حصہ۔ بعد سالے۔ اِس شعر کے مصرع اول میں گشت بمعنی گشتن اور دوسرے مصرع کے اخیر میں گشت بمعنی شد سمجھ کر ہم نے ترجمہ کیا ہے۔ عوز۔ ناداری۔ گفت۔ اُس شاعر نے سوچا کہ جس دربار سے پہلے عطا حاصل ہوئی ہو وہاں ہی چلنا چاہیئے۔

تہ معنی اللہ۔ یہاں سے مولانا نے ایک ارشادی مضمون شروع کر دیا ہے۔ سیبویہ نے لفظ اللہ کی جو تحقیق کی ہے اُس میں کہا ہے کہ یہ اسم مشتق ہے اور اَلَہَ سے بنا ہے جو دراصل وَلَہَ تھا جس کے معنی سرگشتہ ہونا اور گھبراہٹ ظاہر کرنا ہیں تو اللہ سیبویہ کے نزدیک اَلْاِلٰہ تھا پہلی ہا اور دوسرے ہمزہ کو حذف کر کے لام کو لام میں مدغم کر دیا ہے اور یار کو الف سے بدل دیا ہے تو اللہ کو اللہ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ مخلوق اپنی ضروریات میں اُسکے سامنے تضرع و زاری کرتی ہے دوسرا مصرع سیبویہ کا مقولہ ہے

صد ہزاراں[51] عاقل اندر وقتِ درد | جملہ نالاں پیشِ آں دیّانِ فرد
لاکھوں عقلمند درد کے وقت | سب اس یکتا حاکم کے سامنے روتے ہیں

ہیچ دیوانہ فلیوے ایں کند | بر بخیلے عاجزے کدیہ تند
کوئی احمق، دیوانہ یہ کرتا ہے | کہ عاجز، بخیل سے بھیک مانگے

گر ندیدندے ہزاراں بار بیش | عاقلاں جاں کے کشیدندیش پیش
اگر ہزاروں بار پہلے نہ دیکھتے | عقلمند کب اس کے سامنے جان کو پیش کرتے؟

بلکہ جملہ ماہیاں در موجہا | جملۂ پرّندگاں بر اوجہا
بلکہ موجوں میں تمام مچھلیاں | بلندیوں پر تمام پرندے

بلکہ جملہ موجہا[52] بازی کناں | ذوق و شوقش اعیان اندر عیاں
بلکہ کھیلتی ہوئی تمام موجیں | اسکے ذوق اور شوق کو پوری طرح ظاہر کر رہی ہیں

پیل و گرگ و حیدر و اشکار نیز | اژدہائے زفت مور و مار نیز
ہاتھی اور بھیڑیا اور شیر اور شکار بھی | موٹا اژدھا چیونٹی اور سانپ بھی

بلکہ خاک و باد و آب و ہم شرار | مایہ زو یابند ہم دے ہم بہار
بلکہ مٹی اور ہوا اور پانی اور چنگاریاں بھی | اسی سے سرمایہ حاصل کرتے ہیں خزاں بھی بہار بھی

ہر دمش لابہ کند ایں آسماں | کہ فرو مگذارم اے حق یک زماں
یہ آسمان ہر وقت اُس کی خوشامد کرتا ہے | کہ اے خدا! مجھے ایک لمحہ کیلئے بھی نہ چھوڑ

اُستنِ من عصمت و حفظِ تو است | جملہ مطوی یمینِ آں دو دست
میرا ستون، تیرا بچاؤ اور حفاظت ہے | سب چیزیں اُن دونوں داہنے ہاتھوں میں لپٹی ہوئی ہیں

وِیں زمیں[53] گوید کہ دارم برقرار | اے کہ بر آبم تو کردستی سوار
یہ زمین کہتی ہے کہ مجھے برقرار رکھ | اے وہ ذات! کہ تو نے مجھے پانی پر سوار کیا ہے

جملگاں کیسہ ازو بر دوختند | دادنِ حاجت ازو آموختند
سب نے تھیلی اسی سے سی ہے | ضرورت پوری کرنا اُس سے سیکھا ہے

ہر نبی ازوے بر آوردہ برات | اِستَعِینُوا مِنہُ صَبرًا وَّ الصَّلَاۃ
ہر نبی نے اسی سے حکم نامہ حاصل کیا ہے | کہ اُس سے صبر اور نماز کے ذریعہ مدد چاہو

---

[51] صد ہزاراں۔ لاکھوں مخلوق مصیبت میں اُس اللہ کی طرف رجوع کرتی ہے۔ دیّان۔ بدلہ دینے والا فلیو۔ احمق۔ کدیہ۔ بھیک۔ گر ندیدندے۔ اگر عقلمندوں کی ضروریات وہاں سے پوری نہ ہوئی ہوتیں تو کیوں اُس کی طرف رجوع کرتے۔ بلکہ صرف عقلمند انسان ہی نہیں بلکہ تمام کائنات اپنی ضروریات اسی اللہ سے پوری کرتی ہے۔

[52] جملہ موجہا۔ عقلمند انسانوں کے علاوہ صرف جاندار ہی نہیں بلکہ بے جان کائنات بھی اسی اللہ سے سرمایہ حاصل کرتی ہے۔ حیدر۔ شیر۔ مایہ زو یابند۔ غرضیکہ جملہ کائنات اُسی سے بہرہ اندوز ہے۔ آسماں۔ آسمان اپنے وجود میں اسی سے مُستفیض ہے۔ مطوی۔ قرآن پاک میں ہے وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِیّٰتٌ بِیَمِیْنِہٖ اور آسمان لپٹے ہوئے ہیں اُس اللہ کے داہنے ہاتھ میں۔ دو دست۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے اسمار جلالیہ اور جمالیہ جو کہ اِن آسمانوں کی ترتیب کرتے ہیں۔ یمین۔ حدیث میں آیا ہے کِلْتَا یَدَیْ رَبِّیْ یَمِیْنٌ۔ میرے رب کے دونوں ہاتھ داہنے ہیں انسان کا بایاں ہاتھ کمزور ہوتا ہے۔

[53] وِیں زمیں۔ اللہ تعالیٰ نے زمین کو پانی پر قائم کیا ہے۔ جملگاں۔ دوسرے جو بخشش کرتے ہیں وہ بھی خدا کے عطا کردہ مال میں سے بخشتے ہیں تو ان کا دینا بھی دراصل اللہ کا دینا ہے۔ دادن۔ یہ صفت بندوں میں خدا کی صفت کا مظہر ہے۔ برات۔ شاہی حکمنامہ دستاویز۔ استعینوا۔ ضروریات میں صبر اور نماز سے مدد حاصل کر دینی صبر کے ساتھ نمازوں میں اس سے دعا کرو مدعا پورا ہو جائے گا۔

۲٦٦

ہیں ازو خواہید نے از غیرِ او
خبردار! اُسی سے چاہو نہ کہ اُس کے غیر سے

آبِ ۱ در یَم جو مجو در خشک جو
پانی سمندر میں تلاش کر خشک نہر میں تلاش نہ کر

ور بخواہی از دِگر ہم او دہد
اگر تو دوسرے سے چاہے گا وہی دے گا

بر کفِ میلش سخا ہم او نہد
اُس کے میلان کی ہتھیلی پر سخاوت وہی رکھے گا

آنکہ مُعرِض را ز زر قارُوں کُند
جو اعراض کرنے والے کو سونے سے قارون بنا دیتا ہے

رُو بدو آری بطاعت چوں کُند
اُسی کی طرف رُخ کردہ فرمانبرداری کیساتھ کیا کریگا؟

بارِ دیگر شاعر از سودای داد
شاعر نے دوبارہ عطیہ کے خیال سے

رُو بسُوئے آں شہِ مُحسن نہاد
اُس محسن بادشاہ کی جانب رُخ کیا

ہدیۂ شاعر چہ باشد شعرِ نو
شاعر کا ہدیہ کیا ہوتا ہے؟ نیا شعر

پیشِ مُحسن آرد و بنہد گرو ۲
محسن کو پیش کرتا ہے اور گروی رکھدیتا ہے

مُحسناں با صد عطا و جُود و بِر
محسن سیکڑوں عطاؤں اور سخاوت اور احسان سے

زر نہادہ شاعراں را منتظر
سونا رکھے ہوئے شاعروں کے منتظر رہتے ہیں

پیشِ ۳ شاں شعرے بہ از صد تنگ شعر
انکے نزدیک ایک شعر اُن کے سو گٹھروں سے بہتر ہوتا ہے

خاصہ شاعر کو گہر آرد ز قعر
خصوصاً وہ شاعر جو گہرائی سے موتی نکالکر لاتا ہے

آدمی اوّل حریصِ ناں بُوَد
انسان پہلے روٹی کا حریص ہوتا ہے

زانکہ قوتِ ناں ستونِ جاں بُوَد
کیونکہ روٹی کی روزی جان کا ستون ہے

سوئے کسب و سُوئے غصب و صد حِیَل
کمائی کی جانب، چھیننے اور سیکڑوں تدبیروں کی جانب

جاں نہادہ بر کفِ از حرص و اَمل
لالچ اور امید سے ہتھیلی پر جان رکھے ہوئے ہے

چوں بنا در گشت مُستغنی ز ناں
جب اتفاقاً روٹی سے بے نیاز ہوگیا

عاشقِ نام ست و مدحِ شاعراں
تو نام (آوری) اور شاعروں کی تعریف کا عاشق ہے

تاکہ ۴ اصل و نسلِ اُو را بر دہند
تاکہ اس کی اصل و نسل کو وہ پھلدار کریں

در بیانِ فضلِ اُو منبر نہند
اُس کی فضیلتوں کے بیان میں منبر رکھیں

تا کرّ و فرّ و زر بخشیِ او
تاکہ اُس کی شان و شوکت اور سخاوت

ہمچو عنبر بُو دہد در گفتگو
بات چیت میں عنبر کی طرح خوشبو مہکائے

خَلق ما بر صورتِ خود کرد حق
اللہ تعالیٰ نے ہماری تخلیق اپنی صورت پر کی ہو

وصفِ ما از وصفِ اُو گیرد سبق
ہمارے اوصاف اُس کے اوصاف سے سبق لیتے ہیں

---

۱ آب۔ اللہ تعالیٰ عطا کا سمندر ہے دوسرے خشک نہر ہیں۔ ور بخواہی۔ دوسروں کی عطا بھی دراصل اللہ کی عطا ہے اِس لئے کہ اُن میں سخاوت کا مادہ اُسی نے رکھا ہے۔ مُعرِض۔ جب وہ منکروں کو بھی نوازتا ہے تو عبادتگزاروں کو کیوں نہ نوازے گا۔ سودا۔ خیال۔ بنہد گرو۔ شاعر شعر پیش کرکے انعام چاہتا ہے۔ مُحسناں۔ سخی داد و دہش کے لئے روپے لئے ہوئے شاعروں کے منتظر رہتے ہیں کہ وہ آئیں تو اُن کو انعام دیں۔

۲ پیشِ شاں۔ جو لوگ شاعروں کے قدردان ہیں اُن کے نزدیک ایک شعر ریشمین کپڑے کے سیکڑوں گٹھروں سے بڑھا ہوا ہوتا ہے۔ خاصہ۔ خصوصاً اُس شاعر کے اشعار جو نئے عمدہ مضامین شعر میں کہے۔ آدمی۔ انسانی فطرت ہے کہ وہ روٹی کی فکر کرتا ہے جب اُس سے مستغنی ہوتا ہے تو مدح و ثنا کا طالب بنتا ہے۔ سوئے۔ پیٹ کے لئے جائز و ناجائز سو دھندے کرتا ہے۔

۳ تاکہ۔ اب اُسکی خواہش ہے کہ شعراء اُس کے حسب و نسب کی مدح و ثنا کریں اور منبروں پر بیٹھ کر مدحیہ اشعار پڑھیں۔ ہمچو عنبر۔ تاکہ اُس کی شان و شوکت کی خوشبو مہک جائیں۔ خلق۔ اللہ نے انسان کو اپنی صورت اور صفات پر پیدا فرمایا ہے اللہ تعالیٰ شکر

چونکہ آں خلاق شکر و حمد جوست
چونکہ وہ خلاق شکر اور حمد کا طالب ہے

آدمی را مدح جوئی نیز خوست
تعریف کی تلاش انسان کی بھی عادت ہے

خاصہ[1] مرد حق کہ در فضل ست چست
خصوصاً مردِ حق جو بزرگی میں چست ہے

پر شود زاں باد چوں خیک درست
صحیح مشکیزہ کی طرح اس ہوا سے پُر ہو جاتا ہے

ور نباشد اہل زاں باد دروغ
اور اگر اہل نہ ہو، اس جھوٹی ہوا سے

خیک بدریدست کے گیرد فروغ
پھٹا ہوا مشکیزہ ہے (وہ) کب اُبھار حاصل کرے گا؟

ایں مثل از خود نگفتم اے رفیق
اے دوست! یہ مثال میں نے اپنی طرف سے نہیں کہی ہے

سرسری مشنو چو اہلی و مفیق
اگر تو ہوشمند اور اہل ہے (اس کو) سرسری نہ سن

ایں پیمبر گفت چوں بشنید قدح
یہ بات پیغمبر ﷺ نے فرمائی جبکہ انھوں نے اعتراض سنا

کہ چرا فربہ شود احمد بمدح
کہ احمد ﷺ تعریف سے موٹے کیوں ہوتے ہیں؟

رفت شاعر سوئے آں شاہ و ببرد
شاعر اس بادشاہ کی جانب چلا اور لے گیا

شعر اندر شکر احساں کاں نمرد
احسان کے شکریہ میں شعر کیونکہ وہ (احسان) نہ مرا تھا

محسناں[2] مردند و احسانہا بماند
احسان کرنے والے مر جاتے ہیں اور احسان زندہ رہتے ہیں

اے خنک آنرا کہ ایں مرکب براند
قابلِ مبارکباد ہے وہ جس نے یہ سواری چلائی

ظالماں مردند و ماند آں ظلمہا
ظالم مر گئے اور وہ ظلم باقی رہ گئے

وائے جانے کو کند مکر و دغا
اس جان پر افسوس ہے جو مکر اور دغا کرے

گفت پیغمبر خنک آں را کہ او
پیغمبر ﷺ نے فرمایا کہ وہ شخص قابلِ مبارکباد ہے

شد ز دنیا ماند ازو فعل نکو
جو دنیا سے گیا (اور) اس کا نیک کام باقی رہا

مرد محسن لیک احسانش نمرد
احسان کرنے والا مرا لیکن اس کا احسان نہ مرا

نزد یزداں دین و احساں نیست خرد
اللہ کے نزدیک دین اور احسان معمولی چیز نہیں ہے

نام[3] نیک او ز فعل نیک داں
اس کی نیکنامی، نیک کام سے سمجھ

پس نمردست او یقیں بنگر میاں
وہ یقیناً نہیں مرا ہے، اچھی طرح غور کر لے

وائے آنکو مرد و عصیانش نمرد
اس پر افسوس ہے جو مر گیا اور اس کا گناہ نہ مرا

تا نپنداری بمرگ او جاں ببرد
تو ہرگز یہ خیال نہ کر کہ مر کر وہ جان بچا لے گیا

ایں رہا کن زانکہ شاعر بر گذر
اس کو چھوڑ کیونکہ شاعر راستہ پر

وام دارست و قوی محتاج زر
مقروض ہے اور سونے کا بہت محتاج ہے

---

[1] خاصہ۔ یعنی اہلِ قرب جب اپنی تعریف سنتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ لوگ ان کے مداح بنکر سیدھے راستہ پر لگ رہے ہیں تو ان کو بہت خوشی ہوتی ہے۔ خیکِ درست۔ اگر درست مشک میں پھونک بھرو تو وہ پھول جائیگی۔ باد دروغ۔ اگر غیر واقعی تعریف ہو تو اس کی مثال یہ ہے کہ پھٹی ہوئی مشک میں پھونک بھری جائے۔ تحقیق ہوشمند۔ ایں پیغمبر گفت۔ اس مفہوم کی کوئی حدیث کتابوں میں دستیاب نہیں ہو سکی۔ تحرز۔ احسان اور عمل غیر مُردہ نہیں ہوتا ہے۔

[2] محسناں۔ محسن مر جاتا ہے لیکن اس کا احسان زندہ رہتا ہے۔ ظالماں۔ اسی طرح ظلم زندہ رہتا ہے اور ظالم مر جاتا ہے۔ گفت۔ ان الفاظ کی کوئی حدیث کتب حدیث میں نہیں ہے البتہ ایک حدیث ہے۔ إِذَا مَاتَ الْإِنْسَانُ انْقَطَعَ عَنْهُ عَمَلُهُ إِلَّا مِنْ ثَلَاثَةٍ مِنْ صَدَقَةٍ جَارِيَةٍ أَوْ عِلْمٍ يُنْتَفَعُ بِهِ أَوْ وَلَدٍ صَالِحٍ يَدْعُو لَهُ۔ جب انسان مر جاتا ہے تو اس کا عمل منقطع ہو جاتا ہے مگر تین چیزیں، صدقۂ جاریہ، علم جس سے نفع حاصل کیا جائے اور نیک اولاد جو اس کے لئے دعا کرے۔

[3] نیک نام۔ نیک نامی بھی ایک نہ مرنے والا عمل ہے۔ وائے۔ وہ انسان بدبخت ہے جو مر گیا اور اپنے پیچھے ایسے بدعمل چھوڑ گیا جو نہ مرنے والے ہیں اس شخص کے

569

بُرد شاعر شعر سُوئے شہریار
شاعر، شعر بادشاہ کے پاس لے گیا

بر اُمیدِ بخشش و احسانِ پار[۱]
گذشتہ سال کی بخشش اور احسان کی اُمید پر

نازنیں شعرے پُر از دُرِّ درست
نازک اشعار عمدہ موتیوں سے پُر

بر اُمید و بُوئے اِکرامِ نخست
پہلے جیسے اِکرام کی اُمید اور آرزو پر

شاہ ہم بر خوئے خود گفتش ہزار
بادشاہ نے بھی اپنی عادت کے مطابق اُس کیلئے ایکہزار کا حکم دیا

چوں چنیں بُد عادتِ آں شہریار
کیونکہ اُس بادشاہ کی یہی عادت تھی

لیک ایں بار آں وزیرِ پُر زجُود
لیکن اِس بار وہ سخاوت سے پُر وزیر

بَر بُراقِ عزّ ز دُنیا رفتہ بُود
عزت کے بُراق پر دنیا سے روانہ ہوچکا تھا

بر مقامِ اُو وزیرِ نو رئیس
اُس کی جگہ پر نیا وزیر حاکم

گشتہ، لیکن سخت بے رحم و خسیس
بن گیا تھا، لیکن بہت بے رحم اور کمینہ تھا

گفت اے شہ خرجہا داریم ما
کہا اے بادشاہ! ہمیں بہت سے اخراجات درپیش ہیں

شاعرے را نبود ایں بخشش سزا
ایک شاعر کے لئے یہ بخشش مناسب نہیں ہے

مَن[۲] بہ رُبعِ عُشرِ ایں اے مُغتنم
اے مُغتنم! میں اِس کے چالیسویں (حصہ) پر

مردِ شاعر را خوش و راضی کنم
شاعر کو خوش اور راضی کر لوں گا

خَلق گفتندش کہ اُو از پیش دست
لوگوں نے اُس سے کہا کہ وہ پہلے

دہ ہزارے زیں دلاور بُردہ است
اِس دلاور (بادشاہ) سے دس ہزار لے گیا ہے

بعدِ شکّر کلک خائی چوں کند
شکر کے بعد نرکل چبانا کیسے (گوارا) کریگا

بعدِ سُلطانی گدائی چوں کند
شاہی کے بعد فقیری کیسے کرے گا؟

گفت بفشارم اُورا اندر فشار
اُس نے کہا میں اُس کو تنگی میں دباؤنگا

تا شود زار و نزار از انتظار
تاکہ وہ انتظار سے رونے لگے اور لاغر ہوجائے

آنگہ[۳] ار خاکش دہم از راہ من
تب اگر میں اُس کو راستہ کی خاک بھی دونگا

در رُباید ہمچو گلبرگ از چمن
چمن سے پھول کی پتیوں کی طرح لے جائیگا

ایں بمن بگذار کاُستادم دریں
یہ مجھ پر چھوڑ دے کہ میں اس معاملہ میں اُستاد ہوں

گر تقاضا گر بُود ہم آتشیں
خواہ تقاضا کرنے والا گرم مزاج بھی ہو

از ثُریا گر بپرّد تا ثریٰ
اگر وہ ثریا سے ثریٰ تک پرواز کرے

نرم گردد چوں بہ بیند اُو مرا
جب مجھے دیکھ لے گا نرم پڑجائے گا

[۱] پار. گذشتہ۔ نازنیں یعنی جو قصیدہ شاعر نے پیش کیا وہ بہت عمدہ تھا اسکے موتی جیسے الفاظ تھے ہزار شاہ کی عادت تھی کہ وہ عموماً شاعروں کو ایکہزار اشرفیاں انعام میں دیتا تھا۔ لیک ایں بار۔ اِس بار جب شاعر آیا تو پُرانا وزیر دنیا سے باعزت رخصت ہوچکا تھا۔ بر مقام اُو۔ اُس کے قائم مقام جو نیا وزیر بنا تھا وہ بے رحم اور کمینہ تھا۔ گفت۔ اِس دوسرے وزیر نے بادشاہ سے کہا ہمیں خود اخراجات درپیش ہیں ایک شاعر کو اِس قدر زیادہ دینا مناسب نہیں ہے۔

[۲] من بہ ربع عشر۔ اس وزیر نے کہا کہ میں ایک ہزار کے چالیسویں حصہ پر شاعر کو راضی کر لوں گا۔ خلق۔ لوگوں نے اُس وزیر سے کہا۔ بعد شکر یعنی شکر کھانے کے بعد نرکل کو کیسے چبائے گا۔ گفت۔ وزیر نے لوگوں سے کہا میں اُس کو اتنا انتظار کراؤں گا کہ وہ عاجز اور پریشان ہوجائے گا۔

[۳] آنگہ۔ جب وہ انتظار میں پریشان ہوگا تو معمولی انعام کو بھی غنیمت سمجھے گا۔ ایں بمن۔ وزیر نے بادشاہ سے کہا یہ معاملہ میرے اوپر چھوڑ دیجئے میں ایسے کاموں میں اُستاد ہوں تقاضہ کرنیوالا خواہ گرم مزاج ہو میں اُس کو ٹھنڈا کردیتا ہوں۔ از ثریا۔ خواہ اُسکی دوڑ دھوپ کچھ ہی ہو مجھے دیکھ کر نرم پڑجائیگا اور راضی ہو جائیگا۔

گفت سلطانش[1] برو فرمان تراست
بادشاہ نے اس سے کہا جا تجھے اختیار ہے
لیک شادش کن کہ نیکوگوی ماست
لیکن اسکو خوش کر دینا کیونکہ وہ ہماری بھلائی بیان کرنے والا ہے

گفت او را و دو صد چون او گدا
اس نے کہا اسکو اور اس جیسے دو سو فقیروں کو
تو بمن بگذار و فارغ شو شہا
تو اے شاہ! میرے اوپر چھوڑ دے اور مطمئن ہو جا

پس فگندش صاحب اندر انتظار
پھر اس کو وزیر نے انتظار میں مبتلا کر دیا
شد زمستان و دے و آمد بہار
جاڑا اور موسم خزاں ختم ہوا اور موسم بہار آگئی

شاعرش چندانکہ حاجت می نمود
شاعر، جتنی بھی اس کے سامنے ضرورت پیش کرتا
صاحبش در وعدہ حیلہ می فزود
وزیر اپنے وعدہ میں حیلوں کا اضافہ کر دیتا

شاعر[2] اندر انتظارش پیر شد
اس کے انتظار میں شاعر بوڑھا ہو گیا
بس زبون این غم و تدبیر شد
اس غم اور تدبیر سے بہت عاجز آگیا

گفت اگر زر نہ کہ دشنامم دہی
اس نے کہا اگر سونا نہیں تو مجھے گالی ہی دیدے
تا رہد جانم، ترا باشم رہی
تاکہ میری جان چھوٹے، میں تیرا غلام بن جاؤں گا

انتظارم کشت بارے گو برو
مجھے انتظار نے مار ڈالا اب کہہ دے کہ چلا جا
تا رہد این جان مسکین از گرو
تاکہ یہ مسکین جان قید سے نجات پالے

بعد از انش داد ربع عشر آن
اس کے بعد اس نے اس کا چالیسواں حصہ دیا
ماند شاعر اندر اندیشہ گران
شاعر بھاری فکر میں پڑ گیا

کانچنان[3] نقد و چنان بسیار بود
کہ وہ ایسا نقد اور اتنا زیادہ تھا
این کہ دیر اشگفت دستہ خار بود
یہ جو دیر میں کھلا کانٹوں کا گٹھا تھا

پس بگفتندش کہ آن دستور راد
لوگوں نے اس سے کہا وہ عقلمند وزیر
رفت از دنیا خدا مزدش دہاد
دنیا سے چلا گیا خدا اس کو اجر دے

کہ مضاعف زو ہمی شد آن عطا
کہ اس کی وجہ سے عطا دوگنی ہو جاتی تھی
کم ہمی افتاد در بخشش خطا
عطا کے معاملہ میں اس سے غلطی نہ ہوتی تھی

این زمان او رفت و احسان را ببرد
اب وہ چلا گیا اور احسان کو (بھی) لے گیا
او بمرد الحق ولے احسان نمرد
وہ یقیناً مر گیا لیکن احسان نہیں مرا

رفت از ما صاحب راد و رشید
ہم سے دانا اور نیکوکار وزیر رخصت ہو گیا
صاحب سلاخ درویشان رسید
فقیروں کی کھال کھینچنے والا وزیر آگیا

[1] گفت سلطانش۔ بادشاہ نے وزیر سے کہا تجھے اختیار ہے جو چاہے کر لیکن اس کو خوش کر دینا۔ گفت او را۔ وزیر نے بادشاہ سے کہا میں اس جیسے لاکھوں سے نمٹ لوں گا یہ معاملہ میرے اوپر چھوڑ دیجئے۔ پس فگندش۔ وزیر نے انعام دینے میں ٹال مٹول شروع کر دی اور موسم پر موسم گذرنے لگے، شاعر جس قدر بھی اپنی ضرورتیں ظاہر کرتا وزیر حیلہ بازی میں اضافہ کر دیتا۔

[2] شاعر۔ شاعر وعدہ کے ایفاء کے انتظار میں بوڑھا ہو گیا اور وزیر کی مکاری سے عاجز آگیا۔ گفت۔ شاعر نے وزیر سے کہا کہ اگر تو انعام نہیں دیتا ہے تو مجھے گالی ہی دیدے تاکہ یہ انتظار تو ختم ہو میں تیرا شکر گذار ہونگا۔ انتظارم۔ شاعر نے وزیر سے کہا۔ ربع عشر۔ چالیسواں یعنی پچیس اشرفیاں۔

[3] کانچنان۔ یعنی پہلے فوراً اور بہت ملا۔ دستہ خار۔ کانٹوں کا گٹھا۔ آن دستور۔ پہلا حسن نامی وزیر۔ مضاعف۔ دوگنا۔ این زمان۔ بعد پہلا وزیر حسن اگرچہ مرگیا لیکن اس کے احسانات زندہ ہیں۔ سلاخ۔ کھال کھینچنے والا۔

رو بگیر ایں را و زینجا شب گریز
جا یہ لے لے اور یہاں سے رات میں نکل جا

تا نگیرد با تو ایں صاحب ستیز[1]
تاکہ یہ جھگڑالو، تجھے گرفت میں نہ لے لے

ما بصد حیلت از و ایں ہدیہ را
ہم نے سینکڑوں تدبیروں سے یہ بخشش

بستدیم اے بے خبر از جہدہا
حاصل کی ہے، اے کوششوں سے بے خبر!

رو بدیشاں کرد و گفت اے مشفقاں
اُس نے اُن کی طرف رُخ کیا اور کہا اے شفیقو!

از کجا آمد بگوئید ایں عواں
بتاؤ یہ سپاہی کہاں سے آیا ہے؟

چیست نام ایں وزیر جامہ کن
اس کپڑے اُتارنے والے وزیر کا نام کیا ہے؟

قوم گفتندش کہ نامش ہم حسن
لوگوں نے کہا اُس کا نام بھی حسن ہے

گفت یا رب نام آں و نام ایں
اس نے کہا اے خدا! اُس کا نام اور اِس کا نام

چوں یکے آمد دریغ اے ربِ دیں
ایک کیسے ہوا! اے دین کے رب! افسوس ہے

آں حسن نامی کہ از یک کلک او[2]
وہ حسن نام والا کہ اُسکے ایک قلم کی جنبش سے

صد وزیر و صاحب آمد جود جو
سو وزیر اور صاحب، طالبِ بخشش تھے

ایں حسن کز ریشِ زشتِ ایں حسن
یہ حسن کہ اِس حسن کی بدنما داڑھی ہے

می تواں بافید اے جاں صد رسن
اے جان! سو رسیاں بٹی جائیں

بر چنیں صاحب چو شہ اصغا کند
ایسے وزیر کی بات پر جب بادشاہ کان دھرتا ہے

شاہ و ملکش را ابد رسوا کند
وہ ہمیشہ شاہ اور اُس کی سلطنت کو رسوا کرتا ہے

مانستنِ بدرای ایں وزیرِ دوں در افسادِ مروتِ شاہ بوزیرِ فرعون یعنی ہامان در افسادِ قابلیت فرعون پند موسیٰ را علیہ السلام

اس کمینہ وزیر کی شاہ کی انسانیت کو برباد کرنے میں فرعون کے وزیر یعنی ہامان کیساتھ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نصیحت کو قبول کرنے کے افساد میں مشابہت

چند آں فرعون می شد نرم و رام[3]
بہت سی مرتبہ فرعون، نرم اور مطیع بنا

چو شنیدے او ز موسیٰ آں کلام
جب وہ موسیٰ سے وہ کلام سنتا تھا

آں کلامے کہ بدادے سنگ شیر
وہ کلام کہ پتھر دودھ دے دیتا

از خوشیِ آں کلامِ بے نظیر
اُس بے نظیر کلام کی خوبی سے

چوں بہاماں کہ وزیرش بود او
جب ہامان سے جو کہ اُس کا وزیر تھا

مشورت کردے کہ کینش بود خو
وہ مشورہ کرتا جس کی خصلت کینہ ورتھی

---

[1] تا نگیرد یعنی یہ عطا لیکر چلا جا ورنہ کوئی الزام رکھ کر یہ بھی چھین لیگا۔ تا۔ وزیر سے متعلق لوگوں نے یہ بھی کہا کہ تجھے تو خبر نہیں ہم نے اتنا بھی تجھے بہت کوششوں سے دلوایا ہے۔ رو یعنی شاعر نے اُن لوگوں سے کہا کہ یہ وزیر نہیں بلکہ ظلم پیشہ سپاہی ہے یہ کہاں سے آیا ہے۔ جامہ کن۔ کپڑے اُتار لینے والا۔ گفت۔ شاعر نے جب یہ سُنا کہ اِس وزیر کا نام بھی حسن ہے تو اُس نے افسوس کا اظہار کیا کہ ایسے بھلے وزیر اور ایسے بُرے وزیر کا نام یکساں حسن ہو۔

[2] آں حسن۔ پہلا وزیر جس کا نام حسن تھا اُس کے قلم سے تو سخاوت ہوتی تھی اور یہ حسن اِس قابل ہے کہ اِس کی داڑھی سے رسیاں بنائی جائیں۔ بر چنیں۔ ایسا بدفطرت وزیر شاہ اور سلطنت کیلئے رسوائی کا باعث ہے۔ مانستن شاہ کا یہ دوسرا وزیر ایسا ہی تھا جیسا کہ فرعون کا وزیر ہامان۔

[3] چند فرعون کئی بار حضرت موسیٰ کی گفتگو سے نرم ہو گیا تھا لیکن اُس کا وزیر بطر اسکو حضرت موسیٰ کے مقابل کر دیتا تھا۔ سنگ شیر یعنی حضرت موسیٰ کا کلام ایسا پُر تاثیر تھا کہ اسکو سُن کر پتھر سے بھی دودھ ٹپک جاتا۔ کینش۔ ہامان کی طبیعت بہت کینہ ور تھی۔

چوں[1] بہاماں مشورت کردے دراں — ناعش گشتے مدام آں سخت جاں

جب وہ اُس میں ہامان سے مشورہ کرتا — وہ سخت جان ہمیشہ اُس کے لئے مانع بنا

پس بگفتے تاکنوں بودی خدیو — بندہ گردی ژندہ پوشے را بریو

وہ کہتا کہ آپ اب تک شاہِ مصر تھے — مکر سے ایک گدڑی پوش کے غلام بن گئے

ہمچو سنگِ منجنیقے آمدے — آں سخن بر شیشہ خانۂ او زدے

گوپھن کے پتھر کی طرح آتی — یہ بات، اور اُس کے شیشہ محل پر لگتی

ہر چہ صد روز آں کلیم خوش خطاب — ساختے در یک دم او کردے خراب

وہ خوش کلام کلیم اللہ، جو سَو دن میں — بناتے، وہ ایک دم میں اُس کو برباد کر دیتا

عقلِ[2] تو مغلوبِ دستورِ ہوا ست — در وجودت رہزنِ راہِ خدا ست

تیری عقل خواہشِ نفسانی کے وزیر سے مغلوب ہے — تیرے وجود میں راہِ خدا کا ڈاکو ہے

ناصحے ربانیے پندت دہد — آں سخن را او بفن طرحے نہد

کوئی اللہ والا نصیحت کرنے والا تجھے نصیحت کرتا ہے — وہ اُس بات کو چالاکی سے ٹال دیتی ہے

کایں نہ بر جا یست ہیں از جا مشو — نیست چنداں با خود آ شیدا مشو

کہ یہ بات بامرقع نہیں ہے خبردار! جگہ سے ہل — یہ بات ایسی نہیں ہے ہوش میں آ، دیوانہ نہ بن

وائے آں شہ کہ وزیرش ایں بود — جائے ہر دو دوزخِ پر کیں بود

اُس بادشاہ پر افسوس ہے جس کا ایسا وزیر ہو — دونوں کا مقام غضبناک دوزخ ہے

شاد آں شاہے کہ او را دستگیر — باشد اندر کار چوں آصف وزیر

وہ بادشاہ قابلِ مبارکباد ہے کہ اُس کا مددگار — ہر معاملہ میں آصف جیسا وزیر

شاہِ[3] عادل چوں قرینِ او شود — نامِ او نورٌ علیٰ نور ایں بود

منصف بادشاہ جب اُس کا ساتھی ہو — تو اُس کا نام نورٌ علیٰ نور ہو

چوں سلیمان شاہ و چوں آصف وزیر — نور بر نور ست عنبر بر عبیر

سلیمانؑ جیسا بادشاہ اور آصف جیسا وزیر — نور بالائے نور، عبیر پر عنبر ہے

شاہ فرعون و چو ہامانش وزیر — ہر دو را نہ بود ز بدبختی گزیر

شاہ، فرعون ہو اور ہامان جیسا اُس کا وزیر — (تو)، دونوں کے لئے بدبختی کے سوا چارہ نہیں ہے

پس بود ظلمات بعضے فوق بعض — نے خرد یار و نہ دولت روزِ عرض

تاریکیاں ہوں گی تہ بہ تہ — قیامت کے روز نہ عقل یار ہوگی نہ دولت

---

[1] چوں۔ فرعون جب ہامان سے مشورہ کرتا تو وہ فرعون کو حضرت موسیٰؑ کی پیروی سے روک دیتا۔ پس بگفتے۔ ہامان فرعون کو بھڑکانے کیلئے کہتا کہ اب تک تو آپ شاہِ مصر ہیں حضرت موسیٰؑ کی پیروی کے بعد آپ غلام بن جائینگے۔ خدیو۔ مصر کے بادشاہوں کا لقب ہے۔ ژندہ پوشے۔ یعنی حضرت موسیٰؑ۔ کلیم۔ حضرت موسیٰؑ۔

[2] عقلِ تو۔ اب مولانا نے نصیحت شروع کی ہے کہ اے مخاطب تیری عقل تیری خواہش سے مغلوب ہے جس طرح فرعون ہامان سے مغلوب تھا او بفن یعنی خواہشِ نفسانی مکاری سے اس نصیحت کو ٹال دیتی ہے۔ کایں۔ بجائے نفسانی عقل سے کہتی ہے کہ یہ بات بامحل نہیں ہے اس پر فریفتہ نہ ہو۔ وائے۔ اُس شاہ پر افسوس ہے کہ جس کا وزیر ہامان جیسا ہو اُن دونوں کا ٹھکانا جہنم ہے۔ شاد۔ وہ شاہ قابلِ مبارکباد ہے جس کا آصف جیسا وزیرِ مشیرِ کار ہو۔

[3] شاہِ عادل۔ جب بادشاہ بھی منصف ہو اور وزیر بھی بھلا ہو تو نور بالائے نور ہے۔ چوں سلیمانؑ۔ حضرت سلیمانؑ اور اُن کا وزیر آصف نور بالائے نور کا مصداق تھے۔ شاہ فرعون۔ شاہ فرعون ہو اور وزیر ہامان تو بدبختی کے سوا کچھ نہیں ہے۔ پس۔ ایسے شاہ کیلئے قیامت میں تاریکی بالائے تاریکی ہوگی

583

من ندیدم جز شقاوت در لئام
میں نے کمینوں میں سوائے بدبختی کے کچھ نہ دیکھا
گر تو دیدستی رساں از من سلام[1]
اگر تو نے دیکھا ہے تو اُن کو میرا اسلام پہنچا دے

ہمچو جاں باشد شہ و صاحب چو عقل
شاہ بمنزلہ جان کے اور وزیر عقل جیسا ہوتا ہے
عقلِ فاسد روح را آرد بہ نقل
خراب عقل، روح کو نکال دیتی ہے

آں فرشتۂ عقل چوں ہاروت شد
عقل کا فرشتہ جب ہاروت بن جاتا ہے
سحر آموزِ دو صد طاغوت[2] شد
دو سو شیطانوں کو جادو سکھانے والا ہو جاتا ہے

عقلِ جزوی را وزیرِ خود مگیر
ناقص عقل کو اپنا وزیر نہ بنا
عقلِ کُل را ساز اے سلطاں وزیر
اے شاہ! عقلِ کُل کو اپنا وزیر بنا

مر ہوا را تو وزیرِ خود مساز
تو ہوا (وہوس) کو اپنا وزیر نہ بنا
کہ بر آید جانِ پاکت از نماز
کیونکہ تیری پاک جان عبادت سے خارج ہو جائیگی

کایں ہوا پُر حرص و حالی بیں بود
کیونکہ یہ خواہش حرص بھری اور موجود کو دیکھنے والی ہوتی ہے
عقل را اندیشۂ یوم الدیں بود
عقل کو قیامت کی فکر ہوتی ہے

عقل[1] را دو دیدہ در پایانِ کار
عقل کی دونوں آنکھیں انجام کار پر ہوتی ہیں
بہرِ آں گُل می کشد او رنجِ خار
وہ اُس پھول کے لئے کانٹے کی تکلیف برداشت کرتی ہے

کہ نہ فرساید نہ ریزد در خزاں
کیونکہ وہ خزاں میں نہ شکستہ ہوتا ہے نہ جھڑتا ہے
باد ہر خرطوم اخشم دور ازاں
خدا کرے نہ سونگھ سکنے والے کی ناک اُس سے دور رہے

ور چہ عقلت ہست با عقلِ دگر
اگرچہ تیری (بھی) عقل ہے لیکن، دوسری عقل کا
یار باش و مشورت کُن اے پدر
دوست بن جا، اے باوا! مشورہ کرے

با دو عقل از بس بلاہا وا رہی
تو دو عقلوں کے ذریعہ بہت سی بلاؤں سے نجات پائیگا
پائے خود بر اوجِ گردونہا نہی
اپنا پاؤں آسمانوں کی بلندی پر رکھے گا

نشستنِ[3] دیو بر مقامِ سلیمانؑ و تشبہ کردنِ او بکارہائے سلیمانؑ و فرق ظاہر
حضرت سلیمانؑ کی جگہ پر دیو کا بیٹھنا اور اُس کا حضرت سلیمانؑ کے کاموں کی نقل اُتارنا
شُدن میانِ دیو و سلیمانؑ و دیو خود را سلیمان بن داؤد نام کردن
اور دیو اور حضرت سلیمانؑ میں فرق ظاہر ہو جانا اور دیو کا اپنا نام سلیمان بن داؤد مقرر کرنا

[1] گر تو۔ اگر کمینوں میں تجھے کوئی سعادت نظر آئے تو اُس سے میرا اسلام کہہ دے۔ ہمچو جاں۔ شاہ بمنزلہ جان اور وزیر بمنزلہ عقل کے ہے اگر عقل خراب ہو جائے تو روح باقی نہیں رہتی ہے۔ عقل۔ عقل جو بمنزلہ فرشتہ ہے اگر وہ ہاروتی فطرت اختیار کرے تو اسکے کارنامے خراب ہوتے ہیں۔ طاغوت۔ ہر وہ طاقت جو اللہ سے سرکشی کرے۔ عقلِ جزوی۔ عام انسانی عقل۔ عقلِ کُل۔ وہ عقل جو ہوا و ہوس سے آزاد ہو۔ ہوا۔ خواہشِ نفسانی کو وزیر نہ بنا۔ کہ برآید۔ ورنہ تیری روح عبادت چھوڑ دے گی۔ کایں ہوا۔ انسان کی خواہشِ نفسانی حریص ہوتی ہے اور حالی یعنی دنیاوی معاملات کی فکر کرتی ہے، عقل آخرت کے معاملہ کو سوچتی ہے۔

[2] عقل را۔ عقل کی دو آنکھیں انجام پر نظر رکھتی ہیں۔ گُل۔ یعنی آخرت۔ خار یعنی دنیاوی مصائب۔ کہ۔ وہ پھول نہ بکھرتا ہے نہ جھڑتا ہے۔ اخشم۔ وہ انسان جس میں سونگھنے کی قوت نہ ہو۔ ور چہ۔ خواہ انسان میں خود بھی عقل ہو لیکن عقلِ کامل کو ضرور شریک مشورہ کرے۔ با دو عقل۔ خود انسان کی عقل اور عقلِ کامل دونوں مل کر مصائب سے نجات دلائینگی۔

[3] نشستن۔ یہ قصہ کہ صخر نامی دیو نے حضرت سلیمانؑ کی انگشتری چرا لی تھی اور خود حضرت سلیمانؑ کی جگہ بیٹھ گیا تھا محققین کے نزدیک محض افسانہ ہے جس کی کوئی حقیقت نہیں مولانا نے محض تمثیلاً اُس کو بیان فرمادیا ہے بہرحال مولانا یہ بتانا چاہتے ہیں کہ انسان کا دل بمنزلہ سلیمانؑ کی انگوٹھی کے ہے شیطان سے اسکی حفاظت ضروری ہے۔

دیو[۵۱] گر خود را سلیمانؑ نام کرد — مُلک بُرد و مملکت را رام کرد

دیو نے اپنا نام سلیمانؑ رکھ لیا — مُلک لے اڑا اور سلطنت کو مسخر کر لیا

صورتِ کارِ سلیماں دیدہ بود — صورت اندر سِرّ دیوی می نمود

اس نے حضرت سلیمانؑ کے کام کا ظاہر دیکھا تھا — شیطانی باطن میں صورت رونما تھی

خلق گفتند ایں سلیماں بے صفاست — از سلیماں تا سلیماں فرقہاست

لوگوں نے کہا یہ سلیمان، بے نور ہے — سلیمان سے سلیمان تک بہت فرق ہیں

او چو بیداریست ایں ہمچو وسن — ہمچناں کہ آں حسن تا ایں حسن

وہ بیداری کی طرح، یہ نیند کی طرح ہے — جیسا کہ اس حسن اور اس حسن میں

دیو[۵۲] میگفتے کہ حق بر شکلِ من — صورتے کرد ست خوش بر اہرمن

دیو کہتا تھا کہ اللہ (تعالیٰ) نے میری صورت پر — شیطان کی خوبصورت صورت بنا دی ہے

دیو را حق صورتے من دادہ است — تا بیندازد شمارا او بشست

اللہ (تعالیٰ) نے دیو کو میری صورت دیدی ہے — تاکہ وہ تمہیں کمند میں پھنسالے

گر پدید آید بدعوی زینہار — صورتِ او را مدارید اعتبار

اگر وہ دعوے کے ساتھ نمودار ہو، ہرگز — اس کی صورت کا اعتبار نہ کرنا

دیوشاں از مکر می گفتے ولیک — می نمود آں عکس در دلہائے نیک

دیو مکاری سے ان سے کہتا تھا، لیکن — اس کا نیک دلوں پر عکس ظاہر ہوتا تھا

نیست بازی با ممیز خاصہ او — کہ بود تمیز و عقلش غیب گو

دھوکا تمیز کرنے والے کیساتھ ممکن نہیں، خصوصاً — کہ جس کی تمیز اور عقل غیب کو بتادے

ہیچ سحر و ہیچ تلبیس و دغل — می نہ بندد پردہ بر اہلِ دول

کوئی جادو اور کوئی مکاری، اور کوئی فریب — پردہ نہیں ڈال سکتا دولت والوں پر

پس[۵۳] ہمی گفتند با خود در جواب — باژگونہ می روی اے کج خطاب

پھر وہ جواب میں اپنے دل میں کہتے — اے ٹیڑھی بات کرنیوالے! تو الٹی چال چل رہا ہے

باژگونہ رفت خواہی ہمچنیں — سوی دوزخ اسفل اندر سافلین

تو اسی طرح الٹا جائے گا — دوزخ کی جانب نیچے طبقوں میں سے نچلے میں

او اگر معزول گشتہ است و فقیر — ہست در پیشانیش بدر منیر

وہ (سلیمانؑ) اگرچہ معزول اور فقیر ہو گئے ہیں — ان کی پیشانی میں چودھویں کا چاند ہے

---

۵۱ دیو۔ صخر۔ رام۔ فرمانبردار۔ صورت۔ وہ دیو حضرت سلیمانؑ کے ظاہر کار سے واقف تھا حقیقت سے واقف نہ تھا تو اس نے ظاہر کار کی نقل اتارنی شروع کر دی لیکن ان کاموں کا باطن شیطانی تھا۔ خلق۔ جب صخر نے سلیمانؑ ہونے کا دعویٰ کیا اور اپنا نام بھی سلیمان ظاہر کیا تو لوگوں نے کہا کہ یہ سلیمان تو بے نور ہے اور اس سلیمان اور اُن سلیمان میں بہت فرق ہے اور اُن دونوں میں ایسا ہی فرق تھا جیسا کہ پہلے وزیر حسن اور دوسرے وزیر حسن میں فرق تھا۔

۵۲ دیو میگفتے۔ صخر کو جب شبہ ہوا کہ لوگ مجھ سے بدظن ہو کر اصل سلیمانؑ کی تلاش میں نہ لگ جائیں تو ان کو بہکانے کے لئے کہنے لگا کہ اللہ نے ایک شیطان بھی میری صورت پر پیدا کیا ہے کبھی وہ آکر کچھ کام کر دیتا ہے تو اس کی وجہ سے مجھ پر بدگمانی نہ کرنا۔ دیو۔ وہ صخر اُن سے یہ باتیں کرتا تھا لیکن نیک لوگوں پر اسکی اصلیت کا عکس پڑ رہا تھا۔ نیست۔ نیک لوگوں کیساتھ مکر کرنا آسان نہیں ہے۔ ہیچ۔ جو لوگ آخرت کی دولت کے مالک ہیں ان کی عقلوں پر کوئی جادو، مکاری اور فریب پردہ نہیں ڈال سکتا۔

۵۳ پس۔ اس صخر کی تقریر پر وہ توجہ نہیں کرتے اور کہتے کہ تیری سب باتیں غلط ہیں اور تیری چال الٹی ہی باژگونہ۔ تو

[1] تو اگر انگشتری را بُردۂ
تونے اگر انگوٹھی اڑالی ہے

دوزخی چوں زمہریر افسردۂ
تو دوزخ ہے، زمہریر کیطرح ٹھٹھرا ہوا ہے

ما ببوش و عارض و طاق و طرم
ہم کرّ و فر اور لشکر اور شان و شوکت کی وجہ سے

سر کجا کہ خود ہمی نہ نہیم شنب
سر کجا ہم پاؤں بھی نہ رکھیں گے

در بغفلت ما نہیم او را جبیں
اگر ہم غفلت سے اُسکے سامنے پیشانی رکھدیں

پنجۂ مانع بر آید از زمیں
روکنے والا پنجہ زمین سے برآمد ہوگا

کہ منہ آں سر مر ایں سرزیر را
کہ اِس اوندھے کے لئے سر نہ جھکا

ہیں مکن سجدہ مر ایں ادبیر را
خبردار! اِس بدبخت کے لئے سجدہ نہ کر

کردمے من شرح [2] ایں بس جانفزا
میں اِس کی پُرلطف تشریح کرتا

گر نبودے غیرت و رشکِ خدا
اگر خدا کی غیرت اور رشک (مانع) نہ ہوتی

ہم قناعت کُن تو بپذیر ایں قدر
تو بھی قناعت کر اور اِس مقدار کو قبول کرلے

تا بگویم شرح ایں وقتِ دگر
جب تک کہ میں اسکی دوسرے وقت شرح کروں

نامِ خود کردہ سلیمانے نبی
اپنا نام سلیمان نبی رکھ کر

رُوی پوشی می کُند بر ہر صبی
ہر بچے کے لئے (اپنی) روپوشی کرلیتا ہے

درگذر از صورت و از نام خیز
صورت سے آگے بڑھ اور محض نام سے دستبردار ہوجا

از لقب و ز نام در معنی گریز
لقب اور نام کی بجائے باطن کیطرف جا

پس [3] بپرس از خُلق و ز افعالِ او
اُس کے اخلاق اور افعال دریافت کر

درمیانِ خُلق و فعل او را بجو
اخلاق اور افعال کے درمیان اسکو تلاش کر

کارِ ہر کس نیست ہیں درکش تمام
خبردار! (یہ) ہر شخص کا کام نہیں ہے لگام کھینچ لے

مسجدِ اقصیٰ بساز و کُن تمام
مسجدِ اقصیٰ تعمیر کر اور مکمل کر

شد تمام القصہ مسجد بے فتور
قصہ مختصر، بے عیب مسجد مکمل ہوگئی

بد سلیمانؑ زائر و مسجد مزور
(حضرت) سلیمان زیارت کرنیوالے اور مسجد زیارتگاہ تھی

در آمدن ہر روز سلیمان علیہ السلام در مسجدِ اقصیٰ بعد از اتمام شدن بجہت عبادت و

مکمل ہوجانیکے بعد ہر روز حضرت سلیمان کا مسجد میں آنا عبادت کیلئے اور عبادت گذاروں اور اعتکاف کرنیوالوں

ارشادِ عابدان و معتکفان و رُستن عقاقیر در مسجد و با آنحضرت علیہ السلام سخن در آمدن

کی رہنمائی کے لئے اور بوٹیوں کا مسجد میں اُگنا اور آنحضرت علیہ السلام کے ساتھ باتیں کرنا

---

[1] تو اگر۔ اُن لوگوں نے دل میں یہ بھی کہا کہ اگرچہ تونے انگوٹھی چُرا کر حضرت سلیمانؑ کے تخت پر قبضہ کرلیا ہے لیکن تو دوزخ کا زمہریری حصہ ہے۔ بوش۔ کرّ و فر۔ عارض۔ لشکر، رضا۔ طاق و طرب۔ طاق و طرم ہی کی بدلی ہوئی صورت ہے، شان و شوکت۔ شنب۔ سُم، پاؤں۔ سر بغفلت۔ اگر بھولے سے تعظیم بھی کریں تو غیبی پنجہ ہمارے لئے مانع آتا ہے۔ سر زیر۔ اوندھا۔ ادبیر۔ ادبار کا مارا ہے۔

[2] شرحِ ایں۔ یعنی اِس کی تشریح کہ اللہ تعالےٰ ..... شیاطین کو کیوں مواقع عنایت کرتا ہے اور انکو ڈھیل دینے میں کیا اسرار ہیں۔ غیرتِ خداوندی اِس تشریح کے لئے مانع ہے۔ نامِ خود۔ شیطان اپنا اچھا نام رکھ کر لوگوں کو دھوکے دیتا ہے۔ صبی۔ یعنی ناتجربہ کار۔ درگذر۔ انسان کو چاہیے کہ محض صورت اور بڑے القاب سے دھوکہ نہ کھائے بلکہ باطنی اوصاف کو دیکھے۔

[3] پس۔ انسان کو اُسکے اخلاق اور اُسکے کارناموں سے پہچان محض صورت اور نام سے دھوکہ نہ کھا۔ کارِ ہر کس نیست۔ اِس طرح مردم شناسی ہر آدمی کا کام نہیں ہے۔ درکش زمام۔ یعنی اب یہ بات ختم کر اور مسجدِ اقصیٰ کی تعمیر کی بات کر۔ فتور۔ خرابی۔ مزور۔ جسکی زیارت کیجائے۔ عقاقیر۔ عُقّار کی جمع ہے دواؤں کی جڑی بوٹیاں۔

چوں سلیمانِ نبی شاہِ انام[1]
جب شاہ عالم سلیمانؑ نبی نے

ساخت مسجد را و فارغ شد تمام
مسجد بنائی اور بالکل فارغ ہو گئے

ہر صباح اُو را وظیفہ ایں بُدے
صبح کو اُن کا یہ معمول تھا

کآمدے در مسجدِ اقصیٰ شُدے
کہ آتے، مسجدِ اقصیٰ میں جاتے

نو گیاہے رُستہ دیدے اندرو
اُس میں نیا بوٹا اُگا ہوا دیکھتے

پس بگفتے نام و نفعِ خود بگو
تو فرماتے اپنا نام اور فائدہ بتا

تو چہ داروئی چہ نامت چہ ست
تو کس (مرض) کی کیا دوا ہے تیرا کیا نام ہے؟

تو زیاں بر کہ و نفعت بر کہ آست
تو کس کے لئے مُضر اور کس کیلئے نفع رساں ہے؟

پس بگفتے ہر گیاہے فعل و نام
تو ہر بوٹی کام اور نام بتاتی

کہ من آنرا جانم و ایں را حِمام
کہ میں اُس کے لئے جان اور اِس کیلئے موت ہوں

من مرایں را زہرم و آں را شکر
میں اِسکے لئے زہر اور اُس کے لئے شکر ہوں

نامِ من اینست بر لوحِ قدر
لوحِ محفوظ میں میرا یہ نام ہے

پس سلیماں با حکیماں زاں گیا
پھر حضرت سلیمانؑ طبیبوں سے اُس بوٹی کے

شرح کردے نفع و ضرش اے کیا
نفع اور نقصان کی شرح کرتے اے بڑے!

پس[2] طبیباں از سلیماں زاں گیا
تو طبیب حضرت سلیمانؑ کی وجہ سے اُس بوٹی کے بارے میں

عالم و دانا شدند و مقتدا
عالم اور دانا اور مقتدا بنے

تا کتبہائے طبیبی ساختند
یہاں تک کہ انھوں نے طب کی کتابیں تصنیف کیں

جسم را از رنج می پرداختند
بدن کو مرض سے نجات دلائی

ایں نجوم و طب وحیِ انبیاست
یہ نجوم اور طب نبیوں کی وحی ہے

عقل و حس را سوئے بے سُو رہ کجاست
عقل و حس کیلئے لامکان کی جانب راستہ کہاں ہے؟

عقلِ[3] جزوی عقلِ استخراج نیست
ناقص عقل ایجاد کرنیوالی عقل نہیں ہے

جز پذیرائے فن و محتاج نیست
ضرورتمند اور فن کو قبول کرلینے والی کے علاوہ کچھ نہیں ہے

قابلِ تعلیم و فہم ست ایں خرد
یہ عقل تعلیم اور سمجھ کے قابل ہے

لیک صاحبِ وحیِ تعلیمش دہد
لیکن اُس کو صاحبِ وحی تعلیم دیتا ہے

جملہ حرفتہا یقیں از وحی بود
یقیناً تمام پیشے وحی کے ذریعہ ہوتے ہیں

اوّلِ اُو لیک عقل آں را فزود
اُن کی ابتداء، لیکن عقل نے اُن کو بڑھایا

---

[1] انام۔ مخلوق۔ وظیفہ۔ معمول۔ نو گیاہ ہے یعنی حضرت سلیمانؑ کوئی نئی بوٹی اُگی ہوئی دیکھتے تو اُس سے اُس کا نام اور نفع و نقصان دریافت کرتے پس بگفتے۔ وہ جڑی بوٹی اپنا نام اور اپنے افعال و خواص حضرت سلیمانؑ کو بتا دیتی۔ لوح۔ تختی۔ قدر قضا و قدر۔ گیا۔ بوٹی۔

[2] پس۔ طبیب حضرت سلیمانؑ سے اُس بوٹی کے افعال و خواص سیکھ لیتے تھے۔ تا کتبہائے۔ اسکے بعد طبی کتابیں تصنیف ہوئیں جسم و جسمانی بیماریوں کے علاج کرنے لگے۔ ایں نجوم۔ غرضکہ سب علوم کی ابتدا وحی کے ذریعہ ہوئی ہے حدیث شریف ہے۔ اِنَّ نَبِیًّا مِنَ الْاَنْبِیَاءِ کَانَ یَخُطُّ خَطًّا فَمَنْ وَافَقَ خَطَّہٗ صَدَقَ وَمَنْ لَمْ یُوَافِقْ کَذَبَ۔ یعنی ایک نبی لکیر کھینچتے تھے (جس سے آئندہ کے واقعات معلوم ہو جاتے تھے) پس جس (رمّال اور جفّار اور منجم) کی لکیر اُن کی لکیر کے مطابق ہوتی ہے وہ درست ہے اور جس کی مخالف ہوتی ہو وہ غلط ہے۔

[3] عقلِ جزوی۔ عام انسانی عقل۔ استخراج۔ یعنی علم کو ایجاد کرنا۔ قابلِ تعلیم۔ یعنی عام عقل انسانی میں سیکھنے کی صلاحیت ہے اور صاحبِ وحی اُس کو سکھا دیتا ہے۔ لیکن عقل حکماء اور فلاسفہ نے اُن علوم پر اضافے کئے ہیں۔

586

ہیچ[1] حرفت را ببیں کایں عقلِ ما ... تاندا و آموختن بے اوستا

دیکھو! ہماری یہ عقل کوئی پیشہ ... کیا وہ بغیر اُستاد کے سیکھ سکتی ہے؟

گرچہ اندر مکر موی اشگاف بُد ... ہیچ پیشہ رام بے اُستا نشد

اگرچہ (وہ عقل) تدبیر میں بال کو چیرنے والی تھی ... کوئی پیشہ اُستاد کے بغیر قابو میں نہ آیا

دانشِ پیشہ ازیں عقل ار بُدے ... پیشہ بے اُوستا حاصل شُدے

پیشہ کا علم اگر عقل سے ہوتا ... (تو) پیشہ بغیر اُستاد کے حاصل ہو جاتا

آموختن[2] پیشہ گورکنی قابیل از زاغ پیش ازانکہ در عالم

قابیل کا قبر کھودنے کا پیشہ کوّے سے سیکھنا، اس سے پہلے کہ دنیا میں

علمِ گورکنی بُود

قبر کھودنے کا علم ہوا

کندنِ گورے کہ کمتر پیشہ بُود ... کے ز فکر و حیلہ و اندیشہ بُود

قبر کھودنا، جو معمولی پیشہ ہے ... کب غور اور تدبیر اور خیال سے ہوا؟

گر بُدے ایں فہم مر قابیل را ... کے نہادے بر سرِ او ہابیل را

اگر یہ سمجھ قابیل میں ہوتی ... (تو) وہ ہابیل (کی نعش کو) سر پر کب رکھتا؟

کہ کجا غائب کنم ایں کُشتہ را ... ایں بخون و خاک در آغشتہ را

کہ میں اس مقتول کو کہاں چھپاؤں؟ ... اس خون اور مٹی میں لتھڑے ہوئے کو

دید[3] زاغے زاغِ مُردہ در دہاں ... بر گرفتہ تیز می آمد پراں

اس نے دیکھا کہ ایک کوّا مُردہ کوّے کو منہ میں ... لئے تیزی سے اُڑتا آ رہا ہے

از ہوا زیر آمد و شد او بفن ... در پئے تعلیم او را گور کن

وہ ہوا سے نیچے اُترا اور ہنرمندی سے بنا ... قبر کھودنے والا اُس کو سکھانے کیلئے

پس بچنگال از زمیں انگیخت گرد ... زُود زاغِ مُردہ را در گور کرد

پھر اُس نے زمین سے پنجے کے ذریعہ مٹی کھودی ... جلدی سے مرے ہوئے کوّے کو قبر میں رکھ دیا

دفن کردش پس بپوشیدش بخاک ... زاغ از الہامِ حق بُد علمناک

اس کو دفن کر دیا پھر اُس کو مٹی سے چھپا دیا ... کوّا اللہ (تعالیٰ) کے الہام سے عالم تھا

گفت قابیل آہ شہ بر عقلِ من ... کہ بُود زاغے ز من افزوں بفن

قابیل نے کہا آہ، میری عقل پر افسوس ہے ... کہ کوّا ہنر میں مجھ سے بڑھا ہوا ہو

[1] ہیچ حرفت۔ کوئی دستکاری بغیر اُستاد کے نہیں سیکھی جا سکتی۔ گرچہ۔ عقل اگرچہ موشگافیاں کرتی ہے لیکن بغیر اُستاد کے کوئی پیشہ نہیں سیکھ سکتی۔ دانشِ پیشہ۔ کسی پیشہ کا جاننا اگر محض عقل کی وجہ سے ہوا کرتا تو وہ بغیر اُستاد کے حاصل ہو جایا کرتا۔

[2] آموختن۔ قابیل نے قبر کھودنے کا پیشہ کوّے سے سیکھا۔ گورکنی۔ قبر کھودنا۔ کے ز فکر۔ خود قابیل کے غور و فکر سے اُسکو حاصل نہ ہو سکا۔ قابیل۔ حضرت آدم کا لڑکا جس نے اپنے بھائی ہابیل کو قتل کر دیا تھا۔ کے نہادے۔ قتل کے بعد اس کی نعش سر پر لئے پھر رہا تھا۔ ایں کُشتہ۔ یعنی ہابیل۔

[3] دید۔ اس قابیل نے دیکھا کہ کوّا ایک مُردہ کوّے کو لایا اور اس نے زمین کھود کر اُس کو دفن کیا تو اُس کوّے سے قابیل کو قبر کھودنے کا ہنر آیا۔ گورکن۔ قبر کھودنے والا۔ چنگال۔ پنجہ۔ علمناک۔ علم والا، عالم۔ شہ۔ تُف۔

588

عقلِ کُل را گفت مَازاغ البصر — عقلِ جُزوی می کُند ہر سُو نظر

عقلِ کُل کیلئے (اللہ تعالےٰ نے) فرمایا "نگاہ بہکی نہیں" — جُزوی عقل ہر جانب نظر دوڑاتی ہے

عقلِ مازاغ ست نُورِ خاصگاں — عقلِ زاغ اُستادِ گورِ مُردگاں

"مازاغ" والی عقل خاصانِ (خدا) کا نور ہے — کوّے کی عقل مُردوں کی قبر کی اُستاد ہے

جاں کہ اُو دُنبالۂ زاغاں پَرد — زاغ اُو را سُوئے گورستاں بَرد

وہ جان جو کوّوں کے پیچھے اُڑے — کوّا اُس کو قبرستان کی جانب لے جائیگا

ہیں مَرو اندر پئے نفسِ چو زاغ — کو بگورستاں بَرد نے سُوئے باغ

خبردار! کوّے جیسے نفس کے پیچھے نہ لگ — جو قبرستان کی طرف لیجاتا ہے نہ کہ باغ کیجانب

گر رَوی رَو در پئے عنقائے دل — سُوئے قاف و مسجدِ اقصائے دل

اگر لگتا ہے تو دل کے عنقا کے پیچھے لگ — دل کی مسجدِ اقصیٰ اور (کوہ) قاف کیجانب (جا)

نو گیاہے ہر دم از سودائے تو — می دمد در مسجدِ اقصائے تو

تیرے خیال کی نئی گھاس ہر وقت — تیری مسجدِ اقصیٰ میں اُگتی ہے

تو سُلیمانی وار دادِ اُو بدہ — پے بَراز وے پائے رَد بر وے مَنِہ

تو حضرت سلیمانؑ کی طرح اُس کی قدر کر — اُس سے پتہ لگا انکار کا پاؤں اُس پر نہ رکھ

زانکہ حالِ ایں زمینِ با ثبات — باز گوید با تو انواعِ نبات

کیونکہ اس پائدار زمین کی مٹی کا حال — بوٹیوں کی قسمیں تجھ سے پھر کہدیں گی

در زمیں گر نیشکر ور خود نَے ست — ترجمانِ ہر زمیں نبتِ وَے ست

زمین میں خواہ گنا ہو خواہ نرکل — ہر زمین کی پیداوار اُس کی ترجمان ہے

پس زمینِ دل کہ نبتش فکر بُود — فکرہا اسرارِ دلہا را نمود

تو دل کی زمین جس کا بوٹا خیال تھا — خیالات نے دل کے راز ظاہر کردیئے

گر سخن کشّی بیابم اندر انجمن — صد ہزاراں گُل بروئیم در چمن

اگر میں مجلس میں سخن فہم دیکھوں — چمن میں لاکھوں پھول اُگا دوں

ور سخن کُش یابم آں دم زن بمزد — میگریزد نکتہا از دل چو دزد

اگر میں اُس وقت بھڑوے کو بات نہ سمجھنے والا پاؤں — (تو) چور کی طرح نکتے دل سے بھاگتے ہیں

ک[1] عقلِ کُل۔ آنحضورؐ کی عقل کامل تھی قرآن میں آپ کے بارے میں فرمایا گیا ہے مَازَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی یعنی آنحضورؐ کی نگاہ نہ کج ہوئی نہ اُس نے سرکشی کی عقلِ جُزوی۔ عام انسانی عقل۔ عقلِ مازاغ۔ جو عقل صحیح کام کرتی ہے وہ خاصانِ خدا کا نور ہے جوانہی کو عطا کردیا گیا ہے۔ عقلِ زاغ۔ کوّے کی عقل تو اتنی ہی ہے کہ وہ قابیل کو گور کنی سکھا سکی۔ زاغ ماں شیاطین بناوٹی شیوخ۔

ک[2] ہیں مرو۔ تیرا نفس بھی چالاکی میں کوّا ہے اُسکے پیچھے نہ لگ ورنہ تجھے گورستان میں پہنچا دیگا۔ قاف دل۔ دل چونکہ اسرار کا مرکز ہے اُس کے پیچھے چل۔ قاف پہاڑ کا نام ہے جو عنقا کا مقام مانا گیا ہو۔ نو گیاہے۔ تیرا دل مسجدِ اقصیٰ ہے اُس کے خیالات وہ بوٹیاں ہیں جو مسجدِ اقصیٰ میں اُگتی تھیں۔ تو سلیمان وار جس طرح حضرت سلیمانؑ اُن بوٹیوں سے علم حاصل کرتے تھے تو بھی اپنے خیالات سے دل کا علم حاصل کرتا رہ۔ زانکہ۔ جس طرح کے خیالات پیدا ہونگے اُس سے قلب کی حالت کا اندازہ ہوگا۔

ک[3] در زمیں۔ زمین کی اچھائی اور بُرائی کا معیار اسکی پیداوار ہے جو زمین گنا اُگائے وہ بہتر ہے اور جو زمین نرکل اُگائے وہ خراب ہے۔ زمینِ دل۔ خیالات دل کی زمین کی پیداوار ہیں اُن سے دل کی اچھائی بُرائی معلوم ہو جائیگی۔ گر سخن کش۔ اگر مجلس میں سخن فہم ہوتے ہیں تو کہنے والے کا دل کھلتا ہے۔ ور سخن کش۔ اگر سامعین نافہم ہوں تو نکتے فرار اختیار کر لیتے ہیں۔

589

مُستمع[1] چوں نیست خاموشی بہ است | نکتۂ از نا اہل گر پوشی بہ است
جب سننے والا نہیں ہے، چُپ رہنا بہتر ہے | اگر نکتہ کو تُو نا اہل سے چھپائے تو بہتر ہے

جُنبشِ ہر کس بسُوی جاذِب است | جذبِ صادق نے چو جذبِ کاذِب است
ہر شخص کی حرکت کھینچنے والے کی طرف ہے | سچی کشش جھوٹی کشش کی طرح نہیں ہے

می رَوی گہ گمرہ و گہ در رَشَد | رشتہ پیدا نے و آں کِت می کشد
تو کبھی گمراہ ہو کر چلتا ہے اور کبھی راہِ راست پر | نہ ڈور ظاہر ہے اور نہ وہ جو تجھے کھینچتا ہے

اُشترے کُوری مہارِ تو رہیں | تو کشش می بیں مہارت را مبیں
تو اندھا اونٹ ہے، تیری مہار گروی ہے | تو کشش کو دیکھ، اپنی مہار کو نہ دیکھ

گر شُدے[2] محسوس جذّابِ مہار | پس نماندے ایں جہاں دارالغرار
اگر مہار کھینچنے والا ظاہر ہو جاتا | تو یہ دنیا دھوکے کا گھر نہ رہتی

گبر دیدے کُو پئے سگ می رَوَد | سُخرۂ دیوِ سیہ رُو می شود
کافر دیکھ لیتا کہ وہ کتے کے پیچھے جا رہا ہے | سیاہ رُو شیطان کا فرمانبردار بن رہا ہے

دَر پئے اُو کے شُدے ہمچوں اسیر | پائے خود را وا کشیدے طفلِ پیر
قیدی کی طرح اس کے پیچھے کب جاتا؟ | یہ بوڑھا لڑکا اپنا پاؤں کھینچ لیتا

دَر پئے اُو کے شُدے مانندِ حیز | پائے خود را وا کشیدے گبر نیز
ہیجڑے کی طرح اس کے پیچھے کب جاتا؟ | کافر بھی اپنا پاؤں کھینچ لیتا

گاو[3] اگر واقف ز قصّاباں بُدے | کے پئے ایشاں بداں دُکاں شُدے
اگر گائے قصائیوں سے واقف ہوتی | (تو) کب اُنکے پیچھے اس دکان تک جاتی

یا بخوردے از کفِ ایشاں سبُوس | یا بدادے شیر شاں از چاپلوس
یا کب اُنکے ہاتھ سے بھوسی کھاتی؟ | یا پیار سے کب اُن کو دودھ دیتی؟

وَر بخوردے کے علف، ہضمش شُدے | گر ز مقصودے علف واقف بُدے
اور اگر کھاتی تو چارہ اُس کو کب ہضم ہوتا؟ | اگر چارے کے مقصد سے وہ واقف ہوتی؟

پس ستونِ ایں جہاں خود غفلت است | چیست دولت کایں دوا دو با لت است
تو اس دنیا کا ستون خود غفلت ہے | دولت کیا ہے، یہ بھاگ دوڑ ہے، مار پیٹ کی تھ

اوّلش دَوْدَوْ با آخر لت بخور | جُز دریں ویرانہ نبود مرگِ خر
اس کی ابتدا بھاگ دوڑ آخر مار کھا ہے | اِس ویرانہ میں گدھے کی موت کے سوا نہیں ہے

---

[1] مستمع جب سننے والوں میں اہلیت نہ ہو تو خاموشی بہتر ہے اسرار و حِکَم نا اہلوں کو بتانے چاہئیں جنبش سننے والے کا جذبہ مضامین کی کشش کا سبب ہے اور جذبہ بھی صادق ہونا ضروری ہے۔ می رَوی جسطرح ظاہری کشش ہو اسیطرح ایک پوشیدہ کشش ہو جو کبھی سیدھا چلاتی ہو کبھی ٹیڑھا اور انسان بندھا ہوا ہو لیکن نہ بندش نظر آتی ہے اور نہ کھینچنے والا۔ اُشتر۔ انسان کی مثال اندھے اونٹ کی سی ہے جس کی مہار دوسرے کے قبضہ میں ہوتی ہے انسان کو کھینچنے والے کی طرف دھیان دینا چاہیئے۔

[2] گر شُدے۔ اگر انسان کا غیر محسوس مہار کھینچنے والا ظاہر ہو جائے تو دنیا دھوکے کا گھر نہ رہے۔ جذّاب۔ کھینچنے والا۔ دارالغرار۔ دارالغرور دھوکے کا گھر۔ گبر۔ کافر کو گمراہی کی طرف کھینچنے والا رُو سیاہ کتا شیطان ہے۔ دَر پئے۔ پھر وہ کافر کبھی اس کا اتباع نہ کرتا۔ حیز۔ نامرد۔ گبر۔ یعنی کافر۔

[3] گاو۔ گائے اگر قصائی کی حقیقت سے واقف ہو جائے تو کبھی بھی اسکے پیچھے اس کی دکان تک نہ جائے نہ اسکے ہاتھ سے چارہ کھائے نہ اسکو دودھ پلائے۔ وَر بخورد۔ اگر مجبوری میں قصائی کے ہاتھ کی گھاس کھاتی تو کبھی ہضم نہ ہوتی علف۔ چارہ۔ پس۔ دنیا کا بقا اور کاروبار اسی غفلت سے چل رہا ہے ورنہ دنیا کی دولت کا خلاصہ بھاگ دوڑ اور مار پیٹ کے سوا کچھ نہیں ہے دَو دَو بھاگ

تو بجد کارے کہ بگرفتی بدست
تو نے جس کام کو کوشش سے ہاتھ میں پکڑا ہے

عیبش ایں دم بر تو پوشیدہ شدست
اس وقت تجھ پر اُس کا عیب پوشیدہ ہے

زاں ہمی تانی بدادن تن بکار
اسی وجہ سے تو اُس میں مصروف ہو سکا ہے

کہ بپوشید از تو عیبش کردگار
کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تجھ سے اُسکا عیب پوشیدہ کیا ہے

ہمچنیں ہر فکر کہ گرمی دراں
اسی طرح ہر وہ خیال جس میں تو سرگرم ہے

عیبِ آں فکرت شُدست از تو نہاں
تیرے اُس فکر کا عیب تجھ سے پوشیدہ ہے

بر تو گر پیدا شدے زاں عیب و شین
اگر اُس کا عیب اور نقصان تجھ پر عیاں ہو جاتا

زو رمیدے جانت بعد المشرقین
تیری جان اُس سے مشرق و مغرب کی دوری پر بھاگتی

حال کاخر زو پشیماں می شوی
وہ حال جس سے تو آخر میں شرمندہ ہوتا ہے

گر شود ایں حالت اول کے دوی
اگر تیری یہ حالت شروع میں ہو جاتی تو کب دوڑتا؟

پس بپوشید اول آں بر جانِ ما
(اللہ نے) شروع میں اُس کو ہم پر پوشیدہ کر دیا ہے

تا کنیم آں کار بر وفقِ قضا
تاکہ ہم قضا کے مطابق وہ کام کریں

چوں قضا آورد حکمِ خود پدید
جب قضا نے اپنا حکم ظاہر کر دیا

چشم وا گشت و پشیمانی رسید
آنکھ کھلی اور شرمندگی ہوئی

ایں پشیمانی قضائے دیگر ست
یہ شرمندگی ایک دوسری قضا ہے

ایں پشیمانی بہل حق را پرست
اس شرمندگی کو رہنے دے اللہ کی عبادت کر

ور کنی عادت پشیماں خود شوی
اگر تو عادت ڈالے گا شرمندگی خود بنجائیگا

زیں پشیمانی پشیماں تر شوی
اس شرمندگی سے (اور) زیادہ شرمندہ ہوگا

نیمِ عمرت در پریشانی شود
تیری آدھی عمر پریشانی میں (صرف) ہو جائیگی

نیمِ دیگر در پشیمانی رود
باقی آدھی شرمندگی میں چلی جائے گی

ترکِ ایں فکر و پشیمانی بگو
اِس فکر اور شرمندگی کو چھوڑ

حال و یار و کارِ نیکو تر بجو
اچھا حال اور یار اور کام تلاش کر

ور نہ داری کارِ نیکو تر بدست
اگر تیرے پاس کوئی اچھا کام نہیں ہے

پس پشیمانیت بر فوتِ چہ است
تو تیری شرمندگی کس چیز کے کھو جانے پر ہے؟

انسان کو اچھے عمل اچھی صحبت اختیار کرنی چاہیے۔ ور نہ داری۔ اگر یہ ہے کہ تیرے پاس کوئی نیک کام موجود ہی نہیں ہے اِس لئے تو تجھے کام کی شرمندگی میں وقت گذار رہا ہے تو پھر یہ بتا کہ تو شرمندہ کس کام کے چھوٹنے پر ہو رہا ہے۔

لے تو بجد۔ آدمی جس کام میں محنت اور کوشش سے لگتا ہے خدا اُس کام کے عیب اُس سے مخفی رکھتا ہے تب ہی وہ لگا رہتا ہے۔ ہمچنیں۔ یہ بات صرف کام میں ہی نہیں ہے فکر و خیال میں بھی ہے۔ بر تو۔ اگر اُس خیال کا عیب ظاہر ہو جائے تو آدمی اس سے کوسوں بھاگے۔ بعد المشرقین۔ وہ فاصلہ جو مشرق اور مغرب میں ہے۔

ٹھ حال۔ جس حالت اور کیفیت سے انسان آخر میں شرمندہ ہوگا اگر ابتداءً اُس کی کیفیت معلوم ہو جائے تو اُس میں کبھی نہ لگے۔ قضا۔ قضاءِ خداوندی کا تقاضا یہی ہے کہ کام اور خیال کی بُرائی انسان پر ظاہر نہ ہو ورنہ قضا کے مطابق کام نہ کر سکے گا۔ ایں پشیمانی۔ ایک تو وہ کام مقدر میں تھا پھر یہ پریشانی ایک دوسری قضاءِ خداوندی ہے۔ ایں پشیمانی۔ گناہ پر شرمندہ ہونا زیادہ مفید نہیں ہے بلکہ اعمالِ صالحہ میں لگنا زیادہ مفید ہے۔ ور کنی۔ اگر انسان گناہوں پر شرمندگی میں پھنس کر رہ گیا تو انجام کار اس شرمندگی سے اُس کو اور شرمندگی ہوگی۔

ٹھ نیم عمرت۔ اگر انسان گناہوں پر شرمندگی ہی اپنا شیوہ بنائے گا تو نتیجہ یہ ہوگا کہ آدھی عمر تو کاموں کی پریشانی میں گذری اور آدھی شرمندگی میں گذری کوئی نیک عمل اُس کے ہاتھ نہ آیا۔ ترک۔ پشیمانی کی عادت چھوڑ کر

گر ہمی[1] دانی رہِ نیکو پرست — وَر ندانی چوں بدانی کایں بَدست
اگر تو اچھا راستہ جانتا ہے عبادت کر — اور اگر نہیں جانتا ہے تو کیسے جانے گا کہ یہ بُرا ہے؟

بَد ندانی چوں ندانی نیک را — ضد را از ضد تواں دیدا ے فتیٰ
جبتک تو نیکی کو نہیں سمجھے گا بُری کو نہ سمجھیگا — اے نوجوان! ضد کو ضد سے پہچانا جاسکتا ہے

چوں ز ترکِ فکرِ ایں عاجز شُدی — از گنہ آنگاہ ہم عاجز بُدی
جبکہ تو اس فکر کے چھوڑنے سے عاجز ہوگیا ہو — اُس وقت گناہ (چھوڑنے) سے عاجز تھا

چوں بُدی عاجز پشیمانی ز چیست — عاجزی را باز جُو کز جذبِ کیست
جب تو عاجز تھا تو شرمندگی کاہے کی ہے؟ — عاجزی کی جستجو کر کہ وہ کس کی کشش سے ہے

عاجزی بے قادری اندر جہاں — کس ندیدست و نباشد ایں بداں
عاجزی بغیر قدرت کے دنیا میں — یہ سمجھ لے کسی نے نہیں دیکھی اور نہ ہوگی

ہمچنیں[2] ہر آرزو کہ می بَری — تو ز عیبِ آں حجابے اندری
اسی طرح جو آرزو تو کرتا ہے — تو اُس کے عیب سے پردہ میں ہے

وَر نمودے علتِ آں آرزو — خود رمیدے جانِ تو از جستجو
اگر اللہ (تعالیٰ) اُس آرزو کا عیب نمودار کردیتا — تو تیری جان جستجو سے خود بھاگتی

گر نمودے عیبِ آں کار او ترا — کس نبردے کَش کشاں آنسو ترا
اگر اُس کام کا عیب وہ (خدا) ظاہر کردیتا — کوئی کھینچ تان سے تجھے اُدھر نہ لے جاسکتا

واں دِگر کارے کزاں ہستی نفور — زاں بُود کہ عیبش آمد در ظہور
وہ دوسرا کام جس سے تو متنفر ہے — اس وجہ سے ہے کہ اُس کا عیب ظاہر ہوگیا ہو

اے خدائے[3] رازدانِ خوش سخن — عیبِ کارِ بد زما پنہاں مکُن
اے رازداں، شیریں کلام خدا! — بُرے کام کا عیب ہم سے پوشیدہ نہ رکھ

عیبِ کارِ نیک را منما بما — تا نگردیم از روش سرد و ہبا
ہمیں اچھے کام میں عیب نہ دکھا — تاکہ ہم رفتار میں ٹھنڈے اور ناچیز نہ بنیں

ہم برآں عادت سُلیمانِ سَنی — رفت در مسجد میانِ روشنی
بزرگ سلیمانؑ اسی عادت کے مطابق — (صبح کی) روشنی میں مسجد میں گئے

نیک کام میں کوئی عیب رونما نہ کر۔ ہبا۔ ذرہ، یعنی ناچیز۔ ہم برآں۔ حضرت سلیمانؑ اپنی عادت کے مطابق صبح صادق کے بعد مسجدِ اقصیٰ جاتے تھے اور نئی بوٹی تلاش کرتے تھے۔ تاکہ اُس سے اُس کے فوائد اور مُضرات معلوم کریں۔

[1] گر ہمی دانی۔ اگر تجھے نیک راستہ معلوم ہے تو اُس پر چل اور اگر تجھے نیک راستہ معلوم ہی نہیں ہے تو تو نے یہ کیسے سمجھا کہ تو غلط راستہ پر تھا۔ بد ندانی۔ جو شخص بدی کو نہیں سمجھتا ہے وہ نیکی کو نہیں سمجھ سکیگا اس لئے کہ ایک چیز کو اُس کی ضد سے جانا جاسکتا ہے۔ چوں ز ترک۔ ہماری نصیحت ہے کہ شرمندگی ختم کرکے عمل شروع کر اگر تو یہ کہے کہ شرمندگی ختم کرنے سے میں عاجز ہوں تو ایسا عجز تو گناہ چھوڑنے پر بھی تھا لہٰذا تیرا گناہ اضطراری ہوا، اور اضطراری فعل پر شرمندگی لغویات ہے۔ عاجزی۔ تیری عاجزی قضائے خداوندی سے اختیار کے سلب ہوجانے کی وجہ سے نہیں ہے۔ عاجزی۔ انسان کا عجز، قدرت سلب ہونے کی وجہ سے نہیں ہے۔

[2] ہمچنیں۔ مولانا پھر پہلے مضمون کو بیان کرتے ہیں کہ انسان کی ہر تمنا اس بنا پر ہے کہ اس کا عیب اُس سے پوشیدہ ہے۔ علت۔ عیب۔ کس نبردے۔ اگر اس آرزو کا عیب واضح ہوجائے تو پھر انسان کھینچنے سے بھی اُدھر نہ جائے۔ واں دگر جس کام سے انسان کو نفرت ہوتی ہے اُس کی وجہ یہی ہے کہ اُس کا عیب انسان پر ظاہر ہوجاتا ہے۔

[3] اے خدا مولانا نے یہاں سے مناجات شروع کردی ہے کہ اے اللہ بُرے کاموں کے عیب کو ہم سے مخفی نہ رکھ اور

قاعدہ ہر روز را می جست شاہ — کہ بہ بیند مسجد اندر نو گیا

روزانہ کا قاعدہ تھا کہ شاہ تلاش کرتے — تاکہ مسجد میں (کوئی) نئی بوٹی دیکھیں

دل بہ بیند سِر بداں چشمِ صفی — آں حشایش کہ شُد از عامہ خفی

مصفّی آنکھ سے دل دیکھ لیتا ہے راز — اُن بوٹیوں کا جو عوام سے پوشیدہ ہیں

قصۂ صوفی کہ درمیانِ گلستاں سر بزانو نہادہ مُراقب بُود یارانش

اُس صوفی کا قصہ جو باغ میں زانو پر سر رکھے ہوئے مراقبہ میں تھا، اُس کے دوستوں

گفتند سر برآر و تفرّج کن گلستان و ریاحین و مُرغان را کہ

نے کہا کہ سر اُٹھا باغ اور پھولوں اور پرندوں کی سیر کر کیونکہ (حکم ہے) اللہ کی

فَانظُرُوا اِلٰی آثارِ رحمۃ اللہ و جواب گفتن صُوفی یاراں را

رحمت کی نشانیوں پر نظر کرو اور صوفی کا دوستوں کو جواب دینا

صوفئے در باغ از بہرِ کشاد — صوفیانہ رُوی بر زانو نہاد

ایک صوفی نے باغ میں مشاہدہ کے لئے — صوفیوں کے طریقہ پر منہ زانو پر رکھ دیا

پس فرو رفت اُو بخود اندر نغُول[1] — شد ملول از صورتِ خوابش فضول

وہ گہرائی میں اُتر گیا — ایک لغو انسان اُسکی نیند کی (سی) صورت سے پریشان ہوگیا

کہ چہ خُسپی[2] آخر اندر رز نگر — ایں درختاں بین و آثارِ خضر

کہ کیوں سوتا ہے؟ انگوروں کو دیکھ — ان درختوں اور سبزے کے آثار کو دیکھ

امرِ حق بشنو کہ گفت ست اُنظرُوا — سُوی ایں آثارِ رحمت آر رُو

اللہ (تعالیٰ) کا حکم سُن اُسنے فرمایا ہے اس کو دیکھو — رحمت کے اِن آثار کی جانب رُخ کر

گفت آثارش دلست اے بُوالہوس — آں بروں آثارِ آثارست و بس

اُس نے کہا اے بُوالہوس اُسکے آثار دل ہے — وہ باہر فقط آثار کے آثار ہیں

باغہا و سبزہا در عینِ جاں — بر بروں عکسش چو در آبِ رواں

باغات اور سبزے جان میں ہیں — باہر اُس کا عکس ہے جیسا کہ رواں پانی میں

آں خیالِ[3] باغ باشد اندر آب — کہ کُند از لُطفِ آبِ آں اضطراب

پانی میں باغ کا عکس ہوتا ہے — جو پانی کی لطافت کی وجہ سے بیتاب رہتا ہے

باغہا و میوہا اندر دل ست — عکسِ لُطفِ آں بریں آب و گِل ست

باغات اور پھل دل کے اندر ہیں — اُسکی لطافت کا عکس اِس پانی اور مٹی پر ہے

[1] دل بہ بیند جس طرح حضرت سلیمان بوٹیوں سے اُنکے حالات معلوم کر لیتے تھے اسیطرح صوفی اپنے دل کی مُصفّی آنکھوں سے معارف کا راز دیکھ لیتا ہے۔ حشائش حشیش کی جمع ہے، گھاس۔ تفرّج۔ تفریح۔ ریاحین۔ ریحان کی جمع ہے، ہر خوشبودار پودا۔ کشاد۔ کشادگی۔ تفریحِ طبع۔ نغول۔ گہرائی۔

[2] چہ خسپی۔ اس شخص نے مراقبہ کو سونے سے تعبیر کیا۔ رز۔ انگور۔ خضر۔ سبزہ۔ امرِ حق قرآن پاک میں ہے۔ فَانظُرُوا اِلٰی آثارِ رحمۃ اللہ کیفَ یُحیِی الارضَ بعدَ موتِھا۔ پس تم دیکھو اللہ کی رحمت (بارش) کے آثار (نباتات) کو وہ کس طرح زمین کو زندہ کر دیتا ہے اُسکے مُردہ ہو جانیکے بعد۔ گفت اُن صوفی نے کہا کہ در اصل رحمت کے آثار دل کے آثار ہیں جن کا مراقبہ میں مشاہدہ ہوتا ہے اور یہ دنیا کے باغ و بہار دل کی نشانیوں کے نشانات ہیں اور جس طرح اس باغ و بہار کا عکس اس نہر میں نظر آتا ہے جو باغ میں رواں ہے اسی طرح یہ باغ و بہار دل کے آثار کا عکس ہیں۔

[3] آں خیال۔ جو پانی میں نظر آتا ہے وہ اصل نہیں ہوتا بلکہ صرف عکس ہوتا ہے۔ باغہا۔ کائنات میں ہر چیز کسی صفتِ خداوندی کا مظہر ہے اور قلبِ انسانی تمام صفات کا مظہر ہے لہٰذا اصل وہ آثار ہیں جو دل میں نمایاں ہوتے ہیں اور یہ کائنات اس سے درجہ

گر نبودے عکسِ آں سرو سرور ، پس نخواندے ایزدش دارُ الغُرور

اگر (یہ) اُس سرور کے سرور کا عکس نہ ہوتا ، تو اُس کو اللہ (تعالیٰ) دھوکے کا گھر نہ فرماتا

ایں غرور آنست یعنی آں خیال ، ہست از عکسِ دل و جانِ رجال

یہ دھوکہ وہی ہے یعنی وہ عکس ، انسانوں کے دل اور جاں کا عکس ہے

جملہ مغروراں بریں عکس آمدہ ، بر گمانے کایں بُود جنت کدہ

سب دھوکے میں پڑے ہوئے اس عکس پر جمع ہیں ، اِس گمان سے کہ یہ جنت کدہ ہوگا

می گریزند از اصولِ باغہا ، بر خیالے می کنند ایں لاغہا

وہ باغوں کی اصلوں سے بھاگتے ہیں ، یہ بکواس عکس پر کر رہے ہیں

چونکہ خوابِ غفلت آید شاں بسر ، راست بینند و چہ سُود ست آں نظر

جب اِن کی غفلت کی نیند ختم ہو گی ، ٹھیک دیکھ لیں گے (لیکن) وہ دیکھنا کیا مفید ہے

پس بگورستاں غریو افتاد وہ آہ ، تا قیامت زیں غلط واحسرتاہ

قبرستان میں بہت شور اور آہ ہے ، قیامت تک اِس غلطی سے ، افسوس

اے خنک آنکس کہ پیشِ مرگ مُرد ، یعنی او از اصلِ ایں رز بوئے برد

وہ شخص قابلِ مبارکباد ہے ، جو مرنے سے پہلے مرگیا ، یعنی اُس کو اِس انگورستان کی اصل کا پتہ چل گیا

قصۂ رُستنِ خرّوب در گوشۂ مسجدِ اقصیٰ و غمگین شدنِ سلیمان علیہ السّلام ازاں چوں بہ سخن در آمد و نام و خاصیّتِ خود گفت

مسجدِ اقصیٰ کے کنارے پر خرّوب اُگنے کا قصہ اور اُس سے حضرت سلیمان علیہ السلام کا رنجیدہ ہونا جبکہ اُس نے بات کی اور اپنا نام اور خاصیت بتائی

ہمچنیں روزے سلیمانؑ از قضا ، شد بعادت مسجد اندر اے فتیٰ

تقدیر سے ایک روز (حضرت) سلیمانؑ ، اے نوجوان! عادت کے مطابق مسجد کے اندر گئے

نو گیاہے دید اندر گوشۂ ، رُستہ بر وے دانہ ہمچوں خوشۂ

ایک گوشہ میں ایک نئی بوٹی دیکھی ، خوشہ کی طرح اُس پر دانے اُگے ہوئے تھے

دید پس نادر گیاہے سبز و تر ، می ربود آں سبزیش نور از بصر

انھوں نے ایک بہت کمیاب سبز اور تر بوٹی دیکھی ، اُس کی سبزی آنکھ کی روشنی کو اُچک رہی تھی

پس سلامش کرد در حال آں حشیش ، او جوابش گفت و بشگفت از خویش

اُس بوٹی نے فوراً اُن کو سلام کیا ، انھوں نے جواب دیا اور اسکی خوشنمائی سے کھل گئے

لہ دارُ الغرور ، دھوکے کا گھر ، ایں غرور ۔ اِس دنیا کو دھوکہ کا گھر اسی بنیاد پر فرمایا گیا ہے کہ یہ کائنات دل کے آثار کا عکس ہے ۔ مغروراں ۔ جو لوگ دھوکے میں پڑے ہوئے ہیں ۔ اِسی کائنات کو اصل اور جنت کدہ سمجھے ہوئے ہیں ۔ می گریزند ۔ جو ان باغوں کی اصل ہے یعنی دل کی باغ و بہار اُس سے بھاگتے ہیں اور اُس عکس کے حصول پر شیخی بگھارتے ہیں ۔ چونکہ جب اِس خوابِ غفلت سے بیدار ہونگے اصل حقیقت نظر آئیگی لیکن اُس وقت کوئی فائدہ نہ ہوگا ۔ بگورستان ۔ اُس وقت یہ لوگ قبرستان میں ہونگے ۔ اور دارالعمل سے جاچکے ہونگے تو سوائے آہیں بھرنے اور واحسرتا کہنے کے کچھ حاصل نہ ہوگا ۔

لہ اے خنک ۔ جس شخص نے موت سے پہلے فنا حاصل کرلی اور اصل باغوں کا راز پالیا وہ قابلِ مبارکباد ہے ۔ قصہ ۔ یہاں سے پھر حضرت سلیمانؑ کا بوٹیوں سے ہمکلام ہونا بیان کیا ہے ۔ خرّوب ۔ برباد کرنیوالا ، ایک گھاس کا نام ہے جس کا اُگنا مکان کی بربادی کی نشانی ہے ۔ مسجد یعنی مسجدِ اقصیٰ ۔ خوشہ یعنی اُگے اور پر خوشہ کی طرح گچھا دانے تھے ۔

لہ دید ۔ حضرت سلیمانؑ نے یہ نئی بوٹی دیکھی جو بہت ہی سرسبز و شاداب تھی تو وہ جیسی بوٹی نے حضرت سلیمانؑ کو سلام کیا ۔ بشگفت یعنی اس بوٹی کی خوشنمائی سے حضرت سلیمانؑ کی طبیعت شگفتہ ہوئی ۔

گفت نامت چیست برگو بے دہاں
اُنھوں نے فرمایا ہاں بتا تیرا کیا نام ہے؟

گفت خرّوبست اے شاہِ جہاں
اُس نے کہا اے شاہِ جہاں! (میرا نام) خرّوب ہے

گفت اندر تو چہ خاصیت بُوَد
فرمایا تیرے اندر کیا خاصیت ہے

گفت من[1] رُستم مکاں ویراں شود
اُس نے کہا میں اُگوں تو مکان ویران ہوجائے

من کہ خرّوبم خرابِ منزلم
میں چونکہ خرّوب ہوں مکان کی خرابی ہوں

ہادمِ بُنیادِ ایں آب و گِلم
میں اِس پانی اور مٹی کو ڈھانے والی ہوں

پس سُلیماںؑ آں زماں دانست زود
تو سلیمان اُس وقت جلد سمجھ گئے

کہ اجل آمد سفر خواہد نمُود
کہ موت (قریب) آگئی، وہ سفرِ آخرت کریں گے

گفت تا من ہستم ایں مسجد یقیں
اُنھوں نے (دل میں) کہا جب تک میں (زندہ) ہوں یہ مسجد یقیناً

در خلل ناید ز آفاتِ زمیں
زمین کی آفتوں سے خلل میں نہ آئے گی

تا کہ من باشم وجودِ من بُوَد
جب تک میں ہوں (اور) میرا وجود ہے

مسجدِ اقصیٰ مخلّل کے شوَد
مسجدِ اقصیٰ کب تباہ ہو سکتی ہے؟

پس خرابی مسجدِ ما بے گماں
تو یقیناً ہماری مسجد کی تباہی

نبُود الّا بعدِ مرگِ ما بداں
ہمارے مرنے کے بعد ہی ہوگی، سمجھ لے

مسجدست[2] آں دل کہ جسمش ساجد است
وہ دل مسجد ہے، جس کا جسم نمازی ہے

یارِ بد خرّوب ہر جا مسجدست
جس جگہ مسجد ہے، بُرا دوست خرّوب ہے

یارِ بد چوں رُست در تو مہرِ اُو
تیرے اندر جب بُرے دوست کی محبت اُگی

ہیں ازو بگریز و کم کُن گفتگو
خبردار! اُس سے بھاگ، بات نہ کر

بر کَن از بیخش کہ گر سر بر زنَد
اسکو جڑ سے اُکھاڑ دے اس لئے کہ اگر اُبھرے گی

مر ترا و مسجدت را بر کَنَد
تجھے اور تیری مسجد کو اُکھاڑ دے گی

عاشقا خرّوبِ تو آمد کژی
اے عاشق! کجی تیری خرّوب ہے

ہمچو طفلاں سُوئے کژ چوں می غژی
تو کجی کی طرف گھٹنوں کے بل بچوں کیطرح کیوں رینگتا ہے؟

خویش[3] را نادان و مجرم گو مترس
اپنے آپ کو نادان اور مجرم کہہ، ڈر

تا نہ دُزدد از تو آں اُستاد درس
تاکہ درس کا اُستاد تجھ سے (آنکھ) نہ چُرائے

چوں بگوئی جاہلم تعلیم دہ
جب تو کہے گا میں جاہل ہوں، سکھا دے

اینچنیں انصاف از ناموس بہ
ایسا انصاف، بڑائی سے بہتر ہے

---

[1] من رُستم۔ اُس بوٹی نے کہا جہاں میں اُگتی ہوں وہ جگہ ویران ہوجاتی ہے۔ خرّوب۔ چونکہ میرا نام خراب کنندہ ہے لہٰذا میں مکان کی بربادی کی علامت ہوں۔ آب و گِل یعنی مکان۔ پس سلیمانؑ مسجد کی تباہی سے حضرت سلیمانؑ سمجھ گئے کہ اُن کی وفات کا وقت آگیا ہے کیونکہ اُن کی زندگی میں اِس مسجد کی بربادی نہ ہوسکتی تھی۔ مخلّل۔ خلل یافتہ۔ پس خرابی۔ مسجد کی بربادی تو میرے مرنے کے بعد ہوسکے گی۔

[2] مسجدست۔ یہاں سے مولانا نے ایک ارشادی مضمون شروع فرمایا ہے کہ جس دل کا جسم نمازی ہو وہ دل مسجد ہے اور بُری صحبت اُس کیلئے خرّوب بوٹی ہے۔ یار بد جب بُرے دوست کی محبت دل میں اُگے گی تو مسجدِ دل برباد ہوجائیگی اور تو تباہ ہوجائیگا۔ عاشقا۔ سالک کے دل کی خرّوب اُس کے دل کی کجی ہے جو اسکو مرشد سے دور کرتی ہے۔ غژی۔ غژیدن گھٹنوں کے بل چلنا۔

[3] خویش را۔ شیخ کے سامنے اپنے آپ کو نادان اور مجرم سمجھ تاکہ وہ تعلیم دینے میں دریغ نہ کرے۔ چوں بگوئی۔ جب تو اپنے جہل اور خطا کا اقرار کریگا تو شیخ تجھے تعلیم دیگا۔ انصاف۔ یہ جہالت کے اقرار کی ذلت جو واقعی ہے جہالت کے فخر سے بہت بہتر ہے۔

از پدر[1] آموز اے روشن جبیں — رَبَّنَا گفت و ظَلَمْنَا پیش ازیں

اے روشن جبین! باپ سے سیکھ لے — اُس نے اِس سے پہلے ربنا اور ظلمنا کہا ہے

نے بہانہ کرد و نے تزویر ساخت — نے لوائے مکر و حیلت بر فراخت

نہ بہانہ کیا، نہ مکر کیا — نہ مکر اور حیلہ کا جھنڈا بلند کیا

باز آں ابلیس بحث آغاز کرد — کہ بُدم من سرخرو کردیم زرد

پھر اُس شیطان نے بحث شروع کر دی — کہ میں سُرخرو تھا تو نے مجھے شرمندہ کیا

رنگ رنگِ تست صباغم توئی — اصلِ جرم و آفت و داغم توئی

رنگ تیرا ہی رنگ ہے، تو ہی مجھے رنگنے والا ہو — میرے جرم اور آفت اور داغ کی جڑ تو ہے

ہیں بخواں رَبِّ بِمَا اَغْوَیْتَنِیْ — تا نگردی جبری و کژ کم تنی

خبردار! رَبِّ بِمَا اَغْوَیْتَنِیْ کو پڑھ لے — تاکہ تو جبری نہ بنے اور ٹیڑھا نہ چلے

بر درختِ[2] جبر تا کے بر جہی — اختیارِ خویش را یک سُو نہی

جبر کے درخت پر کب تک کودتا پھرے گا! — اپنے اختیار کو ایک طرف رکھے گا

ہمچو آں ابلیس و ذریاتِ او — با خدا در جنگ و اندر گفتگو

شیطان اور اُس کی اولاد کی طرح — اللہ (تعالیٰ) کے ساتھ لڑائی اور گفتگو میں ہے

چوں بود اکراہ با چندیں خوشی — کہ تو در عصیاں ہمی دامن کشی

اتنی خوشی کے ساتھ جبر کیسے ہو سکتا ہے؟ — کہ تو گناہوں میں دامن گھسیٹتا ہے

آنچناں خوش کش رود در مکرہی — کس چناں رقصاں رود در گمرہی

جبر کی حالت میں اس طرح خوشی سے کون دوڑتا ہو؟ — کون ہے جو اس طرح گمراہی میں ناچتا ہوا جائے؟

بیست مردہ جنگ می کردی در آں — کت ہمی دادند پند آں دیگراں

تو نے اس معاملہ میں بیس انسانوں کی طرح جنگ کی — وہ دوسرے جبکہ تجھے نصیحت کرتے تھے

کہ صواب[3] اینست و راہ اینست و بس — کہ زند طعنہ مرا جز ہیچ کس

کہ صحیح یہی ہے اور بس راستہ یہی ہے — مجھے نالائق کے سوا کون طعنہ دے سکتا ہے؟

کے چنیں گوید کسے کو مکرہ ست — چوں چنیں جنگد کسے کو بے رہ ست

جو مجبور ہے وہ کب اس طرح کہتا ہے؟ — ایسی لڑائی کب لڑ سکتا ہے وہ جو کہ (جبراً) بے راہ ہے

ہر چہ نفست خواست داری اختیار — ہر چہ عقلت خواست آری اضطرار

جس چیز کو تیرا جی چاہے تو اُس میں اختیار رکھتا ہے — جو تیری عقل چاہتی ہو اُس پر مجبوری کو پیش کرتا ہے

---

[1] از پدر۔ حضرت آدمؑ نے فوراً اعتراف کر لیا تھا شیطان کی طرح عذر اور بہانے نہ بنائے تھے۔ لوا۔ جھنڈا۔ باز شیطان نے اپنی خطا کے سلسلہ میں خدا سے بحث شروع کر دی اور طرح طرح کے عذر تراشے۔ کردیم۔ کر دی ام۔ رنگ۔ یہ بدبختی کا رنگ تیرا چڑھایا ہوا ہے۔ رَبِّ بِمَا اَغْوَیْتَنِیْ۔ اے خدا تو نے کس وجہ سے مجھے گمراہ کیا، یہ شیطان نے کہا تھا۔ جبری۔ یعنی شیطان نے اپنے آپ کو مجبورِ محض بنا کر پیش کیا تھا۔

[2] بر درخت۔ گناہ پر اپنے جبر کو بہانہ بناتا ہے اور اپنے اختیار سے قطع نظر کر لیتا ہے۔ ہمچو۔ شیطان نے بجائے عذر کے اللہ تعالیٰ سے بحث و مباحثہ شروع کر دیا۔ چوں کہ انسان گناہ خوشی خوشی کرتا ہے تو اُس خوشی کے ہوتے ہوئے جبر کا عذر غلط ہے۔ آنچناں۔ گناہوں کی طرف رقص کرتے ہوئے جانے کے ساتھ جبر اور اکراہ کہاں جمع ہو سکتا ہے۔ بیست مردہ۔ نصیحت کرنے والوں کے ساتھ تو بیس انسانوں کی سی لڑائی لڑتا ہے تو گناہوں میں تو مجبور کیسے ہے!

[3] کہ صواب۔ تو نصیحت کرنے والوں سے کہتا ہے کہ جو راستہ میں نے اختیار کیا وہی صحیح ہے اور مجھے کوئی حقیر ہی طعنہ دے سکتا ہو تو مجبور ایسی باتیں کب کرتا ہے اور ایسی لڑائی کب لڑتا ہے۔ ہر چہ نفست۔ غرض کہ انسانی [illegible] جو چیز تیرا نفس چاہتا ہے اس میں اختیار رکھتا ہے اور جو عقل چاہتی ہے اس میں مجبوری کا عذر کرتا ہے

دانَد آں کو نیکبخت و محرم ست — زیرکی ز ابلیس و عشق از آدم ست

جو نیک بخت اور دانائے راز ہے وہ جانتا ہے — چالاکی شیطان کا اور عشق (حضرت) آدم کا کام ہے

زیرکی آمد سباحت در بحار — کم رہد غرق ست او پایانِ کار

چالاکی، سمندروں میں تیرنا ہے — وہ نجات نہیں پاتا آخر کار ڈوبتا ہے

ہِل سباحت را رہا کن کبر و کیں — نیست جیحوں نیست جو دریاست ایں

تیرنا چھوڑ، تکبر اور کینہ ترک کر دے — جیحوں نہیں ہے، نہر نہیں ہے، یہ سمندر ہے

وانگہاں دریائے ژرفِ بے پناہ — در رُباید ہفت دریا را چو کاہ

اور پھر گہرا اور بے پناہ سمندر — جو ساتوں سمندروں کو تنکے کی طرح بہا لیجائے

عشق چوں کشتی بود بہر خواص — کم بود آفت بود اغلب خلاص

خاصانِ (خدا) کیلئے عشق بمنزلہ کشتی کے ہے — (جس میں) آفت کم ہوتی ہے عموماً نجات ہوتی ہے

زیرکی بفروش و حیرانی بخر — زیرکی ظن ست و حیرانی نظر

چالاکی فروخت کر دے اور حیرانی خرید لے — چالاکی، گمان ہے اور حیرانی مشاہدہ ہے

عقل قرباں کن بہ پیشِ مصطفیٰ — حسبی اللہ گو کہ اللہ ام کفیٰ

عقل کو حضرت مصطفیٰ پر قربان کر دے — حسبی اللہ کہہ دے کہ اللہ مجھے کافی ہے

ہمچو کنعاں سر ز کشتی وا مکش — کہ غرورش داد نفسِ زیرکش

کنعان کی طرح کشتی سے سرتابی نہ کر — کیونکہ چالاک نفس نے اس کو دھوکا دیا

کہ بر آیم بر سرِ کوہِ مشید — منتِ نوحم چرا باید کشید

کہ میں مضبوط پہاڑ پر چڑھ جاؤں گا — میں (حضرت) نوحؑ کا احسان کیوں اٹھاؤں؟

چوں رہی از منتش اے بے رشد — کہ خدا ہم منتِ او می کشد

اے گمراہ! تو اس کے احسان سے کیسے بچ سکتا ہے؟ — جبکہ خدا بھی اُس کی ناز برداری کرتا ہے

چوں نباشد منتش بر جانِ ما — چونکہ شکر و منتش گوید خدا

اُن کا احسان ہماری جان پر کیوں نہ ہو؟ — جبکہ اللہ (تعالیٰ) انکا شکریہ اور احسان مانتا ہو

تو چہ دانی اے غرارہ پُر حسد — منتِ او را خدا ہم می کشد

اے حاسدِ مغرور! تو کیا جانتا ہے؟ — اُس کا احسان خدا بھی مانتا ہے

کنعان کو خطاب ہے کہ خدا جس ذات کی مدح وثنا کرتا ہے تو اس کا احسان لینے سے کیوں گریز کرتا ہے۔ یعنی جبکہ وہ خدا کے محبوب ہیں تو احسان ہماری جانوں کو برداشت کرنا چاہیئے۔ غرارہ، دھوکہ میں مبتلا۔

۱ دانَد۔ نیک بخت خوب سمجھتا ہے کہ گناہ کر کے چالاکی سے اس کے عذر پیش کرنا شیطانی کام ہے اور عشق و محبت جس کا تقاضا اطاعت ہے یہ حضرت آدم کا کام ہے۔ زیرکی۔ اس طرح کی چالاکی سمندر کو تیر کر پار کرنا ہے جس کا انجام ہلاکت ہے۔

۲ ہِل سباحت۔ اللہ کے معاملہ میں چالاکی سے کامیابی ناممکن ہے۔ کبر و کیں۔ اس معاملہ میں شیطان نے کبر و کینہ اختیار کیا۔ جیحوں۔ بلخ کے قریب ایک دریا کا نام ہے۔ عشق۔ اس ناپیدا کنار دریا کو عبور کرنے کیلئے عشق بمنزلہ کشتی ہے۔ زیرکی۔ انسان کو چالاکی چھوڑ کر عشق کی حیرانی اختیار کرنی چاہیئے تب مشاہدہ حاصل ہوگا۔ عقل قرباں کن۔ آنحضورؐ کی تعلیمات پر عقل کو قربان کر دے اور ان کے بتائے ہوئے راستہ پر خدا کے بھروسہ پر چل پڑے۔

۳ ہمچو۔ حضرت نوحؑ کے نافرمان لڑکے کنعان نے طوفان کے وقت حضرت نوحؑ کے ساتھ کشتی میں سوار ہونے سے انکار کر دیا تو عشق کی کشتی سے انکار کنعانی کام ہے۔ کہ بر آیم۔ قرآن پاک میں کنعان کا مقولہ منقول ہے۔ سآوی الی جبل یعصمنی۔ میں عنقریب پہاڑ پر ٹھکانا بنا لوں گا جو مجھے بچا دے گا۔ اس نے یہ بھی کہا کہ میں حضرت نوحؑ کا احسان نہ لوں گا۔ چوں رہی۔

کاشکے او آشنا ناموختے — تا طمع در نوح و کشتی دوختے

کاش کہ وہ تیرنا نہ سیکھتا — تاکہ نوحؑ اور کشتی سے تمنا وابستہ کرتا

کاش چوں طفل از حِیَل جاہل بُدے — تا چو طفلاں چنگ در مادر زدے

کاش وہ بچوں کی طرح حیلوں سے جاہل ہوتا — تاکہ بچوں کی طرح ماں کا سہارا پکڑتا

یا بعلمِ نقل کم بودے ملی — علمِ وحیِ دل ربودے از ولی

یا وہ رسمی علم سے بھرا نہ ہوتا — کسی ولی سے دل کی وحی کا علم حاصل کرتا

با چنیں نورے چو پیش آری کتاب — جانِ وحی آسای تو آرد عتاب

ایسے نور کے ہوتے ہوئے جب تو کتاب سامنے لائیگا — تیری وحی سے مانوس جان ناراض ہوگی

چوں تیمم با وجودِ آب داں — علمِ نقلی با دمِ قطبِ زماں

پانی ہوتے ہوئے تیمم کی طرح سمجھ — قطبِ زماں کے قول کے سامنے رسمی علم کو

خویش ابلہ کن تبع میرو سپس — رستگی زیں ابلہی یابی و بس

اپنے آپکو نادان بنالے تابع بنکر اس کے پیچھے چل — اس حماقت سے بس نجات پائے گا

اکثر اہل الجنۃ البلہ اے پدر — بہرِ ایں گفت ست سلطانِ البشر

اے بابا! جنتی اکثر بھولے ہونگے — سرورِ عالمؐ نے اسی لئے فرمایا ہے

زیرکی چوں کبر باد انگیزِ تست — ابلہے شو تا بماند دیں درست

چالاکی ہی تکبر کی طرح تجھ میں ہوا بھرنیوالی ہے — نادان بن، تاکہ ایمان سلامت رہے

ابلہے نے کو بمسخرگی دو توست — ابلہے نے کز شقاوت مال جوست

ایسا نادان نہیں جو مسخرہ پن سے وابستہ ہے — ایسا نادان نہیں جو بدبختی سے مال کی جستجو کرے

ابلہے کو والہ و حیرانِ ہُوست — باشد اندر گردنِ او طوقِ دوست

ایسا نادان جو اس کا عاشق اور حیران ہے — اس کی گردن میں دوست کا طوق ہے

ابلہانند آں زنانِ دست بُر — از کفِ ابلہ وز رخِ یوسف نذر

ہاتھ کاٹ لینے والی وہ عورتیں نادان ہیں — جو ہاتھ سے بے خبر اور حضرت یوسفؑ کے رخ کی خبر دینے والی تھیں

عقل را قرباں کن اندر عشقِ دوست — عقلہا بارے ازاں سوئیست کوست

دوست کے عشق میں عقل کو قربان کردے — بہرحال عقلیں بھی اسی جانب کی ہیں جہاں کہ وہ ہے

کہ مصری عورتیں حضرت یوسفؑ کے عشق میں محو ہوگئی تھیں اور انھوں نے اس محویت میں اپنے ہاتھ کاٹ لئے تھے اور ان کو صرف رُخِ یوسفؑ کا ہوش تھا۔ نذر۔ نذیر کی جمع ہے، اخبار دہندہ۔ ازاں سُو۔ عقلیں اللہ کا عطیہ ہیں تو اس کی راہ میں ہی صرف ہونی چاہئیں۔

لے کاشکے۔ کاش اس بدبخت کنعان کو تیرنا نہ آتا تو وہ حضرت نوحؑ کے ذریعہ نجات کا طالب بن جاتا۔ کاش۔ بچے کو چونکہ حیلے اور تدبیریں نہیں آتیں وہ ہر مصیبت کے وقت ماں کی پناہ پکڑتا ہے۔ یا بعلم۔ وہ کنعان رسمی علوم سے محروم ہوتا تو عقلی تدبیریں چھوڑ کر کسی با خدا سے الہامی علوم سیکھ لیتا۔ با چنیں۔ وہبی علوم کے مقابلہ میں رسمی علوم ہیچ ہیں۔

ٹے چوں تیمم۔ وہبی علوم اور رسمی علوم میں وہی نسبت ہے جو تیمم اور وضو میں، وضو پر اگر قدرت ہے تو تیمم بیکار ہے۔ خویش۔ شیخ اور ولی کے سامنے اپنے آپ کو نادان بنالے تب رسمی علوم کی حماقت سے نجات ملے گی۔ گفت۔ حدیث شریف ہے۔ اکثر اہل الجنۃ البلہ جنتی بھولے بھالے ہیں۔ ابلہے شو۔ ابلہ سے مراد وہ شخص ہے جو عشقِ خداوندی میں غافل اور دنیا سے بے خبر ہو۔

تے ابلہے۔ نادان سے وہ نادان مراد نہیں ہے جسمیں مسخرہ پن ہو، نہ وہ مراد ہے جو اپنی نادانی سے دنیا کی دولت جمع کرنے کا شوقین ہو۔ ابلہے کو۔ وہ نادان مراد ہے جو عشقِ خداوندی میں مقامِ حیرت میں ہو اور خدا کے عشق کا اس کے گلے میں طوق ہو۔ ابلہانند۔ ابلہ سے وہ مراد ہے جو عشقِ خداوندی میں اس طرح مدہوش ہو جس طرح

عقلہا[1] آں سُو فرستادہ عقول
بڑے عقلمند نے عقلیں اُس جانب روانہ کر دیں
ماندہ ایں سُو آنکہ گول است و فضول
اِس جانب اُس نے باقی رکھیں جو احمق اور بیہودہ ہیں

زیں سر از حیرت گر ایں عقلت رَوَد
اگر تیری عقل اِس جانب حیرت کی وجہ سے جاتی رہے
ہر سرِ مویت سر و عقلے شود
تیرا ہر بال سر اور عقل بن جائے

نیست آں سُو رنجِ فکرے دماغ
اُس جانب دماغ پر فکر کی تکلیف نہیں ہے
کز دماغ و عقل رُوید دشت و باغ
کیونکہ دماغ اور عقل سے جنگل اور باغ اُگتے ہیں

سُوی دشت از دشت نکتہ بشنوی
تو جنگل کی جانب (آئے) تو جنگل سے نکتے سُنے
سُوی باغ آئی شود نخلت رَوی
باغ کی جانب آئے تو تیرا نخل سیراب ہو جائے

اندریں[2] رہ ترک کن طاق و طرب
اِس راستہ میں شان و شوکت کو چھوڑ دے
تا قلاوز نجنبد تو مجنب
جب تک تیرا راہنما حرکت نہ کرے حرکت نہ کر

ہر کہ اُو بے سر بجنبد دُم بُوَد
جو بے سر کے حرکت کرے وہ دُم ہے
جُنبشش چوں جُنبشِ کژدم بُوَد
اُس کی حرکت بچھو کی سی حرکت ہوتی ہے

کژ رو و شب کور و زشت و زہرناک
ٹیڑھا چلنے والا ہے اور اندھا اور بُرا اور زہریلا ہے
پیشۂ اُو خستنِ اجسامِ پاک
اُس کا پیشہ پاک جسموں کو خستہ کرنا ہے

سر بکوب آں را کہ سرّش ایں بُوَد
جس کی یہ طبیعت ہو اس کا سر کچل دے
خُلق و خُوی مستمرش ایں بُوَد
جس کی عادت اور اخلاق ہمیشہ یہ ہوں

خود صلاحِ اُوست ایں سر کوفتن
یہ سر کچلنا اُس کی بھلائی ہے
تا رہد جاں ریزہ اش زیں شوم تن
تا کہ اُس کی حقیر جان منحوس جسم سے چھٹکارا پالے

واستاں[3] از دستِ دیوانہ سلاح
دیوانہ کے ہاتھ سے ہتھیار لے لے
تا ز تو راضی شود عدل و صلاح
تا کہ تجھ سے انصاف اور نیکی خوش ہو

چوں سلاحش ہست و عقلش نے بہ بند
جبکہ اُس کے پاس ہتھیار ہے اور عقل نہیں ہے باندھ دے
دستِ اُو را ورنہ آرد صد گزند
اُس کا ہاتھ ورنہ وہ سَو نقصان پہنچائے گا

بیانِ آنکہ حصولِ علم و مال و جاہ مر بدگہر را فضیحت اُوست و
اِس کا بیان کہ علم اور مال اور مرتبہ کا بداصل کو حاصل ہو جانا اُسکی رسوائی ہے

چوں شمشیرست فتادہ بدستِ راہزناں
اور اُس تلوار کی طرح ہے جو ڈاکوؤں کے ہاتھ آ گئی ہو

---

[1] عقلہا۔ جو عقلمند ہیں وہ عقلوں کو اللہ کی ذات و صفات کے سمجھنے میں صرف کرتے ہیں جو بیوقوف ہیں وہ دنیا کے کاموں میں عقل کا استعمال کرتے ہیں۔ زیں سر۔ اگر حیرت کی بناء پر عقل نہ رہے تو پھر انسان کا ہر ہر رونگٹا عقل اور سر بنجاتا ہے۔ نیست۔ دنیاوی امور میں عقل سوزی ہے آخرت کے معاملہ میں غور کرنے سے عقل باغ و بہار بنتی ہے بنتی ہے دشت۔ جب عقل کی پیداوار کے باغ و جنگل کی طرف رُخ کرو گے تو تم جنگل سے رین کے نکتے سنو گے اور تمہاری عقل تر و تازہ ہوگی۔

[2] اندریں۔ اس راہِ عشق میں اپنی شان و شوکت کو ترک کرکے شیخ کے تابع بنجاؤ۔ ہر۔ یعنی بے شیخ۔ کژدم۔ بچھو کا ڈنک دُم میں ہوتا ہے۔ کژ رو۔ جو شیخ کا اتباع نہ کریگا اُسمیں عیب ہی عیب ہوں گے اور وہ پاک روحوں کو زخمی کریگا۔ سر بکوب۔ ایسے شخص کی زندگی سے موت بہتر ہے تاکہ روح کو اُس ناپاک جسم سے نجات ملے۔

[3] واستاں۔ دیوانہ سے ہتھیار چھین لینا عدل اور نیکی ہے چوں۔ اگر دیوانہ کے ہاتھ میں تلوار رہیگی تو بہت نقصان پہنچاویگا۔ بیان۔ نااہل کے ہاتھ میں علم اور مال اور مرتبہ ایسا ہی تباہ کن ہے جس طرح ڈاکو کے ہاتھ میں تلوار۔

بدگہر[1] را علم و فن آموختن — دادنِ تیغے بدستِ راہزن

بداصل کو علم و فن سکھانا — ڈاکو کے ہاتھ میں تلوار دینا ہے

تیغ دادن در کفِ زنگیِ مست — بہ کہ آید علم ناکس را بدست

مست حبشی کے ہاتھ میں تلوار دیدینا — اس سے بہتر ہے اگر علم نااہل کے ہاتھ آئے

علم و مال و منصب و جاہ و قِراں — فتنہ آمد در کفِ بدگوہراں

علم اور مال اور عہدہ اور رتبہ اور (اُنسے) وابستگی — بداصلوں کے ہاتھ میں فتنہ ثابت ہوئی ہے

پس غزا زیں فرض شد بر مومناں — تا ستانند از کفِ مجنوں سِناں

مومنوں پر جہاد اسی لئے فرض ہوا ہے — تاکہ وہ پاگل کے ہاتھ سے بھالا چھین لیں

جانِ او مجنوں تنش شمشیرِ او — وا ستاں شمشیر را زیں زشت خو

اس کی جان پاگل ہے اس کا جسم اسکی تلوار ہے — اُس بدعادت سے تلوار چھین لے

آنچہ منصب می کند با جاہلاں — از فضیحت کے کند صد ارسلاں

جاہلوں کے ساتھ عہدہ جو کچھ کرتا ہے — رسوائی میں سو شیر نہیں کرتے ہیں

عیبِ[2] او مخفی ست چوں آلت بیافت — مارش از سوراخ بر صحرا شتافت

اس کا عیب پوشیدہ ہے جب اسنے ذریعہ حاصل کرلیا — اس کا سانپ سوراخ سے جنگل میں دوڑ پڑا

جملہ صحرا مار و کژدم پُر شود — چونکہ جاہل شاہِ حکمِ مُر شود

تمام جنگل سانپ اور بچھو سے بھر جاتا ہے — جب جاہل، کڑوے حکم کا شاہ بن جاتا ہے

مال و منصب ناکسے کارد بدست — طالبِ رسوائیِ خویشِ او شدست

نااہل جو مال اور عہدہ حاصل کرتا ہے — وہ اپنی رسوائی کا طالب بنتا ہے

یا[3] کند بخل و عطا ہا کم دہد — یا سخا آرد بنا موضع نہد

یا وہ بخل کرے گا اور عطیات نہ دیگا — یا سخاوت کریگا تو بے موقع کرے گا

شاہ را در خانۂ بیذق نہد — اینچنیں باشد عطا کاحمق دہد

شاہ کو پیدل کے خانہ میں رکھدے گا — احمق جو عطا دیتا ہے وہ ایسی ہوتی ہے

حکم چوں در دست گمراہے فتاد — جاہ می پنداشت در چاہے فتاد

جب حکومت کسی گمراہ کے ہاتھ میں آگئی — اس نے اس کو رتبہ سمجھا اور وہ کنوئیں میں گرا

رہ نمیداند قلاوزی کند — جانِ زشتِ او جہاں سوزی کند

راستہ نہیں جانتا، رہنمائی کرتا ہے — اُس کی بُری جان دنیا کو پھونکتی ہے

---

[1] بدگہر۔ بدباطن۔ زنگی۔ حبشی عموماً کم عقل ہوتے ہیں پھر جب وہ نشہ میں ہو تو کوئی عقل کی بات نہ کریگا۔ علم و مال۔ بداصل انسان ہر چیز کا غلط استعمال کریگا۔ قِران۔ قران السعدین، خوش نصیبی۔ پس۔ جہاد کی مشروعیت اسی لئے ہوئی ہے کہ اِن دنیا کے دیوانوں کی طاقت ختم کردی جائے تاکہ یہ لوگوں کو تباہ و گمراہ نہ کرسکیں۔ سِنان۔ بھالا۔ جان۔ جان اور تن کو جدا کرنا گویا ان کے ہاتھ سے تلوار چھین لینا ہے۔ منصب۔ عہدہ۔ ارسلاں۔ شیر۔

[2] عیبِ او۔ جبتک اس کے پاس ذرائع نہ تھے اسکے عیب چھپے ہوئے تھے وسائل ہاتھ آجانا گویا کہ سانپ کا سوراخ سے نکل پڑنا ہے۔ جملہ صحرا۔ جب جاہل اور نادان شاہ بن جائے تو اسکے کارندے سانپ اور بچھو کی طرح لوگوں کو کاٹتے ہیں۔ مال و منصب۔ خود یہ بھی تباہ ہوتا ہے اور دوسروں کو بھی تباہ و رسوا کرتا ہے۔

[3] یاکند۔ جاہل بادشاہ یا بخل کریگا اور کسی کو کچھ نہ دیگا اگر دیگا تو نااہلوں اور غیر مستحقوں کو دیگا۔ شاہ را۔ ذلیلوں کو باعزت بنائیگا اور عزت والوں کو ذلیل کریگا۔ جاہ۔ وہ اس کو رتبہ اور منصب سمجھ رہا ہے حالانکہ وہ اس کیلئے کنواں ہے۔ اگر اس مصرع میں می پنداشت کے بجائے پندار پڑھا جائے تو ترجمہ یہ ہوگا اس کو مرتبہ سمجھو کہ کنوئیں میں گر گیا۔

طفلِ[۱] راہِ فقر چوں پیری گرفت — پیرواں را غولِ اُدبیری گرفت

راہِ فقر کے بچہ نے جب پیری اختیار کرلی — پیروکاروں کو نحوست کے بھوت نے پکڑ لیا

کہ بیا تا ماہ بنمایم تُرا — ماہ را ہرگز ندید آں بے ضیا

کہ آ تا کہ تجھے چاند دکھاؤں — (خود) اُس بے نور نے چاند کو بھی نہیں دیکھا ہے

چوں نمائی چوں ندیدستی بعُمر — عکسِ مہ در آب ہم اے خامِ غُمر

تو کیسے دکھائیگا جبکہ تو نے تمام عمر نہیں دیکھا ہو؟ — اے کچے ناداں! پانی میں بھی چاند کا عکس

اَحمقاں سرور شُدستند و زِ بیم — عاقلاں سر ہا کشیدہ در گلیم

بیوقوف سردار ہوتے ہیں اور خوف سے — عقلمندوں نے گدڑی میں منہ چھپا لیا ہے

بیان تفسیر آیۂ شریفہ یٰاَیُّھَا الْمُزَّمِّلُ

یا ایہا المزمل آیت شریف کی تفسیر کا بیان

خواند مزمل نبیؐ را ایں سبب[۲] — کہ بروں آ از گلیم اے بوالھرب

اس سبب سے نبیؐ کو کملی اوڑھنے والا کہکر پکارا — کہ اے صاحبِ فرار! کملی سے نکل

سر مکن اندر گلیم و رُو مپوش — کہ جہاں جسمے ست سرگرداں تو ہوش

کملی کے اندر سر نہ کر اور منہ نہ چھپا — کیونکہ دنیا ایک پریشان جسم ہے (اور) تو ہوش ہے

ہیں مشو پنہاں ز ننگِ مدعی — کہ تو داری شمعِ وحیِ شعشعی

مدعی کی عار سے نہ چھپ — کیونکہ تیرے پاس منور وحی کی شمع ہے

ہیں قُمِ الَّیْلَ کہ شمعی اے ہمام — شمع دایم شب بُوَد اندر قیام

اے سردار! تو رات کو کھڑا رہ کیونکہ تو شمع ہے — شمع رات میں ہمیشہ کھڑی رہتی ہے

بے فروغت[۳] روزِ روشن ہم شب ست — بے پناہت شیر اسیرِ ارنب ست

تیری روشنی کے بغیر روشن دن بھی رات ہے — تیری پناہ کے بغیر شیر خرگوش کا قیدی ہے

باش کشتیباں دریں بحرِ صفا — کہ تو نوحِ ثانیی اے مصطفیٰؐ

اس بحرِ صفا میں ملاح بن — اے مصطفیٰؐ! کیونکہ تو دوسرا نوحؑ ہے

رہ شناسے می بباید بالُباب — ہر رہے را خاصہ اندر راہِ آب

عقلمند، راہ شناس درکار ہے — ہر راستہ کیلئے خصوصاً پانی کے راستہ کیلئے

۱؎ طفل جس طرح جاہل بادشاہ کے ہاتھوں ملک تباہ ہوتا ہے اسی طرح مزور شیخ کے ہاتھوں دین برباد ہوتا ہے وہ خود راہِ طریقت سے ناواقف ہے تو اسکے مرید بھی برباد ہونگے۔ کہ بیا۔ وہ دعوے کرتا ہے اور مریدوں سے کہتا ہے کہ آؤ تمہیں مشاہدۂ حق کرا دوں حالانکہ اس نے خود بھی مشاہدہ تو درکنار پرچھائیں بھی نہیں دیکھی۔ غمر۔ ناتجربہ کار، ناداں۔ احمقاں۔ سعدیؒ نے فرمایا ہے۔

ناسزائے را چو بینی بختیار
عاقلاں تسلیم کردند اختیار

۲؎ خواند۔ اکثر روایتیں یہ بیان کرتی ہیں کہ جب آنحضورؐ پر غارِ حرا میں پہلی وحی آئی تو آپ کانپ گئے اور گھبرا کر چادر اوڑھ کر لیٹ گئے بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ قریش کی نافرمانی سے رنجیدہ ہو کر چادر اوڑھ کر لیٹ گئے تھے مولانا کا کلام اس دوسری روایت پر مبنی ہے کہ آنحضورؐ نے چونکہ... نااہلوں کی وجہ سے روپوشی اختیار کرلی تھی اسی لئے آپکو مزمل کملی اوڑھنے والا کہا گیا ہے۔... بوالھرب۔ قریش سے علیحدگی کو بھاگنے سے تعبیر کیا ہے اسی لئے آنحضورؐ کو بوالھرب یعنی قریش سے فرار اختیار کرنیوالا کہا ہے۔ رُو مپوش۔ اگر تم روپوشی اختیار کروگے تو دنیا دیوانگی میں مبتلا رہیگی۔ قُمِ الَّیْلَ۔ اسی آیت میں یہ حکم بھی آیا ہے کہ رات کو نماز میں قیام کیا کرو۔ یہ خطاب اس لئے ہوا کہ آپ شمع ہیں اور شمع کا کام رات کو کھڑا رہنا ہے — ۳؎ بے فروغت۔ آپ ہی کے نورِ ہدایت سے عالم روشن ہوگا ورنہ روح جو شیر ہے وہ نفس سے جو کہ خرگوش ہے مغلوب رہیگی۔ باش۔ آپ امت کیلئے بمنزلہ کشتیبان کے ہیں۔ رہ شناسے۔ راہنمائی وہ کرسکتا ہے جو صاحبِ عقل ہو خصوصاً دریائی راستہ کی۔

۱۵۱

خیز[1] و بنگر کاروانِ رہ زدہ
اُٹھ! اور لٹے ہوئے قافلہ کو دیکھ
ہر طرف غولِ ست کشتیباں شدہ
ہر طرف شیطان ملاح بنا ہوا ہے

خضرِ وقتی غوثِ ہر کشتی توئی
تو خضرِ زمانہ ہے، ہر کشتی کی تو مدد ہے
ہمچو روح اللہ مکن تنہا روی
(حضرت) عیسیٰ کی طرح تنہا روی اختیار نہ کر

پیشِ ایں جمعے چو شمعِ آسماں
اِس مجمع کے آگے تو آسمانی شمع کی طرح ہے
انقطاع و خلوت آری را بماں
انقطاع اور خلوت نشینی کو ترک کر

وقتِ خلوت نیست اندر جمع آئی
خلوت کا وقت نہیں ہے، مجمع میں آ
اے ہُدیٰ چوں کوہِ قاف و تو ہمای
اے وہ ذات! کہ ہدایت کوہِ قاف ہے اور تو ہما ہے

بدر بر صدرِ فلک شد شب رواں
چودھویں کا چاند آسمان کے سینہ پر رات کو چلتا ہے
سَیر را نگذارد از بانگِ سگاں
کتوں کے بھونکنے سے چلنا نہیں چھوڑتا ہے

طاعناں[2] ہمچوں سگاں بر بدرِ تو
تیرے بدر پر طعنہ زنی کرنے والے کتوں کی طرح ہیں
بانگ می دارند سوئے صدرِ تو
جو تیرے رُتبہ پر بھونکتے ہیں

ایں سگاں کر اند ز امرِ انصتوا
یہ کتے "خاموش رہو" کے حکم سے بہرے ہیں
از سفہ وعوع کناں بر بدرِ تو
تیرے بدر پر بیوقوفی سے بھوں بھوں کرتے ہیں

ہیں بمگذار اے شفا رنجور را
خبردار، اے شفا! بیمار کو نہ چھوڑ
تو ز خشم کر عصائے کور را
بہرے پر غصہ سے اندھے کی لاٹھی نہ چھوڑ

نے[3] تو گفتی قائدِ اعمیٰ براہ
کیا تو نے خود نہیں کہا ہے، اندھے کو راستہ پر لیجانیوالا؟
صد ثواب و اجر یابد از الٰہ
اللہ کی جانب سے سو ثواب اور اجر پاتا ہے

ہر کہ او چل گام کورے را کشد
جو اندھے کو چالیس قدم لے جائے
گشت آمرزیدہ و یابد رشد
وہ بخشا جاتا ہے اور ہدایت پاتا ہے

پس بکش تو زیں جہانِ بے قرار
پس تو اِس زوال پذیر دنیا سے لے جا
جوقِ کوراں را قطار اندر قطار
اندھوں کے مجمع کو قطار در قطار

کارِ ہادی ایں بود تو ہادئی
ہدایت دینے والے کا یہی کام ہے تو ہدایت دینے والا ہے
ماتمِ آخر زماں را شادئی
تو آخری زمانے کے سوگ کے لئے خوشی ہے

---

[1] خیز۔ آپ اُٹھیئے ہر طرف شیطانی دور دورہ ہے خضرِ وقتی یعنی اِس وقت علوم لدنیہ کا فیضان پہنچانیوالے صرف آپ ہیں۔ روح اللہ۔ حضرت عیسیٰ قوم سے روپوش ہو کر آسمانوں پر پہنچ گئے۔ پیشِ ایں جمعے۔ مخلوقِ خدا کے لئے آپ آفتابِ ہدایت ہیں آپ کے لئے خلوت اور لوگوں سے جدائی مناسب نہیں ہے آپ ہدایت کے کوہِ قاف کے عنقا ہیں۔ بدر۔ چاند آسمان پر اپنی سیر جاری رکھتا ہے اور کتوں کے بھونکنے سے اپنی رفتار نہیں چھوڑتا ہے۔

[2] طاعناں۔ آپکے مخالف کتے ہیں اُن کے بھونکنے سے آپ اپنا طرزِ عمل نہ بدلیں۔ انصتوا۔ تم خاموش رہو جب قرآن پڑھا جاتا ہے تو خاموشی سے سننے کا حکم ہے لیکن یہ کتے اُس حکم سے بے بہرہ ہیں اور برابر بھونک رہے ہیں۔ بمگذار۔ عالم بیمار ہے آپ اُس کی شفا ہیں مخلوق اندھی ہے آپ اُس کے راہنما ہیں منافقوں کی وجہ سے اُس کو نہ چھوڑیئے۔

[3] نے تو گفتی۔ حدیث شریف ہے۔ مَنْ قَادَ مَكْفُوفًا أَرْبَعِينَ خُطْوَةً غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ وَمَا تَأَخَّرَ جس نے اندھے کی چالیس قدم تک راہنمائی کی اُس کے اگلے پچھلے گناہ بخشے گئے۔ پس۔ آپ اِس اندھی مخلوق کی قیادت کیجئے اُن کو قطار در قطار کھینچ کر لے جایئے۔ ماتم۔ آپ نبی آخر الزماں ہیں اُن کے سوگ کو خوشی میں تبدیل کر دیجئے۔

ہیں رواں کُن اے امامُ المتّقیں — ایں[1] خیال اندیشگاں را تا یقیں
ہاں اے متقیوں کے امام! پہنچا دے — ان شک کرنے والوں کو یقین تک

ہر کہ در مکرِ تو دارد دل گرو — گردنش را من زنم تو شاد رو
جو تیرے مکر میں دل لگائے ہوئے ہے — میں اُس کی گردن مار دوں گا، تو خوشی سے چل

بر سرِ کوریش کوریہا نہم — اُو شکر پندارد و زہرش دہم
میں اُسکے اندھے پن پر بہت سا اندھاپن رکھ دونگا — وہ شکر سمجھے گا، میں اُس کو زہر دونگا

عقلہا[2] از نورِ من افروختند — مکرہا از مکرِ من آموختند
(اُنھوں نے) عقلیں میرے نور سے روشن کی ہیں — اُنھوں نے مکر میرے مکر سے سیکھے ہیں

چیست خود آلاچُق آں ترکماں — پیشِ پائے نرّہ پیلانِ جہاں
اس صحرانشین کی جھونپڑی خود کیا ہے؟ — دُنیا کے نر ہاتھیوں کے پاؤں کے آگے

آں چراغِ اُو بہ پیشِ صَرصَرم — خود چہ باشد اے مہیں پیغمبرم
میری آندھی کے سامنے اُس کا چراغ — اے میرے بزرگ پیغبر! خود کیا ہے؟

خیز در دَم تو بصورِ سہمناک — تا ہزاراں مُردہ بر رُوید زخاک
اُٹھ! خوفناک صور میں پھونک مار دے — تاکہ ہزاروں مُردے مٹی سے نکل پڑیں

چوں تو اسرافیلِ وقتی راست خیز — رستخیزی ساز پیش از رستخیز[3]
چونکہ تو وقت کا اسرافیل ہے، اُٹھ کھڑا ہو — قیامت سے پہلے، قیامت برپا کردے

ہر کہ گوید کو قیامت اے صنم — خویش بنما کہ قیامت نک منم
جو یہ کہے کہ قیامت کہاں ہے، اے محبوب! — اپنے آپ کو دکھا دے، کہ یہ قیامت میں ہوں

در نگر اے سائلِ محنت زدہ — زیں قیامت صد جہاں قائم شدہ
اے مصیبت اُٹھانے والے سائل! دیکھ لے — اس قیامت سے سینکڑوں جہان برپا ہوگئے

ور نباشد اہلِ ایں ذکر و قنوت[4] — پس جوابُ الاحمق اے سلطاں سکوت
اور اگر وہ اس ذکر اور قبولیت کا اہل نہ ہو — تو اے سُلطان! احمق کا جواب خاموشی ہے

ز آسمانِ حق سکوت آمد جواب — چوں بُوَد جاناں دُعا نا مُستجاب
اللہ کے آسمان سے خاموشی جواب ہوتی ہے — اے جان! جب دعا نامنظور ہوتی ہے

---

[1] ایں خیال یعنی جو لوگ شکوک و شبہات میں مبتلا ہیں اُن کو اس سے نکال کر یقین کی منزل میں پہنچا دیجیے۔ ہر کہ۔ جو لوگ تمہارے خلاف مکر اور تدبیر کر رہے ہیں اُنکو میں ہلاک کر دوں گا۔ کوریش۔ جو اندھے ہیں اُن کو اور اندھا بنا دوں گا اور ایسی تدبیر کروں گا کہ وہ زہر کو شکر سمجھ کر کھا جائیں۔

[2] عقلہا۔ اِن مخالفوں کی عقلیں اور تدبیریں میری عقل اور تدبیر سے بڑھی ہوئی نہیں ہیں۔ آلاچق۔ کمبل کا خیمہ۔ ترکمان۔ صحرائی رہزن قوم تھی۔ پیش۔ یعنی اُن کا وجود میرے مقابلہ میں ایسا ہی ہے جیسے نر ہاتھیوں کے مقابلہ میں کمبل کا جھونپڑا۔ صرصر۔ آندھی۔ مہین۔ بزرگ۔ صور۔ قیامت میں جب اسرافیل صور پھونکیں گے مُردے اُٹھ کھڑے ہونگے تم یہاں اپنا صور پھونکو اور اعلانِ نبوت کرو مردہ دل حیاتِ ابدی حاصل کرلیں گے۔

[3] رستخیز۔ قیامت۔ نک۔ تم۔ آنحضور نے فرمایا کہ میں اور قیامت ملے جلے بھیجے گئے ہیں یعنی جس طرح قیامت حق و باطل کی تفریق کرتی ہے میں بھی حق و باطل کی تفریق کرتا ہوں۔ زیں قیامت۔ جس طرح قیامت میں مُردے زندہ ہونگے اسی طرح آنحضور کی بعثت سے مُردہ دلوں کو زندگی حاصل ہوئی۔ ور نباشد۔ اگر اِن معارف کے سننے کی اہلیت

[4] نہیں ہے تو پھر اُن کے بیان سے خاموشی بہتر ہے۔ جوابُ الاحمق۔ جواب جاہلاں باشد خموشی۔ ز آسمان۔ اگر کوئی نادانی سے دُعا کرتا ہے اور اُس کی دعا ناقابلِ قبول ہوتی ہے تو سکوت اختیار کر لیا جاتا ہے۔

653

اے[1] دریغا وقتِ خرمن گاہ شُد — لیک روز از بختِ ما بیگاہ شُد

ہائے افسوس! کھلیان کا وقت آگیا — لیکن ہماری قسمت سے دن بے وقت ہوگیا

وقت تنگ ست و فضای ایں کلام — تنگ می آید بر و عُمرِ دوام

وقت تنگ ہے اور اس بات کی ادائگی کیلئے — ابدی زندگی کم ہے

نیزہ بازی اندریں گوہای تنگ — نیزہ بازاں را ہمی آرد بہ ننگ

اِن تنگ گڑھوں میں نیزہ بازی — نیزہ بازوں کو شرمندہ کرتی ہے

وقتِ تنگ و خاطر و فہمِ عوام — تنگ تر صد رہ ز وقت ست اے غلام

وقت تنگ ہے اور عوام کا مزاج اور سمجھ — اے لڑکے! وقت سے سوگنا تنگ ہے

چوں[2] جوابِ احمق آمد خامُشی — ایں درازی در سخن چوں میکشی

جبکہ احمق کا جواب خاموشی ہے — بات میں تو یہ طول کیوں دے رہا ہے؟

از کمالِ رحمت و موجِ کَرَم — مید ہد ہر شورہ را باران و نَم

رحمت کے کمال اور کرم کی موج سے — ہر شور زمین کو بارش اور نمی پہنچاتا ہے

دربیانِ آنکہ ترکُ الجواب جوابٌ مقررِ ایں سخن کہ جوابُ الاحمق سکوتٌ و شرحِ ایں ہر دو سخن دریں قصہ است کہ گفتہ می آید

اس کا بیان کہ جواب نہ دینا جواب ہے، اس بات کی تائید کرتا ہے کہ احمق کا جواب خاموشی ہے اور ان دونوں قولوں کی شرح اس قصہ میں ہے جو بیان کیا جارہا ہے

بادشا[3] ہے بُود اُو را بندۂ — مُردہ عقلے بُود و شہوت زندۂ

ایک بادشاہ کا ایک غلام تھا — جس کی عقل مُردہ اور شہوت زندہ تھی

خُردہائے خدمتش نگذاشتے — بد سگالیدے نکو پنداشتے

اُس کی چھوٹی خدمت بھی، نہ کرتا — بدخواہی کرتا (اُس کو) اچھا سمجھتا

گفت شاہنشہ جراش کم کنید — ور بجنگد نامش از خط بر زنید

بادشاہ نے کہا اُس کی تنخواہ کم کردو — اگر لڑے تو اُس کا نام فہرست سے کاٹ دو

عقلِ اُو کم بُود حرصِ اُو فزُوں — چوں جرا کم دید شُد تُند و حرُوں

اُس کی عقل کم اور لالچ بڑھا ہوا تھا — جب تنخواہ کم دیکھی بدمزاج اور سرکش بن گیا

عقل بُودے گردِ خود کردے طواف — تا بدیدے جُرمِ خود گشتے معاف

(اگر عقل ہوتی اپنے گرد چکر کاٹتا — تاکہ اپنا قصور دیکھ لیتا (اور) وہ معاف ہوجاتا

[1] اے دریغا۔ مقام کا تقاضا تھا کہ آپ کے کارناموں کی تفصیل بیان کی جائے کہ کمل سے اُٹھ کر آپ نے کیا کیا لیکن وقت میں گنجائش نہیں ہے آپ کے اُن کارناموں کی تفصیل کرنے کیلئے تو عمر جاوداں بھی ناکافی ہے۔ نیزہ بازی بہترین نیزہ باز سے بھی اگر کہا جائے کہ وہ گڑھے میں گھس کر نیزہ بازی کرے تو وہ بھی ذلیل ہو جائیگا اور صحیح بازی نہ کر سکے گا کیونکہ اس کام کے لئے وسیع میدان درکار ہے تو معارف کا بیان تنگ وقت میں اور وہ بھی عوام کے سامنے اس کی بھی یہی صورت ہے۔

[2] چوں جواب۔ پہلے کہا تھا کہ احمقوں کا جواب خاموشی ہو تو اعتراض ہوا کہ پھر ان معارف کے بیان میں اس قدر طویل تقریریں کیوں ہو رہی ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ میں اللہ کی رحمت سے مجبور ہوں کیونکہ اُس کی رحمت عام اُس کی موجِ کرم اچھی زمین اور شور زمین سب کو پہنچتی ہے۔

[3] بادشا ہے۔ بادشاہ کا یہ غلام بیوقوف اور شہوت پرست تھا۔ خُردہائے آقا کی معمولی معمولی خدمت بھی انجام نہ دیتا تھا اور آقا کا بدخواہ تھا اور اسی کو اچھا سمجھتا تھا۔ جرا۔ تنخواہ۔ خط۔ یعنی ملازمین کا رجسٹر۔ حرون۔ سرکش۔ عقل یعنی اگر عقلمند ہوتا تو اپنا جائزہ لیتا اور خطا کی معافی چاہتا تو خطا معاف ہو جاتی۔

چوں خرے پابستہ شد داز خری | ہر دو پایش بستہ گردد بر سری
ایک پاؤں بندھا ہوا گدھا جب شرارت کرتا ہے | تو پھر اس کے دونوں پاؤں مزید باندھ دیئے جاتے ہیں

پس بگوید خر کہ یک بندم بس ست | خود بداں کاں دو ز فعل آں خس ست
پھر گدھا کہتا ہے کہ میرے ایک ایک بند ہی کافی ہو | تو سمجھ لے کہ وہ دو بند، اسی کمینے کے کام کی وجہ سے ہیں

گر بدیدے سرِ بند آں چشم کور | بند بر دستش نہ بستندے بزور
اگر وہ اندھا بند کا راز دیکھ لیتا | تو جبراً اس کے ہاتھ نہ باندھتے

ور ز جرم بندِ پا آگہ بدے | خود ز بندِ دست و پا ایمن شدے
اگر وہ پاؤں کے بند کے جرم سے آگاہ ہوتا | تو ہاتھ اور پاؤں کے بند سے محفوظ ہو جاتا

ور نہ شد بیدے ز بند آں بوالفضول | او نہ خر بودے شدے شیر فحول
اگر وہ بیہودہ، بند کی وجہ سے شرارت نہ دکھاتا | (تو) وہ گدھا نہ ہوتا، نر شیر ہوتا

در تفسیر ایں حدیثِ نبوی کہ اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی خَلَقَ الْمَلٰئِکَۃَ

اس حدیثِ نبوی کی تفسیر کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتے پیدا فرمائے

وَرَکَّبَ فِیْھِمُ الْعَقْلَ وَخَلَقَ الْبَھَائِمَ وَرَکَّبَ فِیْھَا الشَّھْوَۃَ وَخَلَقَ

اور اُن میں عقل رکھی اور چوپایوں کو پیدا فرمایا اور اُن میں شہوت رکھی اور

بَنِیْ اٰدَمَ وَرَکَّبَ فِیْھِمُ الْعَقْلَ وَالشَّھْوَۃَ فَمَنْ غَلَبَ عَقْلُہٗ

بنی آدم کو پیدا فرمایا اور اُن میں عقل اور شہوت (دونوں) رکھی تو جس کی عقل

عَلٰی شَھْوَتِہٖ فَھُوَ اَعْلٰی مِنَ الْمَلٰئِکَۃِ وَمَنْ غَلَبَتْ شَھْوَتُہٗ عَلٰی

شہوت پر غالب آگئی وہ ملائکہ سے افضل ہے اور جس کی شہوت عقل پر

عَقْلِہٖ فَھُوَ اَدْنٰی مِنَ الْبَھَائِمِ صَدَقَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

غالب آگئی وہ چوپایوں سے کمتر ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ فرمایا ہے۔

در حدیث آمد کہ یزدانِ مجید | خلقِ عالم را سہ گونہ آفرید
حدیث میں آیا ہے کہ اللہ بزرگ نے | عالم کی مخلوق تین قسم کی پیدا فرمائی ہے

یک گرہ را جملہ علم و عقل و جود | آں فرشتہ ہست و نداند جز سجود
ایک گروہ میں علم اور عقل اور سخاوت مکمل ہے | وہ فرشتہ ہے اور سوائے سجدہ کے کچھ نہیں جانتا

نیست اندر عنصرش حرص و ہوا | نورِ مطلق زندہ از عشقِ خدا
اس کی ماہیت میں حرص و ہوا نہیں ہے | وہ نورِ مطلق ہے، خدا کے عشق سے زندہ ہے

---

۱ چوں۔ اس غلام کی مثال اس گدھے کی سی ہے جو ایک پاؤں بندھنے پر شرارت کرے تو دوسرا پاؤں بھی باندھ دیا جاتا ہے۔ بر خری۔ مزید برآں۔

پس۔ دونوں پاؤں بندھنے پر کہتا ہے کہ میرے لئے ایک بند کافی تھا یہ نہیں سمجھتا کہ دونوں پاؤں بندھنا خود اس کے کمینہ پن کی وجہ سے ہوا ہے۔

۲ سرِ بند۔ یعنی اگر وہ سمجھتا کہ ایک پاؤں میری شرارت کی وجہ سے بندھا ہے اور شرارت کو ترک کر دیتا تو وہ پاؤں بھی کھل جاتا۔

۳ حدیث۔ اللہ نے فرشتوں میں صرف عقل رکھی جس کا تقتضا طاعت اور بندگی ہے لہٰذا فرشتوں سے گناہ کا صدور نہیں ہوتا ہے حیوانات میں صرف شہوت رکھی ہے جنسی ہو یا کھانے پینے کی، انسان میں عقل اور شہوت دونوں رکھی ہیں۔ زندہ۔ ملائکہ کی غذا صرف عشقِ خداوندی ہے۔

۱۵۶

یک گروہ دیگر از دانش تہی　　ہمچو حیواں از علف[1] در فربہی
ایک دوسرا گروہ جو عقل سے خالی ہے　　مثل حیوان، چارے سے موٹاپے میں ہے

او نہ بیند جز کہ اصطبل و علف　　از شقاوت غافل ست و از شرف
وہ سوائے طویلہ اور گھاس کے کچھ نہیں دیکھتا ہے　　وہ بدبختی اور شرافت سے غافل ہے

آں سوم ہست آدمی زادہ و بشر　　از فرشتہ نیمے و نیمش ز خر
تیسرا آدمؑ کی اولاد اور انسان ہے　　اس کا آدھا فرشتہ سے اور آدھا گدھے سے ہے

نیم خر خود مائل سفلی بود　　نیم دیگر مائل علوی بود
گدھے والا آدھا (عالم) سفلی کی طرف مائل ہوتا ہے　　دوسرا آدھا (عالم) علوی کی طرف مائل ہوتا ہے

تا کدامیں غالب آید در نبرد　　زیں دوگانہ تا کدامیں برد نرد
دیکھو معرکہ میں کون غالب ہوتا ہے　　ان دونوں میں سے کون سا بازی جیتتا ہے

عقل گر غالب شود پس شد فزوں　　از ملائک ایں بشر در آزموں
اگر عقل غالب ہو جائے تو زیادہ بڑھ گیا　　امتحان میں یہ انسان فرشتوں سے

شہوت[2] ار غالب شود پس کمترست　　از بہائم ایں بشر زاں کابترست
اگر شہوت غالب ہو گئی تو کم تر ہے　　یہ انسان چوپایوں سے کیونکہ بری حالت میں ہے

آں دو قوم آسودہ از جنگ و حراب　　ویں بشر با دو مخالف در عذاب
وہ دونوں قومیں جنگ اور لڑائی سے راحت میں ہیں　　اور یہ انسان دو مخالفوں کی وجہ عذاب میں ہو

ویں بشر ہم ز امتحاں قسمت شدند　　آدمی شکل اند و سہ امت شدند
اور یہ انسان بھی آزمانے سے تقسیم ہو گئے　　آدمی کی صورت میں ہیں اور تین گروہ ہو گئے

یک گرہ مستغرق مطلق شدہ　　ہمچو عیسیٰؑ با ملک ملحق شدہ
ایک گروہ پورا ڈوب چکا　　(حضرت) عیسیٰؑ کی طرح فرشتوں سے جا ملا

نقش آدم لیک معنی جبرئیل　　رستہ از خشم و ہوا و قال و قیل
صورت انسان کی ہے لیکن باطن جبرئیلؑ کا ہو　　وہ غصہ اور خواہش اور قال و قیل سے نجات پا گیا

از ریاضت[3] رستہ وز زہد و جہاد　　گوئیا از آدمی او خود نزاد
وہ ریاضت اور زہد اور جہاد سے چھوٹ گیا　　گویا کہ وہ آدمی سے پیدا نہیں ہوا

قسم دیگر با خراں ملحق شدند　　خشم محض و شہوت مطلق شدند
دوسری قسم گدھوں سے جا ملی　　خالص غصہ اور مجسم شہوت بن گئے

---

[1] علف۔ چارہ۔ جو حیوانات کو صرف خواب و خور کی فکر ہو وہ شقاوت اور سعادت سے غافل ہیں۔ نیمے و نیمش۔ انسان روح انسانی اور جسم سے مرکب ہے روح میں ملکیت ہے اور جسم میں حیوانیت ہے۔ سفلی۔ جسم کا تعلق عالم سفلی ناسوت ہے۔ علوی۔ روح کی پرواز عالم بالا کی طرف ہے۔ تا کدامیں۔ انسان کی ان دونوں قوتوں میں تصادم رہتا ہے۔ فزوں۔ انسان روح کے تقاضوں کو پورا کرتا ہے تو فرشتوں سے بڑھ جاتا ہے چونکہ اس نے جسمانی خواہش کو مغلوب کیا ہے۔

[2] شہوت۔ اگر انسان شہوت سے مغلوب ہو جاتا ہے تو حیوانات سے بدتر ہوتا ہے کیونکہ حیوانات میں تو عقل نہ تھی۔ دو قوم۔ فرشتوں اور حیوانات میں ان متضاد عناصر کی کشمکش نہیں ہے انسان ان کی کشمکش سے عذاب میں ہے۔ ویں بشر۔ اب انسانوں میں بھی تین قسمیں ہیں ایک قسم تو وہ جس نے خالص ملکیت اختیار کی جیسے کہ حضرت عیسیٰؑ ہیں کہ فرشتوں ہی میں جا شامل ہوئے۔ خشم و ہوا۔ یہ سب چیزیں بتقاضائے جسم ہوتی ہیں۔

[3] از ریاضت۔ مجاہدوں کی ریاضت اخلاق ذمیمہ کو ختم کرنے کیلئے ہے جب وہ نہ ہے تو مجاہدوں کی ضرورت نہیں ہے۔ قسم دیگر۔ انسانوں کی ایک قسم وہ ہے جو بالکل حیوانات اور گدھوں کی طرح ہیں انہیں ملکیت نہیں وہ غصہ اور شہوت کا مجسمہ بن گئے ہیں

وصفِ جبریلی در ایشاں بود رفت
جبریلؑ والی صفت اُن میں تھی ، چل گئی

تنگ بود آں خانہ وآں وصف زفت
وہ گھر تنگ تھا اور وہ صفت موٹی تھی

مُردہ[1] گردد شخص کو بیجاں شود
جو شخص بے جان ہو جاتا ہے مُردہ ہو جاتا ہے

خر شود چوں جانِ او بے آں شود
جب اُس کی جان اُس (جبریلی صفت) کے بغیر ہو جاتی ہے گدھا

زاغ گردد چوں پئے زاغاں رود
(انسان) کوا بنجاتا ہے جب کوؤں کا اتباع کرتا ہے

جسم گردد جاں چوں او بے جاں شود
جان جسم بن جاتی ہے جبکہ وہ بے جان ہو جاتی ہے

زانکہ جائے کاں ندارد ہست پست
چونکہ وہ جان جو وہ (صفت) نہیں رکھتی ، پست ہے

ایں سخن حق ست و صوفی گفتہ است
یہ بات سچی ہے اور صوفی نے کہی ہے

او ز حیوانہا فزوں تر جاں کند
وہ حیوانات سے زیادہ مصیبت میں مبتلا ہے

در جہاں باریک کاریہا کند
دنیا میں بہت سے نازک کام کرتا ہے

مکر[2] و تلبیسے کہ او تاند تنید
جو مکر اور فریب وہ کر سکتا ہے

آں ز حیوانے دگر ناید پدید
وہ دوسرے حیوان سے رونما نہیں ہوتے ہیں

جامہائے زرکشی را بافتن
زر دوزی کے کپڑے بُننا

دُرّہا از قعرِ دریا یافتن
موتیوں کو دریا کی گہرائی سے پانا

خُردہ کاریہائے علمِ ہندسہ
علمِ ہندسہ کی باریک صنعتیں

یا نجوم و علمِ طب و فلسفہ
یا نجوم اور علمِ طب اور فلسفہ

کہ تعلق با ہمیں دنیاستش
کیونکہ اُن کا تعلق اسی دنیا سے ہے

رُو بہفتم آسماں بر نیستش
اُن کا رُخ ساتویں آسمان کی طرف نہیں ہے

ایں[3] ہمہ علمِ بنای آخرست
یہ سب اصطبل کی تعمیر کا علم ہے

کہ عمادِ بودِ گاؤ و اشترست
جو گائے اور اونٹ کی رہائش کا ستون ہے

بہرِ استبقایِ حیواں چند روز
چند دن حیوان کو زندہ رکھنے کی وجہ سے

نام آں کردند ایں گیجاں رموز
اِن احمقوں نے اُن کا نام رموز رکھ لیا

علمِ راہِ حق و علمِ منزلش
راہِ حق کا علم اور اس کی منازل کا علم

صاحبِ دل داند آنرا یا دلش
اُس کو صاحبِ دل یا اُس کا دل جانتا ہے

حیوانات کی آخری منزل ہے۔ بہر۔ یہ علوم چند روزہ زندگی کے لئے ہیں اُن کو یہ احمق فلاسفہ رموز سے تعبیر کرتے ہیں۔ گیجاں۔ احمق لوگ علم راہ حق۔ طریقت اور اس کے منازل دل اور صاحب دل جانتا ہے دراصل وہ رموز کہلانے کے مستحق ہیں۔

[1] مُردہ گردد جس طرح رُوح نکل جانے سے جسم مُردہ ہو جاتا ہے اسی طرح جان کی جان نکل جانے سے جان مُردہ ہو جاتی ہے یعنی جب رُوح کے اوصاف باقی نہ رہیں تو رُوح مُردہ ہو جاتی ہے۔ زاغ گردد۔ مزید برآں انھوں نے زاغ صفت انسانوں کی پیروی شروع کردی تو یہ کوے کی طرح کر، حرص، مُردار خوری کے عادی ہو گئے۔ جسم گردد جب رُوح اپنے خواص کھو بیٹھے تو وہ جسم ہے۔ تا اگر جس روح میں روح کے خواص نہ رہیں وہ بہت پست اور ذلیل ہے صوفیا بھی اسی کے قائل ہیں۔ او ز حیوانہا۔ عالمِ ناسوت میں اُس کی مشغولیت حیوانوں سے بھی بڑھ جاتی ہے اور یہ عالمِ ناسوت کے مشاغل میں حیوانوں سے زیادہ مشقت اُٹھاتا ہے۔

[2] مکر۔ اب یہ وہ مکاریاں کرتا ہے جو حیوانات سے متصور نہیں ہیں۔ جامہائے۔ عالمِ ناسوت کے مشاغل کی حیوانات تکلیف نہیں اُٹھاتے ہیں۔ کہ تعلق۔ اِن تمام دستکاریوں کا تعلق عالمِ ناسوت سے ہے اور یہ صرف دنیا داری ہے اُس کا رُخ ملاءِ اعلیٰ کی طرف بالکل نہیں ہوتا ہے۔

[3] ایں ہمہ۔ یہ جس قدر علوم ہیں صرف عالمِ ناسوت کی تعمیر اور ترقی کے لئے ہیں جو

پس دریں ترکیب[1] حیوانِ لطیف — آفرید و کرد با دانش الیف
پس اس (عقلی اور بہیمی) ترکیب سے پاکیزہ حیوان — پیدا کیا اور اس کو عقل سے مانوس کیا

نامِ کالانعام کرد آں قوم را — زانکہ نسبت کو بیقظہ نوم را
اس (روح سے محروم) قوم کا نام جانوروں جیسے رکھا — کیونکہ بیداری کو نیند سے کیا نسبت ہے؟

روحِ حیوانی ندارد غیرِ نوم — حسہائے منعکس دارند قوم
حیوانی روح سونے کے علاوہ کچھ نہیں رکھتی ہے — (یہ) لوگ اُلٹے حواس رکھتے ہیں

یقظہ آمد نومِ حیوانی نماند — انعکاسِ حسِ خود از لوح خواند
بیداری آئی، تو حیوانی نیند نہ رہی — تو اس نے تختی سے اپنے حس کا اُلٹا ہونا پڑھ لیا

ہمچو[2] حسِ آنکہ خواب آں را ربود — چوں شد او بیدار عکسش رُو نمود
اُسی حس کی طرح جس کو نیند نے مغلوب کر دیا — جب وہ بیدار ہوا اُسکو اُسکا اُلٹا پن واضح ہو گیا

لاجرم اسفل بود از سافلین — ترک او کن لا احب الآفلین
لامحالہ وہ نچلوں میں نچلا ہو گا — اسکو چھوڑ دو "میں غروب ہونیوالوں کو پسند نہیں کرتا ہوں"

زانکہ استعدادِ تبدیل و نبرد — بودش از پستی و آنرا فوت کرد
کیونکہ بدلنے اور مقابلہ کی طاقت — پستی سے اس کو تھی اور اس نے اسکو ختم کر دیا

باز حیواں را چو استعداد نیست — عذرِ او اندر بہیمی روشنیست
پھر حیوان میں چونکہ طاقت ہی نہیں ہے — حیوانیت میں (رہنے کا) اس کا عذر واضح ہے

زو[3] چو استعدادِ شد کاں رہبر ست — ہر غذائے کو خورد مغزِ خرست
جبکہ اس کی وہ استعداد ختم ہو گئی جو راہنما ہے — جو غذا وہ کھائے گا گدھے کا مغز ہے

گر بلادر خورد او افیوں شود — سکتہ و بے عقلیش افزوں شود
اگر بھلاواں کھائے گا وہ افیون بن جائے گا — اس کی بے ہوشی اور بے عقلی بڑھ جائے گی

ماند یک قسمِ دگر اندر جہاد — نیم حیواں نیم حیِّ بارشاد
ایک دوسری قسم رہ گئی کوشش کرنے میں — جو آدھی حیوان، آدھی باہدایت زندہ ہے

مخلوق ہے اس لئے کہ اسمیں بھلائی کی استعداد تھی اس نے اسکو تباہ کیا دیگر حیوانات میں استعداد ہی نہیں ہے لہٰذا وہ بہیمیت میں معذور ہیں۔ [3] زو۔ جب انسان نے استعداد کو ختم کر دیا تو جو غذا استعمال کریگا مزید حماقت کا سبب بنے گی۔ گر بلادر بھلاواں سکتہ اور بیہوشی کے ازالہ میں مفید ہے لیکن وہ اُلٹا اثر کریگا۔ ماند یک قسم۔ یہ عام مومنین کی قسم ہے جن کا نفس نفسِ لوامہ ہے ان انسانوں کی عقل و نفس روح و تن کی کشمکش میں رہتی ہے پہلا گروہ جسکا بیان یک گروہ مستغرق مطلق شدہ میں تھا انکا نفس نفسِ مطمئنہ ہے دوسرا گروہ جسکا بیان قسم دیگر با خراں ملحق شدہ میں تھا انکا نفس نفسِ امارہ ہے اس تیسرے گروہ کی کشمکش کو مجنوں اور اسکی اونٹنی کے قصے سے واضح کیا ہے۔

[1] ترکیب۔ یعنی عقل و شہوت کا اجتماع۔ حیوانِ لطیف۔ یعنی انسان۔ نام۔ جب انسان روحِ حیوانی کھو بیٹھے تو وہ حیوان ہے اسی لئے قرآن پاک میں ایسے لوگوں کے بارے میں فرمایا گیا۔ اُولٰئِکَ کَالْاَنْعَامِ وہ چوپاؤں کی طرح ہیں۔ یقظہ۔ روحِ انسانی بیدار ہے اور اُن کی روح سوئی ہوئی ہے۔ روحِ حیوانی۔ یہ روح عقل اور مقتضیات سے اسی طرح غافل ہے جیسے کہ کوئی سویا ہوا ہو اور اپنے حواس کو عقل کے مقتضیات کے برعکس کام میں لائے۔ یقظہ۔ جب انہیں بیداری آئے گی تو انکو حواس کے اُلٹا ہو جانے کا احساس ہو گا۔

[2] ہمچو حس۔ نیند سے بیدار ہو کر انسان سمجھتا ہے کہ نیند کی حالت میں اس کے حواس صحیح کام نہیں کر رہے تھے۔ اسفل۔ قرآن پاک میں ہے۔ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْۤ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سٰفِلِیْنَ ہم نے انسان کو بہترین ساخت پر پیدا کیا پھر ہم اس کو کمتر سے کمتر مخلوق میں لوٹا لائے۔ ترک او۔ ایسے لوگوں کی صحبت سے بچنا چاہیئے جیسا کہ حضرت ابراہیمؑ نے چاند سورج کی الوہیت سے جدائی اختیار کر لی تھی کہ میں غروب ہو جانیوالوں کو پسند نہیں کرتا ہوں۔ زانکہ۔ ایسا انسان بدترین

روز و شب در جنگ و اندر کشمکش
وہ دن رات جنگ اور کشمکش میں ہے
کردہ چالش اولش با آخرش
اسکا ایک اس کے دوسرے سے مقابلہ میں ہے

چالشِ عقل با نفس ہمچوں تنازع مجنوں با ناقہ و میلِ مجنوں
عقل کا نفس سے مقابلہ ایسا ہی ہے جیساکہ مجنوں کا اونٹنی کے ساتھ جھگڑا اور مجنوں کا

سوئے حُرّہ[1] و میلِ ناقہ سوئے کُرّہ چنانچہ مجنوں گفتہ ہوی
میلان شریف زادی کی طرف اور اونٹنی کا میلان بچہ کی جانب چنانچہ مجنوں نے کہا میری

ناقتی خلفی وقدامی الھوی و انی وایاھا المختلفان
اونٹنی کا میلان میرے پیچھے اور میرا میلان آگے میں اور وہ دونوں مختلف ہیں

ہمچو مجنوں در تنازع با شتر
جیساکہ مجنوں اونٹنی کے ساتھ مقابلہ میں تھا
گہ شتر چربید و گہ مجنونِ حُر
کبھی اونٹنی غالب آگئی اور کبھی آزاد مجنوں

ہمچو مجنوں اند و چوں ناقہ اش یقیں
وہ لوگ یقیناً مجنوں اور اس کی اونٹنی کیطرح ہیں
می کشد آں پیش و ویں واپس بکیں
وہ آگے کو کھینچتا ہے اور یہ ضد سے پیچھے کو

میلِ مجنوں[2] پیش آں لیلیٰ رواں
مجنوں کی خواہش لیلیٰ کی جانب رواں ہے
میلِ ناقہ پس پئے کُرّہ اش دواں
اونٹنی کی خواہش پیچھے کو بچے کے لئے دوڑاتی ہے

یک دم ار مجنوں ز خود غافل بُدے
اگر مجنوں تھوڑی دیر کے لئے اپنے سے غافل ہوجاتا
ناقہ گردیدے و واپس آمدے
اونٹنی لوٹ جاتی اور واپس آجاتی

عشق و سودا چونکہ پُر بودش بدن
چونکہ اس کا بدن عشق اور دیوانگی سے پُر تھا
می نبودش چارہ از بیخود شدن
اس کے لئے بے ہوش ہوجانے کے علاوہ کوئی چارہ نہ تھا

آنکہ او باشد مُراقب عقل بُود
جو نگراں ہوتی وہ عقل تھی
عقل را سودائے لیلیٰ در رُبود
عقل کو لیلیٰ کا عشق لے اُڑا تھا

لیک ناقہ[3] بس مُراقب بود و چُست
لیکن اونٹنی بہت نگراں اور چست تھی
چوں بدیدے او مہارِ خویش سُست
جب وہ اپنی مہار کو ڈھیلا دیکھتی

فہم کردے زو کہ غافل گشت و دنگ
وہ اس سے سمجھ جاتی کہ وہ غافل اور حیران ہوگیا ہے
رو سپس کردے بکُرّہ بے درنگ
بغیر تاخیر کے بچہ کی طرف رخ کردیتی

چوں بخود باز آمدے دیدے زجا
جب وہ ہوش میں آتا تو دیکھتا کہ جگہ سے
کو سپس رفتہ است بس فرسنگہا
وہ میلوں پیچھے لوٹ گئی ہے

---

[1] حرّہ۔ شریف عورت یعنی لیلیٰ۔ کرّہ۔ گھوڑے کا بچہ۔ مولانا نے یہاں اونٹ کا بچہ مراد لیا ہے۔ یہ قصہ مجنوں مشہور ہے کہ مجنوں کو معلوم ہوا کہ لیلیٰ آرہی ہے تو وہ اسکے استقبال کے لئے چلا جس اونٹنی پر سوار ہوا اس کے بچے کو گھر پر چھوڑ گیا راستہ میں اس کی اور اونٹنی کی کشمکش شروع ہوئی۔ حر۔ آزاد۔

[2] قیس۔ مجنوں چاہتا تھا کہ اونٹنی آگے بڑھے تاکہ لیلیٰ کا وصال حاصل ہو میل ناقہ۔ اونٹنی گھر کی طرف لوٹنا چاہتی تھی تاکہ بچے کے پاس پہنچے۔ یک دم۔ مجنوں کی ذرا سی غفلت ہوتی تو وہ اونٹنی پیچھے کو پلٹ جاتی عشق چونکہ مجنوں کا جسم عشق سے پُر تھا اس لئے وہ اونٹنی کی ادنیٰ حرکت سے بیہوش ہوجاتا تھا مراقب۔ انسان کی عقل اسکے کام کی نگہبانی کرتی ہے مجنوں عشق میں بے عقل ہو چکا تھا۔

[3] لیک۔ ناقہ کو ہوش تھا وہ جب دیکھتی کہ سوار کی مہار ڈھیلی ہے فوراً سمجھ جاتی کہ مجنوں غافل ہے اور پیچھے کی طرف چل پڑتی۔ چوں بخود۔ جب مجنوں کو ہوش آتا وہ دیکھتا کہ اونٹنی میلوں پیچھے واپس ہوگئی ہے۔

در سہ روزہ رہ بدیں احوالہا
تین روز کے راستہ پر ان احوال میں

ماند مجنوں در تردد سالہا[1]
مجنوں سالوں آنے جانے میں لگا رہا

گفت اے ناقہ چو ہر دو عاشقیم
بولا اے اونٹنی! جب کہ ہم دونوں عاشق ہیں

ما دو ضد بس ہمرہِ نالائقیم
ہم دو مخالف بہت نامناسب ساتھی ہیں

نیستت بر وفقِ من مہر و مہار
تیری محبت اور مہار میرے موافق نہیں ہے

کرد باید از تو دوری اختیار
تجھ سے دوری اختیار کرنی چاہئے

ایں دو ہمرہ یکدگر را راہزن
یہ دو راستہ کے ساتھی ایک دوسرے کے رہزن ہیں

گمرہ آں جاں کو فرو ناید ز تن
وہ جان گمراہ ہے جو جسم سے باہر نہ آئے

جاں[2] ز ہجرِ عرش اندر فاقہ
جان، عرش کی جدائی میں فاقہ میں ہے

تن ز عشقِ خاربن چوں ناقہ
جسم جھاڑ کے عشق میں اونٹنی کی طرح ہے

جاں گشاید سوی بالا بالہا
جان، اوپر کی جانب بازو کھولتی ہے

در زدہ تن در زمیں چنگالہا
جسم نے زمین میں پنجے گاڑھ دیئے ہیں

تا تو باشی با من اے مردہ وطن
اے وطن کی عاشق! جب تک تو میرے ساتھ رہیگی

پس ز لیلیٰ دور ماند جانِ من
تو میری جان لیلیٰ سے دور رہیگی

روزگارم[3] رفت زیں گوں حالہا
اس قسم کے احوال میں میری عمر گذر گئی

ہمچو تیہ و قومِ موسیٰ سالہا
جیسا کہ برسوں تک تیہ اور حضرت موسیٰ کی قوم کا حال

خطوتینے بود ایں رہ تا وصال
وصال تک یہ راستہ دو قدم کا تھا

ماندہ ام در رہ ز شستت شصت سال
میں نے ساٹھ سال تک تیرے مکر کی وجہ سے راستہ ہی میں گزارے

راہ نزدیک و بماندم سخت دیر
راستہ نزدیک تھا اور مجھے بہت دیر ہو گئی

سیر گشتم زیں سواری سیر سیر
اس سواری سے میں بھر پایا، بھر پایا

سرنگوں خود را ز اشتر در فگند
اس نے اپنے آپ کو اوندھا اونٹنی سے گرا دیا

گفت سوزیدم ز غم تا چند چند
کہا میں غم سے کتنا کتنا جل رہا ہوں

تنگ شد بر وے بیابانِ فراخ
اس پر وسیع جنگل تنگ ہو گیا

خویشتن افگند اندر سنگلاخ
اس نے اپنے آپ کو پتھریلی زمین میں گرا دیا

آنچناں افگند خود را سوی پست
نیچے کی جانب اس نے اپنے آپ کو ایسا گرایا

از قضا آں لحظہ پایش ہم شکست
تقدیر سے اس وقت اس کا پاؤں بھی ٹوٹ گیا

---

[1] سالہا۔ مجنوں اس تین روزہ مسافت میں اسی حالت میں کئی سال رہا۔ گفت۔ پھر اس نے سوچا کہ دو متضاد چیزوں کے عاشقوں کا باہمی سفر طے نہ ہو سکے گا۔ ایں دو ہمراہ۔ اونٹنی مجنوں کا راستہ کھوٹا کر رہی ہے اور مجنوں اونٹنی کا راستہ خراب کر رہا ہے بالآخر مجنوں نے اونٹنی کو چھوڑا اور چل پڑا۔ گمراہ۔ مولانا فرماتے ہیں جو شخص جسم کا ساتھ نہ چھوڑے وہ بھی گمراہ ہوتا ہے۔

[2] جاں۔ جان اور جسم کی بھی خواہشات جداگانہ ہیں ان دونوں کا ساتھ نہیں نبھ سکتا۔ خاربن۔ کانٹوں کا جھاڑ۔ بالہا۔ جان کی پرواز عالمِ بالا کی جانب ہے جسم کی خواہش زمین پر رہنے کی ہے۔ تا تو۔ جب تک انسان کی روح جسم کے ساتھ رہیگی مقصد حاصل نہ ہوگا۔ مردہ وطن۔ عاشقِ وطن۔

[3] روزگارم۔ مجنوں نے کہا اس کشمکش میں میرا وقت ضائع ہوا۔ تیہ۔ وہ میدان جس میں چالیس سال تک بنی اسرائیل چکر کاٹتے رہے تھے اور شام کو اسی جگہ پر ہوتے تھے جہاں سے صبح کو چلے تھے۔ خطوتین۔ دو قدم۔ شستت۔ مکر و حیلہ۔ چو سرنگوں۔ مجنوں نے پھر اپنے آپ کو اونٹنی پر سے سر کے بل گرا دیا۔ سنگلاخ۔ پتھریلی زمین۔

پای را بربست و گفتا گو شوم¹
اُس نے پاؤں کو باندھا اور بولا گیند بنجاؤں گا
در خمِ چوگانش غلطاں میروم
اُس کے بَلّے کے موڑ میں لڑھکتا ہوا جاؤں گا

زیں کُند نفریں حکیم خوش دہن
خوش کلام حکیم اسی لئے نفرت بھیجتا ہے
بر سوارے کو فرو ناید ز تن
اُس سوار پر جو جسم سے نیچے نہ اُترے

عشقِ مولیٰ کے کم از لیلیٰ بود
اللہ کا عشق لیلیٰ کے عشق سے کب کم ہوتا ہے؟
گوی گشتن بہرِ اُو اولیٰ بود
اُس کے لئے گیند بن جانا زیادہ بہتر ہے

گوی شو می گرد بر پہلوی صدق
گیند بن جا، سچائی کے پہلو پر لُڑھک
غلط غلطاں در خمِ چوگانِ عشق
لُڑھکتا لُڑھکتا عشق کے بَلّے کے موڑ میں

کایں سفر زیں پس بود جذبِ خدا²
کیونکہ یہ سفر بعد میں خدا کی کشش سے ہوگا
واں سفر بر ناقہ باشد سیرِ ما
اور اونٹنی پر سفر ہماری رفتار ہوگی

اینچنیں سیریست مستثنیٰ ز جنس
اس طرح کا سفر اپنی جنس سے جدا گانہ ہے
کاں فزود از اجتہادِ جن و انس
کیونکہ وہ جن و انس کی کوشش سے بڑھا ہوا ہے

اینچنیں جذبیست نے ہر جذبِ عام
عام کشش اُس طرح کی کشش نہیں ہے
کہ نہادش فضلِ احمدؐ والسلام
جس کو احمدؐ کے فضل نے قائم کیا ہے والسلام

قصہ کوتہ کن برائے آں غلام
اُس غلام کی وجہ سے قصہ مختصر کر دے
کو سوی شہ بر نبشتہ است او پیام
جس نے بادشاہ کو پیغام لکھا

نبشتنِ³ آں غلام قصہ شکایت نقصانِ اجری سوی پادشاہ
تنخواہ گھٹنے پر بادشاہ کو اُس غلام کی شکایت لکھنے کا قصہ

رُقعہ پُر جنگ و پُر ہستی و کیں
ایک رقعہ جنگ اور خود بینی اور کینے سے بھرا ہوا
می فرستد پیشِ شاہِ نازنیں
نازک مزاج شاہ کی پیشی میں روانہ کرتا ہے

کالبد نامہ است اندر وے نگر
جسم رقعہ ہے اُس کو دیکھ لے
ہست لایق شاہ را آنگہ ببر
کہ بادشاہ کے مناسب ہے پھر لیجا

گوشہ رَو نامہ را بکشا، بخواں
گوشہ میں جا خط کو کھول، پڑھ
بیں کہ حرفش ہست در خورد شہاں
دیکھ لے کہ اُس کی عبارت شاہوں کے مناسب ہے

گر نباشد در خور آں را پارہ کن
اگر مناسب نہ ہو اُس کو پھاڑ دے
نامۂ دیگر نویس و چارہ کن
دوسرا خط لکھ اور تدبیر کر

---

¹ گو۔ گیند۔ حکیم۔ سنائی رحمۃ اللہ علیہ۔ عشقِ مولیٰ۔ اللہ کا عشق لیلیٰ کے عشق سے کم نہیں ہے جب مجنوں لیلیٰ کے عشق میں اونٹنی کو خیرباد کہہ سکتا ہے تو خدا کے عشق میں جسم کی سواری کو یقیناً خیرباد کہہ دینا چاہئے۔ گوی شو۔ اللہ کے راستہ میں گیند بن جا اور لڑھکتا ہوا اُس کے دربار تک پہنچ جا۔

² کایں سفر۔ اِس سفر میں ابتدا میں تو کوشش کریگا پھر اللہ کی جانب سے کشش شروع ہو جائے گی۔ اینچنیں۔ جذبِ خداوندی سے جو رفتار ہوگی وہ محض عطاءِ خداوندی ہے۔ اینچنیں۔ یہ خدائی جذب، عام جذب نہیں ہے جو ہر راستہ میں حاصل ہو جائے۔ یہ وہ جذب ہے جس کو حضورؐ کی مہربانی نے قائم کیا ہے اور اُن کے جانشینوں کو حاصل ہے۔

³ نبشتن۔ غلام کی انتہائی حماقت تھی کہ اُس نے غصّے سے بھرا ہوا خط لکھا اور وہ بھی نازک مزاج بادشاہ کو تحریر کیا۔ جس میں اپنی بڑائی جتلائی۔ کالبد۔ مولانا نے یہاں سے ارشادی مضمون شروع کر دیا کہ تیرا جسم بمنزلہ اُس غلام کے خط کے ہے اُس میں دیکھ لے کہ شاہ کے لائق اوصاف ہیں یا نہیں۔

لیک فتحِ نامۂ تن زپ مداں ¹ | ورنہ ہر کس سرِّ دل دیدے عیاں
لیکن جسم کے خط کو کھولنا آسان نہ سمجھ | ورنہ ہر آدمی دل کا راز کھلم کھلا دیکھ لیتا

نامہ بکشادن چہ دشوارست و صعب | کارِ مردانست نے طفلانِ لعب
خط کو کھولنا بہت دشوار اور سخت ہے | بہادروں کا کام ہے، نہ کہ کھلنڈرے بچوں کا

جملہ بر فہرست قانع گشتہ ایم | زانکہ در حرص و ہوا آغشتہ ایم
ہم سب فہرست پر قانع ہو گئے ہیں | کیونکہ حرص و خواہش سے آلودہ ہیں

باشد آں فہرست دامے عامہ را | تا چناں دانند متنِ نامہ را
وہ فہرست عوام کے لئے جال ہے | حتیٰ کہ خط کے مضمون کو ایسا ہی سمجھتے ہیں

بازکن ² سرنامہ را گردن متاب | زیں سخن واللہ اعلم بالصواب
خط کے عنوان کو کھول، منہ کو نہ موڑ | اس بات سے اور خدا صواب کو زیادہ جانتا ہے

ہست آں عنواں چو اقرارِ زباں | متنِ نامہ سینہ را کن امتحاں
وہ عنوان مثلاً زبانی اقرار ہے | سینہ کے خط کے مضمون کو آزمالے

کہ موافق ہست با اقرارِ تو | تا منافق وار نبود کارِ تو
کہ وہ تیرے اقرار کے مطابق ہے | تاکہ تیرا کام منافقانہ نہ ہو

چوں جوالے بس گرانے می بری | زاں نباید کم کہ در وے بنگری
جب کہ تو بہت بھاری بورا لے جا رہا ہے | کم از کم یہ ہو کہ اُس کو دیکھ لے

کہ چہ داری در جوال از تلخ و خوش | گر ہمی ارزد کشیدن را بکش
کہ تو اپنے بورے میں کیا چیز کڑوی اور کیا میٹھی رکھتا ہے | اگر لے جانے کے قابل ہے، لے جا

ورنہ ³ خالی کن جوالت از زسنگ | باز خر خود را ازیں پیکار و ننگ
ورنہ پتھر سے اپنے بورے کو خالی کرلے | اس جھگڑے اور ذلت سے اپنے آپ کو چھڑالے

در جوال آں کن کہ می باید کشید | سوئے سلطاناں و شاہانِ رشید
بورے میں وہ بھر لے جو لے جانا چاہئے | بھلے ملوک اور شاہوں کی جانب

زشت نبود کایں جوال پُر ریگ | می کشی و باشد آں ہم مُردہ ریگ
کیا یہ بُرا نہیں ہے کہ یہ ریت سے بھرا بورا | تو لے جائے اور وہ بھی حقیر و ناچیز ہو

چوں نمی تانی کہ پُر لعلش کنی | ہم تہی بہتر کہ ہم جنسِ تنی
اگر تو اُس کو لعل سے نہیں بھر سکتا ہے | خالی ہونا بہتر ہے بہ نسبت اسکے کہ تیرے جسم کی ہم جنس ہو

¹ نامۂ تن: جسم کے اس خط کو کھولنا اور پڑھنا آسان نہیں ہے۔ زپ: آسان۔ کار مرداں: اپنے جسم کے خط کو مخصوص لوگ ہی پڑھ سکتے ہیں عوام کو اپنے دلوں کے رازوں کا احساس نہیں ہوتا ہے۔ جملہ: یعنی ہم نیک کاموں کی فہرست پر اکتفا کر بیٹھے ہیں جس میں صرف عنوانات ہوتے ہیں یعنی صرف ظاہر کا اعتبار کرتے ہیں۔ باشد: یہ عنوان عوام کو پھنسانے کا جال ہے وہ خط کے مضمون کو بھی عنوان جیسا سمجھ بیٹھتے ہیں یعنی باطن کو ظاہر جیسا جان لیتے ہیں۔

² بازکن: خط کے مضمون کو پڑھنا چاہئے۔ ہست: ایمان کا زبانی اقرار عنوان ہے اصل ایمان دل میں ہے۔ کہ موافق: اگر صرف زبانی اقرار ہے اور قلبی تصدیق نہیں ہے تو یہ نفاق ہے۔ چوں: جب تو بادشاہ کے سامنے تحفہ میں کوئی بورا بھرا لے جا رہا ہو تو کم از کم یہ دیکھ لے کہ اس میں کیا چیز ہے۔

³ ورنہ: اگر بادشاہ کے مناسب نہیں ہے تو بورا خالی کرلے اور اُس میں وہ بھرلے جو بادشاہ کے مناسب ہو۔ زشت: یہ بُری بات ہوگی کہ تو معمولی ریت کا بورا بھر کر لے جائے۔ چوں نمی تانی: اگر انسان اپنے جسم کو اخلاقِ حسنہ سے نہیں بھر سکتا تو کم از کم اتنا ہو کہ اخلاقِ رذیلہ سے وہ خالی ہو۔

612

حکایتِ آں فقیہ با دستارِ بزرگ و آنکہ دستارش بُربود و بانگ و نعرۂ

اُس فقیہ کی حکایت جو بڑی پگڑی والا تھا اور اُس کی جو پگڑی اُچک لے گیا اور

فقیہ کہ بازش کن و بہ بیں کہ چہ می بری آنگاہ ببر

فقیہ کا پکارنا اور للکارنا کہ اُس کو کھول اور دیکھ کر کیا لے جا رہا ہے، تب لے جا

یک فقیہے ژندہا بر چیدہ بُود　　در عمامہ خویش در پیچیدہ بُود

ایک فقیہ نے چیتھڑے چُنے تھے　　(اور) اپنی پگڑی میں لپیٹ لئے تھے

تا شود زفت و نماید آں عظیم　　چوں در آید سوئے محفل در حطیم

تاکہ وہ موٹی ہو جائے اور بڑی نظر آئے　　جب وہ حطیم میں مجلس میں آئے

ژندہا از جامہہا پیراستہ　　ظاہرِ دستار ازاں آراستہ

مختلف کپڑوں کے چیتھڑے جوڑے تھے　　ان سے بظاہر پگڑی کو سجایا تھا

ظاہرِ دستار چوں حُلّہ بہشت　　چوں مُنافق اندروں رُسوا و زشت

پگڑی کا ظاہر، بہشت کے جوڑے کی طرح تھا　　باطن منافق کی طرح رسوا اور بھدا

پارہ پارہ دلق و پنبہ و پوستیں　　در درونِ آں عمامہ بُد دفیں

ٹکڑے ٹکڑے گدڑی اور روئی اور پوستین　　اُس پگڑی کے اندر دفن تھے

رُوئے سوئے مدرسہ کردہ صبوح　　تا بدیں ناموس یابد اُو فتوح

اُس نے صبح صبح مدرسہ کا رُخ کیا　　تاکہ اِس شان و شوکت کی وجہ سے نذرانے حاصل کرے

در رہِ تاریک مردے جامہ کن　　مُنتظر استادہ بُد از بہرِ فن

اندھیرے راستہ میں ایک کپڑے اُتارنے والا شخص　　فن دکھانے کے لئے منتظر کھڑا تھا

در رُبود اُو از سرش دستار را　　پس دواں شُد تا بسازد کار را

وہ اُس کے سر سے پگڑی لے اُڑا　　پھر بھاگا، تاکہ اپنا کام بنالے

پس فقیہش بانگ بر زد کاے پسر　　باز کُن دستار را آنگہ ببر

فقیہ نے اُس کو آواز دی اے بیٹا!　　پگڑی کو کھول، پھر لے جا

اِینچنیں کہ چار پرّہ می پری　　باز کُن آں ہدیہ را کہ می بری

تو جو اس طرح چار پروں سے اُڑ رہا ہے　　اُس تحفہ کو کھول جو تو لے جا رہا ہے

باز کُن آں را بدستِ خود بمال　　آنگہاں خواہی ببر کردم حلال

اُس کو کھول اپنے ہاتھ سے ٹٹول　　پھر چاہے لے جانا، میں نے معاف کردیا

ؐ١ حکایت۔ اِس حکایت کا خلاصہ یہ ہے کہ اُس فقیہ کا دستار کو غلط چیزوں سے بھرنا کس قدر بُرا تھا۔ باز کش کن یعنی اِس پگڑی کو کھول کر دیکھ اُس میں کیا ہے۔

ؐ٢ ژندہا۔ پرانے چیتھڑے۔ حطیم۔ خانۂ کعبہ کا وہ حصہ جس پر عمارت نہیں ہے۔ حُلّہ کپڑوں کا جوڑا۔

ؐ٣ دلق۔ گدڑی۔ دفین۔ مدفون۔ صبوح۔ صبح۔ فتوح۔ نذرانہ۔ جامہ کن کپڑے چھیننے والا۔ بہرِ فن۔ یعنی اپنا ہنر دکھانے کے لئے۔ کار را۔ یعنی اپنی غرض پوری کرے۔ چار پرّہ۔ چار پروں سے اُڑنا یعنی بہت تیز بھاگنا۔ آں ہدیہ۔ یعنی دستار۔ کردم حلال یعنی میں نے تجھے وہ دستار بخشدی۔

چونکہ بازش کرد آں کو می گریخت
جو بھاگ رہا تھا جب اُس نے اُس کو کھولا

صد ہزاراں ژندہ اندر رہ بریخت
لاکھوں چیتھڑے راستہ میں بکھر گئے

زاں عمامہ زفتِ نابایستِ[1] اُو
اُس کی اِس موٹی نابکار پگڑی سے

ماند یک گز کہنہ در دستِ اُو
ایک گز پرانا (کپڑا) اُس کے ہاتھ میں رہ گیا

بر زمیں زد خرقہ را کاے بے عیار
چیتھڑے کو زمین پر پٹخا کہ اے نالائق!

زیں دغل ما را بر آوردی ز کار
اِس فریب سے تُو نے ہمیں کام سے روک دیا

ایں چہ مکر ست و چہ تزویر ست و شید
یہ کیا مکر ہے اور کیا فریب ہے اور دغا ہے؟

کہ فگندی مر مرا در قیدِ صید
کہ تُو نے مجھے شکار کے پھندے میں پھنسایا

شرم نایدمر ترا زیں ژندہا
اِن چیتھڑوں سے تجھے شرم نہ آئی

از دغل بفگندیم اے پُر دغا
فریب سے تُو نے مجھے پھنسایا اے دغاباز!

گفت بنمودم دغل لیکن تُرا
اُس نے کہا میں نے فریب کیا لیکن تجھے

از نصیحت[2] باز گفتم ماجرا
خلوص سے میں نے قصہ بتا دیا

نصیحتِ دنیا مر اہلِ دنیا را بزبانِ حال و بیوفائیِ خود را
زبانِ حال سے دنیا داروں کو دنیا کی نصیحت اور وفا کی جستجو کرنے

وا نمودن بوفا جویندگاں
والوں کو اپنی بے وفائی دکھانا

ہمچنیں دنیا اگرچہ خوش شگفت
اسی طرح اگرچہ دنیا بہترین شگفتہ ہے

عیبِ خود را بانگ زد با جملہ گفت
بلند آواز سے اُس نے سب کو اپنا عیب بتا دیا

اندریں کون و فساد اے اُوستاد
اے اُستاد! اِس بناؤ اور بگاڑ میں

آں دغل کون و نصیحت داں فساد
بناؤ فریب ہے اور بگاڑ نصیحت سمجھ

کون[3] می گوید بیا من خوش پیم
بناؤ کہتا ہے آجا میں مبارک قدم ہوں

واں فسادش گفت رو من لاشیم
اور بگاڑ نے اُس سے کہا چلا جا میں کچھ نہیں ہوں

اے ز خوبیِ بہاراں لب گزاں
اے بہاروں کی رونق سے ہونٹ کاٹنے والے!

بنگر آں سردی و زردیِ خزاں
خزاں کی سردی اور زردی کو دیکھ لے

روز دیدی طلعتِ خورشیدِ خوب
تُو نے دن میں سورج کا حسین چہرہ دیکھ لیا

مرگِ اُو را یاد کن وقتِ غروب
غروب کے وقت اُس کی موت کو یاد کر لے

[1] نابایست۔ یعنی بیکار۔ ماند۔ یعنی اندر کے چیتھڑے بکھر گئے اور ایک گز پرانا کپڑا ہاتھ میں رہ گیا۔ بر زمیں۔ اُس چور نے اُس کپڑے کو زمین پر پھینک دیا اور نقیہ پر ناراض ہوا۔ ز کار۔ یعنی اگر میں اِس پگڑی کی فکر میں نہ پڑتا تو اور کوئی مُفید چوری کر لیتا۔ قیدِ صید۔ شکار کا پھندا۔ بفگندیم۔ فگندی مرا۔

[2] از نصیحت۔ یعنی تجھے ابتداءً دھوکا لگا لیکن آخر میں تو میں نے تجھے سب سمجھا دیا نصیحت۔ دنیا بھی ابتداءً مکر کرتی ہے، لیکن آخر میں اپنے عیوب ظاہر کر دیتی ہے۔ اندریں۔ دنیا عالمِ کون و فساد ہے یعنی اس کے کاموں میں بناؤ بھی ہے اور بگاڑ بھی، بناؤ فریب دیتا ہے تو بگاڑ دنیا کا عیب ظاہر کر دیتا ہے۔

[3] کون۔ دنیا کا بناؤ اپنی طرف کھینچتا ہے اور بگاڑ دنیا کی بے ثباتی ظاہر کرتا ہے۔ لاشیم۔ میں کچھ نہیں ہوں۔ لب گزاں۔ انسان موسمِ بہار کی رنگینیوں پر تعجب کرتا ہے اُس کی خزاں کو بھی ملحوظ رکھنا چاہیے۔ روز۔ دن میں سورج کا چہرہ حسین ہوتا ہے غروب کے وقت اُس کے چہرے پر مُردنی چھا جاتی ہے۔

بدر را دیدی بریں خوش چار طاق[1] — حسرتش را ہم ببیں اندر مُحاق

تو نے حسین خیمہ پر چودھویں کے چاند کو دیکھ لیا — گھٹا ؤ میں اس کی حسرت کو بھی دیکھ لے

کودکے از حُسن شد مولائے خَلق — بعدِ پیری شد خَرِف رسوائے خلق

ایک لڑکا حُسن کی وجہ سے لوگوں کا آقا بنا — بڑھاپے کے بعد بڈھا بے عقل لوگوں میں ذلیل ہو گیا

گر تنِ سیمیں بُتاں کردت شکار — بعدِ پیری بیں تنے چوں پنبہ زار

اگر چاندی جیسے بُتوں کے جسم نے تیرا شکار کر لیا ہے — بڑھاپے کے بعد جسم کو دیکھ لے جو روئی کا کھیت ہے

اے بدیدہ لوتِ ہائے چرب خیز[2] — فضلۂ آں را ببیں در آبریز

اے روغنی غذاؤں کے دیکھنے والے، اس — پاخانہ میں اُن کا فضلہ دیکھ لے

مَر خَبِث را گو کہ آں خوبیت کو — آں فریب و حُسن و مرغوبیت کو

نجاست سے دریافت کر کہ وہ تیری خوبی کہاں ہے؟ — وہ تیرا فریب اور حُسن اور پسندیدگی کہاں ہے؟

بر طبق کو عشوہ و نرمی و خوُت — بر سبد کو جلوہ و لغزی و لوُت

طشت پر تیرا ناز و انداز و نرمی اور عادت کہاں ہے؟ — چنگیری پر تیرا جلوہ اور انوکھا پن اور خوشبو کہاں ہے؟

گوید او آں دانہ بُد من دام آں — چوں شدی تو صید شد دانہ نہاں

وہ کہتی ہے وہ دانہ تھا میں اس کا جال ہوں — جب تو شکار بن گیا، دانہ چھپ گیا

بس انامل رشکِ استاداں شدہ — در صناعت عاقبت لرزاں شدہ

بہت سی انگلیاں اُستادوں کیلئے باعثِ رشک بن گئی ہیں — دستکاری میں (لیکن) انجام کار وہ کانپتی ہیں

نرگسِ چشمِ خماری ہمچو جاں[3] — آخر اعمش بیں و آب از وے چکاں

جان جیسی مست آنکھ کی نرگس — بالآخر چندھی دیکھ لے اور ان میں سے پانی بہتا ہوا

حیدرے کاندر صفِ شیراں رود — آخر او مغلوبِ موشے می شود

وہ بہادر جو شیروں کی صفوں میں جاتا ہے — آخر میں وہ چوہے سے عاجز ہو جاتا ہے

طبعِ تیز دُور بینِ مُحترف — چوں خرِ پیرش ببیں آخر خَرِف

پیشہ ور کی دور بین تیز طبیعت کو — بوڑھے گدھے کی طرح، بے عقل دیکھ لے

زُلف و جعدِ مُشکبارِ عقل بر — آخر او دُمِّ زشتِ پیرِ خر

مُشکبار زُلف اور ہوش رُبا گھونگھر والے بال — انجام میں بوڑھے گدھے کی بھدی دُم ہیں

خوش ببیں کونش ز اوّل باگشاد — و آخر آں رسوائیش بیں و فساد

اس کے بناؤ کو شروع میں پُر لطف حسین دیکھ لے — اور اس کے آخر میں اس کی رُسوائی اور فساد کو دیکھ لے

[1] چار طاق۔ چوگوشہ خیمہ، راوٹی یہاں آسمان مراد ہے۔ مُحاق۔ چاند کا گھٹاؤ۔ کودکے۔ وہی لڑکا جو اپنے حُسن کی وجہ سے لوگوں کا آقا بنتا ہے، بڑھاپے میں بڈھا بے عقل ہو کر رسوا ہوتا ہے۔ پنبہ زار۔ روئی کا کھیت یعنی بڑھاپے میں تمام بدن پر سفید بال آجاتے ہیں۔

[2] اے بدیدہ۔ وہی روغنی غذائیں جو انتہائی مرغوب ہوتی ہیں جب فضلہ بنکر بیت الخلا پہنچتی ہیں، تو ناقابلِ دید ہوتی ہیں۔ خبث۔ یعنی فضلہ۔ سبد۔ ٹوکری۔ لغز۔ نادر۔ گوید۔ وہ فضلہ زبانِ حال سے کہتا ہے وہ میری پہلی حالت جال کا دانہ تھی جب تو پھنس گیا تو اب دانہ غائب ہو گیا ہے۔ بس انامل۔ دستکار کی وہی انگلیاں جو کبھی فن کے اُستادوں کے لئے باعثِ رشک تھیں بڑھاپے میں کانپنے لگتی ہیں۔

[3] نرگس۔ جوانی کی مست نرگسی آنکھیں بڑھاپے میں چندھی ہو جاتی ہیں جن سے ہر وقت پانی بہتا ہے۔ حیدر۔ بڑے سے بڑا بہادر بڑھاپے میں بالکل ناکارہ ہو جاتا ہے۔ محترف۔ پیشہ ور۔ خرف۔ بڈھا بے عقل۔ جعد۔ گھونگر والے بال۔ خوش۔ غرضکہ دنیا کے بناؤ کے بعد بگاڑ ہے انسان کو اسے پیشِ نظر رکھنا چاہئے۔

615

زانکہ اُو بنمود پیدا دامِ[1] را
کیونکہ اُس نے جال کو ظاہر کر کے دکھا دیا

پیشِ تو بر کند سبلت خام را
تیرے سامنے کتوں کی مونچھ نوچ دی

پس مگو دنیا بتزویرم فریفت
پس تو نہ کہہ کہ دنیا نے مکر سے مجھے پھنسایا

ورنہ عقلِ من زدامش می گریخت
ورنہ میری عقل اُس کے جال سے آرام پاتی!

طوقِ زرّین و حمائل بین ہلہ
خبردار! سونے کے گردن بند اور پرتلوں کو دیکھ

غُل و زنجیرے شُد ست و سِلسلہ
طوق اور زنجیر اور بیڑی بن گیا

ہمچنیں ہر جزوِ عالم می شمر
اسی طرح دنیا کے ہر جزو کو گن لے

اوّل و آخر در آرش در نظر
اُس کے اوّل اور آخر کو نظر میں لے آ

ہر کہ آخر بیں تر اُو مسعود تر
جو انجام کو زیادہ دیکھنے والا ہے وہ زیادہ نیک بخت ہے

ہر کہ آخر بیں تر اُو مطرود تر
جو چیز کو زیادہ دیکھنے والا ہے، زیادہ مردود ہے

رُوئے ہر یک چوں مہِ فاخر بہیں
فخر بھرے چاند کی طرح ہر ایک کا چہرہ دیکھ لے

چونکہ اوّل دیدہ شُد آخر بہیں
جبکہ آغاز دیکھ لیا ہے، انجام (بھی) دیکھ لے

تا نباشی[2] ہمچو ابلیس اعورے
تاکہ تو شیطان کی طرح کانا نہ بنے

نیم بیند نیم نے چوں ابترے
وہ آدھا دیکھتا ہے آدھا نہیں، ناقص کی طرح

دید طینِ آدمؑ و دینش ندید
اُس نے آدمؑ کی مٹی کو دیکھا اُن کے دین کو نہ دیکھا

اینجہاں دید آنجہاں بینش ندید
اس جہان کو دیکھا مگر اُس جہان کا دیکھنے والا نہ سمجھا

فضلِ[3] مرداں بر زناں اے بوشجاع
اے بڑے بہادر! مردوں کی عورتوں پر فضیلت

نیست بہرِ قوت و کسب و ضیاع
طاقت اور کمائی اور جائداد کی وجہ سے نہیں ہے

ورنہ شیر و پیل را بر آدمی
ورنہ شیر اور ہاتھی کو آدمی پر

فضل بودے بہرِ قوت اے عمی
فضیلت ہوتی اے میرے چچا! طاقت کی وجہ سے

فضلِ مرداں بر زناں حالی پرست
اے موقع پرست! مردوں کی عورتوں پر فضیلت

زاں بود کہ مرد پایاں بیں تر است
اسلئے ہے کہ مرد انجام بیں زیادہ ہے

مرد کاندر عاقبت بینی خم ست
جو مرد انجام پر نظر رکھنے میں ٹیڑھا ہے

اُو ز اہلِ عاقبت چوں زن کم ست
وہ انجام پر نظر رکھنے والوں سے عورت کی طرح کم ہے

از جہاں دو بانگ می آید بضد
دنیا سے دو مختلف آوازیں آتی ہیں

تا کدامیں را تو باشی مُستعِد
دیکھنا ہے کہ تو کونسی کے لیے مستعد ہوتا ہے؟

---

[1] دام۔ دنیا کا بگاڑ ظاہر کر دیتا ہے کہ اسکا بناؤ انسان کیلئے جال ہے۔ ... خام یعنی ناتجربہ کار بیتی مگو۔ انسان کا یہ عذر بیکار ہے کہ دنیا نے فریب دیا۔ طوق۔ وہی چیزیں جو رونق کا باعث ہیں اُن کا انجام تباہی ہے۔ ہمچنیں۔ تمام اجزاء عالم کا یہی حال ہے ان کی ابتداء بناؤ ہے اور انجام بگاڑ ہے۔ ہر کہ۔ دنیا کی چیزوں کے انجام پر جو نظر رکھے گا وہ نیک بخت ہے۔ آخر۔ جیسے چوہوں میں جانور کو گھاس دانہ کھلایا جاتا ہے۔ مطرود۔ مردود۔ روئی۔ ابتدا پُر رونق ہوتی ہے۔

[2] تا نباشی یعنی ہر چیز کے آغاز و انجام کو دیکھ لے شیطان کی طرح یہ نہ کر کہ کچھ دیکھے کچھ نہ دیکھے شیطان نے حضرت آدمؑ کا ایک جزو دیکھا دوسرے جزو پر نظر نہ کی جسم کو دیکھا روح کو نہ دیکھا۔

[3] فضلِ مرداں۔ مردوں کو عورتوں پر فضیلت مردوں کی عاقبت بینی کی وجہ سے ہے۔ ورنہ۔ طاقت کی بنیاد پر فضیلت ہو تو پھر انسان سے شیر اور ہاتھی افضل ہونا چاہیے۔ عمی۔ میرے چچا۔ حالی پرست یعنی موجودہ حال کو دیکھنے والا مآل پر نظر نہ کرنے والا۔ خم۔ ٹیڑھ۔ از جہاں۔ دنیا کے عروج اور زوال سے عبرت حاصل کرنے کی نصیحت شروع کی ہے۔ بضد یعنی دونوں متضاد آوازیں ہیں۔

آں یکے بانگش نشورِ اتقیا — واں دگر بانگش فریبِ اشقیا
اس کی ایک آواز متقیوں کو جگانے والی ہے — اس کی دوسری آواز بدبختوں کے لئے فریب ہے

بانگِ خار و بانگِ اشگوفہ شنو — بعد ازاں شو بانگِ خارش را گرو
کانٹے کی آواز اور غنچہ کی آواز سن — اُسکے بعد اُسکے کانٹے کی آواز کا گرویدہ ہو جا

من شگوفہ خارم اے فخرِ کبار — گل بریزد من بمانم شاخِ خار
اے بڑوں کے فخر! میں غنچہ کا کانٹا ہوں — پھول جھڑ جاتا ہے، میں کانٹوں کی شاخ رہ جاتی ہوں

بانگِ اشگوفش کہ اینک گلفروش — بانگِ خارِ اُو کہ سوئے ما مکوش
اُس کے غنچہ کی آواز ہے، کہ یہ گلفروش ہے — اُسکے کانٹے کی آواز ہے کہ ہماری جانب (آئیو) کوشش نہ کر

ایں پذیرفتی بماندی زاں دگر — کہ محب از ضدِ محبوب ست کر
تو نے اُس کو قبول کر لیا، دوسری سے رہ گیا — کیونکہ عاشق، معشوق کے مخالف سے بہرہ ہے

آں یکے بانگ اینکہ اینک حاضرم — بانگِ دیگر بنگر اندر آخرم
ایک آواز یہ ہے کہ یہ میرا فی الحال ہے — دوسری آواز ہے، میرے انجام کو دیکھ

حاضری ام ہست چوں مکر و کمیں — نقشِ آخر ز آئینہ اول بہ بیں
میری موجودہ حالت مکر اور کمین جیسی ہے — آغاز کے آئینہ میں انجام کا نقش دیکھ لے

چوں یکے زیں دو جوال اندر شدی — آں دگر را ضد و نادر خور شدی
جب تو نے ان دونوں میں سے ایک کو پسند کر لیا — دوسری کا مخالف اور نا قابل بن گیا

اے خنک آں کو ز اول آں شنید — کش عقول و مسمعِ مرداں شنید
مبارک ہے وہ کہ جس نے پہلے وہ سن لی — جس کو مردوں کی عقلیں اور کان سن چکے ہیں

خانہ خالی یافت جا را اُو گرفت — غیرِ آنش کژ نماید یا شگفت
اُس نے خالی گھر پایا، جگہ پر قبضہ کر لیا — اُس کے علاوہ اُس کو ٹیڑھی نظر آئیگی یا عجیب

کوزۂ نو کو بہ خود بولے کشید — آں خبث را آب نتواند برید
وہ کورا پیالہ جس نے پیشاب جذب کر لیا — اُس نجاست کو پانی ختم نہیں کر سکتا

در جہاں ہر چیز چیزے می کشد — کفر کافر را و مرشد را رشد
دنیا میں ہر چیز ایک چیز کو کھینچتی ہے — کفر، کافر کو، ہدایت، ہدایت یافتہ کو

۱؎ آں یکے۔ دنیا کی ناپائیداری کی آواز سے متقی خوابِ غفلت سے بیدار ہوتے ہیں۔ واں دگر۔ دنیا کے جاہ و اقبال کی آواز پر بدبخت فریفتہ ہوتے ہیں۔ بانگِ خار۔ دنیا کے زوال اور عروج کی آواز سن اور پھر زوال کی آواز پر عمل کر۔ من شگوفہ۔ زوال کی آواز کہتی ہے کہ دنیا کی رونق ختم ہونے والی ہے۔

۲؎ بانگِ اشگوفہ۔ دنیا کی رونق اپنی طرف بلاتی ہے دنیا کا زوال کہتا ہے کہ میرے قریب نہ آ۔ ایں۔ اگر انسان دنیا کی ایک آواز قبول کر لیتا ہے تو پھر دوسری آواز سے وہ بے تعلق ہو جاتا ہے۔ حاضرم۔ یعنی دنیا کہتی ہے میں اپنی رونق کے ساتھ موجود ہوں۔ آخرم۔ دوسری آواز کہتی ہے کہ دنیا کے انجام کو دیکھ لے۔

۳؎ حاضری۔ میری موجودہ صورت مکر اور فریب ہے آغاز کے آئینہ میں انجام دیکھ لے۔ جوال اندر شدن کسی کام کو اختیار کر لینا۔ نادر خور۔ نالائق، نا قابل۔ اے خنک۔ وہ شخص قابل مبارکباد ہے جو آغاز میں انجام کو دیکھ لے۔ خانہ خالی۔ اگر انسان نے صرف آغاز کی پکار سنی تو وہ اس کے دل میں گھر کرے گی پھر وہ انجام کی آواز سننا پسند نہ کرے گا۔ کوزۂ نو۔ انسان جب آغاز پر فریفتہ ہو جاتا ہے تو انجام سے آنکھیں بند کر لیتا ہے اُس کی مثال یہ ہے کہ کورا برتن اگر پیشاب جذب کر لے تو پھر پانی اس کو پاک نہیں کر سکتا۔ در جہاں۔ نظامِ عالم جذب اور انجذاب پر قائم ہے ہر چیز کسی دوسری چیز کو اپنی طرف کھینچتی ہے۔ کفر، کافر کو اپنی طرف کھینچتا ہے نیکی نیکوں کو اپنی طرف کھینچتی ہے تو یہ معنوی کشش ہے۔

کہربا ہم ہست و مقناطیس ہست — تا تو آہن یا کہی آئی بشست
کہربا بھی ہے اور مقناطیس بھی — تاکہ تو لوہا ہو یا گھاس جال میں آجائے

برد مقناطیسِ ار تو آہنی — ور کہی بر کہربا بر می تنی
اگر تو لوہا ہے تو مقناطیس لے گیا — اگر تو گھاس ہے تو کہربا پر چلکے کاٹتا ہے

آں یکے چوں نیست با اخیار یار — لاجرم شد پہلوئ فجار جار
جو شخص نیکوں کا دوست نہیں ہے — لامحالہ بدکاروں کے پہلو کا پڑوسی بنا

آں یکے را صحبتِ خار اختیار — لاجرم شد پہلوئ ہر خار خوار
ایک کو کانٹے کی صحبت پسند ہے — وہ لامحالہ ہر کانٹے کے پہلو میں ذلیل ہوا

ہست موسیٰ پیشِ قبطی بس ذمیم — ہست ہاماں پیشِ سبطی بس رجیم
(حضرت) موسیٰ قبطی کے نزدیک بُرے ہیں — ہامان سبطی کے نزدیک سخت ملعون ہے

جانِ ہاماں جاذبِ قبطی شدہ — جانِ موسیٰ جاذبِ سبطی شدہ
ہامان کی جان قبطی کو کھینچنے والی بنی — (حضرت) موسیٰؑ کی جان سبطی کو کھینچنے والی بنی

معدۂ خر کہ کشد در اجتذاب — معدۂ آدم جذوبِ گندم آب
گدھے کا معدہ ہضم کرنے میں گھاس کو کھینچتا ہے — آدم کا معدہ گیہوں، پانی کو کھینچنے والا ہے

گر تو نشناسی کسے را از ظلام — بنگر او را کوش سازید ست امام
اگر اندھیرے کی وجہ سے تو کسی کو نہ پہچانے — اس کو دیکھ لے جس کو اس نے پیشوا بنایا ہے

زاں کہ ہر کرّہ پئے مادر رود — تا بداں جنسیتش پیدا شود
کیونکہ جانور کا ہر بچہ ماں کے پیچھے چلتا ہے — حتیٰ کہ اس سے اس کی جنسیت ظاہر ہو جاتی ہے

آدمی را شیر از سینہ رسد — شیرِ خر از نیم زیرینہ رسد
آدمی کو سینہ سے دودھ ملتا ہے — گدھے کا دودھ نچلے آدھے حصہ سے پہنچتا ہے

بیان آنکہ عارف را غذائیست از نورِ حق کہ اَبِیْتُ عِنْدَ رَبِّیْ

اس کا بیان کہ خدا کو پہچاننے والے کی غذا اللہ کا نور ہے کیونکہ (حدیث ہے) میں اپنے

یُطْعِمُنِیْ وَیَسْقِیْنِیْ وقولہ صلی اللہ علیہ وسلم اَلْجُوْعُ طَعَامُ اللّٰہِ یُحْیِیْ بِہٖ

خدا کے پاس رات گزارتا ہوں وہ مجھے کھلاتا ہے اور پلاتا ہے اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ہے

اَبْدَانَ الصِّدِّیْقِیْنَ اَیْ فِی الْجُوْعِ یَصِلُ طَعَامُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَزَّ وَجَلَّ

بھوک خدائی غذا ہے اس سے زندگی پاتے ہیں صدیقین کے بدن یعنی اللہ کا کھانا بھوک میں پہنچتا ہے

---

۱ کہربا۔ ظاہری کشش بھی دیکھ لے کہربا تنکے کو کھینچتی ہے اور مقناطیس لوہے کو کھینچتا ہے۔ برد۔ تم میں جیسی صلاحیت ہوگی اُس طرف تمہاری کشش ہوگی۔ آن یکے۔ اگر نیکوں کی طرف کشش نہیں ہے تو برُوں کی طرف کشش ہوگی۔ خار یعنی بُرائی۔

۲ ہست موسیٰ۔ قبطی یعنی فرعون کی قوم کے شخص کو حضرت موسیٰ کی طرف کشش نہیں ہے وہ اُس کو بُرے معلوم ہوتے ہیں سبطی یعنی (اسرائیلی) حضرت یعقوب کی نسل کی کشش ہامان یعنی فرعون کے وزیر کی طرف نہیں ہے وہ اُسکو برا معلوم ہوتا ہے۔ معدہ خر۔ گدھے کے معدہ میں گھاس کی کشش ہے۔ گر تو۔ اچھوں کی صحبت اختیار کرنے کیلئے اُن کی کشش کو دیکھو کہ کس طرف ہے اگر اُن کی کشش کا تمھیں پتہ نہ چلے تو اُن کے شیخ کی کشش کو دیکھ کر اچھائی بُرائی کا فیصلہ کرلو۔

۳ زاں۔ ــ کند ہم جنس با ہم جنس پرواز کبوتر با کبوتر باز با باز آدمی یا انسان چونکہ اشرف المخلوقات ہے اُس کی غذا اُس کے اشرف حصہ سے حاصل ہوتی ہے گدھے کو اسفل حصہ سے غذا ملتی ہے۔ عارف۔ چونکہ عارف باخدا اشرف المخلوقات میں فردِ اعلیٰ ہے اُسکو غذا اللہ کیطرف سے ملتی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صدیقین کو اللہ سے

618

عدلِ[1] قسام ست و قسمت کردنیست — ایں عجب کہ جبر نے و ظلم نیست

تقسیم کرنے والے کا انصاف ہے اور اس کی تقسیم؟ — یہ عجیب بات ہے کہ نہ کوئی جبر ہے نہ کوئی ظلم ہے

جبر بودے کے پشیمانی بُدے — ظلم بودے کے نگہبانی بُدے

جبر ہوتا تو شرمندگی کب ہوتی؟ — ظلم ہوتا تو حفاظت کہاں ہوتی!

روز آخر شد سبق فردا بود — رازِ ما را روز کے گنجا بود

شام ہوگئی، سبق کل ہو گا — ہمارے راز کی دن میں گنجائش کہاں ہے؟

حاصل آنکہ در دخول و در ایاب — در نگر واللہ اعلم بالصواب

خلاصہ یہ ہے کہ جانے اور آنے میں — غور کر لے اور اللہ زیادہ بہتر جانتا ہے

خطابؔ[2] با مغروران دنیا و گرفتاران نفس

دنیا سے دھوکہ کھانے والوں اور نفس کے قیدیوں سے خطاب

اے بکردہ اعتمادِ واثقے — بر دم و بر چاپلوسِ فاسقے

اے مضبوط بھروسہ کئے ہوئے — ایک فاسق کے فریب اور چاپلوسی پر

قُبّہ بر ساختتی از حباب — آخر آں خیمہ است سست و واہی طناب

تو نے بلبلے کا قبہ بنایا ہے — یقیناً وہ خیمہ کمزور رسیوں والا ہے

زَرق چوں برق ست اندر نورِ آں — راہ نتوانند دیدن رہرواں

مکر، برق کی طرح ہے اس کی روشنی میں — راستہ چلنے والے راستہ نہیں دیکھ سکتے ہیں

ایں جہان و اہلِ او بیحاصل اند — ہر دو اندر بے وفائی یک دل اند

یہ دنیا اور دنیا دار بے نتیجہ ہیں — بے وفائی میں دونوں ہم رائے ہیں

زادۂ[3] دنیا چو دنیا بے وفاست — گرچہ رُو آرد بتو آں رُو قفاست

دنیا کی پیداوار دنیا کی طرح بے وفا ہے — اگرچہ وہ تیری طرف رُخ کرے وہ چہرہ گدّی ہے

اہلِ آں عالم چو آں عالم زبر — تا ابد در عہد و پیماں مستمر

اس جہان والے اس جہان کی طرح نیکی کیوجہ سے — ہمیشہ کے لئے عہد اور پیمان پر قائم ہیں

خود دو پیغمبر بہم کے ضد شدند — معجزات از ہمدگر کے بستدند

دو پیغمبر آپس میں کب مخالف ہوتے ہیں؟ — آپس میں ایک دوسرے کے معجزے کب چھینتے ہیں؟

کے شود پژمردہ میوہ آنجہاں — شادیِ عقبیٰ نگردد اندہاں

اس عالم کا پھل کب خراب ہوتا ہے؟ — آخرت کی خوشی غم نہیں بنتی ہے

[1] عدل۔ شعر:- قسمت کیا ہر چیز کو قسام ازلی نے جو شخص کہ جس چیز کے قابل نظر آیا۔ ایں عجب۔ اس تقسیم میں کسی پر جبر بھی نہ ہوا اور نہ کسی پر ظلم ہوا۔ پشیمانی۔ اپنی صلاحیت کے اعتبار سے جب انسان برا کام کرتا ہے تو اسکو شرمندگی ہوتی ہے، اگر جبر ہو تو پھر کام پر شرمندگی نہ ہونی چاہیئے۔ نگہبانی۔ ظالم، مظلوم کا نگہبان نہیں ہوتا ہے اللہ تعالیٰ ہر بندے کا نگہبان ہے رزق دیتا ہے صحت دیتا ہے۔ روز۔ اب اس مضمون کو ختم کر دینا چاہیئے بہت وقت گذر گیا اور مضمون ناتمام رہا۔ حاصل۔ خلاصہ یہ ہے کہ جب دربارِ خداوندی میں آنا جانا ہو تو اپنی حالت کو مدِ نظر رکھو۔

[2] خطاب۔ جن لوگوں کو من جانب اللہ فلاح حاصل ہوتی ہے ان کے بالمقابل گروہ کا تذکرہ شروع کیا ہے۔ اعتمادِ واثقے۔ مضبوط بھروسہ۔ فاسقے یعنی بناوٹی شیخ۔ حباب۔ پانی کا بلبلہ۔ طناب۔ خیمہ کا رسہ۔ زَرق۔ مکاری یعنی مکار شیخ کی مکاری بجلی کی کوند ہے جس کے ذریعہ راستہ طے نہیں کیا جا سکتا۔ بے حاصل۔ بے نتیجہ، بیکار۔

[3] زادۂ دنیا۔ یعنی دنیادار۔ رُو۔ اسکا رُخ بھی گدی کیطرح ہے۔ زبر۔ نیکی۔ مستمر۔ دائم۔ دو پیغمبر۔ اہل اللہ میں کبھی باہمی مخالفت نہیں ہوتی ہے وہ ایک دوسرے کا مال یعنی معجزے نہیں چھینتے ہیں۔ کے شود۔ عالم آخرت

619

نفس بے عہدست زاں رُو شُستنی ست — اُو دَنی و قبلہ گاہِ اُو دَنی ست

نفس بے وفا ہے، اِس لئے گردن زدنی ہے — وہ کمینہ ہے اور اُس کا قبلہ گاہ (بھی) کمینہ ہے

نفسہا را لائق ست ایں انجمن — مُردہ را در خور بُوَد گور و کفن

نفسوں کے لئے یہ انجمن مناسب ہے — گور و کفن مُردے کے لئے مناسب ہوتا ہے

نفس اگرچہ زیرک ست و خُردہ داں — قبلہ اَش دنیاست اُو را مُردہ داں

نفس اگرچہ ذہین اور نکتہ داں ہے — اُس کا قبلہ دنیا ہے اُس کو مُردہ سمجھ

آبِ وحیِ حق بدیں مُردہ رسید — شُد ز خاکِ مُردہ زندہ پدید

اللہ کے اِلہام کا پانی اُس مُردے کو پہنچا — مُردہ خاک سے زندہ پیدا ہو گیا

تا نیاید وحی تُو غرّہ مباش — تو بداں گلگونۂ طالِ بقاش

جب تک اللہ (تعالیٰ) کا الہام نہ آئے اُس دھوکہ کو نہ کھا — اُس کی عمر دراز ہو کے غازے سے

بانگ و صیتے جُو کہ آں خامل نشُد — تابِ خورشیدے کہ آں آفل نشُد

وہ آواز اور شہرہ چاہ جو کبھی گمنام نہ ہو — اُس سورج کی چمک (چاہ)، جو کبھی غروب نہیں ہوتا ہے

آں ہنرہائے دقیق و قال و قیل — قومِ فرعوں اند اَجَل چوں آبِ نیل

نازک ہنر اور قیل و قال — فرعون کی قوم ہیں، موت دریائے نیل کی طرح ہے

رونق و طاق و طرب و سحرِ شاں — گرچہ خلقاں را کشد گردن کشاں

اُن کی رونق اور شان و شوکت اور جادو — اگرچہ لوگوں کو زبردستی کھینچتے ہیں

سحرہائے ساحراں داں جملہ را — مرگِ چوبے داں کہ آں شد اژدہا

سب کو جادوگروں کے جادو سمجھ — موت کو وہ عصا سمجھ جو اژدھا بنا

جادوئیہا را ہمہ یک لقمہ کرد — یک جہاں پُر شب بُد آں را صبح خورد

دائنے اُن سب جادوؤں کو ایک لقمہ بنا لیا — ایک دنیا رات سے بھری تھی جسکو صبح نے نگل لیا

نور ازاں خوردن نشد افزون و بیش — بل ہماں سان ست کو بودہ است پیش

اُس کھانے سے نور افزوں اور زیادہ نہ ہوا — بلکہ اُسی طرح سے ہے جیسا کہ پہلے تھا

در اثر افزوں شُدہ در ذات نے — ذات را افزونی و آفات نے

اثر میں اضافہ ہوا، ذات میں نہیں — ذات کے لئے بڑھاؤ اور گھٹاؤ نہیں ہے

خدا کے اِس نورِ مطلق میں اُس تاریکی کو نگل جانے سے کوئی اضافہ نہ ہوا وہ پہلے ہی کامل و مکمل تھا، تمام دنیا کا ایمان لانا خدا کی خدائی میں اضافہ نہیں کر سکتا۔

لہ نفس۔ دنیا دار نفس کے تابع ہیں اور وہ بے وفا ہے لہٰذا دنیا دار بھی بے وفا ہیں۔ قبلہ گاہ۔ نفس کا قبلہ گاہ فسق و فجور ہے۔ دَنی۔ کمینہ۔ گور و کفن۔ دنیا کا وہ حلقہ جس میں ذکر و فکر نہ ہو قبر ہے۔ نفس۔ دنیا دار خواہ کتنا ہی ذہین ہو جب وہ آخرت سے غافل ہے مُردہ ہے۔ آبِ وحی۔ دنیا دار کو جب کبھی ہدایت میسر آتی ہو تو یہ سمجھو کہ مُردہ زندہ ہو گیا ہے۔

کہ تا نیاید۔ نفس انسان کو دھوکہ میں مبتلا کرتا ہے اور یقین دلاتا رہتا ہے کہ عمر دراز ہے آئندہ نیکی کرنے کا موقع ہو فی الحال دنیا کے مزے اڑا لو۔ گلگونہ۔ غازہ۔ بانگ۔ وہ آواز تلاش کر جو کبھی گمنام نہ ہو اور وہ نور حاصل کر جس کے لئے غروب ہو جانا نہیں ہے اور وہ اہلِ حق کے پاس ہے۔ آں ہنرہائے۔ دنیا کے تمام ہنر اور بحث و مباحثہ بمنزلہ فرعونی قوم کے ہیں اور اُن کیلئے موت بمنزلہ دریائے نیل کے ہے۔ رونق۔ اس دنیا کی رونق اور شان و شوکت اگرچہ انسان کو اپنی طرف کھینچتی ہے لیکن موت اُن کے لئے حضرت موسیٰؑ کی لاٹھی سمجھو جس نے جادوگروں کی جادوگری کو نگل لیا تھا۔

سلہ جادوئیہا اسی طرح موت اُن تمام ہنرمندیوں کو نگل جائیگی۔ یک جہاں حضرت موسیٰ کے اُس معجزے سے دنیا کی تاریکی چھٹ گئی تھی اور نورِ خداوندی اُس تاریکی کو نگل گیا تھا۔ قدرت

625

حق زایجادِ جہاں افزوں نشد — انچہ اوّل آں نبُود اکنوں نشد
دنیا کے پیدا کرنے سے اللہ (تعالیٰ) میں اضافہ نہیں ہوا — جو کچھ پہلے نہ تھا اب (بھی) نہ ہوا

لیکؔ افزوں شد اثر زایجادِ خلق — در میانِ ایں دو افزونیست فرق
دنیا کو پیدا کرنے سے نشان میں اضافہ ہوا — اِن دونوں اضافوں میں فرق ہے

شُد فزونیِ اثر اظہارِ اُو — تا پدید آید صفات و کارِ اُو
نشان کی زیادتی اُس (ذات) کا اظہار ہوئی — تاکہ اُس کی صفت اور صنعت کا ظہور ہو

ہستؔ افزونیِ ہر ذاتے دلیل — کو بُود حادث بعلتہا علیل
ہر ذات میں زیادتی دلیل ہے — کہ وہ حادث ہے (اور) علتوں کی وجہ سے ناقص ہے

نکتہؔ شد باریک اینجا اے رفیق — لیک بشنو تو مقالاتِ دقیق
اے دوست! اِس مقام پر نکتہ باریک ہوگیا — لیکن تو باریک باتیں سنتا رہ

تفسیرؔ آیۂ فَاَوْجَسَ فِیْ نَفْسِہٖ خِیْفَۃً مُّوْسٰی قُلْنَا لَا تَخَفْ اِنَّکَ اَنْتَ الْاَعْلٰی
"پس موسیٰؑ اپنے دل میں ڈرے، ہم نے کہا تو نہ ڈر یقیناً تو اعلیٰ ہے" آیت کی تفسیر

گفتؔ موسیٰ سحر ہم حیراں گنے ست — چہ کنم کایں خلق را تمیز نیست
(حضرت) موسیٰؑ نے کہا جادو بھی حیران کُن ہے — میں کیا کروں اُن میں تمیز نہیں ہے؟

گفتؔ حق تمیز را پیدا کنم — عقلِ بے تمیز را بینا کنم
اللہ (تعالیٰ) نے فرمایا میں تمیز پیدا کردونگا — بے تمیز عقل کو بصارت دے دوں گا

چونکہ معجزہاتؔ را ظاہر کنم — عقل را در دیدنش فاخر کنم
جب تمہارے معجزوں کو ظاہر کرونگا — عقل کو اُن کے دیکھنے میں قابلِ فخر بنادونگا

دیدہؔ بخشم عقلِ بے تمیز را — کور سازم جاہلِ ناچیز را
بے تمیز عقل کو بینائی بخش دونگا — ناچیز، جاہل کو اندھا بنادونگا

گرچہ چوں دریا برآوردند کف — موسیا تو غالب آئی لاتخف
اگرچہ وہ دریا کی طرح جھاگ نکال رہے ہیں — اے موسیٰ! تم غالب آؤ گے خوف نہ کرو

بُود اندر عہدِ خود سحر افتخار — چوں عصا شد مار آنہا گشت عار
جادو اپنے زمانہ میں باعثِ فخر تھا — جب لاٹھی سانپ بنی وہ ذلت بن گیا

ؔ۱ لیکؔ۔ کائنات کو اللہ تعالیٰ نے اِسلئے پیدا فرمایا ہے تاکہ اس کے پہچاننے کی نشانیوں میں اضافہ ہوجائے۔ کُنْتُ کَنْزًا مَخْفِیًّا فَاَحْبَبْتُ اَنْ اُعْرَفَ فَخَلَقْتُ الْخَلْقَ "میں ایک چھپا خزانہ تھا میں نے چاہا کہ میں پہچانا جاؤں تب میں نے مخلوق پیدا کی" ہے۔ ذات اور نشانیوں کے اضافہ میں فرق ہے۔ ہستؔ۔ کسی ذات میں اضافہ اس کی دلیل ہے کہ پہلے وہ ناقص تھی ذاتِ قدیم حدوث اور نقصان سے بالا ہے۔ نکتہؔ۔ اگرچہ مضمون دقیق ہے لیکن تو سنتا رہ اللہ سمجھنے کی توفیق دیدیگا۔

ؔ۲ تفسیرؔ۔ اس سے یہ سمجھایا ہے کہ معارف اور حقائق کے نکتے اللہ کی توفیق سے ہی سمجھ میں آتے ہیں۔ گفتؔ موسیٰؑ۔ حضرت موسیٰؑ کے ڈرنے کی وجہ جادوگروں یا سانپوں کا خوف نہ تھا بلکہ یہ تھا کہ لوگ معجزے اور جادو میں فرق نہ کرسکیں گے۔ گفتؔ حق۔ اللہ تعالیٰ نے یہ مشکل حل فرمادی اسی طرح اللہ تعالیٰ معارف سمجھنے کی مشکلات کو حل فرمادیتا ہے۔ معجزہاتؔ۔ عصا اور یدِ بیضا کے معجزے اور جادو میں فرق سمجھادوں گا۔

ؔ۳ دیدہؔ بخشم۔ مومنین کے ایمان میں اضافہ کردوں گا اشقیاء ایمان سے محروم رہینگے۔ گرچہؔ۔ اِن ساحروں کا جوش و خروش سب کافور ہوجائیگا اور غلبہ تمہارا ہوگا۔ بُودؔ مولانا فرماتے ہیں اس زور میں جادوگری بہت زیادہ

ہر کسے را دعویٔ حُسن و نمک[1] — سنگِ مرگ آمد نمکہا را محک

ہر شخص کو حُسن اور ملاحت کا دعویٰ ہے — موت کا پتھر ملاحتوں کی کسوٹی ہے

سحر رفت و معجزِ موسیٰ گذشت — ہر دو را از بامِ بُود افتاد طشت

جادو چلا گیا اور حضرت موسیٰ کا معجزہ بھی گذر گیا — دونوں وجود میں مشہور ہو گئے

بانگِ طشتِ سحر جز لعنت نماند — بانگِ طشتِ دیں بجز رفعت نماند

جادو کے طشت کی آواز لعنت کے سوا نہ رہی — دین کے طشت کی آواز بلندی کے سوا نہ رہی

چوں محک پنہاں شد از مردِ دوزن — در صف آ اے قلب اکنوں لاف زن

جب مرد و زن سے کسوٹی چھپ گئی ہے — اے کھوٹے! میدان میں آ جا، اب شیخی بگھار

وقتِ لافستت محک چوں غائب است — می برندت از عزیزی دست دست

تیرے لئے شیخی بگھارنے کا وقت ہے جبکہ کسوٹی غائب ہے — تجھے لوگ عزت سے ہاتھوں ہاتھ لے جاتے ہیں

ہر دمت[2] عزے و نازے در فزود — چوں محک آمد چرا گشتی کبود

ہر وقت تیری عزت اور ناز میں اضافہ ہوا — جب کسوٹی آگئی تو کالا کیوں ہو گیا؟

قلب می گوید ز نخوت ہر دمم — اے زرِ خالص من از تو کے کمم

کھوٹا ازراہِ تکبر ہر وقت مجھ سے کہتا ہے — اے خالص سونے! میں تجھ سے گھٹیا کب ہوں؟

زر ہمی گوید بلے اے خواجہ تاش — لیک می آید محک آمادہ باش

سونا کہتا ہے ہاں، اے دوست! — لیکن کسوٹی آرہی ہے تیار ہو جا

مرگِ تن[3] ہدیہ ست بر اصحابِ راز — زرِ خالص را چہ نقصان ست گاز

جسم کی موت راز والوں کا تحفہ ہے — خالص سونے کو گانتی سے کیا نقصان؟

قلب اگر در خویش آخر بیں بُدے — آں سیہ کاخر شد اوّل شُدے

کھوٹا، اگر اپنا انجام بیں ہوتا — جو سیاہ (رو) آخر میں ہوئی شروع میں ہو جاتی

چوں شدے اوّل سیہ اندر لقا — دُور بودے از نفاق و از شقا

اگر شروع میں سیاہ رُو ہو جاتا، ملاقات کے وقت — نفاق اور بدبختی سے دُور ہو جاتا

کیمیائے فضل را طالب بُدے — عقل او بر زرقِ او غالب بُدے

بزرگی کی کیمیا کا طالب ہوتا — اس کی عقل اس کے مکر پر غالب ہوتی

---

[1] ہر کسے۔ ہر زمانہ میں ایک ہنر باعثِ فخر رہا ہے لیکن معجزے کے سامنے وہ ماند پڑ گیا ہے۔ حضرت مسیحؑ کے دور میں طب جو انکے دم کرنے کے معجزے سے ماند پڑی حضورؐ کے دور میں فصاحت و بلاغت جو قرآن سے ماند پڑ گئی۔ بُوَد۔ وجود۔ طشت۔ طشت از بام افتادن مشہور ہو جانا۔ بانگ۔ جادو گری کی شہرت بصورتِ لعنت اور معجزے کی شہرت بصورتِ رفعت و بلندی باقی ہے۔ محک۔ کسوٹی۔ قلب۔ کھوٹا۔

[2] ہر دمت۔ کھوٹے کی رونق اُسی وقت تک رہتی ہے جب تک کسوٹی نہ ہو، کسوٹی کے بعد وہ بے رونق ہو جاتا ہے۔ یہی حال معجزوں کے مقابلہ میں اُن ہنر مندوں کا ہوا۔ قلب۔ جب کسوٹی نہ ہو تو کھوٹا کھرے کی برابری کا دعویٰ کرتا ہے۔ خواجہ تاش۔ ایک آقا کے دو غلام باہمی خواجہ تاش کہلاتے ہیں۔

[3] مرگِ تن۔ انبیاء اور اولیاء کی موت اُن کے لئے اللہ کے قرب کا سبب ہے گاز۔ گانتی۔ سُنار کی سونا کترنے کی قینچی۔ قلب۔ بدکار جو آخرت میں ندامت اُٹھائے گا اگر وہ عاقبت بیں ہوتا تو زندگی میں گناہوں پر ندامت کا اظہار کر دیتا۔ چوں شُدے۔ اگر گناہگار اپنے گناہوں پر زندگی میں نادم ہو جاتا تو آخرت میں نفاق اور بدبختی سے نجات پا جاتا۔ فضل۔ یعنی توبہ کرکے اللہ کی رحمت کا امیدوار بن جاتا

622

چوں شکستہ دل شُدے از حالِ خویش
جب ... اپنی حالت پر رنجیدہ ہوتا

جابرِ اشکستگاں دیدے بہ پیش
(دل) ٹوٹے ہوؤں کو جوڑنے والا سامنے دیکھ لیتا

عاقبت را دید اُو اشکستہ شُد
اس نے انجام کو دیکھا اور شکستہ (دل) ہوا

از شکستہ بند در دم بستہ شُد
ٹوٹے کو جوڑنے والے کی طرف فوراً جڑ گیا

فضلِ مسہار اسوئے اِکسیر راند
(اللہ کے) فضل نے تانبے کو کیمیا کیجانب سوار کر دیا

آں زر اندود از کرم محروم ماند
وہ ملمع شدہ ، کرم سے محروم ہو گیا

اے زر اندودہ مکُن دعویٰ ببیں
اے ملمع شدہ ! دعویٰ نہ کر ، دیکھ

کہ نماند مُشتریت اعمیٰ چنیں
کہ تیرا خریدار ہمیشہ ایسا اندھا نہ رہے گا

نورِ محشر چشمِ شاں بینا کُند
قیامت کا نور اُن کی آنکھوں کو بینا کر دیگا

چشم بندیِ ترا رُسوا کُند
تیری نظر بندی کو رُسوا کر دے گا

بنگر آنہا را کہ آخر دیدہ اند
اُن کو دیکھ لے جنھوں نے آخرت کو مدِ نظر رکھا ہے

حسرتِ جانہا و رشکِ دیدہ اند
وہ جانوں کیلئے (باعثِ) حسرت اور آنکھوں کیلئے (باعثِ) رشک ہیں

منگر آنہا را کہ حالی دیدہ اند
انکو نہ دیکھ کہ جنھوں نے موجود کو دیکھا ہے

سِرِّ فاسد ز اصلِ سِرّ بُبریدہ اند
فاسد راز ، اصل راز سے کٹ لیا ہے

پیشِ حالی بیں کہ در جہل ست و شک
موجود کو دیکھنے والے کیلئے جو نادانی اور شک میں ہے

صبحِ صادق صبحِ کاذب ہر دو یک
صبحِ صادق اور صبحِ کاذب دونوں ایک ہیں

صبحِ کاذب صد ہزاراں کارواں
صبحِ کاذب نے لاکھوں قافلوں کو

داد بر بادِ ہلاکت اے جواں
اے جوان ! ہلاکت سے برباد کیا ہے

صبحِ صادق را طلب کُن اے عزیز
اے پیارے ! صبحِ صادق کو طلب کر

تا ز صدقِ اُو شوی صاحب تمیز
تاکہ تو اس کی سچائی کے ذریعہ تمیز دار بنجائے

نیست نقدے کش غلط انداز نیست
کوئی کھرا سکہ نہیں ہے جس کیلئے غلطی میں مبتلا کرنیوالا (کھوٹا) نہ ہو

وائے آں جاں کش محک و گاز نیست
اُس جان پر مصیبت ہے جسکے پاس کسوٹی اور گناتی نہیں ہے

باز رو سوئے غلام و کیتنش
غلام اور اُسکے (رقعہ) لکھنے کی طرف واپس چل

کو سوئے شہ می نویسد نامہ خوش
کہ وہ عجیب رقعہ شاہ کو لکھتا ہے

زجر کردن مُدّعی را از دعویٰ و امر کردن اُو را بمتابعتِ انبیاء و اولیاءً
جھوٹے مدعی کو دعوے سے باز رکھنا اور انبیاء اور اولیاء کی پیروی کا حکم دینا

لہ چوں شکستہ - جب انسان اپنے گناہوں پر نادم ہوتا ہے تو رحمتِ خداوندی اس کی دل شکستگی کو رفع کر دیتی ہے۔ عاقبت - جس نے آخرت کو پیشِ نظر کر لیا رحمتِ خداوندی اس کی دستگیری کرتی ہے مِسہا - وہ لوگ جو گنہگار ہیں۔ اکسیر یعنی مغفرت - زر اندود - منافق ، بناوٹی شیخ۔

لہ اے زر اندودہ - بناوٹی شیخ کو خطاب ہے کہ تیرے مرید ہمیشہ ایسے ہی اندھے نہ رہیں گے کہ تیری حقیقت کو نہ سمجھ سکیں۔ چشم بندی - نظر بندی - بنگر - تو ان لوگوں کے رتبے جنھوں نے آخرت کا دھیان رکھا عوام کی جان اور آنکھ کے لئے باعثِ رشک ہیں منگر - ان بناوٹی پیروں کی طرف نہ دیکھ انھوں نے اصلی معارف میں سے کچھ چیزیں کتر لی ہیں جن سے لوگوں کو فریب دیتے ہیں۔

لہ پیشِ حالی بیں - دنیادار کو جھوٹے شیخ اور سچے شیخ میں فرق نظر نہیں آتا ہے صبحِ کاذ - قافلہ اگر صبحِ کاذب کو صبحِ صادق سمجھ کر چل پڑتا ہے تو لُٹ جاتا ہے اسی طرح جھوٹے شیخ کی پیروی سے انسان تباہ ہوتا ہے۔ صبحِ صادق - سچے شیخ کے اتباع سے صحیح نظر حاصل ہوتی ہے نیست - دنیا میں ہر کھری چیز کی صورت میں ایک کھوٹی چیز ہوتی ہے جیسیں امتیاز کی صلاحیت نہ ہو اسکی تباہی ہے۔ زجر کردن - جھوٹے شیوخ کیلئے تنبیہ کہ وہ انبیاء اور اولیاء کی پیروی کریں۔

623

بومسیلم[1] گفت من خود احمدم — دینِ احمدؐ را بفن برہم زدم

مسیلمہ الکذاب، بولا میں خود پیغمبر ہوں — میں نے احمدؐ کے دین کو تدبیر کے ذریعہ تباہ کر دیا

بومسیلم را بگو کم کن بطر — غرۂ اول مشو آخر نگر

مسیلمہ (کذاب) سے کہہ دے کہ اکڑو نہیں! — ابتدا سے دھوکہ نہ کھا انجام کو دیکھ

ایں قلاوزی مکن از حرصِ جمع — پس روی کن تا روی در پیشِ شمع

(دولت) جمع کرنے کے لالچ سے رہنمائی اختیار نہ کر — اتباع کر تاکہ تو شمع کے آگے چلے

شمع[2] مقصد را نماید ہمچو ماہ — کایں طرف دانہ است یا خود دامگاہ

شمع مقصد کو چاند کی طرح روشن کر دیتی ہے — کہ اس جانب دانہ ہے یا جال کی جگہ

گر بخواہی یا نخواہی با چراغ — دیدہ گردد نقشِ باز و نقشِ زاغ

خواہ تو چاہے یا نہ چاہے چراغ کے ہوتے ہوئے — باز کی صورت اور کوے کی صورت نظر آجاتی ہے

گرچہ ایں زاغاں دغل افروختند — بانگِ بازانِ سفید آموختند

اگرچہ اِن کوؤں نے مکر (کا چراغ) روشن کیا ہو — سفید بازوں کی بولی سیکھ لی ہے

بانگِ ہدہد گر بیاموزد قطا — رازِ ہدہد کو و پیغامِ سبا

کونج اگر ہدہد کی بولی سیکھ لے — ہدہد کا راز اور سبا کا پیغام کہاں ہے!

بانگ[3] پر رستہ ز پر بستہ بداں — تاجِ شاہاں را ز تاجِ ہدہداں

کھلے ہوئے پروں کی آواز کو بندھے ہوئے پروں کی آواز سے پہچان — شاہوں کے تاج کو ہدہد کے تاج سے امتیاز کرلے

حرفِ درویشاں و نکتہ عارفاں — بستہ اند ایں بے حیایاں بر زباں

فقیروں کے لفظ اور عارفوں کے نکتے — اِن بے حیاؤں نے زبان پر باندھ لئے ہیں

ہر ہلاکِ امتِ پیشیں کہ بود — زانکہ جندل را گماں بردند عود

پہلی امتوں کی جو تباہی ہوئی — اسلئے ہوئی کہ جندل (پتھر) کو انھوں نے اگر سمجھا

بودشاں تمییز کاں مظہر کند — لیک حرص و آز کور و کر کند

اُن میں (قوت) تمیز تھی جو ظاہر کر دیتی ہے — لیکن حرص اور لالچ اندھا اور بہرا بنا دیتا ہے

کوریِ کوراں ز رحمت دور نیست — کوریِ حرص ست کاں معذور نیست

اندھوں کا اندھا پن رحمت (خداوندی) سے دور نہیں ہے — لالچ کا اندھا پن ہے جو باعثِ عذر نہیں ہے

---

[1] بومسیلم یعنی مسیلمہ کذاب جس نے یمامہ میں نبوت کا جھوٹا دعوی کیا اور کچھ لوگ اُس کے پیرو بن گئے جو حضرت ابوبکرؓ کی خلافت میں حضرت وحشیؓ کے ہاتھ سے قتل ہوا۔ اوّل یعنی ابتدائی زمانہ میں چند آدمیوں کا گرویدہ ہوجانا۔ آخر۔ ذلت کے ساتھ مارا گیا۔ ایں قلاووزی۔ نبوت اور رہنمائی کا دعوی چھوڑ کر کسی بھلے کی پیروی کر اور اس شمع کو پیشرو بنالے۔ حرص جمع یعنی دنیا کا مال جمع کرنے کا لالچ۔

[2] شمع۔ وہ سچا آدمی رہنمائی کریگا اور تجھے بتائیگا کہ اس طرف تباہی ہے اور اس طرف نجات ہے۔ گر بخواہی بھلوں کی صحبت لامحالہ مفید ہے اور بھلے برے میں امتیاز پیدا کر دیتی ہے۔ گرچہ ان جھوٹے شیوخ نے سچے شیوخ کی باتیں رٹ لی ہیں لیکن حقیقت سے محروم ہیں۔ اگر کونج ہدہد کی بولی سیکھ بھی لے تو اسکے پاس وہ رازِ سلیمانی کہاں ہے اور وہ پیغام کہاں ہے جو ہدہد نے بلقیس کو سبا میں جاکر دیا تھا۔ قطا ایک خوش آواز پرندہ جو قطا قطا بولا کرتا ہے اور آواز بدلتا نہیں۔ یہ جانور کنکر کھاتا ہے اسلئے اسکو سنگ خوارہ کہتے ہیں۔

[3] بانگ۔ حقیقی پروں سے اڑنے والے اور زمین پر رینگنے والے میں امتیاز کرنا چاہیئے شاہی تاج اور ہدہد کے تاج میں فرق ضرور کرو۔ بے حیایاں۔ ان جھوٹے شیوخ نے بزرگوں کی کچھ باتیں سیکھلی ہیں جسکے ذریعہ عوام کو پھنساتے ہیں۔ ہر ہلاکت پہلی امتوں پر ہلاکت اسی وجہ سے آئی کہ انھوں نے صحیح رہنما اور غلط رہنما میں امتیاز نہ کیا۔ بود۔ اللہ نے اُن کو امتیاز کرنے کی قوت دی تھی لیکن انکی حرص اور طمع نے انکو اندھا اور بہرا بنا دیا تھا۔ کوری۔ اگر حقیقی اندھا ہو تو اللہ کی رحمت اسکی دستگیری کرتی ہے اور اگر لالچ کا اندھا ہو تو اسکی

624

چار میخِ شہ زرحمت دور نے ﴿۱﴾ | چار میخِ حاسدی مغفور نے
بادشاہ کی سزا شفقت سے دُور نہیں ہے | حسد کی سزا معافی کے قابل نہیں ہے

ماہیا آخر نکو بنگر بہ شست | بد گلوئی چشم آخر بینت بست
اے مچھلی! کانٹے کو اچھی طرح دیکھ لے | خلق کی بُرائی نے تیری انجام کو دیکھنے والی آنکھ بند کر دی ہے

بادو دیدہ اول و آخر ببیں | ہیں مباش اعور چو ابلیسِ لعیں
دونوں آنکھوں سے اوّل اور آخر کو دیکھ لے | خبردار! ملعون شیطان کی طرح کانا نہ بن

اعور آں باشد کہ حالی دید و بس | چوں بہائم بیخبر از پیش و پس
کانا وہ ہے جو صرف موجود کو دیکھے | جانوروں کی طرح آگے اور پیچھے سے بے خبر ہو

چوں دو چشمِ گاو در جرمِ تلف ﴿۲﴾ | ہمچو یک چشم ست کش نبود شرف
بیل کی دونوں آنکھیں پھوڑ دینے کی سزا میں | (انسان کی) ایک آنکھ کی طرح ہیں کیونکہ انہیں شرافت حاصل نہیں

نصف قیمت ارزد آں دو چشمِ او | کہ دو چشمش راست مسند چشمِ تو
اُس کی وہ دونوں آنکھیں آدھی قیمت کے لائق ہیں | کیونکہ اسکی دونوں آنکھوں کا سہارا تیری آنکھ ہے

ور کنی یک چشمِ آدم زادہ ﴿۳﴾ | نصف قیمت لازم ست از جادہ
اگر تو انسان کی ایک آنکھ نکال دے | مذہب کی رُو سے آدھی قیمت لازم ہے

زانکہ چشمِ آدمی تنہا بخود | بے دو چشمِ یار کارے می کند
کیونکہ انسان کی آنکھ اکیلی خود | یار کی دو آنکھوں کے بغیر کام کرتی ہے

چشمِ خر چوں اولش بے آخرست | گر دو چشمش ہست حکمش اعورست
گدھے کی آنکھ کا آغاز چونکہ بغیر انجام (کے دیکھنے کے) ہے | اگرچہ اسکی دونوں آنکھیں ہیں لیکن، کانے کے حکم میں ہے

ایں سخن پایاں ندارد آں خفیف | می نویسد رقعہ در طمعِ رغیف
اِس بات کا خاتمہ نہیں ہے، وہ بے عقل | روٹی کے لالچ میں رقعہ لکھ رہا ہے

بقیہ قصہ آں نوشتن غلام رقعہ را بطلب اجرے

روزی کی طلب میں غلام کے رقعہ لکھنے کے قصہ کا بقیہ

رفت پیش از نامہ پیش مطبخی | کائے بخیل از مطبخِ شاہِ سخی
وہ رقعہ لکھنے سے پہلے داروغہ مطبخ کے پاس گیا | کہ اے سخی بادشاہ کے مطبخ سے بخل کرنے والے!

پورا نفع حاصل کرتا ہے اور اُس کی ایک آنکھ پھوڑنا گویا آنکھ کا نصف نفع ضائع کرنا ہے لہٰذا اسکو نصف دیت دینی ہوگی۔ جادہ یعنی راہِ شریعت۔ چشمِ خر۔ گدھا چونکہ انجام بین نہیں ہے لہٰذا اسکی دونوں آنکھیں بمنزلہ ایک آنکھ کے ہیں اور وہ گویا کانا ہے۔ خفیف یعنی خفیف العقل۔ رغیف۔ روٹی۔ مطبخی۔ داروغہ مطبخ۔

﴿۱﴾ چار میخ۔ جس کو سزا دی جاتی تھی اُس کے چاروں ہاتھ پاؤں کیلوں سے جکڑ دیئے جاتے تھے۔ حاسدی۔ انسان خود اپنے حسد کی وجہ سے سخت تکلیف میں مبتلا ہو تو اُس کی معافی نہیں ہوتی ہے۔ بد گلوئی۔ یعنی حلق کی بُری عادتیں۔ بادو دیدہ۔ اللہ نے دو آنکھیں اس لئے دی ہیں کہ انسان آغاز اور انجام دونوں کو دیکھے جو صرف دنیا پر نظر رکھے وہ گویا ایک آنکھ والا ہے۔ چوں بہائم۔ جانور اپنے انجام سے بے خبر ہے تو گویا وہ ایک آنکھ والا ہے۔

﴿۲﴾ چوں دو چشم۔ ان اشعار میں یہ بتانا مقصود ہے کہ انسان کی آنکھ کو حیوانات کی آنکھ پر فضیلت ہے اور اُس کی وجہ انسان کی انجام بینی ہے۔ آنکھوں کو ہلاک کرنے کی صورت میں حیوان کی دونوں آنکھوں کا تاوان وہ ہے جو انسان کی ایک آنکھ کا تاوان ہے یعنی نصف قیمت۔ اگر جانور کی دونوں آنکھیں پھوڑ دیں تو اُس جانور کی نصف قیمت کا تاوان دینا ہوگا کیونکہ حیوان کی دو آنکھیں اپنا کام کرنے میں انسان کی آنکھ کی محتاج ہیں لہٰذا آنکھ کا پورا نفع اسکو چار آنکھوں سے پہنچتا ہے یعنی خود اسکی دو آنکھوں اور انسان کی دو آنکھوں سے تو اسکی دو آنکھیں پھوڑنے میں گویا آنکھوں کی منفعت کا نصف حصہ ضائع کیا ہے۔

﴿۳﴾ ور کنی۔ انسان دو آنکھوں سے

625

دُور از و وز ہمّتِ اُو کاینؔ قدر
اُس کی اور اُس کی شان سے دور ہے کہ اِس قدر
از جری ام آیدش اندر نظر
میری روزی پر اُس کو دھیان ہو

گفت بہرِ مصلحت فرمودہ است
اُس نے کہا مصلحت کی بنا پر حکم فرمایا ہو
نے برائے بخل و نے تنگیِ دست
نہ کہ بخل اور تنگدستی کی وجہ سے

گفت دہلیزیست واللہ این سخن
اُس نے کہا خدا کی قسم یہ بات باہری ہے
پیشِ شہ خاک ست ہم زرِّ کہن
بادشاہ کے سامنے تو پُرانا سونا بھی مٹی ہے

مَطبخی دہ گونہ حُجّت بر فراشت
مطبخ کے داروغہ نے دس دلیلیں اُٹھائیں
اُو ہمہ رَد کرد از حرصے کہ داشت
اُسنے اُس حرص کی وجہ سے جو اُس میں تھی سب رد کردیا

چون جری کم آمدش در وقتِ چاشت
ناشتہ کے وقت جب اُس کو کم خوراک ملی
زد بسے تشنیع و اُو سودے نداشت
اُس نے بہت لعن طعن کی، کوئی فائدہ نہ ہوا

گفت قاصدؔ می کنید اینہا شما
اُس نے کہا یہ سب کچھ تم قصداً کرتے ہو
گفت نے کہ بندہ فرمانیم ما
اُس نے کہا نہیں ہم حکم کے غلام ہیں

این مگیر از فرع این از اصل گیر
یہ شاخ کیجانب سے نہ سمجھ جڑ کی جانب سے سمجھ
بر کمان کم زن کہ از بازوست تیر
کمان پر طعنہ زنی نہ کر کہ تیر بازو سے چلا ہے

مَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ ابتلاست
"جبکہ تو نے پھینکا تو نے نہیں پھینکا" آزمائش ہے
بر نبی کم نہ گنہ کاں از خداست
نبی پر الزام نہ دھر وہ خدا کی جانب سے ہے

آب از سر تیرہ است اے خیرہ چشم
اے اندھے! پانی اصل سے گدلا ہے
پیشتر بنگر یکے بکشای چشم
آگے کو دیکھ، ذرا آنکھ کھول

شُدؔ ز خشم و غم درونِ بُقعۂ
غم و غصہ سے وہ گھر میں گیا
سُوئے شہ بنوشت خشمیں رُقعۂ
غصہ سے بھرا خط بادشاہ کو لکھا

اندراں رُقعہ ثنائے شاہ گفت
اُس نے اُس رقعہ میں بادشاہ کی تعریف کی
گوہرِ جود و سخائے شاہ سُفت
بادشاہ کی بخشش اور سخاوت کے موتی پروئے

کاے ز بحر و ابر افزوں کفِ تو
اے وہ کہ تیری ہتھیلی سمندر اور ابر سے بڑھی ہوئی ہے
در قضائے حاجتِ حاجات جو
ضرورت پورا کرنے میں ضرورتوں کی جستجو کرنیوالا ہے

زانکہ ابر آنچہ دہد گریاں دہد
اِس لئے کہ ابر جو کچھ دیتا ہے روتے ہوئے دیتا ہو
کفِّ تو خنداں پیاپے خواں نہد
تیری ہتھیلی مُسکراتی ہوئی پے درپے خوان دیتی ہو

ؔ۱ کاین قدر۔ یہ کہ میری معمولی روزی کی طرف اسکو دھیان ہو اور وہ اس کے بارے میں کمی کرنے کا حکم دے۔ دہلیزی۔ یعنی یہ بات باہر کے لوگوں کی جانب سے ہے۔ زرِ کہن۔ پُرانا سونا بہت خالص ہوجاتا ہے۔ دہ گونہ۔ یعنی داروغۂ مطبخ نے ہر چند سمجھایا کہ تیری روزی شاہی حکم سے کم کی گئی ہے لیکن اُس نے ایک دلیل نہ مانی۔ تشنیع۔ لعنت ملامت۔

ؔ۲ قاصد۔ یعنی یہ تو نے اپنے ارادہ سے کیا ہے۔ فرع۔ یعنی بادشاہ کا عملہ۔ اصل۔ یعنی بادشاہ۔ بر کماں۔ تیر اور کمان خود کام نہیں کرتے ہیں چلانے والے کا بازو کام کرتا ہے۔۔ مارمیت۔ جنگ بدر میں آنحضورؐ نے ایک مٹھی ریتی پھینکی جس سے مخالف سراسیمہ ہوگئے قرآن پاک نے اِس کے پھینکنے کی نسبت آپ کی طرف کی اور پھر اُس کی نفی بھی کردی اسلئے کہ اُس وقت آنحضورؐ کو انتہائی قُرب حاصل تھا۔ ابتلاست۔ جو لوگ قُربِ فرائض سے ناواقف ہیں وہ حقیقت و مجاز کی بحث شروع کردیتے ہیں۔ سَر یعنی چشمہ۔

ؔ۳ شُد۔ مطبخ کے داروغہ سے جھگڑنے کے بعد وہ غلام گھر میں گیا اور بادشاہ کو پُر عتاب خط لکھا۔ بقعہ۔ یعنی مکان۔ کاے کہ اے۔ در قضائے حاجت۔ یعنی لوگوں کی ضروریات پوری کرنے کیلئے اُنکی ضروریات کی جستجو کرتا ہے۔ زانکہ۔ ابر باطنا خوا روتا ہوا فیض پہنچاتا ہے۔

ظاہرِ رقعہ اگرچہ مدح بُود — بوئے خشم[1] از مدح اثرہا می نمود
اگرچہ رقعہ بظاہر تعریف تھا — غصہ کی بُو تعریف (میں) سے آثار ظاہر کر رہی تھی

زاں ہمہ کارِ تو بے نور ست و زشت — کہ تو دُوری دُور از نورِ سرشت
اس لئے تیرے تمام کام بے رونق اور بھدّے ہیں — کیونکہ تو فطری نور سے بہت دُور ہے

رونقِ کارِ خساں کاسد شود — ہمچو میوہ تازہ زُو فاسد شود
کمینوں کے کام کی رونق کھوٹی ہوتی ہے — جس طرح تازہ پھل جلد بگڑ جاتا ہے

رونقِ دنیا برآرد زُو کساد — زانکہ ہست از عالمِ کون و فساد
دنیا کی رونق جلد کھوٹ ظاہر کر دیتی ہے — کیونکہ وہ بننے اور بگڑنے والے جہان کی ہے

خوش[2] نگردد از مدیحی سینہا — چونکہ در مدّاح باشد کینہا
سینے تعریف سے خوش نہیں ہوتے ہیں — جبکہ تعریف کرنے والے میں کینے ہوں

اے دل از کین و کراہت پاک شو — وانگہاں الحمد خواں چالاک شو
اے دل! کینہ اور نفرت سے پاک ہو جا — پھر تعریف کر اور تیز ہو جا

بر زباں الحمد و اکراہ درون — از زباں تلبیس باشد یا فسوں
زبان پر تعریف اور اندر نفرت — زبان کا فریب ہوگا، یا مکر

وانگہاں گفتہ خدا کہ ننگرم — من بظاہر، من بباطن ناظرم
تب ہی خدا نے فرمایا ہے کہ میں نہیں دیکھتا ہوں — ظاہر کو، میں باطن کو دیکھنے والا ہوں

حکایتِ[3] آں مدّاح کہ از جہتِ ناموس شکرِ ممدوح می کرد و

اُس تعریف کرنیوالے کی حکایت جو آبرو کی خاطر ممدوح کا شکریہ ادا کرتا تھا اور اُس

بوئے اندوہ و غمِ اندرونِ اُو از خلاقتِ دلقِ اُو ظاہر می

کے باطنی رنج و غم کی بُو اُس کی گدڑی کے پُرانے ہونے کی وجہ سے ظاہر ہو رہی تھی

نمود کہ آں شکرہا ہمہ لافست و دروغ

کہ وہ تمام شکریے شیخی اور جھوٹ ہیں

آں یکے با دلق آمد از عراق — باز پرسیدند یاراں از فراق
ایک شخص عراق سے گدڑی پہنے ہوئے آیا — دوستوں نے جدائی (کے دور) کا حال دریافت کیا

گفت آرے بد فراق الّا سفر — بود بر من بس مبارک مژدہ ور
اُس نے کہا ہاں جُدائی تو تھی، لیکن سفر — میرے لئے بہت مبارک اور خوشخبری دینے والا تھا

---

[1] بوئی خشم یعنی اس خط میں الفاظ تو تعریف کے تھے لیکن اُن میں سے غصہ کی بُو آتی تھی۔ زاں۔ انسان کے اعمال اگر حسنِ نیت سے خالی ہوں تو بے رونق ہیں جیسے کہ اس غلام کی تعریف تھی۔ سرشت۔ خلقت، طینت۔ میوۂ تازہ۔ تازہ پھل کو رطوبتیں جلد خراب کر دیتی ہیں۔ زُو۔ زود کا مخفف ہے۔

[2] خوش۔ اگر دل میں عداوت ہو اور زبان پر تعریف ہو تو ایسی تعریف سے ممدوح خوش نہیں ہوتا ہے۔ اے دل۔ انسان دل کی صفائی کے ساتھ الحمد پڑھے اور تعریف کرے تو تیزی سے عالی مراتب حاصل کر سکتا ہے۔ تلبیس۔ جہل، فریب، دھوکا دینا۔ بر زباں تسبیح و در دل گاؤ خر ایں چنیں تسبیح کے وارد اثر گفتہ خدا۔ حدیث شریف ہے اِنَّ اللّٰهَ لَا يَنْظُرُ اِلٰى صُوَرِكُمْ وَاَمْوَالِكُمْ وَلٰكِنْ يَنْظُرُ اِلٰى قُلُوْبِكُمْ وَاَعْمَالِكُمْ اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں اور مالوں کو نہیں دیکھتا ہے تمہارے دلوں اور عملوں کو دیکھتا ہے۔

[3] حکایت۔ اس حکایت کا خلاصہ بھی یہی ہے کہ اس تعریف کرنیوالے کی زبان پر تعریفی کلمات تھے دل شکر گذاری سے خالی تھا۔ خلاقت۔ کہنگی۔ عراق۔ اس زمانہ میں دار الخلافہ تھا۔ فراق۔ یعنی وطن سے جدائی۔ مژدہ ور۔ خوشخبری۔

کہ خلیفہ دادہ دہ خلعت مرا
کیونکہ خلیفہ نے دس شاہی جوڑے مجھے عطا کئے

کہ قریش باد صد مدح و ثنا [۱]
خدا کرے سیکڑوں مدح و ثنا اُسکی ساتھی بنیں

شکرہا و حمدہا برمی شمرد
شکریئے اور تعریفیں شمار کرتا تھا

تا کہ شکر از حد و اندازہ برد
حتیٰ کہ شکر حد اور اندازے سے بڑھا دیا

پس بگفتندش کہ احوالِ ترنژند
تو لوگوں نے اُس سے کہا کہ تیرے خراب احوال

بر دروغِ تو گواہی می دہند
تیرے جھوٹ پر گواہی دے رہے ہیں

تن برہنہ سر برہنہ سوختہ
بدن ننگا ، سر ننگا ، جلا بھنا

شکر را دزدیدہ یا آموختہ
تو نے شکر کو چرایا ہے، یا سیکھا ہے

کو نشانِ شکر و حمدِ میرِ تو
تیرے امیر کے شکر اور تعریف کا نشان کہاں ہے؟

بر سر و بر پایِ بے توقیرِ تو
تیرے بے توقیر سر اور پاؤں پر

گر زبانت مدحِ آں شہ می تند [۲]
اگر تیری زبان اُس بادشاہ کی تعریف کرتی ہے

ہفت اندامت شکایت میکند
تیرے ساتوں اعضاء شکایت کر رہے ہیں

در سخایِ آں شہ و سلطانِ جود
اُس سخاوت کے بادشاہ اور سلطان کی بخشش میں

مر ترا کفشے و شلوارے نبود
تیرے لئے جوتا اور شلوار نہ تھی

گفت من ایثار کردم انچہ داد
اُس نے کہا جو کچھ اُس نے دیا میں نے خیرات کر دیا

میر تقصیرے نکرد از افتقاد
بادشاہ نے دلجوئی میں کوئی کمی نہیں کی

بستدم جملہ عطاہا از امیر
میں نے بادشاہ سے سب عطیات لے لئے

بخش کردم بر یتیم و بر فقیر
میں نے یتیم اور فقیر کو بخش دیئے

مال دادم بستدم عمرِ دراز
میں نے مال دے کر دراز عمر خرید لی

در جزا زیرا کہ بودم پاکباز
بدلے میں، کیونکہ میں پاکباز ہوں

پس بگفتندش مبارک مال رفت [۳]
تو انھوں نے کہا مبارک ہو مال چلا گیا

چیست اندر باطنت ایں دود و تفت
یہ دھواں اور شورش تیرے اندر کیسی ہے؟

صد کراہت در درونِ تو چو خار
تیرے اندر سیکڑوں ناگواریاں کانٹے کیطرح ہیں

کے بود اندہ نشانِ ابتشار
غم، بشارت حاصل کرنے کی نشانی کب ہوتا ہے؟

کو نشانِ عشق و ایثار و رضا
عشق اور ایثار اور رضا کا نشان کہاں ہے؟

گر درست است آنچہ گفتی مامضیٰ
اگر وہ قصہ سچا ہے جو تو نے سُنایا ہے

---

[۱] کہ قریش۔ خلیفہ کیلئے دُعا ہے شکرہا۔ اُس نے خلیفہ کا بے حد شکریہ اور تعریف کی۔ گفتندش۔ لوگوں نے اُس سے کہا تیری خراب حالت اِس بات کی گواہ ہے کہ تو جھوٹ بول رہا ہے۔ تن برہنہ۔ تیرا ننگا بدن گواہی دے رہا ہے کہ بادشاہ نے تجھے کوئی خلعت نہیں دی ہے۔ سوختہ یعنی دھوپ سے۔ میر یعنی خلیفہ۔ بے توقیر۔ بے عزت۔

[۲] گر زبانت۔ یعنی اگرچہ تیری زبان خلیفہ کی تعریف کر رہی ہے لیکن تیرے ساتوں اعضا اُس خلیفہ کی شکایت کر رہے ہیں۔ مر ترا۔ تو ننگے پاؤں اور ننگے بدن ہے اُس عطا میں جوتا اور شلوار نہ تھی۔ ایثار۔ اپنی ضرورت پر دوسرے کی ضرورت کو ترجیح دینا۔ افتقاد۔ دلجوئی۔ عمرِ دراز۔ فقراء عمر کی درازی کی دعا دیتے ہیں۔

[۳] پس۔ لوگوں نے اُس سے کہا کہ مبارک ہو کہ دنیا کا فانی مال دے کر عمرِ دراز حاصل کر لی لیکن تیرے دل میں دھواں کیوں اُٹھ رہا ہے اور شورش کیوں ہے۔ صد کراہت۔ جبکہ دل میں ناگواریوں کی خلش ہو اور غم تو کسی خوشی کی نشانی کہاں ہوتی ہے۔ کو نشانِ عشق۔ اگر تو نے اللہ کی رضامندی اور عشق میں تمام مال خیرات کیا ہے تو اُس کی کوئی علامت تجھ میں اور ظاہر ہونی چاہیے۔

خود گرفتم مال گم شد میلؔ کو — سیل اگر بگذشت جایِ سیل کو

میں نے مانا مال چلا گیا (خیرات کرنیکا) میلان کہاں ہے؟ سیلاب اگر گزر گیا ہے، سیلاب کی جگہ کہاں ہے؟

چشم تو گر بد سیاہ و جاں فزا — گر نماند او جانفزا ازرق چرا

اگر تیری آنکھ کالی اور جانفزا تھی — اگر وہ جانفزا نہیں رہی تو نیلی کیوں ہے؟

کو نشانِ پاکبازی اے ترش — بوی لافِ کژ ہمی آید خمش

اے ترش رُو! پاکبازی کا نشان کہاں ہے؟ — بیہودہ شیخی کی بُو آرہی ہے، چپ رہ

صد نشاں باشد درون ایثار را — صد علامت ہست نیکو کار را

باطن میں ایثار کے سیکڑوں نشان ہوتے ہیں — نکوکار کی سیکڑوں علامتیں ہیں

مال در ایثار اگر گردد تلف — در درون صد زندگی آید خلف

ایثار کرنے میں اگر مال ختم ہو جائے — (بدلہ میں)، باطن میں سیکڑوں زندگیاں آجاتی ہیں

در زمینِ حق زراعت کردنی — تخمہائے پاک وانگہ دخل نی

اللہ (تعالےٰ) کی زمین میں کھیتی کرنا — بیج پاک، اور پھر پیداوار نہ ہو!

گر نگرود زرعِ جاں یک دانہ صد — صحنِ ارض اللہ واسع کے بود

اگر جان کی کھیتی میں ایک دانہ سَو نہ بنیں — (تو) اللہ (تعالےٰ) کی زمین کی فضا وسیع کب ہے؟

اصلِ ارض اللہ قلبِ عارف ست — لامکان ست و ندارد فوق و پست

اللہ (تعالےٰ) کی زمین کی اصل عارف کا دل ہے — جو لامکان ہے اور بلندی و پستی نہیں رکھتا ہے

گر نروید خوشہ از روضاتِ ہو — پس چہ واسع باشد ارض اللہ بگو

اگر اللہ (تعالےٰ) کے باغوں سے کوئی خوشہ نہ پیدا ہو — تو بتا اللہ (تعالےٰ) کی زمین کیا وسیع ہوئی؟

چونکہ ایں ارضِ فنا بے ریع نیست — چوں بود ارض اللہ آں مستوسعے

جبکہ یہ فانی زمین بغیر پیداوار کے نہیں ہے — تو اللہ (تعالےٰ) کی زمین کا کیا حال ہوگا وہ بہت وسیع ہے

ریعِ آں را نے حد و نے عد بود — کمتریں دانہ دہد ہفصد بود

اُس کی پیداوار کی حد و شمار نہیں ہے — معمولی دانہ والے تو سات سَو ہو جائیں

حمد گفتی کو نشانِ حامدوں — نے بروںت ہست اثر نے اندروں

تو نے تعریف کی، تعریف کرنیوالوں کی علامت کہاں ہے؟ — نہ تیرے اندر اثر ہے نہ باہر

حمدِ عارف مر خدا را راست ست — کہ گواہِ حمدِ او شد پا و دست

عارف کی حمد اللہ (تعالےٰ) کیلئے درست ہے — کیونکہ ہاتھ پاؤں اسکی تعریف کے گواہ بنگئے ہیں

لہ میل۔ یعنی نیکی اور خیرات کرنیکا رجحان اور خواہش۔ سیل۔ پانی بہ کر نکلتا ہے تو کچھ نشان تو چھوڑ جاتا ہے۔ چشم۔ اگر کوئی کہے کہ میری آنکھیں سُرمگیں اور بہت حسین تھیں تو اُسکی آنکھوں میں نیلاہٹ تو نہونی چاہئے۔ کو نشاں۔ چہرے کی ترشی بتا رہی ہے کہ پاکبازی کا دعویٰ گپ ہے۔ صد نشاں۔ اگر طبیعت میں ایثار کا مادہ ہوتا ہے اور انسان کا کردار صحیح ہوتا ہے تو اُس کے سیکڑوں آثار ظاہر ہوتے ہیں۔ خلف۔ ایثار اگر ہوتا ہے تو دل میں زندگی پیدا ہوتی ہے۔ در زمین۔ اللہ کے راستہ میں انسان ایثار کرے اور نیک نیت ہو تو نتائج اور آثار یقیناً نمایاں ہونگے۔ دخل۔ آمدنی، پیداوار۔

لہ گر نگرود۔ اگر اللہ کی زمین میں ایک دانہ کے ستو نہ اگیں تو پھر اللہ کی زمین کو وسیع کس اعتبار سے کہا جاسکتا ہے۔ قلب مومن کا دل اللہ کی سرزمین ہے۔ تحقیق اللہ تعالیٰ چونکہ دنیا کی فانی زمین جب پیداوار دیتی ہے تو اللہ کی زمین کیسے پیداوار نہ دے گی اور دل میں نیکی کا بیج بونے سے اُس کے ثمرات کیسے ظاہر نہ ہونگے۔

لہ ریع۔ پیداوار قرآن پاک میں ہے۔ مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِيْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ۔ جو لوگ خدا کی راہ میں اپنے مال خرچ کرتے ہیں اُنکی خیرات کی مثال ایسی ہے جیسے ایک دانہ جس سے سات بالیں پیدا ہوں ہر بالی میں سو دانے ہوں [illegible]

629

از چہِ تاریک جسمش بر کشید[1]　وز تنگِ زندانِ دنیااش خرید
اندھیرے کنویں سے اس کے جسم کو نکال لیا　اور دنیا کے قیدخانہ کی گہرائی سے اسکو نجات دیدی

اطلسِ تقویٰ و نورِ مؤتلف　آیتِ حمد است او را بر کتف
تقوے کا اطلس اور مانوس نور　اس کے کندھے پر تعریف کرنے کی نشانی ہے

وارہیدہ از جہانِ عاریہ　ساکنِ گلزار و عینِ جاریہ
چند روزہ دنیا سے وہ نجات پا گیا　وہ باغیچہ اور جاری چشمہ کا ساکن ہے

بر سریرِ سرِّ عالی ہمتش[2]　مجلس و جاہ و مقام و رتبتش
اس کی ہمت بلند راز کے تخت پر ہے　وہ اس کی مجلس اور درجہ اور مقام اور مرتبہ ہو

مقعدِ صدقیکہ صدیقاں درو　جملہ سر سبزند و شاد و تازہ رو
وہ سچائی کی ایسی نشستگاہ ہے کہ صدیق اس میں　سب خوشحال اور خوش اور تازہ رو ہیں

حمدِ شاں چوں حمدِ گلشن از بہار　صد نشانے دارد و صد گیر و دار
رونق کی وجہ سے انکی حمد گلشن کی حمد جیسی ہے　سیکڑوں نشان اور سیکڑوں شان و شوکت رکھتی ہے

بر بہارش چشمہ و نخل و گیاہ　واں گلستان و نگارستاں گواہ
اس کی رونق پر چشمہ اور کھجور اور گھاس　اور وہ باغ اور نگارخانہ گواہ ہے

شاہدِ شاہد ہزاراں ہر طرف[3]　در گواہی ہمچو گوہر در صدف
ہر جانب ہزاروں گواہ موجود ہیں　گواہی میں ایسے ہیں جیسے کہ صدف میں موتی

بوئے سیرِ بد بیاید از دمت　وز سر و رو تابد اے لافی غمت
تیرے سانس میں سے لہسن کی بدبو آتی ہے　اے شیخی خورے! سر اور چہرے سے تیرا غم جھلک رہا ہے

بو شناسانند حاذق در مصاف　تو بجلدی ہائے و ہو کم کن گزاف
میدانِ جنگ میں ماہر، بو سونگھنے والے ہیں　تو بہادری کے نعروں سے شیخی نہ مار

تو ملاف از مشک کاں بوئے پیاز　از دمِ تو می کند مکشوف راز
تو مشک کی گپ نہ مار کیونکہ پیاز کی بدبو　تیرے سانس سے راز ظاہر کر رہی ہے

گلشکر خوردم ہمی گوئی و بوئے　می زند از سیر کہ یاوہ مگوئے
تو کہتا ہے میں نے گلقند کھایا ہے اور بو　لہسن کی پھیلی ہے، بکواس نہ کر

ہست دل مانندہ خانہ کلاں　خانۂ دل را نہاں ہمسایگاں
دل، بڑے گھر کے مشابہ ہے　دل کے گھر کے چھپے ہوئے پڑوسی ہیں

---

[1] از چہ ۔ اس عارف کو اللہ کی تعریف اعلیٰ مدارج پر پہنچا دیتی ہے۔ اطلس۔ اس کے اعضاء پر انوار و برکات رونما ہو جاتے ہیں۔ وارہیدہ۔ یہ حمد اس عارف کو دنیا سے نجات دے کر جنتی بنا دیتی ہے عینِ جاریہ۔ جنت میں جاری چشمے ہیں۔

[2] بر سریر۔ قرآن پاک میں ہے۔ اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّنَهَرٍۙ فِيْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِيْكٍ مُّقْتَدِرٍ جو لوگ پرہیزگار ہیں وہ جنت کے باغوں اور نہروں میں سچی عزت کی جگہ بادشاہ قادر کے مقرب ہوں گے۔ حمدِ گلشن۔ باغ کی حمد اسکی بہار ہے اور اس بہار کے گواہ اس کی پیداوار اور چشمے وغیرہ ہیں۔

[3] شاہد۔ پہلا شاہد یعنی گواہ اور دوسرا شاہد یعنی حاضر ہے۔ بوئے سیر۔ ان لوگوں نے عراق سے واپس آنے والے سے کہا۔ حاذق۔ ماہر۔ مصاف۔ میدانِ جنگ۔ بجلدی۔ بہادری۔ ہائے و ہو۔ شور و غل۔ تو ملاف جب منہ سے پیاز کی بو آ رہی ہو تو مشک کھانے کی شیخی نہ بگھارنی چاہئے۔ گلشکر۔ گلاب ہوا گلشکر۔ گلقند۔ سیر۔ لہسن۔

از[1] شگافِ روزن و دیوارہا — مُطّلع گردند بر اَسرارہا
روشن دان اور دیواروں کے شگاف سے — رازوں سے واقف ہو جاتے ہیں

از شگافے کہ نداند ہیچ وَہم — صاحبِ خانہ ندارد ہیچ سَہم
اُس شگاف سے جسکو کوئی وہم بھی، نہیں جانتا ہے — (جس سے) گھر والے کو کوئی خطرہ نہیں ہے

از نُبیٰ برخواں کہ دیو و قومِ اُو — می بَرَند از حالِ اِنسے خُفیہ بُو
قرآن میں پڑھ لے کہ شیطان اور اُس کی ذریت — انسان کی حالت کو پوشیدہ طور پر سونگھ لیتی ہے

از رَہے کہ انس از آں آگاہ نیست — زانکہ زیں محسوس و زیں اَشباہ نیست
اُس راستہ سے جس سے انسان واقف نہیں ہے — کیونکہ اُن محسوسات اور اِن صورتوں میں سے نہیں ہے

درمیانِ ناقداں زرقے متن — با مِحَک اے قلبِ دُوں لافے مزن
پرکھنے والوں میں مکاری نہ کر — اے کمینے کھوٹے! کسوٹی سے گپ نہ مار

مر[2] مِحَک را رَہ بُوَد در نقد و قلب — کہ خدایش کرد امیرِ جسم و قلب
کسوٹی کے لئے کھرے اور کھوٹے میں راہ ہوتی ہے — کیونکہ خدا نے اُسکو جسم اور دل کا حاکم بنایا ہے

چوں شیاطیں باغلیظیہای خویش — واقف اند از سِرِّ ما و فکر و کیش
جبکہ شیاطین اپنی گندگیوں کے باوجود — ہمارے راز اور فکر اور مذہب سے واقف ہیں

مَسلکے دارند دُزدیدہ دروں — ما ز دُزدیہای ایشاں سَرنگوں
وہ باطن میں پوشیدہ راستہ رکھتے ہیں — ہم اُن کی چوریوں کی وجہ سے اوندھے ہیں

دمبدم خبط و زیاں شاں میرسد — رنج می بینداز آں جان و جسد
ہر گھڑی خبط اور نقصان پہنچتا ہے — اس سے روح اور جسم تکلیف پاتا ہے

دمبدم خبط و زیانے می کُنند — صاحبِ نقب و شگافِ روزنند
ہر گھڑی خبط اور نقصان کرتے ہیں — وہ کھڑکی کے سوراخ اور شگاف کے مالک ہیں

پس[3] چرا جانہائے روشن در جہاں — بے خبر باشند از حالِ نہاں
تو پھر روشن جانیں دنیا میں کیوں — پوشیدہ حال سے بے خبر ہوں گی؟

در سرایت کم تر از دیواں شُدند — رُوحہا کہ خیمہ بر گردوں زدند
کیا سرایت کرنے میں شیطانوں سے کم ہو گئیں — وہ روحیں جنھوں نے آسمان پر خیمہ لگایا ہے؟

دیو دُزدانہ سُوئے گردوں رَوَد — از شہابِ مُحرِق اُو مَطعوں شَوَد
شیطان چوروں کی طرح آسمان کی جانب جاتا ہے — جلانے والے شہاب سے اُس پر نیزہ لگتا ہے

---

[1] از شگاف۔ دل کی کھڑکی کے شگاف سے وہ دل کے راز دیکھ لیتے ہیں۔ از نبی۔ قرآن پاک میں ہے۔ اِنَّہٗ یَرٰىکُمْ هُوَ وَقَبِیْلُهٗ مِنْ حَیْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ اِنَّا جَعَلْنَا الشَّیٰطِیْنَ اَوْلِیَآءَ لِلَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بےشک وہ شیطان اور اس کی ذریات تم کو دیکھتے رہتے ہیں جدھر سے تم ان کو نہیں دیکھتے ہم نے شیطانوں کو ان کا یار بنایا ہے جو ایمان نہیں لاتے ہیں۔ رہے۔ وہ راستہ انسان کو غیر محسوس ہے اَشباہ۔ اَمثال۔ دُوں۔ کمینہ۔

[2] مر مِحَک۔ یعنی اولیاء اللہ اپنے کشف کے ذریعہ دل کے احوال معلوم کر لیتے ہیں چوں شیاطین۔ اولیاء کے کشف کی دلیل ہے۔ یہ شعر شرط ہے پانچویں شعر میں پس چرا اس کی جزا ہے کیش۔ مذہب۔ مسلک۔ راستہ۔

[3] پس چرا۔ جب شیاطین دل کی بات جان لیتے ہیں تو اولیاء کیوں نہ جان لیں گے۔ روحہا یعنی اولیاء کی روحیں۔ شہاب۔ ٹوٹنے والا ستارہ۔ محرق۔ جلانیوالا۔ مَطعون۔ نیزہ زدہ۔

سرنگوں از چرخ زیر افتد چناں — کہ شقی در جنگ از زخمِ سناں

آسمان سے ایسا اوندھا ہو کر نیچے گرتا ہے — جس طرح بدبخت جنگ میں نیزے کے زخم سے

آں ز رشکِ روحہای دل پسند — از فلک شاں سرنگوں می افگنند

محبوب روحوں کے رشک کی وجہ سے — اُن کو آسمان سے اوندھا پھینک دیتے ہیں

تو اگر[1] شلّی و لنگی کور و کر — ایں گماں بر روحہای مہ مبر

اگر تو لنجا اور لنگڑا اور اندھا اور بہرا ہے — تو بزرگ روحوں پر ایسا گمان نہ کر

شرم دار و لاف کم زن جاں مکن — کہ بسے جاسوس ہست آں سوی تن

شرم کر اور شیخی نہ مار، ہلاک نہ ہو — کیونکہ جسم کے اُدھر بہت سے جاسوس ہیں

دریافتنِ طبیبانِ الٰہی امراضِ دل و دین را در سیمائے مرید و بیگانہ

خدائی طبیبوں کا معلوم کر لینا دل اور دین کی بیماریوں کو مرید اور اجنبی کے چہرے سے

از لحنِ گفتارِ او و رنگِ چشمِ او و بے ایں ہمہ نیز از راہِ دل کہ انّہم

اس کی بات کے لہجے اور آنکھوں کی رنگت سے اور ان کے بغیر بھی دل کے راستے سے کیونکہ وہ دل

جَوَاسِیْسُ الْقُلُوْبِ فَجَالِسُوْهُمْ بِالصِّدْقِ

کے جاسوس ہیں اُن کی ہم نشینی سچائی سے کرو

ایں طبیبانِ بدن دانشور اند — بر سقامِ[2] تو ز تو واقف تر اند

یہ بدن کے طبیب دانش مند ہیں — تیری بیماری پر تجھ سے زیادہ واقف ہیں

تا ز قارورہ ہمی بینند حال — کہ ندانی تو ازاں رو اعتلال

حتی کہ وہ قارورہ سے حال معلوم کر لیتے ہیں — کہ تو اس طریقہ سے بیماری کو نہیں سمجھ سکتا

ہم ز نبض و ہم ز رنگ و ہم ز دم — بو برند از تو بہر گونہ سقم

نبض سے بھی اور رنگ سے بھی اور سانس سے بھی — تیری ہر قسم کی بیماری کا پتہ لگا لیتے ہیں

پس طبیبانِ الٰہی در جہاں — چوں ندانند از تو بے گفتِ دہاں

تو دنیا میں خدائی طبیب — منہ کی گفتگو کے بغیر تیری بیماری کو کیسے نہ جانیں؟

ہم ز نبضت[3] ہم ز چشمت ہم ز رنگ — صد سقم بینند در تو بے درنگ

وہ، تیری نبض سے بھی تیری آنکھوں سے بھی رنگ سے بھی — بلا توقف سیکڑوں بیماریاں دیکھ لیتے ہیں

ایں طبیبانِ نو آموزند خود — کہ بدیں آیات شاں حاجت بود

یہ طبیب خود نو آموز ہیں — کیونکہ اُن کو اِن علامتوں کی ضرورت ہوتی ہے

---

[1] تو اگر۔ اگر انسان خود ان کمالات سے محروم ہے تو اولیاءً کو محروم نہ سمجھے۔ دریافتن جبکہ بدنی اطبّاء علامتوں کے ذریعہ امراض کو پہچان جاتے ہیں تو روحانی اطباء علامات کے ذریعہ روحانی امراض کو کیوں نہ جان سکیں گے بلکہ اُن کو تو ظاہری علامات کی بھی ضرورت نہیں ہے۔

[2] سقام۔ بیماری۔ قارورہ۔ اطبّاء پیشاب کو دیکھ کر امراض کو پہچان لیتے ہیں۔ اعتلال۔ بیمار ہو جانا۔ ہم ز نبض۔ اطبّاء نبض، رنگت اور سانس کے ذریعہ مرض کی تشخیص کر لیتے ہیں۔ پس طبیباں۔ لہٰذا روحانی طبیب بھی بغیر بتائے امراض کو پہچان جاتے ہیں۔

[3] ہم ز نبضت۔ یہ بدنی اطبّاء نو آموز ہیں اس لئے ان کو اِن علامات کی ضرورت پیش آتی ہے روحانی اطبّاء دور سے ہی نام سن کر تمام اندرونی حالات معلوم کر لیتے ہیں۔

کاملاں از دُور نامت بشنوند — تا بقعرِ تار و پُودت در رَوند
کامل لوگ دُور سے تیرا نام سُنتے ہیں — تیرے تانے بانے کی گہرائی میں اُتر جاتے ہیں

بلکہ[1] پیش از زادنِ تو سالہا — دیدہ باشند تُرا با حالہا
بلکہ تیری پیدائش سے سالوں پہلے — تجھے حالات میں دیکھتے رہے ہیں

حالِ تو دانند یک یک مُو بمُو — زانکہ پُر بُودند از اسرارِ ہُو
وہ تیرا حال ایک ایک بال بال جانتے ہیں — کیونکہ ذاتِ حق کے رازوں سے پُر ہیں

مژدہ دادنِ بایزید قدس سرّہٗ از زادنِ ابُو الحسنِ خرقانیؒ
(حضرت) بایزید قدس سرہٗ کا حضرت ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ کی پیدائش کے بارے

پیش از سالہا و نشان دادنِ صورت و سیرتِ اُو یک بیک
میں سالوں قبل خوشخبری دے دینا اور اُن کی صورت اور سیرت کا پوری طرح نشان دے دینا

و نوشتنِ تاریخ نویساں آں را جہتِ صدقِ اُو
اور اُن کی تصدیق کے لئے تاریخ نویسوں کا اُس کو لکھ لینا

آں شنیدی داستانِ بایزید[2] — کو زحالِ بُو الحسن پیشیں چہ دید
تونے (حضرت) بایزیدؒ کا وہ قصہ سُنا ہے — کہ اُنھوں نے (حضرت) ابوالحسن کا حال پہلے ہی کیا دیکھ لیا تھا؟

روزے آں سلطانِ تقویٰ می گذشت — با مُریداں جانبِ صحرا و دشت
ایک دن وہ شاہِ تقویٰ جا رہے تھے — جنگل اور بیابان کی طرف مُریدوں کے ساتھ

بُوئے خوش آمد مراُو را ناگہاں — در سوادِ[3] رَے ز سُوئے خارقاں
اچانک اُن کو ایک خوشبو آئی — رے کے اطراف میں خارقان کی جانب سے

ہم بدانجا نالۂ مُشتاق کرد — بُوی را از بادِ استنشاق کرد
اُسی جگہ اُنھوں نے مشتاقانہ نالہ کیا — ہوا سے خوشبو کو سُونگھا

بُوئے خوش را عاشقانہ می کشید — جانِ اُو از باد بادہ می چشید
خوشبو کو عاشقوں کی طرح سُونگھتے تھے — اُن کی جان ہوا میں سے شراب پی رہی تھی

کوزہ کو از یخ آبہ پُر بُود — چوں عرق بر ظاہرش پیدا شود
وہ پیالہ جو برف کے پانی سے بھرا ہو — جب تو نمی اُس کے باہر نظر آتی ہیں

آں ز سردی بادِ آبے گشتہ است — از درونِ کوزہ نم بیروں نجست
تو ہوا ٹھنڈک سے پانی بن گئی ہے — پیالہ کے اندر سے نمی باہر نہیں آتی ہے

[1] بلکہ۔ یہ روحانی طبیب تو انسان کی پیدائش سے قبل ہی اُس کی اندرونی کیفیت معلوم کر لیتے ہیں ہُو۔ ذاتِ حق۔ مژدہ۔ اس قصہ سے یہ سمجھایا ہے کہ حضرت بایزیدؒ نے حضرت ابوالحسن خرقانیؒ کی پیدائش سے قبل ہی اُن کے احوال معلوم کر لئے تھے اور لوگوں کو بتا دیئے تھے۔

[2] بایزید۔ نام طیفور ہے اسی لئے آپکے سلسلے کے لوگ طیفوری کہلاتے ہیں۔ حضرت جنید بغدادیؒ نے فرمایا کہ بایزیدؒ کو ہم میں وہی نسبت ہے جو حضرت جبرئیلؑ کو فرشتوں میں۔ بہتّر سال کی عمر میں بسطام میں ۲۶۱ھ میں وفات پائی۔ ابوالحسن خرقانیؒ سلطان محمود غزنوی کے دَور کے بزرگ ہیں روحانیت اور اُویسیت کے طور پر آپکو بایزیدؒ سے نسبت ہے آپنے چالیس سال تک عشاء کے وضو سے صبح کی نماز پڑھی ہے ۴۲۵ھ میں خرقان میں وفات پائی۔

[3] سواد۔ اطرافِ شہر۔ رَے۔ ایک علاقہ کا نام ہے علامہ رازیؒ اسی رَے کی طرف منسوب ہیں۔ خارقان۔ خرقان، رے کے علاقہ میں ایک گاؤں ہے۔ استنشاق۔ سونگھنا۔ کوزہ۔ پہلے شعر میں کہا تھا کہ ہوا سے شراب پی۔ اب مولانا سمجھاتے ہیں کہ ہوا سے پانی بنتا ہے لہٰذا اُن کا ہوا سے شراب پینا درست ہے۔ آب۔ برف کے پانی سے بھرے ہوئے پیالے پر جو بوندیں باہر جم جاتی ہیں

633

بادِ بُوی آورِ مرا اُورا آب گشت
خوشبو لانے والی ہوا اُن کے لئے پانی بن گئی

آب ہم اُورا شرابِ ناب گشت
پانی اُن کے لئے خالص شراب بن گیا

چوں درو آثارِ مستی شُد پدید
جب اُن میں مستی کے آثار ظاہر ہوئے

یک مُریداُورا ازاں دم بر رسید
اُن کا ایک مُرید اسی وقت پہنچا

پس بپرسیدش کہ ایں احوالِ خوش
تو اُس نے دریافت کیا کہ یہ بہترین احوال

کہ بروں ست از حسابِ پنج و شش
جو پانچ (حواس) اور چھ (جہات) کے حساب باہر ہیں

گاہ سُرخ و گاہ زرد و گہ سپید
کبھی سُرخ اور کبھی زرد اور کبھی سفید

می شود رُویت چہ حالست و نوید
آپ کا چہرہ ہو رہا ہے کیا حال اور کیا خوشخبری ہے؟

می کشی بُوی و بظاہر نیست گُل
آپ خوشبو سونگھ رہے ہیں اور بظاہر پھول نہیں ہے

بیشک از غیب ست و از گلزارِ کُل
بیشک وہ غیب سے اور (ذات) کُل کے گلزار سے ہے

اے تو کامِ جانِ ہر خود کامۂ
اے وہ کہ آپ ہر حاجتمند کی جان کا مقصود ہیں

ہر دم از غیبت پیام و نامۂ
آپ کے لئے ہر وقت غیب سے نامہ اور پیام ہے

ہر دمے یعقوبؑ وار از یوسفے
(حضرت) یعقوبؑ کی طرح ہر وقت ایک یوسفؑ سے

می رسد اندر مشامِ تو شفے
آپ کے دماغ میں راحت پہنچی ہے

قطرۂ بر ریز بر ما زاں سبُو
اُس ٹھلیا سے ایک قطرہ ہم پر گرا دیجئے

شمّۂ زاں گُلستاں با ما بگو
اس گُلستان کا تھوڑا سا حال ہم سے کہہ دیجئے

خُو نداریم اے جمالِ مہتری
اے بزرگی کے حُسن! ہماری عادت نہیں ہے

کہ لبِ ما خشک و تو تنہا خوری
کہ ہمارے لب خشک ہوں اور آپ تنہا پئیں

اے فلک پیمایِ چُست چُست خیز
اے آسمان کو ناپنے والے چالاک اور سُبک پرواز!

زاں چہ خوردی جُرعۂ بر ما بریز
جو آپنے پیا ہے (اُس کا) ایک گھونٹ ہمیں دیجئے

میرِ مجلس نیست در دوراں دگر
زمانہ میں کوئی دوسرا صدرِ محفل نہیں ہے

جُز تو اے شہ در حریفاں درنگر
اے شاہ! آپ کے سوا، دوستوں میں نظر فرمایئے

کے تواں نوشید ایں مے زیر دست
یہ شراب چھپا کر کب پی جا سکتی ہے؟

مے یقیں مر مرد را رسوا گرست
شراب یقیناً انسان کو رُسوا کرنے والی ہے

بُوی را پوشیدہ و مکنوں کند
اپنی بُو کو پوشیدہ اور مخفی کر لیتا ہے

چشمِ مستِ خویشتن را چوں کند
اپنی مست آنکھ کا کیا کرے؟

لے بآد۔ حضرت بایزیدؒ کے لئے وہ ہوا جو خوشبو لاتی تھی پانی بن گئی اور پانی میں وہ کیفیت پیدا ہو گئی جو شراب میں ہوتی ہے۔ پس۔ اس پر ان نے حضرت بایزیدؒ سے دریافت کیا کہ آپ کیا سونگھ رہے ہیں بظاہر کوئی پھول بھی نہیں ہے اور آپ پر یہ عجیب و غریب کیفیات کیوں طاری ہو رہی ہیں، پنج۔ حواس خمسہ۔ شش۔ چھ جہتیں۔ نوید۔ خوشخبری۔ کل۔ ذاتِ حق۔ کام۔ مقصود۔ خودکامہ۔ ضرورتمند۔

ے ہر دمے۔ حضرت یعقوبؑ نے دُور سے ہی حضرت یوسفؑ کی قمیص کی خوشبو سونگھ لی تھی۔ قطرہ۔ جو احوال آپ پر طاری ہیں اُن سے ہمارے لئے بھی کچھ بتا دیجئے۔ خو۔ آپ نے ہمیں اس کا عادی نہیں بنایا ہے کہ آپ تنہا مستفید ہوں اور ہم محروم رہیں۔

ے میرِ مجلس۔ صدرِ مجلس ہی دوسروں کو شراب پلاتا ہے۔ حریفان۔ یعنی مجلس کے شریک کے گواں۔ حضرت بایزیدؒ سے اُن کے مُرید نے کہا شراب چھپا کر نہیں پی جا سکتی اُس کا یقیناً اظہار ہو جاتا ہے انسان اگر مُنہ کی بُو بھی چھپائے تو آنکھوں کی مستی کیسے چھپائے گا۔

خود[1] نہ آں بُو نیست اینکاندر جہاں
یہ وہ خوشبو بھی نہیں ہے کہ دنیا میں

صد ہزاراں پردہ اش اندر نہاں
لاکھوں پردے اُس کو چھپا سکیں

پُر شد از تیزیِ اُو صحرا و دشت
اسکی تیزی سے صحرا اور جنگل بھر گئے ہیں

دشت چہ کز نُہ فلک ہم در گذشت
جنگل کیا، وہ تو نو آسمانوں سے گذر گئی ہے

ایں سرِ خُم را بہ کہگل در مگیر
اِس مٹکے کے سر کو کہگل سے بند نہ کیجئے

کایں برہنہ نیست خوے پوشش پذیر
یہ ننگا، ڈھکے جانے کے قابل نہیں ہے

لُطف کُن اے راز دارِ راز گُو
اے راز کو جاننے والے راز کو بتانیوالے مہربانی کیجئے

آنچہ بازت صید کردش باز گُو
جو آپ کے باز نے شکار کیا ہے بتا دیجئے

گفت[2] بُویِ بُو العجب آمد بمَن
(انھوں نے) فرمایا مجھے ایک عجیب خوشبو محسوس ہوئی ہے

ہمچناں کہ مر نبیؐ را از یمن
جیسے کہ نبیؐ کو یمن سے (محسوس ہوئی تھی)

کہ محمدؐ گفت بر دستِ صبا
کہ محمدؐ نے فرمایا صبا کے ذریعہ

از یمن می آیدم بُویِ خدا
مجھے یمن سے خدا کی خوشبو آرہی ہے

بُویِ رامیں می رسد از جانِ ویس
ویس کی جان سے رامین کی خوشبو آرہی ہے

بُوئے رحمٰن می رسدم ہم از اویسؓ
اویسؓ سے بھی خدا کی خوشبو آرہی ہے

از اویسؓ و از قرن بُویِ عجب
اویسؓ اور قرن کی عجیب خوشبو نے

آں نبیؐ را مست کرد و پُر طرب
نبیؐ کو مست اور مسرور کر دیا

چوں اویسؓ از خویش فانی[3] گشتہ بُود
چونکہ اویسؓ اپنے آپ سے فانی ہو گئے تھے

آں زمینے آسمانے گشتہ بُود
وہ زمین آسمان بن گئی تھی

آں ہلیلہ پروریدہ در شکر
ہڑ شکر میں مربیٰ بنائی ہوئی

چاشنیِ تلخیش نبود دگر
اُس میں پھر تلخی کا مزا نہیں ہوتا ہے

آں ہلیلہ رَستہ از ما و منی
کیونکہ وہ ہڑ خودی اور انانیت سے نجات پا گئی ہو

نقش دارد از ہلیلہ طعم نے
صورت ہڑ کی، مزا (ہڑ کا) نہیں ہے

آں کسے کز خود بکُلّی در گذشت
وہ شخص جو خودی سے پوری طرح گذر گیا

ایں منی و مائیِ خود در نوشت
اُس نے خودی اور انانیت کو لپیٹ دیا ہے

ایں سخن پایاں ندارد باز گرد
اِس بات کا خاتمہ نہیں ہے، واپس لوٹ

تا چہ گفت از وحیِ غیب آں شیر مرد
(بتا) اُس شیر مرد نے غیبی وحی کے بارے میں کیا کہا!

[1] خود۔ شراب معرفت کی خوشبو تو لاکھوں پردوں میں بھی نہیں چھپ سکتی پُر شد۔ اُس شراب کی خوشبو سے جنگل اور صحرا تو بھرا ہوا ہے ہی اسکی خوشبو تو آسمانوں سے بھی گذر گئی ہے۔ ایں سرِ خُم۔ شرابِ معرفت کے مٹکے کے منہ کو مٹی سے بند نہیں کیا جاسکتا یہ پردہ پوشی کے قابل نہیں ہے۔ لطف۔ آپ کی باطنی توجہ نے معرفت کا جو راز حاصل کیا ہے وہ ہمیں بھی بتا دیجئے۔

[2] گفت۔ حضرت بایزیدؒ نے فرمایا۔ محمدؐ گفت۔ حدیث شریف ہے۔ اِنِّی لَاَجِدُ نَفَسَ الرَّحْمٰنِ مِنْ قِبَلِ الْیَمَنِ۔ میں خدا کے سانس کو یمن کی جانب سے محسوس کر رہا ہوں۔ رامیں۔ رامین مشہور عاشق اور ویس اسکی معشوقہ تھی انکے بعد ویس پر عشق کا غلبہ اسقدر ہوا کہ وہ رامین کی عاشق بنگئی تھی یعنی عاشق جب اپنے آپکو فنا کر دیتا ہے تو اس میں معشوق کی خوشبو آنے لگتی ہے اسی طرح حضرت اویس قرنیؓ میں سے اللہ کی خوشبو آتی تھی۔ قرن حضرت اویسؓ کا وطن ہے۔

[3] فانی گشتہ بود۔ فنا کے بعد انسان اللہ کے اخلاق والا ہو جاتا ہے اور زمین سے آسمان بنجاتا ہے۔ ہلیلہ۔ ہڑ کا جب مربیٰ بن جاتا ہے تو وہ اپنی خوشبو اور ذائقہ سے علیحدہ ہو جاتی ہے۔ ما و منی۔ خودی اور انانیت۔ آں کسے۔ جو شخص فنا کا درجہ حاصل کر لیتا ہے اسکی خودی اور انانیت ختم ہو جاتی ہے۔ وحی غیب۔ یعنی بایزیدؒ کو جو غیبی الہام ہوا تھا۔

٦٣٥

جوابِ سُلطان بایزید قُدِّسَ سِرُّہٗ در معنیِ قولِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہ اِنّی لَاَجِدُ نَفَسَ الرَّحمٰنِ مِن قِبَلِ الیَمَن

شاہ بایزید قُدِّسَ سِرُّہٗ کا جواب آنحضور کے قول کے ہم معنی کہ میں یمن کی جانب سے خدائی سانس محسوس کرتا ہوں

گفت زیں سُوی بُوی یارے می رسد — کاندریں دِہ[۱] شہریارے می رسد

فرمایا اس طرف سے ایک دوست کی خوشبو آرہی ہے — کیونکہ اس گاؤں میں ایک شاہ آئے گا

بعدِ چندیں سال می زاید شہے — می زند بر آسمانہا خرگہے

کچھ سال کے بعد ایک شاہ پیدا ہوگا — جو آسمانوں پر خیمہ زن ہوگا

رُویش از گلزارِ حق گلگوں بُود — از من اُو اندر مقام افزوں بُود

اُس کا چہرہ اللہ کے چمن کے پھول کی طرح ہوگا — وہ مرتبہ میں مجھ سے بڑھا ہوا ہوگا

چیست نامش گفت نامش بُوالحسن — حُلیہ اَش وا گفت زابرو تا ذقن

اُس کا نام کیا ہے؟ فرمایا اُس کا نام ابوالحسن ہے — اُن کا حُلیہ ابرو سے ٹھوڑی تک صاف بتادیا

خدِّ اُو و رنگِ اُو و شکلِ اُو — یک بیک وا گفت از گیسو و رُو

اُن کا رخسار اور رنگ اور شکل — ایک ایک کرکے گیسو اور چہرے کے بارے میں بتا دیا

حِلیہاے[۲] رُوحِ اُو را ہم نمود — از صفات و از طریق و جا و بُود

انھوں نے روح کے حالات بھی بتا دیئے۔ — صفتوں اور راستہ اور جگہ اور رہائش کے اعتبار سے

حُلیۂ تن ہمچو تن عاریت است — دل بر آں کم نہ کہ آں یک ساعت ست

جسم کا حُلیہ جسم کی طرح عارضی ہے — اُس سے دل نہ لگا کیونکہ وہ تھوڑی دیر کا ہے

حُلیۂ رُوحِ طبیعی ہم فناست — حُلیۂ آں جاں طلب کاں بر سماست

طبیعی روح کا حُلیہ بھی فانی ہے — اُس جان کا حُلیہ طلب کر جو آسمان پر ہے

جسمِ[۳] اُو ہمچوں چراغے بر زمیں — نورِ اُو بالائے سقفِ ہفتمیں

اُس کا وجود چراغ کی طرح زمین پر ہے — اُس کی روشنی ساتویں چھت سے اوپر ہے

آں شعاعِ آفتاب اندر وثاق — قرصِ اُو اندر جہانِ چار طاق

سورج کی شعاع گھر میں ہے — اُس کی ٹکیہ آسمان کے جہان میں ہے

نقشِ گُل در زیرِ بینی بہرِ لاغ — بُوی گُل بر سقف و ایوانِ دماغ

پھول کا جسم تفریح کے لئے ناک کے نیچے ہے — پھول کی خوشبو دماغ کے محل اور چھت پر ہے

---

۱ دِہ - یعنی خرقان گاؤں۔ بعدِ چندیں - یعنی اتنے سال کے بعد یہاں ایک بزرگ پیدا ہوگا جس کا مرتبہ بہت بلند ہوگا۔ از من - حضرت بایزیدؒ نے بطورِ انکساری کے فرمایا کہ اس کا رتبہ مجھ سے بڑھا ہوا ہوگا۔ گفت - بایزیدؒ نے پیدا ہونے والے بزرگ کا نام اور پورا حلیہ بتادیا۔ خد - رخسار بعض نسخوں میں لفظ قد ہے۔

۲ حلیہاے - یعنی روح کی صفات اور اُس کا مسلک سب بتا دیا۔ حلیۂ تن - مولانا فرماتے ہیں کہ انسان تین چیزوں سے مرکب ہے جسم، روحِ حیوانی، روحِ انسانی۔ پہلی دونوں چیزیں فانی ہیں اور اُن کا حلیہ بھی فانی ہے لہٰذا اُن سے دل نہ لگانا چاہئے، روحِ انسانی جس کا تعلق ملاءِ اعلیٰ سے ہے اُس سے وابستگی ہونی چاہئے۔

۳ جسمِ اُو - بایزیدؒ نے فرمایا اُس بزرگ کا جسم چراغ کی طرح زمین پر ہوگا لیکن اُس کا نور آسمانوں تک ہوگا۔ آں شعاع - اِس بات کو کہ اُس شاہ کا جسم زمین پر ہوگا اور نور آسمان تک ہوگا مثالوں سے سمجھاتے ہیں سورج آسمان پر ہے اور اُس کا نور ہر گھر میں ہے۔ نقشِ گُل - پھول ناک کے نیچے ہوتا ہے اور اُس کی خوشبو دماغ کے اندر ہوتی ہے۔

مردِ خفتہ در عدن دیدہ فرَق — عکسِ آں بر جسم اُفتادہ عرَق
(گھر میں) سویا ہوا عدن میں خوف دیکھتا ہے — اُس (خوف) کے پرتو سے جسم کو پسینہ آتا ہے

پیرہن در مصر رہنِ یک حریص — پُر شدہ کنعاں ز بُوئِ آں قمیص
لباس مصر میں ایک لالچی کے قبضہ میں ہے — اُس قمیص کی خوشبو سے کنعان بھر گیا ہے

بر نبشتند آں زماں تاریخ را — از کباب آراستند آں سیخ را
اُس وقت اُنھوں نے تاریخ لکھ لی — اُس سیخ کو کباب سے آراستہ کر لیا

چوں رسید آں وقت و آں تاریخ راست — زاں زمیں آں شاہ پیدا گشت و خاست
جب ٹھیک وہ وقت اور تاریخ آئی — اُس زمین سے وہ شاہ پیدا ہو گئے اور اُٹھے

زادنِ شیخ ابوالحسن قدس سرہٗ خرقانی بعد از وفاتِ شیخ بایزید رُوّح اللہ روحہ بہماں تاریخ

حضرت ابوالحسن خرقانی قدس سرہٗ کا شیخ بایزیدؒ کی وفات کے بعد اسی تاریخ کو پیدا ہونا اللہ تعالیٰ اُن کی روح کو راحت پہنچائے

زادہ شُد آں شاہ و نردِ مُلک باخت — از عدم پیدا شُد و مرکب بتاخت
وہ شاہ پیدا ہو گئے اور سلطنت کی بازی کھیلی — عدم سے پیدا ہوئے اور سواری دوڑا دی

از پسِ آں سالہا آمد پدید — بوالحسنؒ بعد از وفاتِ بایزید
اُس کے سالوں بعد پیدا ہوئے — ابوالحسنؒ، بایزیدؒ کی وفات کے بعد

جُملہ خُوہائِ اُو ز امساک و جُود — آنچناں آمد کہ آں شہ گفتہ بُود
اُن کی تمام عادتیں نہ دینے اور دینے میں — اُسی طرح ثابت ہوئیں جیسا کہ اُن شاہ نے فرمایا تھا

لوحِ محفوظ ست اُو را پیشوا — از چہ محفوظ ست محفوظ از خطا
لوحِ محفوظ اُن کی پیشوا ہے — کس چیز سے محفوظ ہے؟ غلطی سے محفوظ ہے

نے نجوم ست و نے رمل ست و نہ خواب — وحیِ حق واللّٰہُ اَعلَمُ بِالصَّواب
نہ نجوم ہے، نہ رمل ہے اور نہ خواب ہے — اللہ کا الہام ہے اور خدا زیادہ بہتر جانتا ہے

از پئے رُوپوش عامہ در بیاں — وحیِ دل گویند آں را صوفیاں
عوام سے روپوشی کے لئے بیان میں — اُس کو صوفی دل کی وحی کہدیتے ہیں

وحیِ دل گیرش کہ منظر گاہِ اُوست — چوں خطا باشد کہ دل آگاہِ اُوست
اُس کو دل کی وحی تسلیم کرے کیونکہ وہ (اُس خدا) کی نظر گاہ ہے — غلطی کیسے ہوگی کیونکہ دل اُس سے باخبر ہے

---

۵۱ مردِ خفتہ۔ ایک شخص یمن کے گھر میں سویا ہوا ہوتا ہے اور اُس کی روح عدن میں کسی خوفناک نہر کو دیکھتی ہے اس کے جسم پر پسینہ آجاتا ہے پیرہن۔ حضرت یوسفؑ کی قمیص مصر میں تھی اور اُس کی خوشبو کنعان میں پہنچ رہی تھی۔ بر نبشتند۔ لوگوں نے حضرت بایزیدؒ کے کہنے کے مطابق حضرت ابوالحسنؒ کی پیدائش کی تاریخ لکھ لی۔ از کباب یعنی کام کو مکمل کر لیا۔ آں تاریخ چنانچہ لکھی ہوئی تاریخ کے مطابق اُن کی پیدائش ہوئی۔

۵۲ نردِ مُلک۔ یعنی شاہی شروع کر دی۔ مرکب۔ سواری۔ از پس۔ حضرت بایزیدؒ کی وفات کے تقریباً دو سو سال بعد حضرت ابوالحسنؒ پیدا ہوئے جو کہ ہائے حضرت ابوالحسنؒ میں وہ صفات و اوصاف تھے جو حضرت بایزیدؒ نے بتائے تھے۔

۵۳ لوحِ محفوظ۔ حضرت بایزیدؒ کے بتائے ہوئے احوال صحیح کیوں نہ ہوتے اُنھوں نے لوحِ محفوظ سے پڑھ کر بتائے تھے اور اُس لوح کو لوحِ محفوظ اسی لئے کہا جاتا ہے کہ اس میں لکھا ہوا غلطی سے محفوظ ہے۔ نے نجوم۔ نجوم اور رمل وغیرہ کی باتیں غلط ہو جاتی ہیں۔ وحیِ حق۔ حضرت بایزیدؒ کو ان احوال کی خبر وحیِ الٰہی کے ذریعہ ہوئی تھی صوفیاء اُسکو وحیِ دل کہتے ہیں۔ وحیِ دل گیر ہم اسکو وحیِ دل ہی تسلیم کرتے ہیں لیکن وہ دل جو خدا کا

مؤمنا[1] ینظر بنور اللہ شدی — از خطا و سہو ایمن آمدی
اے مومن! تو وہ دیکھتا ہے اللہ کے نور سے بن گیا ہے — تو غلطی اور بھول سے محفوظ ہو گیا ہے

رجوع بحکایتِ کمیِ اجرائے آں غلام و در بیانِ اجرائے دل و جانِ صوفی از طعام اللہ تعالیٰ

اُس غلام کی روزی کی کمی کی حکایت کی طرف رجوع اور اس کا بیان کہ صوفی کے دل و جان کی روزی خدائی کھانے سے ہوتی ہے

صوفیے از فقر چوں در غم شود — عینِ فقرش دایہ و مطعم بود
کوئی صوفی جب فقر سے رنجیدہ ہوتا ہے — اُس کیلئے خود فقر دایہ اور کھانا کھلانے والا بنجاتا ہے

زانکہ جنت از مکارہ رُستہ است — رحمِ قسمِ عاجز و شکستہ است
کیونکہ بہشت تکالیف سے بنی ہے — رحم عاجز اور شکستہ (دل) کا حصہ ہے

آنکہ سرہا بشکند اُو از علو — رحمِ حق و خلق ناید سوئے اُو
وہ شخص جو تکبر سے سروں کو کچلتا ہے — اللہ اور مخلوق کا رحم اُس کی جانب نہیں آتا ہے

ایں سخن پایاں ندارد و آں جواں — از کمِ اجرائے ناں شد ناتواں
اس بات کا خاتمہ نہیں ہے اور وہ جوان — روزی کے کم ہو جانے سے کمزور ہو گیا ہے

شاد[2] آں صوفی کہ رزقش کم شود — آں شبہ دُرّ گردد و اُو یم شود
وہ صوفی خوش نصیب ہے جس کا رزق کم ہو جائے — وہ پوتھ موتی بن جائے اور وہ دریا ہو جائے

زاں جرای خاص ہر کہ آگاہ شد — او سزای قرب و اجرے گاہ شد
جو شخص اُس خاص روزی سے واقف ہو گیا — وہ قرب کا مستحق اور روزی کا مقام بن گیا

زاں جرای روح چوں نقصاں شود — جانش از نقصانِ او لرزاں شود
جب روح کی روزی میں کمی آئے — اُس کی کمی سے اُس کی جان لرزنے لگے

پس[3] بداند کہ خطائے رفتہ است — کہ سَمَن زارِ رضا آشگفتہ است
وہ جانتا ہے کہ کوئی گناہ ہوا ہے — جس کی وجہ سے رضا کا باغیچہ نہیں کھلا ہے

ہمچناں کاں شخص از نقصانِ کشت — رقعہ سوئے صاحبِ خرمن نوشت
جیسے کہ اس شخص نے کھیتی کی کمی کی وجہ سے — کھلیان کے مالک کو رقعہ لکھا

رقعہ اش بُردند پیشِ میرِ داد — خواند او و رقعہ جوابے وا نداد
دانا حاکم کے پاس رقعہ لے گئے — اُس نے رقعہ پڑھا کوئی جواب نہ دیا

---

[1] مؤمنا۔ مومن کو جب وہ مرتبہ حاصل ہو جائے کہ وہ اللہ کے نور کے ذریعہ دیکھنے لگے تو اُس کی صوابدید غلطی سے محفوظ ہوتی ہے۔ صوفیے۔ جب صوفی فقر کے غم میں مبتلا ہوتا ہے تو خود رزق اُس کو حاصل ہونے لگتا ہے۔ زانکہ جنت۔ انہی چیزوں سے حاصل ہوتی ہے جو نفس کو ناگوار گذرتی ہیں خدا کی رحمت عاجز اور شکستہ دل پر نازل ہوتی ہے۔ مکارہ۔ مکروہات یعنی نفس کی ناگوار چیزیں۔ آنکہ۔ متکبر اور مغرور پر خدا اور خلق خدا رحم نہیں کرتی ہے۔

[2] شاد۔ جس صوفی پر رزق کی تنگی ہو وہ قابل مبارکباد ہے۔ آں شبہ۔ وہ صوفی اگر پوتھ تھا تو اب وہ موتی اور سمندر بن جائیگا جس میں سے موتی نکلینگے۔ زاں جرای۔ فقر کے بعد جو غذائی رزق حاصل ہوتا ہے جب صوفی اسکی حقیقت سمجھ جاتا ہے تو اسکو قرب خداوندی حاصل ہو جاتا ہے۔ نقصاں شود۔ اب جسمانی رزق کی فراخی سے وہ غذائی رزق گھٹتا ہے تو وہ خوفزدہ ہو کر لرزنے لگتا ہے۔

[3] پس بداند۔ وہ سمجھتا ہے کہ اُس رزق خداوندی کی کمی کسی خطا اور قصور کی بناء پر ہوئی ہے۔ چمن زار۔ گلستان۔ ہمچناں۔ وہ اُس غلام کی طرح پریشان ہوتا ہے جس نے جسمانی روزی گھٹنے پر رقعہ لکھا۔ رقعہ اش۔ اس غلام نے شاہ کو رقعہ لکھا شاہ نے اس کا کوئی جواب نہ دیا اور کہا کہ اس بیوقوف کو صرف روزی گھٹنے کا درد ہے اور جس بیچارہ پر روزی گھٹتی اسکا کوئی خیال نہیں ہوا اسکو میرے وصل اور فراق کا کوئی درد نہیں ہو لہٰذا ایسے احمق کا جواب خاموشی ہے۔

گفت او را نیست الا درد قوت　　پس جوابِ احمق اولیٰ تر سکوت

کہا اُس کو محض روزی کا رنج ہے　　تو خاموشی بیوقوف کے جواب میں زیادہ اچھی ہے

نیستش دردِ فراق و وصل ہیچ　　بندِ فرع ست[1] او نجوید اصل ہیچ

اُس کو فراق اور وصل کا درد بالکل نہیں ہے　　وہ شاخ کا پابند ہے جڑ کی تلاش بالکل نہیں کرتا ہے

احمق ست و مُردہ ماو منی　　کز غمِ فرعش فراغ اصل نے

بیوقوف ہے اور خودی اور انانیت کا مُردہ ہے　　کہ اُس کو شاخ کے غم کی وجہ سے جڑ کی فرصت نہیں ہے

آسمانہا و زمیں یک سیب داں　　کز درختِ قدرتِ حق شد عیاں

آسمانوں اور زمین کو ایک سیب سمجھ　　جو اللہ (تعالیٰ) کی قدرت کے درخت سے پیدا ہوا ہے

تو چو کرمے درمیانِ سیب در　　وز درخت و باغبانے بے خبر

تو کیڑے کی طرح سیب کے اندر ہے　　درخت اور باغبان سے لاعلم ہے

آں یکے کرمے دگر در سیب ہم　　لیک جانش از برون صاحب علم

دوسرا کیڑا بھی سیب ہی میں ہے　　لیکن اُس کی جان باہر کی علم بردار ہے

جنبشِ[2] او وا شگافد سیب را　　بر نتابد سیب آں آسیب را

اُس کی حرکت سیب کو پھاڑ دیتی ہے　　سیب اُس صدمہ کو برداشت نہیں کر سکتا

بردریدہ جنبشِ او پردہا　　صورتش کرم ست و معنی اژدہا

اُس کی حرکت نے پردوں کو پھاڑ دیا　　اُس کی صورت کیڑے کی ہے اور باطن اژدہا ہے

آتشے[3] کاول ز آہن می جہد　　او قدم بس سست بیروں می نہد

وہ چنگاری جو شروع میں لوہے سے نکلتی ہے　　وہ باہر کو بہت سست قدم رکھتی ہے

دایہ اش پنبہ است اول لیک آخر　　می رساند شعلہا را تا اثیر

اُس کی دایہ شروع میں روئی ہے لیکن آخر میں　　وہ اپنے شعلے آسمان تک پہنچا دیتی ہے

مرد اول بستہ خواب و خورست　　آخر الامر از ملائک برترست

انسان شروع میں سونے اور کھانے کا پابند ہے　　آخر میں وہ ملائکہ سے برتر ہے

در پناہِ پنبہ و کبریتہا　　شعلہ و نورش برآید تا سُہا

روئی اور گندھک کی پناہ میں　　اُس کا شعلہ اور نور سُہا تک پہنچتا ہے

عالمِ تاریک روشن می کند　　کُندۂ آہن بسوزن می کند

تاریک جہان کو روشن کردیتا ہے　　لوہے کے گاڈر کو سوئی سے اُکھاڑ دیتا ہے

---

[1] بندِ فرع است یعنی روزی کے بارے میں لگا اور روزی دینے والے سے کوئی علاقہ نہیں ہے۔ ماو منی۔ یعنی یہ خودی اور انانیت میں مبتلا ہو روزی کی فکر میں لگا ہے روزی دینے والے سے غافل ہے۔ آسمانہا پہلے شعر کا مضمون تھا کہ اُس غلام کو فرع کی فکر تھی اصل سے غافل تھا اس مناسبت سے اب فرماتے ہیں کہ عالم کو ایک سیب سمجھو اور انسان کو انکے اندر کا کیڑا اور کیڑوں کی دو قسمیں ہیں ایک کیڑا تو وہ ہے جو فرع اور سیب میں مشغول ہے اور اصل درخت اور باغبان سے غافل ہے دوسرا وہ ہے جو اگرچہ سیب کے اندر ہے لیکن وہ درخت اور باغبان سے اچھی طرح واقف ہے۔

[2] جنبشِ او۔ اس کیڑے میں اسقدر طاقت ہوتی ہو کہ وہ سیب کو پھاڑ کر باہر نکل جاتا ہے اور حجابات اسکی نظر میں ہیچ ہوتے ہیں یہ بظاہر کیڑا ہے لیکن حقیقتاً اژدہا ہے یہ دوسری قسم با خدا لوگوں کی ہے جو دنیا سے گذر کر آخرت تک پہنچتے ہیں۔

[3] آتشے۔ مولانا سمجھاتے ہیں کہ انسان میں ابتداءً یہ طاقت نہیں ہوتی بلکہ مشائخ کی مدد اور محنت سے یہ طاقت پیدا ہوتی ہے جیسے کہ وہ چنگاری جو لوہے سے نکلتی ہے ابتداءً کمزور ہوتی ہے لیکن جب روئی اور گندھک کی مدد اسکو حاصل ہوجاتی ہے تو اسکے شعلے آسمان تک پہنچ جاتے ہیں۔ مرد انسان بھی ابتداءً دنیا وی مشاغل میں لگتا ہے لیکن اولیاء کی مدد سے

گرچہ[1] آتش نیز ہم جسمانی ست — نے ز روح ست و نہ از روحانی ست

اگرچہ آگ بھی جسمانی ہے — وہ نہ روح ہے اور نہ روحانی ہے

جسم را نبود ازاں عز بہرہ — جسم پیش بحر جاں چوں قطرہ

جسم کے لئے اُس عزت میں کوئی حصّہ نہیں ہے — جسم، روح کے سمندر کے آگے قطرہ جیسا ہے

جسم از جاں روز افزوں می شود — چوں رود جاں جسم بیں چوں می شود

جسم، جان سے روزانہ بڑھوتری پاتا ہے — جب جان نکل جاتی ہے، دیکھ جسم کیسا ہوجاتا ہے؟

حدِ[2] جسمت یک دو گز خود بیش نیست — جانِ تو تا آسماں جولاں کنیست

تیرے جسم کی حد ایک دو گز سے زیادہ نہیں ہے — تیری جان آسمان تک چکر لگاتی ہے

تا بہ بغداد و سمرقند اے ہمام — روح را اندر تصور نیم گام

اے بزرگ! بغداد اور سمرقند تک — روح کے لئے تصور میں آدھا قدم ہے

دو درم[3] سنگ ست پیہ چشمِ تاں — نورِ روحش تا عنانِ آسماں

تمہاری آنکھ کی چربی ساٹ ماشے وزن کی ہے — اُس کی روح کا نور آسمان کی فضا تک ہے

نور بے ایں چشم می بیند بخواب — چشم بے ایں نور چہ بود جز خراب

نور، اُس آنکھ کے بغیر خواب دیکھتا ہے — آنکھ، اُس نور کے بغیر سوائے خراب کے کچھ نہیں ہے

جاں ز ریش و سبلتِ تن فارغ ست — لیک تن بے جاں بود مُردار و پست

جان، جسم کی داڑھی اور مونچھ سے بے نیاز ہے — لیکن جسم، جان کے بغیر مُردار اور ذلیل ہوتا ہے

بازنامہ[4] روحِ حیوانی ست ایں — پیشتر رو روحِ انسانی بہ بیں

یہ روحِ حیوانی کی شان و شوکت ہے — آگے بڑھ، روحِ انسانی کو دیکھ

بگذر از انساں و ہم از قال و قیل — تا لبِ دریائے جانِ جبرئیل

انسان سے اور قال و قیل سے بھی آگے بڑھ — جبرئیل کی جان کے دریا کے کنارے تک

بعد از انت جانِ احمد لب گزد — جبرئیل از بیمِ تو واپس خزد

اس کے بعد احمد کی روح تجھ پر تعجب کرے گی — جبرئیل تیری ہیبت سے پیچھے ہٹیں گے

گوید ار آیم بقدرِ یک کماں — من بسوئے تو بسوزم در زماں

(جبرئیل) کہیں گے اگر میں ایک کمان کی بقدر (بھی) — تیری جانب تو فوراً جل جاؤں

تو آنحضور اپنے اُمتی کی ترقی پر خوشی سے تعجب کریں گے اور جبرئیل تمہارے مقام سے فروتر ہونگے۔ گویہ حضرت جبرئیل یہ کہیں گے۔

اگر یک سرِ موئے برتر پرم — فروغِ تجلی بسوزد پرم

[1] گرچہ۔ یہ آگ جس کے شعلے آسمان تک پہنچے نہ روح ہے نہ روحانی پھر بھی اُس کی پہنچ آسمان تک ہو گئی تو پھر روح اور روحانی کی طاقت کا اندازہ لگالو۔ جسم۔ جسم پر روح کی شرافت کو اس سے سمجھ لو کہ جسم کی پرورش روح کرتی ہے بغیر روح کے جسم کس قدر ذلیل شئی ہے کہ اُس کو مٹی میں دفن کر دیا جاتا ہے۔

[2] حدِ جسمت۔ جسم کی بہت دو گز سے زیادہ نہیں ہے لیکن روح کی پہنچ آسمانوں تک ہے، تم اپنی جگہ پر ہو روح کے لئے بغداد اور سمرقند تک پہنچ جانے کیلئے نصف قدم کی ضرورت ہے۔ دو درم۔ آنکھ کی چربی کو دیکھو کہ خود تو وہ سات ماشہ سے زیادہ نہیں لیکن اُس کا نور آسمان تک جاتا ہے۔ نور بے ایں چشم۔ نور، چشم کا محتاج نہیں ہے آنکھ نور کی محتاج ہے۔ جاں۔ روح کو جسمانی خواص کی ضرورت نہیں جسم روح کا محتاج ہے۔

[3] بازنامہ۔ یہ شان و شوکت تو ہم نے روحِ حیوانی کی دکھائی، روحِ انسانی جو اس سے زیادہ قوی ہے اُس کو اس پر قیاس کر لو۔ بگذر۔ اس روحِ حیوانی اور بحث و مباحثہ سے گذر کر روح کے طالب بنو اور اُس روح تک پہنچو جو جبرئیل کی جان ہے، جب یہ مرتبہ حاصل ہو جائیگا

ایں[1] بیاباں خود ندارد پا و سر — بے جوابِ نامہ خستہ است آں پسر
اِس جنگل کا سر اور پاؤں نہیں ہے — وہ لڑکا بغیر جواب کے رنجیدہ ہے

آشفتنِ آں غلام از نارسیدنِ جوابِ نامہ از قِبَلِ شاہ
بادشاہ کی جانب سے رقعہ کا جواب نہ آنے سے اُس غلام کا پریشان ہونا

چوں جوابِ نامہ نامد خیرہ گشت — وز غمِ اُو آبِ صافی تیرہ گشت
چونکہ رقعہ کا جواب نہ آیا وہ حیران ہو گیا — غم سے اُس کا صاف پانی گدلا ہو گیا

نے قرارش ماند و نے خواب از جنوں — روز و شب بُد در تفکر سر نگوں
پاگل پن سے نہ اُس کیلئے سکون رہا اور نہ نیند — دن، رات فکر میں اوندھا تھا

کاے عجب چونم نداد آں شہ جواب — یا خیانت کرد رقعہ بر ز تاب
کہ تعجب ہے، شاہ نے مجھے جواب کیوں نہیں دیا — یا غصہ کی وجہ سے رقعہ لیجانے والے نے خیانت کی ہے

رقعہ[2] پنہاں کرد و ننمود او بشاہ — کو منافق بود و آبے زیرِ کاہ
اُس نے رقعہ چھپا لیا اور شاہ کو نہ دکھایا — کیونکہ وہ منافق تھا اور گھاس کے تلے کا پانی

رقعۂ دیگر نویسم ز آزموں — دیگرے جویم رسولِ ذو فنوں
آزمائش کے لئے دوسرا رقعہ لکھتا ہوں — دوسرا ہنرمند قاصد تلاش کرتا ہوں

بر امیر و مطبخی و نامہ بر — عیب بنہادہ ز جہل آں بے خبر
بادشاہ پر اور داروغۂ مطبخ پر اور رقعہ لیجانے والے پر — اُس جاہل نے، نادانی سے عیب دھرے

ہیچ گردِ خود نمی گردد کہ من — کژ روی کردم چو اندر دیں شمن
اپنی کچھ خبر نہیں لیتا کہ میں نے — ٹیڑھی چال چلی ہے جیسے کہ بُت پرست دین میں

کژ[3] وزیدنِ باد بر تختِ سلیمان علیہ السلام بسببِ زلتِ او
حضرت سلیمانؑ کے تخت پر اُن کی لغزش کی وجہ سے ہوا کا ٹیڑھا چلنا

باد بر تختِ سلیماںؑ رفت کژ — پس سلیماںؑ گفت بادا کژ مغژ
حضرت سلیمانؑ کے تخت پر ہوا ٹیڑھی چلی — حضرت سلیمانؑ نے فرمایا اے ہوا ٹیڑھی نہ چل

باد ہم گفت اے سلیماںؑ کژ مرو — ور روی کژ از کژم خشمیں مشو
ہوا نے بھی کہا اے سلیمانؑ! آپ ٹیڑھا نہ چلیں — اگر ٹیڑھا چلتے ہیں تو میرے ٹیڑھے پن پر غصہ نہ کریں

ایں ترازو بہرِ ایں بنہاد حق — تا رود انصاف مارا در سبق
اللہ تعالیٰ نے یہ ترازو اسی لئے پیدا کی ہے — تاکہ ہمارا انصاف جاری رہے

---

[1] ایں بیاباں۔ معرفت اور اسرارِ معرفت کا بیان غیر محدود ہے۔ قِبَل۔ جانب۔ خیرہ۔ حیران۔ تیرہ۔ سیاہ، مکدر۔ رقعہ بر۔ نامہ بر۔ تاب۔ غصہ۔

[2] رقعہ۔ یعنی اس نامہ بر نے وہ رقعہ بادشاہ کو نہیں دیا وہ منافق تھا۔ آبے زیرِ کاہ۔ جس پانی پر گھاس ہو اُس سے دھوکہ لگتا ہے۔ ذو فنون۔ ماہر۔ ہیچ گردِ خود۔ یعنی اپنی خبر نہیں لیتا ہے دوسروں پہ الزام دھر رہا ہے۔ شمن۔ بُت کا پجاری دین میں کجرو ہے۔

[3] کژ وزیدن حضرت سلیمانؑ کے اِس قصہ سے یہ سمجھانا مقصود ہے کہ اگر وہ غلام اپنی غلطی محسوس کر کے اُس کی تلافی کر لیتا تو سب کچھ ٹھیک ہو جاتا جیسا کہ حضرت سلیمانؑ نے کیا۔ زلت۔ اُن کے دل میں کوئی نامناسب خیال آیا تھا۔ تخت۔ وہی تخت جسکو ہوا دوش پر لئے پھرتی تھی۔ کژ۔ غژیدن گھٹنوں کے بل چلنا۔ اِس ترازو۔ مولانا فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ترازو برابری کے لئے پیدا فرمائی ہے۔

از[1] ترازو کم کنی من کم کنم ۔۔۔ تا تو با من روشنی من روشنم
تو ترازو سے کم کرے گا میں (بھی)، کم کروں گا ۔۔۔ جب تک تو میرے ساتھ روشن ہے میں (بھی) روشن ہوں

ہمچنیں تاجِ سلیمانؑ میل کرد ۔۔۔ روزِ روشن را برو چوں لیل کرد
اِسی طرح حضرت سلیمانؑ کا تاج ٹیڑھا ہوگیا ۔۔۔ اُس نے روشن دن کو اُن پر رات بنا دیا

گفت تاجا کژ مشو بر فرقِ من ۔۔۔ آفتابا گم مشو از شرقِ من
انھوں نے کہا اے تاج! میرے سر پر ٹیڑھا نہ ہو ۔۔۔ اے آفتاب! میرے مشرق سے گم نہ ہو

راست می کرد او بدستِ آں تاج را ۔۔۔ باز کج می شد برو تاج اے فتیٰ
وہ ہاتھ سے اُس تاج کو سیدھا کرتے تھے ۔۔۔ اے نوجوان! تاج اُن پر پھر ٹیڑھا ہوجاتا تھا

ہشت بارش راست کرد و گشت کژ ۔۔۔ گفت تاجا چیست آخر کژ مغژ
انھوں نے آٹھ مرتبہ سیدھا کیا وہ ٹیڑھا ہوگیا ۔۔۔ انھوں نے کہا اے تاج! آخر کیا ہوا ہے کجروی نہ کر

گفت[2] اگر صد رہ کنی تو راست من ۔۔۔ کژ شوم چوں کژ روی اے مؤتمن
اُس نے کہا کہ آپ مجھے سو بار سیدھا کریئے ۔۔۔ میں ٹیڑھا ہوجاؤں گا اے امانتدار! جب آپ کجروی کریئے

پس سلیمانؑ اندرونہ راست کرد ۔۔۔ دل براں شہوت کہ بودش گشت سرد
تو حضرت سلیمانؑ نے باطن کو ٹھیک کر لیا ۔۔۔ دل میں جو خواہش تھی دل اُس سے سست پڑگیا

بعد ازاں تاجش ہماں دم راست شد ۔۔۔ آنچناں کہ تاج را می خواست شد
اِس کے بعد اُن کا تاج فوراً سیدھا ہوگیا ۔۔۔ وہ جس طرح تاج چاہتے تھے ویسا ہوگیا

بعد[3] از آنش کژ ہمی کرد او بقصد ۔۔۔ تاجِ او می گشت تارکِ جو بقصد
اُس کے بعد اُنھوں نے اسکو قصداً ٹیڑھا کیا ۔۔۔ اُن کا تاج قصداً سر کو تلاش کرلینے والا بن گیا

ہشت کرت کژ نہاد آں مہترش ۔۔۔ راست می شد تاج بر فرقِ سرش
اُن سردار نے اُس کو آٹھ مرتبہ ٹیڑھا کیا ۔۔۔ اُن کے سر کی مانگ پر تاج سیدھا ہوجاتا تھا

شاہ گفت اے تاج چونست ایں زماں ۔۔۔ کژ کنم تو راست گردی امتحاں
شاہ نے فرمایا اے تاج! اِس وقت کیا بات ہے؟ ۔۔۔ میں آزمائش کیلئے تجھے ٹیڑھا کرتا ہوں تو سیدھا ہوجاتا ہے

تاج ناطق گشت کے شہ ناز کن ۔۔۔ چوں فشاندی پر زگِل پرواز کن
تاج نے کہا اے شاہ! ناز کیجئے ۔۔۔ جبکہ آپنے پروں کو مٹی سے صاف کرلیا ہے پرواز کیجئے

نیست دستوری کزیں من بگذرم ۔۔۔ پردہائے غیبِ ایں برہم درم
اجازت نہیں ہے میں اِس سے آگے بڑھوں ۔۔۔ اس کے غیب کے پردوں کو چاک کروں

---

[1] از ترازو۔ قرآن پاک میں ہے۔ جزاؤ سیئۃ سیئۃ مثلہا "برائی کا بدلہ اُس جیسی برائی ہے" ترازو پیدا فرما کر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ ہمچنیں۔ یعنی جس طرح ہوا نے کجروی اختیار کی تھی تاج بھی ٹیڑھا ہوگیا جس پر حضرت سلیمانؑ رنجیدہ ہوئے۔ فرق۔ سر کی مانگ۔ آفتابا یعنی اے تاج تو سجائی کا آفتاب ہے۔

[2] گفت۔ تاج نے حضرت سلیمانؑ سے کہا اے امانتدار جب آپ کے دل میں مناسب خیال نہیں ہے تو میری راست روی کی امید نہ کیجیے۔ اندرونہ۔ یعنی دل میں جو خیال تھا اُس کی اصلاح کرلی۔ شہوت یعنی جو نامناسب خیال اُن کے دل میں آیا تھا۔

[3] بعد از آنش یعنی اپنے دل کی اصلاح کرنے کے بعد تاج کو قصداً ٹیڑھا رکھتے تھے وہ خود بخود سیدھا ہوجاتا تھا۔ زامتحاں یعنی میں آزمائش کیلئے تجھے قصداً ٹیڑھا رکھتا تھا۔ چوں فشاندی یعنی جب آپ نے اپنے دل کو اِس نامناسب خیال سے صاف کرلیا ہے۔ نیست مولانا فرماتے ہیں کسی عمل اور جزاء کے راز کو زیادہ واضح کرنے کی اجازت نہیں ہے۔

بر دہانم نہ تو دستِ خود بہ بند ۔ مَر دہانم را زگفتِ ناپسند
میرے منھ پر اپنا ہاتھ رکھ دیجئے، بند کر دیجئے ۔ میرے منھ کو ناپسندیدہ بات سے

پس ترا ہر غم کہ پیش آید ز درد ۔ بر کسے تہمت منہ بر خویش گرد
لہٰذا تجھے تکلیف سے جو بھی غم پیش آئے ۔ کسی پر تہمت نہ رکھ، اپنی پڑتال کر

ظن مبر بر دیگرے اے دوست کام ۔ آں کُن کہ می سگالید آں غلام
اے دوستوں کے ہمنوا! دوسرے پر بدگمانی نہ کر ۔ وہ بدگمانی نہ کر جو اُس غلام نے کی

گاہ جنگش با رسول و مطبخی ۔ گاہ خشمش با شہنشاہِ سخی
کبھی اُس کی قاصد اور داروغہ مطبخ سے لڑائی ہوتی، ۔ کبھی سخی بادشاہ پر اُس کا غصہ ہوتا

ہمچو فرعونے کہ موسیٰؑ ہشتہ بود ۔ طفلگانِ خلق را سر می ربود
فرعون کی طرح کہ حضرت موسیٰؑ کو چھوڑ رکھا تھا ۔ (اور) لوگوں کے بچوں کے سر کاٹتا تھا

آں عدو در خانۂ آں کور دل ۔ اُو شدہ اطفال را گردن گسل
دشمن، اُس دل کے اندھے کے گھر میں ہے ۔ وہ بچوں کی گردن کاٹنے والا بنا

تو ہم از بیروں بدی با دیگراں ۔ و اندروں خوش گشتہ با نفسِ گراں
تو بھی باہر سے دوسروں کے ساتھ بد بنا ہوا ہے ۔ اور اندر مکروہ نفس سے خوش ہے

خود عدوت اُوست قندیش می دہی ۔ وز بروں تہمت بہر کس می نہی
تیرا دشمن وہی ہے تو اُس کو شکر کھلا رہا ہے ۔ اور باہر ہر شخص پر تہمت رکھتا ہے

ہمچو فرعونے تو کور و کور دل ۔ با عدو خوش بیگناہاں را مذل
تو فرعون کی طرح اندھا اور اندھے دل والا ہے ۔ دشمن سے خوش، بے قصوروں کو ذلیل کرنیوالا ہے

چند فرعونا کُشی بے جرم را ۔ می نوازی مر تنِ پُر غرم را
اے فرعون! بے قصوروں کو کب تک قتل کریگا؟ ۔ تا دانوں بھرے جسم کو نوازتا رہے گا

عقلِ اُو بر عقلِ شاہاں می فزود ۔ حکمِ حق بے عقل و کورش کردہ بود
اسکی عقل بادشاہوں کی عقل سے بڑھی ہوئی تھی ۔ خدا کے حکم نے اسکو بے عقل اور اندھا کر دیا تھا

مُہرِ حق بر چشم و بر گوش و خرد ۔ گر فلاطون ست حیوانش کند
اللہ تعالےٰ کی مُہر آنکھ پر اور کان پر اور عقل پر ۔ خواہ افلاطون ہو اُس کو جانور بنا دیتی ہے

۱؎ بر دہانم۔ مولانا دعا کرتے ہیں کہ اے خدا اگر میرے منھ سے تیری مرضی کے خلاف باتیں نکلیں اور غیب کے راز ظاہر کرنے لگوں تو میرا منھ بند کر دے۔ پس ترا۔ انسان کو جو تکلیف پہنچتی ہو دراصل وہ اُس کے کسی عمل کی سزا ہوتی ہے لہٰذا دوسروں پر الزام نہ رکھنا چاہیئے اور اُس غلام کی طرح نہ کرنا چاہیئے۔ بلکہ اپنے آپ کو ہی قصوروار سمجھنا چاہیئے۔ گاہ جنگش۔ اُس غلام کی بیوقوفی تھی خود اُس کی خطا پر روزی کم ہوئی اور وہ دوسروں سے لڑا۔

۲؎ ہمچو فرعونے۔ فرعون نے بھی یہی غلطی کی اُس کی سلطنت کی بربادی کا اصل سبب حضرت موسیٰ تھے جو اُس کے گھر میں پرورش پا رہے تھے اور وہ دوسرے بچوں کو قتل کرا رہا تھا نفسِ گراں۔ خطا تیرے نفس کی ہوتی ہے تو اُس سے خوش رہتا ہے دوسروں پر ناخوشی کا اظہار کرتا ہے تو بھی فرعون کی طرح ہے جو دشمن سے خوش تھا اور دوسروں کو ذلیل و خوار کر رہا تھا۔

۳؎ چند فرعونا۔ انسان کی یہ فرعونیت ہے کہ اصل دشمن یعنی اپنے آپ کو بے قصور سمجھتا ہے اور دوسروں سے دشمنی کرتا ہے۔ غُرم۔ تاوان قرآن پاک میں ہے مَا اَصَابَکُمْ مِّنْ مُّصِیْبَۃٍ فَبِمَا کَسَبَتْ اَیْدِیْکُمْ یعنی جو مصیبت تمہیں پہنچتی ہے وہ تمہارے ہاتھوں کی کمائی ہے۔ عقلِ اُو۔ مولانا فرماتے ہیں فرعون عقل میں دوسرے شہنشاہوں سے بڑھا ہوا تھا لیکن قضاءِ خداوندی نے اُس کو بے عقل اور اندھا بنا دیا تھا اللہ کی مُہر بڑے سے بڑے عقلمند کو بے عقل جانور بنا دیتی ہے۔

643

حُکمِ حق بر لوح می آید پدید　　آنچناں کہ حُکمِ غیب از بایزیدؒ

اللہ (تعالیٰ) کا حکم لوح پر ظاہر ہوجاتا ہے　　جس طرح کہ غیب کا حکم بایزیدؒ پر (ظاہر ہوا)

شُنیدنِ شیخ ابوالحسن خرقانیؒ خبر دادنِ بایزیدؒ را از بُودنِ اُو و احوالِ اُو پیش از زادنِ اُو

حضرت شیخ ابوالحسنؒ خرقانی کا حضرت بایزیدؒ کے اُن کے پیدا ہونے کی اور احوال کی پیدا ہونے سے قبل خبر دینے کو سُننا

ہمچناں آمد کہ اُو فرمودہ بُود　　بُوالحسنؒ از مردماں آں را شنُود

ایسا ہی ہوا جیسا کہ انھوں نے فرمایا تھا　　ابوالحسنؒ نے لوگوں سے یہ سُنا

کہ حَسَن باشد مُرید و اُمّتم　　درس گیرد ہر صباح از تُربتم

کہ ابوالحسنؒ میرا مُرید و میرا اُمّتی ہوگا　　ہر صبح کو میری قبر سے تعلیم حاصل کریگا

ہر صَباحے آید و خواند سَبَق　　بر سرِ خاکم شود پیرے بحق

وہ ہر صبح کو آئے گا اور سبق حاصل کریگا　　میری قبر پر، باخدا شیخ بن جائے گا

گفت من ہم نیز خوابے دیدہ ام　　وز رُوانِ شیخ ایں بشنیدہ ام

انھوں نے فرمایا میں نے بھی ایک خواب دیکھا ہے　　اور شیخ کی روح سے یہ سُنا ہے

ہر صَباحے تیز رفتے بے فتور　　بر سرِ گورش نشستے با حضور

بلاناغہ ہر صبح کو تیزی سے جاتے　　دل جمعی کے ساتھ اُن کی قبر کے سرہانے بیٹھتے

ہر صَباحے رُو نہادے سُوئے گور　　ایستادے تا ضُحیٰ اندر حضور

ہر صبح قبر کی جانب روانہ ہوتے　　حاضری میں چاشت تک کھڑے رہتے

تا مثالِ شیخ پیشش آمدے　　یا کہ بے گفتے شکالش حل شُدے

حتیٰ کہ شیخ کی مثالی (صورت) اُنکے سامنے آجاتی　　یا بغیر بات کئے اُن کا اشکال حل ہوجاتا

تا یکے روزے بیامد با سُعُود　　گورہا را برفِ نَو پوشیدہ بود

یہانتک کہ ایک روز وہ سعادتمندی سے آئے　　قبروں کو نئے برف نے چھپا رکھا تھا

تُوئے بر تُو بَرف ہا ہمچوں عَلَم　　قُبّہ قُبّہ دید و شُد جانش بہ غم

تہ بہ تہ پہاڑ جیسے برف کے　　تودے دیکھے اور غم سے اُنکی جان غمگین ہوگئی

بانگش آمد از حظیرۂ شیخِ حَیّ　　ہا اَنا اَدعُوکَ کَی تَسعیٰ اِلَیَّ

اُن کو زندہ شیخ کے حظیرے سے آواز آئی　　ہاں میں تجھے پکار رہا ہوں تاکہ دوڑ کر میرے پاس آئے

لہ حکمِ حق - اللہ کا فیصلہ لامحالہ ظاہر ہوکر رہتا ہے جیسا کہ بایزیدؒ کا بھی حکم ظاہر ہوکر رہا۔ شنیدن - حضرت ابوالحسنؒ خرقانی نے پیدائش کے بعد حضرت بایزیدؒ کی پیش گوئی سُنی۔ کہ حسن - حضرت ابوالحسنؒ خرقانی نے یہ بھی سُنا کہ بایزیدؒ نے فرمایا کہ ابوالحسن میری قبر سے فیض حاصل کریگا اور میرا مُرید ہوگا میرے حلقہ میں داخل ہوگا۔ ہر صباحے - انھوں نے یہ بھی سُنا کہ یہ فرمایا تھا کہ وہ ہر صبح کو آکر میری قبر سے فیض حاصل کرے گا اور باخدا شیخ بنے گا۔

لہ گفت - جب یہ باتیں حضرت ابوالحسن خرقانیؒ نے سُنیں تو فرمایا کہ شیخ بایزیدؒ کی رُوح نے مجھ سے بھی خواب میں یہ باتیں فرمائی ہیں۔ ہر صباح - چنانچہ شیخ ابوالحسن خرقانی روز صبح کو حضرت بایزیدؒ کی قبر پر جاتے تھے حضور یعنی حضورِ قلب کے ساتھ۔ تا مثال - کبھی حضرت بایزیدؒ صورتِ مثالی میں سامنے آکر اُن کے اِشکالات حل کرتے اور کبھی صورتِ مثالی کے واسطہ کے بغیر فیض حاصل ہوجاتا۔

لہ تا یکے روزے - ایک دن حضرت ابوالحسن خرقانیؒ قبر پر پہنچے تو قبر نظر نہ آئی بس برف تہ بہ تہ برف کے ٹیلے جمع شدہ نظر آئے تو بہت رنجیدہ ہوئے۔ بانگش - شیخ بایزیدؒ جو روحانی حیات سے زندہ تھے اُنکی آواز آئی کہ برکے: مجھ امیری طرف

ہیں بیا ایں سُو بر آوازم شتاب
ہاں، میری آواز پر جلد ادھر آ جا

عالَم ار برفست رُوی از من متاب
دنیا اگرچہ برف ہے مجھ سے مُنھ نہ موڑ

حالِ اُو زاں روز شُد خوب و بدید
اُس رونے سے اُن کی حالت خوب ہوگئی اور اُنھوں نے دیکھے

آں عجائب را کہ اوّل می شنید
وہ عجائب، جو پہلے سُنتے تھے

باز باید گشت سُوی آں غلام
اُس غلام کی طرف لَوٹنا چاہئے

کرد باید آں حکایت را تمام
اُس حکایت کو پورا کرنا چاہئے

رُقعۂ دیگر نوشتنِ آں غلام پیشِ شاہ چوں جوابِ رُقعۂ اوّل نیامد
جبکہ پہلے رُقعہ کا جواب نہ آیا اُس غلام کا بادشاہ کو پیش کرنے کے لئے دوسرا رقعہ لکھنا

نامۂ دیگر نوشت آں بدگمانؔ
اُس بدگمان نے دوسرا رُقعہ لکھا

پُر ز تشنیع و نفیر و پُر فغاں
ملامت اور فریاد اور شور سے بھرا ہوا

کہ یکے رُقعہ نوشتم پیشِ شاہ
کہ میں نے بادشاہ کے حضور میں ایک رُقعہ لکھا

اے عجب آنجا رسید و یافت راہ
تعجب ہے کہ وہ وہاں پہنچا اور باریاب ہوا

آں دِگر را خواند ہم آں خوب خد
اُس حسین چہرے والے نے دوسرا بھی پڑھا

ہَم ندادا اُو را جواب و تن بزد
اُس کا بھی جواب نہ دیا اور چُپ رہا

خُشک می آورد اُو را شہریار
اُس کے ساتھ شاہ نے خشکی برتی

اُو مکرّر کرد رُقعہ پنج بار
اُس نے پانچ مرتبہ رقعے مکرّر کئے

گفتؔ حاجب آخر اُو بندہ شماست
حاجب نے کہا آخر وہ آپ کا غلام ہے

گر جوابش بر نویسی ہم رواست
اگر اُس کو جواب لکھ دیں تو بھی مناسب ہے

از شہیِ تو چہ کم گردد اگر
آپ کی بادشاہی میں کیا کمی آجائیگی اگر

بر غلام و بندہ اندازی نظر
غلام اور بندہ پر آپ نظر (کرم) کریں

گفت ایں سہل ست امّا احمق ست
اُس نے کہا یہ آسان ہے، لیکن وہ احمق ہے

مردِ احمق زشت و مردودِ حق ست
احمق انسان بُرا اور خدا کا مردود ہے

گرچہ آمرزم گناہ و زلّتش
اگر میں اُس کی خطا اور لغزش معاف کرونگا

ہم کند در من سرایت علّتش
مجھ میں بھی اُس کی بیماری سرایت کر جائیگی

(۱) حال۔ اب حضرت ابوالحسن خرقانی کی تکمیل ہو چکی تھی اور اُن پر مشاہدہ کی کیفیت طاری ہوگئی تھی۔ باز باید۔ اب مولانا پھر غلام کا قصہ شروع کرتے ہیں۔

(۲) بدگماں۔ یعنی وہی غلام۔ تشنیع۔ بُرا بھلا کہنا۔ اے عجب۔ یعنی اس پر تعجب ہے کہ وہ رُقعہ بادشاہ تک پہنچ گیا اور پھر بھی مجھے جواب نہ ملا۔ خوب خد۔ حسین رُخ یعنی شاہ۔ تن بزد۔ خاموش رہا۔ خشک۔ یعنی شاہ نے اُس سے خشکی برتی۔

(۳) گفت حاجب۔ پیشکار نے کہا کہ وہ غلام بہرحال آپ کا ہے اگر اُس کو جواب لکھ دیں تو مناسب ہوگا۔ حاجب۔ دربان، پیشکار۔ اندازی نظر۔ یعنی نظرِ کرم کرکے جواب لکھا دیں۔ ایں۔ جواب لکھانا۔ احمق بیوتوف انسان مردود بارگاہِ خداوندی ہے۔ آمرزم۔ یعنی معاف کرکے پھر قریب کرونگا۔ علّتش۔ یعنی اُس کی حماقت کی بیماری۔

صد کس از گرگیں[1] ہمہ گرگیں شوند
خارشتی سے سو شخص سب خارشی ہو جاتے ہیں

خاصہ ایں گرِ خبیثِ عقل بند
خصوصاً بے عقل خبیث کی خارش

گرِ کم عقلی مبادا گبر را
بے عقلی کی خارش خدا کرے کافر کو بھی نہ ہو

شومیش بے آب دارد ابر را
اُس کی نحوست ابر کو بے پانی کا بنا دیتی ہے

نم نبارد ابر از شومیِ او
اُس کی بدبختی سے ابر بارش نہیں برساتا ہے

شہر شد ویرانہ از بومیِ او
اُس کے اُلّو پن سے شہر ویرانہ ہو جاتا ہے

از گرِ آں احمقاں طوفانِ نوحؑ
اُن احمقوں کی خارش کی وجہ سے (حضرت) نوحؑ کے طوفان نے

کرد ویراں عالمے را در فضوح
رُسوائی میں ایک جہان کو ویران کر دیا

ستودنِ پیغمبر علیہ السّلام عاقل را و نکوہیدن احمق را

پیغمبر علیہ السّلام کا عقلمند کی تعریف کرنا اور احمق کی مذمت کرنا

گفت پیغمبرؐ کہ احمق ہر کہ ہست
پیغمبرؐ نے فرمایا احمق جو بھی ہے

اُو عدوِّ ما و غولِ رہزن ست
وہ ہمارا دشمن اور بھٹکانیوالا بھلاوا ہے

ہر کہ اُو عاقل بُود اُو جانِ ماست
جو بھی عقلمند ہے وہ ہماری جان ہے

روحِ اُو و ریحِ اُو ریحانِ ماست
اُس کی روح اور اُس کی ہوا ہماری خوشبو ہے

عقل[2] دشنامم دہد من راضیم
عقل مجھے گالی دے، میں خوش ہوں

زانکہ فیضے دارد از فیاضیم
کیونکہ میری فیاضی سے فیض پا چکی ہے

نبوَد آں دشنامِ اُو بے فائدہ
اُس کی وہ گالی بے فائدہ نہ ہوگی

نبوَد آں مہمانیش بے مائدہ
اُس کی وہ مہمانی بغیر دسترخوان کے نہ ہوگی

احمق ار حلوا نہد اندر لبم
احمق اگر میرے ہونٹوں پر حلوہ رکھے

من ازاں حلوایِ اُو اندر تبم
میں اُس کے حلوے سے بخار میں ہوں

ایں یقیں داں گر لطیف و روشنی
اگر تو پاکیزہ اور روشن ہے تو یقین کر

نیست[3] بوسِ کونِ خر را چاشنی
گدھے کی مقعد کو بوسہ دینے میں کوئی لطف نہیں ہے

سبلتت گندہ کند بے فائدہ
بے فائدہ تیری مونچھوں کو گندہ کر دیگا

جامہ از دیگش سیہ بے مائدہ
بغیر دسترخوان کے اُس کی دیگ سے تیرے کپڑے سیاہ ہو جائینگے

مائدہ عقلست نے نان و کباب
دسترخوان عقل ہے نہ روٹی اور کباب

نورِ عقل ست اے پسر جاں را شراب
اے بیٹا! جان کی شراب عقل کا نور ہی

---

[1] گرگیں۔ گگیں فاعل کی علامت ہے۔ گر کافِ فارسی کے فتح ساتھ خارش کی بیماری۔ گرِ بے عقلی کی خارش خدا کرے کافر کو بھی نہ لگے شومی۔ بدعقل کی بدبختی سے ابر بھی بے باراں ہو جاتا ہے۔ بومی اُو۔ مشہور ہے کہ جہاں اُلّو بیٹھنے لگے وہ مقام ویران ہو جاتا ہے۔ از گر۔ قوم نوحؑ کی حماقت سے طوفان آیا اور دنیا برباد ہو گئی تھی۔ گفت پیغمبرؐ۔ بعض احادیث کا مفہوم یہ ہے کہ حضورؐ نے فرمایا کہ بیوقوف ہمارا دشمن ہے اور عقلمند ہمارا دوست ہے۔

[2] عقل دشنامم۔ ہوسکتا ہو کہ یہ مولانا کا مقولہ ہو اور مولانا اپنے بارے میں فرماتے ہوں یا حدیث کا جزو ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ عقلمند اگر بُرا بھی کہتا ہو تو اُس میں کوئی مصلحت ہوتی ہے۔ احمق۔ بیوقوف کی بھلائی میں بھی بُرائی ہے۔

[3] نیست۔ بیوقوف سے محبت کرنا ایسا ہی ہے جیسا کہ کوئی گدھے کی مقعد کو بوسہ دے۔ سبلت۔ اس بوسہ سے تمہیں نقصان پہنچے گا اور بیکار کپڑے کالے ہوں گے۔ مائدہ عقلست۔ اصل دسترخوان عقل ہے جس سے انسان غذا حاصل کرتا ہے نان وکباب اگر احمق پیش بھی کرے تو دسترخوان نہیں ہے بلکہ مضرت رساں ہے اُس کا نان و نمک بے عقل بناوے گا۔

666

نیست^[1] غیرِ نورؔ آدم را خورِش
انسان کی خوراک نور کے سوا نہیں ہے

از جُزآں جاں نیابد پرورِش
اس کے سوا سے جان پرورش نہیں پاتی ہے

زیں خورشہا اندک اندک باز بُر
اِن کھانوں سے آہستہ آہستہ جُدا ہو جا

کایں غذایِ خَر بود نے آنِ حُر
کیونکہ یہ گدھے کی خوراک ہیں نہ کہ شریف کی ملکیت

تا غذایِ اصل را قابل شوی
تاکہ تو اصلی غذا کے قابل ہوجائے

لُقمہای نور را آکل شوی
نُور کے لُقمے کھانے والا بن جائے

عکسِ آں نور است کایں ناں ناں شدہ است
اسی نور کا پرتو ہے، کہ یہ روٹی روٹی بنی ہو

فیضِ آں جان است کایں جاں جاں شدہ است
اسی جان کا فیض ہے کہ یہ جان، جان بنی ہے

چوں^[2] خوری یکبار از ماکولِ نور
اگر تو ایک بار نور کی غذا کھائے گا

خاک ریزی بر سرِ نانِ تنور
تنور کی روٹی پر خاک ڈالدے گا

عقل شیدا شد چہ خوانی تُرّہات
تو کہے گا، عقل عاشق ہوگئی ہے، تو کیا بکواس کرتا ہے؟

راہ پیدا شد چہ پائے بے ثبات
راستہ پیدا ہوگیا تو کمزور پاؤں کیا ہے؟

عقل دو عقل است اوّل مکسبی
عقل کی دو قسمیں ہیں ایک کسبی

کہ در آموزی چو در مکتب صَبی
جو کہ مکتب میں بچوں کی طرح تو سیکھتا ہے

از کتاب و اُوستاد و فکر و ذکر
کتاب اور اُستاد اور غور اور یاد سے

از معانی وز علومِ خوب و بکر
معانی سے اور عمدہ اور تازہ علوم سے

عقلِ تو افزوں شود بر دیگراں
تیری عقل دوسروں سے بڑھ جاتی ہے

لیک تو باشی ز حفظِ آں گراں
لیکن تو اُن کو یاد کرنے سے بوجھل ہوجاتا ہے

لوحِ حافظ باشی اندر دور و گشت
دور اور گشت میں تو حفاظت کرنیوالی تختی ہوگا

لوحِ محفوظ اُوست کو زیں در گذشت
لوحِ محفوظ وہ ہے جو اس سے گذر گیا

عقلِ^[3] دیگر بخششِ یزداں بُود
دوسری عقل اللہ (تعالیٰ) کی بخشش ہوتی ہے

چشمۂ آں در میانِ جاں بُود
اُس کا سرچشمہ جان کے اندر ہوتا ہے

چوں ز سینہ آبِ دانش جوش کرد
جب سینہ سے عقل کا پانی جوش مارتا ہے

نے شود گندہ نہ دیرینہ نہ زرد
نہ گندہ ہوتا ہے، نہ پُرانا نہ زرد

ورنہ بنعش بود بستہ چہ غم
اگر اس کے اُبلنے کا راستہ بند ہوجائے تو کیا فکر ہے؟

کو ہمی جوشد ز خانہ دمبدم
کیونکہ وہ گھر (دل) میں سے ہر وقت جوش مارتا ہو

---

^[1] نیست۔ اگر احمق کو سترخوان پر پینے کی چیزیں ملیں تو وہ نسان کی شراب نہیں ہو شراب تو نور عقل ہے روح کی پرورش اسی سے ہوتی ہو۔ خورشہا جسمی غذائیں۔ حُر یعنی شریف انسان۔ تاقابل جیں شعر۔ اندرون از طعام خالی دار تا دراں نور معرفت بینی عکس۔ جسمانی غذاؤں میں اسی نورانی غذا کا پرتو ہے جو انمیں لذت آتی ہو۔ جیسانی جان اسی نورانی جان سے جان بنی ہو۔

^[2] چوں خوری۔ نور کی روحانی غذا کا ایک لقمہ کھاؤ گے تو یہ غذائے جسمانی ہیچ ہو جائیگی۔ عقل شیدا شد۔ جب تم وہ غذا کھالوگے تو جسمانی غذا کو کہو گے کہ مجھ پر عاشق ہوگئی ہے اب تو کیوں چیزیں بنا بنا کیوں کرتی ہے مجھے راستہ مل گیا ہے مجھے تجھ جیسے کمزور پاؤں کی ضرورت نہیں ہے۔ عقل عقل کی دو قسمیں ہیں ایک کسبی عقل جو درسگاہوں سے حاصل ہوتی ہے، یہ عقل اگر حاصل ہو جائے تو دوسروں کی عقل سے بڑھ جاتی ہو یہ کتاب اور اُستاد اور علوم سے حاصل ہوتی ہے اِس عقل کو حاصل ہونے پر انسان حفاظت کرنے والی تختی بن جاتا ہے لیکن لوحِ محفوظ جسکی حق تعالے ہر قسم کی غلطی سے حفاظت کرتا ہے وہ اسکے علاوہ چیز ہے۔

^[3] عقل دیگر۔ عقل کی دوسری قسم وہ ہے جو خدا کی عطا ہے اور اسکا سرچشمہ درسگاہ اور اُستاد نہیں ہے بلکہ خود روح کے اندر اسکا چشمہ ہے اِس چشمہ سے جو پانی آتا ہے وہ نہ گندہ ہوتا ہے نہ باسی

6-4-16

عقلِ[1] تحصیلی مثالِ جُوئِہا — کاں رَوَد در خانہ از کُوئِہا
تحصیلی عقل نہروں کی طرح ہے — جو گھر (دل) میں تالابوں میں سے پہنچتی ہے

راہِ آبش بَستہ شُد شُد بینوا — از درونِ چشمہ کے بند دُورا
اگر اُسکے پانی کا راستہ بند ہو جائے تو وہ مُفلس بنجاتا ہو — چشمہ کے اندر سے اُس کو کون بند کر سکتا ہے؟

از درونِ خویشتن جُو چشمہ را — تا رہی از مِنّت ہر ناسزا
اپنے اندر چشمہ کی تلاش کر — تاکہ تو ہر نالائق کے احسان سے نجات پالے

قصہ شخصیکہ با شخصے مَشورت می کرد اُو گفت مَشورت با دیگرے کُن کہ من عَدُوِّ توام

اُس شخص کا قصہ جو ایک شخص سے مشورہ کرتا تھا اُس نے کہا کہ کسی دوسرے سے مشورہ کر کیونکہ میں تیرا دشمن ہوں

مَشورت می کرد شخصے با کسے — کز[2] تردُّد وا رَہد وز محبسے
ایک شخص ایک شخص سے مشورہ کرتا تھا — تاکہ تردّد اور بندش سے چھوٹ جائے

گفت اے خوش نام غیرِ من بجُو — ماجرائے مَشورت با اُو بگو
اُس نے کہا اے نیک نام میرے غیر کو تلاش کر — مشورے کا معاملہ اُس سے کہہ

من عَدوّم مر تُرا با من مپیچ — نبوُد از رائِ عَدُو پیروز ہیچ
میں تیرا دشمن ہوں مجھ سے نہ اُلجھ — دشمن کی رائے سے کوئی کامیاب نہیں ہوتا ہے

رَو[3] کسے جُو کہ تُرا اُو ہست دوست — دوست بہرِ دوست لاشک خیر جُوست
جا کسی ایسے کو تلاش کر جو تیرا دوست ہو — بے شبہ دوست، دوست کا خیر خواہ ہے

من عَدوّم چارہ نبوُد کز مَنی — کژ رَوَم با تو نمایم دشمنی
میں دشمن ہوں لامحالہ میں خودی کی وجہ سے — ٹیڑھا چلوں گا، تجھ سے دشمنی کروں گا

حارسی از گرگ جُستن شرط نیست — جُستن از غیرِ محل ناجستنی ست
بھیڑیئے سے رکھوالی چاہنا مناسب نہیں ہے — بے موقع تلاش کرنا، تلاش نہ کرنا ہے

من تُرا بے ہیچ شکّے دشمنم — من تُرا کے رہ نمایم رہزنم
میں بلاشبہ تیرا دشمن ہوں — میں کب تیری راہنمائی کروں گا، میں راہزن ہوں؟

ہر کہ باشد ہمنشینِ دوستاں — ہست در گلخن میانِ بوستاں
جو دوستوں کا ہم نشین ہو — بھٹّی میں (بھی) باغ میں ہے

[1] عقلِ تحصیلی یعنی کسبی عقل جو دوسروں سے حاصل کیجاتی ہے۔ جُو ئِہا۔ گڑھے۔ راہِ آبش۔ اگر کسبی عقل کے حصول کے ذریعہ مفقود ہو جاتے ہیں تو انسان بے سروسامان رہجاتا ہے لیکن اندرونی چشمہ اُس آفت سے محفوظ ہے۔ از درون۔ عقل کے روحانی چشمہ کی جستجو کرنی چاہیئے تاکہ دوسروں کا احسان نہ اُٹھانا پڑے۔ قصہ۔ اِس قصہ سے عقل کی فضیلت بیان کرنا مقصود ہے۔

[2] کز تردد۔ انسان تردد میں کسی طرف پیشقدمی نہیں کرتا ہے۔ گفت۔ اُس شخص نے کہا کسی اور سے مشورہ کرے۔ من عدوّم۔ میں تیرا دشمن ہوں دشمن کے مشورے سے کوئی کامیابی نہیں ہوتی ہو۔

[3] رَو کسے۔ تجھے کوئی دوست تلاش کرکے اُس سے مشورہ کرنا چاہیئے، دوست دوست کا خیر خواہ ہوتا ہے۔ بے شکی جوئی۔ حارسی۔ بھیڑیا، بھیڑوں کا رکھوالا نہیں بن سکتا۔ جُستن۔ بے محل تلاش اور جستجو سے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ ہر کہ۔۔۔ دوستوں کی صحبت میں بھٹّی بھی باغ بن جاتی ہے اور دشمنوں کی صحبت باغ کو بھی بھٹّی بنا دیتی ہے۔

۶۶۸

ہر کہ با دشمن نشیند در زمن
جو زمانہ میں دشمن کا ہم نشین ہو

ہست او در بوستاں در گولخن
وہ باغ میں (بھی) بھٹی میں ہے

دوستؔ را مازار از ما و منت
دوست کو تو تو میں میں سے نہ ستا

تا نگردد دوست خصم و دشمنت
تاکہ دوست تیرا مخالف اور دشمن نہ بنے

خیر کن با خلق از بہر ایزدت
اپنے خدا کے لئے لوگوں سے بھلائی کر

یا برائے راحت جانِ خودت
یا خود اپنی جان کے آرام کے لئے

تا ہمہ را دوست بینی در نظر
تاکہ تو نگاہ سے سب کو دوست دیکھے

در دلت ناید ز کیں ناخوش صور
تاکہ تیرے دل میں کینہ سے برے خیالات آئیں

چونکہ کردی دشمنی پرہیز کن
جب تو نے دشمنی کی تو احتیاط برت

مشورت با یارِ مہر انگیز کن
مشورہ، محبت بھرے دوست سے کر

گفت من دانم ترا اے بوالحسن
اس نے کہا اے ابوالحسن میں تجھے جانتا ہوں

کہ توئی دیرینہ دشمن دارِ من
کہ تو میرا پرانا دشمن ہے

لیک مردِ عاقلی و معنوی
لیکن تو عقلمند آدمی ہے اور بامعنی ہے

عقلِ تو نگذاردت کہ کجروی
تیری عقل تجھے اجازت نہ دیگی کہ تو ٹیڑھا چلے

طبعؔ خواہد تا کشد از خصم کیں
طبیعت کا تقاضہ ہے کہ دشمن سے بدلے

عقل بر نفس ست بندِ آہنیں
لیکن، عقل، نفس پر لوہے کی زنجیر ہے

آید و منعش کند وا داردش
وہ عقل آتی ہے اور اس کو منع کرتی ہے اسکو روکتی ہے

عقل چوں شحنہ است در نیک و بدش
عقل اس کیلئے اچھے اور برے میں کوتوال کیطرح ہے

عقلؔ ایمانی چو شحنۂ عادل ست
ایمانی عقل، منصف کوتوال کی طرح ہے

پاسبان و حاکمِ شہرِ دل ست
دل کے شہر کی محافظ اور حاکم ہے

ہمچو گربہ باشد او بیدار ہوش
وہ بلی کی طرح ہوشیار رہتی ہے

دزد در سوراخ ماند ہمچو موش
چور سوراخ میں چوہے کی طرح گھسا رہتا ہے

در ہر آنجا کہ بر آرد موش دست
جس جگہ چوہا پنجہ نکالے

نیست گربہ ور بود او مردہ است
(وہاں) بلی نہیں ہے، اگر ہو تو وہ مردہ ہے

گربہ چہ شیر و شیر افگن بود
بلی کیسی، شیر اور شیر کو پچھاڑنے والی ہوتی ہے

عقلِ ایمانی کہ اندر تن بود
وہ ایمانی عقل جو جسم میں ہوتی ہے

لے دوست۔ خود غرضی کر کے دوستوں کو دشمن نہ بنانا چاہیے خیر کن۔ لوگوں کے ساتھ اللہ کی رضا کی خاطر بھلائی کرو اگر یہ مقصد بھی نہ ہو تو اپنی راحت کی خاطر دوسروں کے ساتھ بھلائی کرو تا ہمہ۔ جب لوگوں کے ساتھ بھلائی کروگے تو وہ تمہارے دوست بنجائیں گے اور تمہارے دل میں تکلیف دہ خیالات نہ آسکیں گے چونکہ اگر تو سب کو دوست نہیں بنا سکتا ہے تو پھر مشورہ کسی مخلص دوست سے کر۔ گفت مشورہ لینے والے نے کہا میں جانتا ہوں تو میرا دشمن ہے لیکن تو انسان ہے اور عقلمند ہے اور مہمل نہیں ہے مجھے یقین ہے کہ تیری عقل تجھے میرے ساتھ کجروی نہ کرنے دیگی۔

لے طبع خواہد عقلمند کا بھی تقاضا اگرچہ دشمن سے بدلہ لینے کا ہوتا ہے لیکن اس کی عقل اس کی طبیعت اور نفس پر غالب آجاتی ہے عقل عقل، عقلمند کی ہر اچھے برے موقع پر حفاظت کرتی ہے۔

لے عقل عقل منصف کوتوال ہے اور دل کے خیالات پر حاکم ہے۔ ہمچو گربہ عقل کی مثال بلی کی سی ہے اور نفس ایک چوہا ہے۔ در ہر آنجا۔ اگر نفس کا غلبہ ہے تو سمجھو کہ وہاں عقل نہیں ہے اور اگر ہے تو مردہ ہے۔ گربہ ہم نے عقل کو بلی قرار دیا یہ غلطی تھی عقل تو شیر اور شیر افگن ہے۔

669

غُرَّہَ اُو حاکِمِ درِّندگاں[1] — نَعرہَ اُو مانعِ چرندگاں
اُس کی غرّاہٹ درندوں کی حاکم ہے — اُس کا نعرہ چرندوں کے لئے مانع ہے

شہر پُردُزداست وپُرجامہ کَنے — خواہ شحنہ باش گو و خواہ نے
شہر چوروں اور کپڑے اتارنے والوں سے بھرا ہے — کہہ دو خواہ کوتوال ہو یا نہ ہو

عُقل دَرتن حاکِمِ ایماں بُوَد — کز ہمیش نفس درزنداں بُوَد
عقل بدن میں ایمان کا حکم دینے والی ہے — جس کے ڈر سے نفس قیدخانہ میں ہوتا ہے

عَقلِ عقل[2] وجانِ جاں اے جاں تُوئی — عقل وجانِ خلق راسُلطاں تُوئی
اے جان! عقل کی عقل اور جان کی جان تو ہو — تو ہی مخلوق کی عقل اور جان کا بادشاہ ہے

عقلِ کُل سرگشتہ وحیرانِ تُست — کُلّ موجودات درفرمانِ تُست
عقلِ کُل تیرے بارے میں حیران اور پریشان ہے — تمام موجودات تیرے حکم میں ہیں

امیر گردانیدن رسول علیہ السّلام جوانِ ہذیلی را بر سَریّہ

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بنی ہذیل کے ایک نوجوان کو اُس لشکر کا سردار بنانا

کہ دراں پیراں وجنگ آموزدگان بُودند

جس میں بوڑھے اور جنگ آزمودہ تھے

یک سریّہ می فرستادے رسُولؐ — بہرِ جنگِ کافر و دفعِ فضُول
آنحضورؐ ایک لشکر بھیج رہے تھے — کافر (لوگوں) سے جنگ اور فضول (لوگوں) کو دفع کرنے کیلئے

یک جوانے[3] را گُزیدا اُو از ہذیل — میرِ لشکر کردش وسالارِ خیل
آنجےؐ (بنی) ہذیل کے ایک جوان کو منتخب فرمایا — اُس کو لشکر کا امیر اور لشکر کا سپہ سالار بنا دیا

اَصلِ لشکر بیگماں سَرور بُوَد — قوم بے سَرورتنِ بے سَر بُوَد
یقیناً، سردار لشکر کی بنیاد ہوتا ہے — بغیر سردار کی قوم، بے سر کا جسم ہوتی ہے

ایں ہمہ کہ مُردہ وپژمُردہٗ — زاں بُوَد کہ ترکِ سَرور کردہٗ
یہ جو تو بالکل مُردہ اور پژمُردہ ہے — اس لئے ہے کہ تو نے سردار کو چھوڑ دیا ہے

از کسَل وزبُخل وزما و منی — می کشی سَرِ خویش راسَر میکنی
سُستی اور بخل اور خودی و انانیت کی وجہ سے — تو سرکشی کرتا ہے اپنے آپ کو سردار بناتا ہے

ہمچو اَستورے کہ بگریزد زبار — اُو سَرِ خود گیرد اندر کوہسار
اُس گدھے کی طرح جو بوجھ سے بھاگے — اور پہاڑ کا راستہ لے لے

---

[1] درِّندگاں۔ یعنی انسان کی قوتِ غضبیہ۔ چرندگان۔ یعنی انسان کی قوتِ شہویہ۔ شہر پُر دُزد است۔ انسان میں لامحالہ نفسانی قوتیں ہوتی ہیں عقل کے بھروسہ پر اُن سے غفلت نہ برتنی چاہیئے بس اس قدر ہے کہ اگر عقل ہوتی ہے تو وہ قوتیں مضمحل ہوجاتی ہیں لیکن بالکل فنا نہیں ہوتی ہیں۔

[2] عقلِ عقل۔ کامل انسان کو خطاب ہے کہ تو ہی عقل کی عقل اور جان کی جان ہے اور تمام کائنات پر تیری سلطنت ہے۔ عقلِ کُل۔ جبرئیلؑ معراج میں آنحضورؐ کے عروج پر حیران تھے۔ امیر گردانیدن۔ اس قصہ کو نقل کرنے سے یہ مقصود ہے کہ "بزرگی بعقلست نہ بسال"۔ سَریّہ۔ جہاد کا وہ لشکر جس میں آنحضورؐ خود شریک نہ ہوں۔

[3] یک جوانے۔ آنحضورؐ نے اس لشکر کا ایک ہذیلی نوجوان کو سردار بنا دیا۔ ہذیل۔ عرب کا ایک مشہور قبیلہ ہے جیسا کہ گروہ۔ اصل۔ فوج کا سردار بمنزلہ سر کے ہے بغیر سردار کی فوج بغیر سر کا دھڑ ہے۔ ایں ہمہ۔ مولانا نے لشکر کے سردار سے گریز فرما کر شیخ کی ضرورت کا مضمون شروع فرما دیا ہے یعنی انسان کی اعمالِ خیر میں پژمردگی اسی لئے ہوتی ہے کہ اُس نے کسی شیخ کو اپنا سردار نہیں بنایا۔ از کسل۔ کسی کو شیخ اور پیر بنانے میں انسان کی عمل سے سستی اور رعونت

صاؔ جش در پے دواں کاے خیرہ سر
اُس کا مالک پیچھے دوڑے کہ اے سرکش!

ہر طرف گرگے ست اندر قصدِ خر
ہر طرف گدھے کی تلاش میں بھیڑیے ہیں

گر ز چشمم ایں زماں غائب شوی
اگر تو اس وقت میری نظر سے غائب ہوگا

پیشت آید ہر طرف گرگِ قوی
ہر جانب قوی بھیڑیا تیرے سامنے آئیگا

استخوانت را بخاید چوں شکر
شکر کی طرح تیری ہڈیاں چبالے گا

کہ نہ بینی زندگانی را دگر
حتیٰ کہ تو دوبارہ زندگی نہ دیکھے گا

آں مکن آخر بمانی از علف
وہ نہ کر، بالآخر تو گھاس سے (محروم) رہ جائیگا

آتش از بے ہیزمی گردد تلف
بغیر ایندھن کے آگ تباہ ہوجاتی ہے

ہیں بمگریز از تصرف کردنم
خبردار! میرے کام میں لگانے سے بھاگ

وز گراں باری کہ جانِ تو منم
اور بوجھ لادنے سے، کیونکہ میں تیری جان ہوں

توسؔتوری ہم کہ نفست غالب ست
تو بھی گدھا ہے کیونکہ تیرا نفس غالب ہے

حکم غالب را بود اے خود پرست
اے نفس پرست! حکم غالب پر لگتا ہے

خر نخواندت اسپ خواندت ذوالجلال
اللہ تعالٰی نے تجھے گھوڑا کہا ہے، گدھا نہیں کہا

اسپِ تازی را عرب گوید تعال
عربی گھوڑے کو عرب "تعال" کہتے ہیں

میرؔ آخر بود حق را مصطفٰی
آنحضورؐ (اللہ تعالٰی) کے میرِ اصطبل ہیں

بہر استورانِ نفسِ پُر جفا
ظالم نفس کے گھوڑوں کے لئے

قُل تعالوا گفت از جذبِ کرم
کرم کے جذبہ سے (اللہ تعالٰی نے) فرمایا کہدے کہ آؤ"

تا ریاضت تان دہم من رائضم
تاکہ میں تم سے ریاضت کراؤں میں ریاضت کرانیوالا ہوں

نفسہا را تا مروّض کردہ ام
میں نے جب سے نفسوں کو مرتاض بنایا ہے

زیں ستوراں بس لگدہا خوردہ ام
ان گھوڑوں کی بہت سی دولتیاں کھائی ہیں

ہر کجا باشد ریاضت بارہ
جہاں کہیں ریاضت کرانے والا ہوا ہے

از لگدہایش نباشد چارہ
اُس کے لئے دولتیوں سے مفر نہیں ہے

لاجرم اَغلب بلا بر انبیاست
لامحالہ کڑی آزمائش نبیوں کی ہے

کہ ریاضت دادنِ خاماں بلاست
کیونکہ اناڑیوں کو ریاضت کرانا ہی مصیبت ہے

سکسکانید از دمم یرغا روید
تم سست رفتار گھوڑے ہو میری تعلیم سے تیز چلو

تا یواشش مرکبِ سلطاں شوید
تاکہ نرم رفتار، اور شاہ کی سواری بن جاؤ

لہ صاجش۔ اُس گدھے کا مالک کہہ رہا ہے کہ پہاڑ میں سینکڑوں بھیڑیئے ہیں جو تجھے ہلاک کردیں گے اور تیری ہڈیاں شکر کی طرح چبا ڈالینگے آں مکن۔ شیخ بھی بھاگنے والوں کو سمجھاتا ہے کہ بھاگنے میں ہلاکت ہے اور اگر ہلاکت بھی نہ ہو تو کم از کم نعمتوں سے محرومی ہے۔ تصرف کردنم۔ شیخ کی تعلیمات سے نہ گھبرانا چاہیئے بلکہ کالمیتِ فی یدِ الغسال نہلانے والے کے ہاتھ میں "مردہ" بنجانا چاہیئے۔

کہ توستوری۔ انسان کا نفس گدھا ہے جب وہ انسان پر غالب ہو تو چونکہ حکم غالب پر لگتا ہے لہٰذا انسان کو گدھا کہا جائیگا جز نخواندت۔ جن لوگوں پر نفس کا غلبہ ہے اُن کو اللہ تعالٰی نے از راہِ کرم گدھا نہیں کہا ہے بلکہ گھوڑا قرار دیا ہے کیونکہ جب عربی نسل کے گھوڑے کو پکارتے ہیں تو لفظ "تعال" آجا، بولتے ہیں اسی طرح قرآن نے آنحضورؐ کو کہا ہے کہ ان لوگوں کو "تعالوا" کہو۔

کہ میر آخر۔ داروغۂ اصطبل۔ پُر جفا۔ ظالم۔ رائض۔ گھوڑے کو سدھانے والا۔ مروّض۔ سدھا ہوا گھوڑا۔ لگدہا۔ دولتیاں۔ ریاضت بارہ۔ ریاضت کرانے والا۔ لاجرم۔ نبی چونکہ قوم کی تربیت کرتا ہے لہٰذا اُس کو زیادہ مصائب برداشت کرنے پڑتے ہیں۔ سکسکانید۔ سکسک۔ سست رفتار گھوڑا۔ دم۔ کلام۔ یرغا۔ تیز رو گھوڑا۔ یواش۔ ترکی

651

قُل تعالوا قُل تعالوا گفت حق ۔۔۔ اے ستورانِ علول اندر سبق[1]

اللہ (تعالیٰ) نے فرمایا کہدے آجاؤ، کہدے آجاؤ ۔۔۔ اے گھڑ دوڑ میں عاجز گھوڑو!

قُل تعالوا قُل تعالوا گفت رب ۔۔۔ اے ستورانِ رمیدہ از ادب

اللہ (تعالیٰ) نے فرمایا کہدے آجاؤ، کہدے آجاؤ ۔۔۔ اے ادب سے بھاگے ہوئے گھوڑو!

قُل تعالوا قُل تعالوا گفت حے ۔۔۔ اے ستورانِ فسردہ رگ و پے

اللہ (تعالیٰ) نے فرمایا کہدے آجاؤ کہدے آجاؤ ۔۔۔ اے سست رگ اور پٹھوں والے گھوڑو!

گر نیایند اے نبی غمگیں مشو ۔۔۔ زاں دو بے تمکیں تو پُر از کیں مشو

اے نبی! اگر وہ نہ آئیں تو غم زدہ نہ ہو ۔۔۔ اُن دو (چار) بے وقعت کی وجہ سے غصہ میں نہ بھر

گوش بعضے زیں تعالوا کرست ۔۔۔ ہر ستورے را صطبلے دیگرست

بعض لوگ اِن آجاؤ (کی آوازوں) سے بہرے ہیں ۔۔۔ ہر گھوڑے کا دوسرا اصطبل ہے

منہزم[2] گردند بعضے زیں ندا ۔۔۔ ہست ہر اسپے طویلہ او جدا

بعض لوگ اِس آواز سے پیچھے ہٹ گئے ۔۔۔ ہر گھوڑے کا اصطبل بچھڑا ہے

منقبض گردند بعضے زیں قصص ۔۔۔ زانکہ ہر مرغے جدا دارد قفص

بعض لوگ اِن قصوں سے تنگدل ہوئے ۔۔۔ کیونکہ ہر پرند کا پنجرہ علیحدہ ہے

خود ملائک نیز ناہمتا بُدند ۔۔۔ زیں سبب بر آسماں صف صف شدند

ملائک بھی (درجہ میں) یکساں نہیں تھے ۔۔۔ اسی وجہ سے آسمان پر صف صف ہو گئے

کودکاں گرچہ بیک مکتب دراند ۔۔۔ در سبق ہر یک ز یک بالاتراند

بچے اگرچہ ایک ہی مکتب میں ہیں ۔۔۔ مقابلہ میں ایک دوسرے سے بڑھے ہوئے ہیں

مشرقی[3] و مغربی را حسہاست ۔۔۔ منصبِ دیدار حسِ چشم راست

مشرق اور مغرب والوں کی مختلف حسیں ہیں ۔۔۔ دیکھنے کی حس کا مقام آنکھ کا ہے

صد ہزاراں گوشہا گر صف زنند ۔۔۔ جملہ محتاجانِ چشمِ روشن اند

اگر لاکھوں کان صف باندھیں ۔۔۔ سب روشن آنکھ کے محتاج ہیں

باز صفِ گوشہا را منصبے ۔۔۔ در سماعِ جان و اخبار نبے

پھر کانوں کی صف کا ایک مقام ہے ۔۔۔ قرآن کی روح اور قصوں کے سننے کیلئے

صد ہزاراں چشم را آں راہ نیست ۔۔۔ ہیچ چشمے از سماع آگاہ نیست

لاکھوں آنکھوں کو وہ راستہ (حاصل) نہیں ہے ۔۔۔ کوئی آنکھ، سننے سے واقف نہیں ہے

---

[1] سبق۔ گھڑ دوڑ۔ قُل تعالوا۔ یعنی اے نبی لوگوں سے کہدے کہ آجاؤ۔ حی۔ اللہ تعالیٰ۔ گر نیایند۔ قرآن پاک میں ہے۔ وَمَنْ كَفَرَ فَلَا يَحْزُنْكَ كُفْرُهٗ اور جو شخص کفر کرے تو اس کا کفر کرنا تجھے غمگین نہ کرے۔ کرست۔ ہر گھوڑا اپنے اصطبل کی طرف جاتا ہے تو جاہل شقاوت ہیں اُن کا اصطبل وہ نہیں ہے جس کی طرف نبی دعوت دیتا ہے۔

[2] منہزم۔ پسپا۔ طویلہ۔ اصطبل۔ منقبض۔ تنگدل۔ قفص۔ پنجرہ۔ جس طرح انسانوں میں استعداد کا اختلاف ہے اسی طرح ملائکہ میں بھی ہے اسی لئے اُن کو مختلف صفوف میں رکھا گیا۔ کودکاں۔ ملائکہ اور انسانوں کی صلاحیت کے اختلاف کو اس مثال سے سمجھو کہ سب بچے ایک ہی مکتب میں پڑھتے ہیں لیکن صلاحیت اور استعداد کے اعتبار سے بعض کو بعض پر فوقیت ہوتی ہے۔

[3] مشرقی و مغربی۔ یہ صلاحیت کا اختلاف حواس میں بھی ہے، کان میں سننے کی صلاحیت ہے جو آنکھ میں نہیں ہے آنکھ میں دیکھنے کی صلاحیت ہے جو کان میں نہیں ہے۔ صد ہزاراں۔ اگر لاکھوں آنکھیں بھی مل جائیں تو ایک کان کی برابر نہیں سن سکتیں۔

ہمچنیں^۱ ہر حس یک یک می شمر — ہر یکے معزول ازاں کارِ دگر

اسی طرح ایک ایک حس کو گن لے — ہر ایک دوسرے کے کام سے جدا ہے

پنج حسِ ظاہر و پنج اندرون — در صف اند اندر مقام الصافون

پانچ ظاہری حواس اور پانچ باطنی — صف باندھنے والوں (فرشتوں) کے قیام میں صف بستہ ہیں

ہر کسے کو از صفِ دیں سرکش ست — میرود سوئے صفے کاں ناخوش ست

جو شخص دین کی صف سے سرکشی کرتا ہے — وہ بری صف کی جانب چلا جاتا ہے

تو ز گفتارِ^۲ تعالوا کم مکن — کیمیائی بس شگرف ست ایں سخن

آپ "آجاؤ" کہنے میں کمی نہ کریں — یہ کلمہ بہت عجیب کیمیا ہے

گر مسے گردد ز گفتارت نفیر — کیمیا را ہیچ از وے وامگیر

اگر کوئی تانبا آپ کے قول سے متنفر ہو — کیمیا کو اس سے نہ ہٹایئے

ایں زماں کر ست نفسِ ساحرش — گفت تو سودش کند در آخرش

اس وقت اس کا جادوگر نفس بہرا ہے — انکے آخر میں آپ کی گفتگو اس کو فائدہ دیگی

قل تعالوا قل تعالوا اے غلام — ہیں کہ ان اللہ یدعوا بالسلام^۳

آپ آجاؤ، آجاؤ کہیئے، اے لڑکے! — آگاہ کہ بیشک اللہ تعالیٰ سلامتی کیطرف بلاتا ہے

خواجہ^۴ باز آ از منی و از سری — سروری جو کم طلب کن سروری

اے صاحب! خودی اور سرداری سے باز آجا — کوئی سردار تلاش کرلے، سرداری کا طالب بن

اعتراض کردنِ معترضے بر رسول صلی اللہ علیہ وسلم بر امیر گردانیدنِ آں ہذیلی را بر سریہ

ایک معترض کا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم پر اُن ہذیلی کو لشکر کا سردار بنانے پر اعتراض کرنا

چوں پیمبر سرورے کرد از ہذیل — از برائے لشکرِ منصور خیل

جب پیغمبرؐ نے ہذیل میں کا سردار بنایا — عقلمند گروہ کے لشکر کے لئے

بوالفضولے از حسد طاقت نداشت — اعتراض و لانسلم^۵ بر فراشت

ایک بیہودہ حسد کی وجہ سے برداشت نہ کرسکا — اعتراض اور ہم نہیں مانتے کا اعلان کیا

خلق را بنگر کہ چوں ظلمانی^۶ اند — در متاعِ فانیے چوں فانی اند

لوگوں کو دیکھو، کس قدر اندھیرے میں ہیں — فانی اسباب پر کس قدر مرنے والے ہیں

---

۱ ہمچنیں۔ تمام حواس کا یہی حال ہے جو جس چیز کی صلاحیت رکھتا ہے وہ دوسرے میں نہیں ہے۔ پنج حس۔ حواس ظاہری اور حواس باطنی سب اپنی اپنی صلاحیت کے اعتبار سے اپنے اپنے کام میں لگے ہیں جیسا کہ ملائکہ کی مختلف صفیں اپنے اپنے کام میں لگی ہیں الصافون۔ یعنی صف بہ صف ملائکہ ہر کسے اگر کسی میں دین کے قبول کرنے کی صلاحیت نہیں ہے تو وہ بد دینوں کی صف میں شامل ہوگا۔

۲ تو ز گفتار۔ نبی کا کام دعوت دینا ہے وہ منکرین سے تنگ دل ہوکر دعوت کو نہیں چھوڑتا ہے۔ گر مسے اگر کوئی منکر ایک وقت میں انکار کرے تو ہوسکتا ہے کہ وہ اپنی صلاحیت کے اعتبار سے آخر میں دعوت کو قبول کرلے۔

۳ ان اللہ۔ قرآن پاک میں ہے واللہ یدعوا الی دار السلام ویھدی من یشاء الی صراط مستقیم۔ اللہ تعالیٰ سلامتی کے گھر کی دعوت دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے سیدھے راستہ کی رہنمائی کردیتا ہے۔

۴ خواجہ۔ مولانا پھر نصیحت کرتے ہیں کہ کسی شیخ کے دامن سے وابستہ ہوجانا چاہیئے۔ منصور ۔۔ سردار۔ خیل۔ جماعت، گروہ۔

۵ لانسلم۔ معترض اعتراض میں یہ کہا کرتا ہے کہ مجھے آپ کا دعویٰ تسلیم نہیں ہے۔

۶ ظلمانی۔ تاریک باطن چونکہ دنیاداری کا غلبہ تھا اسلئے اعتراض کی نوبت آئی۔

از تکبر[1] جملہ اندر تفرقہ — مُردہ از جاں زندہ اندر مُحرِقہ

تکبر کی وجہ سے سب تفرقہ میں ہیں — روح کے اعتبار سے مُردہ ہیں جلانیوالی (چیز) کے بارے میں زندہ ہیں

ایں عجب کہ جاں بزنداں اندر ست — وانگہے مفتاح زندانش بدست

یہ تعجب ہے کہ جان قید خانہ میں ہے — جبکہ قید خانہ کی کنجی اُس کے ہاتھ میں ہے

پای تا سر غرقِ سرگیں آنجواں — می زند بر دامنش جوی رواں

وہ جوان سر سے پاؤں تک گوبر میں غرق ہے — (حالانکہ) جاری نہر اُس کے دامن سے ٹکرا رہی ہو

دائما پہلو بہ پہلو بے قرار — پہلوی آرامگاہ و پشت وار

ہمیشہ ہر کروٹ پر بیقرار ہے — (حالانکہ) آرام کی جگہ اور سہارے کے پہلو میں ہو

نور[2] پنہاں ست و جست و جو گواہ — کز گزافہ دل نمی جوید پناہ

نور پوشیدہ ہے اور جستجو گواہ ہے — کیونکہ دل خواہ مخواہ پناہ کا جویاں نہیں ہے

گر نبودے حبسِ دنیا را مناص — نے بُدے وحشت نہ دل جُستے خلاص

اگر دنیا کی قید سے بچاؤ کا راستہ نہ ہوتا — نہ (دنیا سے) وحشت ہوتی نہ دل نجات چاہتا

وحشتت ہمچوں مُوکّل می کشد — کہ بجو اے ضال منہاجِ رشد

وحشت تجھے سپاہی کی طرح کھینچتی ہے — کہ اے گمراہ! ہدایت کا راستہ تلاش کر لے

ہست منہاج و نہاں در مکمن ست — یافتش رہنِ گزافہ جستن ست

راستہ موجود ہے اور چھپنے کی جگہ میں پوشیدہ ہے — اُس کا حصول اُٹکل پچو تلاش پر موقوف ہے

تفرقہ[3] جویای جمع اندر کمیں — تو دریں طالب رُخِ مطلوب بیں

بصورت مخفی طور پر اتحاد کی جویاں ہے — تو اِس طالب میں مطلوب کا چہرہ دیکھ لے

مُردگانِ باغ برجستہ زبُن — کاں دہندہ زندگی را فہم کن

باغ کے مُردہ (بیج) جڑ سے اُگ پڑتے ہیں — کہ اُس زندگی بخشنے والے کو سمجھ لے

چشمِ ایں زندانیاں ہر دم بدر — کے بُدے گر نیستے کس مژدہ ور

اِن قیدیوں کی نگاہ ہر وقت دروازے پر — کیوں ہوتی، اگر کوئی خوشخبری دینے والا نہ ہوتا؟

---

[1] از تکبر۔ باہمی اختلاف کا سبب تکبر اور غرور ہوتا ہے۔ محرقہ۔ جلانے والی یعنی دنیا طلبی۔ ایں عجب۔ دنیا سے نجات کی کنجی خود اُس کے ہاتھ میں ہے، مجاہدہ کر کے نکل سکتا ہے لیکن تعجب ہے کہ اُس کو قید خانہ میں پڑا رہنا منظور ہے۔ پای تا سر۔ انسان معصیتوں میں آلودہ ہو حالانکہ روحانیت کی نہر اُس کے دامن سے ٹکرا رہی ہے اُس سے آلودگی کو دُور کر سکتا ہے۔ دائما۔ روحانیت کی آرام گاہ اُس کے پہلو میں ہے اُس کے ہوتے ہوئے بیقراری سے پہلو بدل رہا ہے لیکن اُس آرام گاہ میں داخل نہیں ہوتا ہے۔

[2] نور۔ خدا کا نور مخفی ہے اور عابدوں کی جستجو اُس کے وجود کی گواہ ہے۔ (شعر)

دل گواہ است کہ در پردہ دل آرائے ہست
ہستی قطرہ دلیل است کہ دریائے ہست

مناص۔ بچاؤ کی جگہ۔ نے بُدے۔ دنیا سے دل کی وحشت اور عالم آخرت کی جستجو راہِ نجات کا پتہ دیتی ہے۔ وحشتت۔ دنیا سے وحشت انسان کو راہِ ہدایت کی جستجو کے لئے مجبور کرتی ہے۔ موکّل۔ سپاہی۔ منہاج۔ راستہ۔ ہست منہاج۔ (شعر)

گرچہ رخنہ نیست عالم را پدید
خیرہ یوسف وار می باید دوید

[3] تفرقہ۔ یعنی کثرت میں وحدت کا مشاہدہ کرو۔ وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَمَا كُنْتُمْ وہ اللہ تمہارے ساتھ ہے تم جہاں بھی ہو۔ مُردگان۔ فَانْظُرْ اِلٰی آثَارِ رَحْمَتِ اللّٰهِ كَيْفَ يُحْيِي الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا۔ زمین کی مُردنی کے بعد اُس کی تر و تازگی وجود باری کی دلیل ہے۔ چشم ایں۔ رہائی کی توقع رہائی کے وجود پر دلالت کرتی ہے کیونکہ اگر رہائی کا وجود ہی نہ ہوتا اور رہائی کی خوشخبری دینے والے کی آمد کی اُمید نہ ہوتی تو رہائی کے لئے دروازہ پر نگاہ کیوں لگی رہتی تو ہدایت کی توقع اُس کے وجود کی دلیل ہے۔

صد¹ ہزار آلودگانِ آب جُو | کے بُدندے گر نبُودے آب جُو
لاکھوں آلودہ ، پانی تلاش کرنے والے | کب ہوتے ، اگر نہر کا پانی نہ ہوتا

بر زمیں پہلوت را آرام نیست | زانکہ در خانہ لحاف و بستریست
زمین پر تیرے پہلو کو آرام نہیں ہے | کیونکہ گھر میں لحاف اور بستر ہے

بیمقر گاہے نباشد بے قرار | بے خمارِ اشکن نباشد ایں خمار
سکون کی جگہ کے بغیر کوئی بے قرار نہیں ہوتا ہے | یہ خمار، بغیر خمار اُتارنے والی چیزوں کے نہیں ہوتا ہے

گفت نے نے یا رسول اللہ مکُن | سرورِ لشکر مگر شیخِ کہن
اُس نے کہا نہیں نہیں اے اللہ کے رسول نہ بنایئے | لشکر کا سردار سوائے پُرانے بوڑھے کے

یا رسولَ اللہ جواں ار شیر زاد | غیرِ مردِ پیر سرِ لشکر مباد
اے رسول اللہ! جوان خواہ شیر کا بچّہ ہو | بوڑھے شخص کے سوا لشکر کا سردار نہ ہونا چاہیئے

ہم² تو گفتستی و گفتِ تو گوا | پیر باید پیر باید پیشوا
آپ ہی نے یہ کہا ہے اور آپ کا فرمانا گواہ ہے | (کہ) پیشوا ، بوڑھا چاہیئے ، بوڑھا

یا رسولَ اللہ دریں لشکر نگر | ہست چندیں پیر و از وے پیشتر
اے رسول اللہ! اِس لشکر کو دیکھئے | بہتیرے بوڑھے ہیں اور اُس سے بڑھ کر (ہیں)

زیں درخت آں برگِ زردش را مبیں | سیبہائے پختہ او را بچیں
اِس درخت کو اُس کے زرد پتّوں سے نہ دیکھئے | اُس کے پختہ سیب چُن لیجئے

برگہا³ی زرد اُو خود کے تہی ست | ایں نشانِ پختگی و کاملی ست
اُس کے زرد پتّے بھی کب بیکار ہیں؟ | یہ پختگی اور کمال کی علامت ہیں

برگِ زردِ ریش و آں مُوی سپید | بہرِ عقلِ پختہ می آرد نوید
ڈاڑھی کے پیلے پتّے اور وہ سفید بال | عقل کے پختہ ہونے کی بشارت دیتے ہیں

برگہائے نو رسیدہ سبز فام | شُد نشانِ آنکہ آں میوہ است خام
نئے اُگے ہوئے سبز پتّے | اِس کی نشانی ہیں کہ پھل کچا ہے

برگِ بے برگی نشانِ عارفی ست | زردیِ زر سُرخروئی صیرفی ست
بے سر و سامانی کا سامان شناسائی کی نشانی ہو | سونے کی زردی صرّاف کی سُرخروئی ہے

برگ۔ نوجوانی کے ساز و سامان سے بے سامانی اُن کی جانکاری کی دلیل ہے۔ زردی۔ سونے کی زردی صرّاف کی سُرخروئی کا سبب بنتی ہے۔

ا صد ہزار ۔ لاکھوں گنہگار آبِ رحمت کی جستجو میں ہیں جو آبِ رحمت کے وجود کی دلیل ہے۔ بر زمیں۔ راحت کی توقع پر بے راحتی میں بے چینی ہوتی ہے اگر توقع نہ ہو تو قرار آجائے روح کی بے چینی آخرت کے آرام کی توقع کی وجہ سے ہے بیمقر گاہے بے قراری جب ہی ہوتی ہے جب کوئی متوقع آرامگاہ ہو خمار جب ہی ہوتا ہے جب خمار شکن چیز کی توقع ہو، شراب کا وجود ہی نہ ہو تو اُس کی طلب میں اعضاء شکنی نہیں ہو سکتی۔ گفت ۔ اس ارشادی مضمون کے بعد پھر اُس معترض کا قصہ شروع کیا ہے۔

۲ ہم تو گفتستی مُعترض نے کہا آپ نے بھی تو یہی فرمایا ہے کہ پیشوا بوڑھا ہونا چاہیئے۔ اَلشَّیخُ فِی اَھلِہٖ کَالنَّبِیِّ فِی اُمَّتِہٖ بوڑھا اپنے اہل میں ایسا ہے جیسا کہ نبی اپنی امت میں یہ آنحضورؐ کا فرمان ہے۔ یا رسولَ اللہ اُس اعتراض کرنے والے نے آنحضورؐ سے کہا دیکھئے لشکر میں بہت سے بوڑھے ہیں جو اس نوجوان سے بڑھے ہوئے ہیں۔ زیں درخت ان بوڑھوں کے بڑھاپے کو نہ دیکھئے اُن کی عقل کی پختگی کو دیکھئے۔

۳ برگہای۔ بڑھاپے کے آثار عقل کی پختگی کی دلیل ہیں۔ برگہا۔ جوانی کے آثار عقل کی خامی کی دلیل ہیں

655

آنکہ او گُل عارِض ست و نوخط ست ۔۔۔ او بمکتب گاہ مُخبرِ نوخط ست

وہ شخص جو پھول کے سے رخسار والا اور سبزہ آغاز ہے ۔۔۔ وہ درسگاہ میں نوآموز ہونے کی خبر دینے والا ہے

حرفہای خطِ او کژمژ بود ۔۔۔ مُزمِنِ عقل ست اگر تن می دود

اُس کی تحریر کے حروف ٹیڑھے میڑھے ہوں گے ۔۔۔ عقل کا اپاہج ہے، اگرچہ جسم دوڑ رہا ہے

پای پیر از سرعت ارچہ باز ماند ۔۔۔ یافت عقلِ او دو پر بر اوج راند

بڑھے کے پاؤں، اگرچہ تیز روی سے عاجز ہیں ۔۔۔ اسکو عقل کے دو پر حاصل ہو گئے ہیں، بلندی پر اڑاتے ہیں

گر مثل خواہی بجعفرؓ در نگر ۔۔۔ داد حق بر جایِ دست و پاش پر

اگر تو مثال چاہتا ہے، جعفرؓ کو دیکھ لے ۔۔۔ اللہ (تعالیٰ) نے انکو ہاتھ پاؤں کی بجائے پر دیدیئے ہیں

گر ز اسرارِ سخن بوئے بری ۔۔۔ من سخن گویم چو زرِ جعفری

اگر تو کلام کے راز سمجھ سکے ۔۔۔ (تو) میں جعفری سونے کی سی بات کروں

بگذر از زر کایں سخن شد محتجب ۔۔۔ ہمچو سیماب ایں دلم شد مضطرب

سونے کی بات چھوڑ کیونکہ یہ بات چھپ گئی ۔۔۔ میرا یہ دل پارے کی طرح بے قرار ہو گیا

زاندرونم صد خموشی خوش نفس ۔۔۔ دست بر لب می زند یعنی کہ بس

میرے اندر سے سو خاموشیاں، خوشبودار ۔۔۔ ہونٹ پر ہاتھ رکھتی ہیں یعنی کہ بس

خامشی بحرست و گفتن ہمچو جو ۔۔۔ بحر می جوید ترا جو را مجو

خاموشی سمندر ہے اور گفتگو نہر کی طرح ہے ۔۔۔ تجھے سمندر تلاش کر رہا ہے، تو نہر کی تلاش نہ کر

از اشارتہای دریا سر متاب ۔۔۔ ختم کن واللہ اعلم بالصواب

دریا کے اشاروں سے منھ نہ موڑ ۔۔۔ ختم کر دے اور خدا بہتر جانتا ہے

ہمچنیں پیوستہ کرد آں بے ادب ۔۔۔ پیشِ پیغمبر سخن زاں سرد لب

اسی طرح مسلسل وہ بے ادب کرتا رہا ۔۔۔ بات پیغمبر کے سامنے ٹھنڈے ہونٹوں سے

دست می دادش سخن او بے خبر ۔۔۔ کہ خبر ہرزہ بود پیشِ نظر

باتیں اُس کے ہاتھ آتی رہیں وہ بے خبر تھا ۔۔۔ کہ مشاہدہ کے سامنے خبر بیکار ہوتی ہے

ایں خبرہا از نظرہا نائب ست ۔۔۔ بہرِ حاضر نیست بہرِ غائب ست

یہ خبریں مشاہدوں کے بعد ہیں ۔۔۔ یہ مشاہد کے لئے نہیں ہیں، غائب کیلئے ہیں

لے آنکہ۔ جو نوجوان ہو اس کے رخسار گلاب کی طرح ہیں اور سبزۂ خط نو رستہ ہے یہ اس بات کی دلیل ہے کہ وہ خطاطی میں نوآموز ہے اور اس کے حروف قاعدے کے مطابق نہ ہونگے۔ ایسا نوجوان بدن کا اگرچہ چست ہوتا ہے لیکن عقل کا اپاہج ہوتا ہے۔ پای پیر بوڑھے کے ہاتھ پاؤں اگرچہ سست پڑ جاتے ہیں لیکن اس کی عقل کو پر پرواز حاصل ہو جاتے ہیں۔

کلہ گر مثل۔ اگر ہاتھ پاؤں بیکار ہو جانے پر پر حاصل ہو جانے کی کوئی مثال چاہیے تو وہ حضرت جعفر طیارؓ ہیں غزوۂ موتہ میں جب اُن کے ہاتھ کٹ گئے تھے تو اللہ نے اُن کو جنت میں پر عنایت فرما دیئے ہیں۔ زرِ جعفری۔ جعفر برمکی کے دور کا سونا خالص ہونے میں مشہور ہے زر۔ دنیاوی سونے کی بات سے اسرار پوشیدہ ہونے لگے جس کی وجہ سے میرا دل پارے کی طرح بے قرار ہو گیا۔ دست ہونٹوں پر ہاتھ رکھنا خاموش رہنے کا اشارہ ہوتا ہے۔

سلہ خامشی۔ انسان خاموشی میں خیالات کو جمع کرتا ہے تب گفتگو شروع کرتا ہے تو خاموشی سمندر ہے جس سے گفتگو کی نہر جاری ہوتی ہے جب سمندر خود انسان کا طالب ہو تو اس کو نہر کی خواہش نہ کرنی چاہیے از اشارتہا۔ خاموشی اشارے

کر رہی ہو کہ اب ان اسرار کی گفتگو ختم کرو، ہمچنیں۔ پھر مولانا نے معترض کا ذکر شروع کیا ہے۔ دست۔ جب کسی چیز کا مشاہدہ حاصل ہو تو مشاہدہ کرنیوالوں کو اس چیز کی خبریں دینا بیکار بات ہے۔ ایں خبرہا۔ کسی چیز کے بارے میں خبریں دیکھنے کے قائم مقام ہیں اور خبروں کا تعلق اُس شخص سے ہے جو اُس چیز سے غائب ہو۔

هر که او اندر نظر موصول شد　　این خبرها پیش او معزول شد

جو شخص مشاہدہ میں پہنچ گیا　　یہ خبریں اُس کے لئے بیکار ہو گئیں

چونکه با معشوق گشتی هم‌نشین　　دفع کن دلّالگان را بعد ازین

جب تو معشوق کا ہم نشین بن گیا　　اس کے بعد دلّالہ (عورتوں)، کو دفع کر

هر که از طفلی گذشت و مرد شد　　نامه و دلاله بر وی سرد شد

جو شخص بچپنے سے نکل گیا اور جوان ہو گیا　　خط اور دلّالہ اُس کیلئے بے ضرورت بن گئے

نامه خواند از پی تعلیم را　　حرف گوید از پی تفهیم را

خط پڑھتا ہے، سکھانے کے لئے　　بات کرتا ہے، سمجھانے کے لئے

پیش بینایان خبر گفتن خطاست　　کان دلیل غفلت و نقصانِ ماست

دیکھنے والوں کو خبر سنانا غلطی ہے　　کیونکہ وہ ہماری جہالت اور کمی کی دلیل ہے

پیش بینا شد خموشی نفعِ تو　　بهر این آمد خطابِ انصتوا

صاحبِ بصیرت کے سامنے چپ رہنا تیرے لئے مفید ہے　　اسی لئے حکم ہوا ہے، خاموش رہو

گر بفرماید بگو برگوی خوش　　لیک اندک گو دراز اندر مکش

اگر وہ حکم دے کہ بول (تو)، اچھی بات کر　　لیکن بات کو طول نہ دے

ور بفرماید که اندر کش دراز　　همچنان شیرین بگو با امر ساز

اگر وہ حکم دے کہ تفصیل کر　　اسی طرح عمدہ بات کر، حکم مان

همچنان که من درین زیبا فسون　　با ضیاء الحق حسام الدین کنون

جیسا کہ میں اس حسین کلام کے معاملہ میں　　اب ضیاء الحق حسام الدین کے ساتھ ہوں

چونکه کوته می کنم من از رشد　　او بصد نوعم بگفتن می کشد

جب میں بھلائی کے ساتھ مختصر کرتا ہوں　　وہ سینکڑوں طرح سے بولنے پر مجبور کرتے ہیں

ای حسام الدین ضیاءِ ذوالجلال　　چونکه می بینی چه می جویی مقال

اے حسام الدین آپ اللہ (تعالیٰ)، کا نور ہیں　　جبکہ آپ مشاہدہ کرتے ہیں بات کی جستجو کیوں کرتے ہیں؟

این مگر باشد ز حبِ مشتهی　　اَسْقِنِی خَمْرًا وَ قُلْ لِی اِنَّهَا

یہ شاید محبوب کی محبت کی وجہ سے ہے　　مجھے شراب پلا اور مجھ سے کہہ کہ یہ ہے

---

۵۱ ہر کہ۔ جو شخص مشاہدہ کر رہا ہو اس کو خبریں سنانا لغو کام ہے۔ چونکہ مقصود حاصل ہو جانے کے بعد وسائل اور ذرائع بیکار ہو جاتے ہیں۔ دلّالگاں۔ وہ عورتیں جو عاشق و معشوق میں نامہ و پیام کا ذریعہ بنتی ہیں۔ ہر کہ۔ عاشق کی جوانی خود معشوق کو دعوت دیتی ہے پھر نامہ و پیام کی حاجت نہیں رہتی ہے یعنی جبتک کہ سالک کا بچپن ہے اس کو ذرائع کی ضرورت ہے جب وہ بلوغ پر پہنچ کر مشاہدہ کرلیتا ہے تو وسائل سے بے نیاز ہو جاتا ہے۔

۵۲ نامہ خواند۔ سالکین جو ابتدائی ذرائع اختیار کرتے ہیں وہ دوسروں کی تعلیم اور تفہیم کے لئے ہوتے ہیں۔ پیش بینایاں۔ جن کو مشاہدہ حاصل ہے اُن کو خبریں دینا اُن کے مقام سے اپنی جہالت کا ثبوت دینا ہے۔ انصتوا۔ قرآن پاک میں ہے۔ اِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا جب قرآن پڑھا جائے تو اس کی طرف کان لگاؤ، خاموش رہو۔ گر بفرماید۔ اگر صاحب مشاہدہ تم سے اُس چیز کے بارے میں دریافت کرے تو اچھے پیرایہ میں مختصرات کہہ دو۔ اگر وہ تفصیل کا مطالبہ کرے تو عمدہ طریقہ پر تفصیل کر دو۔

۵۳ ہمچناں۔ میرا اور ضیاء الحق کا بھی یہی معاملہ ہے میں اس صاحب مشاہدہ کے سامنے کچھ مختصر کہتا ہوں لیکن انکی جانب سے تفصیل کا مطالبہ ہوتا ہے۔

چونکہ حسام الدین کا شوقِ سماع مجھے مثنوی کہنے پر مجبور کر دیتا ہو۔ اے حسام الدین آپ کو جب مشاہدہ حاصل ہو تو محبوب کی باتیں سننے کا اس قدر شوق کیوں ہے۔ اجی مگر، یہ جواب ہے عشق کا تقاضہ ہو کہ عاشق کے تمام حواس معشوق سے بہرہ ور ہوں آنکھ اگر دیکھتی ہو تو کان باتیں سننے کا مشتاق ہوتا ہو۔ اَسْقِنِی مست چاہتا ہو کہ ساقی کی شراب سے صرف منہ کی لذت حاصل نہ کرے بلکہ کان بھی اس کا نام سنیں۔

بر دہانِ[1] تُست ایں دَم جامِ اُو — گوش می گوید کہ قسمِ گوش کُو
اِس وقت آپ کے منھ سے اُس کا جام لگا ہے — کان کہتا ہے کہ کان کا حصّہ کہاں ہے؟

قِسمِ تو گرمی ست نک گرمیت — گفت حرصِ من ازیں افزوں تر ست
تیرا حصّہ گرمی ہے یہ تجھ میں گرمی ہے — اُسنے کہا میری حرص اِس سے بڑھی ہوئی ہے

جواب گفتنِ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم آں اعتراض کنندہ را

اُس اعتراض کرنے والے کو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جواب دینا

در حضورِ مُصطفایِ قند خُو — چوں زحد بُرد آں عرب آں گفتگو
شیریں مزاج مصطفیٰ ص کے دربار میں — جب اُس عرب نے وہ گفتگو حد سے بڑھادی

آں شہِ وَالنّجم و سُلطانِ عَبَس — لب گزید آں سَردَم را گفت بس
وَالنّجم کے شاہ اور عَبَس کے سلطان نے — ہونٹ دبایا، اُس سَر دَم سے کہا کہ بس

دست می زد بہرِ مَنعش بر دہاں — چند گوئی پیشِ دانایِ نہاں
اُس کو روکنے کے لئے منھ پر ہاتھ رکھا — واقفِ اسرار کے سامنے کتنا بولے گا؟

پیشِ[2] بینا بُردہ سَرگینِ خُشک — کہ بخر ایں را بجایِ نافِ مُشک
تو خشک گوبر صاحبِ بصیرت کے سامنے لیجاتا ہو — کہ اِس کو مُشک کے نافہ کی جگہ خریدلے

بعر رالے گندہ مغز گندہ مخ — زیرِ بینی بنہی و گوئی کہ اَخ
اے بدماغ گندہ مغز، مینگنی کو — ناک کے نیچے رکھتا ہے اور کہتا ہے آخاخا

اَخ اَخے بَرداشتی اے گیج و کاج — تا کہ کالایِ بَدت یابد رواج
اے احمق بھینگے! تو آخاخا کرتا ہے — تاکہ تیرا خراب مال چالو ہوجائے

اَخ اَخے بَرداشتی اے خُشک مغز — تا نمائی پِشک را مُشکِ نغز
اے خشک دماغ تو آخاخا کرتا ہے — تاکہ تو کمتر مینگنی کو عمدہ مُشک ظاہر کرے

تا فریبی[3] آں مَشامِ پاک را — آں چرندہ گلشنِ افلاک را
تو پاک دماغ کو کب تک دھوکا دیگا؟ — آسمانوں کے گلشن کے چرنے والے کو

حلمِ اُو خود را اگرچہ گول ساخت — خویشتن را اندکے باید شناخت
اُس کی بُردباری نے اگرچہ اپنے آپکو بھولا بنالیا ہے — (مگر) تھوڑا اپنے آپ کو پہچاننا چاہیئے

دیگ را گر باز ماند امشب دہن — گربہ را ہم شرم باید داشتن
اگر آج کی رات دیگ کا منھ کھلا رہ گیا ہے — بلّی کو بھی شرم کرنی چاہیئے

658

[1] بر دہان۔ منھ سے اگر جام لگا ہے تو کان اپنا حصّہ مانگتا ہے۔ قِسمِ تو۔ کان کو جواب ملتا ہے کہ تیرا حصّہ وہ حرارتِ عشق ہے جو تجھ میں دیکھنے سے سرایت کررہی ہو وہ کہتا ہے نہیں میں اُس سے زیادہ لذت چاہتا ہوں اور وہ محبوب کا کلام سننے سے حاصل ہوگی۔ در حضور۔ اُس معترض نے ہذیلی نوجوان کے سردار بنائے جانے پر جب بہت زیادہ اعتراض کیا تو آنحضور نے اُس کو خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔ وَالنّجم اُس سورۃ میں آپ کے برحق ہونے کا ذکر ہے۔ سورۃ عبس میں آپ کی ناگواری کا ذکر ہے۔ یہ دونوں باتیں صورتِ حال کے مناسب تھیں اسلئے اُن کا ذکر کیا گیا ہے۔ دانای نہاں۔ آنحضور کی ذاتِ گرامی۔

[2] پیشِ بینا۔ معترض نے آپ اچھے انداز سے کہی تھی لیکن اُس کا منشا رحسد اور بدباطنی تھی اسلئے مولانا نے اُس کی یہ تشبیہات ذکر کی ہیں۔ بعر را۔ مینگنی کو سونگھ کر آہا کرتا ہے تاکہ دوسرے خوشبودار مُشک سمجھ لیں۔ گیج۔ احمق۔ کاج۔ بھینگا۔ کالا۔ سامان۔ پشک۔ مینگنی۔

[3] تا فریبی۔ تو خوشبوؤں کے ماہر کو دھوکا دینا چاہتا ہے حلم۔ بڑوں کی بردباری انکو سادہ بنائے رکھتی ہے لیکن دھوکا دینے والے کو اپنی طرف دیکھنا چاہیئے کہ وہ کس کو دھوکا دے رہا ہے۔ دیگ۔ اگر ہنڈیا کھلی رہ جاے تو بلی کو تو کچھ شرم کرنی چاہیے اور اسمیں منھ نہ ڈالنا چاہیے۔

خویشتن[1] گر خفتہ کرد آں خوب فر ... سخت بیدار ست دستارش مبر
اگر اُس عالیشان نے اپنے آپ کو سویا ہوا بنا لیا ہے؟ ... وہ خوب بیدار ہے اُس کی پگڑی نہ اُتار

چند گوئی اے لجوجِ بے صفا ... ایں فسونِ دیو پیشِ مصطفیٰ
اے بد باطن جھگڑالو! تو کب تک پڑھے گا؟ ... یہ شیطانی منتر مصطفیٰؐ کے روبرو

صد ہزاراں حِلم دارند ایں گروہ ... ہر یکے حِلمے ازانہا صد چو کوہ
یہ لوگ لاکھوں بُردباریاں رکھتے ہیں ... اُن میں سے ہر بُردباری سَو پہاڑوں جیسی ہے

حِلمِ شاں بیدار را ابلہ کُند ... زیرکِ صد چشم را اکمہ کُند
اُن کی بُردباری بیدار (مغز) کو بیوقوف بنا دیتی ہے ... سَو آنکھوں والے ہوشیار کو اندھا کر دیتی ہے

حِلمِ شاں ہمچوں شرابِ خوب و نغز ... نغز نغزک بر رود بالای مغز
اُن کی بُردباری عمدہ اور بہتر شراب کی طرح ہے ... جو عمدگی عمدگی میں دماغ پر چڑھ جاتی ہے

مست[2] را بیں زاں شرابِ پُر شگفت ... ہمچو فرزیں مست وے کژ رفتن گرفت
اِس عجیب شراب سے مست کو دیکھ ... فرزین کی طرح مست اور ٹیڑھا چلنا شروع کر دیا

مردِ برنا زاں شرابِ زود گیر ... درمیانِ راہ می اُفتد چو پیر
اِس زود اثر شراب سے جوان انسان ... بوڑھے کی طرح راستہ میں گر پڑتا ہے

خاصہ ایں بادہ کہ از خُمِ نبیؐ ست ... نے مئی کہ مستیِ اُو یک شبی ست
خصوصاً یہ شراب جو کہ نبیؐ کے خُم کی ہے ... نہ کہ وہ شراب جس کا نشہ ایک رات کا ہے

آنکہ اصحابِ کہف از نقل و نقل ... سہ صد و نہ سال گُم کردند عقل
وہ (شراب) کہ اصحابِ کہف نُقل اور سفر سے ... تین سَو نو سال تک اپنی عقل کھو بیٹھے

زاں[3] زنانِ مصر جامے خوردہ اند ... دستہا را شرحہ شرحہ کردہ اند
اِسی (شراب) سے مصری عورتوں نے ایک جام پیا ہے ... انھوں نے ہاتھوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا ہے

ساحراں ہم سُکرِ موسیٰؑ داشتند ... دار را دلدار می پنداشتند
جادوگر بھی (حضرت) موسیٰؑ کا نشہ رکھتے تھے ... انھوں نے سولی کو پیارا سمجھا

جعفرِ طیارؓ زاں مے بود مست ... زاں گرو می کرد بیخود پا و دست
(حضرت) جعفر طیارؓ اسی شراب سے مست تھے ... اِسی لئے بیخودی سے ہاتھ پاؤں قربان کرتے تھے

اِس شراب سے ایسے مست ہو گئے کہ سولی پر چڑھنا اُن کو پیارا لگا۔ جعفر۔ حضرت جعفرؓ غزوۂ موتہ میں اسی شراب سے ایسے مست تھے کہ ہاتھوں کے کٹنے کی اُن کو کوئی پروانہ ہوئی ———

[1] خویشتن۔ بڑے لوگ مجرم سے اپنے آپ کو غافل بنا لیتے ہیں لیکن وہ سب کچھ سمجھتے ہیں۔ لجوج۔ جھگڑالو بے صفا۔ بدباطن۔ فسونِ دیو۔ مشہور ہے کہ منتر پڑھ کر جن کو بوتل میں بند کر لیا جاتا ہے۔ صد ہزاراں۔ انبیاء کی بُردباری کا معمولی حصہ سَو پہاڑوں سے زیادہ مستحق ہوتا ہے۔ حلم شاں۔ اُن میں اِس قدر بُردباری ہوتی ہے کہ بڑے سے بڑا ہوشیار اور بینا دھوکا کھا جاتا ہے۔ حلم شاں۔ اُن کی بُردباری میں شراب کی تاثیر ہے جو انسان کو مدہوش کر دیتی ہے۔

[2] مست۔ شرابی مستانہ کج رفتار ہو جاتا ہے۔ فرزین۔ یہ شطرنج کا مہرہ ہے جس کی چال ٹیڑھی ہوتی ہے۔ مرد برنا۔ جوان آدمی شراب کے نشے سے بوڑھوں کی طرح راستہ میں گر پڑتا ہے۔ خاصہ۔ جب اِس معمولی شراب کے یہ اثرات ہیں تو عشقِ الٰہی کی شراب کے کیا کچھ اثرات نہ ہوں گے۔ اصحاب۔ اصحابِ کہف عشقِ الٰہی کی شراب سے ایسے مست ہوئے کہ نہ انکو جینا یاد رہا نہ سفر کرنا اور ایک غار میں تین سَو نو سال سوتے رہے۔

[3] زاں۔ حضرت یوسفؑ کو دیکھ کر مصری عورتیں عشقِ الٰہی کی شراب سے ایسی مست ہو گئیں کہ اپنے ہاتھ کاٹ ڈالے۔ ساحراں۔ جن جادوگروں کو فرعون حضرت موسیٰؑ کے مقابلہ پر لایا تھا وہ

قصۂ[1] سبحانی ما اعظم شانی گفتنِ بایزید قدس سرہ و اعتراضِ

حضرت بایزید قدس سرہٗ کے سبحانی ما اعظم شانی کہنے کا قصہ اور مریدوں کا اعتراض

مریدان و جوابِ او مرایشاں را نہ بطریق گفت زباں بلکہ از راہِ عیاں

اور اُن کو اُن کا جواب زبانی گفتگو سے نہیں بلکہ مشاہدہ کے راستہ سے

با مریداں آں فقیرِ محتشم — بایزیدؒ آمد کہ نک یزداں منم

وہ معزز درویش مریدوں کے سامنے — بایزیدؒ آئے کہ یہ میں خدا ہوں

گفت مستانہ عیاں آں ذوفنوں — لا الٰہ الّا انا ہا فاعبدون

اُس صاحبِ کمالات نے مستی کی حالت میں کھُلم کھُلا کہا — کوئی معبود نہیں مگر میں خبردار! بس میری عبادت کرو

چوں[2] گذشت آنحال گفتندش صباح — تو چنیں گفتی و ایں نبود صلاح

جب وہ حالت گذر گئی، صبح کو انھوں نے اُن سے کہا — آپ نے ایسا کہا ہے اور یہ ٹھیک نہیں ہے

گفت ایں بار ار کنم ایں مشغلہ — کاردہا در من زنید آں دم ہلہ

فرمایا اب کی بار اگر میں یہ کام کروں — خبردار! فوراً میرے چھُریاں گھونپ دینا

حق منزہ از تن و من با تنم — چوں چنیں گویم ببا ید کشتنم

اللہ تعالیٰ جسم سے پاک ہے اور میں مجسّم ہوں — جب میں ایسا کہوں مجھے قتل کر دینا چاہئے

چوں وصیت کرد آں آزاد مرد — ہر مریدے کاردے آمادہ کرد

جب اُس آزاد مرد نے (یہ) وصیت کی — ہر مرید نے ایک چھُری تیار کرلی

مست گشت او باز ز استغراقِ زفت — آں وصیتہاش از خاطر برفت

وہ پھر بھاری استغراق سے مست ہوگئے — وہ وصیتیں دل سے نکل گئیں

عشق آمد عقلِ او آوارہ شد — صبح آمد شمعِ او بیچارہ شد

عشق آیا تو اُن کی عقل بھاگ گئی — صبح ہوگئی تو اُن کی شمع بے کار ہوگئی

عقل چوں شحنہ است چوں سلطاں رسید — شحنۂ بیچارہ در کنجے خزید

عقل کوتوال ہے، جب شاہ آیا — بے چارہ کوتوال کونے میں جا گھسا

عقل[3] سایۂ حق بود حق آفتاب — سایہ را با آفتاب او چہ تاب

عقل اللہ (تعالیٰ) کا سایہ ہے اللہ سورج ہے — سایہ کی اُس کے سورج کے سامنے کیا مجال ہو

---

[1] قصہ۔ حضرت بایزیدؒ کے اِس قصہ سے بھی خرابہ معرفت کے نشہ اور سُکر کی کیفیت کو ظاہر کرنا ہے۔ سبحانی ما اعظم شانی۔ میں ذات پاک ہوں میری شان کس قدر بڑی ہے۔ باتریلیں۔ استغراقِ وحدت اور کمالِ مستی میں بایزیدؒ نے اپنے آپکو خدا کہہ دیا۔ ذوفنون۔ بایزیدؒ گفتندش۔ جب سُکر ختم ہوا اور ان کی صحو کی حالت ہوئی تو مریدوں نے ان سے کہا آپ کے وہ کلمات بہت غیر مناسب تھے۔ گفت۔ بایزیدؒ نے مریدوں سے کہا کہ اگر اس طرح کے کلمات میری زبان سے پھر نکلیں تو مجھے قتل کر دینا میں خدا کیسے ہو سکتا ہوں میں مجسّم ہوں اور خدا جسم سے پاک ہے۔

[2] چوں۔ مُریدوں نے اُن کی وصیت پر چھُریاں تیار کرلیں مست گشت۔ پھر ایک بار اُن پر سُکر کی کیفیت طاری ہوگئی تو وہ اپنی پہلی ساری گفتگو بھول گئے۔ عشق۔ بایزیدؒ کے کلماتِ عشق کی مستی کی وجہ سے مولانا عشق کی تاثیر بیان کرتے ہیں عقل بمنزلہ شمع کے ہے اور عشق سورج ہے سورج نکلنے پر شمع بیکار ہو جاتی ہے اسی طرح عقل عشق کے سامنے لاچار ہے۔ سلطان۔ عشق بادشاہ ہے اور عقل کوتوال۔

[3] عقل سایہ۔ عقل کا بقا اللہ کے حجابِ نور کی وجہ سے ہے اگر وہ نور کا پردہ ہٹ جائے تو مخلوق اور عقل تاب نہ لائے اور فنا ہو جائے اسی طرح سایہ کا وجود سورج کے پردہ پوش ہونے کی وجہ سے ہے اگر پردہ ہٹ جائے تو سایہ باقی نہ رہے ——

660

چوں پری غالب شود بر آدمی　　گم شود از مرد وصفِ مردمی
جب جن کسی آدمی پر چڑھ جاتا ہے　　آدمی سے آدمیت کی صفت گم ہو جاتی ہے

ہر چہ گوید آں پری گفتہ بود　　زیں سری ورزاں سری گفتہ بود
وہ جو کچھ کہتا ہے، جن کی گفتگو ہوتی ہے　　اس جانب کی، اگرچہ اس جانب سے کہا گیا ہو

چوں پری را ایں دم و قانوں بود　　کردگارِ آں پری خود چوں بود
جب پری کو یہ طاقت اور قاعدہ حاصل ہے　　(تو) اس جن کا خدا خود کیسا ہو گا؟

اُوی[۲] اُو رفتہ پری خود اُو شدہ　　ترکِ بے الہام تازی گو شدہ
اس کی ماہیت چلی گئی وہ خود جن بن گیا　　ترک بغیر الہام کے عربی بولنے والا بن گیا

چوں بخود آید نداند یک لغت　　چوں پری را ہست ایں ذات و صفت
جب وہ ہوش میں آتا ہے ایک لغت نہیں جانتا　　جبکہ یہ ذات اور صفت جن کی تھی

ق پس خداوندِ پری و آدمی　　از پری کے باشدش آخر کمی
تو جن و انس کا خدا　　آخر وہ جن سے کب کم ہو گا؟

شیر گیر از شیر کے ترسد بگو　　شرحِ راہ از کور کے پرسد بگو
بتا، نیم مست شیر سے کب ڈرتا ہے؟　　بتا راستہ کی تفصیل اندھے سے کون پوچھتا ہے؟

شیر گیر[۳] از خونِ نرِ شیر خورد　　تو بگوئی اُو نکرد آں بادہ کرد
نیم مست اگر نر شیر کا خون پی جائے　　تو کہیگا یہ کام، اس نے نہیں کیا شراب نے کیا ہے

ور سخن پردازد از رازِ کہن　　تو بگوئی بادہ گفتہ است ایں سخن
اگر وہ پرانے راز کی بات کہے　　تو کہے گا یہ بات شراب نے کہی ہے

بادہ را می بود گر ایں شر و شور　　نورِ حق را نیست آں فرہنگ و زور
اگر شراب میں یہ شور و شر ہوتا ہے　　تو کیا اللہ (تعالٰی) کے نور میں یہ لیاقت اور طاقت نہ ہو گی

ق کہ ترا از تو بکل خالی کند　　تو شوی پست اُو سخن عالی کند
کہ وہ تجھے، تجھ سے بالکل خالی کر دے　　تو مغلوب ہو جائے (اور) وہ بلند بات کرے

[۱] چوں پری: پہلے تو مولانا نے بایزید کے اس کلام پر عذر پیش کئے اب کہتے ہیں کہ وہ کہنا دراصل اُن کا کہنا ہی نہ تھا بلکہ وہ خود ذات حق کا کہنا تھا جو اپنی جگہ بالکل صحیح تھا انسان پر اگر جن چڑھ جاتا ہے تو اس میں سے انسانیت کے اوصاف ختم ہو جاتے ہیں اور وہ جو کچھ بولتا ہے وہ نہیں بولتا بلکہ جن بولتا ہے۔ چوں جب جن کے یہ اثرات ہوتے ہیں تو اللہ تعالٰی کی تجلیات کے وقت ایک انسان اپنی حالت پر کب رہ سکتا ہے تو لامحالہ

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود
گرچہ از حلقوم عبد اللہ بود

[۲] اُوی او: یعنی اس کی ہستی۔ ترک۔ جن کے غالب آ جانے پر جاہل ترک عربی بولنے لگتا ہے حالانکہ اس ترک نے کبھی عربی نہ سیکھی تھی۔ چوں۔ جب اس ترک پر سے جن اتر جاتا ہے وہ عربی کا ایک لفظ بھی نہیں بول سکتا۔ چوں پری۔ یہ مصرع شرط ہے اس کی جزا اگلا شعر ہے یعنی جب جن کے یہ اثرات ہیں تو خدا کی تجلیات میں کیا کچھ اثرات نہ ہوں گے۔ شیرگیر۔ شراب سے نیم مست شیر سے نہیں ڈرتا تو یہ اس کی فطرت نہیں ہے بلکہ شراب کا اثر ہے۔ شرح راہ۔ اندھے کو کوئی راستہ معلوم نہیں کرتا ہے تو معلوم ہوا کہ احکام کا تعلق ذات سے نہیں ہے بلکہ صفات سے ہے تو جب صفتِ انسانیت ختم ہو جائے تو کلام اور بات محض ذات کی طرف منسوب نہیں کی جا سکتی۔

[۳] شیرگیر: نیم مست جب شیر کو بے دھڑک مار ڈالتا ہے تو یہ عمل اس کی ذات کی طرف منسوب نہیں ہوتا بلکہ اس اثر کی طرف منسوب ہوتا ہے جو شراب نے پیدا کیا ہے۔ ور سخن۔ اگر نیم مست پرانے راز ظاہر کرنے لگتا ہے تو تم کہتے ہو کہ یہ نہیں بول رہا ہے شراب بول رہی ہے، جب شراب کے یہ کرشمے ہیں تو نورِ حق اور تجلی رب جب انسان پر نازل ہو تو پھر اس کی بات اُس تجلی کی طرف کیوں نہ منسوب کی جائے گی۔

گرچہ[1] قرآں از لبِ پیغمبر است
قرآن اگرچہ پیغمبر کے لبوں سے ہے

ہر کہ گوید حق نگفت اُو کافر ست
(لیکن) جو یہ کہے کہ اللہ (تعالیٰ) نے نہیں فرمایا وہ کافر ہے

چوں ہمایِ بے خودی پرواز کرد
جب بیخودی کے ہُما نے پرواز کی

آں سخن را بایزیدؒ آغاز کرد
وہ بات بایزیدؒ نے شروع کر دی

عقل را سیلِ تحیُّر در رَبُود
عقل کو تحیر کا سیلاب بہالے گیا

زاں قوی تر گفت کاوّل گفتہ بُود
اُس سے زیادہ سخت بات کہی جو پہلے کہی تھی

نیست اندر جُبّہ ام اِلّا خدا
(کہا)، میرے جبّہ میں خدا کے سوا کوئی نہیں ہے

چند جوئی بر زمین و بر سما
تو آسمان اور زمین میں کب تک تلاش کریگا؟

آں[2] مُریداں جملہ دیوانہ شُدند
وہ سب مُرید پاگل بن گئے

کاردہا بر جسمِ پاکش می زدند
اُن کے پاک جسم میں چھریاں گھونپ رہے تھے

ہر یکے چوں مُلحدانِ گردکوہ
گردکوہ کے بے دینوں کی طرح ہر ایک

کارد می زد پیرِ خود را بے سُتوہ
اپنے پیر کے بے دھڑک چھری گھونپتا تھا

ہر کہ اندر شیخ تیغے می خلید
جو شخص شیخ کے اندر تلوار گھُساتا تھا

باژگونہ از تنِ خود می دَرید
وہ اُلٹا اپنے جسم کو پھاڑتا تھا

یک اَثر نے بر تنِ آں ذوفنوں
اُس ہنرمند کے جسم پر ایک نشان نہ تھا

واں مُریداں خستہ و غرقابِ خوں
اور وہ مُرید زخمی اور خون میں غرق تھے

ہر کہ[3] اُو سوئے گلویش زخم بُرد
جس نے اُن کے گلے پر زخم لگایا

حلقِ خود ببریدہ دید و زار مُرد
اُس نے اپنا گلا کٹا ہوا پایا اور بُری طرح مَرا

وانکہ اُو را زخم اندر سینہ زد
اور جس نے اُن کے سینہ پر زخم لگایا

سینہ اَش بشگافت و شُد مُردہ اَبد
اُس کا سینہ چرا اور ہمیشہ کے لئے مُردہ ہوگیا

وانکہ آگہ بُود زاں صاحبقراں
اور جو شخص اُس اِقبال مند سے واقف تھا

دِل ندادش کہ زند زخمِ گراں
اُنکے دل نے اُنکو اجازت نہ دی کہ کاری زخم لگائے

نیم دانش دست اُو را بستہ کرد
تھوڑی سی عقل نے اُس کے ہاتھ باندھ دیئے

جاں ببُرد اِلّا کہ خود را خستہ کرد
اُس نے جان بچالی مگر اپنے آپ کو زخمی کر لیا

---

[1] گرچہ۔ قرآن کے الفاظ اگرچہ آنحضورؐ کے دہنِ مبارک سے ادا ہوتے تھے لیکن اُس کو آنحضورؐ کا کلام کہنے والا کافر ہے اور اُس کو خدا کا کلام قرار دیا جاتا ہے اسی طرح وہ الفاظ اگرچہ بایزیدؒ کے مُنہ سے ادا ہوئے لیکن وہ خدا کا کلام تھا۔ چوں ہمای۔ حضرت بایزیدؒ پر جب تجلیات سے پھر بیخودی طاری ہوئی تو اس بار اُنھوں نے پہلے سے بھی زیادہ سخت جملہ کہا اور کہنے لگے کہ میرے جبّہ میں خدا کے سوا کوئی نہیں ہے اُس کو میرے جبّہ میں تلاش کرو آسمان اور زمین پر کیوں تلاش کرتے پھرتے ہو۔

[2] آں مُریداں۔ اس جملہ پر تمام مُرید دیوانہ وار ان پر چھریاں لے کر ٹوٹ پڑے اور اُن کے پاک جسم پر چھریاں چلادیں۔ ہر یکے۔ گردکوہ، رَے کے علاقہ کا مشہور پہاڑ ہے۔ امام رازیؒ کے زمانہ میں وہاں کافروں کی ایک جماعت تھی جو مسلمانوں کو بے دریغ قتل کرتی تھی۔ ستوہ۔ بفتحتین، تنگدل ہونا۔ ہر کہ۔ جو مُرید شیخ کے چھری مارتا تھا اُس کا زخم خود اُس کے لگتا تھا۔ یک اثر نے۔ بایزیدؒ کے بدن پر کسی کی چھری کا زخم نہ لگا اور مرید خون میں نہاگئے۔

[3] ہر کہ۔ جس مُرید نے اُن کا گلا کاٹنے کے لئے حملہ کیا اُس کا خود گلا کٹ گیا اور مرگیا۔ وانکہ۔ جس شخص نے بایزیدؒ کے سینے کو چاک کرنا چاہا اُس کا خود سینہ چاک ہوگیا اور ابدی نیند سوگیا۔ وانکہ۔ جس شخص نے حضرت بایزیدؒ کی شخصیت کو سمجھا اور اُس نے تھوڑی سی عقل سے کام لیا تو معمولی زخم لگایا پھر بھی وہ زخم خود اُس کے لگا۔

روزگشت[1] وآں مُریداں کاستہ — نوحہا از جانِ شاں برخاستہ
دن نکل آیا اور وہ نیم مُردہ مُرید — اُن کی جان سے نوحے بلند ہوئے

پیشِ اُو آمد ہزاراں مَرد و زن — کاے دو عالم دَرج دریک پیرہن
ہزاروں مرد و زن اُن (شیخ) کے پاس آئے — کہ اے (وہ شیخ) کہ دونوں جہان ایک لباس میں ہیں

ایں تنِ تو گر تنِ مَردم بُدے — چوں تنِ مردم زخنجر گم شُدے
اگر یہ آپ کا جسم انسان کا جسم ہوتا — انسانوں کے جسم کی طرح خنجر سے فنا ہو جاتا

باخودے[2] با بے خودے دوچار زد — باخود اندر دیدۂ خود خار زد
خودی والے نے جب فانی کا مقابلہ کیا — تو اُس نے خود اپنی آنکھ میں کانٹا چبھویا

اے زدہ بر بے خوداں تو ذوالفقار — بر تنِ خود می زنی آں ہوشدار
اے وہ کہ تو نے فانیوں پر تلوار چلائی — سمجھ لے تو اپنے جسم پر مار رہا ہے

زانکہ بے خود فانی ست و ایمن ست — تا ابد در ایمنی اُو ساکن ست
کیونکہ بے خود فانی ہے اور محفوظ ہے — وہ ہمیشہ کے لئے امن میں مقیم ہے

نقشِ اُو فانی و اُو شد آئینہ — غیر نقشِ رُوئے غیر آنجائے نہ
اُس کی صورت فنا ہو گئی ہے اور وہ آئینہ بن گیا ہے — سوائے غیر کی صورت کے اُس میں کچھ نہیں ہو

گر کُنی تُف سوئے رُوئے خود کُنی — ور زنی بر آئینہ بر خود زنی
اگر تو تھوکے گا تو اپنے مُنہ پر تھوکے گا — اگر آئینہ پر حملہ کرے گا اپنے اوپر کریگا

ور بہ بینی[3] رُوئے زِشت آں ہم توئی — ور بہ بینی عیسیٰؑ مریم توئی
اگر تو نے بھدا چہرہ دیکھے گا وہ بھی تو ہی ہے — اگر تو عیسیٰؑ ابن مریمؑ کو دیکھے گا، تو ہی ہے

اُو نہ اینست و نہ آں اُو سادہ است — نقشِ تو در پیشِ تو بنہادہ است
وہ نہ یہ ہے نہ وہ ہے وہ صاف ہے — اُس نے تیری صورت تیرے سامنے کر دی ہے

چوں رسید اینجا سخن لَب در بہ بست — چوں رسید اینجا قلم در ہم شکست
جب بات یہاں پہنچی ہونٹوں نے دروازہ بند کر لیا — جب قلم یہاں پہنچا، ٹوٹ گیا

لَب بہ بند ار چہ فصاحت دست داد — دم مزن واللہُ اَعلم بالرشاد
ہونٹ بند کرلے، اگرچہ فصاحت حاصل ہو — دم نہ مار اور اللہ بھلائی کو زیادہ جانتا ہے

[1] روزگشت۔ رات میں یہ سب کچھ ہوا صبح کو جب نیم مُردہ مُریدوں پر حقیقت کھُل گئی تو وہ اور سینکڑوں لوگ شیخ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے کہ آپ کے لباس میں کسی ایک شخص کا جسم نہیں ہے دونوں جہان ہیں اگر اِس لباس میں انسانی جسم ہوتا تو وہ خنجروں سے زخمی ہو جاتا۔

[2] باخودے۔ جب کوئی دنیا دار کسی بزرگ سے بھِڑتا ہے تو وہ خود اپنا نقصان کرتا ہے۔ ذوالفقار آنحضورؐ کی تلوار کا نام ہے جو آنحضورؐ کے بعد حضرت علی کرّم اللہ وجہہٗ کے پاس رہی تھی اُس کے بعد ہر اچھی تلوار کو ذُوالفقار کہہ دیا جاتا ہے۔ آدمی فنا کے مقام پر پہنچنے کے بعد اُس کا اپنا کچھ نہیں رہتا لہٰذا اُس کے اپنے نقصان کا کوئی امکان نہیں ہے۔ نقشِ اُو۔ فانی کی خود اپنی صورت فنا ہو جاتی ہے اور وہ دوسروں کی صورتوں کا آئینہ بنجاتا ہے اب اُس میں خود اُس کی اپنی صورت نظر نہیں آتی جو غیر بالمقابل ہوتا ہے اُس کی صورت نظر آتی ہے۔ گر کُنی۔ آئینہ پر تھوکنا اپنے مُنہ پر تھوکنا ہے۔

[3] ور بہ بینی۔ اُسمیں جو کچھ اچھائی یا بُرائی تجھے نظر آرہی ہو وہ خود تیری اچھائی بُرائی ہے۔ چوں رسید۔ مولانا فرماتے ہیں جب بُرائیاں اِس مقام تک پہنچیں تو ہونٹوں نے بولنے کا راستہ بند کر دیا اور لکھنے سے قلم عاجز آگیا۔ لَب بہ بند۔ مولانا اپنے آپ کو خطاب کرتے ہیں کہ خواہ کتنی ہی فصاحت حاصل ہو اِن رازوں کو سربستہ رکھنا چاہیئے۔

663

۱ؔ بر کنارِ بامی اے مستِ مُدام — پست بنشیں یا فرود آ والسّلام

اے شراب سے مست! تو بالاخانہ کے کنارہ پر ہے — نیچے ہو کر بیٹھ یا نیچے اُتر آ والسّلام۔

ہر زمانیکہ شُدی تو کامراں — آں دمِ خوش را کنارِ بام داں

جس وقت تو کامیاب ہو — اُس اچھے وقت کو بالاخانہ کا کنارہ سمجھ

بر زمانِ خوش ہراساں باش تو — ہمچو گنجش خفیہ کُن نے فاش تو

تو اچھے وقت پر خوفزدہ رہ — اُس کو خزانہ کی طرح چھپا، ظاہر نہ کر

تا نیاید بر وِلا ناگہ بلا — ترس ترساں رَو دراں مکمن بلا

تاکہ دوستی پر اچانک کوئی بلا نازل نہ ہو جائے — خبردار! اُس مخفی مقام پر ڈرتا ڈرتا چل

۲ؔ ترسِ جاں در وقتِ شادی از زوال — زاں کنارِ بامِ غیب ست ارتحال

خوشی کے وقت زوال کی وجہ سے جان کا خوف — اُس غیب کے بالاخانہ کے کنارے سے ہٹ جانا ہے

گر نمی بینی کنارِ بامِ راز — روح می بیند کہ ہستش اہتزاز

اگر تو اسرار کے بالاخانہ کا کنارہ نہیں دیکھتا ہے — روح دیکھتی ہے، کیونکہ اسی کو خوشی ہے

ہر نکالے ناگہاں کاں آمدہ ست — بر کنارِ کنگرہ شادی بدست

جو عذاب اچانک آیا ہے — وہ خوشی کے کنگرے کے کنارے سے آیا ہے

جز کنارِ بام خود نبود سقوط — اعتبار از قومِ نوحؑ و قومِ لوطؑ

گرنا، بالاخانہ کے کنارے سے ہی ہوتا ہے — قوم نوحؑ اور قوم لوطؑ سے عبرت حاصل کرے

اعتبارے گیر تا یابی صفا — از درونِ انبیا و اولیا

تاکہ تجھے (باطن) کی صفائی حاصل ہو عبرت حاصل کر — انبیاء اور اولیاء کے باطن سے

سببِ فصاحت و بسیار گفتنِ آں فضول نزدِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اُس بیہودہ کے بہت بولنے اور زبان درازی کا سبب

۳ؔ پرتوِ مستیِ بیحدِ نبیؐ — چوں بزد ہم مست و خوش گشت آں غبی

نبیؐ کی لامحدود مستی کا عکس — جب پڑا، وہ غبی بھی مست اور خوش دگفتار ہو گیا

لاجرم بسیار گو شد از نشاط — مست ادب بگذاشت و آمد در خباط

لامحالہ وہ سرور کی وجہ سے بہت بولنے والا بن گیا — مست نے ادب (کا دامن) چھوڑا، دیوانگی میں مبتلا ہو گیا

نے ہمہ جا بیخودی شر می کند — بے ادب را بے ادب تر می کند

مستی ہر جگہ شر (پیدا) نہیں کرتی ہے — بے ادب کو زیادہ بے ادب بنا دیتی ہے

۱ؔ بر کنار۔ بس اِس قدر لو سمجھ دیتا ہوں کہ عشقِ الٰہی کا مست بالاخانہ کی منڈیر پر بیٹھا ہوا ہے جہاں سے ہر وقت گرنے کا خطرہ ہے یا تو وہ منڈیر سے نیچے اُتر کر بیٹھے یا بالاخانہ کی ہی آجائے ورنہ ہر وقت خطرے میں ہے۔ بر زمانِ خوش۔ قربِ الٰہی سے جو خوش وقتی حاصل ہو اس کے بارے میں ہر وقت خوفزدہ رہنا چاہیے کہ کہیں وہ ہاتھ سے نہ جاتی رہے اور اُس خزانۂ غیب کے راز کو لوگوں سے مخفی رکھنا ضروری ہے۔ وِلا۔ یعنی خدا کی دوستی۔ مکمن۔ پوشیدہ مقام۔

۲ؔ ترس۔ مقامِ قرب حاصل ہونے پر جو خوشی ہے اُس کے بارے میں خوف یہ ہے کہ یہ مقام زائل نہ ہو جائے۔ گر نمی بینی۔ بسا اوقات سالک کو اس مقام کا احساس نہیں ہوتا لیکن اُس کی روح اُس کو محسوس کرتی ہے۔ ہر نکالے۔ اقوامِ سابقہ قوم نوحؑ اور قوم لوطؑ پر جو عذاب آیا وہ اُن کے نقطۂ عروج پر پہنچنے کے بعد آیا۔ سقوط۔ نزول و سقوط عروج کے بعد ہی متصوّر ہوتا ہے۔ اعتبار ہے۔ انبیاء کے نقشِ قدم پر چلو گے تو اُن کی طرح آئینہ بن جاؤ گے۔

۳ؔ بدلی۔ آنحضور کو جو قربِ الٰہی [illegible] مستی حاصل تھی اُس مسخرے پر اُس کا پرتو پڑ گیا جس کی وجہ سے وہ خوشی میں پاگل ہو [illegible] خرافات شروع کر دیے جا بجا۔ اس شخص میں مستی نے جو بُرا اثر کیا یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ مستی ہر جگہ بُرا اثر دکھاتی ہے۔

گر بود عاقل نکوفر می شود — ور بود بد خوی بدتر می شود
اگر وہ سمجھدار ہو تو اچھی شان شوکت والا بنجاتا ہے — اگر وہ بدعادت ہوتا ہے تو اور زیادہ برا بنجاتا ہے

بر لبیب آید لباب کاسِ او — ور غبی کم گردد استیناس او
اُس کا جام سمجھدار کے لئے مغز ہو — اگر غبی ہے تو اُس کی محبت کم ہو جاتی ہے

بے خود از مے باادب گردد تمام — باخود از مے بے ادب گردد مدام
فانی شراب سے مکمل باادب بن جاتا ہے — خودی والا شراب سے ہمیشہ بے ادب بنتا ہے

لیک اغلب چوں بدند و ناپسند — بر ہمہ مے را محرم کردہ اند
لیکن اکثر لوگ برے اور ناپسند ہیں — واسطے سب پر ہی شراب کو حرام کر دیا ہے

حکم غالب راست چوں اغلب بدند — تیغ را از دستِ رہزن بستدند
حکم اکثریت پر لگتا ہے چونکہ اکثر برے ہیں — انھوں نے تلوار، ڈاکو کے ہاتھ سے لی ہے

بیان کردنِ رسول علیہ السلام سببِ تفضیل و اختیار کردنِ او آں ہذیلی را بامیری و سرلشکری بر پیرانِ کاردیدہ و کارآزمودہ

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اُس ہذیلی کو امیری اور سرداری کے لئے ماہر اور تجربہ کار بوڑھوں پر فضیلت دینے اور چُن لینے کے سبب کا بیان کرنا

گفت پیغمبر کہ اے ظاہر نگر — تو مبیں او را جوان و بے ہنر
پیغمبر نے فرمایا اے ظاہر بیں! — تو اُس کو جوان اور بے ہنر نہ سمجھ

اے بسا ریشِ سیاہ و مرد پیر — وے بسا ریشِ سفید و دل چو قیر
بہت سے کالی داڑھی والے ہیں اور بوڑھے ہیں — بہت سے سفید داڑھی والے ہیں اور سیاہ دل ہیں

عقلِ او را آزمودم بارہا — کرد پیری آں جوان در کارہا
میں نے بارہا اُس کی عقل آزمائی ہے — کاموں میں اُس جوان نے بوڑھاپن دکھایا ہے

پیر پیرِ عقل باشد اے پسر — نے سفیدی موی اندر ریش و سر
اے بیٹا! بوڑھا عقل کا بوڑھا ہوتا ہے — نہ کہ سر اور داڑھی کے بالوں میں سفیدی

از بلیس او پیر تر خود کے بود — چونکہ عقلش نیست او لاشئ بود
وہ (نوجوان) شیطان سے زیادہ بوڑھا کب ہو سکتا تھا؟ — چونکہ اُس میں عقل نہیں ہے وہ لاشئ ہے

طفل گیرش چوں بود حسبِ کمال — پیر باشد در ہنر آں خوشخصال
اس کو بچہ سمجھ، جب وہ صاحبِ کمال ہو — وہ خوش خصلت ہنر میں بوڑھا ہوگا

ل۱ گر بود۔ جس طرح کے جذبات انسان کے دل میں ہوتے ہیں مستی اُن کو ابھار دیتی ہے۔ بر لبیب۔ شراب کے اثر سے ذہین کی ذہانت بڑھ جاتی ہے اور بے عقل مزید بے عقلی کرنے لگتا ہے۔ استیناس مانوس ہونا۔ بے خود۔ اگر انسان خود غرض نہیں ہے اور اُس میں عالی جذبات ہیں تو وہ جذبات اور اُبھر جاتے ہیں۔ مدام ہمیشہ۔

ل۲ لیک۔ چونکہ حکم اکثریت پر لگتا ہے اور اکثر لوگ اچھے جذبات کے حامل نہیں ہوتے لہٰذا شراب سب ہی کے لئے حرام کر دی گئی۔ تیغ۔ عوام کے لئے شراب کی اجازت ایسی ہوئی جیسا کہ ڈاکوؤں کے ہاتھ میں تلوار دے دینا۔

ل۳ گفت پیغمبر۔ ہذیلی کے سردار بنانے پر جو اعتراض تھا اُس کا جواب دیا۔ اے بسا یعنی بزرگی بہ عقلست نہ بسال۔ قیر۔ ایک کالا مادہ ہے۔ آد بلیس۔ محض عمر کے اعتبار سے اگر عقلمندی کا حکم لگتا تو شیطان سے زیادہ عمر والا کون ہوگا۔ وہ عقلمند کہلاتا۔ طفل۔ بچہ اگر صاحبِ کمال ہے تو وہ عقلمند ہے۔

665

طفلِ گیرش چوں بُوَد عیسیٰ نفَس ‏ ‏ ‏ ‏ پاک باشد از غرور و از ہوس
اسکو بچہ سمجھ جب وہ حضرت عیسیٰؑ والی باتوں والا ہو ‏ ‏ ‏ ‏ تو وہ غرور اور ہوس سے پاک ہوگا

آں سفیدی[1] مُو دلیلِ پختگی ست ‏ ‏ ‏ ‏ پیشِ چشمِ بستہ کش کوتہ تگی ست
بالوں کی سفیدی پختگی کی دلیل ہے ‏ ‏ ‏ ‏ بند آنکھ کے لئے جو کوتاہ رفتار ہے

آں مقلّد چوں نداند جز دلیل ‏ ‏ ‏ ‏ در علامت جوید او دائم سبیل
وہ مقلّد چونکہ دلیل کے علاوہ کچھ نہیں جانتا ‏ ‏ ‏ ‏ تو وہ ہمیشہ علامتوں میں راستہ تلاش کرتا ہے

بہرِ او گفتیم کایں تدبیر را ‏ ‏ ‏ ‏ چونکہ خواہی کرد بگزیں پیر را
اس کے لئے ہم نے کہا ہے کہ اس تدبیر کو ‏ ‏ ‏ ‏ جب تو اختیار کرے، بوڑھے کو منتخب کر

لیک پیرِ عقل نے پیرِ سِن ‏ ‏ ‏ ‏ می نداند ممتحِن از ممتحَن
لیکن عقل کا بوڑھا، نہ کہ عمر کا بوڑھا ‏ ‏ ‏ ‏ جو امتحان دینے والے اور امتحان لینے والے میں امتیاز کرتے

آنکہ[2] او از پردہ تقلید جست ‏ ‏ ‏ ‏ او بنورِ حق ببیند ہر چہ ہست
وہ شخص جو تقلید کے پردے سے نکل گیا ‏ ‏ ‏ ‏ وہ ہر موجود کو اللہ کے نور سے دیکھتا ہے

نورِ پاکش بے دلیل و بے بیاں ‏ ‏ ‏ ‏ پوست بشگافد در آید در میاں
اس کا پاک نور بغیر دلیل اور بغیر بیان کے ‏ ‏ ‏ ‏ کھال پھاڑتا ہے اندر گھس جاتا ہے

پیشِ ظاہر بیں چہ قلب و چہ سَرہ ‏ ‏ ‏ ‏ او چہ داند چیست اندر قوصرہ
ظاہر بیں کے سامنے کیا کھوٹا اور کیا کھرا ‏ ‏ ‏ ‏ وہ کیا جانے ٹوکری میں کیا ہے؟

اے بسا زرِ سیہ کردہ بدود ‏ ‏ ‏ ‏ تا رہد از دستِ ہر دزدِ حسود
بعض اوقات سونا دھوئیں سے سیاہ کیا ہوا ہوتا ہے ‏ ‏ ‏ ‏ تاکہ ہر حاسد چور کے ہاتھ سے محفوظ ہے

اے بسا مسہائے[3] اندودہ بزر ‏ ‏ ‏ ‏ تا فروشد آں بعقلِ مختصر
بہت سے سونے کا ملمع کئے ہوئے تانبے ہیں ‏ ‏ ‏ ‏ تاکہ ان کو کوتاہ عقل کے ہاتھ فروخت کردے

ما کہ باطن بینِ جملہ کشوریم ‏ ‏ ‏ ‏ دل بہ بینیم و بظاہر ننگریم
ہم جو کہ تمام عالم کے باطن کے دیکھنے والے ہیں ‏ ‏ ‏ ‏ ہم دل کو دیکھتے ہیں ظاہر کو نہیں دیکھتے ہیں

قاضیانے کہ بظاہر می تنند ‏ ‏ ‏ ‏ حکم بر اشکالِ ظاہر می کنند
وہ قاضی جو ظاہر پر نظر رکھتے ہیں ‏ ‏ ‏ ‏ وہ ظاہری شکلوں پر حکم لگاتے ہیں

چوں شہادت گفت و ایمانش نبود ‏ ‏ ‏ ‏ حکمِ او مومن کنند ایں قوم زود
جب (کلمۂ) شہادت پڑھ لیا اور اسمیں ایمان نہ تھا ‏ ‏ ‏ ‏ یہ لوگ بہت جلد اس پر مومن (ہونیکا) حکم لگا دیتے ہیں

[1] آں سفیدی۔ بالوں کی سفیدی بھی عقل کی پختگی کی دلیل ہے لیکن یہ ظاہر بیں لوگوں کے لئے ہے۔ آں مقلّد جس کو نور بصیرت حاصل نہیں ہے وہ ہمیشہ دلیل کا طالب ہوتا ہے اور علامتوں کا راستہ تلاش کرتا ہے۔ بہر او مقلد کے لئے یہ حکم ہے کہ وہ کسی بوڑھے سے مشورہ کرے لیک۔ لیکن اس بوڑھے سے عمر کا بوڑھا مراد نہیں ہے بلکہ صاحب بصیرت مراد ہے۔

[2] آنکہ۔ وہ شخص مراد ہے جو تقلید سے نجات پا گیا ہو اللہ کے نور سے چیزوں کو دیکھتا ہو اس کی نگاہ کھال سے گذر کر باطن کو دیکھ لیتی ہے۔ پیش۔ ظاہر بیں، کھوٹے کھرے میں امتیاز نہیں کرسکتا۔ قوصرہ۔ ٹوکری۔ اے بسا۔ بہت سے صحیح سکے کالے کردیئے جاتے ہیں تاکہ چور دست درازی نہ کرے۔

[3] مسہائے اندودہ۔ بہت سے سکے تانبے کے ہوتے ہیں جن پر سونے کی ملمع کاری ہوتی ہے۔ ما کہ۔ حضورؐ نے فرمایا ہم دل کو دیکھتے ہیں ظاہر پر نظر نہیں رکھتے ہیں۔ قاضیانے۔ قاضی ظاہر پر حکم لگاتا ہے جب کوئی شخص اس کے سامنے کلمۂ شہادت پڑھے خواہ اس کے دل میں تصدیق نہ ہو تو وہ اس کو مومن قرار دے گا۔

بس[1] منافق کاندریں ظاہر گریخت ... خونِ صد مومن بہ پنہانی بریخت

بہت سے منافق ہیں جنھوں نے اس ظاہر میں پناہ پکڑ لی ... در پردہ انھوں نے سینکڑوں مسلمانوں کی خونریزی کی

جہد کُن تا پیرِ عقل و دیں شوی ... تا چو عقلِ کُل تو باطن بیں شوی

کوشش کر تاکہ عقل اور دین کا بوڑھا بنے ... تاکہ تو عقلِ کُل کی طرح باطن بیں بن جائے

از عدم چوں عقلِ زیبا رُو گشاد ... خلعتش داد و ہزاراں نام داد

جب حسین عقل، عدم سے رُونما ہوئی ... (قدرت نے) اُس کو خلعت بخشی اور ہزاروں نام دیئے

کمتریں زاں نامہائے خوش نفس ... اینکہ نبود ہیچ اُو محتاجِ کس

اُن بہترین ناموں میں سے کمترین نام ... یہ ہے کہ وہ کسی کی محتاج نہ ہوگی

گر[2] بصورت وانماید عقل رُو ... تیرہ باشد روز پیشِ نورِ اُو

اگر عقل مجسم ہو کر رُونما ہوجائے ... دن اُس کے سامنے کالا پڑ جائے

ور مثالِ احمقی پیدا شود ... ظلمتِ شب پیشِ اُو روشن بود

اگر حماقت کی تصویر پیدا ہوجائے ... رات کی تاریکی اُس کے مقابلہ میں روشن ہوگی

کو ز شب مظلم تر و تاری تر ست ... لیک خفاشِ شقی ظلمت خور ست

کیونکہ وہ رات سے زیادہ تاریک اور کالی ہے ... لیکن بدبخت چمگادڑ تاریکی خور ہے

اندک[3] اندک خوئی کُن با نورِ روز ... ورنہ خفاشے بمانی بے فروز

دن کے نور کی آہستہ آہستہ عادت ڈال ... ورنہ تو نور سے محروم چمگادڑ بنا رہے گا

عاشقِ ہر جا شکال و مشکلے ست ... دشمنِ ہر جا چراغِ مقبلے ست

وہ ہر ایسی جگہ کی عاشق ہے جہاں اشکال و مشکل ہے ... اُس جگہ کی دشمن ہے جہاں کسی بختاور کا چراغ ہے

ظلمتِ اشکال ازاں جُویدِ دلش ... تا کہ افزوں تر نماید حاصلش

اُسکا دل اندھیرے کے اشکال کی جستجو میں اسلئے ہے ... تاکہ اُس کی آمدنی زیادہ رونما ہو

تا ترا مشغولِ آں مشکل کُند ... وز نہادِ زشتِ خود غافل کند

تاکہ تجھے اُس مشکل میں مشغول کردے ... اور اپنی بُری فطرت سے غافل کردے

علامتِ عاقلِ تمام و نیم عاقل و مردِ تمام و نیم مرد و علامتِ شقیِ مغرورِ لاشیٔ

مکمل عاقل اور آدھے عقلمند اور مکمل انسان اور آدھے انسان کی علامت اور بے وجود مغرور بدبخت کی علامت

---

[1] بس منافق۔ بہت سے منافقوں نے اسی طرح اپنا ایمان ظاہر کر کے سازشیں کی ہیں اور مسلمانوں کی خونریزی کی ہے۔ عقلِ کُل۔ عقلِ کامل جبرئیلؑ۔ از عدم۔ جب عقل پیدا ہوئی تو اللہ تعالےٰ نے اُسکی بہت عزت افزائی فرمائی۔ کمترین۔ اُس کو ایک یہ خوبی عنایت کی کہ وہ کسی کی محتاج نہیں ہے۔

[2] گر بصورت۔ اگر عقل مجسم ہو کر دنیا میں رونما ہو تو سورج کی روشنی اُس کے سامنے ماند پڑ جائے۔ ور۔ اگر حماقت مجسم ہو کر رونما ہو تو رات کی تاریکی اُس سے شرما جائے۔ لیک۔ احمق کی مثال تاریکی خور چمگادڑ کی سی ہے لہٰذا اُس کو حماقت ہی پسند آتی ہے۔

[3] اندک۔ انسان کو نورِ ہدایت سے تعلق پیدا کرنا چاہیئے ورنہ بُری حالت میں موت آجائے گی۔ عاشق۔ کور باطن تاریکی کو پسند کرتا ہے، اور ہدایت سے بھاگتا ہے چمگادڑ صفت انسان دنیاوی ظلمت کا طالب ہے اور چراغِ ہدایت سے گریزاں ہے اور دنیاوی ظلمت کا طالب اسلئے ہے کہ دنیا کی دولتیں کمائے۔ تا ترا۔ ایسے دولتمند انسان کو دیکھ کر دوسرے بھی گمراہ ہوتے ہیں۔ علامت۔ اس بیان سے ہو کا یہ مقصد ہے کہ کامل عقلمند وہ ہے جو نورِ باطن حاصل کرے۔ لاشیٔ۔

666

عاقل آں باشد کہ با اُو مشعلے است[۱] — اُو دلیل و پیشوائے قافلہ است
عقلمند وہ ہے جس کے پاس مشعل ہے — وہ قافلہ کا راہنما اور پیشوا ہے

پیروِ نورِ خودست آں پیش رو — تابعِ خویش ست آں بیخویش رو
وہ پیشوا، اپنے نور کا پیرو ہے — وہ بے اختیار چلنے والا اپنے نور کا تابع ہے

مؤمنِ خویش ست و ایماں آورید — ہم بداں نورے کہ جانش زاں چرید
وہ اپنے اوپر ایمان رکھتا ہے اور ایمان لایا ہے — اُس نور پر جس سے اُسکی روح نے غذا حاصل کی ہے

دیگرے[۲] کہ نیم عاقل آمد اُو — عاقلے را دیدہ خود داند اُو
دوسرا وہ جو آدھا عقلمند ہے — (اور) کسی عقلمند کو اپنی آنکھ سمجھتا ہے

دست در وے زد چو کور اندر دلیل — تا بدو بینا شُد و چُست و جلیل
اُسنے اُسپر اِس طرح ہاتھ رکھدیا ہے جیسا کہ اندھا راہبر پر — حتی کہ وہ اُس کے ذریعہ بینا اور چست اور بڑا بنگیا ہے

واں خرے کز عقل جو سنگے نداشت — خود نبودش عقل و عاقل را گذاشت
وہ گدھا جو ایک جَو برابر عقل نہیں رکھتا — اُسے خود عقل نہ تھی اور عقلمند کو بھی چھوڑ دیا

رہ نداند نے قلیل و نے کثیر — می نجوید ہم نذیر و ہم بشیر
وہ راستہ نہیں جانتا ہے نہ تھوڑا نہ بہت — نذیر اور بشیر کو بھی نہیں تلاش کرتا ہے

غرقہ اندر غفلت و در قال و قیل — ننگش آید آمدن خلفِ دلیل
غفلت اور بحث و مباحثہ میں غرق ہے — اُس کو راہنما کے پیچھے چلنے میں شرم آتی ہے

می رود[۳] اندر بیابانِ دراز — گاہ لنگاں آیس و گاہے بتاز
وہ لمبے جنگل میں چلا جا رہا ہے — کبھی مایوس لنگڑاتا ہوا اور کبھی دوڑتا ہوا

شمع نے تا پیشوائے خود کند — نیم شمعے نے کہ نورے گد کند
شمع نہیں ہے کہ اُس کو اپنا پیشوا بنالے — آدھی شمع (بھی) نہیں ہے کہ نور مانگ لے

نیست عقلش تا دمِ زندہ زند — نیم عقلے نے کہ خود مُردہ کند
اُس میں عقل نہیں ہے کہ زندہ ہونیکا دم بھرے — آدھی عقل (بھی) نہیں ہو کہ اپنے آپکو مُردہ بنالے

مُردہ آں عاقل آید اُو تمام — تا بر آید از نشیب خود بام
وہ بالکلیہ اُس عقلمند کا مُردہ بن جائے — تا کہ اپنی پستی سے بالاخانہ پر پہنچ جائے

عقلِ کامل نیست خود را مُردہ کن — در پناہِ عاقلِ زندہ سخن
پوری عقل نہیں ہے (تو) اپنے آپکو مُردہ بنا — زندہ دم عقلمند کی پناہ میں

[۱] مشعلہ یعنی نور کی مشعل۔ اُو۔ وہ دوسروں کا بھی رہنما ہے۔ پیرو۔ وہ خود اپنے نور کا تابع اور پیرو ہوتا ہے۔ مؤمنِ خویش۔ یہ مرتبہ انبیاء کا ہے انبیاء کا فرض ہوتا ہے کہ وہ اپنے اوپر ایمان لائیں اور اپنی نبوت کی تصدیق کریں۔

[۲] دیگرے۔ نیم عقل وہ ہے جو کسی صاحب نور کو اپنی آنکھ بنالے اور ہر چیز کو اُس کی آنکھ سے دیکھے۔ دست۔ ہر معاملہ میں اُسپر ایسا اعتماد کرے جس طرح اندھا اپنے رہنما پر کرتا ہے۔ واں خرے۔ تیسرا جو نرا گدھا ہے وہ ہے جس کو نہ خود نور حاصل ہو نہ کسی کو رہنما بنائے۔ نذیر و بشیر یعنی رہنما۔ غرقہ۔ خود غفلت میں غرق ہے اور دوسرے کو رہنما بنانے سے ذلت محسوس کرتا ہے۔

[۳] می رود۔ یہ تیسرا شخص اوہام اور خیالات کی وادیوں میں سرگرداں رہتا ہے۔ شمع۔ اُس کو خود تو نور باطن حاصل نہیں ہے اور اتنی عقل بھی نہیں ہے کہ کسی دوسرے سے نور حاصل کرلے۔ نیست عقلش۔ اُسکو خود نور حاصل نہیں ہے اور اتنی بھی عقل نہیں ہے کہ اپنے آپکو کالمیتِ فی یدِ الغسّال کرے۔ مُردہ۔ اگر مُردہ بنکر اپنے آپکو کسی عقلمند کے سپرد کردوگے تو بام عروج پر پہنچ جاؤ گے۔ عقل کامل۔ اگر تجھے مکمل عقل نہیں ہو تو اپنے آپکو

زندہ[1] نے تا ہمدم عیسیٰ بود — مردہ نے تا دمگہ عیسیٰ شود

نہ وہ زندہ ہے کہ حضرت عیسیٰ کا ہم مشرب ہو — مردہ بھی نہیں ہو کہ حضرت عیسیٰ کی پھونک کا اہل ہو

زندہ نے و مردہ نے لاشی بود — غورہ باشد نے عنب نے مے بود

نہ زندہ ہے نہ مردہ، وہ کچھ نہیں ہے — کچا انگور ہے، نہ انگور ہے نہ شراب

غورہ کز غورگی در نگذرد — سنگ بست و خام و ترش و رد بود

کچا انگور جو کچے پن سے آگے نہ بڑھے — وہ پتھرا گیا ہے اور کچا اور کھٹا اور مردود ہوتا ہے

جان[2] کورش گام ہر سو می نہد — عاقبت نجہد ولے بر می جہد

اس کی اندھی روح ہر جانب قدم بڑھاتی ہے — عاقبت کی کوشش نہیں کرتی ہے لیکن تڑپتی رہتی ہو

سود ندہد بر جہیدن آں زماں — زانکہ نازل شد بلا از آسماں

اس وقت اچھلنا کودنا فائدہ نہیں دیتا ہے — کیونکہ آسمان سے بلا اتر چکی ہے

قصہ آبگیر و صیادان و آں ماہی یکے عاقل و یکے نیم عاقل و آں دیگر مغرور ابلہ، مغفل، لاشئ و عاقبت ایشان

تالاب اور شکاریوں کی اور تین مچھلیوں کا قصہ جو ایک عقلمند اور ایک ناقص العقل اور ایک دوسری مغرور، بے وقوف غافل لاشئ تھی اور اُن کا انجام

قصہ[3] آں آبگیر ست اے عنود — کہ درو سہ ماہی اشگرف بود

اے سرکش! اس تالاب کا قصہ ہے — جس میں تین بڑی مچھلیاں تھیں

در کلیلہ خواندہ باشی لیک آں — قشر افسانہ بود ویں مغز جاں

تو نے کلیلہ میں پڑھا ہوگا لیکن وہ — قصہ کا چھلکا تھا اور یہ روح کا مغز ہے

چند صیادے سوی آں آبگیر — برگذشتند و بدیدند آں ضمیر

اس تالاب کی جانب چند شکاری — گذرے اور اس راز کو سمجھ گئے

پس شتابیدند تا دام آورند — ماہیان واقف شدند و ہوشمند

وہ دوڑے تاکہ جال لائیں — مچھلیاں باخبر اور آگاہ ہو گئیں

آنکہ عاقل بود عزم راہ کرد — عزم راہ مشکل ناخواہ کرد

جو سمجھدار تھی اس نے سفر کی ٹھانی — ناپسند مشکل راستہ کا ارادہ کر لیا

گفت با اینہا ندارم مشورت — کہ یقیں سستم کنند از مقدرت

کہنے لگی میں ان سے مشورہ نہ کروں گی — کیونکہ وہ یقیناً طاقت میں مجھے سست کر دیں گی

[1] زندہ۔ احمق انسان زندہ ہے کہ حضرت عیسیٰ کی طرح اس کے دم میں اثر ہو اور نہ مردہ ہے کہ کسی عیسیٰ نفس کے دم کر زندہ ہو جائے۔ غورہ۔ کچا انگور نہ کھانے کے قابل ہے نہ اس سے شراب بنتی ہے۔ کز غورگی۔ جو انگور پک نہ پائے ٹھٹھر کر کھٹا رہ جاتا ہے اور ناقابلِ قبول ہوتا ہے۔

[2] جان۔ احمق انسان اوہام میں پھنسا رہتا ہے۔ عاقبت کی فکر نہیں کرتا ہے پھر ایسے وقت فکر کرتا ہے جبکہ کوئی فائدہ مرتب نہیں ہوتا۔ سود۔ بے وقت ندامت مفید نہیں ہے۔ آبگیر۔ تالاب جھیل۔ قصہ۔ اس قصہ سے انہی تین قسم کے آدمیوں کے انجام کو سمجھانا مقصود ہے۔

[3] قصہ۔ ایک جھیل میں تین نادر اور موٹی مچھلیاں رہتی تھیں۔ کلیلہ۔ اور دمنہ مشہور کتاب ہے۔ ضمیر۔ پوشیدہ چیز یعنی مچھلیوں کی اس تالاب میں سکونت۔ آنکہ۔ ان تینوں مچھلیوں میں سے جو عقلمند تھی اس نے شکاریوں کے ارادے کو بھانپ کر سفر کر جانے کا ارادہ کر لیا اور وہاں سے چل دی۔

مہرزاد و بود شاں بر جاں زند | کاہلی و جہلِ شاں بر من تند
پیدائش اور قیام کی محبت اُن کی جان پر اثر کرے گی | اُن کی سستی اور نادانی مجھ پر اثر کرے گی

مشورت با زندہ باید نکو | کہ ترا زندہ کند آں زندہ کو
مشورے کے لئے نیک اور زندہ (دل) چاہیئے | کہ تجھے زندہ کر دے، وہ زندہ کہاں ہے؟

اے مسافر با مسافر رائے زن | زانکہ پایت لنگ دارد رائے زن
اے مسافر! مسافر سے مشورہ کر | عورت کی رائے تیرا پاؤں لنگڑا کر دے گی

از دمِ حبُّ الوطن بگذر مایست | کہ وطن آں سوست جاں ایں سوی نیست
وطن کی محبت کے دھوکے سے نکل جا، نہ ٹھہر | اے جان! وطن اُدھر ہے، ادھر نہیں ہے

گر وطن خواہی گذر آں سوی شط | ایں حدیث است را کم خواں غلط
اگر تو وطن چاہتا ہے دنہر کے، اُس کنارے پر چلا جا | اس صحیح حدیث کو غلط نہ پڑھ

سرِ حدیث حبُّ الوطن من الایمان و کژ خواندن شخصے
اِس حدیث کا راز کہ وطن کی محبت ایمان سے ہے اور ایک شخص کا ناک میں

دعای استنشاق را کہ اللّٰھم ارحنی رائحۃ الجنۃ بجای
پانی لینے کے وقت کی دعا کو بے موقع پڑھنا جو کہ اے اللہ مجھے جنت کی خوشبو سونگھائے

وردِ استنجا کہ اللّٰھم اجعلنی من التوابین واجعلنی
استنجے کی دعا کی جگہ جو کہ "اے اللہ مجھے توبہ کرنے والوں میں سے کر دے اور مجھے پاکی حاصل کرنے

من المتطھرین و شنیدنِ عزیزے و طاقت نیاورن و باز نمودن
والوں میں سے کر دے" ہے۔ اور ایک دوست کا سننا اور صبر نہ کر سکنا اور بتانا

در وضو ہر عضو را وردے جدا | آمدہ است اندر خبر بہرِ دعا
وضو کرنے میں ہر عضو کا جدا وظیفہ | حدیث میں دعا کے لئے آیا ہے

چونکہ استنشاق بینی می کنی | بوی جنت خواہ از ربِ غنی
جب تو ناک میں پانی دے | بے نیاز رب سے، جنت کی خوشبو چاہ

تا ترا آں بو کشد سوی جناں | بوی گل باشد دلیلِ گلستاں
تاکہ وہ خوشبو تجھے جنتوں کی طرف کھینچے | پھول کی خوشبو، چمن کی رہنما ہوتی ہے

چونکہ استنجا کنی وِرد و سخن | ایں بود یارب تو زینم پاک کن
جب تو استنجا کرے، وظیفہ اور کلام | یہ ہوگا کہ اے خدا تو مجھے اس سے پاک کر

۱؎ مہر۔ اِن دونوں پہیلیوں پر وطن کی محبت غالب آجائے گی۔ اور وہ میرے ارادے میں مجھے سُست کر دیں گی۔ اے مسافر مسافر کو مسافر سے مشورہ کرنا چاہیئے خانہ نشین عورت سفر سے روک دے گی۔

۲؎ از دم۔ اِس حدیث میں وطن سے آخرت مُراد ہے دنیا کا وطن مراد نہیں ہے، اِس حدیث کا غلط مطلب سمجھ کر دھوکا نہ کھانا، تیز مولانا کا مطلب یہ ہے کہ ہر دعا کا ایک محل ہے اُس کو غلط مقام پر استعمال نہ کرنا چاہیئے اسی طرح حبُّ الوطن کو غلط مقام پر استعمال کرنا غلطی ہے۔

۳؎ در وضو۔ بزرگانِ دین وضو میں ہر عضو کو دھوتے وقت ایک خاص دُعا پڑھتے ہیں، چونکہ جب ناک میں پانی ڈالتے ہیں تو دعا کرتے ہیں۔ خدا مجھے جنت کی خوشبو سونگھادے۔ یہ تا ترا۔ پھول کی خوشبو چمن کے لئے رہنما ہے اسی طرح سے جنت کی خوشبو جنت کی رہنما ہے چونکہ استنجا۔ یہ دُعا استنجے کے بعد پاخانہ سے نکل کر پڑھنی چاہیئے۔

دستِ من اینجا رسید ایں را بشست[1]
میرا ہاتھ یہاں پہنچا، اِس کو دھو دیا

دستم اندر شُستنِ جاں سُست است
روح کے دھونے میں میرا ہاتھ کوتاہ ہے

اے ز تو کس گشتہ جانِ ناکساں
اے (خدا) تجھ سے نالائقوں کی جان لائق بن گئی ہے

دستِ فضلِ تُست در جانہا رساں
تیرے کرم کا ہاتھ روحوں تک پہنچنے والا ہے

حدِّ من ایں بُود کردم من لئیم
مجھ کمینے کی یہی حد تھی جو کرلی

زاں سُوئے حد را نقی کن اے کریم
حد کی اُس جانب کو اے کریم تو پاک کر دے

از حدث شُستم خدایا پوست را
اے خدا! میں نے ناپاکی سے کھال کو دھو لیا

از حوادث تو بشو ایں دوست را
تو اِس دوست کو حوادث (زمانہ) سے دھو دے

آں یکے در وقتِ استنجا بگفت[2]
ایک شخص نے استنجے کے وقت کہا

کہ مرا با بُوئے جنّت دار جُفت
مجھے جنّت کی خوشبو کا جوڑی دار بنا دے

گفت شخصے خوب وِرد آوردہٗ
ایک شخص نے کہا تو نے بہت اچھا وظیفہ پڑھا

لیک سوراخِ دُعا گم کردہٗ
لیکن تو نے دعا کے سوراخ کو گم کر دیا ہے

ایں دُعا چوں وِردِ بینی بُود چوں
یہ دعا جبکہ ناک کا وظیفہ تھا، کیوں

وِردِ بینی را تو آوردی بکوں
تو ناک کے وظیفہ کو مقعد میں لے آیا؟

رائحہ جنّت ز بینی یافت حُر
آزاد آدمی جنّت کی خوشبو ناک کے ذریعہ پاتا ہے

رائحہ جنّت کے آید از دُبُر
مقعد سے جنّت کی خوشبو کب آتی ہے؟

اے تواضع بُردہ پیشِ ابلہاں[3]
اے بے وقوفوں کے سامنے تواضع کرنے والے!

وے تکبّر کردہ تو پیشِ شہاں
اے شاہوں کے سامنے تکبّر کرنے والے!

آں تکبّر بر خساں خوب ست و چست
تکبّر کمینوں کے ساتھ اچھا اور بھلا ہے

ہیں مرو معکوس عکسش بندِ تست
خبردار! اُلٹا نہ چل، اُس کا اُلٹا تیری بیڑی ہو

از پئے سوراخِ بینی رست گل
پھول، ناک کے سوراخ کے لئے اُگا ہے

بُو وظیفہ بینی آمد اے عُتُل
اے بدخو! سونگھنا ناک کا کام ہے

بُوئے گل بہرِ مشام ست اے دلیر
اے دلیر! پھول کی خوشبو دماغ کے لئے ہے

جائے آں بُو نیست ایں سوراخِ زیر
یہ نچلا سوراخ اُس خوشبو کی جگہ نہیں ہے

کے ازینجا بوئے خلد آید ترا
تجھے جنّت کی خوشبو اِس جگہ سے کب آئے گی؟

بُو ز موضع جو اگر باید ترا
اگر تجھے (خوشبو) چاہیئے تو اُس کو جگہ سے تلاش کر

---

[1] دستِ من۔ اِس دعا کا مطلب یہ ہے کہ دعا کرنے والا کہتا ہے کہ نجاستِ ظاہری کا ازالہ تو مجھ سے ممکن تھا وہ میں نے کر لیا باطنی نجاست سے خدا ہی پاک کر سکتا ہے۔ اے ز تو۔ یہ خدا کی قدرت ہی کر سکتی ہے کہ وہ روح کو پاک کر دے۔ حدِّ من۔ انسان کا مقدور یہی ہے کہ وہ نجاستِ ظاہری سے پاکی حاصل کرلے، نجاستِ ظاہری کی حد سے آگے کی پاکی خدا کے ہاتھ میں ہے۔ حدث۔ وہ چیزیں جن سے وضو یا غسل ٹوٹ جاتا ہے۔ حوادث یعنی دنیوی معاملات۔

[2] آں یکے۔ ایک آدمی نے استنجے کے وقت وہ دُعا پڑھی جو ناک میں پانی دینے کے وقت کی ہے۔ سوراخ یعنی ناک کا سوراخ اور پاخانہ کے مقام کا سوراخ۔ کون۔ پاخانہ کا سوراخ۔ دبر۔ پاخانہ کا سوراخ۔

[3] اے تواضع۔ جس طرح یہ بے محل دعا ہے اسی طرح یہ بھی بے محل بات ہے کہ انسان احمقوں کے سامنے تواضع برتے اور شاہوں سے اکڑے۔ ابلہاں۔ دنیادار۔ شہاں۔ یعنی بزرگانِ دین۔ چند۔ انسان کی اُلٹی چالیں اُس کی رفعت اور بلندی کیلئے مانع ہیں۔ رست گل۔ پھول سونگھنے کیلئے ہے اور سونگھنا ناک کا کام ہے۔ عُتُل۔ بدمزاج۔ مشام۔ دماغ۔ سوراخِ زیر۔ پاخانہ کا سوراخ۔ کے ازینجا۔

ہمچنیں حُبُّ الوطن باشد درست[1] — تو وطن بشناس اے خواجہ نخست

اسی طرح سے وطن کی محبت درست ہے — اے خواجہ! تو پہلے وطن کو پہچان

واقف شدنِ آں ماہیِ عاقل و سفر پیش گرفتن بے مشورت با دیگراں از حکمت

عقلمند مچھلی کا واقف ہو جانا اور دانائی سے دوسروں کے مشورے بغیر روانہ ہو جانا

گفت آں ماہیِ زیرک رہ کنم — دل ز رای و مشورت شاں بر کنم

اس عقلمند مچھلی نے کہا میں سفر کر جاؤں — اُن کے مشورے اور رائے پر دل نہ جماؤں

نیست وقتِ مشورت ہیں راہ کُن — چوں علیؓ تو آہ اندر چاہ کُن

خبردار! مشورے کا وقت نہیں ہے سفر کر جا — (حضرت) علیؓ کی طرح تو کنویں میں آہ کر

محرمِ[2] آں راہ کمیاب ست و بس — شب روی و پنہاں روی کُن چوں عسس

اس راستہ کا محرم بالکل نایاب ہے — رات کو چلنا اور پوشیدہ چلنا کوتوال کی طرح اختیار کر

سوئے دریا عزم کُن زیں آبگیر — بحر جو و ترکِ ایں گرداب گیر

اس تالاب سے دریا کی جانب ارادہ کر — سمندر کی تلاش کر اور اس بھنور کو چھوڑ دے

سینہ را پا ساخت می رفت آں حذور — از مقامِ باخطر تا بحرِ نور

وہ محتاط سینہ کو پاؤں بنا کر جا رہی تھی — پُرخطر مقام سے، نور کے سمندر کی جانب

ہمچو آہو کز پئے اُو سگ بود — می دود تا در تنش یک رگ بود

اس ہرن کی طرح کتا جس کے درپے ہو — وہ دوڑتا ہے جب تک اسکے بدن میں ایک رگ ہو

خوابِ خرگوش و سگ اندر پے خطاست — خواب خود در چشمِ ترسندہ کجاست

خرگوش کی نیند اور کتا درپے، غلط ہے — ڈرنیوالے کی آنکھ میں نیند کہاں ہوتی ہے؟

رفت[3] آں ماہی رہِ دریا گرفت — راہِ دور و پہنۂ پہنا گرفت

وہ مچھلی چل گئی، دریا کی راہ لی — دراز اور چوڑے سے چوڑا راستہ اختیار کیا

رنجہا بسیار دید و عاقبت — رفت آخر سوئے امن و عافیت

وہ بہت سی تکلیفوں سے دوچار ہوئی انجام کار — امن اور عافیت کی جانب چل گئی

خویشتن افگند در دریای ژرف — کہ نیابد حدِ آں را ہیچ طرف

اس نے اپنے آپ کو گہرے دریا میں ڈال دیا — جس کے کنارے کو کوئی آنکھ نہیں پاتی ہے

[1] درست: یعنی وطن کی محبت کا جزوِ ایمان ہونا تو درست ہے لیکن اسکو سمجھ لے وہ کونسا وطن ہے، ظاہر ہے مومن کا اصلی وطن عقبیٰ ہے۔ دل: یعنی میں دوسری مچھلیوں سے مشورہ نہ کروں گی۔ چوں علیؓ: ایک غلط روایت مشہور ہے کہ حضرت علیؓ نے جذبات سے مجبور ہو کر آہ کرنا چاہی تو کوئی اس آہ کا محرم نہ پایا اور کنویں میں منہ ڈال کر آہ کی تھی۔

[2] محرم: مچھلی نے یہ بھی کہا اس راستہ کے محرم نایاب ہیں لہٰذا خاموشی سے رات کو نکل جانا چاہئے سالک کو بھی یہی سوچنا پڑتا ہے اور سلوک کی مشکلات کو خود ہی برداشت کرنا پڑتا ہے۔ سوئے دریا: تالاب کو چھوڑ کر دریا کا رُخ کرنا چاہئے یعنی محدود دنیا کو چھوڑ کر لامحدود عقبیٰ اختیار کرنی چاہئے۔ سینہ: سینہ کے بل وہ محفوظ مقام پر پہنچ گئی۔ ہمچو: وہ اِس طرح دوڑ کر پُرخطر مقام سے بھاگی جس طرح وہ ہرن بھاگتا ہے جس کا پیچھا شکاری کتا کر رہا ہو۔ خواب: کتا درپے ہو اور پھر غفلت کی نیند سونا بڑی غلطی ہے۔

[3] رفت: وہ عقلمند مچھلی روانہ ہو گئی اور اس نے لمبا چوڑا راستہ اختیار کر لیا۔ رنجہا: راستہ کی تکالیف برداشت کیں اور امن کی جگہ پہنچ گئی۔ خویشتن: اُسنے اپنے آپکو دریائے ناپید!

پس[1] چو صیاداں بیاوردند دام
پھر جب شکاری جال لے آئے

نیم عاقل را ازاں شد تلخ کام
اُس سے نیم عاقل کو ناگواری ہوئی

گفت آہ من فوت کردم وقت را
بولی، ہائے میں نے وقت گنوا دیا

چوں نگشتم ہمرہِ آں رہنما
میں اُس رہنما کی ساتھی کیوں نہ بنی؟

ناگہاں رفت اُو ولیکن چوں برفت
وہ اچانک چلی گئی، لیکن چونکہ وہ چلی گئی ہو

می ببایستم شدن درپے بہ تفت
مجھے (بھی)، جلد اُس کے پیچھے جانا چاہیئے تھا

ایں زماں سودے ندارد حسرتم
اب میری حسرت مفید نہیں ہے

چوں کنم چوں فوت شد آں فرصتم
کیا کروں، جب کہ وہ موقع جاتا رہا!

بر گذشتہ حسرت آوردن خطاست
گذشتہ پر حسرت کرنا غلطی ہے

باز ناید رفتہ یادِ آں ہباست
گیا وقت، نہیں لوٹتا ہے اُس کی یاد بیکار ہے

قصۂ[2] آں مرغ گرفتہ کہ وصیت کرد کہ بر گذشتہ پشیمانی مخور

اُس پھنسے ہوئے پرند کا قصہ جس نے وصیت کی کہ گذشتہ پر پشیمان نہ ہو

و سخن محال باور مکن و در تدارکِ وقت اندیش و

اور ناممکن بات کا یقین (نہ کر) اور موجود وقت کی اصلاح کر اور پشیمانی میں

روزگار مبر در پشیمانی

وقت ضائع (نہ) کر

آں یکے مرغے گرفت از مکر و دام
ایک شخص نے ایک پرند مکر اور جال سے پکڑ لیا

مرغ اُو را گفت کاے خواجہ ہمام
اُس سے پرند نے کہا کہ اے خواجۂ بزرگ!

تو یکے مرغِ ضعیفے ہمچو من
تو نے مجھ جیسے ایک کمزور پرند کو

صید کردہ خوردہ گیر اے نیک ظن
شکار کر لیا، فرض کر کھا لیا اے نیک گمان!

تو[3] بسے گاواں و میشاں خوردۂ
تو نے بہت سی گائیں اور بھیڑیں کھائی ہیں

تو بسے اُشتر بقرباں کردۂ
تو نے بہت سے اونٹ قربان کئے ہیں

تو نگشتی سیر زانہا در زمن
تو زمانہ میں اُن سے پیٹ بھرا نہ بنا

ہم نگردی سیر از اجزای من
میرے اجزاء سے بھی تیرا پیٹ نہ بھریگا

مرمرا آزاد گرداں از کرم
کرم کر کے مجھے آزاد کر دے

اے جواں مردِ کریم محتشم
اے شریف! معزز جوان شخص!

---

[1] پس۔ شکاری جب جال لے آئے تو نیم عاقل مچھلی کو فکر ہوئی۔ گفت۔ اُس نیم عاقل مچھلی نے کہا افسوس میں نے وقت ضائع کیا میں اُس عقلمند مچھلی کے پیچھے پیچھے کیوں نہ چلدی۔ ناگہاں۔ وہ اچانک چلدی تھی لیکن اب بھی مجھے جلد اُس کے پیچھے چل دینا چاہیئے۔ ایں زماں۔ گذشتہ بات پر افسوس کرنے سے کوئی فائدہ نہیں گذرا وقت دوبارہ واپس نہیں آسکتا اُس پر افسوس کرنیکی بجائے فوراً کام شروع کر دینا چاہیئے تاکہ پہلی غلطی کی تلافی ہو سکے۔

[2] قصہ۔ اس قصہ سے یہ بتانا مقصود ہے کہ گذشتہ بات پر افسوس میں وقت ضائع کرنا لغو بات ہے۔ آں یکے۔ ایک شکاری نے ایک پرند پھانس لیا تو اُس پرند نے کہا کہ اگر تو مجھے ذبح کر کے کھا بھی لے گا تو کیا فائدہ ہوگا۔

[3] تو بسے۔ پرند نے شکاری سے کہا کہ تو بہت سے بڑے بڑے جانور کھا چکا ہے اور اُن سے تیرا پیٹ نہ بھرا تو مجھے کھا کر تیرا کیا بھلا ہوگا۔ مرمرا۔ مجھے مہربانی کر کے آزاد کر دے تو میں تجھے تین نصیحتیں کروں۔

663

ہِل مرا تا کہ سہ پندت بر دہم
مجھے چھوڑ دے تاکہ تجھے تین نصیحتیں کر دوں

تا بدانی زیرکم یا ابلہم
حتیٰ کہ تجھے معلوم ہو جائے کہ میں عقلمند ہوں یا بیوقوف ہوں

اوّل آں پندے دہم بر دستِ تو
اُن میں کی پہلی نصیحت میں تیرے ہاتھ پر (بیٹھے ہوئے)

بدہمت اے جانِ دل سرمستِ تو
تجھے کر دونگا، اے وہ کہ دل و جان تیرے شیدائی ہیں

بر سرِ دیوار بدہم ثانیش
اُن میں سے دوسری دیوار پر (بیٹھ کر) کروں گا

تا شوی زاں پند شاد و خوب و کش
تاکہ تو اُس نصیحت سے خوش اور بھلا اور نازاں ہو

واں سوم پندت دہم من بر درخت
میں تیسری نصیحت تجھے درخت پر (بیٹھ کر) کرونگا

کز ازیں سہ پند گردی نیک بخت
تاکہ تو اُن تینوں نصیحتوں سے نیک بخت بنجائے

انچہ بر دست ایست آں سخن
جو ہاتھ پر (بیٹھے ہوئے کرنی ہے) وہ یہ بات ہے

کہ محالے را زکس باور مکن
کہ ناممکن (بات) پر کسی کا یقین نہ کر

بر کفش چوں گفت اوّل بند رفت
اسکے ہاتھ پر (بیٹھے ہوئے) جب پہلی (نصیحت) کہدی اُڑ گیا

گشت آزاد و بر آں دیوار رفت
آزاد ہو گیا اور دیوار پر جا بیٹھا

گفت دیگر بر گذشتہ غم مخور
دوسری نصیحت کی گذری ہوئی (بات) پر غم نہ کر

چوں ز تو بگذشت زاں حسرت مبر
جب تجھ سے گذر گئی تو اُس پر حسرت نہ کر

بعد ازاں گفتش کہ در جسمم کتیم
اسکے بعد اُس نے اُس سے کہا کہ میرے جسم میں چھپا ہوا

دہ درم سنگ ست یک دُرِّ یتیم
دس درہم کے وزن کا ایک نادر موتی ہے

دولتِ تو بختِ فرزندانِ تو
تیری دولت تیری اولاد کا نصیب

بود آں گوہر بحقِّ جانِ تو
تھا وہ موتی تیری جان کی قسم!

فوت کردی دُر کہ روزیت نبود
تو نے وہ موتی کھو دیا چونکہ تیرے مقدر میں نہ تھا

کہ نباشد مثلِ آں دُر در وجود
کہ جس موتی کی مثال وجود میں نہ ہوگی

آنچناں کہ وقتِ زادن حاملہ
جس طرح حاملہ (عورت) جننے کے وقت

نالہ دارد خواجہ شد در غلغلہ
فریاد کرتی ہے، (وہ شکاری) خواجہ شور کرنے لگا

گشت غمناک و ہمیگفت آہ آہ
غمگین ہو گیا اور کہتا تھا، ہائے ہائے

ایں چرا کردم کہ شد کارم تباہ
یہ میں نے کیوں کیا؟ کہ میرا کام برباد ہو گیا

مَن چرا آزاد کردم مر ترا
میں نے تجھے کیوں آزاد کیا؟

زیں حیل از راہ بُردی مر مرا
تو نے اِن حیلوں سے مجھے گمراہ کر دیا

لہ اوّل۔ میں پہلی نصیحت تو اُس وقت کروں گا جب تو مجھے ہاتھ میں پکڑے ہوئے ہو گا دوسری جب کرونگا کہ تو مجھے چھوڑ دیگا اور میں دیوار پر جا بیٹھوں گا اور تیسری جب کرونگا کہ میں درخت پر جا بیٹھوں گا۔ آنچہ بر دست۔ تیرے ہاتھ میں رہتے ہوئے جو نصیحت کرنی ہے وہ یہ ہے کہ اگر کوئی تجھ سے ناممکن اور محال بات کہے اُس پر یقین نہ کرنا۔ بر کفش۔ جب پرند نے یہ نصیحت کردی تو شکاری نے اُس کو چھوڑ دیا اور پرند دیوار پر جا بیٹھا۔

ٹہ گفت۔ دیوار پر بیٹھ کر پرند نے دوسری نصیحت یہ کی کہ گذشتہ واقعہ پر کبھی حسرت اور افسوس نہ کرنا اور اُس کے بعد پرند نے کہا کہ میرے پوٹے میں ایک نادر موتی ہے جس کا وزن دس درہم بھر یعنی تین تولے ہے۔ کتیم۔ چھپا ہوا۔ دُرِّ یتیم۔ دُرِّ یکتا۔ دولت۔ اگر تو مجھے ذبح کرتا تو وہ موتی تیری دولت ہوتا۔ بحق۔ یعنی تیری جان کی قسم۔ فوت کردی۔ چونکہ تیرا مقدر نہ تھا اسی لئے وہ موتی تیرے ہاتھ نہ آیا۔

سہ آنچناں۔ پرند کی اس بات کو سُن کر وہ شکاری اِس طرح نالہ و فریاد کرنے لگا جس طرح حاملہ عورت بچہ جنتے وقت کرتی ہے۔ گشت۔ وہ شکاری پرند کی اس گفتگو پر غمگین ہو کر آہ آہ کرنے لگا اور اُس سے بولا کہ تو نے حیلہ بازی کر کے مجھے

٦٦٦

مرغ[1] گفتش نے نصیحت کردمت — کہ مبادا بر گذشتہ دی غمت

پرندے نے اُس سے کہا کہ میں نے تجھے نصیحت نہیں کی تھی؟ — کہ گُل کی گذشتہ (بات) پر تو غمگین نہ ہو

چوں گذشت و رفت غم چوں میخوری — یا نکردی فہم پندم یا کری

جبکہ رفت و گذشت ہو گئی تو کیوں غم کرتا ہے؟ — یا تو میری نصیحت نہیں سمجھا ہے، یا تو بہرا ہے

واں دوم پندت بگفتم کز ضلال — ہیچ تو باور مکن قولِ محال

میں نے دوسری نصیحت تجھے کی کہ گمراہی سے — تو کبھی ناممکن (بات) کا یقین نہ کرنا

من نیم خود سہ درم سنگ اے اسد — دہ درم سنگ اندرونم چوں بود

میں خود تین درہم بھر نہیں ہوں، اے شیر! — دس درہم کا وزن میرے اندر کیسے ہوگا؟

خواجہ[2] باز آمد بخود گفت کہ ہیں — باز گو پندِ سوم اے نازنیں

خواجہ ہوش میں آیا، بولا کہ ہاں — اے نازنین! تیسری نصیحت کر

گفت آرے خوش عمل کردی بداں — تا بگویم پندِ ثالث رائگاں

اُس نے کہا ہاں تو نے اِن (دو) پر اچھا عمل کیا — تاکہ میں فضول تیسری نصیحت کروں

ایں بگفت و بر پرید و شاد رفت — سوی صحرا سر خوش و آزاد رفت

اُس نے یہ کہا اور اُڑ گیا اور خوش (ہو کر) چل دیا — مست اور آزاد جنگل کی جانب چلا گیا

پند[3] گفتن با جہولِ خوابناک — تخم افگندن بود در شورہ خاک

نادان، جاہل کو نصیحت کرنا — شور والی زمین میں بیج بونا ہوتا ہے

چاکِ حمق و جہل نہ پذیرد رفو — تخمِ حکمت کم دہش اے پندگو

حماقت اور نادانی کا چاک رفو کے قابل نہیں ہے — اے نصیحت کرنے والے! اُس میں دانائی کا بیج نہ بو

زانکہ جاہل جہل را بندہ بود — چونکہ تو پندش دہی او نشنود

کیونکہ جاہل، جہل کا غلام ہوتا ہے — جب تو اُسے نصیحت کریگا وہ نہ سُنے گا

چارہ اندیشیدن آں ماہی نیم عاقل و خود را مُردہ کردن

اُس ناقص عقل والی مچھلی کا تدبیر سوچنا اور خود کو مُردہ بنا لینا

نیم عاقل گفت در وقتِ بلا — چونکہ ماند از سایۂ عاقل جدا

مصیبت کے وقت نیم عاقل نے کہا — چونکہ وہ عقلمند کے سایہ سے جُدا ہو گئی تھی

کو سوی دریا شد و از غم عتیق — فوت شد از من چناں نیکو رفیق

کہ وہ دریا کی جانب چلی گئی اور غم سے آزاد ہو گئی — مجھ سے ایک اچھا ساتھی چھوٹ گیا

---

[1] مرغ گفتش۔ پرندے نے کہا کہ میں نے تجھے نصیحت کی تھی کہ گذری ہوئی بات پر افسوس نہ کرنا۔ اب تو اُس گذری ہوئی بات پر کیوں افسوس کر رہا ہے! یا تو تو میری نصیحت نہ سمجھا تھا یا بہرا ہے۔ واں دوم میں نے تجھے دوسری نصیحت یہ کی تھی کہ کسی کی ناممکن بات پر یقین نہ کرنا اور تو نے میری ناممکن بات پر یقین کر لیا اور یہ نہ سوچا کہ وہ پرند جس کا کُل وزن سات درم بھی نہ ہو اسکے پیٹ میں تین تولے کا موتی کیسے ہو سکتا ہے۔

[2] خواجہ۔ جب شکاری کو ذرا سکون ہوا تو اُس نے کہا تیسری نصیحت بھی سُنا دے۔ گفت۔ پرندے نے طنزاً کہا تو نے دو نصیحتوں پر خوب عمل کیا ہے جو تجھے تیسری نصیحت سُنا کر ضائع کروں اِس طنز میں تیسری نصیحت بھی مضمر ہے کہ جو نصیحت قبول نہ کرے اُسکو نصیحت نہ کر۔ ایں بگفت۔ اُس پرندے نے طنزاً وہ جملہ کہہ دیا جس میں تیسری نصیحت بھی تھی اور اُڑ کر جنگل کی طرف چلا گیا۔

[3] پند گفتن۔ مولانا فرماتے ہیں کہ جاہل کو نصیحت کرنا ایسا ہے جیسے شور زمین میں تخم ریزی کرنا۔ چاک۔ حماقت اور جہل ناقابلِ اصلاح ہے۔ نشنود۔ قبول کرنے کے ارادہ سے سنیگا۔ چارہ اندیشیدن بمعنی عقلمندی تو یہی ہے کہ قبل از مصیبت فیصلہ کی تدبیر کرے نیم عقلمند یہی ہے

۶۶۲

لیکؔ اں نندیشم و بر خود زنم — خویشتن را ایں زماں مُردہ کنم
لیکن میں اُس سوچ میں نہیں پڑتی ہوں اور خود تکلیف — اِس وقت اپنے آپ کو مُردہ بناتی ہوں

پس بر آرم اِشکمِ خود بر زبر — پُشت زیر و می رَوم بر آب بر
پس میں اپنا پیٹ اوپر کو کرتی ہوں — پُشت نیچے کو اور پانی کے اوپر آجاتی ہوں

می رَوم بر وے چنانکہ خس رَود — نے بہ سَباحی چنانکہ کس رَود
اُس پر اِس طرح چلوں جیسے کہ تنکا چلتا ہے — نہ کہ تیراکی سے۔ جیسے کہ انسان چلتا ہے

مُردہ گردم خویش بسپارم بآب — مرگ پیش از مرگ اَمن ست از عذاب
میں اپنے آپ کو مُردہ بناتی ہوں اور پانی کے سپرد کرتی ہوں — مرنے سے پہلے مر جانا، عذاب سے امن ہے

مرگِ پیش از مرگ اَمن ست اے فتی — اینچنیں فرمودہ ما را مصطفیٰﷺ
اے نوجوان! مرنے سے پہلے مر جانا امن ہے — مصطفیٰ ﷺ نے ہم سے ایسا ہی فرمایا ہے

گفت مُوتُوا کُلُّکُم مِن قَبْلِ اَن — یَاْتِیَ الْمَوْتُ تَمُوتُوا بِالفِتَن
فرمایا تم سب مر جاؤ اس سے پہلے کہ — موت آئے (اور) فتنوں سے مرو

ہمچناں مُرد و شِکم بالا فگند — آب گہ بُردش نشیب و گہ بلند
اسی طرح مُردہ ہو گئی اور پیٹ اوپر کر لیا — پانی کبھی اُس کو نیچے لے جاتا، کبھی اوپر

ہر یکے زاں قاصداں بس غُصہ خورد — کہ دریغا ماہیِ مہتر بمُرد
اُن ارادہ کرنے والوں میں سے ہر ایک بہت رنج کرتا تھا — کہ افسوس بڑی مچھلی مر گئی

شاد می شد او ازاں گفتِ دریغ — پیش رفت ایں بازیم رَستم ز تیغ
اُس افسوس کی گفتگو سے وہ خوش ہوتی تھی — میری یہ چال چل گئی، میں تلوار سے بچ گئی

پس گرفتش یک صیادِ ارجمند — پس برو تُف کرد و بر خاکش فگند
پھر اُس کو ایک بھلے شکاری نے پکڑ لیا — پھر اُس پر تھوکا اور زمین پر پھینک دیا

غلط غلطاں رفت پنہاں اندر آب — ماند آں احمق ہمی کرد اِضطراب
وہ لوٹتی پوٹتی چپکے سے پانی میں چلی گئی — وہ احمق رہ گئی جو تڑپتی تھی

از چپ و از راست می جَست آں سلیم — تا کہ بجہد خویش برہاند گلیم
وہ بیوقوف دائیں اور بائیں سے کودتی تھی — تاکہ (دریا میں) کود کر اپنی گدڑی چھڑا لے

دام افگندند و اندر دام ماند — احمقی او را دراں آتش نشاند
انھوں نے جال پھینکا اور وہ جال میں رہ گئی — بیوقوفی نے اس کو اس آگ میں بٹھا دیا

---

۱ لیک۔ اب گذشتہ پر افسوس کرنے میں وقت ضائع کرنا مناسب نہیں ہے میں یہ تدبیر کرتی ہوں کہ اپنے آپ کو مُردہ بنا لوں گی۔ بر آرم۔ مچھلی مَر کر الٹی ہو کر سطحِ آب پر آجاتی ہے۔ می رَوم۔ پانی کے ساتھ اس طرح چلوں کہ جس طرح تنکا خود بخود بہہ کر چلا جاتا ہے۔ سباحی۔ تیراکی۔ مرگ۔ حدیث شریف ہے۔ مُوتُوا قَبْلَ اَنْ تَمُوتُوا یعنی نجات اسی میں ہے کہ مرنے سے قبل ہی فنا کا درجہ اختیار کر لو۔

۲ تموتوا بالفتن۔ مقامِ فنا نہ اختیار کرو گے تو فتنوں میں مبتلا ہو کر مرو گے۔ ہمچناں۔ جیسا اُس مچھلی نے سوچا تھا ویسا ہی کیا۔ قاصداں۔ یعنی مچھلی کے شکاری۔ تیغ۔ یعنی ہلاکت۔

۳ غلط غلطاں۔ یعنی جب شکاری نے اُس کو زمین پر پھینک دیا تو وہ کسی طرح لوٹتی پوٹتی دریا میں گھس گئی۔ ماند۔ تیسری بے عقل مچھلی اچھل کود کرتی رہی تاکہ اپنی بے وقت کوشش کے ذریعہ نجات حاصل کرے۔ سلیم۔ سادہ مزاج بیوقوف۔ دام ہا فگند۔ شکاری نے اُس کو جال سے پکڑ لیا اور اُس کے کباب بنا کر توے پر سینکے۔

بر سرِ آتش بہ پشتِ تابہ — با حماقت گشت اُو ہمخوابہ
آگ پر، توے کی پشت پر — وہ حماقت سے ہمخواب ہو گئی

اُو ہمی جوشید از تفِ سعیر — عقل[1] می گفتش اَلَم یَاْتِکَ نَذِیْر
وہ آگ کی گرمی سے اُبل رہی تھی — عقل اُس سے کہتی تھی کیا تیرے پاس کوئی ڈرانیوالا نہ آیا تھا

اُو ہمی گفت از شکنجہ وز بلا — ہمچو جانِ کافراں قَالُوْا بَلٰی
وہ شکنجہ اور بلا میں سے کہتی تھی — کافروں کی روح کی طرح کیوں نہیں

باز می گفت اُو کہ گر ایں بار من — وا رہم از محنتِ گردن شکن
پھر وہ کہتی تھی کہ اگر اب کی بار میں — گردن توڑ مصیبت سے چھوٹ جاؤں

من نسازم جز بدریائی وطن — آبگیرے را نسازم من سکن
میں دریا کے سوا وطن نہ بناؤں گی — میں کسی تالاب کو آرام گاہ نہ بناؤں گی

آبِ بیحد جویم وایمن شوم — تا اَبد در اَمن و در صحت رَوم
لامحدود پانی تلاش کرونگی امن سے ہو جاؤنگی — ہمیشہ کے لئے امن اور صحت میں چلی جاؤنگی

ہمچنیں[2] می کرد با خود عہدہا — کز چنیں ورطہ اگر گردم رہا
وہ اپنے آپ سے ایسے عہد کرتی تھی — کہ اگر اس ہلاکت سے میں رہا ہو جاؤں

دامنِ عاقل بگیرم روز و شب — تا نیفتم در چنیں رنج و تعب
دن رات عقلمند کا دامن پکڑے رہوں گی — تاکہ ایسی تکلیف اور مصیبت میں نہ پھنسوں

بیانِ[3] آنکہ عہد کردنِ احمق وقتِ گرفتاری و ندم ہیچ سود

اس کا بیان کہ احمق کا گرفتاری کے وقت عہد کرنا اور نادم ہونا کچھ مفید

ندارد کہ وَلَوْ رُدُّوْا لَعَادُوْا لِمَا نُھُوْا عَنْہُ وَاِنَّھُمْ لَکَاذِبُوْنَ۔

نہیں ہوتا کیونکہ وہ اگر واپس بھیج دیئے جائیں تو وہ ممنوعات کو دوبارہ عمل میں لائیں گے اور وہ بیشک جھوٹے ہیں

ہیچ کاذب وفا ندارد

کوئی جھوٹا وفا نہیں کرتا ہے۔

عقل می گفتش حماقت با تواست — با حماقت عہد را آید شکست
عقل اُس سے کہتی تھی حماقت تیرے ساتھ ہو — حماقت کے ہوتے ہوئے عہد ٹوٹ جاتا ہے

عقل را باشد وفائے عہدہا — تو نداری عقل رَو اے خر بہا
عہدوں کی وفا عقل کے لئے ہے — تجھ میں عقل نہیں ہے اے گدھے کی قیمت بھر! تو جا

[1] عقل۔ عقل اُس پر طنز کر رہی تھی کہ کیا تیرے پاس تجھے عذاب سے ڈرانیوالے نہ آئے تھے؟ اُو ہمی۔ وہ مچھلی کہہ رہی تھی کہ بیشک ڈرانے والے تو آئے تھے لیکن میں نے ان کا کہنا نہ مانا تھا۔ باز می گفت۔ پھر یہ بھی کہتی تھی کہ اگر اس بار بچ جاؤں تو پھر میں تالاب سے محبت نہ کروں گی اور دریا کا رُخ کروں گی۔ یہی حال اُن لوگوں کا ہوگا جو دنیا میں بے عقلی کریں گے اور نصیحت کرنے والوں کی نصیحت نہ سُنیں گے۔

[2] ہمچنیں۔ اپنے دل میں اس طرح عہد کر رہی تھی کہ اب اگر زندگی حاصل ہو جائے تو میں کسی عقلمند کا دامن پکڑ لوں گی۔

[3] بیان۔ اب مولانا بتاتے ہیں کہ ایسے احمقوں کے اِن عہدوں اور دعووں کا بھی اعتبار نہیں ہے قرآن پاک نے انہی کے بارے میں فرمایا ہے کہ اگر اُن کو دوبارہ زندگی دے بھی دی جائے تو یہ بدعہدی کریں گے یہ جھوٹے ہیں۔ عقل می گفتش۔ دوبارہ زندگی کی تمنا کرنے والے سے عقل کہتی ہے۔ خر بہا۔ گدھے کی قیمت والا۔

چونکہ عقلت نیست نسیاں میرِ تست[1]
چونکہ تجھے عقل نہیں ہے، بھول تیرے اوپر حکمراں ہو
دشمن و باطل کنِ تدبیرِ تست
وہ تیری تدبیر کو باطل کرنیوالی اور دشمن ہے

از کمیِ عقل پروانہ خسیس
کمینہ پروانہ، عقل کی کمی کی وجہ سے
یاد نارد ز آتش و سوز و حسیس
آگ اور سوزش اور آگ بھڑکنے کی آواز کو یاد نہیں کرتا ہے

چونکہ پرش سوخت توبہ می کند
جب اس کے پر جلے توبہ کرتا ہے
آز و نسیانش بر آتش می زند
حرص اور اس کی بھول آگ میں جھونک دیتی ہے

ضبط و درک و حافظی و یادداشت[2]
ضبط اور سمجھ اور نگہداشت اور یادداشت
عقل را باشد کہ عقل آنرا فراشت
عقل میں ہوتی ہے کیونکہ عقل نے انکو بلند کیا ہے

چونکہ گوہر نیست تابش چوں بود
جب جوہر نہیں ہے تو چمک کیسے ہو؟
چوں مذکّر نے ایابش چوں بود
جبکہ یاد دلانیوالا نہیں ہے اسکی واپسی کیسے ہو؟

ایں تمنا ہم زبے عقلیِ اوست
یہ تمنا بھی اس کی بے عقلی سے ہے
کہ نہ بیند کاں حماقت را چہ خوست
کیونکہ وہ نہیں دیکھتا کہ حماقت کی خصلت کیا ہے؟

آں ندامت از نتیجہ رنج بود
وہ ندامت تکلیف کا نتیجہ تھی
نے ز عقلِ روشنِ چوں گنج بود
نہ کہ روشن عقل کی وجہ سے جو خزانہ ہوتی ہے

چونکہ شد رنج آں ندامت شد عدم[3]
جب تکلیف ختم ہوئی، وہ ندامت ختم ہوگئی
می نیرزد خاک آں توبہ و ندم
وہ توبہ اور ندامت خاک کے برابر بھی نہیں ہے

آں ندم از ظلمتِ غم بست بار
اس ندامت نے غم کی تاریکی کی وجہ سے بوجھ اٹھایا ہے
پس کلام اللیل یمحوہ النہار
تو رات کی بات کو دن مٹا دیتا ہے

چوں برفت آں ظلمت و غم گشت خوش
جب وہ تاریکی ختم ہوئی اور غم خوشی بن گیا
ہم رود از دل نتیجہ و زادہ اش
دل سے اس کا نتیجہ اور پیداوار بھی چلی جاتی ہے

می کند او توبہ و پیرِ خرد
وہ توبہ کرتا ہے اور بوڑھی عقل
بانگ لو رُدّوا لعادوا می زند
پکارتی ہے "اگر وہ لوٹائے گئے تو پھر وہی کرینگے"

در بیانِ آنکہ وہم قلبِ عقل ست و ستیزۂ اوست
اس کا بیان کہ وہم عقل کا کھوٹا سکہ اور اس کا مخالف ہے

و با او ماند و او نیست
اور اسکے مشابہ ہے اور وہ نہیں ہے

---

[1] نسیان۔ یعنی عہد کے بارے میں بھول۔ از کمی پروانہ میں عقل کی کمی ہے جس کی وجہ سے شمع کی آگ کی سوزش اس کو یاد نہیں آتی۔ حسیس۔ ہلکی آواز۔ آز۔ پروانہ کی حرص اور بھول اس کو جلا دیتی ہے۔

[2] ضبط۔ یعنی عہد کی حفاظت اور اس کو سمجھنا اور یاد رکھنا یہ عقل کے کام ہیں عقل ہی نے یہ صفتیں پیدا کی ہیں۔ گوہر۔ یعنی عقل۔ تابش۔ یعنی عقل کے آثار۔ مذکر۔ انسان کی عقل اس کو اس کا عہد یاد دلاتی ہے۔ ایاب۔ رجوع یعنی عہد کی طرف رجوع۔ ایں تمنا یعنی دوبارہ زندہ ہو کر نیکی کرنے کی تمنا۔ کہ نہ بیند۔ اس کی بے عقلی یہ ہے کہ وہ اپنی حماقت کے آثار کو نہیں سمجھ رہا ہے۔ آں ندامت۔ عذاب کے وقت ندامت عذاب کا نتیجہ ہے۔

[3] چونکہ۔ جبکہ وہ ندامت، عذاب کا نتیجہ ہے تو جب عذاب ختم ہو جائیگا ندامت بھی ختم ہو جائیگی اسی لئے اس توبہ اور ندامت کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہے۔ آں ندم۔ وہ ندامت غم کی تاریکی میں پیدا ہوتی ہے رات کی بات کو دن بھلا دیتا ہے تو جب تاریکی ختم ہو جائیگی ندامت بھی باقی نہ رہیگی۔ نتیجہ یعنی ندامت۔ پیرِ خرد بجز کار عقل۔ در بیان۔ وہم اور عقل میں بہت فرق ہے۔

عقل[1] ضدِ شہوت است اے پہلواں — آنکہ شہوت می تند عقلش مخواں
اے بہادر! عقل، شہوت کی ضد ہے — جو شہوت کا چکر کاٹے، اُس کو عقل نہ کہہ

وہم خوانش آنکہ شہوت را گداست — وہم قلب و نقدِ زرِ عقلہاست
اُس کو وہم کہہ جو شہوت کا بھکاری ہے — وہم کھوٹا ہے اور عقلیں خالص سونا ہیں

بے محک پیدا نگردد وہم و عقل — ہر دو را سوئے محک کُن زود نقل
وہم اور عقل میں بغیر کسوٹی کے امتیاز نہیں ہوتا ہے — دونوں کو بہت جلد کسوٹی کی طرف منتقل کر

ایں محک قرآن و حالِ انبیا — چوں محک مر قلب را گوید بیا
یہ کسوٹی قرآن اور انبیا کی سیرت ہے — کیونکہ کسوٹی کھوٹے کو کہتی ہے، آ جا

تا[2] بہ بینی خویش را ز آسیبِ من — کہ نۂ اہلِ فراز و شیبِ من
تاکہ میری ضرب سے تو اپنے آپ کو دیکھ لے — کہ تو میرے نشیب و فراز کا اہل نہیں ہے

عقل را گر ارّہ سازد دو نیم — ہمچو زر باشد در آتش اُو بسیم
اگر آرہ عقل کے دو ٹکڑے کر دے — وہ سونے کی طرح آگ میں مسکرانے والی ہوگی

مجاوبات موسیٰؑ کہ صاحب عقل بود با فرعون کہ صاحب وہم بود

(حضرت) موسیٰؑ کے جو عقلمند تھے، فرعون کے ساتھ سوال و جواب جو وہمی تھا

وہم مر فرعونِ عالم سوز را — عقل مر موسیٰؑ جاں افروز را
عالم سوز، فرعون کے لئے، وہم ہے — جان کو منور کرنے والے موسیٰؑ کے لئے عقل ہے

رفت[3] موسیٰؑ بر طریقِ نیستی — گفت فرعونش بگو تو کیستی
(حضرت) موسیٰؑ فنا کے مقام کے طریقہ پر روانہ ہوگئے — فرعون نے اُن سے کہا، بتا تو کون ہے؟

گفت من عقلم رسولِ ذوالجلال — حجۃ اللہ ام امانم از ضلال
اُنھوں نے کہا میں عقل ہوں، ذوالجلال کا رسول ہوں — میں اللہ کی حجت ہوں گمراہی سے امن (دلانیوالا ہوں)

گفت نے خامش رہا کن ہاے و ہوی — نسبت و نامِ قدیمت را بگوی
اُس نے کہا چپ، ہائے و ہُو ختم کر — اپنا پہلا نام اور نسب بتا

گفت کہ نسبت مرا از خاکدانش — نامِ اصلم کمترین بندگانش
فرمایا میری نسبت اُس کے خاکداں سے ہے — میرا اصلی نام "اُس کا کمترین بندہ" ہے

بندہ زادہ آں خداوندِ وحید — زادہ از پشتِ جواری و عبید
اُس خدائے واحد کا غلام زادہ ہوں — لونڈیوں اور غلاموں کی پشت سے پیدا ہوا ہوں

---

[1] عقل. شہوت نفسانی عقل کی ضد ہے عقل اُس کی طرف مائل نہیں ہو سکتی وہم. جو نفسانی خواہش کی طرف مائل ہو وہ وہم ہے، وہم بھی سکہ ہے لیکن کھوٹا اور عقل بھی سکہ ہے لیکن کھرا ہے. بے محک. عقل اور وہم کے مقتضیات کو قرآن اور سیرت کی کسوٹی پر پرکھنے سے دونوں میں امتیاز ہو جائے گا.

[2] تا بہ بینی. قرآن اور سیرت واضح کر دیتے ہیں کہ وہم کے مقتضیات اُن کے مطابق نہیں ہیں عقل. عقل کا جس قدر بھی تجربہ کیا جائیگا اُس کا خالص ہونا واضح ہوگا. بسیم مسکرانے والا. فرعون. فرعون وہمی تھا اور حضرت موسیٰؑ صاحب عقل تھے.

[3] رفت. حضرت موسیٰؑ فرعون کے پاس پہنچے اور اُس وقت وہ مقام فنا میں تھے. گفت. حضرت موسیٰؑ نے فرمایا میں عقل مجسم ہوں، خدا رسول اور اللہ کی دلیل، لوگوں کو گمراہی سے بچانے والا ہوں. گفت نے. فرعون نے کہا یہ باتیں میں سننا نہیں چاہتا تو اپنا قدیم نام اور نسب بتا. گفت. حضرت موسیٰؑ نے کہا میرا نسب تو یہ ہے کہ میں خاکزادہ ہوں اور میرا نام اللہ کا کمترین غلام ہے اور میں اللہ کے غلاموں اور لونڈیوں کی پشت و بطن سے پیدا ہوا ہوں.

نسبتِ [1] اصلم ز خاک و آب و گِل — آب و گِل را داد یزداں جان و دل
میری اصل کی نسبت خاک اور پانی اور مٹی سے ہے — پانی اور مٹی کو خدا نے جان و دل عطا فرمایا ہے

مرجعِ ایں جسمِ خاکم ہم بخاک — مرجعِ تو ہم بخاک اے سہمناک
میرے اس خاکی جسم کا مرجع خاک ہے — اے ظالم! تیرا مرجع بھی خاک ہے

اصلِ ما و اصلِ جملہ سرکشاں — ہست از خاکے و آں را صد نشاں
ہماری اصل اور سب متکبروں کی اصل — خاک سے ہے اور اس کی سو نشانیاں ہیں

نے مدد از خاک می گیرد تنت — از غذائے خاک فربہ گردنت
کیا تیرا جسم خاک سے مدد حاصل نہیں کرتا ہے؟ — خاکی غذا سے تیری گردن موٹی ہے

چوں [2] رود جاں می شود او باز خاک — اندراں گورِ مخوف سہمناک
جب روح نکل جائے گی وہ پھر خاک ہو جائیگا — خوفناک، ڈراؤنی قبر میں

ہم تو و ہم ما و ہم اشباہِ تو — خاک گردند و نماند جاہِ تو
تو بھی اور ہم بھی اور تجھ جیسے بھی — خاک ہو جائیں گے اور تیرا رتبہ نہ رہے گا

گفت غیرِ ایں نسب نامیست ہست — مر ترا آں نام خود اولیٰ ترست
اس نے کہا اس نسب کے علاوہ تیرا ایک اور نام ہے — وہ نام تیرے لئے زیادہ بہتر ہے

بندۂ فرعون و بندۂ بندگانش — کہ ازو پرورد اول جسم و جانش
فرعون کا غلام اور اس کے غلاموں کا غلام — جس سے شروع میں اس کے جسم و جان پرورش پائی

بندۂ [3] باغی و طاغی و ظلوم — زیں وطن بگریختہ از فعلِ شوم
تو ظالم اور سرکش، باغی غلام ہے — برے کام کی وجہ سے تو اس وطن سے بھاگا ہے

خونی و غداری و حق ناشناس — ہم بریں اوصاف خود می کن قیاس
تو خونی ہے اور غدار ہے اور حق کو نہ پہچاننے والا ہے — اسی پر اپنے اوصاف کو قیاس کر لے

در غریبی خوار و درویش و خلق — کہ ندانستی سپاسِ ما و حق
تو پردیس میں ذلیل اور محتاج اور خستہ حال رہا — کیونکہ تو حق اور ہماری شکر گذاری کو نہ سمجھا

گفت حاشا کہ بود با آں ملیک — در خداوندی کسِ دیگر شریک
انھوں نے فرمایا خدا بچائے کہ اس مالک کے ساتھ ہو — کوئی دوسرا شریک خدائی میں

واحد اندر ملک و او را یار نے — بندگانش را جز او سالار نے
وہ سلطنت میں اکیلا ہے اور اس کا کوئی مددگار نہیں ہے — اس کے بندوں کا اس کے علاوہ کوئی سردار نہیں ہے

---

[1] نسبت۔ میں آدمؑ کی اولاد ہوں۔ آدمؑ کو خدا نے آب و گل سے پیدا فرمایا پھر اس کو جان و دل عطا فرمادیا۔ مرجع۔ میرا خاکی جسم پھر خاک بن جائیگا اور تجھ ظالم کے جسم کو بھی خاک میں ملنا ہوگا۔ اصلِ ما۔ تمام انسانوں کی اصل آب و گل ہے اور اس کی سو علامتیں ہیں۔ نے مدد۔ پہلی نشانی یہ ہے کہ انسان زمین کی پیداوار سے خوراک حاصل کرتا ہے اور اسی سے پرورش پاتا ہے۔

[2] چوں۔ دوسری نشانی یہ ہے کہ سب کو مر کر خاک میں مل جانا ہے اور تجھے بھی خاک میں جانا ہے اور یہ تیرا اقبال فانی ہے۔ گفت۔ فرعون نے غصے سے کہا کہ تیرا ایک اور نام ہے اور وہ زیادہ مناسب ہے اور وہ یہ ہے "فرعون کا غلام " "فرعون کے غلاموں کا غلام" کہ ازو۔ یعنی اس غلام کی جان اور جسم کو فرعون نے ہی پرورش کیا ہے۔

[3] بندہ۔ تو غلام تو ہے لیکن باغی اور سرکش غلام ہے اور تو وہی ہے جو ایک جرم کر کے مصر سے بھاگا تھا۔ فعلِ شوم۔ یعنی ایک قبطی کا قتل۔ ہم بریں۔ یعنی اسی طرح کے اپنے اور اوصاف سمجھ لے۔ در غریبی۔ فرعون نے حضرت موسیٰؑ سے کہا چونکہ تو نے میرے حقوق ادا نہ کئے اس لئے پردیس میں مارا مارا پھرا۔ گفت۔ حضرت موسیٰؑ نے فرمایا خدا کا کوئی شریک نہیں ہے۔ واحد۔ وہ خدا

واحد ہے کسی مددگار کی ضرورت نہیں جب اس نے بندے بنائے تو ان کا بادشاہ ہے۔

680

نیست خلقش را دگر کس مالکے ۔۔۔ شرکتش[۱] دعویٰ کند جز ہالکے
اس کی مخلوق کا کوئی دوسرا شخص مالک نہیں ہے ۔۔۔ اس کی شرکت کا (کون) دعویٰ کرے سوائے برباد ہونے والے کے

نقش او کردہ است و نقاش من اوست ۔۔۔ غیر اگر دعویٰ کند او ظلم جوست
اس نے صورت بنائی ہے اور میرا صورتگر وہی ہے ۔۔۔ غیر اگر دعویٰ کرے تو وہ ظالم ہے

تو نتانی ابروے من ساختن ۔۔۔ چوں توانی جانِ من بشناختن
تو میری ابرو (بھی) نہیں بنا سکتا ۔۔۔ تو میری جان کو کیسے پہچان سکتا ہے؟

بلکہ آں غدار و آں طاغی توئی ۔۔۔ کو کُنی با حق تو دعویٰ دوئی
بلکہ تو وہ غدار اور سرکش ہے ۔۔۔ جو خدا کے ساتھ دوئی کا دعویٰ کرتا ہے

گر بکشتم[۲] من عوانے را بسہو ۔۔۔ نے برای نفس کشتم نے بلہو
اگر میں نے ایک ظالم کو بھولے سے مار ڈالا ۔۔۔ تو نفس کے لئے نہیں مارا، نہ کھیل ہے

من زدم مشتے و ناگہ اوفتاد ۔۔۔ آنکہ جانش خود نہ بُد جانے بداد
میں نے ایک مُکّا مارا اچانک گر پڑا ۔۔۔ جس میں خود جان نہ تھی اس نے جان دیدی

من سگے کشتم تو مرسل زادگاں ۔۔۔ صد ہزاراں طفلِ بے جرم و زیاں
میں نے ایک کتے کو مارا، تو نے رسول کی اولاد کے ۔۔۔ لاکھوں، بے خطا اور بے قصور بچے

کشتۂ[۳] و خونِ شاں در گردنت ۔۔۔ تا چہ آید بر تو زیں خوں خوردنت
قتل کئے ہیں اور ان کا خون تیری گردن پر ہے ۔۔۔ دیکھ تیری خون آشامی کا کیا وبال تجھ پر آئے گا؟

کشتۂ ذریتِ یعقوبؑ را ۔۔۔ بر امیدِ قتلِ من مطلوب را
تو نے حضرت یعقوبؑ کی اولاد کو قتل کیا ہے ۔۔۔ میرے قتل کی امید پر جو (تیرا) مقصود تھا

کوری تو حق مرا خود برگزید ۔۔۔ سرنگوں شد آنچہ نفست می پزید
تیرے اندھے پن کے لئے خدا نے مجھے چُن لیا ۔۔۔ تیرا نفس جو خیال پکا رہا تھا وہ اوندھا ہو گیا

گفت اینہا را اہل بے ہیچ شک ۔۔۔ ایں بُود حقِ من و نان و نمک
اس (فرعون) نے کہا ان (باتوں) کو چھوڑ، بلاشک ۔۔۔ میرا اور نان و نمک کا یہی حق تھا

کہ مرا پیشِ حشر خواری کُنی ۔۔۔ روزِ روشن بر دلم تاری کُنی
کہ تو مجمع کے سامنے میری توہین کرے ۔۔۔ اور روشن دن کو میرے دل پر تاریک کرے

گفت خواریِ قیامت صعب تر ۔۔۔ گر نداری پاسِ من در خیر و شر
(موسیٰؑ نے) فرمایا کہ قیامت کی ذلت بہت سخت ہے ۔۔۔ اگر تو اچھائی اور برائی میں میرا لحاظ نہ کریگا

---

۱ شرکتش۔ جو اسکی شرکت کا دعویٰ کرے گا وہ تباہ ہوگا۔ نقش۔ حضرت موسیٰؑ نے فرمایا وہی میرا صورتگر ہے اگر کوئی دوسرا دعویٰ کرے تو وہ ظالم ہے۔ تو نتانی۔ تو میرا خدا کیسے ہو سکتا ہے تو میری ایک ابرو بھی نہیں بنا سکتا ہے چہ جائیکہ پورا وجود۔ بلکہ۔ حضرت موسیٰؑ نے فرمایا غدار میں نہیں ہوں تو خدا کا غدار ہے۔

۲ گر بکشتم۔ مجھ سے قبطی کا قتل بلا ارادہ ہوا تھا خود نہ بد۔ وہ کافر تھا اس کی جان جان ہی نہ تھی۔ مرسل یعنی حضرت یعقوبؑ۔ کشتۂ۔ یعنی تو نے ہزاروں بے قصور اولادِ یعقوبؑ کو قتل کیا اس کی سزا میں تو طرح طرح کے عذاب بھگتے گا۔

۳ کشتۂ۔ فرعون بنی اسرائیل کے بچوں کو قتل کر رہا تھا اور اس کا مقصد حضرت موسیٰؑ کو قتل کرنا تھا۔ کوری تو۔ خدا نے تیری مرضی کے برخلاف مجھے اپنی رسالت کے لئے منتخب کر لیا۔ سرنگوں۔ یعنی تو میرے قتل پر قادر نہ ہوا۔ گفت۔ فرعون کہنے لگا کہ ان باتوں کو چھوڑ کیا میرے حقوق کا یہی تقاضہ ہے کہ تو مجھے بر سر مجمع ذلیل کرتا ہے۔ گفت۔ حضرت موسیٰؑ نے فرمایا اگر تو خیر و شر میں میرا اتباع نہ کرے گا تو قیامت میں ذلیل ہوگا اور وہ ذلت اس دنیا کی ذلت سے بہت سخت ہے۔

681

زخمِ کیکے را نمی تانی کشید ۔۔۔ زہرِ مارے را تو چوں خواہی چشید
جب تو ایک بھڑ کا زخم برداشت نہیں کرسکتا ۔۔۔ سانپ کے زہر کو کیسے چکھے گا؟

ظاہراً کارِ تو ویراں می کنم ۔۔۔ لیک خارے را گلستاں می کنم
میں بظاہر تیرا کام تباہ کررہا ہوں ۔۔۔ لیکن میں کانٹے کو گلستان بنا رہا ہوں

بیان آنکہ عمارت در ویرانی است و جمعیت در پریشانی و درستی در شکستگی و مُراد در بے مُرادی و وجود در عدم و علیٰ ھٰذا بقیۃ الاضداد والازواج

اس کا بیان کہ تعمیر تخریب میں اور دل جمعی پریشانی میں اور درستی شکستگی میں اور مراد بے مرادی میں اور وجود عدم میں ہے اسی پر بقیہ ضدوں اور جوڑوں کو قیاس کر

آں یکے آمد زمیں را می شگافت ۔۔۔ اَبلہے فریاد کرد و بر نتافت
ایک شخص آیا زمین کھودنے لگا ۔۔۔ ایک احمق نے شور کیا اور برداشت نہ کرسکا

کایں زمیں را از چہ ویراں می کنی ۔۔۔ می شگافی و پریشاں می کنی
کہ تو اس زمین کو کیوں ویران کرتا ہے؟ ۔۔۔ کھود رہا ہے اور بکھیر رہا ہے

گفت اے ابلہ برو بر من مراں ۔۔۔ تو عمارت از خرابی باز داں
اس نے کہا، اے احمق! جا مجھ پر حکم نہ چلا ۔۔۔ (پہلے) تعمیر اور تخریب کے فرق کو سمجھ لے

کے شود گلزار و گندم زار ایں ۔۔۔ تا نگردد زشت و ویراں ایں زمیں
یہ چمن اور گیہوں کا کھیت کب بن سکتی ہے؟ ۔۔۔ جب تک یہ زمین بدنما اور ویران نہ ہو

کے شود بستان و کشت و برگ و بر ۔۔۔ تا نگردد نظمِ اُو زیر و زبر
باغ اور کھیتی اور پتے اور پھل کیونکر ہوں ۔۔۔ جب تک اس کی ترتیب زیر و زبر نہ ہو

تا نہ بشگافی بہ نشتر ریشِ چغز ۔۔۔ کے شود نیکو و کے گردید نغز
جب تک تو نشتر سے بند زخم کو نہ چیرے ۔۔۔ وہ اچھا اور شفایاب کب ہوسکتا ہے؟

تا نسوزد خلطہایت از دوا ۔۔۔ کے رود شورش کجا یابد شفا
جب تک دوا سے تیری رطوبتیں نہ جلیں ۔۔۔ اس کو فائدہ کب ہوسکتا ہے اور شفایاب کب ہوسکتا ہے؟

پارہ پارہ کردہ درزی جامہ را ۔۔۔ کس زند آں درزیِ علامہ را
درزی نے کپڑے کو ٹکڑے ٹکڑے کردیا ۔۔۔ اس ماہر درزی کو کون مارتا ہے؟

۱ زخم کیکے۔ یہاں تو ایک بھڑ کے کاٹنے کو برداشت نہیں کرسکتا تو قیامت میں سانپوں کا زہر کیسے پیئے گا۔ ظاہرا جس کو تو بربادی سمجھتا ہے اس میں ہی میری آبادانی ہے۔ بیان۔ اب مولانا چند ایسی مثالیں دیتے ہیں جن میں بظاہر ویرانی ہے لیکن دراصل وہی تعمیر ہے۔

۲ آں یکے۔ ایک شخص نے زمین کو کھودنا شروع کیا تھا۔ اس بیوقوف نے زمین میں ہل چلانے والے سے کہا تو زمین کو کیوں ویران کررہا ہے اور اس کی ہستی کو متفرق کررہا ہے۔ تو عمارت۔ تو تعمیر اور تخریب میں فرق نہیں کرسکتا ہے۔ کے شود۔ چمن اور کھیت جب ہی تیار ہوتا ہے جب پہلے زمین کو ویران کردیا جائے۔

۳ کے شود۔ زمین کو جب تک اُلٹا پلٹا نہ جائے نہ اس میں کھیتی پیدا ہوتی ہے نہ اس میں پھل پھول پیدا ہوتے ہیں۔ چغز۔ وہ پھوڑا جس کا منہ نہ بنا ہو۔ پارہ۔ درزی قیمتی کپڑے کو تراش کر ٹکڑے ٹکڑے کرتا ہے تو کوئی درزی کو برا نہیں کہتا ہے۔

کہ چرا ایں اطلسِ برگزیدہ را — بر دریدی چہ کنم بدریدہ را
کہ اِس منتخب اطلس کو کیوں — تونے پھاڑا، میں پھٹے ہوئے کا کیا کروں؟

ہر بنائے[1] کہنہ کاباداں کنند — نے کہ اول کہنہ را ویراں کنند
جس پُرانی بنیاد کو آباد کرتے ہیں — کیا پہلے پُرانے کو ویران نہیں کرتے ہیں؟

ہمچنیں نجار و حداد و قصاب — ہست شاں پیش از عمارتہا خراب
اسی طرح بڑھئی اور لوہار اور قصائی — تعمیرات سے پہلے اُن کی تخریب ہے

آں ہلیلہ واں بلیلہ کوفتن — زاں تلف کردند معموری تن
ہیڑ اور بہیڑے کا کوٹنا — اُس بربادی سے لوگوں نے جسم کی تعمیر کی ہے

تا نکوبی گندم اندر آسیا — کے شود آراستہ زاں خوانِ ما
جب تک تو گیہوں کو چکی میں نہ پیسے گا — اُس سے ہمارا دسترخوان کب آراستہ ہوگا

جوابِ دادنِ موسیٰ علیہ السلام فرعون را در تہدیدِ اُو

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا فرعون کو جواب دینا اُس کی دھمکی کے بارے میں

ایں تقاضا[2] کرد آں نان و نمک — کز شستت وا رہانم اے سمک
اُس نان و نمک نے یہ چاہا — کہ اے مچھلی! تجھے میں کانٹے سے بچا دوں

گر پذیری پندِ موسیٰ وا رہی — از چنیں شستِ بدِ نامنتہی
اگر موسیٰؑ کی نصیحت کو قبول کریگا تو نجات پا جائیگا — ایسے بُرے ختم نہ ہونے والے کانٹے سے

بس کہ خود را کردہ بندہ ہوا — کرمکے را کردہ تو اژدہا
تونے اپنے آپ کو خواہش کا ایسا غلام بنایا ہے — (کہ) تونے کیڑے کو اژدہا بنا لیا ہے

اژدہا[3] را اژدہا آوردہ ام — تا باصلاح آورم من دمبدم
میں اژدہے کے لئے اژدہا لایا ہوں — تاکہ میں اصلاح کے لئے ہر وقت کام میں لاؤں

تا دمِ آں از دمِ ایں بشکند — مارِ من آں اژدہا را برکند
تاکہ اُس کی پھنکار کو اِس کی پھنکار دبا دے — میرا سانپ اِس اژدہے کو برباد کر دے

گر رضا دادی رہیدی از دو مار — ورنہ از جانت برآرد آں دمار
اگر تو راضی ہو گیا، تو دونوں سانپوں سے بچ گیا — ورنہ وہ تیری جان کو ہلاک کر دے گا

جوابِ فرعون موسیٰ علیہ السلام را و تہدیدِ اُو

فرعون کا حضرت موسیٰؑ کو جواب دینا اور اُس کی دھمکی

---

[1] ہر بنائے۔ جب پُرانی بنیادوں پر نئی تعمیر کی جاتی ہے تو اُن بنیادوں کو اُکھاڑ دیا جاتا ہے۔ ہمچنیں۔ جتنے کاریگر ہیں اُن کا یہی عمل ہے کہ تعمیر سے قبل وہ تخریب کرتے ہیں۔ ہلیلہ۔ ہڑ۔ بلیلہ۔ بہیڑہ۔ تلف۔ یعنی اُن کو کوٹ کر دوا بناتے ہیں جس سے جسم کی تعمیر ہوتی ہے۔ تا نکوبی۔ گیہوں کو چکی میں پیس کر لذیذ غذائیں بنائی جاتی ہیں۔

[2] ایں تقاضا۔ حضرت موسیٰؑ نے فرمایا تیرے حقوق کا یہی تقاضا ہے کہ میں تجھے ہلاکت سے نجات دلا دوں۔ گر پذیری۔ اگر تو میری نصیحت قبول کرے گا تو ابدی ہلاکت سے نجات پا جائیگا۔ کرمکے۔ یعنی تیرا نفس جو ایک معمولی کیڑا تھا تو نے اُس کو اژدہا بنا کر اپنے اوپر مسلط کر لیا ہے۔

[3] اژدہا۔ تیرا نفس اژدہا ہے اُسکے مقابلہ کے لئے میں عصا کا اژدہا لایا ہوں۔ تا دم۔ اُس کی پھنکاروں کو میرے اژدہا کی پھنکاریں دبا دیں گی۔ دو مار۔ یعنی نفس کا سانپ اور عصا کا سانپ۔ دمار۔ ہلاکت۔

گفت[۱] الحق سخت اُستا جادوئی ... کہ درافگندی بمکر اینجا دوئی
اُس نے کہا یقیناً تو جادو کا بڑا استاد ہے ... کہ تو نے مکر سے یہاں اختلاف پیدا کر دیا

خلقِ یک دل را تو کردی دو گروہ ... جادوئی رخنہ کند در سنگ و کوہ
تو نے ایک دل مخلوق کو دو گروہ کر دیا ... تیری جادوگری پتھر اور پہاڑ میں شگاف ڈالتی ہے

نفی کردنِ موسیٰ علیہ السلام جادوئی و سحر را از خود
حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اپنے بارے میں سحر اور جادوگری کا انکار کرنا

گفت ہستم غرقِ پیغامِ خدا ... جادوئی کہ دید با نامِ خدا
انھوں نے فرمایا میں خدا کے پیغام میں مستغرق ہوں ... خدا کے نام کے ساتھ جادوگری کس نے دیکھی ہے؟

غفلت و کفر ست مایۂ جادوئی ... مشعلہ دینست جانِ موسوی
جادوگری کا مدار (دارومدار) غفلت اور کفر پر ہے ... موسیٰؑ کی جان دین کی مشعل ہے

من بجادویاں چہ مانم اے وقیح ... کز دمم پُر رشک می گردد مسیح
اے بے شرم! میں جادوگروں سے کیسے مشابہ ہوں! ... کہ میرے دم سے مسیح پُر رشک بنتے ہیں

من بجادویاں چہ مانم اے جُنُب ... کز جانم نور می گیرد کتب[۲]
اے ناپاک! مجھے جادوگروں سے کیا مشابہت ہے! ... میری جان سے کتابیں نور حاصل کرتی ہیں

من بجادویاں چہ مانم اے خبیث ... کز خدا نازل شود بر من حدیث
اے خبیث! مجھے جادوگروں سے کیا مشابہت ہے؟ ... کیونکہ خدا کی جانب سے مجھ پر کلام نازل ہوتا ہے

چوں تو با پرِ ہوا بر می پری ... لاجرم بر من گماں آں می بری
تو چونکہ ہوس کے پروں سے اُڑتا ہے ... لامحالہ مجھ پر بھی وہی گمان کرتا ہے

ہر[۳] کرا افعالِ دام و دد بود ... بر کریمانش گمانِ بد بود
جس کے پرندوں اور درندوں کے کام ہوں ... اُس کا بھلوں کے بارے میں بُرا گمان ہوتا ہے

چوں تو جزوِ عالمی پس اے مہیں ... کل را بر وصفِ خود بینی غوی
چونکہ تو دنیا کا جزو ہے، اسلئے اے ذلیل! ... تو مجموعہ کو اپنی صفت کے مطابق گمراہ سمجھتا ہے

گر تو بر گردی و بر گردد سرت ... خانہ را گردندہ بیند منظرت
اگر تو چکر کاٹے اور تیرا سر چکرائے ... تیری آنکھ گھر کو گھومنے والا دیکھے گی

ور تو در کشتی روی بر یم رواں ... ساحلِ یم را ہمی بینی دواں
اگر چلتے دریا پر تو کشتی میں چلے ... دریا کے کنارے کو دوڑتا ہوا دیکھے گا

۱؎ گفت۔ فرعون نے حضرت موسیٰؑ سے کہا تو مکمل جادوگر ہے تو نے اپنے مکر اور جادو سے میری قوم میں اختلاف پیدا کر دیا جادو کا اثر پہاڑ اور پتھر کے بھی ٹکڑے کر دیتا ہے۔ نفی۔ حضرت موسیٰؑ نے جادوگر نہ ہونے کے دلائل بیان فرمائے۔ گفت۔ جادوگر اپنے عمل میں خدا کے نام کا سہارا نہیں لیتا ہے وہ جادو میں شیطان کا نام استعمال کرتا ہے۔ مسیح۔ اس سے مراد حضرت عیسیٰ نہیں ہیں بلکہ اپنے فن کا کامل شخص مراد ہے۔

۲؎ کتب۔ یعنی آسمانی کتابوں میں میرا ذکر ہے کہ خدا میرے اوپر وحی نازل ہوتی ہے جادوگر کو وحی سے کیا واسطہ۔ چوں تو۔ تو خود جیسا ہے ویسا ہی مجھے سمجھ رہا ہے۔

۳؎ ہر کرا۔ انسان جیسا خود ہوتا ہے ویسا ہی دوسروں کو سمجھتا ہے۔ چوں تو۔ تو دنیا دار ہے اسلئے دوسروں کو بھی ایسا سمجھتا ہے۔ گر تو۔ مولانا چند مثالوں سے سمجھاتے ہیں کہ انسان اپنی حالت پر دوسروں کو قیاس کرتا ہے جس کا سر چکرا رہا ہو وہ گھر کو گھومتا ہوا سمجھتا ہے۔ ور تو۔ کشتی میں بیٹھا ہوا انسان سمجھتا ہے کہ ساحل بھی چل رہا ہے۔

گر[۱] تو باشی تنگدل از ملحمہ
اگر تو جنگ سے تنگدل ہے
تنگ بینی جملہ دنیا را ہمہ
تو پوری دنیا کی فضا کو تنگ سمجھے گا

ور تو خوش باشی بکامِ دوستاں
اگر تو دوستوں کے مقصد کے مطابق خوش ہے
ایں جہاں بنمایدت چوں گلستاں
یہ دنیا تجھے چمن جیسی نظر آئے گی

اے بسا کس رفتہ تا شام و عراق
بہت سے انسان شام اور عراق گئے
او ندیدہ ہیچ جز کفر و نفاق
انھوں نے کفر اور نفاق کے سوا کچھ نہ دیکھا

وے بسا کس رفتہ تا ہند و ہرے
بہت سے لوگ ہندوستان اور ہرات تک گئے
او ندیدہ جز مگر بیع و شرے
انھوں نے سوائے خرید و فروخت کے کچھ نہ دیکھا

وے بسا کس رفتہ ترکستان و چیں
بہت سے لوگ چین اور ترکستان گئے
او ندیدہ ہیچ جز مکر و کمیں
انھوں نے مکر اور گھات کی جگہ کے علاوہ کچھ نہ دیکھا

طالبِ[۲] ہر چیز اے یارِ رشید
اے بھلے دوست ہر چیز کے طلبگار نے
جز ہماں چیزے کہ میجوید ندید
اسی چیز کو دیکھا جس کو وہ تلاش کرتا تھا

چوں ندارد مدرکے جز رنگ و بو
جبکہ اُس کا محسوس سوائے رنگ و بو کے کچھ نہیں ہے
جملہ اقلیمہا را گو بجو
کہہ دے کہ سارے ممالک ڈھونڈ لے

گاو در بغداد آمد ناگہاں
بیل اچانک بغداد میں آ گیا
بگذرد او زیں سراں تا آں سراں
اِس جانب سے اُس جانب گذر گیا

از ہمہ عیش و خوشیہا و مزہ
تمام عیش اور خوشیوں اور مزے میں
او نہ بیند جز کہ قشرِ خربزہ
وہ سوائے خربوزے کے چھلکے کے نہیں دیکھتا ہے

کہ[۳] بود افتادہ در راہ یا حشیش
جو راستہ میں پڑا ہو یا گھاس
لائقِ سیرانِ گاوی یا خریش
جو گائے کی رفتار اور اُس کی حماقت کے لائق ہے

خشک بر میخِ طبیعت چوں قدید
وہ طبیعت کی میخ پر گوشت کے ٹکڑے کی طرح خشک
بستۂ اسباب و جانش لا یزید
وہ اسباب سے وابستہ ہے اُسکی جان میں اضافہ نہیں ہوتا ہے

واں فضای خرقِ اسباب و علل
اسباب اور علتوں کی شکست کی فضا
ہست ارض اللہ اے صدرِ اجل
اے صدر اعظم! اللہ کی زمین ہے

ہر زماں مبدل شود چوں نقشِ جاں
جبکہ روح کا نقش ہر وقت تبدیل ہوتا رہتا ہے
نو بنو بیند جہانے در عیاں
تو وہ مشاہدہ میں ایک تازہ بتازہ جہان دیکھتا ہے

---

[۱] گر تو۔ اگر انسان تنگدل ہوتا ہے تو دنیا کو تنگ سمجھتا ہے۔ ملحمہ۔ جنگ۔ ور تو خوش۔ اگر انسان خوش ہے تو اُس کو تمام دنیا پر مسرت معلوم ہوگی۔ شام و عراق۔ جو اسلام کے مرکز ہیں منافق کو وہاں بھی کفر و نفاق ہی نظر آئیگا۔ ہرے۔ ملک ہرات۔

[۲] طالب۔ انسان جس چیز کی جستجو کرتا ہے وہی اسکو نظر آتی ہے۔ مدرک۔ معلوم، جو چیز محسوس ہو۔ مطلب یعنی جو شخص باطنی بصیرت سے خالی اور ظاہر بین ہے اسکو تمام عالم میں صرف ظاہر نظر آئیگا۔ گاو۔ بیل اگر بغداد میں پہنچے تو اُس کو خربوزے کے چھلکوں کے علاوہ کچھ نظر نہ آئے گا۔

[۳] کہ بود۔ بیل کو وہ چھلکا یا گھاس نظر آئے گی جو راستہ میں پڑی ہوگی۔ لائق۔ ظاہر بیں انسان کی سیر بھی اسی گائے کی سی سیر ہے جو صرف ظاہر کو دیکھتا ہے۔ خشک۔ اسباب ظاہری کا پابند انسان صرف اپنی طبیعت پر اعتماد کرتا ہے اور اُس کے مزاج کی مثال اُس گوشت کے پارچہ کی سی ہے جس کو کھونٹی پر لٹکا دیا ہو جس میں اب اضافہ ممکن نہیں بلکہ روز مرہ گھٹ رہا ہے۔ واں فضای اسباب و علل سے گذر کر جب انسان اُس مقام تک پہنچتا ہے جہاں مسبب الاسباب کی قدرت کا عمل جاری ہے

685

گر بُوَد فردوس و اَنہارِ بہشت[1]
خواہ فردوس اور جنت کی نہریں ہوں

چوں فسُردہ یک صفت شد گشت زشت
جب ٹھٹھر کر ایک صفت بن جائیں تو بُری ہیں

اے زغفلت از مُسبّب بے خبر
اے وہ کہ غفلت کی وجہ سے سبب پیدا کرنے والے سے بے خبر ہے

بندۂ اسباب گشتی ہمچو خر
تو گدھے کی طرح اسباب کا بندہ بنگیا ہے

لاجرم اعمیٰ دل و سرگشتۂ
لامحالہ تو دل کا اندھا اور دیوانہ ہوگیا ہے

مُضطرب احوال و مُضطر گشتۂ
پریشان حال اور مجبور ہوگیا ہے

چشم بکُشا و مُسبّب را نگر
آنکھ کھول اور سبب پیدا کرنے والے کو دیکھ

تا شوی فارغ ز اَسباب ضرر
تاکہ تو نقصان کے اسباب سے نجات پاجائے

بیان[2] آنکہ ہر حسّ مُدرِک را از آدمی نیز مُدرکاتے دیگرست کہ از مُدرِکاتِ آں حسِّ دیگر بیخبرست چنانکہ ہر پیشہ ور اُستاد اعجمی از کارِ اُستادِ دیگرے بے خبرست و بے خبری اُو از انکہ وظیفۂ اُو نیست دلیل نبُود کہ آں مُدرِکات نیست

اس کا بیان کہ انسان کی ہر ادراک کرنے والی حِس کے معلومات دوسرے ہیں جن کی دوسری حِس کو خبر نہیں ہے جیسا کہ ہر عجمی پیشہ ور اُستاد دوسرے اُستاد کے کام سے بے خبر ہے اور اُس کی بے خبری اس لئے ہے کہ یہ اُس کا کام نہیں ہے اُس بات کی دلیل نہیں ہے کہ وہ مُدرکات نہیں ہیں

چنبرہ[3] دیدِ جہاں ادراکِ تُست
دنیا کو دیکھنے کا دائرہ تیرا ادراک ہے

پردۂ پاکاں حسِ ناپاکِ تُست
تیری ناپاک حِس، پاک لوگوں کا پردہ ہے

مُدّتے[4] حِس را بشو ز آبِ عیاں
مشاہدہ کے پانی سے حِس کو ایک مدت تک دھو

اینچنیں داں جامہ شُوئی صُوفیاں
صوفیوں کی جامہ شوئی اسی طرح کی سمجھ

چوں شُدی تو پاک پردہ بر کَند
جب تو پاک ہوجائے گا پردہ اُٹھ جائے گا

جانِ پاکاں خویش را بر تو زند
پاک لوگوں کی جان اپنے آپ کو تجھ پر نمایاں کردیگی

جملہ عالم گر بُوَد نور و صُوَر
تمام عالم اگر نور اور صورتیں ہوگا

چشم را باشد ازاں خوبی خبر
آنکھ کو اُس خوبی کی خبر ہوجائے گی

چشم بستی گوش می آری بپیش
(اگر) تو آنکھ بند کرلے، کان کو سامنے لائے

تا نمائی زلف و رُخسارہ بتیش
تاکہ تو اُس کو کسی بُت کی زلف اور رُخسارہ دکھائے

---

[1] گر بُوَد۔ مشہور ہے۔ "افسردہ دل افسردہ کند انجمنے را" اے زغفلت۔ انسان کی غفلت ہے کہ وہ اسباب کی طرف نظر رکھتا ہے، مُسبّب الاسباب سے غافل ہے۔

[2] بیان۔ انسان کے ہر حِس کے مدرکات جداگانہ ہیں ایک حِس دوسرے حِس کے مدرکات سے بے خبر ہے۔

[3] چنبرہ۔ انسان اپنی عینک سے بزرگوں کو دیکھتا ہے اس کی عینک پردہ اور حجاب ہے۔

[4] مُدّتے۔ صوفیا کی طرح حواس کو مشاہدہ کے ذریعہ پاک وصاف کرنا چاہئے۔ چوں شدی۔ جب تیرے حواس پاک ہوجائیں گے بزرگوں کی حقیقت کو سمجھے گا۔ چشم بستی۔ دیکھنا آنکھ کا کام ہے کان کا کام نہیں ہے۔

گوش گوید من بصورت نگروم — صورت ار بانگے زند من بشنوم[1]

کان کہے گا میں صورت پر مائل نہیں ہوتا ہوں — صورت اگر پکارے میں سنوں گا

گوش گوید من بصورت ننگرم — حس چشم ست آں ز دیدن قاصرم

کان کہے گا میں صورت کو نہیں دیکھتا ہوں — وہ آنکھ کی حس ہے، میں دیکھنے سے قاصر ہوں

عالمم من لیک اندر فن خویش — فن من جز حرف و صوتے نیست بیش

میں عالم ہوں، لیکن اپنے فن میں — میرا فن حرف اور آواز سے زیادہ نہیں ہے

ہیں بیا بینی ببیں ایں خوب را — نیست بینی در خور ایں مطلوب را

خبردار! ناک تو آ اس حسین کو دیکھ — ناک (بھی) اس مقصد کے لائق نہیں ہے

گر بود مشک و گلابے بو برم — فن من اینست و علم و مجرم

اگر مشک اور گلاب ہو میں سونگھ لونگی — میرا فن اور علم اور تجربہ یہ ہے

کے بہ بینم من رخ آں سیم ساق — ہیں مکن تکلیف مالیس یطاق

میں اس چاندی کی سی پنڈلی والے کا چہرہ کب دیکھ سکتی ہوں؟ — خبردار! جس چیز کی طاقت نہ ہو اس کی تکلیف دے

باز حس کژ نہ بیند غیر کژ — خواہ کژ غژ پیش او یا راست غژ

پھر ٹیڑھی حس سوائے ٹیڑھے کے نہ دیکھے گی — خواہ تو اس کے سامنے ٹیڑھا چلے یا سیدھا چلے

چشم احول[2] از یکے دیدن یقیں — ناظر شرک است نہ توحید بیں

بھینگے کی آنکھ ایک دیکھنے سے یقیناً (قاصر ہے) — وہ شرک کو دیکھنے والی ہے نہ کہ توحید کو

تو کہ فرعونی ہمہ مکری و زرق — مر مرا از خود نمیدانی تو فرق

تو جو فرعون ہے مجسّم مکر اور فریب ہے — تو مجھ میں اور اپنے آپ میں فرق نہیں سمجھتا ہے

منگر[3] از خود در من اے کژ باز تو — تا یکے تو را نہ بینی تو دو تو

اے ٹیڑھے کام والے! مجھے اپنی ذات سے نہ دیکھ — تاکہ تو ایک کو دو نہ دیکھے

بنگر اندر من ز من یک ساعتے — تا ورای کون بینی ساحتے

تھوڑی دیر کے لئے مجھے میری ذات سے دیکھ — تاکہ تو دنیا سے آگے ایک میدان دیکھے

وارہی از تنگی و از ننگ و نام — عشق اندر عشق بینی والسلام

تو تنگی اور ننگ و نام سے نجات پا جائیگا — عشق میں عشق دیکھے گا والسلام

پس بدانی چونکہ رستی از بدن — گوش و بینی چشم می تانند شدن

جب تو جسم سے نجات پا جائے گا تو جان لیگا — کہ کان اور ناک، آنکھ بن سکتے ہیں

[1] بانگے۔ سننا کان کا کام ہے۔ عالمم۔ کان سننے کا ماہر ہے۔ بینی۔ ناک کا کام دیکھنا نہیں ہے سونگھنا ہے کے بہ بینم۔ ناک محبوب کا شنو نہیں دیکھ سکتی ہے۔ باز حس۔ اگر حس ٹیڑھی ہے تو وہ صحیح کام نہیں کرے گی۔

[2] چشم احول۔ بھینگے کی آنکھ ایک چیز کو دو کر کے دکھاتی ہے۔ تو کہ۔ حضرت موسیٰ نے فرعون سے کہا چونکہ تو مجسّم مکر اور فریب ہے لہٰذا تو مجھ میں اور اپنے آپ میں فرق نہیں کر سکتا۔

[3] منگر۔ حضرت موسیٰ نے فرعون سے کہا کہ تو بھینگا ہے مجھے اپنی آنکھ سے نہ دیکھ۔ بنگر۔ مجھے میری آنکھ سے دیکھ پھر تجھے عالم غیب کا مشاہدہ ہوگا۔ عشق۔ میرے عشق میں تجھے خدا کا عشق نظر آئے گا۔ پس۔ جب تو جسم کی مادیت سے پاک ہو جائے گا تو تجھے معلوم ہو جائیگا کہ کان اور ناک بھی آنکھ کا کام کرتے ہیں۔

راست گفتست آں شہِ شیریں زباں[1] — چشم گردد مُو بمُوئے عارفاں

اُس شیریں زبان شاہ نے سچ فرمایا ہے — عارفوں کا بال بال، آنکھ بن جاتا ہے

جسم را چشمے نبُود اوّل یقیں — در رحم بُود او جنینِ گوشتیں

یقیناً شروع میں جسم میں آنکھ نہ تھی — وہ رحم (مادر) میں گوشت کا لوتھڑا تھا

علّتِ دیدن مداں پیہ اے پسر — ورنہ خواب اندر ندیدے کس صُوَر

اے بیٹا! آنکھ کی چربی کو دیکھنے کا سبب نہ سمجھو — ورنہ خواب میں کوئی شخص صورتیں نہ دیکھتا

آں پری و دیو می بیند شبیہ — نیست اندر دیدگانِ ہر دو پیہ

پری اور دیو صورت دیکھتے ہیں — دونوں کی آنکھوں میں چربی نہیں ہے

نور را با پیہ خود نسبت نبُود — نسبتش بخشید خلّاقِ ودُود

روشنی کو چربی سے کوئی نسبت نہ تھی — خلّاق ودود نے اُس کو نسبت عطا کی ہے

آدم[2] ست از خاک کے ماند بخاک — جنّی است از نار بے ہیچ اشتراک

آدم خاک سے (بنے) ہیں، خاک سے مشابہ کہاں ہیں؟ — بغیر مناسبت کے جن آگ سے (پیدا ہوئے) ہیں

نیست خود مانندِ آتش آں پری — گرچہ اصلش اُوست چوں می بنگری

پری، آگ کے مشابہ نہیں ہے — اگرچہ اُس کی اصل وہ ہے جب تو غور کریگا

مُرغ از باد ست کے ماند بباد — نامناسب را خدا نسبت بداد

پرندہ ہوا سے (پیدا ہوا) ہے وہ کب ہوا سے مشابہ ہے؟ — غیر مناسب کو خدا نے نسبت عطا کر دی ہے

نسبتِ ایں فرعہا با اصلہا — ہست بیچوں ارچہ دادش وصلہا

ان فروع کی اصول سے نسبت — بے نظیر ہے، اگرچہ (خدا نے) جوڑ ملا دیئے ہیں

آدمی چوں زادۂ خاک و ہباست — ایں پسر را با پدر نسبت کجاست

آدمی خاک اور ذرّوں سے پیدا ہوا ہے — اس بیٹے کو باپ سے کہاں مناسبت ہے؟

نسبتے گر ہست مخفی از خرد — ہست بیچون و خرد کے پے برد

اگر کوئی مناسبت ہے تو عقل سے مخفی ہے — وہ بے کیفیت ہے اور عقل اس کو کب پا سکتی ہے؟

باد[3] را بے چشم اگر بینش نداد — فرق چوں میکرد اندر قومِ عاد

اگر اُس نے ہوا کو بغیر آنکھ کے بینائی عطا نہیں کی ہو — تو اُس نے قوم عاد میں فرق کیسے کیا؟

چوں ہمی دانست مومن از عدُو — چوں ہمی دانست مے را از کدُو

اُس نے مومن کو دشمن سے کیسے ممتاز کر دیا؟ — اُس نے شراب اور کدو میں فرق کیسے کر لیا؟

---

[1] شیریں زباں یعنی حضرت بایزید بسطامیؒ۔ جسم۔ جب بچہ ماں کے پیٹ میں ہوتا ہے دوسرے حواس آنکھ کا کام کرتے ہیں۔ علّت۔ محض آنکھ کی چربی کو دیکھنے کی علّت نہ سمجھنا چاہیئے۔ ورنہ خواب میں انسان دیکھتا ہے اور اُس کی آنکھیں بند ہوتی ہیں۔ پری۔ پری اور جن دیکھتے ہیں اُن کی آنکھوں میں یہ چربی نہیں ہے۔ نور۔ آنکھ کی روشنی اور چربی میں کوئی مناسبت نہیں ہے خدا نے اُس میں یہ طاقت رکھی ہے تو اُس کی قدرت میں یہ بھی ہے کہ وہ کسی اور چیز میں دیکھنے کی طاقت رکھدے۔

[2] آدم۔ انسان خاکی اور جن ناری ہے لیکن اب اُن میں اور اُن کی اصل میں کوئی نسبت نہیں ہے۔ مُرغ پہلے مولانا نے فرمایا تھا کہ پرندوں کی پیدائش مذکر کی ہوا سے ہوتی ہے ہست۔ ان اصول اور فروع میں وہ نسبت ہے جس کی کیفیت ناقابلِ بیان ہے۔

[3] باد۔ جس طرح اللہ کی قدرت نے آنکھ کی چربی میں دیکھنے کی قوت عنایت فرمائی دوسری چیزوں کو بھی یہ قوت عنایت کر دیتا ہے۔ قوم عاد پر جو ہوا مسلّط ہوئی تھی وہ دیکھ دیکھ کر دشمنوں کو ہلاک کر رہی تھی۔

آتشِ نمرود را گر چشم نیست
نمرود کی آگ میں اگر آنکھ نہیں ہے
با خلیلش چوں تجشّم کردنی ست
اُس کے خلیل کے ساتھ اس کو کیوں تکلف ہوا؟

گر نبودے نیل را آں نورِ دید
اگر دریائے نیل میں دیکھنے کی روشنی نہ ہوتی
از چہ قبطی را ز سبطی می گزید
تو قبطی کو سبطی سے کیسے منتخب کرتی؟

گر نہ کوہ و سنگ با دیدار شُد
اگر پہاڑ اور پتھر دیکھنے والے نہ تھے
پس چرا داؤدؑ را اُو یار شُد
تو وہ (حضرت) داؤدؑ کے دوست کیوں بنے؟

ایں زمیں را گر نبودے چشمِ جاں
اگر اس زمین کے جان کی آنکھ نہ ہوتی
از چہ قاروں را فرو خورد آنچناں
تو قارون کو اس طرح کس وجہ سے نگل گئی؟

گر نبودے چشمِ دل حنّانہ را
اگر (اسطوانہ) حنّانہ کے دل کی آنکھ نہ ہوتی
چوں بدیدے ہجرِ آں فرزانہ را
تو اُن عقلمندؐ کے ہجر کو کیسے دیکھ لیتی؟

سنگریزہ گر نبودے دیدہ ور
اگر پتھر کے ٹکڑے بینا نہ ہوتے
چوں گواہی دادے اندر مُشت در
تو مُٹھی میں گواہی کیسے دیتے؟

اے خرد بر کش تو پرّ و بالہا
اے عقل تو بال و پر کھول دے
سورہ بر خواں زُلزِلَت زِلزالہا
سورۂ زُلزِلَت زِلزالہا پڑھ

در قیامت ایں زمیں بر نیک و بد
نیک اور بد پر یہ زمین قیامت میں
کے ز نا دیدہ گواہیہا دہد
بغیر دیکھے گواہی کب دے گی؟

کہ تُحدِّثُ حالہا و اَخبارَہا
کیونکہ وہ اپنی حالت اور خبریں بتائیگی
تُظہِرُ الارضُ لنا اَسرارَہا
زمین ہمارے لئے اپنے راز ظاہر کرے گی

ایں فرستادن مرا پیشِ تو میر
تجھ حاکم کے سامنے مجھے بھیجنا
ہست بُرہانے کہ بُد مُرسِل خبیر
اِس کی دلیل ہے کہ بھیجنے والا باخبر ہے

ق

کیں چنیں دارُو چُناں ناسُور را
کیونکہ ایسے زخم کے لئے ایسی ہی دوا
ہست در خُور از پئے تیسور را
سہولت کے لئے مناسب ہے

واقعاتے دیدہ بُودی پیش ازیں
تو نے اِس سے پہلے واقعات دیکھ لئے تھے
کہ خدا خواہد مرا کردن گزیں
کہ خدا مجھے برگزیدہ بنائے گا

من عصا و نُور بگرفتہ بدست
میں لاٹھی اور نور کو ہاتھ میں لے کر
شاخِ گستاخِ ترا خواہم شکست
تیرے گستاخ سینگ کو توڑ ڈالوں گا

لے آتش۔ نمرود کی آگ کو بصارت حاصل تھی اسی لئے وہ حضرت ابراہیمؑ کو نہیں جلا رہی تھی۔ تجشّم۔ تکلیف اٹھانا یعنی حضرت ابراہیمؑ کی حفاظت کی تکلیف اٹھا رہی تھی۔ نیل۔ دریائے نیل کو بھی بصارت حاصل تھی اسی لئے اس نے قبطیوں کو ڈبویا اور اسرائیلیوں کو نہ ڈبویا۔ داؤدؑ۔ پہاڑ میں بصارت تھی تب ہی تو پتھر حضرت داؤدؑ کو پہچان گئے تھے اور اُن سے خواہش کی تھی کہ طالوت کو ہلاک کرنے کیلئے ہمیں ساتھ لے چلو۔

لے زمین۔ زمین کو بصارت حاصل تھی اسی لئے اس نے قارون کو نگل لیا۔ حنّانہ۔ اسطوانہ حنّانہ حضورؐ کے فراق پر رو دیا اس کی وجہ اس کی بینائی تھی۔ سنگریزہ۔ اس معجزے کی طرف اشارہ ہے جس میں کنکریوں نے حضورؐ کی مٹھی میں حضورؐ کی رسالت کی گواہی دی تھی۔ زُلزِلَت۔ سورۂ زلزال میں اس کا بیان ہے کہ قیامت میں زمین سب راز ظاہر کر دے گی۔

لے ایں فرستادن۔ تجھ جیسے ظالم حاکم کے مقابلہ کے لئے خدا کا مجھے بھیجنا اس بات کی دلیل ہے کہ خدا کے علم میں یہ بات ہے کہ تیرے مرض کا علاج میں ہی ہوں۔

689

واقعاتے[1] سہمگیں از بہرِ ایں — گونہ گونہ می نمودت ربِّ دیں

اسی لئے خوفناک واقعات — دین کے رب نے طرح طرح کے تجھے دکھائے

در خورِ سرِّ بد و طُغیانِ تو — تا بدانی کوست در خوردانِ تو

تیرے بُرے عقیدے اور سرکشی کے مناسب — تاکہ تو سمجھ جائے کہ وہ تیرے مناسب ہیں

تا بدانی کو حکیم ست و خبیر — مُصلحِ امراضِ درماں ناپذیر

تاکہ تو سمجھ لے کہ وہ دانا اور باخبر ہے۔ — ناقابلِ علاج مرضوں کا مُصلح ہے

تو بتاویلات می گشتی ازاں — کور و کر کایں ہست از خوابِ گراں

تو تاویلوں کے ذریعہ اُن سے بنتا تھا — اندھا اور بہرا، کہ یہ گہری نیند کی وجہ سے ہیں

واں[2] طبیب و آں منجّم در لمَع — دید تعبیرش بپوشید از طمع

اور اُس طبیب اور نجومی نے روشنی میں — اُس کی تعبیر دیکھ لی (اور) لالچ کی وجہ سے چھپائی

گفت دور از دولت و از شاہیت — کہ در آید غصّہ در آگاہیت

اُس نے کہا کہ تیری حکومت اور شاہی سے دُور — کہ کوئی ناگواری تیرے علم میں آئے

از غذائے مختلف یا از طعام — طبعِ شوریدہ ہمی بیند منام

مختلف غذا یا کھانے کی وجہ سے — پریشان طبیعت خواب دیکھتی ہے

زانکہ دید اُو کہ نصیحت جُو نہٗ — تُند و خونخواری و مسکیں خو نہٗ

کیونکہ اُس نے دیکھا کہ تو نصیحت کا جویاں نہیں ہے — تو بد مزاج اور خونخوار ہے مسکین طبیعت نہیں ہے

پادشاہاں خوں کنند از مصلحت — لیک رحمتِ شاں فزوں ست از عنت

بادشاہ کسی مصلحت سے خون کر دیتے ہیں — لیکن اُن کی محبت غصہ سے بڑھی ہوئی ہوتی ہے

شاہ[3] را باید کہ باشد خوئے رب — رحمتِ اُو سبق گیرد بر غضب

بادشاہ کو چاہیئے کہ خدائی مزاج کا ہو — اُس کی رحمت غصہ پر سبقت کرے

نے غضب غالب بُود مانندِ دیو — بے ضرورت خوں کند از بہرِ ریو

نہ دیو کی طرح اُس پر غصہ غالب ہو — (اور) مکر کے لئے بے ضرورت خون بہائے

نے حلیمیِ مخنّث وار نیز — کہ شود زن رُوسپی زان و کنیز

ہیجڑے کی سی بُردباری بھی نہ ہو — کہ اُس سے بیوی اور باندی بدکار ہو جاتی ہے

دیو خانہ کردہ بُودی سینہ را — قبلہ سازیدہ بُودی کینہ را

تو نے سینہ کو شیطان کا گھر بنا لیا تھا — تو نے کینہ کو قبلہ بنا لیا تھا

---

[1] واقعاتے۔ تو نے کئی بار خواب میں دیکھا تھا کہ خدا نے تیرے مقابلہ کے لئے مجھے منتخب کر رکھا ہے۔ در خور۔ وہ خواب تیرے مناسب حال تھے اور تجھے یہ بتانے کے لئے تھے کہ اللہ تعالٰے ناقابلِ علاج مرض کا علاج بھی فرما دیتا ہے۔ تو بتاویلات۔ لیکن تو اُن خوابوں کی غلط تاویلیں کر کے اندھا اور بہرا بنا اور کہنے لگا کہ غفلت کی نیند میں ایسے خواب آیا کرتے ہیں۔

[2] واں طبیب۔ اطبّاء اور نجومی اُن خوابوں کا صحیح مطلب سمجھ رہے تھے لیکن وہ جانتے تھے کہ تو اُن کی بات نہ مانے گا اور اُن پر عتاب نازل کرے گا اسلئے وہ یہ کہہ دیتے تھے کہ مختلف غذائیں اور معدہ کی خرابی اِن خوابوں کا سبب ہیں۔ پادشاہاں۔ بادشاہ کسی مصلحت کی بنیاد پر قتل بھی کراتے ہیں لیکن رعایا پر اُن کی شفقت اُن کے غصہ پر غالب رہتی ہے۔

[3] شاہ۔ بادشاہ کو اخلاقِ الٰہی اختیار کرنے چاہئیں۔ رحمت۔ خدا کا خُلق یہ ہے کہ اُس کی رحمت اُس کے غضب پر غالب ہے۔ دیو۔ شیطان کا غصہ اُس کی شفقت پر غالب ہے۔ نے حلیمی۔ بادشاہ میں بے موقع حلم بھی نہ ہونا چاہیئے جس کی وجہ سے بیوی اور متعلقین بگڑ جائیں۔ رُوسپی۔ رنڈی، زانیہ۔

شاخِ تیزت بس جگرہا را کہ خست
تیرے تیز سینگ نے بہت جگروں کو خستہ کیا ہے

نک عصایم شاخِ شوخت را شکست
اب میری لاٹھی نے تیرے شوخ سینگ کو توڑا ہے

حملہ آوردنِ ایں جہانیان و تاختت بُردن براں جہانیان
اس دنیا والوں کا حملہ کرنا اور غارتگری کرنا اس جہان والوں پر قلعہ کی سرحد تک

تا ستُورِ دِژ کہ سرحدِ غیبت و غفلتِ ایشاں از کمین گہ چوں
جو کہ غیب کی سرحد ہے اور اُن کا کمین گاہ ہے غافل ہونا کیونکہ غازی جب

غازی بغزا نرود کافر تاختت آرد
جہاد نہیں کرتا ہے، کافر حملہ کر دیتا ہے

حملہ بُردند اسپہ جسمانیاں
جسم والوں کی فوج نے حملہ کیا

جانبِ قلعہ و دِژِ رُوحانیاں
رُوحانیوں کے قلعہ کی جانب

تا فرو گیرند بر دربندِ غیب
تاکہ غیب کے دروازوں پر قبضہ کرلیں

تا کسے نایدازاں سُو پاک جیب
تاکہ کوئی پاک دل اُس جانب سے نہ آئے

غازیاں حملہ غزا چوں کم برند
غازی جب جہاد کا حملہ نہیں کرتے ہیں

کافراں بر عکس حملہ آورند
تو کافر پلٹ کر حملہ کرتے ہیں

غازیانِ غیب چوں از حلمِ خویش
غیب کے غازیوں نے جب اپنی بُردباری کیوجہ سے

حملہ ناوردند بر تو زشت کیش
تجھ بد مذہب پر حملہ نہیں کیا

حملہ بُردی سُوئے دربندانِ غیب
تو نے غیب کے دروازوں پر حملہ کیا

تا نیایند ایں طرف مردانِ غیب
تاکہ غیب کے جوانمرد اِدھر نہ آئیں

چنگ در صلب و رحمہا در زدی
تو نے پُشتوں اور رحموں پر دست درازی کی

تا کہ شارع راہ گیری از بدی
تاکہ شرارت سے راستہ روک دے

چوں بگیری شہرہے کہ ذوالجلال
تو اس شاہراہ کو کیسے بند کر سکتا ہو جسکو خدا نے

بر گشادست از برائے انتسال
نسل بڑھانے کے لئے کھولا ہے؟

سد شُدی دربندہا را اے لجوج
اے جھگڑالو! تو دروازے کی بندش بنا

کوریِ تو کرد سرہنگے خروج
تیرے اندھے پن سے ایک سپاہی نکل آیا

نک منم سرہنگ و ہنگت بشکنم
اب میں سپاہی ہوں اور تیرے ارادہ کو شکست دونگا

نک بنامش نام و ننگت بشکنم
اب اُس کے نام پر تیرے نام و ننگ کو شکست دونگا

لہ شاخ - لیکن تو ایسا ظالم بادشاہ ہے کہ بے قصور لوگوں کا خون کرتا ہے۔ اب خدا تعالیٰ نے میری لاٹھی کے ذریعہ تیرے سینگ کو توڑا ہے۔ حملہ آوردن - قدرِ خداوندی کے خلاف فرعون کی تمام بیہ ابل دنیا کا عالمِ غیب پر حملہ کرنا ہو۔ ستور دژ بضم اول وثانی ترکی رومی لفت ہے۔ دو سرحد جو دو سلطنتوں اور دو بادشاہوں کے درمیان حائل ہو۔ اسپہ - سپاہ۔ دژ - قلعہ۔ دربنداں - دروازے۔ پاک جیب - پاکیزہ۔

لہ غازیان - قدرت کیطرف سے ڈھیل ہوتی ہے تو کافروں کو جرأت ہو جاتی ہے۔ کیش - مذہب۔ چنگ - فرعون نے نسل کشی شروع کی تاکہ موسیٰ کا ظہور نہ ہو سکے۔ شارع - راستہ۔ شہرہ - شاہراہ۔ انتسال - نسل بڑھانا۔

لہ سد - بند۔ لجوج - جھگڑالو۔ سرہنگ - یعنی حضرت موسیٰ۔ ہنگت - قصد تو۔

691

تو ہلا در بند ہا را سخت بند | چند گاہے بر سبال[1] خود بخند
خبردار! تو دروازوں کو سخت بند کر دے | تھوڑی دیر اپنی مونچھوں پر ہنس لے

سبلت را بر کنند یک یک قدر | تا بدانی کالقدر یعمی البصر
تقدیر تیری مونچھ کو ایک ایک کر کے اکھاڑ دیگی | تاکہ تو جان لے کہ تقدیر آنکھوں کو اندھا کر دیتی ہے

سبلت تو تیز تر یا آن عاد | کہ ہمی لرزید از دم شان بلاد
تیری مونچھ زیادہ نوکیلی ہے یا قوم عاد کی | جن کے دم سے شہر لرزاں تھے

تو ستیزہ رو تری یا آں ثمود | کہ نیامد مثل ایشاں در وجود
تو زیادہ لڑاکو ہے یا ثمود | کہ اُن جیسا پیدا نہ ہوا

صد ازینہا گر بگویم تو کری | بشنوی و ناشنودہ آوری
اگر اس قسم کی سینکڑوں باتیں کہوں گا تو بہرا ہے | تو سُنی ہوئی باتوں کو اَن سُنی کر دے گا

توبہ کردم از سخن کانگیختم | بے سخن من دارویت آمیختم
جو باتیں میں نے اٹھائیں اُن سے توبہ کرتا ہوں | بغیر کہے میں تیری دوا گھولتا ہوں

کہ نہم بر ریش خامت تا پزد | تا بسوزد ریش و ریشت تا ابد
تیرے کچے زخم پر رکھوں تاکہ وہ پک جائے | تاکہ ہمیشہ کے لئے زخم اور تیری داڑھی جل جائے

تا بدانی[2] کو خبیرست اے عدو | می دہد ہر چیز را در خورد او
اے دشمن! تاکہ تو جان لے کہ وہ جانکار ہے | ہر چیز کو اُس کے مناسب حال عطا کرتا ہے

کے کژی کردی و کے کردی تو شر | کہ ندیدی لائقش در پے اثر
تو نے کب کجی برتی ہے اور تو نے کب شر پھیلایا ہے | کہ اُس کے مناسب اُس کے بعد تو نے اثر نہ دیکھا ہو

کے فرستادی دمے بر آسماں | نیکیے کز پے نیامد مثل آں
تھوڑی دیر کے لئے تو نے آسمان پر کب بھیجی ہے؟ | نیکی، کہ اُس کے بعد اُس جیسی نہ آئی ہو

گر مراقب[3] باشی و بیدار تو | ہر دمے بینی جزای کار تو
اگر تو نگراں اور بیدار ہو جائے | ہر وقت اپنے کام کا بدلہ دیکھے

چوں مراقب باشی و گیری رسن | حاجتت ناید قیامت آمدن
جب تو نگراں ہوگا اور رسی کو پکڑے گا | تجھے قیامت کے آنے کی ضرورت رہیگی

آنکہ رمزے را بداند او صحیح | حاجتش ناید کہ گویندش صریح
جو اشارے کو صحیح سمجھ لے | اُس سے صاف کہنے کی ضرورت نہیں ہے

---

[1] سبال۔ سبلت کی جمع ہے، مونچھ۔ عاد۔ قوم عاد کی طاقت سے سب قومیں ڈرتی تھیں۔ ثمود۔ بہت طاقتور قوم تھی۔ توبہ۔ اب میں نصیحت کو ختم کرتا ہوں وہ تیرے لئے مُفید نہیں ہے۔ ریش۔ زخم، داڑھی۔

[2] تا بدانی۔ حضرت موسیٰؑ نے فرعون سے کہا کہ اب میں تیرا علاج شروع کرتا ہوں تاکہ تجھے معلوم ہو جائے کہ قدرت ہر فرعون کیلئے موسیٰ کو پیدا کر دیتی ہے۔ کے کژی۔ انسان کو نیکی اور بدی کا بدلہ ضرور ملتا ہے۔

[3] مراقب۔ اگر انسان اپنا محاسبہ کرتا رہے تو اس کو پتہ چل جائے کہ ہر کام کا بدلہ فوراً ملتا ہے۔ چوں مراقب۔ اگر انسان محاسبہ کرتا ہے تو پھر محاسبہ کے دن یعنی قیامت کی اس کیلئے ضرورت نہیں ہے۔ آنکہ۔ جو شخص دنیا میں اشارات خداوندی کو سمجھ لیگا اس کے لئے قیامت کے صریح اقوال کی ضرورت نہ رہے گی۔

ایں[1] بلا از کودنی آید ترا — کہ نکردی فہم نکتہ و رمزرا

یہ مصیبت بیوقوفی سے تجھ پر آتی ہے — کیونکہ تو اشارے اور نکتہ کو نہ سمجھا

از بدی چوں دل سیاہ و تیرہ شُد — فہم کُن اینجا نشاید خیرہ شُد

جب گناہ کی وجہ سے دل سیاہ اور کالا ہو گیا — سمجھ لے، اس جگہ بے باکی مناسب نہیں ہے

ورنہ خود تیرے شود آں تیرگی — در رسد در تو جزای خیرگی

ورنہ وہ سیاہی خود تیر بن جائیگی — تجھے بے باکی کی سزا ملے گی

ور[2] نیاید تیرت از بخشائش ست — نے پئے نادیدنِ آلایش ست

اگر تجھے تیر نہ لگے، تو یہ بخشش ہے — نہ کہ گناہ کو نہ دیکھنے کی وجہ سے ہے

پس مُراقب باش گر دل بایدت — کز پئے ہر فعل چیزے زایدت

اگر تجھے دل کی سلامتی چاہیئے تو نگراں بن — اس لئے کہ ہر کام کے بعد تجھ میں کچھ پیدا ہوتا ہے

ور ازیں افزوں ترا ہمت بُود — از مراقب کار بالا تر رَوَد

اگر تجھ میں اس سے زیادہ ہمت ہو — نگرانی کرنے والے سے کام بالا تر ہو جائیگا

بیانِ آنکہ تنِ خاکیِ آدمی زاد ہمچو آہنِ نیکو جوہرِ قابلِ آئینہ شُدن ست تا در دنیا بہشت و دوزخ و قیامت وغیرہا معائنہ بنماید نہ بطریق خیال بل بعیاں

اس کا بیان کہ آدمی کا خاکی جسم اس لوہے کی طرح ہے جو عمدہ جوہر والا آئینہ بننے کے قابل ہے تاکہ دنیا میں بہشت اور دوزخ اور قیامت وغیرہ کا معائنہ کرے محض خیالی طریقہ پر نہیں بلکہ مشاہدہ کے طریقہ پر

پس[3] چو آہن گرچہ تیرہ ہیکلی — صیقلی کُن صیقلی کُن صیقلی

پس اگرچہ تو لوہے کی طرح کالی شکل والا ہے — صیقل کر، صیقل کر، صیقل

تا دلت آئینہ گردد پُر صُوَر — اندرو ہر سُو ملیحے سیم بر

تاکہ تیرا دل صورتوں بھرا آئینہ بن جائے — جس میں ہر جانب چاندی کے جسم کا حسین ہو

آہن ارچہ تیرہ و بے نُور بُود — صیقلی آں تیرگی از وَے زُدُود

لوہا اگرچہ کالا اور بے نور تھا — صیقل کرنے نے اس کی کالک صاف کر دی

صیقلی دید آہن و خوش کرد رُو — تا کہ صورتہا تواں دید اندرو

لوہے نے صیقل حاصل کی اور چہرہ حسین کر لیا — یہاں تک کہ اس میں صورتیں دیکھی جا سکتی ہیں

---

[1] ایں بلا۔ چونکہ انسان اشارات کو نہیں سمجھتا لہٰذا مصائب میں مبتلا ہوتا ہے۔ از بدی۔ بدی پر سرکشی ہلاکت کا سبب ہے۔

[2] ور۔ اگر انسان کی بُرائی پر اس کی گرفت نہیں ہوئی ہو تو یہ اللہ کا کرم ہے یہ نہیں ہے کہ خدا کو اس کی بُرائی کا علم نہیں ہے کز پئے۔ انسان کے ہر فعل کا اس پر نتیجہ مرتب ہوتا ہے۔ ہمت۔ اگر انسان اس مرتبہ سے بڑھنے کی کوشش کرے تو مراقب کے مرتبہ سے بڑھ سکتا ہے۔ بیان۔ یہ اونچا مرتبہ حاصل کرنے کی ترکیب بیان کی ہے۔ تا در۔ انسان دل کو مصفیٰ کرے تو اس پر آخرت منکشف ہو جاتی ہے۔

[3] پس۔ جس طرح کالا لوہا صیقل کے ذریعہ صورتوں کو قبول کرنے کے قابل ہو جاتا ہے انسان کا دل مجاہدات کے ذریعہ بھی صورتوں کو قبول کرنے لگتا ہے۔ ہیکل۔ جسم۔ سیم بر۔ سیمیں بدن۔ صیقلی۔ لوہے نے صیقل سے حسن اختیار کر لیا۔

گر تنِ خاکی غلیظ و تیرہ است
اگر خاکی جسم غلیظ اور کالا ہے

صیقلش کن زانکہ صیقل گیرہ است
اس کو صیقل کر وہ صیقل کو قبول کر لینے والا ہے

تا درو اشکالِ غیبی رُو دہد
تاکہ اُس میں غیبی صورتیں نظر آئیں

عکسِ[1] حُورے و مَلک در وَے جہد
حُور اور فرشتے کا عکس اس میں جھلکے

صیقلِ عقلت بداں دادست حق
تجھے اللہ (تعالیٰ) نے عقل کا صیقل اسی لئے دیا ہے

کہ بدو روشن شود دل را وَرق
تاکہ اُس کے ذریعہ دل کا وَرق روشن ہو

صیقلی را بستۂ اے بے نیاز
اے لاپروا! تو نے صیقل کو بند کر دیا ہے

واں ہوا را کردۂ دو دست باز
اور خواہش کے دونوں ہاتھ کھول دیئے ہیں

گر ہوا را بند بنہادہ شود
اگر خواہش پر بند باندھ دیا جائے

صیقلے را دست بکشادہ شود
صیقل کے ہاتھ کھل جائیں گے

آہنے کائینۂ غیبی بُدے
جو لوہا غیب کا آئینہ بن جائے

جُملہ صُورتہا درو مُرسَل شُدے
تمام صورتیں اُس میں بھیجدی جاتی ہیں

تیرہ کردی زنگ دادی در نہاد
تو نے کالا کر لیا طبیعت پر زنگ چڑھا دیا

ایں بُود یَسْعَوْنَ فِی الْاَرْضِ الْفَسَادَ
"وہ زمین میں فساد پھیلاتے پھرتے ہیں" کے یہی معنی ہیں

تاکنوں[2] کردی چنیں اکنوں مکُن
تو نے اب تک ایسا کیا، اب نہ کر

تیرہ کردی آب را افزوں مکُن
تو نے پانی کو گدلا کر دیا، زیادہ نہ کر

بر مشوراں تا شود ایں آب صاف
اس کو نہ ہلا تاکہ پانی صاف ہو جائے

واندرو بیں ماہ و اختر در طواف
اور اُس میں تو چاند اور ستارے گھومتے دیکھے

زانکہ مردم ہست ہمچوں آبِ جُو
کیونکہ انسان نہر کے پانی کی طرح ہے

چوں شود تیرہ نہ بینی قعرِ اُو
جب وہ گدلا ہو جاتا ہے تو تہ نہیں دیکھتا ہے

قعرِ[3] جُو پُر گوہرست و پُر ز دُر
نہر کی تہہ موتیوں اور گوہر بھری ہے

ہیں مکُن تیرہ کہ ہست آں صاف و حُر
خبردار اُس کو گدلا نہ کر وہ صاف اور پاک ہے

جانِ مردم ہست مانندِ ہوا
انسانوں کی جان ہوا کی طرح ہے

چوں بگرد آمیخت شد پردہ سما
جب وہ گرد آلود ہو گئی، آسمان کا پردہ بن گئی

مانع آید اُو ز دیدِ آفتاب
وہ سورج کو دیکھنے سے مانع ہوتی ہے

چونکہ گردش رفت شد صافی و ناب
جب اُس کی گرد جاتی رہی وہ صاف اور خالص بن گئی

---

[1] عکس۔ یعنی عالمِ غیب کی صورتیں۔ ہوا۔ انسان بجائے مجاہدوں کے خواہشاتِ نفسانی کے درپے ہے۔ گر ہوا۔ اگر انسان خواہشات کو ترک کر دے تو اُس کے دل کی صیقل ہو جائے۔ تیرہ کردی۔ قرآن پاک میں ہے یَسْعَوْنَ فِی الْاَرْضِ الْفَسَادَ وَاللّٰہُ لَا یُحِبُّ الْمُفْسِدِیْنَ وہ لوگ زمین میں فساد پھیلاتے پھرتے ہیں اور خدا فساد پھیلانے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ مولانا نے اس آیت میں فساد کے معنیٰ قلب کی تیرگی کے لئے ہیں۔

[2] تاکنوں حضرت موسیٰؑ کا فرعون کو خطاب ہے کہ اب تک تو نے فساد پھیلایا اب ایسا نہ کر۔ بر مشوراں۔ مزاج میں جو گندگی پیدا ہو گئی ہے اُسکو زائل کر اور اُس میں آخرت کا مشاہدہ کر۔ چوں شود۔ پانی جب گدلا ہو جاتا ہے تو پانی کی تہ نظر نہیں آتی ہے۔

[3] قعرِ جو۔ انسان کی طبیعت میں زرو جواہر چھپے ہوئے ہیں انسان طبیعت کو شفاف کرے تو وہ نظر آئیں گے۔ مانندِ ہوا۔ ہوا میں جب گرد شامل ہو جاتی ہے وہ تاریک ہو جاتی ہے۔ مانع آید۔ جب ہوا کثیف ہو جاتی ہے تو وہ سورج کے لئے پردہ بن جاتی ہے۔

حاصلِ آنکہ کم مکن اے بے سرو ——— صیقلی واللہ اعلم بالصدور

اے ناخوش! خلاصہ یہ ہے کہ کم نہ کر ——— صیقل کو اور خدا سینوں کو زیادہ جانتا ہے

بازگفتنِ موسیٰؑ اسرارِ فرعون را و واقعاتِ او بظہر الغیب تا بخبیریٔ حق ایمان آورد و قصۂ آں زنگی کہ بر آئینہ رید

حضرت موسیٰؑ کا فرعون کے راز اور وہ واقعات کو غائبانہ بتا دینا تاکہ اللہ کے باخبر ہونے پر ایمان لے آئے اور اس حبشی کا قصہ جس نے آئینہ پر پاخانہ پھر دیا

باکمالِ تیرگی حق واقعات ——— می نمودت تا روی راہِ نجات

باوجود مکمل کالے پن کے اللہ (تعالیٰ) واقعات ——— تیرے لئے رونما کرتا ہے تاکہ تو نجات کا راستہ چلے

زآہنِ تیرہ بقدرت می نمود ——— واقعاتے کہ در آخر خواست بود

قدرت کے ذریعہ کالے لوہے سے رونما کئے ——— وہ واقعات جو آخیر میں ہونے والے تھے

[2] تا نکنی کم تر تو آں ظلم و بدی ——— آں ہمی دیدی و بدتر می شدی

تاکہ تو ظلم اور برائی نہ کرے ——— تو نے وہ دیکھے اور بدتر ہو گیا

نقشہائے زشتِ خوابت می نمود ——— می رمیدی زاں و آں نقشِ تو بود

خواب تجھے بری صورتیں دکھلاتے تھے ——— تو ان سے نفرت کرتا تھا اور وہ تیری حالت تھے

ہمچو آں زنگی کہ در آئینہ دید ——— روی خود را زشت و بر آئینہ رید

اس حبشی کی طرح جس نے آئینہ میں دیکھا ——— اپنا بدنما چہرہ اور آئینہ پر پاخانہ پھر دیا

کہ چہ زشتی لائق اینی و بس ——— زشتیم آنِ تو است اے کور خس

کہ تو کیا بدنما ہے؟ تو بس اسی کے لائق ہے ——— اے اندھے کمینے! میری بدنمائی تیری ملک ہے

[3] ایں جفا بر روی زشتت می کنی ——— نیست بر من زانکہ ہستم روشنی

یہ ظلم تو اپنے بدنما چہرے پر کر رہا ہے ——— مجھ پر نہیں ہے، کیونکہ میں تو روشن ہوں

گاہ می دیدی لباست سوختہ ——— گہ دہان و چشم تو بر دوختہ

کبھی تو نے اپنا لباس جلا ہوا دیکھا ——— کبھی اپنا منہ اور آنکھیں سلی ہوئی

گاہ حیواں قاصدِ خونت شدہ ——— گہ سرِ خود را بدندانِ ددہ

کبھی جانور تیرے خون کے درپے ہوا ——— کبھی اپنے سر کو درندہ کے دانتوں میں (دیکھا)

گہ نگوں اندر میانِ آبریز ——— گہ غریقِ سیلِ خون آمیز تیز

کبھی بیت الخلا میں اوندھا ——— کبھی خون ملے ہوئے تیز بہاؤ میں

---

[1] باز گفتن۔ حضرت موسیٰؑ نے فرعون کے ڈھکے چھپے واقعات ...... بیان فرمائے تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کے علیم وخبیر ہونے پر ایمان لے آئے۔ باکمال۔ فرمایا کہ اگرچہ تیرا دل تاریک ہے لیکن خدا نے عبرت کے لئے بہت سے واقعات تجھ پر رونما کئے جو ظہور پذیر ہونے والے تھے۔

[2] تا نکنی۔ حضرت موسیٰؑ نے فرعون سے کہا کہ یہ واقعات تجھے اس لئے دکھائے جاتے تھے کہ تو ظلم وستم کرنا چھوڑ دے لیکن تو نے بجائے توبہ و استغفار کے مزید ظلم کرنے شروع کر دیئے۔ نقشہائے۔ یہ بری صورتیں خود تیری تھیں لیکن تو ان کو اپنی نہ سمجھتا تھا۔ ہمچو۔ تیری مثال اس حبشی کی سی ہے جس نے آئینہ میں اپنی صورت دیکھی لیکن بجائے اس کے کہ اس کو اپنی صورت سمجھتا، آئینہ کی خرابی سمجھا اور اس پر پاخانہ پھر دیا۔ کہ چہ۔ اور آئینہ کو کہنے لگا کہ تو اس قدر بدصورت ہے کہ اسی حرکت کے قابل ہے جو میں نے تیرے ساتھ کی ہے۔

[3] ایں جفا۔ اس حبشی کا یہ ظلم خود اپنی صورت پر تھا آئینہ تو روشن ہے اس پر ظلم نہ تھا۔ گاہ۔ تجھے کبھی خواب میں اپنا لباس جلا ہوا نظر آتا تھا کبھی تو یہ دیکھتا تھا کہ کوئی درندہ تیرے خون کے درپے ہے۔ گہ نگوں۔ کبھی تو یہ دیکھتا تھا کہ پاخانہ میں اوندھا گرا ہے کبھی یہ دیکھتا تھا کہ خون ملے ہوئے پانی میں تو غرق ہے۔

گہ[1] زبامے اوفتادہ گشتہ پست — گاہ در اِشکنجہ وبستہ دو[2] دست
کبھی بالاخانہ سے گرا ہوا دبا ہوا — کبھی شکنجے میں دونوں ہاتھ بندھے ہوئے

گاہ دیدہ خویش در زنجیر و غُل — گاہ مغزت را زدندے چوں دُہل
کبھی اپنے آپ کو زنجیر اور طوق میں دیکھا — کبھی تیرے سر کو ڈھول کی طرح پیٹتے تھے

گہ ندات آمد ازیں چرخِ نقی — کہ شقی و کہ شقی و کہ شقی
کبھی اس صاف آسمان سے آواز آئی — کہ تو بدبخت ہے، تو بدبخت ہے، تو بدبخت ہے

گہ[2] ندات آمد صریحًا از جبال — کہ برو ہستی ز اصحابِ شمال
کبھی تجھے پہاڑوں سے صاف آواز آئی — کہ جا تو بائیں جانب والوں میں سے ہے

گہ ندا می آمدت از ہر جماد — تا ابد فرعون در دوزخ فتاد
کبھی تجھے ہر بےجان کی جانب سے آواز آئی — کہ فرعون ہمیشہ کے لئے دوزخ میں گر گیا

گہ خطاب آمد ترا از ہر نبات — گشت مطرود ابد فرعون و مات
کبھی تجھے ہر پودے سے آواز آتی تھی — کہ فرعون ہمیشہ کے لئے مردود ہو گیا اور مر گیا

زیں بتر ہا کہ نمیگویم ز شرم — تا نگردد طبعِ معکوسِ تو گرم
اس سے بھی بدتر جو کہ میں شرم سے نہیں کہتا ہوں — تاکہ تیری اوندھی طبیعت غضبناک نہ ہو

اند[3]کے گفتم بتو اے ناپذیر — زاند کے دانی کہ ہستم من خبیر
اے نہ قبول کرنے والے! میں نے تھوڑی باتیں کہی ہیں — تھوڑی باتوں سے تو جان لے کہ میں باخبر ہوں

خویشتن را کور کردستی و مات — تا نیندیشی ز خواب و واقعات
تو نے اپنے آپ کو اندھا اور مُردہ بنا لیا — تاکہ خواب اور واقعات کو نہ سوچے

چند[4] بگریزی نک آمد پیش تو — کوریِ ادراکِ مکر اندیش تو
تو کتنا گریز کرے گا اب تیرے آگے آ گئی — تیرے مکر کے منصوبے باندھنے والے ذہن کی بے بصیرتی

در بیانِ آنکہ درِ توبہ و استغفار باز ست از کرمِ حق

اس کا بیان کہ اللہ تعالیٰ کے کرم سے توبہ اور معافی کا دروازہ کھلا ہوا ہے

ہیں مکن زیں پس فرا گیر احتراز — کہ ز بخشایش درِ توبہ است باز
خبردار! اس کے بعد نہ کر، بچاؤ اختیار کر — کیونکہ بخشش سے توبہ کا دروازہ کھلا ہوا ہے

توبہ را از جانبِ مغرب درے — باز باشد تا قیامت بر وَرے
مغرب کی جانب سے توبہ کا دروازہ — کھلا ہوا ہے، مخلوق پر قیامت تک

---

[1] گہ زبامے۔ کبھی تو خواب میں دیکھتا تھا کہ بالاخانہ سے گرا ہے۔ کبھی یہ دیکھتا تھا کہ شکنجہ میں کسا ہوا ہے اور تیرے دونوں ہاتھ بندھے ہوئے ہیں کبھی دیکھتا تھا کہ تو زنجیر اور طوق میں بندھا ہوا ہے کبھی تو دیکھتا تھا کہ تیرے سر کو ڈھول کی طرح پیٹ رہے ہیں۔ گہ۔ کبھی غیب سے آواز آتی تھی کہ تو بدبخت ہے۔

[2] گہ ندات۔ کبھی پہاڑوں سے آواز آتی تھی کہ تو جہنمی ہے۔ جماد۔ کبھی تو پتھروں سے اپنے دوزخی ہونے کی آواز سنتا تھا۔ ہر نبات۔ کبھی زمین کے پودے تیرے مردود ہونے کی خبر دیتے تھے۔ زیں بترہا۔ اس سے بھی زیادہ خراب باتیں تو نے سُنی ہیں جو میں شرم سے بیان نہیں کر رہا ہوں کہ کہیں تو اور غضبناک نہ ہو جائے۔

[3] اندکے۔ یہ میں نے تھوڑے سے تیرے واقعات تجھے بتائے ہیں تاکہ تجھے معلوم ہو جائے کہ مجھے ساری باتیں معلوم ہیں۔

[4] چند بگریزی۔ ان واقعات سے تو کہاں تک آنکھیں بند کرے گا۔ دربیان۔ ابھی توبہ کا دروازہ کھلا ہوا ہے تو اپنی بدکرداری کی توبہ کر سکتا ہے۔ توبہ جب تک سورج مغرب کی جانب سے طلوع نہ کرے گا توبہ کا دروازہ کھلا رہے گا۔ تو ہے۔ مخلوق۔

696

تا ز مغرب بر زند سر آفتاب ۔۔۔ باز باشد آں در از وے رُو متاب

جب تک کہ سورج مغرب سے طلوع کرے ۔۔۔ وہ دروازہ کُھلا ہوا ہے اُس سے رُو گردانی نہ کر

ہست جنّت را ز رحمت ہشت در[1] ۔۔۔ یک درِ توبہ است زاں ہشت اے پسر

(خدا کی) رحمت سے جنّت کے آٹھ دروازے ہیں ۔۔۔ اِن آٹھ میں سے اے بیٹا! ایک توبہ کا دروازہ ہے

آں ہمہ گہ باز باشد گہ فراز ۔۔۔ واں درِ توبہ نباشد جُز کہ باز

وہ سب کبھی کُھلتے ہیں، کبھی بند ہوتے ہیں ۔۔۔ اور توبہ کا دروازہ ہمیشہ کُھلا رہتا ہے

ہیں غنیمت دار در باز است زُود ۔۔۔ رخت آنجا کش بکورئ حسُود

خبردار! غنیمت سمجھ دروازہ کُھلا ہوا ہے، جلد ۔۔۔ سامان وہاں لے جا، حاسد کی آنکھ میں دھول جھونک کے

پیش ازاں کز قہر در بستہ شود ۔۔۔ بعد ازاں زاریِ تو کس نشنود

اِس سے پہلے کہ قہر کی وجہ سے دروازہ بند ہو جائے ۔۔۔ اُسکے بعد تیری (آہ و) زاری کوئی نہ سُنے گا

باز گرد[2] از کفر وایں در باز یاب ۔۔۔ تا نگردی از شقاوت رَدِّ باب

کفر سے پلٹ جا اور اِس دروازہ کو حاصل کرلے ۔۔۔ تاکہ تو بدبختی سے، مردودِ بارگاہ نہ بنے

گفتنِ موسیٰ علیہ السّلام مر فرعون را کہ از من یک پند قبول کن و چہار فضیلت عوض بستاں و پرسیدنِ فرعون کہ آں چہار کدام است

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا فرعون سے کہنا کہ میری ایک نصیحت مان لے اور بدلے میں چار فضیلتیں حاصل کرلے اور فرعون کا دریافت کرنا کہ وہ چار کیا ہیں؟

ہیں ز من بپذیر یک چیز و بیار ۔۔۔ پس ز من بستاں عوض آں را چہار

آگاہ! میری ایک بات مان لے اور بجالا ۔۔۔ پھر مجھ سے اُس کے بدلے میں چار لے لے

گفت[3] اے موسیٰ کدام ست آں یکے ۔۔۔ شرح کُن با من ازاں یک اندکے

اُس نے کہا اے موسیٰ! وہ ایک کیا ہے؟ ۔۔۔ اِس ایک کی میرے لئے تھوڑی سی تشریح کرے

گفت آں یک کہ بگوئی آشکار ۔۔۔ کہ خدائے نیست جُز از کردگار

فرمایا وہ ایک یہ ہے کہ تو علی الاعلان کہہ دے ۔۔۔ کہ اللہ کے علاوہ اور کوئی خدا نہیں ہے

خالقِ افلاک و انجم بر عُلا ۔۔۔ مردم و دیو و پری و مرغ را

جو آسمانوں کو اور بلندی پر ستاروں کو پیدا کرنیوالا ہے ۔۔۔ (وہ) انسانوں اور دیو اور پری اور پرندوں کو

خالقِ دریا و کوہ و دشت و تیہ ۔۔۔ مُلکتِ اُو بے حد و اُو بے شبیہ

دریا اور پہاڑ اور جنگل اور میدان کا پیدا کرنیوالا ہے ۔۔۔ اُس کی سلطنت لامحدود ہے اور وہ بے مثال ہے

---

[1] ہشت جنّت کے آٹھ دروازے ہیں جن میں سے ایک توبہ کا دروازہ ہے اُس دروازہ کے علاوہ دوسرے دروازے کسی وقت کُھلے رہتے ہیں کبھی بند ہوتے ہیں لیکن توبہ کا دروازہ ہمیشہ کُھلا رہتا ہے۔ جب تک ابھی توبہ کا دروازہ کُھلا ہوا ہے، بہت جلد اُس کی طرف رجوع کر لینا چاہیے اُسکے بند ہوجانے کے بعد آہ و زاری کام نہ آئیگی۔

[2] باز گرد۔ حضرت موسیٰؑ نے فرمایا اے فرعون اس دروازہ کی طرف جلد رجوع کرلے۔ گفتن۔ حضرت موسیٰؑ نے فرمایا کہ ایک بات مان لے اور اُس کے عوض میں چار فضیلتیں حاصل کرلے۔

[3] گفت۔ فرعون نے کہا اے موسیٰ اُس ایک بات کی تشریح کر دیجئے۔ کہ بگوئی۔ حضرت موسیٰؑ نے فرمایا وہ ایک بات یہ ہے کہ تو توحید کا قائل ہو جا۔ خالق۔ اُسی کو آسمانوں، ستاروں، انسانوں اور تمام کائنات کا خالق مان لے۔ تیہ۔ میدان جنگل۔ ملکت۔ مملکت۔ بے شبیہ۔ بے مثال۔

حافظِ ہر چیز و ہر کس ہر مکاں — رازقِ ہر جانور اندر جہاں

وہ ہر چیز اور ہر شخص اور ہر جگہ کا نگہبان ہے — دنیا میں ہر جاندار کو رزق دینے والا ہے

ہم نگہدارندۂ ارض و سما — ہم پدید آرندۂ گُل از گیا[1]

زمین اور آسمان کا محافظ بھی ہے — گھاس سے پھول پیدا کرنے والا بھی ہے

مُطّلِع اُو بر ضمیرِ بندگاں — حاکم و جبّار بر گردن کشاں

وہ بندوں کے دل کی بات سے باخبر ہے — وہ متکبروں پر حاکم اور زبردست ہے

اُوست بر ہر بادشاہے بادشا — حکم اُو را یَفعلُ اللّٰہُ مَا یَشَاء

وہی ہر بادشاہ کا بادشاہ ہے — اس کا حکم ہے، اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے

گفت اے موسیٰ کدام ست آں چہار — کہ عوض بدہی مرا بر گو بیار

اس نے کہا اے موسیٰؑ! وہ چار کیا ہیں؟ — کہ تو بدلے میں دے گا مجھے بتا، لا

تا بُوَد کز لطفِ آں وعدہ حَسَن — سُست گردد چار میخِ کفرِ من

ہو سکتا ہے کہ اس اچھے وعدے کی خوبی سے — میرے کفر کی سزا سست پڑ جائے

بُو کہ زاں خوش وعدہائے مُغتنم — بر گشاید قفلِ کفرِ صد منم

ہو سکتا ہے کہ اچھے مُغتنم وعدوں کی وجہ سے — میرے کفر کا سینکڑوں من کا قفل کھل جائے

بُو کہ از تاثیرِ جُوئے انگبیں[2] — شہد گردد در تنم ایں زہرِ کیں

ہو سکتا ہے کہ شہد کی نہر کی تاثیر سے — یہ کینہ کا زہر میرے جسم میں شہد بن جائے

یا ز عکسِ جُوئے آں پاکیزہ شیر — پرورش یابد دمے عقلِ اسیر

یا اس دودھ کی پاکیزہ نہر کے عکس سے — تھوڑی دیر کے لئے قیدی عقل پرورش پائے

یا بُوَد کز عکسِ آں جُوہائے خَمر — مست گردم بُو بَرم از ذوقِ اَمر

یا شاید شراب کی اُن نہروں کے پرتو سے — میں مست ہو جاؤں، حکمِ خداوندی کا ذوق حاصل کر لوں

یا بُوَد کز لطفِ آں جُوہائے آب[3] — تازگی یابد تنِ شورہ خراب

یا شاید اُن پانی کی نہروں کی لطافت سے — برباد، بنجر جسم تازگی حاصل کرے

شورہ اَم را سبزہ پیدا شود — خارزارم جنّۃُ المَاوٰی شود

میری شور زمین میں سبزہ پیدا ہو جائے — میرا کانٹوں کا کھیت جنّۃ الماوٰی بن جائے

بُو کہ از عکسِ بہشت و چار جُو — جاں شود از یاریٔ حق یار جُو

ہو سکتا ہے کہ بہشت اور چاروں نہروں کے پرتو سے — جان، اللہ کی مدد کی خواستگار بن جائے

---

[1] گیا۔ گھاس۔ مُطّلِع۔ اللہ تعالیٰ ہر انسان کے دل کے راز جانتا ہے۔ گردن کشاں۔ متکبر لوگ۔ گفت۔ فرعون نے کہا، بر گو۔ بتا۔ بیار۔ لا۔ چار میخ۔ سزا کا ایک طریقہ تھا جس میں مجرم کے چاروں ہاتھ پاؤں کیلوں سے باندھ دیئے جاتے تھے۔ کفرِ صد من۔ بھاری کفر۔

[2] جُوئے انگبیں۔ جنت کی شہد کی نہر۔ شیر۔ جنت کی دودھ کی نہر۔ یا بُوَد جنت کی تیسری نہر جو شراب کی ہے۔ خمر۔ یعنی اَمرِ خداوندی۔

[3] آب۔ جنت کی چوتھی نہر جو پانی کی ہے۔ شورہ۔ یعنی شوریلی زمین۔ جنۃ الماوٰی ایک جنت کا نام ہے۔ بُو کہ۔ انسان کے اخلاقِ حمیدہ جنت کا عکس اور اخلاقِ ذمیمہ دوزخ کا عکس ہیں۔ چار جُو۔ جنت کی چار نہریں۔

آنچناں کز عکسِ دوزخ گشتہ اَم — آتش و در قہرِ حق آغشتہ اَم
جیسا کہ میں دوزخ کے عکس سے بن گیا ہوں — آگ، اور اللہ (تعالیٰ) کے قہر میں ڈوبا ہوا ہوں

کہ[1] ز عکسِ نارِ دوزخ ہمچو مار — گشتہ اَم بر اہلِ جنّت زہر بار
کہ دوزخ کی آگ کے عکس سے سانپ کی طرح — جنتیوں پر زہر برسانے والا بن گیا ہوں

کہ ز عکسِ جوششِ آبِ حَمیم — آبِ ظلمم کرد خلقاں را رَمیم
کہ گرم پانی کے جوش کے عکس سے — میرے ظلم کے پانی نے مخلوق کو بوسیدہ بنا دیا

من ز عکسِ زمہریرم زمہریر — یا ز عکسِ آں سَعیرم چوں سَعیر
میں زمہریر کے عکس سے زمہریر ہوں — یا دوزخ کے عکس سے دوزخ جیسا ہوں

دوزخِ درویشِ مظلومم کنوں — وائے آنکہ یابمش ناگہ زبوں
میں اب مظلوم فقیر کی دوزخ ہوں — اس پر افسوس ہے جس کو میں کمزور پاؤں

موسیا[2] باشد کہ بکشایم دَرَ — وز فضیلتہات گردم باخبر
اے موسیٰؑ! ہو سکتا ہے کہ تو مجھ پر دروازہ کھولدے — اور تیری فضیلتوں سے میں باخبر ہو جاؤں

موسیا باشد کہ یابم مامنے — وا رہم از کثرتِ ما و منے
اے موسیٰؑ! ہو سکتا ہے کہ میں امن کی جگہ پالوں — میں تکبّر اور خودی کی کثرت سے چھوٹ جاؤں

ہیں بگو با من کہ دامست آں چہار — کہ عوض خواہیم دادن بر شمار
ہاں بتا مجھے وہ چار کیا ہیں؟ — جو مجھے تو بدلے میں دے گا، شمار کر

شرح کردنِ موسیٰؑ آں چار فضیلت را جہتِ پایمزدی ایمانِ فرعون

حضرت موسیٰؑ کا ان چار فضیلتوں کی تشریح کرنا جو فرعون کے ایمان کا بدلہ ہوں گی

گفت موسیٰؑ کاوّلینِ آں چہار — صحتے[3] باشد تنت را پائیدار
حضرت موسیٰؑ نے فرمایا ان چاروں میں پہلی یہ ہے — کہ تیرے جسم کو پائیدار صحت حاصل ہوگی

ایں عِلَلہائے کہ در طب گفتہ اَند — دور باشد از تنت اے ارجمند
وہ بیماریاں جو طب میں مذکور ہیں — اے بااقبال! تیرے جسم سے دور ہوں گی

ثانیاً باشد تُرا عمرِ دراز — کہ اجل دارد ز عمرت احتراز
دوسرے تیری عمر دراز ہوگی — کیونکہ موت تیری عمر سے احتراز کرے گی

ویں نباشد بعدِ عمرِ مستوی — کہ بناکام از جہاں بیروں روی
ایک ہموار عمر کے بعد یہ نہ ہوگا — کہ تو دنیا سے ناکام جائے

[1] کز عکس۔ انسان کا ظلم درحقیقت دوزخ کی آگ کا عکس ہے۔ آبِ حمیم۔ گرم پانی جو دوزخیوں کو پلایا جائے گا۔ رمیم۔ پرانا، بوسیدہ۔ من زعکس۔ زمہریر دوزخ کا ایک طبقہ ہے جو انتہائی سرد ہے۔ وائی۔ میں ہر کمزور پر ظلم کرتا ہوں۔

[2] موسیا۔ فرعون نے کہا اے موسیٰؑ شاید میں تیری فضیلتوں پر ایمان لے آؤں۔ مامن۔ امن کی جگہ۔ ما و منے۔ یعنی تکبر اور خودی۔ ہیں۔ وہ چار چیزیں بتادے جو تجھ پر ایمان کا قائل ہونے پر مجھے حاصل ہوں گی۔ شرح کردن۔ حضرت موسیٰؑ نے ان چار باتوں کی تفصیل کی جو ایمان کے عوض میں فرعون کو حاصل ہوں گی۔

[3] صحتے۔ یعنی اگرچہ تو اس وقت بھی صحتمند ہے لیکن ایمان لانے پر آئندہ صحتمند رہنے کا وعدہ ہے۔ ثانیاً۔ دوسری بات جو تجھے حاصل ہوگی وہ عمر کی درازی ہے۔ ویں نباشد۔ بالآخر موت آئیگی لیکن ایسی حالت میں آئیگی کہ تو دنیا سے بامقصد جائیگا۔

699

بلکہ[1] خواہانِ اجل چوں طفلِ شیر — نے ز رنجے کہ ترا دارد اسیر

بلکہ موت کا خواہاں ہو کہ جس طرح دودھ پیتا بچہ — نہ کہ کسی بیماری کی وجہ سے جس نے تجھے قیدی بنا لیا ہو

مرگ جو باشی ولے نز عجز و رنج — بلکہ بینی در خرابِ خانہ گنج

تو موت کا جویاں ہوگا لیکن عجز اور تکلیف کی وجہ سے نہیں — بلکہ تو گھر کی ویرانی میں خزانہ دیکھے گا

پس بدستِ خویش گیری تیشۂ — می زنی بر خانہ بے اندیشۂ

تو اپنے ہاتھ میں کدال لے گا — بے تامل گھر پر مارے گا

کہ حجابِ گنج بینی خانہ را — مانعِ صد خرمن ایں یک دانہ را

کیونکہ تو گھر کو خزانہ کا پردہ سمجھے گا — اس ایک دانہ کو سو کھلیانوں کا مانع (سمجھے گا)

پس در آتش افگنی ایں دانہ را — پیش گیری تیشۂ مردانہ را

تو اس دانہ کو آگ میں پھینک دے گا — مردانہ کدال کو سامنے رکھے گا

بر کنی ایں خانۂ تن بے دریغ — تا بروں آید مہت از زیرِ میغ

بے تامل اس جسم کے گھر کو اکھاڑ دے گا — تاکہ تیرا چاند ابر کے نیچے سے نکل آئے

اے[2] بیک برگے ز باغے ماندہ — ہمچو کرمے برگش از رز راندہ

اے وہ! جو ایک پتے کی وجہ سے ایک باغ سے محروم رہ گیا ہے — اس کیڑے کی طرح جس کو ایک پتے نے انگور سے ہٹا دیا ہے

چوں کرم ایں کرم را بیدار کرد — اژدہای جہل را ایں کرم خورد

جب اللہ کے کرم نے اس کیڑے کو بیدار کر دیا — اس کیڑے نے جہل کے اژدہے کو نگل لیا

کرم کرمے شد پُر از میوہ درخت — ایں چنیں تبدیل کرد او نیکبخت

کیڑا انگور کی بیل، میوہ بھرا درخت بن گیا — اس نیک بخت نے اس طرح تبدیلی کر لی

تفسیر[3] کُنْتُ کَنْزًا مَخْفِیًّا فَاَحْبَبْتُ اَنْ اُعْرَفَ فَخَلَقْتُ الْخَلْقَ لِاُعْرَفَ

میں چھپا ہوا خزانہ تھا تو میں نے چاہا کہ میں پہچانا جاؤں تو میں نے مخلوق پیدا کی تاکہ میں پہچانا جاؤں کی تفسیر

خانہ بر کن کز عقیقِ ایں یمن — صد ہزاراں خانہ شاید ساختن

گھر کھود ڈال یمن کے اس عقیق سے — لاکھوں گھر بنائے جا سکتے ہیں

گنج زیرِ خانہ است و چارہ نیست — از خرابی ہیں میندیش و مایست

خزانہ گھر کے نیچے ہے اور کوئی تدبیر نہیں ہے — ویرانی کی فکر نہ کر اور نہ ٹھہر

کہ ہزاراں خانہ از یک نقدِ گنج — می تواں کردن عمارت بے ز رنج

ایک نقد خزانے سے ہزاروں گھر — تکلیف کے بغیر تعمیر کیے جا سکتے ہیں

---

[1] بلکہ۔ تجھے پھر مرنے کی ایسی تمنا ہوگی جیسی کہ بچہ کو دودھ کی ہوتی ہے۔ مرگ۔ دنیا سے تنگ آکر مرنے کی تمنا نہ ہوگی بلکہ اسلئے ہوگی کہ تو یہ سمجھے گا کہ جب تک جسم ویران نہ ہوگا اس کے اندر مدفون خزانہ ہاتھ نہ آئے گا۔ خانہ۔ یعنی جسم۔ کہ حجاب۔ جسمانی زندگی کو خزانہ معرفت کیلئے تو پردہ سمجھے گا۔ تا بروں۔ تو سمجھے گا کہ معرفت کا چاند اس جسم کے ابر میں پوشیدہ ہے۔

[2] اے بیک۔ جو لوگ جسم پروری میں لگے ہیں ان کی مثال اس کیڑے کی سی ہے جو ایک پتے کو چمٹا ہوا ہے اور اس کی وجہ سے وہ انگور کی لذتوں سے محروم ہے۔ چوں کرم۔ جب خدا کے کرم سے یہ کیڑا پیدا ہو جائیگا تو جہل اور نادانی کے اژدہے کو نگل جائیگا۔

[3] تفسیر۔ مخلوق سے خدا کی معرفت کا مطلب یہ ہے کہ انسان خدائی صفات حاصل کر لیتا ہے تو اس کے ذریعہ خدا کی صفات کی معرفت ہوتی ہے۔ عقیق ایں یمن۔ یمن سے مراد قلب اور روح ہے اور عقیق سے مراد حکمت ہے۔ مایست۔ یعنی مجاہدات کے ذریعہ جسم کو فنا کرنے سے نہ رک۔ کہ ہزاراں۔ خزانہ ہاتھ آجائے تو [illegible] ویران شدہ گھر جیسے [illegible] اس کے ذریعہ تعمیر کر لئے جائینگے۔

عاقبت[1] ایں خانہ خود ویراں شود
انجام کار یہ گھر خود ویران ہو گا

گنج از زیرش یقیں عُریاں شود
خزانہ یقیناً اس کے نیچے سے ظاہر ہو گا

لیک آں تو نباشد زانکہ روح
لیکن وہ تیری ملکیت نہ ہو گا کیونکہ روح (کیلئے)

مزدِ ویراں کردنستش آں فتوح
وہ نذرانہ اس (جسم) کو ویران کرنے کی مزدوری ہے

چوں نکرد آنکار مزدش ہست لا
جب وہ کام نہ کیا، اس کی مزدوری معدوم ہے

لَیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی
انسان کے لئے وہی ہے جو اس نے کوشش کی

دست خائی بعد ازاں تو کاے دریغ
اس کے بعد تو ہاتھ کاٹے گا کہ ہائے افسوس

ایں چنیں ماہے بُد اندر زیر میغ
ابر کے نیچے ایسا عمدہ چاند تھا

من نکردم[2] آنچہ گفتند از بہی
جو بھلائی کی بات انھوں نے کہی میں نے نہ کی

گنج رفت و خانہ و دستم تہی
خزانہ گیا اور گھر بھی، اور میرا ہاتھ خالی ہے

مانع صد خرمن ایں یک دانہ بود
سینکڑوں کھلیانوں کیلئے ایک دانہ مانع تھا

حائلِ گنج و حجاب ایں خانہ بود
خزانہ میں حائل اور پردہ یہ گھر تھا

خانہ را اُجرت گرفتی و کرے
تو نے گھر اُجرت اور کرایہ پر لیا ہے

نیست ملکِ تو بہ بیعے یا شرے
خرید و فروخت کے ذریعہ تیری ملکیت نہیں ہے

ایں کرے را مُدتے اُو تا اجل
اس کرایہ کی مدت موت تک ہے

تا دریں مُدت کنی در وے عمل
تاکہ تو اس مدت میں اس میں کام کر لے

پارہ[3] دوزی میکنی اندر دکاں
تو دکان میں چیتھڑے سی رہا ہے

زیر ایں دکانِ تو مدفوں دو کاں
اس دوکان کے نیچے دو کانیں مدفون ہیں

ہست ایں دکاں کرائی زود باش
یہ دکان کرایہ کی ہے جلدی کر

تیشہ بستان و تگش را می تراش
کدال لے اور اس کی تہ کو کھود

تا کہ تیشہ ناگہاں بر کاں نہی
تاکہ تو کدال اچانک کان پر رکھ دے

از دکان و پارہ دوزی وارہی
دکان اور چیتھڑے سینے سے نجات پا جائے

پارہ دوزی چیست خوردِ آب و ناں
چیتھڑے سینا کیا ہے؟ روٹی پانی کی خوراک

میزنی ایں پارہ بر دلقِ گراں
بھاری گدڑی پر تو یہ پیوند لگا رہا ہے

ہر زماں می درد ایں دلقِ تنت
یہ تیرے جسم کی گدڑی ہر وقت پھٹتی رہتی ہے

پارہ بر وے می زنی زیں خوردنت
تو اس خوراک سے اس پر پیوند لگاتا ہے

---

[1] عاقبت۔ بالآخر جسم کو فنا ہونا ہے لیکن مزدوری محنت سے ملتی ہے اگر اس کے فنا کرنے میں تیری محنت شامل نہیں ہے تو غیبی خزانے تیری مزدوری میں تجھے نہ ملیں گے۔ چوں نکرد۔ جب محنت نہ کی تو مزدوری معدوم ہے اس لئے کہ انسان کو اس کی محنت اور سعی کا ہی ثمرہ ملتا ہے۔ دست خائی۔ جب خزانہ نمودار ہو گا اور وہ تیرا نہ ہو گا تو افسوس کریگا۔

[2] من نکردم۔ اس وقت نصیحت پر عمل نہ کرنے سے تو افسوس کرے گا اور سمجھے گا کہ جسم کا ایک دانہ اس کھلیان کے حاصل کرنے سے مانع بنا۔ خانہ۔ یہ جسم کا گھر تیری ملکیت نہیں ہے یہ ایک کرایہ کا اور عارضی گھر ہے۔ ایں کرے۔ یہ کرایہ داری موت کے وقت تک کی ہے اور اسی لئے ہے کہ اس میں عمل کرے۔

[3] پارہ دوزی۔ کھانے پینے کے ذریعہ تو جسم کو درست کرتا ہے اور یہ نہیں سمجھتا کہ اس میں دوکانیں مدفون ہیں۔ تگش یعنی اس کی گہرائی۔ دلق گراں یعنی جسم انسانی۔ ہر زماں۔ انسان کی بھوک پیاس جسم کی شکست و ریخت ہے اور کھانا پینا اسکی رفوگری ہے۔

اے ز نسلِ بادشاہِ[1] کامیار
اے بامقصد بادشاہ کی نسل سے

با خود آ زیں پارہ دوزی ننگ دار
ہوش میں آ، اِس پیتھڑے سینے سے شرم کر

پارہ بر کن ازیں قعرِ دوکاں
اِس دکان کی تہ سے ٹکڑا ہٹا

تا بر آرد سر بہ پیشِ تو دوکاں
تاکہ تیرے سامنے دو کانیں رونما ہوں

پیش ازاں کایں مہلتِ خانہ کرے
اِس سے قبل کہ گھر کی کرایہ داری کا وقت

آخر آید تو نخوردہ زو برے
ختم ہو، (اور) تو نے اُس سے کوئی پھل نہ کھایا ہو

پس[2] ترا بیروں کُند صاحب دکاں
پس تجھے دکان کا مالک نکالدے

ایں دکاں را بر کَند از روی کاں
اِس دکان کو، کان کے منہ پرسے اکھاڑ دے

تو ز حسرت گاہ بر سر می زنی
تو کبھی حسرت سے سر پیٹے گا

گاہ ریشِ خامِ خود بر می کنی
کبھی اپنی بیوقوفی کی داڑھی نوچے گا

کاے دریغا آنِ من بود ایں دکاں
کہ ہائے افسوس! یہ دکان میرے قبضہ میں تھی

کور بودم بر نخوردم زیں مکاں
میں اندھا تھا میں نے اِس جگہ سے نفع حاصل نہ کیا

اے دریغا گنج را بگذاشتم
ہائے افسوس! میں نے خزانہ ضائع کر دیا

آبِ حیواں را بخاک انباشتم
آبِ حیات کو مٹی سے ڈھک دیا

اے دریغا بودِ ما را برد باد
ہائے افسوس! ہمارا وجود برباد ہوگیا

تا ابد یا حسرتا شد للعباد
قیامت تک "بندوں کے لئے حسرت ہے" رہ گیا

غرّہ[3] شُدنِ آدمی بہ ذکاوت و تصوراتِ طبعِ خویش و طلب

انسان کا اپنی ذہانت اور اپنے طبعی تصورات سے دھوکے میں پڑنا اور

ناکردنِ علمِ غیب کہ علمِ انبیاست علیہم السلام

علمِ غیب طلب نہ کرنا جو انبیاء علیہم السلام کا علم ہے

دیدم اندر خانہ من نقش و نگار
میں نے گھر میں نقش و نگار دیکھے

بودم اندر عشقِ خانہ بے قرار
میں گھر کے عشق میں بے قرار تھا

ماندہ ام در خانہ حیران و نزار
میں گھر (کے معاملہ) میں حیران اور کمزور بن گیا

لابد از معنیٰ شدم من عور و زار
لامحالہ میں حقیقت سے خالی اور بدحال رہ گیا

عشقِ خانہ در دلِ من کار کرد
گھر کی محبت میرے دل میں کام کرگئی

لاجرم از گنج ماندم دور و فرد
میں لامحالہ خزانہ سے دور اور تنہا رہ گیا

---

[1] بادشاہ۔ یعنی حضرت آدمؑ جو پہلے خلیفۃ اللہ ہیں۔ پارہ کن۔ اِس عارضی دکان یعنی جسم کو توڑ ڈال اِس میں سے زر و جواہر کی دو کانیں برآمد ہوں گی۔ پیش ازاں یہ عارضی جسم ہے اِس سے فائدہ اٹھالے اور اُسکی صورت یہی ہے کہ مجاہدات کے ذریعہ اسکو فنا کردے۔

[2] پس۔ ایک وقت آجائیگا کہ یہ عارضی جسم تجھسے لے لیا جائیگا اور تو اُس کان سے محروم ہوجائے گا جو اس میں مدفون ہے اور تو افسوس کرے گا اور کہے گا کہ میں خزانہ سے محروم ہوگیا اور میں نے آبِ حیات کو مٹی سے چھپادیا۔ تا ابد۔ پھر تو اِس آیت کا مصداق بن جائیگا۔

[3] غرّہ شدن۔ انسان اپنی ذہانت اور عقلمندی کے بھروسہ پر علم نبوت سے محروم رہ جاتا ہے۔ دیدم۔ بالآخر اُسکو افسوس کرنا پڑتا ہے کہ مکان کے نقش و نگار میں مصروف ہوکر اُس کے خزانہ سے محروم ہوگیا۔ عشق۔ پھر افسوس کے ساتھ اُس کو کہنا پڑے گا میں گھر کے نقش و نگار میں کھو گیا اور خزانہ سے محروم ہوگیا۔

بُودم از گنجِ نہانی بے خبر — وَرنہ دستنبوئیِ[1] من بُودے تبر

میں پوشیدہ خزانے سے بے خبر تھا — ورنہ تبر میرے ہاتھ کا گلدستہ ہوتا

آہ اگر دادِ تبر را دادمے — ایں زماں غم را تبرّا دادمے

افسوس، اگر میں تبر کی قدر کر لیتا — اس وقت میں غم پر تبرّا پڑھ دیتا

چشم را بر نقش می انداختم — ہمچو طِفلاں عِشقہا می باختم

میں نے نقش (ونگار) پر آنکھ جما دی — بچوں کی طرح محبت کرنے لگا

بس نِکو گفت آں حکیمِ[2] کامیار — کہ تو طِفلی خانہ پُر نقش ونگار

اُس ماہر اور دانا نے بہت اچھا کہا ہے — کہ تو بچہ ہے (اور) گھر نقش ونگار سے بھرا ہوا ہے

در الٰہی نامہ بس اَندرز کرد — کہ برآر از دودمانِ خویش گرد

الٰہی نامہ میں اُس نے نصیحت کی ہے — کہ اپنے خاندان کو برباد کر

تمامیِ شرح کردنِ موسیٰ علیہ السّلام با فرعون فضیلتِ چہارگانہ

حضرت موسیٰؑ کا فرعون سے چاروں فضیلتوں کی تشریح کو مکمل کرنا

بس کُن اے موسیٰؑ بگو وعدۂ سُوم — کہ دلِ من زاضطرابش گشت گُم

اے موسیٰؑ بس کر، تیسرا وعدہ بتا — کیونکہ میرا دل اُس کی پریشانی سے گم ہو گیا ہے

گفت موسیٰؑ آں سُوم مُلکِ دو تو — دو جہانے خالص از خصم و عدُو

حضرت موسیٰؑ نے فرمایا وہ تیسری، دوہری حکومت ہے — دو جہان کی، جو دشمن اور مخالف سے خالی ہے

بیشتر زاں مُلک کاکنوں داشتی — کاں بُد اندر جنگ و ایں در آشتی

اُس سلطنت سے بڑھ کر جو تو اس وقت رکھتا ہے — کیونکہ وہ جنگ میں ہے اور یہ صلح میں ہے

آنکہ در جنگت[3] چناں مُلکے دہد — بنگر اندر صُلح خوانت چوں نہد

وہ خدا جو جنگ میں تجھے ایسا ملک عطا کر دیتا ہے — غور کر کہ صلح میں تیرے سامنے کیسا دسترخوان بچھائیگا؟

آں کرم کاندر جفا آنہات داد — در وفا بنگر چہ باشد افتقاد

جس کرم نے ظلم میں تجھے وہ کچھ دیا — غور کر وفاداری میں اُس کی دلجوئی کیسی ہوگی؟

گفت اے موسیٰؑ چہارم چیست زود — باز گو صبرم شُد و حرصم فزود

اُس نے کہا اے موسیٰؑ! چوتھی کیا ہے، جلد — کہہ دے میرا صبر جاتا رہا اور حرص بڑھ گئی ہے

گفت چارم آنکہ مانی تو جواں — مُوی ہمچوں قیر و رُخ چوں ارغواں

فرمایا چوتھی یہ ہے کہ تو جوان رہے گا — بال تارکول کی طرح اور چہرہ گُلِ بابونہ کی طرح (رہیگا)

---

[1] دستنبو: ایک مصنوعی خوشبوؤں کا گولا ہوتا تھا جس کو ہاتھ میں رکھا جاتا تھا۔ تبرّز یعنی میں تبر کے ذریعہ اِس خزانہ کو کھود لیتا۔ تبرّا: کسی چیز سے برأت کا اظہار کرنا۔ چشم الخ: میں نے مکان کے ظاہری نقش ونگار پر نظر رکھی۔

[2] بس نکو: حکیم سنائی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب حدیقہ میں فرمایا ہے۔ الٰہی نامہ حکیم سنائی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب الٰہی نامہ میں فرمایا ہے۔ ہمہ اندر زمن بتو اینست کہ تو طفلی و خانہ رنگینست۔ دودماں: خاندان یعنی اعضاءِ جسمانی۔ بس کُن: یہاں تک معانا کی تقریر حضرت موسیٰؑ کی زبانی تھی اب فرعون نے کہا کہ تقریر ختم کرو اور تیسری بات بتاؤ۔ گفت موسیٰ: حضرت موسیٰؑ نے فرمایا کہ ایمان لائے گا تو تجھے دونوں جہانوں کی دوہری بادشاہت حاصل ہو جائے گی جس میں تجھے کسی دشمن کا بھی ڈر نہ ہوگا۔

[3] در جنگت: کفر کی حالت میں تجھے اتنا بڑا ملک دے رکھا ہے تو اگر تو صلح کرے گا اور ایمان لے آئے گا تو دیکھنا کتنی بڑی سلطنت حاصل ہوتی ہے۔ جفا یعنی کفر۔ وفا یعنی ایمان۔ افتقاد: دلجوئی۔ گفت حضرت موسیٰؑ نے فرمایا ایمان لانے پر چوتھی چیز جو تجھے ملیگی وہ یہ ہے کہ بقیہ عمر میں بھی تو جوان رہیگا۔ قیر: ایک کالا روغن ہے۔ ارغواں: گُلِ بابونہ۔

703

رنگ و بُو در پیشِ ما بس کاسِد است
رنگ و بُو ہمارے سامنے بہت بے قیمت ہیں

لیک تو پستی سُخن کردیم پست
لیکن تو گھٹیا ہے اِس لئے ہم نے گھٹیا بات کہی

اِفتخار از رنگ و بُو و از مکاں
رنگ و بُو اور مکان پر فخر کرنا

ہست شادی و فریبِ کودکاں
بچوں کی خوشی اور دھوکا ہے

بیانِ ایں خبر کہ کَلِّمُوا النَّاسَ عَلٰی قَدْرِ عُقُوْلِهِمْ

اِس حدیث کی تفصیل کہ لوگوں سے اُن کی عقلوں کے انداز سے بات کیا کرو نہ کہ

لَا عَلٰی قَدْرِ عُقُوْلِکُمْ حَتّٰی لَا یُکَذَّبُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ صلی اللہ علیہ وسلم

اپنی عقلوں کے انداز سے تاکہ اللہ اور اُس کا رسول جھٹلا نہ دیا جائے

چونکہ با کودک سروکارم فتاد
چونکہ میرا واسطہ بچے سے پڑ گیا

ہم زبانِ کودکاں باید گشاد
مجھے بھی بچوں کی زبان کھولنی چاہیئے

کہ برو کُتّاب تا مُرغت خرم
کہ مدرسہ جا تیرے لئے پرند خرید دوں گا

یا مویز و جوز و فُستُق آوَرم
یا منقّیٰ یا اخروٹ یا پستہ لادوں گا

جُز شبابِ تن نمیدانی بگیر
جسم کی جوانی کے علاوہ تو کچھ نہیں سمجھتا ہے لے لے

ایں جوانی را بگیر اے خر شعیر
اِس جوانی کو اے گدھے! جو لے لے

ہیچ آژنگے نیفتد بر رُخت
تیرے چہرے پر کوئی جھُرّی نہ پڑے گی

تازہ ماند ایں شبابِ فرخت
یہ تیری مُبارک جوانی تازہ رہے گی

نے نژندِ پیریت آید برُو
نہ اِس پر تیرے بڑھاپے کی ذلّت آئے گی

نے قدِ چوں سروِ تو گردد دوتو
نہ تیرا سرو جیسا قد ٹیڑھا ہوگا

نے شود زورِ جوانی از تو کم
تجھ میں سے جوانی کا زور نہ گھٹے گا

نے بدندانہا خللہا یا اَلم
نہ دانتوں میں کوئی خرابی اور تکلیف (آئیگی)

نہ کمی در شہوت و طمث و بعال
نہ شہوت اور جماع اور ملاعبت میں کمی آئے گی

کہ زناں را آید از ضعفت ملال
کہ عورتوں کو تیری کمزوری سے تکلیف ہو

نے شود مُویت سفید و پُشت خم
نہ تیرے بال سفید ہوں گے اور نہ کمر جھکے گی

لیک خوشتر لحظہ لحظہ دم بدم
بلکہ لحظہ بہ لحظہ اور دم بدم بہتر ہوگا

آنچناں بگشایدت فرِ شباب
تجھ پر جوانی کی شان و شوکت اِس طرح کشادہ ہوگی

کہ گشود آں مُژدہ بر عُکّاشہ باب
جس طرح (حضرت) عُکّاشہؓ پر اِس خوشخبری نے دروازہ کھولا تھا

لہ کاسد۔ کھوٹا۔ کودکاں۔ یہ چیزیں بچوں کی خوشی کی ہیں۔ کلّموا۔ آنحضورؐ کا ارشاد ہے کہ لوگوں سے دین کی ایسی باتیں کہو جو اُن کی سمجھ کے مطابق ہوں ورنہ وہ اُن کی تکذیب کردینگے۔

لہ کہ برو۔ بچوں سے ایسی بچکانہ باتیں کی جاتی ہیں فستق۔ پستہ۔ خرِ جس۔ ریچھ۔ آژنگ۔ جھرّی۔ نژند۔ ذلّت و خواری۔ اَلَم۔ تکلیف۔

۳ طمث۔ حیض، جماع، بعال۔ بیوی سے کھیل کود کرنا۔ خوشتر۔ یعنی دم بدم جوانی میں اضافہ ہوگا۔ عُکّاشہ۔ حضرت عُکّاشہؓ مشہور صحابی ہیں ایک روز حضورؐ نے فرمایا میری اُمّت میں کچھ لوگ ایسے ہونگے جو بغیر حساب و کتاب جنّت میں داخل ہونگے حضرت عُکّاشہؓ نے عرض کیا حضورؐ دعا فرمادیجئے کہ میں بھی اُن لوگوں میں سے ہوں تو حضورؐ نے اُن کو بشارت دی اور فرمایا کہ تم بھی انہی لوگوں میں سے ہو۔

۶۵۶

معنیٔ حدیث مَن بَشَّرَنی بِخُرُوجِ الصَّفَرِ بَشَّرْتُہٗ بِدُخُولِ الجَنَّۃِ و سبقتِ عُکاشہؓ

اس حدیث کا مطلب کہ جو مجھے صفر کے نکل جانے کی خوشخبری دیگا میں اسکو جنت کی خوشخبری دیدونگا اور حضرت عکاشہؓ کی پہل

احمدِؐ آخر زماں را انتقال — در ربیع الاول آمد بے جدال

(نبی) آخر الزماں احمدؐ کا انتقال — بلا اختلاف، ربیع الاول میں ہوا ہے

چوں خبر یابید دلش زیں وقتِ نقل — عاشقِ آں وقت گردد او بعقل

جب آپ کا دل انتقال کے وقت سے باخبر ہو گیا — آپ دل (و جان) سے اس وقت کے مشتاق ہو گئے

چوں صفر آمد شود شاد از صفر — کز پسِ ایں ماہ می سازم سفر

جب (ماہ) صفر آیا، آپ صفر سے خوش ہوئے — کہ اس مہینہ کے بعد میں سفر کروں گا

ہر شبے تا روز از شوقِ ہُدے — اے رفیقِ راہِ اعلیٰ می زدے

راہ یابی کے شوق سے ہر شب کو دن نکلنے تک — آپ راہِ اعلیٰ کے رفیق کا نعرہ لگاتے تھے

گفتؐ ہر کس کہ مرا مژدہ دہد — چوں صفر پای از جہاں بیروں نہد

فرمایا جو شخص مجھے خوشخبری دے گا — جب صفر (کا مہینہ) دنیا سے باہر پاؤں نکالے گا

کہ صفر بگذشت و شد ماہِ ربیع — مژدہ ور باشم مر او را و شفیع

کہ صفر گذر گیا اور ربیع کا مہینہ ہو گیا — میں اسکو خوشخبری دینے والا اور سفارش کرنیوالا ہوں گا

چوں صفر بر بست رخت و ماہِ نو — گشت پیدا بر فلک با تاب و ضو

جب صفر نے سامان باندھ لیا اور نیا چاند — رونق اور نور کے ساتھ آسمان پر نمودار ہو گیا

گفت عکاشہ صفر بگذشت و رفت — گفت جنت مر ترا اے شیر زفت

(حضرت) عکاشہ نے عرض کیا صفر گذر گیا اور چلا گیا — (آنحضورؐ نے) فرمایا اے بہادر شیر! تیرے لئے جنت ہے

دیگرےؓ آمد کہ بگذشت آں صفر — گفت عکاشہ ببرد از مژدہ بر

دوسرے آئے کہ صفر گذر گیا — فرمایا عکاشہ خوشخبری کا پھل لے گئے

پس رجال از نقلِ عالم شادماں — وز بقایش شادماں ایں کودکاں

بہت سے انسان دنیا سے انتقال کرنے پر خوش ہیں — اور اس میں باقی رہنے سے یہ بچے خوش ہیں

چونکہ آبِ خوش ندید آں مرغِ کور — پیشِ او کوثر نماید آبِ شور

چونکہ اس اندھے پرندے نے عمدہ پانی نہیں دیکھا ہے — اس کو کوثر کھاری پانی نظر آتا ہے

ہمچنیں موسیٰؑ کرامت می شمرد — ہم بدینساں بے قدم رہ می سپرد

(حضرت) موسیٰؑ اس طرح سے انعام شمار کر رہے تھے — اسی طرح بغیر قدم کے راستہ طے کر رہے تھے

لے آخر۔ اہل سنت کے نزدیک بالاتفاق حضورؐ کی وفات ربیع الاول کے مہینہ میں ہوئی ہے۔ وقتِ نقل۔ انتقال کا وقت۔ رفیق۔ وفات کے قریب حضورؐ یہ جملہ فرما رہے تھے۔ اَللّٰھُمَّ بِالرَّفِیْقِ الْاَعْلٰی یعنی اب میں رفیق اعلیٰ کے پاس جانا چاہتا ہوں۔

ﷺ گفت۔ حضورؐ نے فرمایا جو صفر کے ختم ہونے اور ربیع الاول کی آمد کی خوشخبری دے گا میں قیامت میں اس کا سفارشی بنوں گا۔ ماہِ نو۔ یعنی ربیع الاول کا چاند نظر آیا۔

سے دیگرے۔ کسی دوسرے صحابی نے بھی صفر کے ختم ہونے کی خوش خبری دی۔ آپ نے فرمایا کہ عکاشہ بازی لے گئے۔ پس رجال جن لوگوں کو آخرت کی نعمتوں کا مشاہدہ ہو جاتا ہے وہ دنیا سے منتقل ہونے پر خوشی محسوس کرتے ہیں اور جو لوگ دنیا میں بچنے پر خوش ہوتے ہیں وہ طفل طبع ہیں۔ ہمچنیں۔ ایمان لانے پر جو اس کو انعام ملیں گے حضرت موسیٰؑ وہ شمار کراتے رہے۔

گر نہ گردد صافِ اقبالِ تو دُرد ـ ہم نگردد اطلسِ بختِ تو بُرد[1]

کہ تیرا صاف اقبال، تلچھٹ نہ بنے گا ـ تیرے نصیب کا اطلس، بُرد نہ بنے گا

ہر چہ خواہی یابی از بختِ جواں ـ شادماں مانی نگردی ناتواں

تو ہی نصیبہ سے تو جو چاہے گا، پائے گا ـ تو خوش رہے گا، کمزور نہ بنے گا

گفت احسنت نکو گفتی ولیک ـ تا کنم من مشورت با یارِ نیک

فرعون نے کہا بہت اچھا تو نے عمدہ بات کہی لیکن ـ میں اچھے دوست سے مشورہ کر لوں

مشورت کردنِ فرعون با آسیہ خاتون در ایمان آوردن بموسیٰ علیہ السلام و فرمودنِ آسیہ اُورا بایمان آوردن

فرعون کا مشورہ حضرت آسیہ خاتون سے، حضرت موسیٰؑ پر ایمان لانے میں اور حضرت آسیہ کا اُس کو ایمان لانے کو کہنا

باز گفت اُو ایں سخن با آسیہ ـ گفت[2] جاں افشاں بریں اے دل سیہ

پھر اس نے یہ باتیں (حضرت) آسیہ سے کہیں ـ انھوں نے فرمایا اے سیاہ دل! اس پر جان چھڑک دے

بس عنایتہاست متنِ ایں مقال ـ زود دریاب اے شہِ نیکو خصال

اس گفتگو کا متن بہت سی عنایتیں ہیں ـ اے نیک خصلت شاہ! جلد حاصل کر لے

وقتِ کشت آمد زہے پُر سود کشت ـ ایں بگفت و گریہ کرد و گرم گشت

کھیتی کا وقت آ گیا واہ واہ کس قدر نفع بھری کھیتی ـ یہ کہا اور رونے لگیں اور گرم ہو گئیں

بر جہید از جا و گفتا بخ لک ـ آفتابے تاج گشتت اے کلک

جگہ سے کود پڑیں اور کہا تجھے مبارک ـ اے گنجے! سورج تیرا تاج بن گیا ہے

عیبِ[3] کل را خود بپوشاند کلاہ ـ خاصہ چوں باشد کلہ خورشید و ماہ

عیب خود گنجے کو ٹوپی پہنا تا ہے ـ خصوصاً جبکہ سورج اور چاند ٹوپی ہو

ہمدراں مجلس کہ بشنیدی تو ایں ـ چوں نگفتی آرے و صد آفریں

اسی مجلس میں جس میں تو نے یہ سُنا تھا ـ تو نے ہاں اور صد آفریں کیوں نہ کہا؟

ایں سخن در گوشِ خورشید ار شُدے ـ سرنگوں بر بُوئے آں زیر آمدے

یہ بات اگر سورج کے کان میں پڑتی ـ اس کی تمنا میں اوندھا نیچے آ جاتا

ہیچ میدانی چہ وعدہ ست آں چہ داد ـ می کند ابلیس را حق افتقاد

تو کچھ جانتا ہے کہ کیسا وعدہ اور کس قدر سخاوت ہے ـ اللہ تعالیٰ شیطان کی دلجوئی کر رہا ہے

---

[1] گر نہ گردد۔ حضرت موسیٰؑ نے فرعون سے فرمایا تو ایمان لے آئیگا تو تیرا اقبال بنا رہیگا۔ بُرد۔ دھاری دار معمولی کپڑے کی چادر ہوتی تھی۔ گفت۔ فرعون نے نصیحتیں سُن کر کہا میں جب تک اپنی بیوی سے مشورہ نہ کر لوں اس وقت تک کوئی جواب نہیں دے سکتا

[2] گفت۔ حضرت آسیہ جو فرعون کی بیوی تھیں انھوں نے فرمایا کہ حضرت موسیٰؑ کی نصیحتوں پر عمل کرے۔ متن۔ وہ عبارت جس کی تشریح کی جائے۔ گرم گشت۔ یعنی عشق خداوندی میں گرم ہو گئیں۔ بخ لک۔ خوشی کے موقع پر بولا جاتا ہے۔ کلک۔ کل، گنجا اس میں کاف تصغیر کا ہے۔

[3] عیب۔ کل گنجے کا گنج اگر اس کو ٹوپی اُڑھا کر اس کا عیب چھپائے تو تعجب کی بات ہے مزید تعجب جب ہے کہ ٹوپی بھی چاند اور سورج کی ہو۔ ہمدراں۔ حضرت آسیہ نے فرعون سے کہا تجھے فوراً اسی مجلس میں ایمان لے آنا تھا۔ ہیچ۔ ایمان پر فرعون کی بخشش کا وعدہ ایسا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ شیطان کی دل جوئی کرے۔

چوں بدیں لطف آں کریمت باز خواند ۔۔۔ اے عجب چوں زہرہ ات جائے ماند
جب اُس کریم نے اِس مہربانی سے تجھے بلایا ہے ۔۔۔ تعجب ہے تیرا پتہ کس طرح جگہ پر رہا؟

زہرہ ات ندرید تا زاں زہرہ آت ۔۔۔ بودے اندر ہر دو عالم بہرہ ات
تیرا پتہ نہ پھٹا تاکہ تیرے اِس پتے سے ۔۔۔ دونوں جہان میں تیرا حصہ ہوتا

زہرہ کز بہرِ حق او بر درد ۔۔۔ چوں شہیداں از دو عالم برخورد
وہ پتہ جو خدا کے لئے پھٹ جائے ۔۔۔ وہ شہیدوں کی طرح دونوں جہاں کا فائدہ اُٹھاتا ہے

غافلی ہم حکمت ست وایں عمیٰ ۔۔۔ تا بماند لیک تا ایں حد چرا
غفلت اور یہ اندھاپن بھی حکمت ہے ۔۔۔ تاکہ اُس کا وجود رہے، لیکن اِس حد تک کیوں ہے

غافلی ہم حکمت ست و نعمت ست ۔۔۔ تا نپرد زود سرمایہ ز دست
غفلت بھی حکمت اور نعمت ہے ۔۔۔ تاکہ ہاتھ سے سرمایہ جلد نہ نکل جائے

لیک نے چنداں کہ ناسورے شود ۔۔۔ زہرِ جان و عقلِ رنجورے شود
لیکن نہ اِس قدر کہ ناسور بن جائے ۔۔۔ ایک بیمار کی جان اور عقل کا زہر بن جائے

خود کہ یابد ایں چنیں بازار را ۔۔۔ کہ بیک گل می خری گلزار را
ایسے بازار کو خود کون حاصل کر سکتا ہے؟ ۔۔۔ کہ تو ایک پھول کے بدلے میں چمن کو خرید لے

دانہ را صد درختانت عوض ۔۔۔ حبہ را آیدت صد کاں عوض
ایک دانہ کا سو باغ تیرے لئے بدلہ ہوں ۔۔۔ ایک رتی کا تیرے لئے سو کانیں بدلہ ہوں

کان للہ دادنِ آں حبہ است ۔۔۔ تا کہ کان اللہ لہٗ آید بدست
اِس رتی کا دینا، اللہ کا ہو جانا ہے ۔۔۔ تاکہ "اللہ اُس کا ہو گیا" ہاتھ آ جائے

زانکہ ایں ہوی ضعیفِ بیقرار ۔۔۔ ہست شد زاں ہوی ربّ پایدار
کیونکہ یہ کمزور بے قرار شخصیت ۔۔۔ اللہ کی پائیدار شخصیت سے وجود میں آئی ہے

ہوی فانی چونکہ خود با او سپرد ۔۔۔ گشت باقی دائم و ہرگز نمرد
جب فانی شخصیت نے اپنے آپ کو اسکے سپرد کر دیا ۔۔۔ وہ ہمیشہ کے لئے باقی ہو گئی اور ہرگز نہ مریگی

ہمچو قطرہ خائف از باد و ز خاک ۔۔۔ کہ فنا گردد بدیں ہر دو ہلاک
اُس قطرے کیطرح جو ہوا اور مٹی سے خائف ہے ۔۔۔ کہ اِن دونوں سے فنا (اور) ہلاک ہو جائے گا

چوں باصلِ خود کہ دریا بود جست ۔۔۔ از تفِ خورشید و باد و خاک رست
جب وہ اپنی اصل میں جو کہ دریا تھی کود گیا ۔۔۔ (تو) اُس نے سورج کی گرمی اور ہوا اور خاک سے نجات پالی

لہ چوں۔ اپنے جیسے معصیت کار پر اللہ کی رحمت دیکھ کر تیرا پتہ کیوں نہ پھٹا، اگر پھٹ جاتا تو دونوں جہان کی کامیابی تھی۔ زہرہ۔ جو پتہ اللہ کیلئے پھٹ جائے اُس کو شہیدوں کی طرح خدا کی جانب سے غذا ملتی ہے۔ غافلی۔ نظام عالم کی بقا کے لئے غدا سے غفلت اور اندھے پن کی بھی ضرورت ہے لیکن تیری غفلت حد سے بڑھی ہوئی ہے۔

لہ غافلی۔ اگر انسان ہر وقت استغراق میں رہے اور اُس کے حواس معطل رہیں تو اُس کے علم کا سرمایہ گھٹ جائے۔ لیک۔ لیکن ایسی غفلت جو ناسور کے درجہ کی ہو بُری چیز ہے۔ خودکہ یابد۔ حضرت موسیٰؑ کی دعوت کو قبول کرنا تو ایسا ہے جیسا کہ ایک پھول کے عوض چمن خرید لیا جائے۔ درختاں۔ باغ۔

۳ کان للہ۔ حدیث میں ہے مَنْ کَانَ لِلّٰہِ کَانَ اللّٰہُ لَہٗ جو شخص اللہ کا ہوا اللہ اس کا ہو گیا۔ ھوی۔ ذات، شخصیت۔ گشت باقی۔ حدیث قدسی ہے مَنْ اَحَبَّنِیْ قَتَلْتُہٗ وَمَنْ قَتَلْتُہٗ فَاَنَا دِیَتُہٗ جو مجھ سے محبت کرتا ہے میں اُسکو قتل کر دیتا ہوں اور میں جسکو قتل کرتا ہوں اُس کا بدلہ میں خود ہوں۔ ہمچو۔ پانی کی بوند کو سورج کی گرمی، ہوا، خاک ختم کر دیتی ہے۔

ظاہرش گم گشت در دریا ولیک ¹ | ذاتِ او معصوم و پا برجا و نیک
اس کا ظاہر دریا میں گم ہوگیا لیکن | اس کی ذات محفوظ اور قائم اور خوب ہے

ہیں بدہ اے قطرہ خود را بے ندم | تا بیابی در بہائے قطرہ یم
اے قطرے! خود کو بغیر شرمندگی کے دیدے | تاکہ تو قطرے کے عوض سمندر حاصل کرلے

ہیں بدہ اے قطرہ خود را ایں شرف | در کفِ دریا شو ایمن از تلف
ہاں اے قطرے! اپنے آپ کو یہ شرف بخش | دریا کے ہاتھ میں پہنچ کر ہلاکت سے محفوظ ہو جا

خود کرا آید چنیں دولت بدست | قطرہ را بحرے تقاضا گر شدست
یہ دولت خود کس کو ہاتھ آتی ہے؟ | کہ قطرے کے لئے سمندر تقاضا گر بنا ہوا ہے

چوں ² تقاضا می کند دریا ترا | پس چہ استادی و درماندی ہلا
جب دریا تجھ پر تقاضا کر رہا ہے | تو پھر خبردار! تو کیوں کھڑا ہے اور عاجز ہے؟

اللہ اللہ زود بفروش و بخر | قطرہ دہ بحرِ پُر گوہر ببر
خدا کے لئے، جلد بیچ اور خرید | قطرہ دیدے، جواہر بھرا سمندر لے جا

اللہ اللہ ہیچ تاخیرے مکن | کز بحر لطف آمد ایں سخن
خدا کے لئے، بالکل تاخیر نہ کر | کیونکہ مہربانی کے سمندر سے یہ پیغام آیا ہے

اللہ اللہ زود بشتاب و بجو | چونکہ بحرِ رحمت ست ایں نیست جو
خدا کے لئے جلد دوڑ اور تلاش کر | کیونکہ یہ رحمت کا سمندر ہے، نہر نہیں ہے

اللہ اللہ گوئے ³ شو بیدست و پا | تا شود چوگانِ موسیٰ پا ترا
خدا کے لئے بغیر ہاتھ پاؤں کی گیند بن جا | تاکہ موسیٰ کا بلا تیرا پاؤں بن جائے

اللہ اللہ تو گمانِ بد مبر | بر چنیں انعامِ عام اے بیخبر
خدا کے لئے تو بدگمانی نہ کر | اے بے خبر! ایسے عام انعام پر

اللہ اللہ زود دریاب اے فتا | تا نگردی در غلط بینی فنا
خدا کے لئے، اے نوجوان! جلد حاصل کرلے | تاکہ تو غلط بینی سے فنا نہ ہو جائے

اللہ اللہ ترک کن ہستیِ خود | چونکہ خواند ست برو اے معتمد
خدا کے لئے، اپنی ہستی کو چھوڑ دے | جب اس نے بلایا ہے اے معتمد! چلا جا

اللہ اللہ زود تر تعجیل کن | بر فروز از ایں اشارۂ بے سخن
خدا کے لئے بہت جلد عجلت کر | اس بغیر کلام کے اشارے سے منور ہو جا

---

۱ ظاہرش۔ جو قطرہ دریا میں مل گیا بظاہر وہ فنا ہوا ہے حقیقتاً وہ زیادہ محفوظ ہو گیا ہے۔ ہیں بدہ۔ اپنی ذات کو فنا کرکے ذاتِ باری حاصل کرنا ایسا ہی ہے جیسا کہ قطرے کے عوض میں سمندر حاصل کرنا۔ ایں شرف۔ قطرے کا دریا میں مل جانا قطرے کی عزت ہے۔ خود کرا۔ یہ سعادت اپنی طاقت سے حاصل نہیں ہوتی ہے۔

۲ چوں۔ جب دریا وحدت خود دعوت دے رہا ہے تو اب توقف کیا ہے۔ اللہ۔ جلد قطرہ دے کر پُر جواہر دریا خرید لے۔

۳ گوئے شو۔ جس طرح موسیٰ کہیں وہ کرنا چاہئے اور اپنے آپ کو موسیٰ کے بلے کی گیند بنا دینا چاہئے۔ ترک کن۔ اپنی ہستی کو ترک کرکے قُرب حاصل کرنا چاہئے۔ اشارت۔ موسیٰ کی دعوت قدرتی اشارہ ہے اس سے منور ہو جانا چاہئے۔

اَللہ اللہ تاکنوں کژ باختی — گردن اندر معصیت افراختی

خدا ہے مور ہو جنگ تو نے ٹیڑھی بازی چلی — تو نے گردن کو گناہ میں ابھارا

اللہ اللہ چوں عنایت در رسید — بے توقف در پئے آمیز اے عنید

سبحان اللہ جب اللہ کی مہربانی ہو گئی — اے سرکش! بغیر تاخیر کے اُس سے وابستہ ہو جا

اللہ اللہ چونکہ عصیانات تو — در نمی نالد بروایت شکر گو

خدا کے لئے، جب تک تیرے گناہ — تیری رسوائی کا باعث نہیں بنے ہیں شکر ادا کر

اللہ اللہ چوں ز فضلش راہ داد — سر بخاک پای او باید نہاد

خدا کیلئے، جبکہ اُس نے فضل کر کے تجھے راستہ دیا ہے — اُس کی خاک پا پر سر رکھ دینا چاہیے

اللہ اللہ با چنیں کفر دو تو — چوں قبولت می کند اکرام او

تعجب ہے، ایسے دوہرے کفر کے ہوتے ہوئے — اُس کا کرم تجھے کیوں قبول کر رہا ہے؟

لطف اندر لطف او گم می شود — کا سفلے بر چرخ ہفتم می شود

مہربانی اُس کی مہربانی میں گم ہو چکی ہے — کہ ایک فرومایہ ساتویں آسمان پر جا رہا ہے

ہیں کہ یک باز فتادت بو العجب — ہیچ طالب ایں نیابد در طلب

آگاہ! ایک عجیب باز تیرے ہاتھ آگیا ہے — اس کو کوئی طلب کرنے والا طلب سے نہیں پا سکتا

در پذیر ایں چار خلعت زود زود — تا بہ بینی در عوض صد عز و سود

ان چاروں خلعتوں کو جلد از جلد قبول کر لے — تاکہ تو بدلے میں سینکڑوں عزتیں اور فائدے دیکھے

گفت با ہاماں بگویم اے ستیر — شاہ را لازم بود رای وزیر

اُس نے کہا اے پردہ نشین! میں ہامان سے گفتگو کروں گا — کیونکہ بادشاہ کے لئے وزیر کی رائے ضروری ہے

گفت با ہاماں مگو ایں راز را — کوز گم پیرے چہ داند باز را

اُس نے کہا ہامان سے یہ راز نہ کہنا — کبڑی بڑھیا، باز کو کیا جانے؟

قصۂ بازِ بادشاہ و گم پیر زن کہ در خانۂ او بود

بادشاہ کے باز اور اُس بڑھیا کا قصہ جس کے گھر میں وہ باز تھا

بازِ اسپیدے بکم پیرے دہی — او ببرد ناخنش بہر بہی

ایک سفید باز تو ایک بڑھیا کو دے رہا ہے — وہ بھلائی کے لئے اُس کے ناخن تراش دیگی

ناخنے کہ اصل کار ست و شکار — کوژ کمپیرے ببرد کور وار

وہ ناخن جو اصل کام اور (ذریعہ) شکار ہیں — کُبڑی بڑھیا، اندھے پن سے کاٹ دے

۱ اکنوں اللہ۔ حضرت آسیہ نے فرمایا تو اب تک ٹیڑھی چال چلتا رہا ہے اور گناہوں میں سربلندی حاصل کرتا رہا ہے۔ عنایت۔ خدائی توجہ۔ عنید۔ سرکش۔ شکر گو۔ اس پر اللہ کا شکر ادا کر کہ اب تک کے گناہ تیری رسوائی کا باعث نہیں ہوئے ہیں۔

۲ کفر دوتو۔ خود فرعون کا کفر اور اُس کی قوم کا کفر۔ سفلے۔ نیچے درجہ کے انسان کو بلندی حاصل ہو رہی ہے۔ باز۔ یعنی توفیق خداوندی۔ نیابد۔ یہ سعادت قوتِ بازو سے حاصل نہیں ہو سکتی ہے۔ چار خلعت۔ وہ چار باتیں جو ایمان لانے پر تجھے حاصل ہو جائیں گی۔

۳ گفت۔ حضرت آسیہ کی باتیں سن کر فرعون نے کہا میں اس معاملہ میں ہامان وزیر سے مشورہ کروں گا۔ کوز گم پیرے۔ کبڑی بڑھیا اور باز کا قصہ آگے نقل فرماتے ہیں۔ اسپیدے۔ سفید باز بہت قیمتی ہوتا ہے۔ ناخنے۔ باز کے تمام ہنروں کا مدار اُس کے پنجوں پر ہے۔ کور وار۔ اندھا پن

[۱] کہ کجا بُود دست مادر تا تُرا — ناخناں زینساں دراز ست اے کیا
کہ تیری، ماں کہاں تھی کہ تیرے — ناخن اتنے لمبے ہیں، اے بھلے مانس!

ناخن و منقار و پرّش را بُرید — وقتِ مہر ایں می کند زالِ پلید
ناخن اور اس کی چونچ اور اس کے پر کاٹ ڈالے — ناپاک بڑھیا محبت کے وقت ایسا ہی کرتی ہے

چونکہ تُتماجش دہد اُو کم خورد — خشم گیرد مہر ہا را بر دَرد
جب وہ اُس کو دلیا دیتی وہ نہ کھاتا — غصہ میں بھر جاتی ہے محبتوں کو چاک کر دیتی ہے

کہ چنیں تُتماج پُختم بہرِ تُو — تو تکبر می نمائی و عتُو
کہ میں نے تیرے لئے ایسا دلیا پکایا — تو تکبر اور سرکشی کرتا ہے

تو سزائی مر ہماں اِدبار را — نعمت و اقبال کے سازد تُرا
تو اسی بدبختی کے لائق ہے — نعمت اور خوش نصیبی تجھے کب موافق آ سکتی ہے؟

[۲] آبِ تُتماجش دہد کایں را بگیر — گر نمی خواہی کہ نوشی زاں فطیر
اُس کو دلیے کا پانی دیتی ہے کہ یہ لے — اگر بے خمیر کی روٹی کھانا نہیں چاہتا ہے

آبِ تُتماجش نگیرد طبعِ باز — زاں بتر رنجد شود خشمش دراز
باز کی طبیعت اُس دلیے کے پانی کو قبول نہیں کرتی ہے — اس سے وہ اور زیادہ رنجیدہ ہوتی ہے اور اُس کا غصہ بڑھ جاتا ہے

از غضب آں آشِ سوزاں بر سرش — زن فرو ریزد شود کل مغفرش
غصہ سے وہ جلتا ہوا دلیہ اُس کے سر پر — عورت ڈال دیتی ہے، اس کی کھوپڑی گنجی ہو جاتی ہے

اشک از آں چشمش فرو ریزد ز سوز — یاد آرد لطفِ شاہِ دل فروز
سوزش سے اُس کی آنکھوں سے آنسو بہہ پڑتے ہیں — دل کو منور کرنے والے بادشاہ کی مہربانی اسکو یاد آتی ہے

[۳] زاں دو چشمِ نازنینِ با دلال — کہ ز چہرہ شاہ دارد صد کمال
اُن نازنین پُر غمزہ آنکھوں سے — جو شاہ کے چہرے کو دیکھ کر سینکڑوں کمالات رکھتی تھیں

چشمِ مازاغش شدہ پرّ زخمِ زاغ — چشمِ نیک از چشمِ بد با درد و داغ
اُسکی کج نہ ہونے والی آنکھ کوّے کے زخم سے بھر گئی — اچھی آنکھ، بدنظر سے درد اور داغ والی (ہو گئی)

چشمِ دریا بسطتے کز بسطِ اُو — ہر دو عالم می نماید تارِ مُو
سمندر کی وسعت والی آنکھ جس کی کشادگی سے — دونوں جہاں ایک بال نظر آتے تھے

گر ہزاراں چرخ در چشمش رود — ہمچو چشمہ پیشِ قلزم گم شود
اگر ہزاروں آسمان اس کی آنکھ میں آئیں — چشمہ کی طرح سمندر میں گم ہو جائیں

---

[۱] کہ کجا۔ بڑھیا عورت نے یہ بھی کہا کہ باز کی ماں کہاں چلی گئی تھی کہ اس کے ناخن اِس قدر بڑھ گئے ہیں چنانچہ اس بوڑھی نے اس باز کے پَر اور چونچ اور پنجے کاٹ ڈالے۔ تُتماج۔ یہ ایک ترکی کھانا ہے جو دلیے اور شوربے کی طرح کا ہوتا ہے خشم گیرد۔ باز تُتماج کو نہیں پیتا ہے تو بوڑھی اور غضبناک ہوتی ہے اور اسکی محبت کے پردے چاک ہو جاتے ہیں۔ عتو۔ سرکشی۔ اِدبار۔ نحوست۔

[۲] آبِ تُتماجش۔ اسکو تُتماج دیتی ہے اور کہتی ہے کہ اگر بے خمیر کی روٹی پسند نہیں ہے تو یہ کھا لے۔ فطیر۔ وہ روٹی جس میں خمیر نہ ہو۔ کل۔ گنجا۔ مغفر۔ سر پر اوڑھنے کی ٹوپی کی خود یہاں مراد سر ہے۔ یاد۔ اب اس باز کو بادشاہ کی محبت یاد آتی ہے۔

[۳] زاں دو چشم۔ یعنی باز کی وہ آنکھیں جو نازنین تھیں جن سے وہ شاہ کا دیدار کرتا تھا۔ مازاغ۔ وہ ٹیڑھی نہیں ہے معراج کے واقعہ میں قرآن نے کہا ہے کہ آنحضورؐ کی نگاہیں صحیح پڑیں اور ان کو دیدارِ رب حاصل ہوا۔ بسط کشادگی۔ قلزم۔ سمندر۔

چشمِ[1] بگذشتہ ازیں محسوسہا
وہ آنکھ جو اِن محسوسات سے آگے بڑھی ہوئی ہے
یافتہ از غیب بینی بُوسہا
غیب بینی سے لذتیں محسوس کئے ہوئے ہے

خود نمی یابم یکے گوشے کہ من
میں خود ایسا کان نہیں پاتا ہوں
نکتۂ گویم ازاں چشمِ حسن
کہ اُس حسین آنکھ کا ایک نکتہ کہہ سکوں

می چکید آں آبِ محمودِ جلیل
اُس سے وہ قابلِ تعریف عظیم آنسو ٹپکتے
می ربودے قطرہ اَش را جبرئیلؑ
کہ جبرئیلؑ اُس کے قطرے کو لے اُڑتے

تا بمالد در بر و منقارِ خویش
تاکہ اپنی چونچ اور پروں پر ملیں
گر دہد دستوریش آں خوب کیش
اگر وہ پاک خصلت اُن کو اجازت دے

باز[2] گوید خشمِ کم پیرا اَر فروخت
باز کہتا اگرچہ بوڑھی کا غصہ بھڑک اُٹھا ہے
فرّ و نور و صبر و حلمم را نسوخت
میری شان و شوکت، نور اور صبر و حلم کو نہیں جلاسکا

بازِ جانم باز صد صورت تند
میری جان کا باز پھر سینکڑوں صورتیں حاصل کریگا
زخم بر ناقہ نہ بر صالحؑ زند
وہ اونٹنی پر نہ (حضرت) صالحؑ پر زخم لگاتی ہے

صالحؑ ار یکدم کہ آرد با شکوہ
(حضرت) صالحؑ اگر ایک پر شوکت پھونک ماردیں
صد چنیاں ناقہ بزاید متنِ کوہ
پہاڑ کی چٹان ایسی سینکڑوں اونٹنیاں جن دے

دل ہمی گوید خموش و ہوشدار
دل کہتا ہے کہ چپ اور ہوش میں آ
ورنہ دَرّانید غیرت[3] پُود و تار
ورنہ غیرت (خداوندی) تانا بانا اُدھیڑ دیگی

غیرتش را ہست صد حلمِ نہاں
اُس کی غیرت میں سینکڑوں حلم پوشیدہ ہیں
ورنہ سوزیدے بیک دم صد جہاں
ورنہ ایک دم سے سینکڑوں جہان پھونکدے

نخوتِ شاہی گرفتش جای پند
شاہی تکبر نے اُس کی نصیحت کے مقام پر قبضہ کرلیا
تا دلِ خود را ز پند اُو کرد بند
حتیٰ کہ اُس نے نصیحت کیجانب سے دل کو روکدیا

کہ کنم با رائے ہاماں مشورت
کہ میں ہامان کی رائے سے مشورہ کروں گا
کوست پشتِ مُلک و قطبِ مقدرت
کیونکہ وہ سلطنت کی پشت اور اقتدار کا مدار ہے

مصطفیٰؐ را رایِ زن صدیقؓ
(حضرت) مصطفیٰؐ کے مشیر اللہ کے صدیقؓ ہیں
رایِ زن بوجہل را شُد بُولہب
ابوجہل کا مشیر ابولہب ہوا

عرقِ جنسیت چنانش جذب کرد
ہم جنس ہونے کی رگ نے اُسکو ایسا کھینچا
کاں نصیحتہا بہ پیشش گشت سرد
کہ وہ نصیحتیں اُس کے لئے ٹھنڈی پڑ گئیں

---

[1] چشم۔ باز سے مراد اللہ کا وہ ولی ہے جو مخالفوں میں پھنس جاتا ہے ایسے ولی کی آنکھیں محسوسات سے گذر کر مغیبات سے لطف اندوز ہوتی ہیں۔ می چکید۔ وہ آنسو اس قدر قیمتی ہوتا ہے کہ اُس کو حضرت جبرئیلؑ اٹھا لیتے ہیں اور تبرکًا اپنے جسم پر ملتے ہیں۔

[2] باز گوید۔ وہ ولی جو دشمن کے ہاتھوں تکلیف اُٹھا رہا ہے کہتا ہے کہ مخالفوں کے غصہ سے میرے استقلال میں کوئی فرق نہیں آسکتا ہے۔ بازِ جانم۔ اگر مادی جسم ہلاک بھی ہوجائے تو کیا پروا ہے اس کی مثال تو حضرت صالحؑ کی اونٹنی کی سی ہے خصوصیت حضرت صالحؑ میں تھی۔ نہ کہ اونٹنی میں۔

[3] غیرتش۔ غیرتِ خداوندی بڑی بُردبار ہے ورنہ اس طرح کے غیبی راز افشا کرنے سے وہ اس قدر غضبناک ہوجاتی کہ عالم کو تباہ کردیتی۔ نخوت۔ یعنی فرعون کا شاہی تکبر نصیحت قبول کرنے سے مانع بنا۔ کہ کنم۔ تکبر کی وجہ سے اس نے کہا میں اپنے وزیر ہامان سے مشورہ کروں گا۔ مصطفیٰؐ۔ ہم جنس اپنی جنس سے مشورہ کرتا ہے آنحضورؐ کے مشیر حضرت ابوبکرؓ تھے اور ابوجہل کا مشیر ابولہب تھا۔ نصیحتہا۔ یعنی حضرت آسیہ کی نصیحتیں۔

جنس[1] سوی جنس صد پرہ پرد — بر خیالش پردہ ہا را بردرد

جنس، جنس کی جانب سینکڑوں پروں سے اڑتی ہے — اس کے خیال پر سے پردے ہٹا دیتی ہے

قصۂ آں زن کہ طفلِ اُو بر سرِ ناوداں غژیدہ بود و خطرِ افتادن داشت و از امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ سوال کردن و چارہ جستن مادرِ اُو

اُس عورت کا قصہ جس کا بچہ پرنالے پر چڑھ گیا تھا اور گرنے کا خطرہ رکھتا تھا اور اُس کی ماں کا حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ سے سوال کرنا اور تدبیر چاہنا

یک زنے آمد بہ پیشِ مرتضیٰ — گفت شُد بر ناوداں طفلے مرا

ایک عورت (حضرت) مرتضیٰؓ کے پاس آئی — بولی، میرا بچہ پرنالے پر چڑھ گیا ہے

گرش میخوانم نمی آید بدست — ور ہلم ترسم کہ افتد اُو بہ پست

اگر میں اس کو بلاتی ہوں ہاتھ نہیں آتا ہے — اگر چھوڑتی ہوں ڈرتی ہوں کہ نیچے نہ گر پڑے

نیست[2] عاقل تا کہ دریابد چو ما — گر بگویم کز خطر سوی من آ

وہ سمجھدار نہیں ہے کہ ہماری طرح سمجھ جائے — اگر میں کہوں کہ خطرے سے میرے پاس آجا

ہم اشارت را نمی داند بدست — ور بداند نشنود ایں ہم بدست

وہ ہاتھ کے اشارے کو بھی نہیں سمجھتا ہے — اگر جانتا بھی ہے نہیں سنتا ہے یہ بھی برا ہے

بس نمودم شیر و پستاں را بدو — اُو ہمی گرداند از من چشم و رُو

میں نے اس کو دودھ اور چھاتی بہت دکھائی — وہ مجھ سے آنکھ اور منہ پھیر لیتا ہے

از برائے حق شمائید اے مِہاں — دستگیر ایں جہان و آں جہاں

اے بزرگ! خدا کے لئے آپ ہیں — اس جہان اور اس جہان کے دستگیر

زود درماں کُن کہ می لرزد دلم — کہ بدرد از میوہ دل بگسلم

جلد تدبیر کیجئے کیونکہ میرا دل لرز رہا ہے — کہ تکلیف کے ساتھ میں دل کے میوے سے جدا ہو جاؤں

گفت[3] طفلے را بر آور ہم زبام — تا بہ بیند جنسِ خود را آں غلام

فرمایا ایک بچہ کو کوٹھے پر لے جا — تاکہ وہ بچہ اپنے ہم جنس کو دیکھے

سُوی جنس آید سبک زاں ناوداں — جنس بر جنس ست عاشق جاوداں

وہ فوراً پرنالے سے اپنے ہم جنس کی طرف آجائیگا — ہم جنس ہمیشہ ہم جنس پر عاشق ہوتا ہے

زن چُناں کرد و چو دید آں طفلِ اُو — جنسِ خود خوش خوش بدو آورد رُو

عورت نے ایسا ہی کیا اور جب اُس بچے نے اُسکو دیکھا — اس نے خوشی خوشی اپنے ہم جنس کی طرف رخ کر دیا

---

[1] جنس۔ ہر چیز اپنی ہم جنس کی طرف تیزی سے جاتی ہے۔ قصہ۔ حضرت علیؓ نے مشورہ دیا کہ ایک بچہ چھت پر چھوڑ دیا جائے وہ بچہ پرنالے سے اسکے پاس آجائے گا۔ مرتضیٰ حضرت علیؓ کا لقب ہے۔ ناوداں۔ پرنالہ۔ پست۔ یعنی پرنالے سے زمین پر۔

[2] نیست۔ اُس میں اتنی عقل نہیں کہ اس خطرے کو محسوس کر سکے۔ بدست۔ پہلے مصرع کے آخر میں بمعنی از دست ہے دوسرے مصرع کے آخر میں بمعنی "برا ہے" ہے۔ کہ بدرد۔ یعنی میرا بچہ ہلاک ہو جائے۔

[3] گفت۔ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ ایک بچہ چھت پر بٹھا دے وہ بچہ پرنالے سے اس کے پاس آجائے گا۔ زن۔ اس عورت نے حضرت علیؓ کے مشورہ پر عمل کیا وہ بچہ اس بچے کے پاس آگیا۔

سوئے بام آمد زمتنِ ناوداں — جاذبِ ہر جنس را ہم جنس داں
پرنالہ پر سے کوٹھے پر آگیا — ہر جنس کو ہم جنس کا کھینچنے والا سمجھ

غژغژاں آمد بسوئے طفلِ طفل — وارہید از اوفتادن سوئے سفل
کھسکتا کھسکتا بچہ بچہ کی طرف آگیا — نیچے گرنے سے نجات پاگیا

زاں بود جنسِ بشر پیغمبراں — تا بجنسیت رہند از ناوداں
اسی لئے پیغمبر انسان کی جنس کے ہوتے ہیں — تاکہ جنسیت کی وجہ سے پرنالے سے نجات پاجائیں

پس بشر فرمود خود را مثلکم — تا بجنس آیند و کم گردند گم
پس انھوں نے اپنے آپکو تم جیسا انسان کہا — تاکہ ہم جنس کی طرف آجائیں اور گم نہ ہوں

زانکہ جنسیت عجائب جاذبے ست — جاذبش جنس ست ہر جا طالبے ست
کیونکہ جنسیت عجیب جاذب ہے — جس جگہ کوئی طلبگار ہے جنس اس کی جاذب ہے

عیسیٰؑ و ادریسؑ بر گردوں شدند — با ملائک چونکہ ہم جنس آمدند
حضرت عیسیٰؑ اور ادریسؑ آسمان پر چلے گئے — چونکہ وہ فرشتوں کے ہم جنس تھے

باز آں ہاروت و ماروت از بلند — جنسِ تن بودند ازاں زیر آمدند
پھر وہ ہاروت اور ماروت بلندی سے — (چونکہ) جسم کے ہم جنس تھے نیچے آگئے

کافراں ہم جنسِ شیطاں آمدہ — جانِ شاں شاگردِ شیطاناں شدہ
کافر شیطان کے ہم جنس ہیں — ان کی جان شیطانوں کی شاگرد بن گئی

صد ہزاراں خوئے بد آموختہ — دیدہائے عقل و دل بر دوختہ
انھوں نے لاکھوں بری عادتیں سیکھ لیں — عقل اور دل کی آنکھیں بند کرلیں

کمتریں خوشاں بدتے ایں حسد — آں حسد کہ گردنِ ابلیس زد
حسد ان کی کم از کم عادت ہے — وہ حسد جس نے شیطان کی گردن ماردی

زاں سگاں آموختہ حقد و حسد — کہ نخواہد خلق را ملکِ ابد
انھوں نے ان کتوں سے کینہ اور حسد سیکھا — جو مخلوق کے لئے ابدی سلطنت نہیں چاہتے

ہر کرا دید او کمال از چپ و راست — از حسد قولنجش آمد درد خاست
وہ دائیں بائیں سے کسی کو صاحب کمال دیکھتا ہے — تو حسد کی وجہ سے اس کو قولنج کا درد ہوتا ہے

زانکہ ہر بدبخت خرمن سوختہ — می نخواہد شمعِ کس افروختہ
کیونکہ جس بدبخت کا کھلیان جل گیا ہو — وہ نہیں چاہتا ہے کہ کسی کی شمع روشن ہو

۱ سوئے بام۔ وہ بچہ پرنالہ سے چھت پر آگیا۔ جاذب۔ کھینچنے والا۔ سفل یعنی زمین۔ زاں۔ چونکہ ہر چیز اپنی جنس کی طرف مائل ہوتی ہے اسی لئے انسان پیغمبر بنائے گئے ہیں۔ مثلکم۔ آنحضورؐ نے فرمایا ہے کہ میں بھی تمہاری طرح انسان ہوں۔ طالب۔ جو طلبگار رہتا ہے اس کو اس کی جنس اپنی طرف کھینچتی ہے۔

۲ عیسیٰ۔ حضرت عیسیٰؑ اور حضرت ادریسؑ آسمان پر بلا لئے گئے۔ چونکہ وہ ملائک کے ہم جنس تھے۔ ہاروت۔ ہاروت اور ماروت فرشتے تھے لیکن انسانوں کے ہم جنس تھے۔ آسمان سے زمین پر بھیجے گئے۔ کافراں۔ کافر شیطان کے ہم جنس ہیں اسی لئے ان سے ان کی عادتیں سیکھ لیتے ہیں۔

۳ کمتریں۔ حسد شیطان کی خصلت ہے جو کافروں نے اس سے سیکھ لی ہے۔ ملکِ ابد یعنی آخرت کی زندگی۔ ہر کرا۔ شیطان چونکہ اپنا سب کچھ تباہ کرچکا ہے اسلئے وہ کسی کی نیکی کو برداشت نہیں کرتا ہے اور کسی کی نیکی کی شمع کو روشن نہیں دیکھ سکتا

613

ہین کمالے دست آور تا تو ہم — از کمالِ دیگراں نفتی بغم

خبردار! کمال حاصل کر تاکہ تو بھی — دوسروں کے کمال سے غم میں مبتلا نہ ہو

از خدا می خواہ دفعِ ایں حسد — تا خدایت وا رہاند زیں حسد

اس حسد کا دفعیہ خدا سے چاہ — تاکہ خدا تجھے اس حسد سے نجات دیدے

مر ترا مشغولیے بخشد دروں — کہ نپردازی ازاں سوی بروں

تجھے (اپنے) باطن کی مصروفیت عطا کردے — تاکہ تو اس جانب سے باہر مشغول نہ ہو

جرعۂ مے را خدا آں می دہد — کہ بدو مست از دو عالم می رہد

خدا اس گھونٹ بھر شراب کو وہ عطا کردیتا ہے — کہ اس کا مست دونوں عالم سے نجات پا جاتا ہے

خاصیتے بنہادہ در کفِ حشیش — کو زمانے می رہاند از خودیش

ایک مٹھی بھنگ میں اس نے خاصیت رکھی ہے — کہ وہ اس کو تھوڑی دیر کیلئے خودی سے چھڑا دیتی ہے

خواب را یزداں بداں ساں میکند — کز دو عالم فکر را بر می کند

نیند کو خدا ایسا کردیتا ہے — کہ دونوں جہان کے فکر سے برطرف کردیتا ہے

کرد مجنوں را ز عشقِ پوستے — کو نہ بشناسد عدو از دوستے

مجنوں کو کھال کے عشق سے ایسا کردیا — کہ وہ دوست اور دشمن میں امتیاز نہیں کرسکتا

صد ہزاراں ایں چنیں می دارد او — کہ بر ادراکاتِ تو بگمارد او

وہ اس طرح کی لاکھوں دیگھوڑیاں رکھتا ہے — جو وہ تیرے محسوسات پر مسلط کردیتا ہے

ہست میہای شقاوت نفس را — کز رہ بیروں برد آں نحس را

بدبختی کی شرابیں نفس کے لئے ہیں — جو اس منحوس کو گمراہ کردیتی ہیں

ہست میہای سعادت عقل را — کہ بیابد منزلِ بے نقل را

نیک بختی کی شرابیں عقل کے لئے ہیں — کہ وہ منتقل نہ ہونے والی منزل کو حاصل کرلیتی ہے

خیمۂ گردوں ز سرمستی خویش — بر کند زاں سو بگیرد راہ پیش

وہ اپنی سرمستی سے آسمان کے خیمہ کو — اکھاڑ دیتی ہے اور اس جانب آگے راستہ اختیار کرلیتی ہے

ہیں بہر مستی دلا غرہ مشو — ہست عیسیٰ مستِ حق خر مستِ جو

خبردار! اے دل ہر مستی سے دھوکا نہ کھا — حضرت عیسیٰ اللہ کے مست اور گدھا جو کا مست ہے

ایں چنیں مے را بجو زیں خنبہا — مستیش نبود ز کوتہ دنبہا

ان مٹکوں سے ایسی شراب پی — اس کی مستی، کوتاہ دم والوں کیلئے نہیں ہے

ك جو۔ اگر انسان کے پاس کمال نہیں ہوتا ہے تو وہ دوسروں پر حسد کرتا ہے اور دوسرے کے کمال کو دیکھ کر غم میں مبتلا ہوتا ہے۔ نفتی۔ نہ اُفتی کا مخفف ہے۔ از خدا۔ حسد کا دفعیہ خدا کرسکتا ہے بشغولیے۔ اگر انسان اپنے احوال میں مشغول ہوتا ہے تو اُس کو دوسرے کے دیکھنے کا موقع نہیں ملتا اور وہ حسد سے محفوظ رہتا ہے۔ جرعہ۔ خدا نے بہت سی چیزوں میں وہ خاصیت رکھی ہے جو دوسروں میں مشغول ہونے سے محفوظ کر دیتی ہے۔

ك خاصیت۔ بھنگ بھی دوسروں کے احوال سے بے نیاز کردیتی ہے۔ کرد۔ مجنوں لیلیٰ کے ظاہر پر عاشق ہوکر دوسروں سے غافل ہوگیا تھا۔ صد ہزاراں۔ اللہ تعالیٰ نے دنیا میں بہت سی چیزیں ایسی پیدا فرمائی ہیں جو دوسروں کے احوال سے غافل بنا دیتی ہیں۔ ہست۔ نفس ایسی مستیوں میں مبتلا ہے جو اسکو رہ مستقیم سے غافل بنا دیتی ہیں۔

ك ہست۔ عقل ایسی مستیوں میں رہتی ہے جس سے وہ ابدی مقام حاصل کرلیتی ہے جس کے نتیجہ میں اُس کی پرواز آسمانوں سے بالا ہوجاتی ہے۔ ہیں۔ انسان کو مستیوں میں فرق کرنا چاہیئے ہر مستی محمود نہیں ہو حضرت عیسیٰ کی مستی اور خر عیسیٰ کی مستی جدا گانہ ہے۔ مجتب عوام

زانکہ ہر معشوق چوں خنب ست پُر (١) — **آں یکے دُرد و دگر صافی چو دُر**

کیونکہ ہر معشوق مٹکے کی طرح پُر ہے — ایک تلچھٹ دوسرا موتی کی طرح صاف ہے

مے شناسا ہیں بچش با احتیاط — **تا مئے یابی مُنزہ ز اختلاط**

اے شراب کے پہچاننے والے! احتیاط سے چکھ — تاکہ تو میل سے پاک شراب حاصل کرلے

مے شناسا ہیں بچش از ذوقِ ہش — **آں مئے صافی کز و گردی خمش**

اے شراب کو پہچاننے والے! ترشروئی سے چکھ — اُس صاف شراب کو جس سے تو خاموش ہوجائے

ہر دو مستی می دہندت لیک ایں — **مستیت آرد کشاں تا ربِّ دیں**

تجھے دونوں مست کرتی ہیں لیکن یہ — مستی تجھے دین کے رب کی طرف کھینچ کر لاتی ہے

تا رہی از مکر و وسواس و حیل — **بے عِقالِ عقل در رقصِ اجمل**

تاکہ تو مکر اور وسوسوں اور حیلوں سے نجات پاجائے — وہ عقل کی رسّی کے بغیر اُچھل کود میں ہے

انبیاء (٢) چوں جنسِ روح اند و ملک — **مر ملک را جذب کردند از فلک**

انبیاء چونکہ روح اور فرشتہ کے ہم جنس ہیں — فرشتہ کو آسمان سے کھینچ لیا

باد جنسِ آتش ست و یارِ او — **کہ بود آہنگ ہر دو بر علو**

ہوا، آگ کی جنس اور اُس کی یار ہے — کیونکہ دونوں کا قصد اوپر کی جانب ہے

چوں بہ بندی تو سرِ کوزہ تہی — **در میانِ حوض یا جوئے نہی**

اگر تو خالی پیالے کے سر کو باندھ دے — حوض یا نہر میں اُس کو رکھے

تا قیامت او فرو ناید بہ پست — **کہ دلش خالی ست و در وے باد ہست**

وہ قیامت تک نیچے کی جانب رُخ نہ کریگا — کیونکہ اُس کا پیٹ خالی ہے اسمیں ہوا ہے

میلِ بادش چوں سوئے بالا بود — **ظرفِ خود را ہم سوئے بالا کشد**

چونکہ اُس کی ہوا کا میلان اوپر ہے — وہ اپنے برتن کو بھی اوپر کی جانب کھینچے گی

باز (٣) آں جانہا کہ جنسِ انبیاست — **سوئے ایشاں کشکشاں چوں سایہاست**

پھر وہ جانیں جو انبیاء کی ہم جنس ہیں — وہ سایوں کی طرح ان کی جانب کشش میں ہیں

زانکہ عقلش غالب ست و بے زشک — **عقل جنس آمد بخلقت با ملک**

کیونکہ اُس پر عقل غالب ہے اور بغیر شک کے — عقل، خلقت میں فرشتے کی ہم جنس ہے

واں ہوائے نفس غالب بر عدو — **نفس جنسِ اسفل آمد شد بدو**

خواہشِ نفسانی دشمن پر غالب ہے — نفس، اسفل کا ہم جنس ہے اُس پر تُف ہے

---

(١) زانکہ۔ ہر شخص کی صحبت میں کشش ہوتی ہے لیکن ہر کشش کا صحیح ہونا ضروری نہیں ہے۔ مے شناسا سالک کو امتیاز کرنا چاہیے اور وہ کشش اختیار کرنی چاہیے جو خالص ہو۔ گردی خمش۔ اُس کشش کو اختیار کرنا چاہیے جو "آں راکہ خبر شد خبرش باز نیامد" کا مصداق ہو۔ تا رب دیں۔ جو کشش خدا کی طرف لے جائے وہ کشش اختیار کرنی چاہیے۔ رقص اجمل۔ اونٹ کا رقص یعنی بے قاعدہ اچھل کود۔

(٢) انبیاء۔ انبیاء کا تعلق ملاءِ اعلیٰ سے ہوتا ہے اسلئے فرشتے اُن تک پیغام لاتے ہیں۔ باد۔ ہوا اور آگ کا عروج اوپر کی جانب ہے۔ چوں۔ خالی پیالے کو اگر سر بند کرکے پانی میں ڈالو تو چونکہ اُس میں ہوا بھری ہوئی ہے وہ نیچے نہ جائیگا۔ میلِ بادش۔ وہ ہوا اُس پیالے کو بھی نیچے نہ جانے دیگی۔

(٣) باز۔ جو روحیں انبیاء کی ہم جنس ہیں وہ انبیاء کے ساتھ سایہ کی طرح لگی رہتی ہیں۔ زانکہ۔ اُن لوگوں میں عقل کا غلبہ ہوتا ہے اور عقل فرشتہ کی ہم جنس ہے۔ ہوای نفس۔ خواہشاتِ نفس کا میلان اسفل کی طرف ہے۔ تُف بدو۔ اُس پر تُف ہے۔

بُود قبطیؔ جنسِ فرعونِ ذمیم ۔۔۔ بُود سبطی جنسِ موسیٰؑ کلیم

قبطی بُرے فرعون کا ہم جنس تھا ۔۔۔ سبطی موسیٰ کلیم (اللہ) کا ہم جنس تھا

بُود ہامانؔ جنسِ مرفرعون را ۔۔۔ برگزیدش بُرد تا صدرِ سرا

ہامان، فرعون کا ہم جنس تھا ۔۔۔ اُس نے اُس کو منتخب کیا گھر کے بالانشین تک لے گیا

لاجرمؔ از صدر در قعرش کشید ۔۔۔ کہ ز جنسِ دوزخ اند آں دو پلید

لامحالہ اُس نے اُسکو بلندی سے گہرائی کیطرف کھینچا ۔۔۔ کیونکہ وہ دونوں پلید دوزخ کے ہم جنس تھے

ہر دو سوزندہ چوں دوزخ ضدِ نُور ۔۔۔ ہر دو چوں دوزخ ز نورِ دل نفور

دونوں جلتے ہوئے دوزخ کی طرح نور کی ضد ہیں ۔۔۔ دونوں دوزخ کی طرح دل کے نور سے متنفر ہیں

زانکہؔ دوزخ گوید اے مُومن تُو زُود ۔۔۔ بر گذر کہ نُورت آتش را رُبُود

کیونکہ دوزخ کہتی ہے اے مومن! جلد ۔۔۔ گذر جا کیونکہ تیرے نور نے آگ کو ختم کر دیا

در بیانؔ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جُزْ یَا مُؤْمِنُ فَاِنَّ نُوْرَکَ اَطْفَأَ نَارِیْ

آنحضورؐ کی حدیث کے بیان میں کہ اے مومن گذر جا کیونکہ تیرے نور نے میری آگ بجھا دی

بگذر اے مُومن کہ نُورت می کُشد ۔۔۔ آتشم را چوں کہ دامن می کشد

اے مومن! گذر جا کیونکہ تیرا نور بجھاتا ہے ۔۔۔ میری آگ کو، جب وہ ناز سے چلتا ہے

می رمد آں دوزخی از نور ہَم ۔۔۔ زانکہ طبع دوزخستش اے صنم

وہ دوزخی بھی نور سے بھاگتا ہے ۔۔۔ اے پیارے! کیونکہ اُس کا مزاج دوزخی ہے

دوزخ از مُومن گریزد آنچناں ۔۔۔ کہ گریزد مُومن از دوزخ بجاں

دوزخ، مُومن سے اسی طرح بھاگتی ہو جس طرح ۔۔۔ مُومن دوزخ سے جان بچا کر بھاگتا ہے

زانکہ جنسِ نار نبُود نُورِ اُو ۔۔۔ ضدِ نار آمد حقیقت نور جُو

اُس کا نور نار کا ہم جنس نہیں ہے ۔۔۔ نور کے طالب کی حقیقت آگ کی ضد ہے

درؔ حدیث آمد کہ مُومن در دُعا ۔۔۔ چوں اماں خواہد ز دوزخ از خدا

حدیث (شریف) میں آیا ہے جبکہ مُومن دعا میں ۔۔۔ خدا سے دوزخ سے پناہ چاہتا ہے

دوزخ از وَے ہم اماں خواہد بجاں ۔۔۔ کہ خدایا دُور دارم از فلاں

دوزخ اُس سے (دل و) جان سے پناہ چاہتی ہے ۔۔۔ کہ اے خدا! مجھے فلانے سے دور رکھ

جاذبہؔ جنسیت است اکنوں بہ بیں ۔۔۔ کہ تو جنسِ کیستی از کفر و دیں

جنسیت کی کشش ہے، اب تو دیکھ لے ۔۔۔ کہ تو کفر اور دین میں سے کس کا ہم جنس ہے؟

لے قبطی۔ فرعون کی قوم اور سبطی۔ بنی اسرائیل۔ ہامان۔ فرعون کا وزیر باوجود اسرائیلی ہونے کے فرعون کا ہم جنس تھا اسی لئے فرعون نے اسکو مشورہ کے لئے منتخب کیا۔ لاجرم۔ ہامان کے مشورے سے وہ تباہی کے گڑھے میں گر گیا۔ زانکہ۔ دوزخ اور نور میں تضاد ہے، دوزخ نور ایمان سے متنفر اور نور دوزخ سے متنفر ہے۔

لے در بیان۔ اس حدیث سے نور اور نار کے تضاد کو بتانا مقصود ہے۔ بگذر۔ جس وقت مُومن پل صراط سے گذرے گا جہنم یہ کہے گی۔ نور جُو۔ یعنی جنتی۔

لے در حدیث۔ یہ مضمون حدیث میں مذکور ہے۔ جاذبہ۔ ہر انسان میں جنسیت کا جذبہ ہوتا ہے غور کر لینا چاہئے کہ اُس میں کفر کی کشش ہے یا دین کی کشش ہے۔

گر بہاماں مائلی ہامانئی ۔۔۔ ور بموسیٰؑ مائلی سُبحانئی

اگر تو ہامان کی طرف مائل ہے ہامانی ہے ۔۔۔ اگر تو موسیٰؑ کی طرف مائل ہے تو الٰہی ہے

ور بہر دو مائلی انگیختہ ۔۔۔ نفس و عقلی ہر دو آں آمیختہ

اگر تو دونوں کی طرف مائل ہے، اکسایا ہوا ہے ۔۔۔ تجھ میں نفس اور عقل دونوں ملے ہوئے ہیں

ہر دو در جنگند ہاں و ہاں بکوش ۔۔۔ تا شود بر نفسِ غالب عقل و ہوش

دونوں برسرِ پیکار ہیں ہاں ہاں کوشش کر ۔۔۔ تاکہ عقل اور ہوش نفس پر غالب آجائے

ساغرِ صدق از کفِ موسیٰؑ بنوش ۔۔۔ تا شود غالب معانی بر نقوش

حضرت موسیٰؑ کے ہاتھ سے سچائی کا پیالہ پی ۔۔۔ تاکہ معانی، نقوش پر غالب آجائیں

در جہانِ جنگ شادی ایں بس ست ۔۔۔ کہ ببینی بر عدو ہر دم شکست

لڑائی کی دنیا میں یہ خوشی کافی ہے ۔۔۔ کہ تو ہر وقت دشمن پر شکست دیکھے

جہد کن تا خصمت اشکستہ شود ۔۔۔ گرچہ فرعونِ دنی ایں نشنود

کوشش کر تاکہ تیرا دشمن شکست کھا جائے ۔۔۔ خواہ کمینہ فرعون یہ نہ سُنے

ایں حدیث آمد دراز و ناگزیر ۔۔۔ باز گو اضلالِ فرعونِ مُشیر

یہ بات لمبی ہوگئی مجبوری تھی ۔۔۔ فرعون کے مشیر کو گمراہ کرنے کی بات کر

مشورت کردنِ فرعون با وزیرش ہامان در ایمان آوردن بموسیٰ علیہ السلام

فرعون کا حضرت موسیٰؑ پر ایمان لانے کے بارے میں اپنے وزیر ہامان سے مشورہ کرنا

آں ستیزہ رُو بسختی عاقبت ۔۔۔ گفت با ہاماں برای مشورت

بالآخر اُس سختی سے جھگڑا کرنے والے نے ۔۔۔ مشورے کی غرض سے، ہامان سے کہا

وعدہای آں کلیم اللہ را ۔۔۔ گفت و محرم ساخت آں گمراہ را

کلیم اللہؑ کے وعدوں کو ۔۔۔ اُس گمراہ سے کہا اور اُس کو رازدار بنالیا

گفت با ہاماں چو تنہایش بدید ۔۔۔ جست ہامان و گریباں را درید

جب ہامان کو تنہا دیکھا اُس سے کہا ۔۔۔ ہامان اُچھل پڑا اور گریبان پھاڑ لیا

بانگہا زد گریہ ہا کرد آں لعیں ۔۔۔ کوفت دستار و کُلہ را بر زمیں

اُس لعین نے نعرے لگائے اور رونے لگا ۔۔۔ ٹوپی اور عمامہ کو زمین پر پٹخ دیا

کہ چگونہ گفت اندر روی شاہ ۔۔۔ ایں چنیں گستاخ آں حرفِ تباہ

کہ بادشاہ کے سامنے کیسے کہی؟ ۔۔۔ وہ بُری بات ایسے گستاخ نے

ل گر بہاماں۔ اگر انسان ہامان کی طرف مائل ہے تو وہ ہامان کی جنس سے ہے اور اگر موسیٰ کی طرف میلان ہے تو وہ انسان اللہ والا ہے۔ ور بہر دو۔ اگر انسان کا خیر اور شر دونوں کی طرف میلان ہے تو معلوم ہوا کہ اُس میں نفس اور عقل کی کشمکش جاری ہے۔ ساغر۔ ایسے انسان کو کوشش کرنی چاہیے کہ اُس پر عقل کا غلبہ رہے۔

۲ در جہان۔ اس کشمکش میں کامیابی یہ ہے کہ انسان ہر وقت نفس کو مغلوب رکھے گرچہ۔ جس کی طبیعت فرعونی ہوگی وہ اس نصیحت کو قبول نہ کریگا۔ اضلال۔ یعنی ہامان نے فرعون کو کس طرح گمراہ کیا۔

۳ آں ستیزہ رُو۔ یعنی فرعون۔ کلیم اللہ۔ حضرت موسیٰؑ نے ایمان لانے پر جو وعدے کئے تھے وہ سب ہامان سے کہدیئے۔ جست۔ ہامان اُچھلا اور اُس نے اپنا گریبان چاک کر ڈالا۔ کہ چگونہ۔ اور کہنے لگا کہ موسیٰ کو کیسے جرأت ہوئی کہ تجھ جیسے شاہ سے ایسی باتیں کرے۔

٦١٦

جملۂ عالم را مسخّر کردہ تو — کار را با بخت چوں زر کردہ تو
تونے تمام دنیا کو تابع فرمان بنا لیا ہے — تونے اقبال مندی سے کام کو سونے کیطرح کر دیا ہے

از مشارق و ز مغارب بے لجاج — سوئے تو آرند سلطاناں خراج
مشرقوں اور مغربوں سے بلا جھگڑے کے — بادشاہ تیرے پاس خراج لاتے ہیں

بادشاہاں لب ہمی مالند شاد — بر ستانۂ خاکِ تو اے کیقباد
سب بادشاہ خوشی سے ہونٹ ملتے ہیں — اے عالیمقام تیرے آستانہ کی خاک پر

اسپِ باغی چوں بہ بیند اسپِ ما — رُو بگرداند گریزد بے عصا
باغی گھوڑا جب ہمارے گھوڑے کو دیکھتا ہے — بغیر ڈنڈے کے رُخ پھیر لیتا ہے، بھاگ جاتا ہے

تاکنوں معبود و مسجودِ جہاں — بودہ، گردی کمینہ بندگاں
اب تک تو عالم کا معبود اور مسجود — رہا ہے، (اب) حقیر ترین بندہ بنے گا

در ہزار آتش شدن زیں خوشتر ست — کہ خداوندے شود بندہ پرست
ہزار آگوں میں ہونا اس سے بہتر ہے — کہ ایک آقا غلام پرست بنے

نے بکُش اوّل مرا اے شاہ ہیں — تا نہ بیند چشمِ من بر شاہ ایں
نہیں اے بادشاہ! خبردار پہلے مجھے قتل کر دے — تاکہ میری آنکھ بادشاہ کی یہ حالت نہ دیکھے

خسروا اوّل مرا گردن بزن — تا نہ بیند ایں مذلت چشمِ من
اے شاہ! پہلے مجھے قتل کر دے — تاکہ میری آنکھ یہ ذلت نہ دیکھے

خود نبُودست و مبادا ایں چنیں — کہ زمیں گردوں شود گردوں زمیں
ہرگز ایسا نہیں ہوا ہے اور نہ ہو — کہ زمین آسمان بنے اور آسمان زمین

بندگانماں خواجہ تاشِ ماشوند — بیدلاماں دلخراشِ ما شوند
ہمارے غلام، ہمارے ہمسر بنیں — ہم سے ڈرنے والے ہمارے دل کو چھیلنے والے بنیں

چشمِ روشن دشمناں و دوست کور — گشت ما را ایں گلستاں قعرِ گور
دشمنوں کی آنکھ روشن ہو اور دوست اندھا — تو ہمارے لئے چمن قبر کا گڑھا بن جائے

تزییف سخن ہامان بافرعون علیہ اللعنة

فرعون علیہ اللعنۃ کے ساتھ ہامان کی باتوں کی کمزوری

دوست از دشمن ہمی نشناخت او — نرد را کورانہ کژ می باخت او
وہ دوست کو دشمن سے نہ پہچانتا تھا — اُس نے اندھے پن سے بازی اُلٹی چلی

۱؎ جملۂ عالم۔ ہامان نے فرعون سے کہا کہ تونے تمام عالم کو تابع فرمان بنا لیا ہے۔ اور سلطنت کے معاملات کو سونے کی طرح چمکدار کر دیا ہے۔ لجاج۔ جھگڑا۔ خراج۔ وہ محصول جو بادشاہ کو ادا کیا جائے۔ بادشاہاں۔ دنیا کے بادشاہ تیرے در کی خاک چاٹنا فخر سمجھتے ہیں۔ اسپ باغی۔ مخالف لشکر ہمارے لشکر کو دیکھ کر بھاگ پڑتا ہے۔

۲؎ تاکنوں۔ تو اب تک معبود بنا ہوا ہے لوگ تجھے سجدے کرتے ہیں اب تو غلاموں کا غلام بنے گا ایسی زندگی سے ہزار آگیں بہتر ہیں۔ تے بکُش۔ موسیٰ پر ایمان لانے سے پہلے مجھے قتل کر دے تاکہ تیری یہ رُسوائی اور ذلت میری آنکھیں نہ دیکھیں۔

۳؎ خود۔ یہ اب تک نہیں ہوا کہ بادشاہ غلام اور غلام بادشاہ بنے یہ ہوگا۔ بندگانماں۔ یہ اسرائیلی جو اب تک ہمارے غلام ہیں وہ شریک سلطنت بنیں۔ چشم روشن دشمناں۔ اس حالت سے دوست رنجیدہ ہوں گے اور دشمن خوش ہوں گے۔ اور ہمارا عیش و عشرت خاک میں مل جائیگا۔ تزییف۔ کھوٹا پن۔ دوست۔ اس ہامان کو دوست اور دشمن میں تمیز نہ تھی لہٰذا وہ اُلٹی بازی کھیل رہا تھا۔

دشمنِ[1] تو جز تو نبود اے لعیں
اے ملعون! تیرا دشمن تیرے علاوہ کوئی نہیں ہے

بیگناہاں را مگو دشمن بکیں
کینہ سے، بے قصوروں کو دشمن نہ کہہ

پیشِ تو ایں حالتِ بد دولت است
تیرے لئے یہ بُری حالت دولت ہے

کہ دوا دو اوّل و آخر لت است
کہ جس کی ابتدا بھاگ دوڑ اور آخر لات ہے

گر ازیں دولت نتازی خز خزاں
اگر تو اس دولت سے آہستہ آہستہ نہ بھاگے گا

ایں بہارت را ہمی آید خزاں
تیری اس بہار پر خزاں آجائے گی

مشرق و مغرب چو تو بس دیدہ اند
مشرق و مغرب نے تجھ جیسے بہت دیکھے ہیں

کہ سرِ ایشاں زتن ببریدہ اند
جن کے سر دھڑ سے جدا کر دیئے ہیں

مشرق و مغرب کہ نبود بر قرار
مشرق و مغرب جو پائیدار نہیں ہیں

چوں کنند آخر کسے را پائیدار
وہ کسی کو کیسے پائیدار بنا سکتے ہیں؟

تو بداں[2] فخر آوری کز ترس و بند
تو اس پر فخر کرتا ہے کہ خوف اور بندش سے

چاپلوست گشت مردم روز چند
چند روز کیلئے انسان تیرے خوشامدی بنگئے ہیں

ہر کرا مردم سجودے می کنند
جس شخص کو لوگ سجدے کرتے ہیں

زہر اندر جانِ اُو می آگنند
اُس کی جان میں زہر بھرتے ہیں

چونکہ بر گردد ازو آں ساجدش
جب وہ سجدہ کرنے والا اس سے روگردانی کرتا ہے

داند اُو کاں زہر بود و موبدش
وہ جان جاتا ہے کہ وہ اور اُس کا سردار زہر تھا

اے خنک[3] آں را کہ ذلت نفسہٗ
مبارک باد ہے اسکے لئے جس کا نفس خاکسار بنا

وای آں کز سرکشی شد چوں کُہ او
اس پر افسوس، جو سرکشی سے پہاڑ کی طرح بنگیا

ایں تکبر زہرِ قاتل داں کہ ہست
اِس تکبر کو زہرِ قاتل سمجھ کہ جو ہے

از مئے پُر زہر گشت آں گیج و مست
زہر بھری شراب کی قسم سے (جس سے) وہ احمق اور مست بنا ہے

چوں مئے پُر زہر نوشد مُدبرے
جب کوئی بدنصیب زہریلی ہوئی شراب پیتا ہے

از طرب یک دم بجنباند سرے
تھوڑی دیر مستی سے جھومتا ہے

بعدِ یک دم زہر در جانش فتد
تھوڑی دیر کے بعد زہر اُسکی جان میں اثر کرتا ہے

زہر در جانش کند داد و ستد
زہر اُسکی جان میں لین دین شروع کر دیتا ہے

گر نداری زہریش را اعتقاد
اگر تو اسکے زہر پر اعتقاد نہیں رکھتا ہے

گرچہ زہر آمد نگر در قومِ عاد
اگرچہ وہ زہر ہے، قومِ عاد کو دیکھ لے

---

[1] دشمنِ تو۔ مولانا کی طرف سے ہامان کا جواب ہے کہ تو خود اپنا دشمن ہے بے قصور لوگوں کو دشمن نہ سمجھ۔ دولت۔ تو اس دنیا کو دولت سمجھتا ہے جس کی ابتدا بھاگ دوڑ ہے اور آخر میں وہ لات مار کر چل دیتی ہے۔ گر۔ اگر انسان خود دنیا کو نہیں چھوڑتا ہے تو دنیا خود اُسے چھوڑ دیتی ہے۔ مشرق۔ دنیا نے بہت سے شاہوں کو قتل کیا ہے۔ برقرار۔ دنیا ناپائیدار ہے وہ کسی کو پائیدار کیا دے سکتی ہے۔

[2] تو بداں۔ مجبوری سے چند انسان تعظیم کرنے لگے اس میں تو انسان دھوکے میں پڑ جاتا ہے۔ ہر کرا۔ لوگوں کی تعظیم ایک زہر ہے جو انسان کی رُوح کو ہلاک کرتا ہے چونکہ۔ خود سجدہ کرنے والے بھی اس زہر سے متاثر ہوتے ہیں اور اُن کو اس زہر کا پتہ جب چلتا ہے جب اُن کو ہوش آتا ہے۔ موبد۔ آتش پرستوں کا سردار۔

[3] اے خنک۔ جو لوگ دنیا میں فروتنی اختیار کرتے ہیں وہ بڑے خوش نصیب ہیں۔ تکبر۔ تکبر ایک زہریلی ہوئی شراب ہے۔ چوں۔ تکبر کی شراب پی کر کچھ دیر انسان مستی کا اظہار کرتا ہے۔ بعد یک دم۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ زہر اثر دکھاتا ہے۔ قومِ عاد۔ یہ قوم تکبر کے زہر سے ہلاک ہوئی ہے۔

لہ چونکہ شاہے دست یابد بر شہے
جب کوئی بادشاہ کسی بادشاہ پر قابو پالیتا ہے

بکشدش یا باز دارد در چہے
اسکو قتل کر دیتا ہے یا اُس کو کنوئیں میں قید کر دیتا ہے

ور بیابد خستۂ اُفتادہ راہ
اور اگر کسی زخمی کو راستہ میں پڑا ہوا دیکھتا ہے

مرہمش سازد شہ و بدہد عطا
بادشاہ اُسکی مرہم (پٹی) کرتا ہے اور عطا کرتا ہے

گرنہ زہرست آں تکبر پس چرا
اگر وہ تکبر زہر نہیں ہے تو کیوں ؟

کشت شہ را بیگناہ و بے خطا
اُس نے بادشاہ کو بے گناہ اور بے قصور مارا

ویں دگر را بے ز خدمت چوں نواخت
اس دوسرے کو بغیر کسی خدمت کے کیوں نوازا ؟

زیں دو جنسِ زہر را باید شناخت
زہر کی ان دونوں قسموں کو پہچان لینا چاہیئے

لہ راہزن ہرگز گدائے را نزد
کسی ڈاکو نے کبھی کسی فقیر کو نہیں مارا

گرگ، گرگِ مُردہ را ہرگز گزد
بھیڑیئے نے کسی مُردہ بھیڑیئے کو کبھی نہیں پھاڑا

خضر کشتی را برائے آں شکست
حضرت خضرؑ نے کشتی اسی لئے توڑی

تا تواند کشتی از فجار رست
تاکہ کشتی ظالموں سے بچ جائے

چوں شکستہ می رہد اشکستہ شو
جبکہ شکستہ کو نجات ملتی ہے، شکستہ ہو جا

امن در فقرست اندر فقر رو
امن فقر میں ہے فقر اختیار کر

آں کہے کو داشت از کاں نقدِ چند
وہ پہاڑ جو نقدی کی چند کانیں رکھتا تھا

گشت پارہ پارہ از زخمِ کلند
وہ کدال کی مار سے ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا

تیغ بہرِ اُوست کو را گردنیست
تلوار اُس کے لئے ہے جس کی (اونچی) گردن ہے

سایۂ کافگندست بر وے زخم نیست
وہ سایہ جو پڑا ہوا ہے اُس پر وار نہیں ہے

مہتری نفط ست و آتش اے غوی
اے گمراہ! سرداری مٹی کا تیل اور آگ ہے

اے برادر چوں بر آذر می روی
اے بھائی! تو آگ پر کیوں چلتا ہے؟

ہرچہ اُو ہموار باشد با زمیں
جو چیز زمین سے ہموار ہو

تیرہا را کے ہدف گردد ببیں
وہ تیروں کا نشانہ کب بنتی ہے دیکھ لے

سر بر آرد از زمیں آنگاہ اُو
وہ زمین سے سر اُبھارتی ہے تب وہ

چوں ہدفہا زخم یابد بے رفو
نشانوں کی طرح نہ سِلنے والے زخم پاتی ہے

نردبانِ خلق ایں ما و منی ست
یہ خودی اور تکبر مخلوق کے لئے سیڑھی ہے

عاقبت زیں نردباں اُفتادنی ست
انجام کار اِس سیڑھی سے گر پڑنا ہے

لہ چونکہ۔ تکبر کے زہر ہونے کی ایک مثال یہ ہے کہ شاہ اپنے تکبر کی وجہ سے مارا جاتا ہے اور زخمی سپاہی بچ جاتا ہے۔ گرنہ زہرست۔ اُس بادشاہ کے مارے جانے کا سبب اُس کا زہرِ تکبر ہے۔ ویں دگر۔ اُس کی خستہ حالی اُس پر رحم کا سبب بنی۔

لہ راہزن۔ ڈاکو بھی متکبر مالدار کو لوٹتا ہے۔ گرگ بھیڑیا بھی متکبر زندہ بھیڑیئے کو پھاڑتا ہے۔ خضر جو کشتی کی شکستگی اُس کی نجات کا سبب ہے چوں شکستہ۔ شکستہ حالی نجات کا سبب ہے تو انسان کو شکستہ حال ہونا مناسب ہے۔ کہے جس پہاڑ میں کانیں ہوتی ہیں اُس کی کھدائی ہوتی ہے۔ تیغ۔ گردن متکبر، سر بلند کی کٹتی ہے۔

لہ سایہ۔ سایہ پست چیز ہے اُس پر تلوار نہیں چلائی جاتی۔ نفط۔ ایک مادہ ہے جو آگ کو جلد پکڑ لیتا ہے۔ ہموار۔ ہموار زمین کو تیروں کا نشانہ نہیں بنایا جاتا۔ سر بر آرد۔ جو چیز زمین سے سر اُبھارتی ہے وہی نشانہ بنتی ہے۔ نردبان۔ تکبر اور خودی انسانوں کے لئے ایک ایسی سیڑھی ہے جس سے پھسل کر زمین پر گرتا ہے۔

۶۲۰

ایںؔ فروع ست و اُصولش آں بُود ۔۔۔ کہ ترفّع شرکتِ یزداں بُود

یہ فروعی باتیں ہیں اور اُس کی اصل یہ ہے ۔۔۔ کہ تکبر اللہ کے ساتھ شرکت ہے

چوں نہ مُردی و نہ گشتی زندہ زو ۔۔۔ باغیی باشی بشرکت مُلک جُو

جبکہ تو فنا نہ ہوا اور اُس کے ذریعہ زندہ نہ ہوا ۔۔۔ تو باغی ہوگا، شرکت کے ذریعہ مُلک کا جویاں ہوگا

چوں بدُو زندہ شدی آں خود و نیست ۔۔۔ وحدتِ محض ست آں شرکت کیست

جب تو اُس کے ذریعہ زندہ ہوگیا وہ خود وہ ہے ۔۔۔ خالص وحدت ہے، یہ شرکت کب ہے؟

شرحؔ ایں در آئینہ اعمال جُو ۔۔۔ کہ نیابی فہمِ ایں از گفتگو

اس کی تشریح اعمال کے آئینہ میں تلاش کر ۔۔۔ کیونکہ گفتگو سے یہ سمجھ میں نہ آئے گا

گر بگویم انچہ دارم در درُوں ۔۔۔ بس جگرہا گردد اندر حال خوں

اگر میں وہ کہہ دوں جو دل میں رکھتا ہوں ۔۔۔ تو بہت سے جگر فوراً خون ہو جائیں گے

بس کنم خود زیرکاں را ایں بس ست ۔۔۔ بانگ دو کردم اگر در دہ کس ست

بس کرتا ہوں، عقلمندوں کیلئے یہ کافی ہے ۔۔۔ میں نے دو صدائیں دیدیں اگر گاؤں میں کوئی ہے

حاصلؔ آں ہاماں بداں گفتارِ بد ۔۔۔ ایں چنیں راہے براں فرعون زد

خلاصہ یہ ہے کہ اُس ہامان نے بُری گفتگو کے ذریعہ ۔۔۔ ایسا راستہ فرعون پر بند کر دیا

لقمۂ دولت رسیدہ تا دہاں ۔۔۔ از گلوی اُو بُریدہ ناگہاں

دولت کا لقمہ منہ تک پہنچ چکا تھا ۔۔۔ اچانک اُس کے گلے سے جُدا کر دیا

خرمنِ فرعون را داد اُو بباد ۔۔۔ ہیچ شہ را ایں چنیں صاحب مباد

اُس نے فرعون کا کھلیان برباد کر دیا ۔۔۔ (خدا کرے) ایسا وزیر کسی بادشاہ کا نہ ہو

از چنیں ہمراہِ بد دوری گزیں ۔۔۔ زینہار اَللّٰہُ اَعْلَمُ بِالْیَقِیْن

ایسے بُرے ساتھی سے دُوری اختیار کر ۔۔۔ خبردار! اللہ یقینی باتوں کو زیادہ جانتا ہے

نومید شدنِ موسیٰؑ از ایمان آوردنِ فرعون و جا یافتن سخنِ ہامانِ لعین در دلِ فرعون

حضرت موسیٰؑ کا فرعون کے ایمان لانے سے مایوس ہو جانا اور ملعون ہامان کی باتوں کا فرعون کے دل میں گھر کر لینا

گفت موسیٰؑ لطف بنمودیم و جُود ۔۔۔ خود خداوندیت را روزی نبُود

حضرت موسیٰؑ نے فرمایا ہم نے مہربانی اور سخاوت کی ۔۔۔ آقائی خود تیرے مُقدّر میں نہ تھی

لہ ایں۔ تکبر کی یہ مفرعتیں تو فروعی ہیں بنیادی بات یہ ہے کہ تکبر دراصل خدائی میں شرکت کا دعویٰ ہے۔
چوں۔ وحدت الوجود کے نظریہ کے مطابق اگر تو نے خود کو فانی نہیں بنایا اور بقا باللہ نہ حاصل کیا تو خدا کا باغی ہے چوں بدُو جب تجھے بقا باللہ کا مقام حاصل ہو جائے تو اب تیرا وجود خود خدا کا وجود ہے اور یہ خالص توحید ہے۔

لہ شرح۔ وحدت الوجود کے مسئلہ کی تشریح گفتگو کے ذریعہ ممکن نہیں یہ مقام حاصل ہو جانے سے اس کی حقیقت سمجھ میں آتی ہے۔
گر بگویم۔ اس مسئلہ کے متعلق اگر میں اپنے پورے خیالات ظاہر کردوں تو لوگوں کے جگر خون بن جائیں گے لہٰذا انہی اشارات پر اکتفا کرتا ہوں جو عقلمندوں کے لئے کافی ہیں۔

لہ حاصل۔ غرضیکہ فرعون نے ہامان سے مشورہ کیا اور اس نے اس کی راہ ہدایت مسدود کردی۔ لقمہ۔ قریب تھا کہ وہ ہدایت حاصل کر لیتا لیکن ہامان اس کی بربادی کا سبب بن گیا خدا ایسا وزیر کسی بادشاہ کو نہ دے جو بربادی کا سبب بنے گفت موسیٰ حضرت موسیٰؑ نے فرمایا کہ ہم تو ابدی سلطنت دینا چاہتے تھے لیکن فرعون کے مقدر میں نہ تھی

۶۷۱

آں[1] خداوندی کہ نبود راستیں — مردُرانے دستِ واں نے آستیں

وہ آقائی جو سچی نہ ہو — سمجھ لے کہ اس کے نہ ہاتھ ہوتا ہے نہ آستیں

آں خداوندی کہ دُزدیدہ بُود — بے دل و بے جان و بے دیدہ بُود

وہ آقائی جو چرائی ہوئی ہو — وہ بے دل اور بے جان اور بے آنکھ کی ہوتی ہے

آں خداوندی کہ دادندت عوام — باز بستانند از تو ہمچو وام

وہ آقائی جو تجھے عوام نے دی ہے — قرض کی طرح وہ تجھ سے واپس لے لینگے

آں خداوندیِ تو از بندگی — کمترست ار باز دانی اندکی

تیری وہ آقائی غلامی سے — کمتر ہے اگر تھوڑا سا سمجھ لے

دہ خداوندیِ عاریت بحق — تا خداوندیت بخشد مُتفق

عارضی آقائی خدا کے سپرد کر دے — تاکہ وہ تجھے متفق آقائی عنایت کر دے

منازعت[2] کردنِ امیرانِ عرب با رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کہ مُلک را مُقاسمہ کُن تا نزاعے نباشد و جوابِ رسول ایشاں را کہ من مامورم دریں امارت و بحثِ ایشاں از طرفین

عرب کے سرداروں کا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جھگڑنا کہ ملک بانٹ لیجئے تاکہ جھگڑا نہ ہو اور آنحضور کا اُن کو جواب دینا کہ میں اس حکومت میں اللہ کی جانب سے مقرر کیا گیا ہوں اور جانبین سے اُن کی بحث

آں امیرانِ عرب گرد آمدند — نزدِ پیغمبر منازع می شدند

عرب کے سردار جمع ہو گئے — پیغمبر کے پاس جھگڑا کرتے ہوئے آئے

کہ تو میری ہر یک از ما ہم امیر — بخش کُن ایں مُلک و بخشِ خود بگیر

کہ آپ بھی سردار ہیں اور ہم میں سے بھی ہر ایک امیر ہے — اس ملک کو تقسیم کر لیجئے اور اپنا حصہ لے لیجئے

ہر[3] یکے در بخشِ خود انصاف جو — تو ز بخشِ ما دو دستِ خود بشُو

ہر ایک اپنے حصہ میں انصاف چاہتا ہے — آپ ہمارے حصہ سے اپنے دونوں ہاتھ دھو لیجئے

گفت میری مر مرا حق دادہ است — سروری و امرِ مطلق دادہ است

آپ نے فرمایا مجھے سرداری خدا نے عطا کی ہے — (اس نے)، عام سرداری اور حکم عطا فرمایا ہے

کایں قرانِ احمدست و دورِ اُو — ہیں بگیرید امرِ اُو را اتقوا

کیونکہ (فرمایا ہے) یہ احمد کا زمانہ اور دور ہے — خبردار! اس کا حکم مانو اور تقویٰ اختیار کرو

[1] آں خداوندی۔ غلط قسم کی آقائی بے دست و پا ہوتی ہے۔ آں خداوندی۔ جو آقائی انسانوں کی عطا کردہ ہے وہ تو انسان واپس لے لیتے ہیں۔ آں خداوندی۔ انسانوں کی عطا کردہ آقائی غلامی سے بدتر ہے ہاں جو آقائی خدا کی جانب سے ملے وہ پائیدار اور متفق علیہ ہوتی ہے۔

[2] منازعت۔ اس حکایت سے یہ بتانا مقصود ہے کہ آنحضورؐ کی آقائی خدائی عطیہ تھی۔ کہ تو میری۔ ان سرداروں نے آنحضورؐ سے کہا ملک تقسیم کر لیا جائے تم اپنے حصہ پر حکومت کرو ہم اپنے حصہ پر حکومت کریں۔

[3] ہر یکے۔ ہر شخص اپنے حصہ پر حکومت کرے آپ ہمارے حصہ سے دست بردار ہو جائیں۔ گفت۔ آنحضورؐ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھے پورے ملک کی سرداری عنایت کی ہے کیونکہ اللہ نے فرمایا ہے کہ یہ احمدؐ کا دور ہے اس کا حکم مانو اور پرہیزگار ہو۔

قوم گفتندش کہ ما ہم زاں قضا[1] — حاکمیم و داد امیری ما خدا

قوم نے اُن سے کہا کہ ہم بھی تقدیر سے — حاکم ہیں اور خدا نے ہمیں حکومت دی ہے

گفت لیکن مر مرا حق مُلک داد — مر شما را عاریۃ از بہرِ زاد

آپ نے فرمایا کہ مجھے اللہ (تعالیٰ) نے حکومت دی ہے — تمہارے پاس کھانے پینے کے لئے عارضی ہے

میریِ من تا قیامت باقی ست — میریِ عاریتی خواہد شکست

میری حکومت قیامت تک باقی رہنے والی ہے — عارضی حکومت ٹوٹ جائے گی

قوم گفتند اے امیر افزوں مگو — چیست حجت بر فزوں جوئیِ تو

لوگوں نے کہا اے امیر! زیادہ نہ کہہ — آپ کی بڑائی پر دلیل کیا ہے؟

سیل آمدن و قضیب انداختنِ اُمرا جہتِ دفع شدنِ سیل[2]

سیلاب کا آنا اور سیلاب روکنے کے لئے سرداروں کا لکڑی ڈالنا

و غالب شدنِ مصطفیٰ علیہ السّلام بر امیراں

اور مصطفیٰ علیہ السلام کا سرداروں پر غالب آجانا

در زماں ابرے بر آمد ز امرِ مُر — سیل آمد گشت آں اطراف پُر

فوراً، سخت حکم سے ایک ابر آیا — سیلاب آیا اور اطراف پانی سے ابھر ہوگئے

رُو بشہر آورد سیلے بس مُہیب — اہلِ شہر افغاں کُناں جملہ رعیب

ایک بہت خوفناک سیلاب نے شہر کا رُخ کیا — شہر والے خوفزدہ ہوکر فریاد کرنے لگے

گفت پیغمبر کہ وقتِ امتحاں — آمد اکنوں تا نہاں گردد عیاں

پیغمبر نے فرمایا کہ امتحان کا وقت — اب آگیا تاکہ پوشیدہ (راز) ظاہر ہوجائے

ہر امیرے نیزہ خود در فگند[3] — تا شود در امتحاں آں سیل بند

ہر سردار نے اپنا نیزہ ڈال دیا — تاکہ آزمائش کے وقت میں سیلاب رُک جائے

نیزہا را ہمچو خاشاکے رُبُود — آب تیز سیلِ پُر جوش و عَنُود

نیزوں کو تنکوں کی طرح بہا لے گیا — جوشیلے اور سرکش سیلاب کا تیز پانی

پس قضیبے انداخت در وے مصطفیٰ — آں قضیبِ مُعجزِ فرماں روا

پھر مصطفیٰ نے ایک شاخ اُسمیں ڈالدی — وہ شاخ جو (سیلاب کو) عاجز کرنیوالی اور حاکم تھی

نیزہا گم گشت جملہ و آں قضیب — بر سرِ آب ایستادہ چوں رقیب

سب نیزے گم ہوگئے اور وہ شاخ — نگراں کی طرح پانی پر کھڑی رہی

---

[1] قوم گفتندش۔ اُن سرداروں نے آنحضورؐ سے عرض کیا کہ ہم بھی سردار ہیں اور ہماری سرداری بھی خدا کا عطیہ ہے۔ گفت۔ آنحضورؐ نے فرمایا میری سرداری اَبدی ہے تمہاری سرداری دنیاوی عارضی ہے۔ قوم گفتند۔ سرداروں نے کہا اپنی اَبدی سرداری پر کوئی دلیل پیش کیجئے۔

[2] سیل آمد۔ اس قصہ کا حدیث اور تاریخ میں کہیں ذکر نہیں ہے۔ اس قصہ سے یہ بتانا مقصود ہے کہ آنحضورؐ کی ایک معمولی شاخ سے پانی کا سیلاب رُک گیا اور یہ معجزہ آنحضورؐ کی ابدی سرداری پر دلیل بنا۔ مُہیب۔ ہیبت کی۔ رعیب۔ مرعوب۔ خوفزدہ۔ نہاں۔ یعنی اب تک میری اَبدی سرداری جو تم پر پوشیدہ ہے ناظر ہوجائے۔

[3] ہر امیرے۔ اس سیلاب کو روکنے کیلئے ہر سردار نے اپنے ہاتھ کا نیزہ پانی میں ڈالا۔ عنود۔ سرکش۔ قضیب۔ شاخ۔ رقیب۔ نگراں۔

623

زاہتمامِ آں قضیب آں سیل رفت — رو بگردانید و سوی بحر رفت
اُس شاخ کے بندوبست سے وہ سیلاب روانہ ہوگیا — اُس نے رُخ موڑا اور سمندر کی طرف چلا گیا

چوں بدیدند از وے آں امرِ عظیم[1] — پس مُقِر گشتند آں میراں زعیم
جب انھوں نے اُن سے وہ بڑا کارنامہ دیکھا — وہ سردار ڈر سے اقرار کرنیوالے بن گئے

جز سہ کس کہ حقدِ ایشاں چیرہ بود — ساحرش گفتند و کاہن از جحود
سوائے تین شخصوں کے جن کا کینہ غالب تھا — انھوں نے انکار سے اُنکو جادوگر اور کاہن کہا

بُود بُوجہلِ لعین و بُو لہب — واں سُوم ہم بُود بُوسفیانِ حرب
ملعون ابوجہل تھا اور ابولہب — اور وہ تیسرا ابوسفیان بن حرب تھا

مُلکِ بربستہ چناں باشد ضعیف — مُلکِ بررستہ چناں باشد شریف
مارے باندھے کی سلطنت ایسی کمزور ہوتی ہو — آزاد سلطنت ایسی شریف ہوتی ہے

تیزہا[2] را گر ندیدی یا قضیب — نامِ شاں بیں نامِ اُو بیں اے نجیب
اگر تو نے نیزے یا شاخ نہیں دیکھی ہے — اے شریف! اُن کا نام اور اِن کا نام دیکھ لے

نامِ شاں را سیلِ تیزِ مرگ بُرد — نامِ اُو و دولتِ تیزش نمُرد
اُن کے نام کو موت کا تیز سیلاب بہا لے گیا — اُن کا نام اور اُن کی تیز حکومت نہیں مری ہے

پنج نوبت می زنندش بر دوام — ہم چنیں ہر روز تا روزِ قیام
ہمیشہ پانچ وقت اُن کے نام پر نوبت بجتی ہے — اِسی طرح قیامت تک ہر روز

در تمامی حدیثِ موسیٰ علیہ السلام و تقریع و توبیخ فرعون

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قصہ کی تکمیل اور فرعون کو ڈرانا اور دھمکانا

گر ترا[3] عقل ست کردم لطفہا — ور خری آوردہ ام خر را عصا
اگر تجھ میں عقل ہے تو میں نے تجھ پر مہربانیاں کی ہیں — اور اگر تو گدھا ہے تو میں لاٹھی لایا ہوں

آنچناں زیں آخرت بیروں کنم — کز عصا گوش و سرت پُرخوں کنم
تجھے اصطبل سے اِس طرح نکالوں گا — کہ لاٹھی سے تیرے کان اور سر زخمی کردوں گا

اندریں آخر خراں و مردماں — می نیابند از جفای تو اماں
اِس اصطبل میں گدھے اور انسان — تیرے ظلم سے امان نہیں پاتے ہیں

یک عصا آوردہ ام بہرِ ادب — ہر خرے را کو نباشد مستجب
سزا دینے کیلئے میں ایک لاٹھی لایا ہوں — ہر اُس گدھے کے لئے جو کہنا نہ مانے

[1] امرِ عظیم یعنی آنحضورؐ کی شاخ سے سیلاب کا رُک جانا۔ جز سہ کس۔ یعنی دوسرے سردار تو ایمان لے آئے ابوجہل، ابولہب اور ابوسفیان ایمان نہ لائے اور حضورؐ کو جادوگر اور کاہن کہنے لگے۔

[2] تیزہا۔ اے مخاطب اگر تو نے وہ نیزوں اور شاخ کا معاملہ خود نہیں دیکھا ہے تو اب ناموں سے اُس معاملہ کو سمجھ لے نامِ شاں۔ اُن کے ناموں کو موت کا سیلاب بہا لے گیا اور آنحضورؐ کے نام نامی کا پانچ وقت قیامت تک اذان میں ڈنکا بجتا ہے۔

[3] گر ترا۔ حضرت موسیٰؑ نے فرعون سے فرمایا اگر تجھ میں عقل ہے تو میں نے دین کی راہ دکھا کر تجھ پر مہربانیاں کی ہیں اور اگر گدھا ہے تو تیرے لئے یہ میری لاٹھی ہے۔ آخر۔ اصطبل۔ اندریں۔ اِس دنیا میں انسان اور حیوان تجھ سے مصیبت میں ہیں۔ یک عصا۔ یہ میری لاٹھی بے ادبوں کو ادب سکھانے کے لئے ہے۔

اژدہائے[1] می شود در قہرِ تو　کاژدہائے گشتہٴ در فعل وخو

تجھے مغلوب کرنے میں ایسا اژدہا بنے گی　جیساکہ تو کام اور عادت میں اژدہا بن گیا ہے

اژدہائے کوہیی تو بے اماں　لیک بنگر اژدہائے آسماں

تو بے امان، پہاڑی سانپ ہے　لیکن آسمانی اژدہے کو دیکھ

ایں عصا از دوزخ آمد چاشنی　بر تو و بر مومن آمد روشنی

یہ لاٹھی دوزخ کا مزا بنی ہے　تیرے لئے، اور مومن کے لئے روشنی ہے

مر ترا گوید کہ اے گبرِ دنی　کہ ہلا بگریز اندر روشنی

تجھ سے کہتی ہے کہ اے کمینے کافر　خبردار! روشنی میں بھاگ آ

ورنہ درمانی تو در زندانِ من　مخلصت نبود ز در بندانِ من

ورنہ تو میری قید میں رہے گا　تیرے لئے میری قید سے چھٹکارا نہیں ہے

باز گرد[2] از کفر سوی دینِ حق　ورنہ در نارِ ابد مانی خلق

کفر سے دین حق کی طرف آجا　ورنہ ابدی آگ میں بدحال ہوگا

باز گرد اے گمرہِ بدبختِ دوں　ورنہ در دوزخ در افتی سرنگوں

اے کمینہ، بدبخت گمراہ! باز آ　ورنہ تو اوندھا دوزخ میں گرے گا

ایں عصائے بود اینم اژدہاست　تا نگوئی دوزخ یزداں کجاست

یہ لاٹھی تھی اب اژدہا ہے　تاکہ تو نہ کہہ سکے کہ اللہ (تعالیٰ) کی دوزخ کہاں ہے؟

دربیانِ آنکہ ناشناسائے قدرتِ حق تعالیٰ پرسد کہ بہشت کجاست و دوزخ چہ جاست؟

اس کا بیان کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کو پہچاننے والا یہ نہیں دریافت کرتا ہے کہ بہشت کہاں ہے اور دوزخ کس جگہ ہے؟

ظاہرست[3] ایں دوزخ اما بر دلت　ہست پوشیدہ یقیں ز آب و گلت

یہ دوزخ ظاہر ہے لیکن تیرے دل پر　یقیناً تیرے آب و گل کی وجہ سے پوشیدہ ہے

ہر کجا خواہد خدا دوزخ کند　اوج را بر مرغ دام و فخ کند

خدا جس جگہ چاہے دوزخ (پیدا) کردے　بلندی کو، پرند کے لئے جال اور پھندا بنا دے

ہم ز دندانت بر آرد دردہا　تا بگوئی دوزخ ست و اژدہا

تیرے دانتوں میں درد پیدا کردے　حتیٰ کہ تو کہنے لگے کہ دوزخ اور اژدہا ہے

یا کند آبِ دہانت را عسل　تا بگوئی کہ بہشت است و حلل

یا تیرے لعاب دہن کو شہد بنا دے　حتیٰ کہ تو کہنے لگے کہ بہشت اور جوڑے ہیں

---

[1] اژدہا۔ یہ لاٹھی تیرے لئے اژدہا بنے گی چونکہ تو خود اژدہا بنا ہوا ہے۔ کوہیی تو پہاڑی سانپ ہے اور یہ لاٹھی آسمانی اژدہا ہے۔ ایں عصا، منکر کے لئے یہ لاٹھی دوزخ کا اثر رکھتی ہے اور مومن کے لئے نورِ ہدایت ہے۔ ورنہ۔ اگر تو کہنا نہ مانے گا تو ہمیشہ کے لئے میری قید میں رہے گا۔

[2] باز گرد۔ حضرت موسیٰؑ نے فرعون سے فرمایا کفر چھوڑ کر دینِ حق اختیار کرلے ورنہ دوزخ میں بُری حالت میں رہے گا۔ ایں عصا۔ یہ لاٹھی دوزخ کے عذاب کا نمونہ ہے تاکہ دوزخ کا ثبوت ہوجائے۔ دربیان۔ جو شخص قدرتِ الٰہی کا قائل ہوتا ہے وہ دوزخ اور بہشت کے بارے میں شکوک نہیں ہوتا ہے۔

[3] ظاہرست۔ عالمِ غیب کی خبروں کے آثار اس عالمِ ظہور میں موجود ہیں لیکن انسانوں کا عالمِ ناسوت میں انہماک اُن کے ادراک سے مانع ہے۔ اوج۔ بلندی۔ فخ۔ جال۔ ہم ز دندانت۔ انسان دانتوں کے درد میں ایسا مبتلا ہوتا ہے کہ اُس کو دوزخ اور اژدھوں کی تکلیف محسوس کرتا ہے۔ یا کند۔ لعاب دہن کو ایسا لذیذ کردیتا ہے کہ بہشت کا مزہ آجاتا ہے۔

از بُنِ دنداں بروَیاند شکر — تا بدانی قوّتِ حکم و قدر
دانتوں کی جڑ سے شکر پیدا فرمائے — تاکہ تو تقدیر اور حکم کی طاقت کو سمجھے

پس[1] بدنداں بیگناہاں را مگز — فکر کُن از ضربتِ نامحترز
پس بے گناہوں کو دانتوں سے نہ کاٹ — ناقابلِ بچاؤ ضرب کی فکر کر

نیل[2] را بر قبطیاں حق خوں کُند — سبطیاں را از بلا محصُوں کُند
(دریا) نیل کو اللہ تعالیٰ قبطیوں کیلئے خون کر دیتا ہے — سبطیوں کو مصیبت سے بچا دیتا ہے

آب بر فرعون در دم خوں شود — بر کلیمے قندِ ناممنوں شود
پانی فوراً فرعون پر خون ہو جاتا ہے — کلیم (اللہ) پر بغیر منت شکر بنجاتا ہے

تا بدانی پیشِ حق تمیز ہست — درمیانِ ہوشیارِ راہ و مست
تاکہ تجھے معلوم ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں تمیاز ہے — راستہ کے ہوشیار اور مست کے درمیان

نیل تمیز از خدا آموختہ است — کہ کشاد آں را و ایں را سخت بست
(دریا) نیل نے تمیز خدا سے سیکھی ہے — کہ اُس نے اسکو کھولدیا اور اس کو مضبوط باندھ دیا

لطفِ اُو عاقل کُند مر نیل را — قہرِ اُو ابلہ کُند قابیل را
اس کی مہربانی نیل کو سمجھدار بنا دیتی ہے — اُس کا غصہ قابیل کو احمق بنا دیتا ہے

در جمادات از کرم عقل آفرید — عقل از عاقل بقہرِ خود بُرید
کرم سے جمادات میں عقل پیدا فرما دی — قہر سے عقلمند سے عقل منقطع کر دی

در جماد از لطف عقلے شد پدید — وز نکال از عاقلاں دانش رمید
جماد میں مہربانی سے عقل پیدا ہو گئی — عذاب سے عقلمندوں سے عقل بھاگ گئی

عقل چوں باراں بامر آنجا بریخت — عقل ایں سو خشمِ حق دید و گریخت
عقل حکم سے اُس جگہ بارش کی طرح برسی — عقل نے اُس جانب اللہ کی ناراضگی دیکھی اور بھاگ گئی

ابر[3] و خورشید و مہ و انجم بلند — جملہ بر ترتیب آیند و روند
ابر اور سورج اور چاند اور تارے بلندی پر — سب ترتیب سے آتے جاتے ہیں

ہر یکے ناید مگر در وقتِ خویش — کہ نہ پس ماند ز ہنگام و نہ پیش
کوئی طلوع نہیں کرتا مگر اپنے وقت میں — کہ وقت سے نہ پیچھے رہتا ہے، نہ آگے

چوں نکردی فہم ایں را ز انبیا — دانش آورند در سنگ و عصا
جب تو انبیا کے ذریعہ اس کو نہ سمجھا — انھوں نے پتھر اور لاٹھی میں عقل پیدا کر دی

---

[1] پس بدنداں۔ انسان میں اگر طاقت ہے تو اُس کو کمزوروں کی ایذا رسانی کے لئے نہ استعمال کرنا چاہیے۔ نیل۔ دریائے نیل فرعونیوں کے لئے خون ثابت ہوا اور اسرائیلیوں کے لئے نجات کا سبب بنا۔ کلیم۔ حضرت موسیٰؑ تا بدانی۔ یہ باتیں ظاہر کرتی ہیں کہ جزوات اِن جمادات کو باشعور بنا دیتی ہے وہ کس قدر علیم و خبیر ہے۔

[2] نیل۔ دریائے نیل میں یہ قوتِ تمیز منجانب اللہ آئی تھی۔ آں یعنی حضرت موسیٰؑ۔ و ایں یعنی فرعون۔ در جمادات۔ اللہ تعالیٰ کبھی جمادات کو عقلمند بنا دیتا ہے اور کبھی عقلمندوں کو بے عقل بنا دیتا ہے۔

[3] ابر۔ تمام فلکی اجرام ترتیب سے مصروف عمل ہیں جبر کیے۔ ہر چیز اُس ترتیب سے کام کرتی ہے کہ اپنے مقررہ وقت سے نہ وہ تقدیم کرتی ہے نہ تاخیر کرتی ہے۔ چوں نکردی۔ اس بات کو جب انسان انبیاء کے ذریعہ نہیں پہچانتا ہے تو اللہ تعالیٰ جمادات میں یہ سمجھ پیدا کر دیتا ہے۔

726

تاجمادات دِگر رابے لباس ١
تاکہ دوسرے جمادات کو بلاشبہ

چوں عصا و سنگ دانی از قیاس
قیاس سے لاٹھی اور پتھر کی طرح سمجھ لے

طاعتِ سنگ و عصا ظاہر شود
پتھر اور لاٹھی سے فرمانبرداری ظاہر ہو

وز جمادات دگر مُخبر شود
تو وہ دوسرے جمادات کے بارے میں مخبر ہوتا ہو

کز یزداں آگہیم و طائعیم
کہ ہم خدا سے واقف اور فرمانبردار ہیں

ماہمہ بے اتفاقی ضائعیم
موافقت کے بغیر ہم سب تباہ ہیں

ہمچو آب نیل دانی وقتِ غرق
نیل کے پانی کی طرح سمجھ لے غرق کرتے وقت

کو میانِ ہر دو اُمّت کرد فرق
کہ اس نے دونوں گروہوں میں فرق کیا

چوں زمیں کش دانش آمد وقت خسف
زمین کی طرح جس کو دھنسانے کے وقت عقل آگئی

در حقِ قاروں کہ قہرش کرد نسف
قارون کے بارے میں کہ اسکے قہر نے اسکو ہلاک کر دیا

چوں قمر کامر بشنید و شتافت ٢
چاند کی طرح اس نے حکم سنا اور دوڑا

پس دو نیمہ گشت بر چرخ و شگافت
پھر آسمان پر دو ٹکڑے ہو گیا اور شق ہو گیا

چوں ستوں نالید از ہجرِ نبیؐ
جس طرح ستون نبیؐ کے فراق میں رویا

باخبر گشتہ ازاں شیخ و صبی
جس سے بڑھے اور بچے باخبر ہو گئے

چوں درخت و سنگ کاندر ہر مقام
جس طرح درخت اور پتھر نے ہر جگہ پر

مصطفیٰؐ را گفت ظاہر السلام
مصطفیٰؐ کو واضح طور پر سلام کیا

بحث کردنِ سُنّی و فلسفی و جوابِ دہری کہ منکر الوہیت است
سُنّی اور فلسفی کا بحث کرنا اور اُس دہریہ کا جواب دینا جو خدا کا منکر ہے

و عالم را قدیم داند
اور عالم کو قدیم جانتا ہے

دی یکے می گفت عالم حادث است ٣
کل ایک شخص کہتا تھا عالم نو پیدا ہے

فانی ست ایں چرخ و حقش وارث است
یہ آسمان فانی ہے اور اللہ (تعالیٰ) اس کا مالک ہے

فلسفی گفتہ کہ چوں دانی حدوث
فلسفی نے کہا تو نے اسکے نو پیدا ہونیکو کیسے جانا

حادثی ابر چوں داند غیوث
بارشوں کو ابر کے حادث ہونے کا کیا علم؟

ذرّہ خود نیستی از انقلاب
تو اس انقلاب کا ایک ذرہ (بھی) نہیں ہے

تو چہ میدانی حدوثِ آفتاب
تو سورج کے پیدا ہونے کو کیا جانے؟

ل‍ه تا جمادات۔ لاٹھی اور پتھر پر قیاس کر کے سمجھ لو کہ دوسرے جمادات کو بھی اللہ تعالیٰ نے عقل عنایت فرما دیا ہے۔ رِ لباس۔ اِلتباس۔ طاعت لاٹھی نے حضرت موسیٰؑ کی اور پتھروں نے آنحضورؐ کی اطاعت کی۔ ہر دو اُمت۔ یعنی حضرت موسیٰؑ اور فرعون کی قوم۔ چوں زمیں۔ قارون کے بارے میں زمین میں شعور پیدا ہوا۔
ل‍ه چوں قمر۔ آنحضورؐ سے شق القمر کا معجزہ ظاہر ہوا۔ ستون۔ اُستوانہ حنّانہ آنحضورؐ کے فراق میں رویا۔ والسلام۔ پتھروں اور درختوں سے آنحضورؐ کو سلام کرنے کا معجزہ ظاہر ہوا۔
ل‍ه دی۔ سُنّی نے کہا کہ تمام عالم اللہ کی قدرت سے پیدا ہے۔ فلسفی۔ فلسفی نے کہا تو خود عالم کی پیداوار ہے، پیداوار کو اس کے بارے میں کیا علم ہو سکتا ہے جس سے وہ پیدا ہوئی ہے۔ بارش ابر سے پیدا ہوتی ہے تو بارش ابر کے بارے میں کیا جان سکتی ہے۔ ذرّہ۔ ذرہ کو آفتاب کے حادث ہونے کا کیا علم ہو سکتا ہے۔

٦٢٧٦

کرمکے کاندر حدث باشد دفیں
وہ کیڑا جو غلاظت میں دفن ہے

کے بداند آخر و بدو زمیں
وہ زمین کے انجام اور آغاز کو کیا جان سکتا ہے؟

ایں بتقلید از پدر بشنیدہ
تو نے یہ باپ سے تقلیداً سنا ہے

از حماقت اندریں پیچیدہ
بیوقوفی سے اس میں پھنسا ہوا ہے

چیست برہاں بر حدوث ایں بگو
یہ بتا! اس کے پیدا ہونے پر کیا دلیل ہے؟

ورنہ خامش کن فزوں گوئی مجو
ورنہ چپ ہو جا، زیادہ باتیں نہ بنا

گفت دیدم اندریں بحر عمیق
اس نے کہا میں نے دیکھا اس گہرے سمندر میں

بحث می کردند روزے دو فریق
ایک روز دو فریق بحث کر رہے تھے

در جدال و در خصام و در شکوہ
لڑائی اور جھگڑے اور شور میں

گشتہ ہنگامہ بر آں دو کس گروہ
(اور) اس ہنگامہ میں ان دونوں پر مجمع ہو گیا تھا

سوئے آں ہنگامہ گشتم من رواں
اس ہنگامہ کی طرف میں (بھی) روانہ ہو گیا

تا بیابم اطلاع از حال شاں
تاکہ ان کی حالت سے باخبر ہو سکوں

من بسوئے جمع ہنگامہ شدم
میں ہنگامے کے مجمع کی جانب چلا گیا

اطلاع از حال ایشاں بستدم
(اور) ان کے حال کی معلومات حاصل کیں

آں یکے می گفت گردوں فانی ست
ایک کہتا تھا کہ آسمان فنا ہونے والا ہے

بے گمانے ایں بنا را بانی ست
بلاشبہ اس بنا کا کوئی بنانے والا ہے

واں دگر گفت ایں قدیم و بے کیست
دوسرے نے کہا یہ قدیم اور کب سے ہے کے بغیر ہے

نیستش بانی و یا بانی ویست
اس کو کوئی بنانے والا نہیں ہے اور یا وہ خود بنانے والا ہے

گفت منکر گشتہ خلاق را
اس نے کہا تو پیدا کرنے والے کا منکر بن گیا

روز و شب آرندہ و رزاق را
دن اور رات کو لانے والے اور رزق دینے والے کا

گفت بے برہاں نخواہم من شنید
اس نے کہا میں بغیر دلیل کے نہ سنوں گا

آنچہ گوئی آں بہ تقلیدے گزید
تو جو کچھ کہتا ہے تو نے تقلید میں اختیار کیا ہے

ہیں بیا در حجت و برہاں کہ من
خبردار حجت اور دلیل لا کیونکہ میں

نشنوم بے حجت ایں را در زمن
اس کو زمانہ میں بغیر دلیل کے نہ سنوں گا

گفت حجت در درون جانم ست
اس نے کہا دلیل میری جان کے اندر ہے

در درون جاں نہاں برہانم ست
جان کے اندر میری دلیل چھپی ہوئی ہے

---

۱ کرمکے۔ گوبر میں جو کیڑا ہو اس کو زمانہ کی ابتدا اور انتہا کی کیا خبر ہو سکتی ہے۔ ایں۔ انسان کے باوا دادا سے عالم کے پیدا ہونے کی بات سن لی ہے اسی طرح بلا تحقیق اسکو انتا چلا آتا ہے چیست۔ فلسفی نے کہا اگر اس مسئلہ میں کوئی دلیل ہے تو وہ بیان کر خواہ مخواہ زیادہ باتیں نہ کر۔ گفت۔ بحثی نے کہا میں نے ایک روز دو فریق کو اس مسئلہ میں گفتگو کرتے سنا تھا، در جدال۔ دونوں میں زوردار بحث ہو رہی تھی اور ایک مجمع ہو گیا تھا۔ سوئے۔ میں بھی اس ہنگامے کو دیکھنے پہنچ گیا تھا۔

۲ من بسوئے۔ میں بھی اس مجمع میں پہنچا تاکہ ان کی باتیں سنوں۔ آں یکے۔ ایک یہ کہتا تھا کہ اس عالم کا کوئی بنانے والا ہے لہٰذا یہ نو پیدا چیز ہے۔ واں دگر۔ دوسرا یہ کہتا تھا کہ عالم قدیم ہے اس کا کوئی بنانے والا نہیں ہے اگر ہے تو وہ خود اپنے آپ کو بنانے والا ہے۔ بے کیست یعنی عالم کے بارے میں یہ سوال پیدا نہیں ہوتا کہ وہ کب سے ہے۔ گفت۔ دوسرے نے کہا کہ تو پیدا کرنیوالے اور رزق دینے والے کا منکر ہو گیا۔

۳ گفت بے برہان۔ فلسفی نے کہا میں بغیر برہان کے کوئی بات نہ سنوں گا تو محض تقلیدی باتیں کر رہا ہے۔ گفت حجت۔ بحثی نے کہا حجت ذوقی ہے یہ کہ خود انسان اپنے حالات پر غور کرے تو اس سے وجود باری

کا علم ہوتا ہے۔ من عرف نفسه فقد عرف ربه۔ جس نے اپنے نفس کو پہچانا اس نے اپنے رب کو پہچانا۔

تو نمی بینی[1] ہلال از ضعفِ چشم
آنکھ کی کمزوری سے تو چاند کو نہیں دیکھتا ہے

من ہمی بینم مکن بر من تو خشم
میں دیکھ رہا ہوں تو مجھ پر غصہ نہ کر

گفتگو بسیار گشت و خلق گیج
بات لمبی ہوگئی اور لوگ حیران ہوگئے

در سر و پایانِ ایں چرخِ پسیج
اِس باارادہ آسمان کی ابتدا اور انتہا میں

گفت[2] یارا در درونم حجتے ست
اُس نے کہا اے دوست میرے دل میں ایک دلیل ہے

بر حدوثِ آسمانم آیتے ست
جو آسمان کے نو پیدا ہونے کی نشانی ہے

من یقیں دانم نشانش آں بود
مجھے یقین ہے، اُس کی علامت یہ ہے

مر یقیں دان را کہ در آتش رود
کہ یقین رکھنے والا آگ میں گھسے

در زباں می ناید ایں حجت بداں
سمجھ لے یہ دلیل زبان پر نہیں آتی ہے

ہمچو حال و سرِ عشقِ عاشقاں
جیسے کہ عاشقوں کا حال اور راز

نیست پیدا سرِ گفت و گوئے من
میری گفتگو کا راز ظاہر نہیں ہے

جز کہ زردی و نزاری روئے من
سوائے میرے چہرے کی زردی اور لاغری کے

اشک[3] چوں بر رخ روانہ می رود
جب آنسو رخ پر بہتے ہیں

حجتِ حسن و جمالش می شود
اُس کے حُسن اور خوبصورتی کی دلیل ہوتے ہیں

گفت من اینہا ندانم حجتے
اُس نے کہا میں اِسکو ایسی دلیل نہیں سمجھتا ہوں

کہ بود در پیشِ عامہ آیتے
جو عوام کے سامنے علامت بنے

گر بیاری من کنم آنرا قبول
اگر وہ تو بیان کرے تو میں مان جاؤں گا

ورنہ کوتاہ کن حدیثِ عرض و طول
ورنہ لمبی چوڑی بات کو مختصر کر

گفت چوں قلبے و نقدے دم زنند
اُس نے کہا جب کھوٹا اور کھرا دعویٰ کریں

کہ تو قلبی من نکویم وار جمند
کہ تو کھوٹا اور میں اچھا اور مبارک ہوں

ہست آتش امتحانِ آخریں
تو آخری آزمائش آگ ہے

کاندر آتش در فتند آں دو قریں
کہ دونوں ساتھی آگ میں گریں

عام و خاص از حالِ شاں عالم شوند
عوام اور خواص اُن کے حال سے باخبر ہوجائینگے

از گمان و شک سوئے ایقاں روند
گمان اور شک سے یقین کیجانب چلے جائینگے

آب و آتش آمد اے جاں امتحاں
اے دوست! پانی اور آگ آزمائش ہیں

نقد و قلبے را کہ آں باشد نہاں
اس کھرے اور کھوٹے کیلئے جو پوشیدہ ہو

---

[1] تو نمی بینی۔ اِس دلیل کی مثال پہلی رات کے چاند کی سی ہے جو اُس کو نہ دیکھ سکے وہ خود اپنے آپ کو ملامت کرے۔ گفتگو۔ اُن دونوں میں بات اتنی بڑھی کہ لوگ عالم کے حادث ہونے نہ ہونے میں حیران ہوگئے۔

[2] گفت یارا۔ سُنّی نے کہا اے دوست وہ ذوقی اور باطنی دلیل دنیا کے حادث ہونے پر مضبوط دلیل ہے۔ اور اُس سے مجھے یقین حاصل ہے اور میرے سچے ہونے کی دلیل یہ ہے کہ میں اور تو آگ میں کودیں جو سچا ہے وہ سالم رہے گا۔ در زباں۔ یہ دلیل قولی نہیں ہے عاشق کے عشق کو دلائل سے نہیں بلکہ اُس کے آثار اور حالات سے ثابت کیا جاسکتا ہے۔ عاشق کے چہرے کی زردی اور آنسو دلیل ہوتے ہیں۔

[3] اشک۔ عاشق کے آنسو عشق اور معشوق کے حُسن کی دلیل ہوتے ہیں۔ گفت من۔ فلسفی نے کہا میں ایسی دلیل چاہتا ہوں جو عوام بھی سمجھ سکیں۔ ہست۔ سُنّی نے کہا اگر کھرے کھوٹے میں بحث ہو تو آزمائش کی یہی صورت ہے کہ انکو آگ میں تپایا جائے اِس سے شکوک و شبہات رفع ہوجائینگے لہٰذا تجھے اور مجھے آگ میں داخل ہونا چاہیئے جو سچا ہے وہ بچے گا۔

تا من ۱؎ و تو ہر دو در آتش رویم
میں اور تو دونوں آگ میں گھسیں
حجتِ باقی حیراناں شویم
باقی حیران لوگوں کے لئے دلیل بن جائیں

یا من و تو ہر دو در بحر اوفتیم
یا میں اور تو دونوں دریا میں کود دیں
کیں درِ دعویٰ من و تو کوفتیم
کیونکہ میں نے اور تُو نے دعوے کا دروازہ کھٹکھٹایا ہے

ہمچناں کردند و در آتش شدند
اُنھوں نے ایسا ہی کیا اور آگ میں چلے گئے
ہر دو خود را بر تفِ آتش زدند
دونوں نے اپنے آپ کو آگ کے شعلوں میں ڈالدیا

فلسفی را سوخت خاکستر بکرد
اُس نے فلسفی کو جلادیا راکھ بنا دیا
متقی را ساخت تازہ تر بکرد
متقی کو سنبھالدیا، تر و تازہ کر دیا

آں خدا گوینده مردِ مدعی
وہ مرد مدعی خدا کا ماننے والا
رست و سوزید اندر آتش آں دعی
بچ گیا اور وہ حرامزادہ آگ میں جل گیا

از مودہ بشنو ایں اعلام را
اس آزمائے ہوئے اعلان کو سُن
کوری افزونِ روانِ خام را
جو کچی روحوں کے اندھے پن کو بڑھانے والا ہے

کہ ۲؎ نسوزید ست ایں نام از اجل
کہ موت سے یہ نام نہ جلا
کش مسمیٰ صدر بود ست و اجل
کیونکہ وہ نام والا صدر تھا اور بزرگ تھا

صد ہزاراں روح شد دلدادہ
لاکھوں روحیں دل دادہ ہیں
در رہِ او سر بر او فتادہ
اُس کے راستہ میں سر کے بل پڑی ہیں

صد ہزاراں خلق را در بادیہ
جنگل میں لاکھوں انسانوں کا
سر گروہ و بے عصا را اوبیہ
سرگروہ (بنا) اور بے سہارے کیلئے سیراب کرنیوالا (بنا)

صد ہزاراں زیں رہاں اندر قرآں
قرآن میں اِس طرح کی لاکھوں بازیاں (مذکور) ہیں
بر دریدہ پردہای منکراں
جنھوں نے منکروں کے پردے چاک کئے ہیں

چوں ۳؎ گرو بستند غالب شد صواب
جب اُنھوں نے بازی لگائی صحیح بات غالب آئی
در دوامِ معجزات و در جواب
معجزوں کے دوام اور جواب (کے بارے) میں

فہم کردم کانکہ دم زد از سبق
میں سمجھ گیا کہ جس نے پہلے دعویٰ کیا
در حدوثِ چرخِ پیروز است و حق
آسمان کے نو پیدا ہونے میں وہ کامیاب اور صحیح ہے

حجتِ منکر ہمارہ زرد رو
منکر کی دلیل ہمیشہ شرمندہ ہے
یک نشاں بر صدقِ ایں انکار کو
اُنکے انکار کی سچائی پر ایک علامت بھی کہاں ہے؟

۱؎ تا من و تو۔ پانی سے بھی آزمائش ہو جائے گی تو دریا میں سمندر میں کود دیں جو سچا ہے وہ بچ جائے گا۔ ہمچناں چنانچہ دونوں آگ میں کود دے متقی بچ گیا فلسفی جل گیا۔ دعی۔ وہ شخص جو جھوٹے نسب کا دعویٰ کرے۔

۲؎ کہ نسوزید۔ نیکوں کا نام موت بھی نہیں مٹا سکتی۔ کیونکہ نام والا صدر اور بزرگ ہوتا ہے۔ صد ہزاراں۔ ایسے بزرگوں کی لاکھوں روحیں دلدادہ ہوتی ہیں۔ صد ہزاراں۔ غالباً آنحضورؐ کے اُس معجزے کی طرف اشارہ ہے جس کا ذکر پہلے آچکا ہے کہ پانی بلا کر بہت سے پیاسوں کی جان بچائی تھی۔ رہاں۔ باہمی شرط لگانا۔

۳؎ چوں گرو۔ جب بھی مخالفین نے بازی لگائی تو انبیاء معجزوں کے ذریعہ جیتتے ہیں۔ فہم۔ اِن دلائل سے میں یہ سمجھا کہ عالم کو نو پیدا کہنے والا سچا ہے۔

یک مُنارہ[١] در ثنای منکراں　　کو دریں عالم کہ تا باشد عیاں

منکروں کی تعریف میں ایک منارہ (بھی)　　دنیا میں کہاں ہے؟ تاکہ بات واضح ہو

منبرے کو کہ در آنجا مخبرے　　یاد آرد روزگارِ منکرے

کوئی منبر کہاں ہے کہ اس پر کوئی خبر دینے والا　　منکر کے زمانے کو یاد کرے؟

رُوئے دینار و درم از نام شاں　　تا قیامت می دہد از حق نشاں

دینار اور درہم کا رُخ اُن کے نام سے ہے　　قیامت تک حق کا نشان دے گا

سکۂ شاہاں ہمی گردد دگر　　سکۂ احمدؐ بہ بیں تا مستقر

بادشاہوں کا سکہ بدل جاتا ہے　　احمدؐ کے سکہ کو قیامت تک دیکھ

بر رُخِ نقرہ و یا رُوئے زرے　　وانما بر سکہ نامِ منکرے

چاندی پر یا سونے پر　　سکہ پر کسی منکر کا نام دکھا

بر رُخِ سیم و زرے اندر جہاں　　سکہ بنما بنامِ منکراں

دنیا میں چاندی اور سونے پر　　منکروں کے نام کا سکہ دکھا

خود[٢] بگیر ایں معجزہ چوں آفتاب　　صد زبان و نامِ او اُمّ الکتاب

اس سورج جیسے معجزے کو لے　　جو سو زبانوں والا ہے اور اس کا نام قرآن ہے

زُہرہ نے کس را کہ یک حرفے ازاں　　یا بدزدد یا فزاید در میاں

کسی کی مجال نہیں ہے کہ اس میں سے ایک حرف　　چرائے یا درمیان میں بڑھائے

یارِ غالب شو کہ تا غالب شوی　　یارِ مغلوباں مشو ہیں اے غوی

غالب کا دوست بن تاکہ تو (بھی) غالب ہو جائے　　خبردار! اے گمراہ مغلوبوں کا یار نہ بن

حجتِ منکر ہمی آمد کہ من　　غیرِ ایں ظاہر نمی بینم وطن

منکر کی دلیل یہ ہوئی کہ میں　　اس ظاہر کے سوا میں اپنا وطن نہیں دیکھتا ہوں

ہیچ[٣] نندیشد کہ ہر جا ظاہریست　　آں ز حکمتہای پنہاں مخبریست

اس نے نہ سوچا کہ جہاں کہیں ظاہر ہے　　وہ پوشیدہ حکمتوں سے آگاہ کرنیوالا ہے

فائدہ ہر ظاہرے خود باطن ست　　ہمچو نفع اندر دواہا کامن ست

ہر ظاہر کا فائدہ خود پوشیدہ ہے　　جس طرح دواؤں کا فائدہ پوشیدہ ہے

ایں تفاوت حق نہاد اندر زماں　　تا بدانند اہلِ عرفاں در جہاں

زمانہ میں یہ فرق اللہ (تعالیٰ) نے رکھا ہے　　تاکہ اہلِ عرفان دنیا میں سمجھ لیں

ل١ مُنارہ۔ وہ بلند جگہ جہاں علامت کے لئے آگ روشن کرتے تھے۔ مُخبرے۔ خبر دینے والا۔ رُوئے۔ سکوں پر اغیار کا نام اُن کی تباہی کا نشان ہے۔ مُستقر۔ دائم، ہمیشہ۔ منکرے۔ یعنی منکرِ خدا۔

ل٢ خود۔ یعنی اگر سکوں پر نام قائم رہنے کے معاملہ میں شکوک و شبہات ہیں تو حضورؐ کا معجزہ قرآن ہے اس کو دیکھ لے۔ زُہرہ۔ قرآن میں ایک حرف کی بھی کمی زیادتی ممکن نہ ہو سکی۔ غالب۔ یعنی اللہ تعالیٰ۔ مغلوب۔ یعنی مخلوق۔ حجتِ منکر۔ منکر کی سب سے بڑی دلیل یہ ہوئی کہ ظاہر عالم بتاتا ہے کہ وہ خود بخود پیدا ہو گیا ہے، پیدا کرنے والا کہیں ظاہر نہیں ہے۔

ل٣ ہیچ۔ دلیل کی کمزوری یہ ہے کہ ظاہر کو سب کچھ سمجھ لیا گیا حالانکہ ظاہر، باطن کی خاطر پیدا کیا جاتا ہے۔ فائدہ۔ ظاہر مقصد نہیں ہے بلکہ ظاہر سے مقصود بھی باطن ہے دوا کا فائدہ دوا میں چھپا ہوا ہے اور وہ مقصود ہے۔

عمرِ کرگس[1] سہ ہزار و پانصد ست — مر کبوتر را چہ باشد زاں بدست

گدھ کی عمر ساڑھے تین ہزار (سال) ہے — کبوتر کو اس سے کیا ہاتھ آیا

می بمیرند از کبوتر صد ہزار — مرگِ کرگس می نہ بینند آشکار

لاکھوں کبوتر مرتے ہیں — گدھ کی موت کو نہیں دیکھ سکتے ہیں

جملہ پندارند کرگس باقیست — نے غلط کردند یک کس باقیست

سب یقین کرتے ہیں کہ گدھ باقی ہے — نہیں انھوں نے غلطی کی ایک ذات باقی ہے

چونکہ ظاہر بیں شدند از جہلِ خویش — می نہ بینند از عمی نے پس نہ پیش

وہ چونکہ اپنی نادانی سے ظاہر بین بنے — اندھے پن سے نہ آگا دیکھتے ہیں نہ پیچھا

می نماند[2] در جہاں یک تارِ مو — کُلُّ شَیْءٍ ہَالِکٌ اِلَّا وَجْہَہٗ

دنیا میں ایک بال بھی (باقی) نہ رہے گا — سوائے اُس کی ذات کے ہر چیز فنا ہونے والی ہے

ہر چہ پیدا کرد بہرِ معنیٰ ست — باطنش بنگر ببیں ظاہر مایست

اس نے جو کچھ پیدا کیا کسی حکمت کے لئے ہے — اُس کے باطن کو دیکھ ظاہر پر نہ ٹھہر

تفسیر آیۂ کریمہ مَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَیْنَہُمَا اِلَّا بِالْحَقِّ ـ نیافریدشاں از بہرِ ہمیں کہ شما می بینید بلکہ بہرِ معنیٰ و حکمتے باقیہ کہ شما نمی بینید آں را

تفسیر آیت کریمہ "آسمانوں اور زمین اور اُن دونوں میں جو کچھ ہے ہم نے نہیں پیدا کیا مگر حق کے ساتھ" اُن کو صرف اسی لئے نہیں پیدا کیا جو کہ تم دیکھتے ہو بلکہ ایک معنیٰ اور باقی رہنے والی حکمت کی بنیاد پر جسکو تم نہیں دیکھتے ہو

ہیچ نقاشے نگارد زیں نقش — بے امیدِ نفع بہرِ عینِ نقش

کوئی مصوّر عمدہ تصویر بناتا ہے — نفع کی اُمید کے بغیر محض تصویر کیلئے؟

بلکہ[3] بہرِ میہمانان و کیاں — کہ بفرجہ وا رہند از اندہاں

بلکہ مہمانوں اور بڑوں کے لئے — تاکہ مسرت کی وجہ سے غموں سے نجات پائیں

شادیِ بچگان و یادِ دوستاں — دوستانِ رفتہ را از نقشِ آں

بچوں کی خوشی یا دوستوں کی یاد کے لئے — گزرے ہوئے دوستوں کو اُن کی تصویر سے

ہیچ کوزہ گر کند کوزہ شتاب — بہرِ عینِ کوزہ نے از بہرِ آب

کوئی کمہار جلد سکورا بناتا ہے — محض سکورے کے لئے نہ کہ پانی کے لئے؟

---

[1] کرگس۔ مشہور ہے کہ گدھ کی عمر ساڑھے تین ہزار سال کی ہوتی ہے، یعنی اپنی عمر کی کوتاہی اور گدھ کی طویل عمر ہونے کی وجہ سے اُس کو قدیم مان لیتا ہے۔ جملہ۔ سب کبوتر گدھ کو ہمیشہ رہنے والا سمجھتے ہیں حالانکہ باقی صرف خدا کی ذات ہے۔

[2] می نماند۔ دنیا کی ہر چیز فانی ہے، بس باقی ذاتِ خداوندی ہے۔ ہر چہ۔ اللہ تعالیٰ نے جو چیز بھی پیدا کی ہر کسی پوشیدہ حکمت کی وجہ سے کی ہے۔ ہیچ۔ کوئی مصوّر تصویر برائے تصویر نہیں بناتا ہے بلکہ اُس کا اُس میں کوئی پوشیدہ مقصود ہوتا ہے۔

[3] بلکہ۔ مصوّر کا مقصد دوستوں اور بڑوں کو خوش کرنا ہوتا ہے۔ شادی۔ مقصود یہ ہوتا ہے کہ بچے دیکھ کر خوش ہوں یا غائب دوستوں کی تصویر کو دیکھ کر دوست خوش ہوں۔ کوزہ۔ کمہار سکورا اس لئے بناتا ہے کہ اس میں بھر کر پانی پیا جائے۔

ہیچ کاسہ گر کُند کاسہ تمام / بہرِ عینِ کاسہ نے بہرِ طعام

کوئی پیالہ بنانے والا پیالہ مکمل کرتا ہے / محض پیالہ کی خاطر، نہ کہ کھانے کے لئے؟

ہیچ خطاطے نویسد خط بفن / بہرِ عینِ خط نہ بہرِ خواندن

کوئی خوشنویس ہنرمندی سے خط لکھتا ہے / محض خط کی خاطر، نہ کہ پڑھنے کے لئے؟

نقشِ ظاہر بہرِ نقشِ غائب است / واں برای غائبِ دیگر بہ بست

ظاہری نقش پوشیدہ نقش کے لئے ہے / وہ کسی دوسرے غائب کے لئے بنا ہے

تا سوم چارم دہم بر می شمر / ایں فوائد را بمقدارِ نظر

تیسرے چوتھے دسویں تک شمار کرلے / ان فوائد کو نظر کے اندازے کے مطابق

ہمچو بازیہای شطرنج اے پسر / فائدہ ہر لعب در ثانی نگر

اے بیٹا! شطرنج کی بازیوں کی طرح / ہر چال کا فائدہ دوسری (چال) میں دیکھ

ایں نہادہ بہرِ آں لعبِ نہاں / واں برای آن واں بہرِ فلاں

اس نے اس کے لئے پوشیدہ چال چلی / وہ اس کے لئے اور وہ فلاں کے لئے

ہمچنیں دیدہ جہات اندر جہات / در پے ہم تا رسی در بُرد و مات

اسی طرح غرضوں میں غرضیں / پے در پے یہاں تک کہ تو بازی جیت لے

اولی از بہرِ دوم باشد چناں / کہ شدن بر پایہای نردبان

پہلی (چال) دوسری کے لئے ایسی ہے جیسا کہ / سیڑھی کے درجوں پر چڑھنا

واں دوم بہرِ سوم می داں تمام / تا رسی تو پایہ پایہ تا ببام

دوسری کو تیسری کے لئے یقیناً سمجھ لے / تاکہ تو سیڑھی بہ سیڑھی بالاخانہ تک پہنچ جائے

شہوتِ خوردن ز بہرِ آں منی / واں منی از بہرِ نسل و روشنی

کھانے کی خواہش منی کے لئے ہے / اور منی نسل اور روشنی کے لئے ہے

کُند بینش می نہ بیند غیرِ ایں / عقلِ او بے سیر چوں نبتِ زمیں

ناقص نظر اس کے سوا نہیں دیکھتی ہے / اس کی عقل زمین کی گھاس کی طرح ساکن ہو

نبت را چہ خواندہ چہ ناخواندہ / ہست پای او بگِل درماندہ

گھاس کا کیا بلایا ہوا کیا نہ بلایا ہوا / اس کا پاؤں مٹی میں پھنسا ہے

---

[1] کاسہ۔ پیالہ اس لئے بنایا جاتا ہے کہ اس میں رکھ کر کھانا کھایا جائے۔ خطاطی۔ خطاط خطاطی کا کمال اس لئے دکھاتا ہے کہ اس کو لوگ شوق سے پڑھیں۔ نقش۔ نقشِ ظاہر معنی پر دلالت کرتا ہے وہ معنی کسی اور مقصود پر دلالت کرتے ہیں اسی طرح دنیا میں سلسلہ قائم ہے اور عقل کے مطابق لوگ ادراک کرتے ہیں۔

[2] ہمچو۔ شطرنج میں جو چال چلی جاتی ہے اس سے مقصود وہی چال نہیں ہوتی ہے بلکہ اس کی بنیاد پر جو اگلی چال چلنی ہے وہ مقصود ہوتی ہے۔ ہمچنیں۔ آخر تک کی چالیں پیش نظر رکھ کر چال چلی جاتی ہے اسی سے انسان بازی جیت لیتا ہے۔

[3] اولی۔ پہلی چال دوسری چال کے لئے اسی طریقے ذریعہ جیسے سیڑھی کے ڈنڈے پہلا ڈنڈا دوسرے ڈنڈے کا ذریعہ اور دوسرا تیسرے اور تیسرا چوتھے ڈنڈے کیلئے واسطہ ہے۔ شہوتِ خوردن۔ کھانے کی خواہش ہوتی ہے وہ ذریعہ بنتی ہے منی کی تولید کا اور منی کی تولید سبب بنتی ہے نسل کی بقا کا۔ کند بینش۔ جو شخص کوتاہ نظر ہے وہ سمجھتا ہے کہ کھانے کا مقصد صرف کھانا ہے اور کچھ نہیں ہے ایسا کوتاہ نظر انسان گھاس کی طرح اپنی جگہ جما ہوا ہے، اس کے نزدیک مقصود

اور غیر مقصود میں کوئی امتیاز نہیں ہے۔ نبتِ زمیں۔ زمین کی گھاس کو بلانا اور نہ بلانا یکساں ہے وہ کبھی نہیں چل سکتی ہے اس کے پاؤں مٹی میں پھنسے ہیں۔

گر سرش جنبد بباد تیز رَو
اگر تیز چلنے والی ہوا سے اُس کا سر ہلے

تو بسر جنبانیش غرّہ مشو
تو اُس کے سر ہلانے سے دھوکا نہ کھا

آں سرش گوید سمعنا یا صبا
اُس کا سر کہتا ہے ہم نے اے بادِ صبا کی اطاعت کی

پای او گوید عصینا خلنا
اُس کا پاؤں کہتا ہے ہم نے نافرمانی کی ہے ہمیں چھوڑ

چوں ندارد سیر میراند چو عام
چونکہ چلنا نہیں جانتا ہے، عوام کی طرح چلتا ہے

بر توکل می نہد چوں کور گام
اندھے کی طرح توکل پر قدم رکھتا ہے

بر توکل تا چہ آید در نبرد
جنگ میں توکل سے کیا حاصل ہوتا ہے؟

چوں توکل کردنِ اصحابِ نرد
جیسا کہ چوسر باز کا توکل کرنا

واں نظرہای کہ آں افسردہ نیست
وہ نگاہیں جو ٹھٹھری ہوئی نہیں ہیں

جز روندہ جز درندہ پردہ نیست
وہی چلنے والی، پردہ چاک کرنے والی ہیں

انچہ در دہ سال خواہد آمدن
جو کچھ دس سال میں آئے گا

ایں زماں بیند بچشمِ خویشتن
وہ اس وقت اپنی آنکھ سے دیکھ لیتا ہے

ہمچنیں ہر کس باندازِ نظر
اسی طرح ہر شخص نظر کے اندازے کے مطابق

غیب و مستقبل بہ بیند خیر و شر
غائب اور آنے والے خیر و شر کو دیکھ لیتا ہے

چونکہ سدِّ پیش و سدِّ پس نماند
چونکہ آگے کی آڑ اور پیچھے کی آڑ نہیں رہی

شد گزارہ چشم و لوحِ غیب خواند
وہ گذر جانے والی آنکھ بنگئی اور اُسنے غیب کی تختی پڑھ لی

چوں نظر پس کرد تا بدو وجود
جب اُس نے پیچھے نظر کی وجود کی ابتدا تک

آخر و آغازِ ہستی رونمود
وجود کا آخر اور آغاز رونما ہو گیا

بحثِ املاک و زمیں با کبریا
خدا کے ساتھ ملکیتوں اور زمین کی بحث

در خلیفہ کردنِ بابای ما
ہمارے آبا جان کو خلیفہ بنانے میں

چوں نظر در پیش افگند او بدید
اُس نے جب نگاہ آگے ڈالی تو دیکھ لیا

انچہ خواہد بود تا محشر بدید
ہر اُس چیز کو جو حشر تک رونما ہو گی

پس ز پس می بیند او تا اصلِ اصل
پس وہ پیچھے کی جانب اصل کی اصل تک دیکھتا ہے

پیش می بیند عیاں تا روزِ فصل
سامنے کی جانب قیامت تک واضح طور پر دیکھ لیتا ہے

ہر کسے اندازۂ روشندلی
ہر شخص دل کے روشن ہونے کے اندازہ سے

غیب را بیند بقدرِ صیقلی
صیقل کے بقدر غیب کو دیکھتا ہے

۱؎ گر سرش۔ گھاس کے ہلنے سے دھوکا نہ کھانا چاہیئے، وہ کھڑی کھڑی سر ہلا رہی ہے۔ آں سرش۔ بادِ صبا کی دعوت پر اُس کا سر لبیک کہتا ہے اُس کا پاؤں نافرمانی کرتا ہے۔ چوں ندارد۔ اُس کو آفاق اور اَنفُس کی سیر حاصل نہیں ہے وہ غائبانہ باتیں کرتا ہے اور بغیر دیکھے اندھوں کی طرح قدم بڑھاتا ہے اور توکل کا سہارا پکڑتا ہے۔

۲؎ بر توکل۔ اسباب کو ترک کر کے توکل اختیار کرنا غلط ہے۔ میدانِ جنگ اور شطرنج کی بازی جب تک اچھی چالیں نہ چلے گا کام نہ بنے گا۔ نظرہای۔ اولیاء کی نظریں جو ٹھٹھری ہوئی نہیں ہیں وہ آفاق اور اَنفُس کی سیر کرتی ہیں اور پردے کو چاک کر دیتی ہیں دس سال میں ہونیوالے واقعات کو عالمِ مثال میں دیکھ لیتی ہیں ان کے آگے پیچھے کی رکاوٹیں ختم ہو جاتی ہیں اور اُن کی نظریں لوحِ غیب سے ہونیوالے واقعات پڑھ لیتی ہیں۔

۳؎ چوں نظر۔ اُن بزرگوں کی نظریں ابتداءِ آفرینش کو بھی دیکھ لیتی ہیں ازل میں حضرت آدمؑ کو خلیفہ بنانے کے بارے میں ملائکہ نے جو گفتگو کی اسکو بھی سن لیتے ہیں۔ در پیش۔ ابد تک جو واقعات ہونے والے ہیں انکو بھی یہ دیکھ لیتے ہیں غرضکہ ازل اور ابد انکی نگاہوں کے سامنے ہوتا ہے اور انکا علم اگرچہ علمِ خداوندی کی طرح محیط نہیں ہوتا لیکن حضرتِ حق انکو بہت سی چیزوں کا علم عطا فرما دیتا ہے۔ روزِ فصل۔ روزِ محشر۔ ہر کسے۔ جو شخص جس قدر دل کو صاف کر کے اُسے صیقل کر لیتا ہے اسی قدر اسکو غیبیات کا مشاہدہ ہوتا ہے۔

ہر کہ صیقل بیش کرد اُو بیش دید
جس نے زیادہ صیقل کرلی، اس نے زیادہ دیکھا

بیشتر آمد بروُ صورت پدید
اُس پر صورتیں زیادہ ظاہر ہوئیں

گر تو گوئی کاں صفا فضلِ خداست [1]
اگر تو کہے کہ وہ (دل کی) صفائی خدا کی دین ہے

نیز ایں توفیقِ صیقل زاں عطاست
نیز اس صیقل کی توفیق اُس کی عطا ہے

قدرِ ہمت باشد آں جہد و دعا
وہ کوشش اور دعا ہمت کے انداز سے ہے

لَیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی
نہیں ہے انسان کیلئے مگر وہ جس کی وہ کوشش کرے

واہبِ [2] ہمت خداوند ست و بس
ہمت کا عطا کرنے والا صرف خدا ہے

ہمتِ شاہی ندارد ہیچ خس
کوئی ناچیز (انسان) شاہی کی ہمت نہیں رکھتا ہے

نیست تخصیصِ خدا کس را بکار
اللہ (تعالیٰ) کا کسی کو کسی کام کے لئے مخصوص کرنا

مانعِ طوع و مُراد و اختیار
اطاعت اور مقصد اور اختیار کیلئے مانع نہیں ہے

لیک چوں رنجے دہد بدبخت را
لیکن جب وہ (اللہ تعالیٰ) کسی بدنصیب کو تکلیف دیتا ہے

اُو بگرداند بکفراں رَخت را
تو وہ ناشکری کا راستہ اختیار کرلیتا ہے

نیک بختے را چو حق رنجے دہد
جب اللہ کسی نیک بخت کو تکلیف دیتا ہے

رَخت را نزدیک تر وا مے نہد
وہ زیادہ نزدیک پڑاؤ کرتا ہے

بَددلاں از بیمِ جاں در کارزار
بزدلوں نے جنگ میں جان کے خوف سے

کردہ اسبابِ ہزیمت اختیار
پسپائی کے اسباب اختیار کرلئے

پُردلاں در جنگ ہم از بیمِ جاں
بہادروں نے جنگ میں بھی جان کے خوف سے

حملہ کردہ سوی صفِ دشمناں
دشمنوں کی صف پر حملہ کردیا

رستماں [3] را ترس و غم وا پیش برد
بہادروں کو خوف اور غم نے آگے بڑھایا

ہم ز ترس آں بَددل اندر خویش مُرد
بزدل خوف سے خود بخود مرگیا

چوں محک آمد بلا و بیمِ جاں
جبکہ مصیبت اور جان کا خوف کسوٹی بنا

زاں پدید آمد شجاع از ہر جباں
اس کی وجہ سے بہادر ہر بزدل سے عیاں ہوگیا

حاصل آں کز وسوسہ ہر سو گریخت
خلاصہ یہ ہے کہ جو (شیطانی) وسوسہ سے ہر جانب بھاگ گیا

از قضا ہم در قضا باید گریخت
اسکو قضاءِ (خداوندی) سے قضاء کیجانب بھاگنا چاہئے۔

---

[1] گر تو - اگر تو یہ خیال کرے کہ دل کی صفائی محض عطیۂ خداوندی ہے انسان کی کوشش کو اس میں کوئی دخل نہیں ہے تو یہ غلطی ہے انسان کوشش کرتا ہے تو دریائے رحمت جوش میں آکر عطیہ کردیتا ہے۔

[2] واہب - انسان کی کوشش اور دعا بقدر ہمت ہے اور ہمت دینے والا بھی خدا ہے ورنہ ناچیز انسان عرفانِ کامل کا ارادہ نہیں کرسکتا۔ نیست۔ تقدیر اختیار کے منافی نہیں ہے تقدیر کے ساتھ اختیار باقی ہے بدبخت اس اختیار کو غلط استعمال کرتا ہے اور مصیبت آنے پر کفر کا راستہ اختیار کرتا ہے نیک بخت اس مصیبت پر آہ و زاری کے ذریعہ اور قرب حاصل کرتا ہے بددلاں۔ جنگ کے آثار بہادر اور بزدل پر مختلف مرتب ہوتے ہیں اور ان کے اختیار ہی کی بنیاد پر ہیں۔

[3] رستماں - بہادروں کے لئے خوف پیش قدمی کا سبب بنتا ہے اور بزدل خوف سے خود بخود مرجاتا ہے۔ چوں۔ جان کا خوف بہادر اور بزدل کی کسوٹی ہے۔ حاصل خلاصہ یہ ہے کہ انسان کو اپنے تمام مقاصد میں شیطانی وسوسوں سے بچکر قضاءِ الٰہی سے قضاءِ الٰہی کی طرف بھاگنا چاہئے۔ ایک موقع پر جب حضرت عمرؓ نے طاعون کے خطرے سے سفر چھوڑ کر مدینہ کی طرف واپسی کی تو بعض صحابہؓ نے اعتراض کیا اور کہا کہ تَفِرُّ مِنْ قَدَرِ اللّٰہِ آپ قضاءِ الٰہی سے بھاگتے ہیں تو انھوں نے فرمایا نَعَمْ نَفِرُّ مِنْ قَدَرِ اللّٰہِ اِلٰی قَدَرِ اللّٰہِ ہاں ہم قضاءِ الٰہی سے قضاءِ الٰہی کی طرف بھاگتے ہیں یعنی مصالح کی بنیاد پر جو راہ بھی اختیار کی جائیگی وہ بھی قضاءِ الٰہی ہے۔

735

وحی[1] کردنِ حق تعالیٰ بموسیٰ علیہ السّلام کہ اے موسیٰ من خالق امّ تُرا دوست دارم

اللہ تعالیٰ کا حضرت موسیٰ علیہ السّلام کو وحی کرنا کہ اے موسیٰؑ میں جو کہ پیدا کرنے والا ہوں تجھے دوست رکھتا ہوں

گفت موسیٰؑ را بوحیِ دل خُدا — کاے گزیدہ دوست می دارم تُرا

اللہ (تعالیٰ) نے دل کی وحی کے ذریعہ موسیٰؑ سے کہا — کہ اے برگزیدہ! میں تجھے دوست رکھتا ہوں

گفت چہ خصلت بُود اے ذوالکرم — موجبِ آں تا من آں افزوں کنم

(حضرت موسیٰؑ نے) عرض کیا اے صاحبِ کرم! کونسی عادت ہے — اُس کا سبب، تاکہ میں اُس کو بڑھاؤں

گفت چوں طفلے بہ پیشِ والدہ — وقتِ قہرش دست ہم برو زدہ

فرمایا (تو) ماں کے سامنے کے بچّے کی طرح ہے — جو اُس کے غصّہ کے وقت (بھی) اُس سے چپٹا ہوا ہے

خود نہ داند کہ جز اُو دیّار ہست — ہم ازو مخمور و ہم از اُو مست

وہ (بچّہ) نہیں جانتا کہ گھر میں اُس (ماں) کے سوا کوئی اور ہے — اُسی سے وہ مخمور ہے اور اُسی سے وہ مست ہے

مادرش گر سیلیے بر وے زند — ہم بمادر آید و بر وے تند

اگر اُس کی ماں اُس کے طمانچہ مارے — ماں کے پاس آتا ہے اُس کا چکر کاٹتا ہے

از کسے یاری نخواہد غیرِ اُو — اُوست جملہ شرِّ اُو و خیرِ اُو

اُس کے سوا کسی سے مدد نہیں چاہتا — اُس کا اچھا بُرا سب کچھ وہی ہے

خاطرِ[2] تو ہم ز ما در خیر و شر — اِلتفاتش نیست جاہائے دگر

بھلائی اور بُرائی میں تیری طبیعت بھی ہم سے ہے — اُس کی توجہ دوسری جگہوں پر نہیں ہے

غیرِ من پیشت چو سنگ است و کلوخ — گر صبی و گر جوان و گر شیوخ

میرے سوا تیرے لئے پتھر اور ڈھیلے کی طرح ہے — خواہ بچّہ ہو اور خواہ جوان اور خواہ بوڑھے

ہمچناں کہ اِیَّاکَ[3] نَعْبُدُ در حنیں — در بلا از غیرِ تو لَا نَسْتَعِیْن

جس طرح "ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں" رونے میں ہے — "مصیبت میں تیرے غیر سے ہم مدد نہیں چاہتے" بھی ہے

ہست ایں اِیَّاکَ نَعْبُدُ حصر را — در لُغت داں از پئے نفیِ ریا

ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں حصر کیلئے ہے — عربی میں سمجھ لے، ریا کی نفی کے لئے ہے

ہست اِیَّاکَ نَسْتَعِیْن ہم بہرِ حصر — حصر کردہ اِستعانت را و قصر

"تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں" بھی حصر کے لئے ہے — جس سے مدد مانگنے کو (اللہ کی ذات کیساتھ) محصور اور مخصوص کر رہا ہو

---

[1] وحی۔ اِس قصّہ کا مقصود یہ ہے کہ مومن کو خدا کے معاملہ میں ایسا ہی ہونا چاہئے جیسا کہ حضرت موسیٰؑ تھے۔ گزیدہ۔ برگزیدہ۔ گفت۔ حضرت موسیٰؑ نے عرض کیا میری کونسی خصلت دوستی کا سبب ہے وہ بتا دیجئے تاکہ میں اُس میں اور اضافہ کرلوں۔ طفلے۔ حضرت حق تعالےٰ نے فرمایا تیرا میرے ساتھ وہی معاملہ ہے جو بچّہ کا ماں کے ساتھ ہوتا ہے اگر ماں اُس کو مارتی ہے تو بھی وہ ماں ہی کو چپٹتا ہے کسی دوسرے کی طرف مدد کے لئے نہیں جاتا ہے۔ دیّار۔ گھر میں رہنے والا۔

[2] خاطرِ تو۔ حضرت حق نے حضرت موسیٰؑ سے فرمایا تیرا مزاج بھی یہی ہے کہ ہماری جانب سے خیر ہو یا بظاہر شر تو میری ہی طرف متوجہ ہوتا ہو کسی دوسری جانب توجہ نہیں کرتا ہے۔ غیرِ من۔ میرے سوا تیرے لئے ناقابلِ التفات ہے خواہ بچّہ ہو یا جوان یا بڈھا۔ صبی۔ بچّہ۔ شیوخ۔ شیخ کی جمع ہے، بوڑھا۔

[3] اِیَّاکَ نَعْبُدُ۔ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں عربی زبان میں عبادت کو اللہ تعالیٰ کیلئے منحصر کرنے کیلئے ہے یعنی دوسرے کی عبادت کرنا تو درکنار ہم عبادت میں ریاکاری کو بھی گوارا نہیں کرتے ہیں۔ اِیَّاکَ نَسْتَعِیْن۔ ہم تجھ سے ہی مدد چاہتے ہیں۔ یہ بھی حصر کیلئے ہے اور مدد مانگنے کو اللہ تعالیٰ کیساتھ مخصوص کرنے کیلئے ہے۔

کہ عبادت مر ترا آریم و بس — طمع یاری ہم ز تو داریم و بس

کہ ہم خاص تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور بس — مدد کی امید بھی تجھی سے رکھتے ہیں اور بس

خشم کردنِ پادشاہ بر ندیم و شفاعت کردنِ شفیعِ مغضوب علیہ را و از پادشاہ در خواستن و قبول کردنِ پادشاہ در خواست و شفاعت کردنِ شفیع را و رنجیدنِ ندیم از شفیع کہ چرا شفاعت کردی

بادشاہ کا اپنے مصاحب پر غصہ کرنا اور مجرم کی بادشاہ سے ایک سفارشی کا سفارش کرنا اور بادشاہ کا سفارش اور درخواست کو قبول کر لینا اور مصاحب کا سفارشی سے رنجیدہ ہو جانا کہ تو نے سفارش کیوں کی؟

پادشاہے بر ندیمے خشم کرد — خواست تا از وے بر آرد دود و گرد

ایک بادشاہ نے ایک مصاحب پر عتاب کیا — چاہا کہ اس میں سے دھواں اور گرد نکالے

کرد شہ شمشیر بیروں از غلاف — تا زند بر وے جزای آں خلاف

بادشاہ نے نیام سے تلوار نکال لی — تاکہ اس خلاف کی سزا میں اس کو مارے

ہیچکس را زہرہ نے تا دم زند — یا شفیعے بر شفاعت بر تند

کسی کی جرأت نہ تھی کہ دم مارے — یا کوئی سفارشی سفارش پر آمادہ ہو

جز عماد الملک نامی از خواص — در شفاعت مصطفیٰ وارانہ خاص

سوائے عماد الملک نام والے کے جو خواص میں تھا — اور حضرت مصطفیٰؐ کی طرح سفارش میں مخصوص تھا

بر جہید و زود در سجدہ فتاد — در زماں شہ تیغ قہر از کف نہاد

وہ اٹھا اور فوراً سجدہ میں گر گیا — بادشاہ نے فوراً غصہ کی تلوار ہاتھ سے رکھ دی

گفت اگر دیو است من بخشیدمش — ور بلیسی کرد من پوشیدمش

اس (بادشاہ) نے کہا اگر وہ شیطان (بھی) ہو تو میں نے اسکو معاف کر دیا — اگر چہ اس نے شیطنت کی میں نے اس کی پردہ پوشی کر دی

چونکہ آمد پای تو اندر میاں — راضیم گر کرد مجرم صد زیاں

چونکہ تیرا قدم بیچ میں آ گیا ہے — میں راضی ہوں اگر مجرم نے سیکڑوں نقصان کئے ہیں

صد ہزاراں خشم را تانم شکست — کہ ترا آں فضل و آں مقدار ہست

میں لاکھوں غصوں کو پی سکتا ہوں — کیونکہ تیری بزرگی اور مرتبہ ایسا ہے

لابہ ات را ہیچ نتوانم شکست — زانکہ لابہ تو یقیں لابہ منست

تیری خوشامد کو میں رد نہیں کر سکتا ہوں — کیونکہ تیری خوشامد خود میری خوشامد ہے

ف۱ کہ۔ دونوں جملوں کا مطلب یہ ہوا کہ ہم صرف خدا کی عبادت کرتے ہیں اور صرف اسی سے مدد چاہتے ہیں۔ خشم۔ اس قصہ کا خلاصہ یہ ہے کہ مصاحب کی عماد الملک نے شاہ کے معاملہ میں جو مدد کی وہ اس مصاحب کو ناگوار گزری یہی حالت ایک مومن کی خدا کے معاملہ میں ہونی چاہئے۔ ندیم۔ مصاحب۔ گرد و۔ یعنی اسکو ختم کر دے۔ خلاف۔ یعنی اس کام کی سزا جو مصاحب نے شاہ کی مرضی کے خلاف کیا۔

ف۲ ہیچکس۔ بادشاہ کے سامنے کسی کی ہمت نہ تھی کہ اس مصاحب کی سفارش کرے۔ جز۔ عماد الملک جو بادشاہ کے خواص میں سے تھا وہ سفارش کے ساتھ اسی طرح مختص تھا جس طرح آنحضورؐ حشر میں عام شفاعت کیلئے مخصوص ہونگے۔ در زماں۔ بادشاہ نے عماد الملک کی سفارش پر فوراً تلوار ہاتھ سے رکھ دی۔ گفت۔ بادشاہ نے کہا خواہ یہ مصاحب شیطان تھا اور اس نے شیطنت کی تھی میں نے اسکو معاف کر دیا۔

ف۳ چونکہ۔ بادشاہ نے عماد الملک سے کہا مجرم کی خواہ سیکڑوں خطائیں ہوں جبکہ تو بیچ میں آ گیا ہے میں سیکڑوں غصوں کو پی لوں گا۔ لابہ۔ چونکہ تجھ میں اور مجھ میں بالکل اتحاد ہے تیرا خوشامد کرنا بعینہٖ میرا خوشامد کرنا ہے۔

گر[1] زمین و آسماں را برہم زدے — زانتقام ایں مرد بیروں نامدے
خواہ زمین و آسمان تہ و بالا ہو جاتے — یہ شخص سزا سے نہ بچ سکتا

وَر شدے ذَرّہ بذرّہ لابہ گر — اُو نبُردے ایں زماں از تیغ سَر
اگر ذرہ ذرہ خوشامدی بنتا — وہ تلوار سے اسوقت سَر نہ بچا سکتا

بَر تو می ننہیم منّت اے کریم — لیک شرحِ عزّتِ تُست اے ندیم
اے شریف! میں تجھ پر احسان نہیں جتاتا ہوں — ہاں اے مصاحب! (یہ) تیری عزت کی تشریح ہے

ایں نکردی تو کہ من کردم یقیں — اے صفاتت در صفاتِ ما دفیں
یہ (سفارش)، تونے نہیں کی یقیناً میں نے کی ہے — اے وہ کہ تیری صفات ہماری صفات میں گم ہوگئی ہیں

تو دریں مُستعملی نے عاملی — زانکہ محمولِ منی نے حاملی
تو اس (سفارش) میں مستعمل ہوا ہے تو کرنے والا نہیں ہے — کیونکہ تو میرا محمول ہے نہ کہ حامل

مَا[2] رَمَیتَ اِذْ رَمَیتَ گشتۃ — خویشتن در موج چوں کف ہشتۃ
تو "تو نے نہیں پھینکا جبکہ پھینکا" بن گیا ہے — تونے اپنے آپ کو جھاگ کیطرح موج کے سپرد کردیا ہے

لاشدی پہلوی اِلّا خانہ گیر — اے عجب کہ ہم اسیری ہم امیر
تو لا بن گیا، اِلّا کے پہلو میں مقیم ہوگیا — تعجب ہے کہ تو قیدی بھی ہے اور حاکم بھی

آنچہ دادی تو ندادی شاہ داد — اُوست بس واللہ اعلم بالرشاد
جو تونے دیا تونے نہیں دیا، شاہ نے دیا ہے — بس وہی ہے اور خدا بھلائی کو زیادہ جانتا ہے

واں[3] ندیم رستہ از زخم و بلا — زیں شفیع آزردہ و برگشت از وِلا
وہ مصاحب ہلاکت اور مصیبت سے چھوٹ کر — اِس سفارش سے ناراض ہوگیا اور دوستی سے منحرف ہوگیا

دوستی ببرید زاں مخلص تمام — رُو بحایط کرد تا نارد سلام
اُس مخلص سے بالکل دوستی توڑ دی — دیوار کی طرف کو مُنھ کر لیا تاکہ وہ سلام نہ کرے

زیں شفیعِ خویشتن بیگانہ شد — زیں تعجب خلق در افسانہ شد
اپنے اُس سفارشی سے بیگانہ بن گیا — اِس عجیب بات سے لوگ چہ میگوئیوں میں لگ گئے

اور تو محکوم بھی ہے اور حاکم بھی۔ اُوست بس۔ وجودِ حقیقی صرف شاہ کا ہے تو تیرا دینا تیری طرف منسوب نہ ہوگا شاہ کیطرف منسوب ہوگا۔ —— [3] واں ندیم۔ عماد الملک کی سفارش سے نجات پاجانے کے بعد وہ مصاحب عماد الملک سے ناراض ہوگیا۔ زیں شفیع۔ جب وہ مصاحب عماد الملک سے ناراض ہوگیا تو لوگوں نے طرح طرح کی باتیں کہنی شروع کردیں کوئی اُس کو پاگل کہتا کوئی اسکی تحسین کرتا اور لوگ کہتے کہ ایسے محسن کی تو خاک پا بننا چاہیئے تھا نہ کہ ناراض ہونا۔

[1] گر زمیں۔ اگر تو سفارش نہ کرتا تو خواہ زمین و آسمان تہ و بالا ہو جاتے میں کبھی معاف نہ کرتا۔ بر تو۔ بادشاہ نے کہا کہ یہ میرا بیان تجھ پر احسان رکھنے کے لئے نہیں بلکہ تیرے مرتبہ اور عزت کی تشریح ہے۔ این۔ یہ سفارش تو نے نہیں کی بلکہ میں نے کی ہے کیونکہ تو اپنی صفات اور خواہشات کو میری صفات اور خواہشات میں فنا کر چکا ہے اس صورت میں تجھ پر احسان جتانے کے کوئی معنی نہیں ہیں۔ تو دریں۔ جبکہ اصل سفارش میری جانب سے ہے تو تو محض ایک آلہ کام کرنے والا تو میں ہوں میں نے تجھ پر سفارش لادی ہے تو نے خود اُس بوجھ کو نہیں اٹھایا ہے۔

[2] مَا رَمَیتَ۔ آنحضورؐ نے جبکہ اپنی شخصیت کو ذاتِ باری میں فنا کر دیا تو جنگِ بدر میں آنحضورؐ کا مُٹھی بھر کنکریوں کو پھینکنا آنحضورؐ کیطرف منسوب نہ ہوا بلکہ خدا کی طرف منسوب ہوا اسی طرح جب تو اپنی صفات کو میری صفات میں گم کر چکا ہے تو سفارش کرنا تیری طرف منسوب نہ ہوگا۔ لاشدی۔ کلمۂ طیبہ میں لا الٰہ میں غیر اللہ کی نفی ہے اور اِلّا اللہ میں ذاتِ باری کا اثبات ہے تو اسی طرح تیرا میرے ساتھ معاملہ ہے۔ تو غیر کا انکار کر چکا ہے اور مجھ میں فنا ہو چکا ہے لہٰذا تو فانی بھی ہے اور باقی بھی

گر نہ مجنون ست یاری چون برید
اگر وہ پاگل نہیں ہے تو اس نے دوستی کیوں توڑی؟

از کسے کہ جانِ او را وا خرید
ایسے شخص سے جس نے اُس کی جان دوبارہ خریدی

وا خریدش آں دم از گردن زدن
اس وقت اس نے اس کو گردن کٹنے سے بچایا

خاکِ نعلِ پائش بایستے شدن
اسکو تو اس کے پاؤں کے جوتے کی خاک ہوجانا چاہیئے

باز گونہ رفت و بیزاری گرفت
اس نے اُلٹی چال چلی اور بیزاری اختیار کرلی

با چنیں دلدار کین داری گرفت
ایسے دوست سے کینہ وری شروع کردی

بس[1] ملامت کرد او را ناصحے
اس کو ایک نصیحت کرنیوالے نے بہت ملامت کی

کیں جفا چوں میکنی با مصلحے
کہ ایسی نیکی کرنیوالے پر تو ظلم کیوں کرتا ہے؟

جانِ تو بخرید آں دلدارِ خاص
اُس خاص دوست نے تیری جان خریدی

آں دم از گردن زدن کردت خلاص
اس وقت تجھے گردن کٹنے سے بچایا

گر جفا کردے نبایستے رمید
اگر وہ ظلم (بھی) کرتا تجھے بھاگنا نہیں چاہیئے تھا

خاصہ نیکی کرد آں یارِ حمید
خصوصاً جبکہ اس قابلِ تعریف دوست نے بھلائی کی ہے

گفت بہرِ شاہ مبذول ست جاں
اُس نے کہا جان بادشاہ کے لئے ہے

او چرا آید شفیع اندر میاں
وہ سفارشی بن کر بیچ میں کیوں آیا؟

لی[2] مع اللہ وقت بود آندم مرا
اسوقت مجھے لی مع اللہ وقت (کا مقام حاصل) تھا

لا یسع فیہ نبی مجتبیٰ
جس میں کسی منتخب نبی کی (بھی) گنجائش نہیں ہے

من نخواہم رحمتے جز رحمِ شاہ
میں بادشاہ کے رحم کے علاوہ کسی کے رحم کا خواہاں نہیں

من نخواہم غیر آں شہ را پناہ
میں اس بادشاہ کے علاوہ کسی کی پناہ کا خواہاں نہیں ہوں

غیر[3] شہ را بہر آں لا کردہ ام
بادشاہ کے غیر کی میں نے اسی لئے نفی کی ہے

کہ بسوئے شہ تولا کردہ ام
کیونکہ میں نے بادشاہ سے دوستی کرلی ہے

گر ببرد او بقہرِ خود سرم
اگر وہ (شاہ)، اپنے غصہ سے میرا سر قلم کرے گا

شاہ بخشد شصت جانِ دیگرم
شاہ مجھے دوسری ساٹھ جانیں عطا کرے گا

کارِ من سربازی و بیخویشی ست
میرا کام سر دینا اور اپنائیت چھوڑنا ہے

کارِ شاہنشاہِ ما سربخشی است
ہمارے شہنشاہ کا کام سر عطا کرنا ہے

فخر آں سر کہ کفِ شاہش برد
وہ سر قابلِ فخر ہے جس کو شاہ کا ہاتھ کاٹے

ننگ آں سر کہ بغیرے سر برد
وہ سر باعثِ ذلت ہے جو کسی غیر کے آگے جھکے

---

[1] بس ملامت کرد۔ ایک ناصح نے کہا ایسی بھلائی کرنے والے سے تو کیوں خفا ہوگیا اس نے تو تجھے قتل سے بچایا ہے۔ گر جفا۔ ایسا محسن اگر ظلم بھی کرے تو اسکو برداشت کرنا چاہیئے نہ کہ اس کی بھلائی سے ناراض ہونا چاہیئے گفت۔ اس مصاحب نے کہا کہ میری جان تو شاہ کے لئے تھی یہ بیچ میں آکر بچانیوالا کون تھا۔

[2] لی مع اللہ۔ آنحضورؐ نے فرمایا ہے لی مع اللہ وقت لا یسعنی فیہ ملک مقرب ولا نبی مرسل میرے لئے خدا کے ساتھ وہ وقت بھی ہوتا ہے جس میں نہ کسی مقرب فرشتہ کی گنجائش ہوتی نہ کسی مرسل نبی کی اس مصاحب نے کہا کہ مجھے شاہِ وقت سے ایسا قرب حاصل تھا جیسا کہ آنحضورؐ کو جناب باری سے حاصل ہوتا تھا، لہٰذا اعلاوالکلب کی اسمیں گنجائش کہاں تھی۔

[3] غیر شہ: میں نے شاہ کے علاوہ سب کی نفی کردی ہے اور صرف کی دوستی پر بھروسہ کرلیا ہے اب اس کو اختیار ہے میرے ساتھ جو چاہے معاملہ کرے میں اس کی رضا پر راضی ہوں۔ فخر۔ جو سر شاہ کے ہاتھ سے کٹ جائے وہ باعثِ فخر ہے اور جو سر دوسرے کے سامنے جھکے وہ باعثِ ذلت ہے۔

شبؔ[1] کہ شاہ از قہر در قیرش کشید ‌ ‌ ننگ دارد از ہزاراں روزِ عید

وہ رات جس کو شاہ نے قہر سے تارکول میں ڈالا ‌ ‌ عید کے ہزاروں دنوں سے وقت محسوس کرتی ہے

خود طوافِ آنکہ اُو شہ بیں بُوَد ‌ ‌ فوقِ قہر و لطف و کفر و دیں بُوَد

جو شخص شاہ کا دیکھنے والا ہوتا ہے اس کا چکر لگانا ‌ ‌ غصہ اور مہربانی اور کفر اور دین سے بالاتر ہوتا ہو

زاں نیامد یک عبارت در جہاں ‌ ‌ کہ نہانست و نہانست و نہاں

اس کو دنیا میں کوئی عبارت بیان نہیں کر سکتی ہو ‌ ‌ کیونکہ وہ پوشیدہ ہے، پوشیدہ ہے پوشیدہ

زانکہ ایں اسما و الفاظِ حمید ‌ ‌ از گلابہ[2] آدمی آمد پدید

اس لئے کہ یہ اسماء اور اچھے الفاظ ‌ ‌ انسان کے جسم سے نکلے ہیں

عَلَّمَ الْاَسْمَاءَ بُد آدمؑ را امام ‌ ‌ لیک نے بُد در لباسِ عین و لام

علم الاسماء آدمؑ کا امام تھا ‌ ‌ لیکن عین اور لام کے لباس میں نہ تھا

چوں نہاد از آب و گِل بر سر کلاہ ‌ ‌ گشت آں اسمای جانی رُوسیاہ

جب اس نے پانی اور مٹی کی سر پر ٹوپی رکھی ‌ ‌ وہ روحانی اسماء کالے پڑ گئے

کہ نقابِ حرف و دم در خود کشید ‌ ‌ تا شود بر آب و گِل معنی پدید

کیونکہ اُن (اسماء) نے حروف اور آواز کا نقاب اوڑھا ‌ ‌ تاکہ پانی اور مٹی پر معنی واضح ہو جائیں

گرچہ[3] از خشمِ شہم کرد اُو خلاص ‌ ‌ لیک ہم شہ شُد مرا حقا مناص

اس نے اگرچہ مجھے بادشاہ کے غصہ سے چھڑایا ‌ ‌ لیکن واقعۃً شاہ چھٹکارے کی جگہ بنا

گرچہ از یک وجہ منطق کاشف ست ‌ ‌ لیک از دہ وجہ دیگر مُکتنف ست

گفتگو اگرچہ ایک حیثیت سے حقیقت کو ظاہر کر دیتی ہے ‌ ‌ لیکن دس دوسری حیثیتوں سے چھپانے والی ہے

گفتنِ جبرئیل علیہ السلام خلیل علیہ السلام را کہ

(حضرت) جبرئیل علیہ السلام کا (حضرت ابراہیم) خلیل علیہ السلام سے کہنا کہ

هَلْ لَكَ حَاجَةٌ قَالَ بَلٰی اَمَّا اِلَيْكَ فَلَا

تیری کوئی حاجت ہے؟ اس نے کہا ہاں لیکن تجھ سے نہیں ہے

من خلیلِ وقتم و اُو جبرئیلؑ ‌ ‌ من نخواہم در بلا اُو را دلیل

میں اپنے زمانہ کا خلیل (اللہ) ہوں وہ (بمنزلہ) جبرئیلؑ ہے ‌ ‌ میں مصیبت میں اس کو راہنما بنانا نہیں چاہتا ہوں

اصل مقصود الفاظ سے نہیں سمجھا سکتا الفاظ اگرچہ ایک حیثیت سے مقصد کو واضح کرتے ہیں لیکن دس حیثیتوں سے اس میں اور ابہام پیدا کر دیتے ہیں۔ من خلیل۔ مصاحب نے کہا میرا اور بادشاہ کا وہی معاملہ تھا جو حضرت ابراہیم خلیل اللہ کا اللہ تعالیٰ سے جس طرح خلیل اللہ نے حضرت جبرئیلؑ کی مدد کو پسند نہ کیا مجھے بھی عماد الملک کی مدد پسند نہ آئی۔

[1] شب۔ جس رات کو شاہ کے غصہ نے کالا کیا ہو وہ عید کے ہزاروں دنوں سے افضل ہے۔ خود جس کو مشاہدۂ حق حاصل ہے اور وہ ذاتِ حق کا طواف کرتا ہے اس کے لئے قہر و لطف میں یکساں لذت ہوتی ہے اور وہ کفر اور اس کی سزا سے بالاتر ہوتا ہے۔ دین۔ یعنی کفر کی سزا یا یوم الدین یعنی یوم حشر کا غم۔ زاں۔ اس مقامِ مشاہدہ کو کسی عبارت کے ذریعہ تعبیر نہیں کیا جا سکتا کیونکہ وہ نہایت مخفی ہے، عبارتیں اس کی تعبیر سے قاصر ہیں۔

[2] گلابہ۔ گِل و آب یعنی جسم انسانی، مادی الفاظ روح کے اعلیٰ مقام کی تعبیرات سے قاصر ہیں۔ علم الاسماء۔ اگرچہ اسماء اور الفاظ کی تعلیم من جانب اللہ اور حضرت آدمؑ کو سکھائے گئے تھے لیکن وہ اسماء اس مادی حروفِ تہجی سے نہ بنے تھے۔ چوں۔ جب ان غیر مادی اسماء نے مادہ کا لباس پہنا تو ان کی روحانیت ختم ہو گئی اور ان میں سیاہی پیدا ہو گئی۔ کہ نقاب۔ ان اسماء کو مادی لباس اس لئے پہنا دیا گیا تاکہ مادی انسان ان کے معانی سمجھ سکیں۔

[3] گرچہ۔ اس مصاحب نے کہا اگرچہ عماد الملک نے بظاہر مجھے بادشاہ کے غصہ سے نجات دلائی لیکن میری اصل گریزگاہ خود شاہ ہے لہٰذا میں اس کا ممنونِ احسان نہیں ہوں گرچہ۔ مصاحب نے کہا کہ میں اپنا

۷۶۵

او ادب ناموخت از جبریلِ راد — کہ بپرسید از خلیلِ حق مراد
اُس نے عقلمند جبرئیلؑ سے ادب نہ سیکھا — کہ اُس نے خلیل اللہ سے حاجت پوچھی

کہ مرادت ہست تا یاری کنم — ورنہ بگریزم سُبکباری کنم
کہ تیری کوئی مراد ہے، تاکہ میں مدد کروں — ورنہ میں جاؤں بوجھ نہ بنوں

گفت ابراہیمؑ نے رو از میاں — واسطہ زحمت بود بعد العیاں
ابراہیمؑ نے کہا نہیں درمیان سے ہٹ جا — کیونکہ مشاہدہ کے بعد واسطہ تکلیف بنتا ہے

بہرِ ایں دنیاست مُرسَل رابطہ — مؤمناں را زانکہ ہست او واسطہ
اِس جہان کے لئے رسول رابطہ ہے — مومنوں کے لئے، کیونکہ وہ واسطہ ہے

ہر دلے ار سامعِ بُدے وحیِ نہاں — حرف و صوتے کے بُدے اندر جہاں
اگر ہر دل مخفی وحی کا سننے والا ہوتا — تو دنیا میں حرف اور آواز کب ہوتے؟

گرچہ او محوِ حق ست و بے سر است — لیک کارِ من ازاں نازکتر است
اگرچہ وہ (جبرئیلؑ) اللہ (تعالیٰ) میں فنا اور بےخود ہو — لیکن میرا کام اُس سے زیادہ نازک ہے

کردۂ او کردۂ شاہ است لیک — پیشِ چشمم بد نماینده است نیک
اگرچہ اُس کا کام شاہ کا کام ہے لیکن — لیکن میری نظروں میں بہت بدنما ہے

آنچہ عینِ لطف باشد بر عوام — قہر شد بر عشق کیشانِ کرام
جو عوام کے لئے عین مہربانی ہوتی ہے — شریف عاشقوں پر ظلم ہوتا ہے

بس بلا و رنج می باید کشید — عامہ را تا فرق را تانند دید
بہت سی مصیبتیں اور تکلیفیں برداشت کرنی چاہئیں — عوام کو، تاکہ فرق کو دیکھ سکیں۔

کایں حروفِ واسطہ اے یارِ غار — پیشِ واصل خار باشد خار خار
اے یارِ غار! یہ واسطہ کے حروف — واصل (بحق) کیلئے کانٹا ہیں کانٹا ہی کانٹا

بس بلا و رنج بایست و وقوف — تا رہد آں روحِ صافی از حروف
بہت سی بلائیں اور رنج اور (انہیں) ٹکا دینا چاہئے — تاکہ وہ صاف روح حروف سے چمک اُٹھے

لیک بعضے زیں بلا کُرتر شدند — باز بعضے صافی و برتر شدند
لیکن بعض اِس بلا سے اور زیادہ ٹیڑھے ہوگئے — بعض صاف اور زیادہ بلند ہوگئے

مقولہ ہے حَسَنَاتُ الْاَبْرَارِ سَیِّئَاتُ الْمُقَرَّبِیْنَ جو کام نیک لوگوں کے حسنات ہیں وہ کام بسا اوقات مقربین بارگاہ کے لئے گناہ شمار ہوتے ہیں۔ بس۔ اِس بات کو سمجھنے کیلئے ریاضت اور مجاہدہ کی ضرورت ہے تب عوام سمجھ سکتے ہیں کہ مشاہدہ کے بعد درمیانی حروف اور واسطہ مناسب نہیں ہیں جو شخص بلا بہت سے مصائب جھیلنے کے بعد حروف کے ذریعہ اِس حقیقت کو سمجھا جا سکتا ہو۔ لیک مصائب پر شکوہ ہو تو تباہی ہے ہاں اگر صبر و شکر ہو تو درجات بلند ہوتے ہیں۔

۱ـہ او ادب۔ عماد الملک کو جبرئیلؑ کے اِس واقعہ سے نصیحت حاصل کرلینی چاہیے تھی کہ جب حضرت ابراہیم جب آگ میں تھے تو حضرت جبرئیلؑ نے آکر مدد کرنی چاہی، حضرت ابراہیمؑ نے انکار کر دیا اور فرمادیا مشاہدہ کے بعد وسائط کی ضرورت نہیں رہتی ہے۔ بہرِ ایں دنیا۔ عام مومنین جو مشاہدہ سے محجوب ہیں اُن کے لئے رسول واسطہ ہوتے ہیں حضرت ابراہیمؑ خود مشاہدہ میں مستغرق تھے اُنکو جبرئیلؑ کا واسطہ ناگوار گذرا۔ ہر دلے۔ ہر انسان میں یہ استعداد نہیں کہ وہ وحی کو سن سکے اسلئے کہ وحی کو بذریعہ حروف اور آواز سنایا گیا ہے اگر ہر سننے والے میں وحی کو سننے کی استعداد ہوتی تو پھر حرف اور آواز کی کوئی ضرورت ہی نہ تھی۔

۲ـہ گرچہ۔ حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا کہ جبرئیل کو فنائیت کا مقام حاصل ہے لیکن میرا معاملہ اس سے بھی نازک ہے اِس میں کسی واسطہ کی گنجائش نہیں خواہ فنا فی اللہ ہی کیوں نہ ہو۔ کردہ۔ جبرئیل کا کام مقام فنائیت کی وجہ سے خدا ہی کا کام ہے لیکن وہ اُس کام میں ماذون من اللہ کیجانب سے مامور نہیں ہیں ورنہ وہ کہتے کہ میں خدا کے حکم سے مدد کیلئے آیا ہوں۔

۳ـہ آنچہ۔ اِسطرح کی مدد عوام کے لئے عین لطفِ خداوندی ہے لیکن عاشقانِ خدا کے لئے مناسب نہیں ہے مشہور

ہمچو آبِ نیل[۱] آمد ایں بلا ‏ ‏ ‏ سعد را آبست و خوں بر اشقیا

یہ بلا (دریائے) نیل کے پانی کی طرح ہے ‏ ‏ ‏ جو نیک کے لئے پانی ہے اور بدبختوں کیلئے خون ہو

ہر کہ پایاں بیں تر او مسعود تر ‏ ‏ ‏ جد تر او کارد کہ افزوں دید بر

جو انجام کو زیادہ دیکھنے والا ہو زیادہ نیک بخت ہے ‏ ‏ ‏ زیادہ محنت سے وہ بوئیگا جس نے پھل زیادہ دیکھا ہو

زانکہ داند کایں جہانِ کاشتن ‏ ‏ ‏ ہست بہرِ محشر و بر داشتن

کیونکہ وہ جانتا ہے کہ یہ کھیتی کرنے کی دنیا ‏ ‏ ‏ محشر کے لئے اور (پیداوار) حاصل کرنے کیلئے ہے

ہیچ عقدے[۲] بہرِ عینِ خود نبود ‏ ‏ ‏ بلکہ از بہرِ مقامِ ربح و سود

کوئی معاملہ بعینہ معاملہ کے لئے نہیں ہوتا ہے ‏ ‏ ‏ بلکہ نفع اور فائدہ کے مقام کے لئے ہوتا ہے

ہیچ نبود منکرے گر بنگری ‏ ‏ ‏ منکریش بہرِ عینِ منکری

اگر تو دیکھے تو کوئی منکر نہیں ہوتا ہے ‏ ‏ ‏ (کہ) اس کا انکار محض انکار کے لئے ہو

بل برای قہرِ خصم اندر حسد ‏ ‏ ‏ یا فزونی جستن و اظہارِ خود

بلکہ حسد میں دشمن کو مغلوب کرنے کیلئے ہوتا ہے ‏ ‏ ‏ یا اپنے اظہار اور برتری کی جستجو کیلئے ہوتا ہے

واں[۳] فزونی ہم پئے طمعِ دگر ‏ ‏ ‏ بے معانی چاشنی ندہد صور

وہ برتری بھی کسی دوسرے لالچ میں ہوتی ہے ‏ ‏ ‏ محض، صورتیں بلا معانی کے لطف نہیں دیتی ہیں

زاں ہمی پرسی چرا ایں میکنی ‏ ‏ ‏ کہ صور زیت است و معنی روشنی

اسی لئے تو دریافت کرتا ہے کہ، تو یہ کیوں کرتا ہے؟ ‏ ‏ ‏ کیونکہ صورتیں تیل ہیں اور معنی روشنی ہیں

ورنہ ایں گفتن چرا از بہرِ چیست ‏ ‏ ‏ چونکہ صورت بہرِ عینِ صورت نیست

ورنہ یہ "کیوں" کہنا کا ہے کے لئے ہے ‏ ‏ ‏ جبکہ صورت محض صورت کے لئے ہے

ایں چرا گفتن سوال از فائدہ ست ‏ ‏ ‏ جز برای ایں چرا گفتن بدست

یہ "کیوں" کہنا فائدہ کے بارے میں سوال ہو ‏ ‏ ‏ اس کے سوا کیلئے "کیوں" کہنا برا ہے

از چہ رو فائدہ جوئی اے امیں ‏ ‏ ‏ چوں بود فائدہ ایں خود ہمیں

اے امین! تو فائدہ کیوں تلاش کرتا ہے؟ ‏ ‏ ‏ جبکہ یہ (فعل) خود فائدہ ہو

پس نقوشِ آسماں و اہلِ زمیں ‏ ‏ ‏ نیست حکمت کاں بود بہرِ ہمیں

تو آسمان اور زمین والوں کی صورتیں ‏ ‏ ‏ وا بھی، کوئی حکمت نہیں ہے کہ وہ صورتیں محض صورتوں کیلئے ہوں

[۱] آبِ نیل۔ دریائے نیل کا پانی قبطیوں کی تباہی اور سبطیوں کی نجات کا سبب بنا تھا۔ کہ جو اُن مصائب کے عمدہ نتائج پر نظر رکھے گا سعادت حاصل کرے گا جو کھیتی کی عمدہ پیداوار کو دیکھے گا وہ کھیتی میں محنت کرے گا۔ زانکہ۔ انجام بیں سمجھتا ہے کہ دنیا آخرت کا کھیت ہے جو یہاں بوئیگا وہاں کاٹے گا۔

[۲] ہیچ عقدے۔ جس طرح دنیا خود مقصود نہیں بلکہ آخرت کا ذریعہ ہے اسی طرح کوئی بھی معاملہ صرف معاملہ کیلئے نہیں ہوتا ہے بلکہ اس کا مقصد نفع اور فائدہ اٹھانا ہوتا ہے۔ منکر۔ کوئی شخص کسی حقیقت کا انکار محض انکار کے لئے نہیں کرتا بلکہ اسکے پیش نظر بالمقابل کی مغلوبیت اور اپنی فوقیت ہوتی ہے۔

[۳] واں فزونی۔ برتری بھی انسان کا خود مقصود نہیں ہوتا بلکہ اور نتائج مقصود ہوتے ہیں۔ صور۔ یعنی کام کی محض صورت اس وقت لذت بخش ہوتی ہے جبکہ اس میں کوئی مقصد مضمر ہو۔ چرا ایں میکنی۔ کام کرنے والے سے لوگ پوچھتے ہیں تو کیوں کام کرتا ہے تو اُن کا مقصد اس کے اصل مقصود کو دریافت کرنا ہوتا ہے۔ کہ صور۔ معاملوں کی ظاہری صورت کی مثال تیل کی سی ہے اور اصل مقصود کی مثال تیل سے پیدا ہونے والی روشنی ہے۔

ورنہ۔ اگر ہر معاملہ کی ظاہری صورت مقصود ہوتی تو کیوں کا سوال نہ کیا جاتا۔ نقش۔ جب یہ ثابت ہو گیا کہ معاملہ کی محض صورت مقصود نہیں ہے تو اب سمجھ کہ آسمان اور دنیا کے پیدا کرنے سے اُن کی صورت مقصود نہیں ہے بلکہ اُن کی پیدائش میں حکمتیں پوشیدہ ہیں۔

گر حکیمے نیست ایں ترتیب چیست — ورحکیمے ہست چوں فعلش تہی ست

اگر وہ (خالق) صاحبِ حکمت نہیں ہے تو یہ کائنات کی ترتیب کیسی ہے؟ — اور اگر وہ حکمت والا ہے تو اُس کا فعل حکمت سے کب خالی ہے؟

کس نسازد نقش گرمابہ خضاب — جز پئے قصدِ صواب و ناصواب

کوئی شخص حمام کی تصویر کو رنگین نہیں بناتا ہو — کسی مقصد کے بغیر خواہ وہ مقصد درست ہو یا درست نہ ہو

ہرچہ بینی در جہاں از آیتے — ہست بہرِ معنیے و حکمتے

دنیا میں تو جو بھی کوئی نشانی دیکھے — وہ کسی معنی اور حکمت کے لئے ہے

مطالبت کردنِ موسیٰؑ از حضرتِ عزّت کہ لِمَ خَلَقْتَ خَلْقًا

حضرت موسیٰ کا اللہ تعالیٰ سے سوال کرنا کہ تو کیوں ایک مخلوق کو پیدا کرتا ہے

فَاَھْلَکْتَہٗ، وَاَحْرَقْتَہٗ وجواب آمدن از حضرتِ عزّت

پھر تو اُس کو اُلٹا تباہ کردیتا ہے؟ اور اللہ تعالیٰ کی جانب سے جواب آنا

گفت موسیٰؑ اے خداوندِ حساب — نقش کردی باز چوں کردی خراب

(حضرت) موسیٰؑ نے عرض کیا اے حساب کے مالک — تو نے صورت بنائی پھر اُس کو کیوں تباہ کیا؟

نر و مادہ نقش کردی جاں فزا — وانگہے ویراں کنی ایں راچرا

تو نے حسین نر اور مادہ بنائے — پھر تو ویران کردیتا ہے یہ کیوں ہے؟

گفت حق دانم کہ ایں پرسش ترا — نیست از انکار و غفلت وزہوا

اللہ (تعالیٰ) نے فرمایا میں جانتا ہوں کہ تیرا یہ سوال — انکار اور غفلت اور نفسانی خواہش کی وجہ سے نہیں ہے

ورنہ تادیب و عتابت کردمے — بہرِ ایں پرسش ترا آزردمے

ورنہ تجھے سزا دیتا اور غصہ کرتا — اس سوال پر تجھے تکلیف پہنچاتا

لیک می خواہی کہ در افعالِ ما — باز جوئی حکمت و سرِّ قضا

لیکن تو چاہتا ہے کہ ہمارے کاموں میں — حکمت اور فیصلہ کا راز معلوم کرے

تا ازاں واقف کنی مر عام را — پختہ گردانی بدیں ہر خام را

تاکہ تو اس سے عوام کو باخبر کرے — اس سے ہر کچے کو پکّا بنائے

قاصداً سائل شدی در کاشفی — بہرِ عامہ ارچہ تو زاں واقفی

وضاحت کے لئے تو قصداً سائل بنا ہے — عوام کے لئے، اگرچہ تو اس سے واقف ہو

زانکہ نیمِ علم آمد ایں سوال — ہر برونے را نباشد ایں مجال

یہ سوال نصف علم ہے — ہر باہری شخص کی یہ مجال نہیں ہے

لـ گر حکیمے۔ حکمت والا کا کوئی فعل حکمت سے خالی نہیں ہوتا آسمان اور دنیا کا پیدا کرنیوالا حکیم ہے کائنات کا نظام اور ترتیب یہ بتاتی ہے۔ کس۔ حمام میں جو تصویریں بنائی جاتی ہیں اُن کا بھی کوئی مقصد ہے خواہ صحیح ہو یا غلط۔ ہرچہ۔ دنیا میں ہر چیز کے پیدا کرنے میں حکمت مضمر ہے۔

لـ مطالبت۔ اس قصہ کا مقصد مخلوقات میں حکمت الٰہی کا بیان کرنا ہے۔ گفت۔ حضرت موسیٰؑ نے عرض کیا اے خدا تو انسانوں کو پیدا کرتا ہے پھر مار دیتا ہے اس میں کیا حکمت ہے۔ خداوندِ حساب یعنی یومِ حساب کے مالک۔

لـ گفت حق۔ حضرت حق تعالیٰ نے فرمایا چونکہ تیرا یہ سوال انکار اور غفلت پر مبنی نہیں ہے اس لئے میں درگذر کرتا ہوں ورنہ سزا دیتا تو اسلئے معلوم کر رہا ہو تاکہ عوام کو ہماری حکمتوں سے آگاہ کرے ورنہ تجھے مخلوق کے پیدا کرنے میں ہماری حکمتیں معلوم ہیں۔ زانکہ سوال علم کے منافی نہیں ہے بلکہ مشہور ہے اَلسُّوَالُ نِصْفُ الْعِلْمِ یعنی کسی چیز کے بارے میں دریافت کرنا اُس چیز کا آدھا علم حضرت موسیٰ حکمتوں سے واقف تھے۔

ہم سوال از علم خیزد ہم جواب سوال بھی اور جواب بھی علم سے پیدا ہوتا ہے	ہمچنانکہ خار و گل از خاک و آب جس طرح مٹی اور پانی سے کانٹا اور پھول
ہم ضلال از علم خیزد ہم ہُدے گمراہی بھی علم سے پیدا ہوتی ہے اور ہدایت بھی	ہمچنانکہ تلخ و شیریں از نمے جیساکہ تری سے تلخ اور شیریں
ز آشنائی خیزد ایں بغض و ولا یہ بغض اور دوستی تعارف سے پیدا ہوتی ہے	وز غذائے خوش بود سُقم و شفا بیماری اور شفا اچھی غذا سے (پیدا) ہوتی ہے
مستفید اعجمی شد آں کلیم وہ کلیم (اللہ) ناواقف کو فائدہ حاصل کرنیوالا بنانیوالے بنے	تا عجمیاں را کند زیں سر علیم تاکہ ناواقفوں کو اس راز سے باخبر کریں
ما ہم از وے اعجمی سازیم خویش ہم بھی اپنے آپ کو اس سے ناواقف بناتے ہیں	پاسخش آریم چوں بیگانہ پیش بیگانوں کی طرح اُس کا جواب پیش کرتے ہیں
خر فروشاں خصم یکدیگر شدند گدھا بیچنے والے ایک دوسرے کے مقابل بنے	تا کلید قفل آں عقد آمدند یہاں تک کہ اس معاملہ کے قفل کیلئے کنجی بنگئے
پس بفرمودش خدا اے ذو لباب پھر اُن سے خدا نے فرمایا اے عقلمند!	چوں بپرسیدی بیا بشنو جواب جبکہ تونے سوال کیا ہے، آ جواب سن
موسیا تخمے بکار اندر زمیں اے موسیٰ! زمین میں بیج بو دے	تا کہ تو خود وادہی انصاف ایں تاکہ تو خود اس کا انصاف کرلے
چونکہ موسیٰ کشت و شد کشتش تمام جب حضرت موسیٰؑ نے کھیتی بوئی اُنکی کھیتی پوری ہوگئی	خوشہایش یافت خوبی و نظام اُسکے خوشوں نے اچھائی اور عمدگی حاصل کرلی
داس بگرفت و مر آں را می برید اُنھوں نے درانتی لی اور اُس کو کاٹ لیا	پس ندا از غیب در گوشش رسید تو اُن کے کان میں غیب سے آواز آئی
کہ چرا کشتے کنی و پروری کہ تو کیوں بوتا ہے اور پرورش کرتا ہے؟	چوں کمالے یافت آں را می بری جب وہ مکمل ہو جاتی ہے تو اُسکو کاٹتا ہے
گفت یارب زاں کنم ویران و پست (موسیٰؑ نے) عرض کیا اے خدا! میں (کھیت کو) ویران اور پست کرتا ہوں	کہ درینجا دانہ ہست و کاہ ہست کہ اس میں دانہ بھی ہے اور بھوسا بھی ہے

حضرت موسیٰؑ سے دریافت کیا کہ تم نے خود کھیتی بوئی اور پھر اب اُس کو کیوں کاٹ ڈالا۔ گفت۔ حضرت موسیٰؑ نے عرض کیا کہ کھیتی کے پکنے پر اُس میں دانہ اور بھوسا تھا اور دونوں کو ملا جُلا رہنا مناسب نہ تھا حکمت کا تقاضہ یہی تھا کہ دونوں کو علیحدہ علیحدہ کردیا جائے۔

۵۱ ہم سوال۔ کسی چیز کا علم ہوجانے کے بعد بھی اُس کے بارے میں سوال وجواب ہو سکتا ہے یہ دونوں متضاد باتیں ایسی ہی ہیں، جیسا کہ مٹی سے پھول بھی اُگتا ہے اور کانٹا بھی۔ ہم ضلال۔ علم ہی گمراہی اور ہدایت کا سبب بنتا ہے جیساکہ نمی اور تری ہی پھل میں تلخی بھی پیدا کرتی ہے اور شیرینی بھی، ملاقات اور تعارف سے دشمنی اور دوستی پیدا ہوتی ہے اور غذا سے بیماری اور صحت پیدا ہوتی ہے۔

۵۲ مستفید۔ حضرت حق نے فرمایا کہ موسیٰؑ ناواقفوں کو حکمتوں سے واقف کرنا چاہتا ہے اس لئے تجاہل عارفانہ برت رہا ہے ہم بھی اس کے علم سے انجان بن کر اس کو جواب دیتے ہیں۔ خر فروشاں۔ دنیا میں یہ طریقہ رائج ہے کہ تجاہل برت کر معاملہ کو حل کر لیتے ہیں گدھا بیچنے والے آپس میں فرضی طور پر ایسی باتیں شروع کردیتے ہیں کہ گاہک گدھا خرید لیتا ہے۔

۵۳ موسیا۔ حضرت موسیٰؑ کو جواب دینے سے قبل حضرت حق تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ سے وہ عمل کرایا جس میں خود جواب پوشیدہ تھا تاکہ جواب اچھی طرح اُن کی سمجھ میں آجائے حضرت موسیٰؑ سے کہا کہ تم کھیتی بو دو اور جب کھیتی تیار ہوگئی تو اُنھوں نے اس کھیتی کو کاٹ ڈالا۔ کہ چرا۔ اللہ تعالیٰ نے

دانہ لایق نیست در انبارِ کاہ — کاہ در انبارِ گندم ہم تباہ

دانہ کا بھوسے کے انبار میں رہنا مناسب نہیں ہے — بھوسا بھی گیہوں کے ڈھیر میں برباد ہوتا ہے

نیست حکمت[2] این دو را آمیختن — فرق واجب می کند در بیختن

اِن دونوں کو ملائے رکھنا دانائی نہیں ہے — وہ (دانائی) چھاننے میں جدا کر دینا ضروری بتاتی ہے

گفت[1] این دانش تو از کہ یافتی — کہ بدانش بیدرے بر ساختی

(اللہ تعالیٰ نے) فرمایا کہ یہ سمجھ تو نے کس سے حاصل کی؟ — کہ عقل کی وجہ سے تم نے کھلیان بنایا

گفت تمییز مرا تو دادی اے خدا — گفت پس تمییز چون نبود مرا

حضرت موسیٰؑ نے عرض کیا اے خدا تو نے مجھے سمجھ عطا کی — (اللہ تعالیٰ نے) فرمایا تو پھر مجھ میں سمجھ کیوں نہ ہوگی؟

در خلائق روحہای پاک ہست — روحہای تیرہ و گلناک ہست

مخلوق میں پاک روحیں ہیں — کالی اور مٹی میں سنی ہوئی روحیں ہیں

این[2] صدفہا نیست در یک مرتبہ — در یکے دُر ست و در دیگر شبہ

یہ سیپیاں ایک طرح کی نہیں ہیں — ایک میں موتی ہے دوسری میں پوتھ ہے

واجب ست اظہارِ این نیک و تباہ — ہمچنان کاظہارِ گندمہا ز کاہ

نیک اور برباد کا واضح کرنا ضروری ہے — جس طرح گیہوں کا بھوسے سے الگ کرنا

بہرِ اظہار ست این خلقِ جہان — تا نماند گنجِ حکمتہا نہان

دنیا کا پیدا کرنا ظاہر کرنے کے لئے ہے — تاکہ حکمتوں کا خزانہ پوشیدہ نہ رہے

کُنتُ[3] کنزًا گفت مخفیًا شنو — جوہرِ خود گم مکن اظہار شو

سُن (اللہ تعالیٰ نے) فرمایا میں چھپا ہوا خزانہ تھا — تو اپنے جوہر کو برباد نہ کر اُس کو ظاہر کر

بیانِ آنکہ روحِ حیوانی و عقلِ جزوی و وہم و خیال بر مثالِ دوغند

اس کا بیان کہ حیوانی روح اور جزوی عقل اور وہم اور خیال چھاچھ جیسے ہیں

در روحِ وحی کہ باقی ست دریں دوغ ہمچوں روغن پنہاں

اور وحی کی روح جو باقی رہنے والی ہے اس چھاچھ میں پوشیدہ گھی کی طرح ہے

جوہرِ صدقت خفی شد در دروغ — ہمچو طعمِ روغن اندر طعمِ دوغ

تیری سچائی کا جوہر جھوٹ میں چھپ گیا — جس طرح گھی کا مزا، چھاچھ کے مزے میں

میں جو موتی ہے اُس کو ضائع نہ کرنا چاہیئے۔ بیان۔ مولانا ارشادی مضمون میں اب یہ بتانا چاہتے ہیں کہ روح جسم میں اسی طرح پوشیدہ ہے جس طرح مسکا چھاچھ میں پوشیدہ ہوتا ہے۔ دروغ۔ جھوٹ یعنی جسم فانی۔ دوغ۔ چھاچھ۔

[1] گفت۔ حضرتِ حق نے فرمایا کہ یہ عقل تم نے کہاں سے حاصل کی حضرت موسیٰؑ نے عرض کیا کہ یہ دانش اور عقل آپ کی عطا کردہ ہے۔ حضرت حق تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ دانش پھر مجھ میں کیوں نہ ہوگی۔ در خلائق۔ اب اللہ تعالیٰ نے اصل جواب دیا کہ انسانوں کی روحیں دو قسم کی ہیں، ایک پاک ایک ناپاک۔

[2] این صدفہا۔ سب انسانی جسم ایک رتبہ کے نہیں ہیں، کسی جسم میں موتی جیسی روح ہے کسی جسم میں گنج کے پوتھ کی طرح ہے۔ واجب۔ اِن روحوں کو بھی اسی طرح ایک دوسرے سے علیحدہ کر دینا مناسب ہے جس طرح گیہوں کو بھوسے سے تاکہ نیک روحیں جنت میں چلی جائیں اور بُری روحیں دوزخ میں۔ بہرِ اظہار۔ پہلی حکمت تو بتانے کی تھی، پیدا کرنے کی حکمت یہ ہے کہ ہماری صفات کا اظہار ہو جائے۔

[3] کنت۔ حدیث قدسی ہے کُنتُ کَنزًا مَخفِیًّا فَاَحبَبتُ اَن اُعرَفَ فَخَلَقتُ الخَلقَ میں پوشیدہ خزانہ تھا میں نے چاہا کہ میں پہچانا جاؤں لہٰذا میں نے مخلوق کو پیدا کیا، مخلوقات مظہرِ صفات خداوندی ہے۔ جوہرِ خود۔ انسان کے جسم

آں دروغت ایں تنِ فانی بُوَد
وہ تیرا جھوٹ، یہ فنا ہونے والا جسم ہے

راستت[1] آں جانِ ربّانی بُوَد
تیری سچائی، خدائی روح ہے

سالہا[2] ایں دوغِ تن پیدا و فاش
برسوں یہ جسم کی چھاچھ ظاہر اور کھلی رہتی ہے

روغنِ جاں اندر و فانی ولاش[3]
روح کا روغن اُس میں فنا اور معدوم ہوتا ہے

تا فرستد[4] حق رسولِ بندہ
یہانتک کہ اللہ (تعالیٰ) کسی رسول بندہ کو بھیجتا ہے

دُوغ را در خُمرہ[5] جُنبانندہ
چھاچھ کو مشکی میں بلونے والے کو

تا بجُنباند بہنجار و بفن
یہانتک کہ وہ طریقے اور تدبیر سے بلوئے

تا بدانم من کہ پنہاں بُود مَن
تاکہ میں جان لوں کہ شہد پوشیدہ تھا

یا کلامِ[6] بندہ کاں جزوِ اوست
یا اُس بندہ کا کلام جو اُس (نبی) کا جزو ہے

در رود در گوشِ آنکو وحی جوست
اُس کان میں پہنچے جو وحی کا طالب ہے

اُذنِ[7] مؤمن وحیِ ما را واعی است
مومن کا کان ہماری وحی کی حفاظت کرنیوالا ہے

آنچناں گوشے قرینِ داعی است
ایسا کان نبی کا ساتھی ہوتا ہے

آنچناں کہ گوشِ طفل از گفتِ مام[8]
جیسے کہ بچہ کا کان ماں کی باتوں سے

پُر شود ناطق شود او در کلام
بھرتا ہے تو وہ بات چیت میں بول پڑتا ہے

ور نباشد[9] طفل را گوشِ رَشد
اگر بچے کے صحیح کان نہ ہو

گفتِ مادر نشنود گنگے شود
وہ ماں کی بات نہیں سُنتا گونگا ہو جاتا ہے

دائماً[10] ہر کرِ اصلی گنگ بُود
اصلی بہرا ہمیشہ گونگا ہوتا ہے

ناطق آں کس شد کہ از مادر شنود
بولنے والا وہ شخص ہوتا ہے جو ماں سے (بات) سنتا ہے

وانکہ[11] گوشِ کرّ و گنگ از آفتےست
وہ شخص جو بہرا اور گونگا ہے کسی آفت کیوجہ سے

زانکہ در گوشش رسیدہ علتےست
کیونکہ اُسکے کان میں کوئی بیماری پیدا ہو گئی ہے

کہ پذیرائیِ دم و تعلیم نیست
جو آواز اور تعلیم کو قبول کرنیوالی نہیں ہے

لاجرم مر نطق را تسلیم نیست
(تو) لامحالہ وہ بولنے کے قابل نہیں ہے

آنکہ[12] بے تعلیم بُد ناطق خداست
جو بغیر تعلیم کے بولنے والا ہے وہ خدا ہے

کہ صفاتِ اُو ز علتہا جُداست
کیونکہ اُسکی صفات علتوں سے پاک ہیں

یا چو آدمؑ کردہ تلقینش خُدا
یا آدمؑ جیسا، جس کو خدا نے پڑھایا

بے حجابِ مادر و دایہ وُرا
اُس کی ماں اور دایہ کے واسطہ کے بغیر

---

[1] راستت۔ سچ یعنی روح۔
[2] سالہا۔ کافی وقت ایسا گذرتا ہے جس میں روح جسم میں گم رہتی ہے۔
[3] لاش۔ لاشی معدوم۔
[4] تا فرستد۔ اللہ تعالیٰ رسولوں کو بھیجتے ہیں تاکہ وہ جسم کی چھاچھ کو بلو کر روح کا مسکہ اُس کو نکالیں۔
[5] خمرہ۔ چھوٹی مشکی۔ اِس کا ترجمہ مختلف شارحوں نے مختلف کیا ہے ہم نے شہد ہے کیا ہے اس سے مراد روح ہے۔
[6] یا کلام۔ روح کی تربیت رسول کرتے ہیں یا وہ لوگ کرتے ہیں جو رسولوں کیلئے بمنزلہ جزو کے ہوتے ہیں۔
[7] اُذن۔ قرآن پاک میں ہے وَتَعِيَهَا أُذُنٌ وَاعِيَةٌ اور اُسی وحی کو محفوظ رکھنے والے کان محفوظ کر لیتے ہیں۔ داعی یعنی رسول یا وہ شخص جو اُن کا جزو ہے۔
[8] مام۔ ماں یعنی بچہ ماں کی بات کو سنتا ہے اور پھر خود بولنے لگتا ہے۔
[9] ور نباشد۔ جس بچہ کے کان میں سننے کی صلاحیت نہیں ہوتی وہ گونگا ہو جاتا ہے۔
[10] دائماً۔ عموماً بہرا اگر گونگا اسی وجہ سے ہوتا ہے کہ وہ ماں کی بات نہیں سن پاتا۔
[11] وانکہ۔ جو بچہ بہرا اور گونگا ہوتا ہے وہ اسی وجہ سے ہوتا ہے کہ اسکے کان میں کوئی بیماری ہوتی ہے جسکی وجہ سے وہ ماں کی بات نہیں سنتا ہے۔ تسلیم۔ قابل۔
[12] آنکہ۔ مخلوقات سن کر بولنے پر ہاں کی تعلیم سے قادر ہوتی ہے بغیر تعلیم کے بولنے والی صرف ذات خدا وندی ہے۔

یا مسیحے[1] کو بہ تعلیمِ وَدُود — دَر ولادت ناطق آمد در وُجود
یا مسیح کہ وہ خدا کی تعلیم سے — پیدائش کے وقت بولنے لگے

از برایِ دفعِ تہمت دَر وِلاد — کہ نہ زادست از زنا و از فساد
پیدائش کی تہمت کو دفع کرنے کے لئے — کہ وہ زنا اور خرابی سے پیدا نہیں ہوئے ہیں

جُنبشے بایست اندر اِجتہاد — تا کہ دوغ آں روغن از دل باز داد
کوشش میں حرکت چاہئیے — تاکہ چھاچھ مُسکے کو اندر سے واپس دیدے

روغن اندر دوغ باشد چوں عدم — دوغ در ہستی برآوردہ عَلَم
مُسکا، چھاچھ میں معدوم جیسا ہوتا ہے — چھاچھ، وجود میں جھنڈا بلند کئے ہوئے ہے

آنکہ ہستت می نماید ہست پوست — وانکہ فانی می نماید اصل اُوست
جو تجھے موجود نظر آتا ہے وہ چھلکا ہے — جو معدوم نظر آتا ہے وہ اصل ہے

دوغِ روغن ناگرفت ست وکُہن — تا نہ بگزینی بنہ خرجش مکُن
مُسکا، نہ نکالی ہوئی اور پُرانی چھاچھ — جب تک تو نکال نہ لے اسکو رکھ چھوڑ خرچ نہ کر

ہیں[2] بگردانش بدانش دست دست — تا نماید انچہ پنہاں کردہ است
خبردار، سمجھداری سے اسکو ہاتھ سے خوب چلا — تاکہ وہ اُس کو نمایاں کردے جو اُسنے چھپایا ہو

زانکہ ایں فانی دلیلِ باقی است — لابہ مستاں دلیلِ ساقی ست
کیونکہ یہ فانی، باقی کی دلیل ہے — مستوں کی خوشامد ساقی کی دلیل ہے

روغن[3] اندر دوغ پنہاں میشود — ہر چہ می سازی تو اُش آں میشود
مُسکا چھاچھ میں چھپ جاتا ہے — تو جو اُس کا بنائے گا وہ بن جائے گا

مثالِ دیگر ہمدریں معنیٰ
دوسری مثال اسی معنیٰ میں

ہست بازیہایِ آں شیرِ عَلَم — مُخبرے از بادہایِ مکتتم
جھنڈے کے شیر کے کھیل کود — چھپی ہوئی ہواؤں کی خبر دینے والے ہیں

گر نبودے جُنبشِ آں بادہا — شیرِ مُردہ کے بجَستے در ہوا
اگر اُن ہواؤں کی حرکت نہ ہوتی — بے جان شیر ہوا میں کب کودتا؟

موجود مخفی چیز کے وجود کی دلیل بنتا ہے۔ ہست۔ جھنڈے کے پھریرے پر شیر کی تصویر بناتے ہیں پھریرے کا ہلنا اور شیر کی تصویر کا مختلف طریقوں پر متحرک ہونا ہوا کے وجود کی دلیل ہے۔

[1] یا مسیحے۔ حضرت مسیح بھی بغیر تعلیم کے اپنے اوپر سے تہمت دفع کرنے کیلئے تعلیمِ خداوندی سے بول پڑے۔ جُنبشے۔ جس طرح چھاچھ سے مُسکا نکالنے کیلئے چھاچھ کا بلونا ضروری ہے اسی طرح روح کے اظہار کے لئے جسم کو مجاہدات کے ذریعہ بلونا ضروری ہے۔ روغن۔ مُسکا چھپا ہوا ہے چھاچھ ظاہر ہے۔ آنکہ۔ جو ظاہر ہے یعنی جسم وہ بمنزلہ چھلکے کے ہے۔ فانی۔ روح جو نظر نہیں آتی ہے وہ بمنزلہ مُسکے کے ہے۔ دوغ۔ جس چھاچھ میں سے مُسکا نہ نکالا گیا ہو اُس کو محفوظ رکھنا چاہئیے تاکہ مُسکا نکالا جاسکے اُس کو خرچ نہ کرنا چاہئیے۔

[2] ہیں۔ جسم کو خوب اچھی طرح بلونا چاہئیے تاکہ وہ روح کو ظاہر کردے۔ زانکہ۔ روح کے مخفی ہونے کی وجہ سے اُس کو معدوم نہ سمجھ لینا یہ جسم فانی اُس روح باقی کی دلیل ہے۔ روح جب تک جسم میں ہے جسم سے وہ افعال صادر ہوتے ہیں جو روح کے نکلنے کے بعد ختم ہو جاتے ہیں تو معلوم ہوا کہ روح کوئی چیز تھی لابہ مستاں۔ مست ساقی کی خوشامد کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ ساقی موجود ہے

[3] روغن۔ روح جسم میں چھپی ہوئی ہے تو اُس کو جیسا بنائے گا وہ ویسی بن جائیگی۔ مثالِ دیگر۔ اس مثال سے بھی یہی سمجھانا ہے کہ ظاہر ہو

زانؔ شناسی باد را کہ آں صباست
اِس سے تو ہوا کو پہچان لیتا ہے کہ وہ پُروا ہے

یا دبور ست ایں بیانِ آں خفاست
یا پچھوا ہے، یہ اُس پوشیدہ کا اظہار ہے

ایں بدن مانندِ آں شیرِ علم
یہ بدن جھنڈے کے شیر کی طرح ہے

فکر می جنبانَد اُو را دمبدم
فکر اُس کو لمحہ بہ لمحہ حرکت دیتا ہے

فکر کاں از مشرق آمد آں صباست
جو فکر مشرق کی جانب سے آئے وہ پُروا ہے

وانکہ از مغرب دبورِ با وباست
اور جو مغرب کی جانب سے وہ بیماری بھری پچھوا ہے

مشرقِ ایں بادِ فکرت دیگرست
تیرے فکر کی اِس ہوا کی مشرق دوسری ہے

مغربِ ایں بادِ فکرت زاں سرست
تیرے اِس فکر کی ہوا کی مغرب اِس جانب ہے

خورؔ جماد ست و بُوَد شرقش جماد
سورج جماد ہے، اُس کی مشرق جماد ہے

جانِ جانِ جاں بُوَد شرقش فواد
جان کی جان کی جان کا مشرق دل ہے

شرقِ خورشیدے کہ شُد باطن فروز
اُس سورج کی مشرق جو دل کو روشن کرنیوالا ہے

قشر و عکسِ آں بُوَد خورشیدِ روز
دن کا سورج اُس کا چھلکا اور عکس ہے

زانکہ چوں مُردہ بُوَد تن بے لہب
اس لئے کہ جب بے نور جسم مردہ ہو جاتا ہے

پیشِ اُو نے روز بنماید نہ شب
اُس کے سامنے نہ دن رونما ہوتا ہے نہ رات

ور نہ باشد آں چو باشد ایں تمام
اگر وہ نہ رہے، اور یہ مکمل ہو

بے شب و بے روز دارد انتظام
تو بغیر شب و روز، وہ منتظم رہے گا

ہمچنانکہؔ چشم می بیند بخواب
جیسا کہ نیند میں آنکھ دیکھتی ہے

بے مہ و خورشید و ماہ و آفتاب
چاند اور سورج کے بغیر چاند اور سورج کو

نومِ ما چوں شد اَخُ الموت اے فلاں
اے فلاں! جبکہ ہماری نیند موت کی بہن ہے

زیں برادر آں برادر را بداں
اِس بھائی کو اُس بھائی سے سمجھ لے

ور بگویندتؔ کہ ہست آں فرعِ ایں
اگر وہ تجھ سے کہیں کہ وہ اِس کی فرع ہے

مشنو آں را اے مقلدِ بے یقیں
اے بے یقین مقلد اُس کو نہ سُن

می بہ بیند خواب جانت وصفِ حال
تیری روح نیند میں اُس حالت کے اوصاف دیکھتی ہو

کہ بہ بیداری نہ بینی بیست سال
کہ تو بیداری میں بیس سال بھی نہیں دیکھ سکتا

خواب میں وہی چیزیں نظر آتی ہیں جو انسان نے سورج اور چاند کی روشنی میں دیکھی تھیں لہٰذا یہ کہنا کہ روح اپنے دیکھنے میں چاند، سورج سے بے نیاز ہے غلط ہے تو اُس کی بات نہ ماننا۔ می بہ بیند۔ انسان خواب میں وہ مناظر اور صورتیں دیکھتا ہے جو وہ کوشش سے بھی چاند سورج کی روشنی میں نہیں دیکھ پاتا۔

لہ زاں۔ غیر کی حرکتوں سے انسان سمجھ لیتا ہے کہ پُروا ہوا چل رہی ہے یا پچھوا۔ ایں بدن۔ انسانی جسم کو جھنڈے کا شیر سمجھو اور فکر و ارادہ جو روح سے پیدا ہوتا ہے اُس کو ہوا جیسا سمجھو۔ فکر۔ انسان کے جو خیالات مشرق سے آئیں اُن کو صبا اور جو مغرب سے آئیں انکو دبور کہنا چاہئے۔ مشرق۔ لیکن فکر کی ہوا کا مشرق اور مغرب یہ مشرق اور مغرب نہیں ہے۔

لہ خور۔ ہوا ایک بے روح چیز ہے اُس کا مشرق بھی بے روح ہے، روح جس سے فکر پیدا ہوا ہے اُس کا مشرق قلب ہے۔ شرقِ خورشیدے۔ رُوح جس نے قلب کو روشن کیا ہے یہ دن کا خورشید اُس کا چھلکا اور عکس ہے۔ زانکہ۔ اگر دل کو روشن کرنے والا خورشید یعنی روح نہ ہو تو پھر دن رات نظر نہیں آتے ہیں اور دنیا کا سورج بیکار ہو جاتا ہے۔ ور نہ۔ سورج نہ ہو اور روح پاکیزہ ہو تو انسان سب کچھ دیکھ لیتا ہے اور اُس کا کام منتظم ہوتا ہے۔

لہ ہمچنانکہ۔ روح خواب میں بغیر چاند سورج کے سب کچھ دیکھتی ہے۔ نوم۔ مشہور مقولہ ہے "اَلنَّوْمُ اَخُ الْمَوْتِ" نیند موت کی بہن ہے لہٰذا جب نیند کی حالت میں انسان سب کچھ دیکھتا ہے تو مرنے کے بعد بھی سب کچھ دیکھ سکتا ہے۔ ور بگویندت۔ اگر کوئی یہ کہے کہ

درپئے تعبیرِ آں تو عمرہا
تو اُس کی تعبیر کے لئے سالوں

میدوی سوئے شہانِ بادہا
عقلمند شاہوں کے پاس دوڑتا پھرتا ہے

کہ بگو آں خواب را تعبیر چیست
کہ بتائیے اُس خواب کی کیا تعبیر ہے؟

فرع گفتن اینچنیں سِرّ را سگی ست
اس طرح کے راز کو فرع کہنا کُتّا پن ہے

خوابِ عام ست ایں و خود خوابِ خواص
یہ عوام کا خواب ہے اور خود خواص کا خواب

باشد اصلِ اجتبا و اختصاص
برگزیدگی اور خصوصیت کی اصل ہے

پیل باید تا چو خُسپد اُوستاں
ہاتھی ہونا چاہیئے تاکہ جب وہ چت سوئے

خواب بیند خطۂ ہندوستاں
ہندوستان کے خطہ کو خواب میں دیکھے

خر نہ بیند ہیچ ہندوستاں بخواب
گدھا خواب میں کبھی ہندوستان کو نہیں دیکھتا ہے

خر ز ہندوستاں نکردہ ست اغتراب
گدھے نے ہندوستان سے سفر نہیں کیا ہے

جان ہمچو پیل باید نیک و زفت
روح ہاتھی جیسی اچھی اور بھاری چاہیئے

تا بخواب اُو ہند داند رفت تفت
تاکہ وہ خواب میں تیزی سے ہندوستان جا سکے

ذکرِ ہندستاں کُند پیل از طلب
ہاتھی طلب میں ہندوستان کی یاد کرتا ہے

پس مُصوّر گردد آں ذکرش بشب
تو اُسکی یاد شب میں مُصوّر ہو جاتی ہے

اُذکُرُوا اللہ کارِ ہر اوباش نیست
"اللہ کی یاد کرو" ہر آوارہ کا کام نہیں ہے

اِرجِعِی بر پای ہر قلّاش نیست
"لوٹ جا" ہر مفلس کے پاؤں کیلئے نہیں ہے

لیک تو آیس مشو ہم پیل باش
لیکن تو مایوس نہ ہو، ہاتھی بن

ور نہ پیلی درپئے تبدیل باش
اگر تو ہاتھی نہیں ہے، تبدیل کے درپے ہو

کیمیا سازانِ گردوں را بہ بیں
آسمان کے کیمیا گروں کو دیکھ

بشنو از مینا گراں ہر دم طنیں
ہر وقت صناعوں کی آواز سن

نقشبند انند در جوّ فلک
آسمان کی فضا میں نقاش موجود ہیں

کارساز انند بہرِ لی و لک
وہ میرے اور تیرے لئے کاریگری کرتے ہیں

گر نہ بینی خلقِ مُشکیں جیب را
اگر تو مشکیں گریبان والوں کو نہیں دیکھتا ہے

بنگر اے شب کور ایں آسیب را
تو اے رات کے اندھے، اس اثر کو دیکھ لے

---

۳ اِلٰی رَبِّکِ رَاضِیَۃً مَّرْضِیَّۃً۔ اپنے خدا کیطرف لوٹ جا تو بھی خوش ہے اور خدا بھی تجھ سے خوش ہے۔ ۴ لیک۔ اگرچہ ہاتھی کیطرح آسان نہیں ہو لیکن مایوس نہ ہونا چاہیئے اپنے اندر تبدیلی کی کوشش کرنی چاہیئے۔ کیمیا۔ اولیاء اللہ کی صحبت اختیار کرتے تو اندر تبدیلی پیدا ہو جائیگی۔ طنین۔ جھنجھناہٹ۔ نقشبندان۔ اولیاء۔ گر نہ بینی۔ اگر تجھے اولیاء نظر نہیں آتے ہیں تو ان کے آثار دیکھ لے۔

۱ درپئے۔ اگر انسان نے وہ واقعات آنکھ سے دیکھے ہوں جو خواب میں اس نے دیکھے ہیں تو پھر کبھی تعبیر کے لئے دوڑا نہ پھرے۔ ہنذا یہ کہنا کہ خواب بیداری کی دید کا اثر ہے غلط ہے۔ خواب عام۔ یہ تو ہم عوام کے خواب کی بات کر رہے تھے خواص کا خواب تو ان کو اس سے بھی زیادہ اسرارِ غیب دکھا دیتا ہے۔ پیل باید۔ ہاتھی ہندستان کا جانور ہے، جب دوسرے ملک میں وہ آرام کی نیند سوتا ہے تو وہ خواب میں ہندستان کے حسین مناظر دیکھتا ہے اور مست ہو جاتا ہے۔ مولانا فرماتے ہیں کہ اسرارِ غیبی بھی اس روح کو خواب میں نظر آئیں گے جس کا تعلق عالمِ غیب سے ایسا ہی ہو جیسا کہ ہاتھی کا ہندستان سے۔

۲ خر نہ بیند۔ گدھے میں یہ بات نہیں ہے کہ وہ ہندستان کو خواب میں دیکھے اور مست ہو جائے اس کو یہ مرتبہ بھی حاصل نہیں ہے کہ اُس کو ہندوستان سے لے جایا جائے۔ جان۔ جو روح ہاتھی کیطرح ہوگی وہ اپنے اصل وطن عالمِ غیب کو خواب میں دیکھے گی۔ ذکر۔ ہاتھی ہندستان کو یاد کرتا ہو تو اُس کی یاد اور مناظر خواب میں اسکے لئے مصوّر ہو جاتے ہیں۔ اُذکُرُوا۔ اللہ کا ذکر اور یاد روح کو ہاتھی صفت بنا دیتی ہے لیکن یہ کام ہر کمینہ کا نہیں ہے۔ ارجعی۔ قرآن پاک میں ہے کہ حضرت حق تعالیٰ پاکیزہ روح اور نفسِ مطمئنہ کو فرماتے ہیں ارجعی

ہر دم[1] آسیب ست بر ادراکِ تو　　نبتِ نو نو رُستہ بیں از خاکِ تو
تیرے احساس پر ہر وقت اثر ہے　　مٹی میں سے نئی گھاس کو اُگا ہوا دیکھ لے

زیں بُد ابراہیمِ ادہم دید خواب　　بسطِ ہندستانِ دل را بے حجاب
یہی ہوا حضرت ابراہیم ادہم نے خواب دیکھا　　دل کے ہندوستان کی وسعت کا بغیر حجاب کے

لاجرم زنجیرہا را بر درید　　مملکت برہم زد و شُد ناپدید
لامحالہ انھوں نے زنجیریں توڑ دیں　　سلطنت کو چھوڑا اور گم ہو گئے

آں نشانِ دیدِ ہندستاں بُوَد　　کہ جہد از خواب و دیوانہ شُوَد
یہ ہندوستان کے دیکھنے کی علامت ہوتی ہے　　کہ وہ نیند سے اُٹھے اور دیوانہ بن جائے

می[2] فشاند خاک بر تدبیرہا　　می دراند حلقہ و زنجیرہا
تدبیروں پر خاک ڈال دیتا ہے　　حلقہ اور زنجیریں توڑ ڈالتا ہے

ترک گیرد مُلکِ دنیا سر بسر　　جُملگی برہم زند بے دردِ سر
دنیا کی سلطنت بالکل چھوڑ دیتا ہے　　بغیر دردِ سر کے سب کو برباد کر دیتا ہے

آنچناں کہ گفت پیغمبر ز نُور　　کہ نشانش آں بُوَد اندر صُدور
جیسا کہ پیغمبرؐ نے نور کے بارے میں فرمایا ہے　　کہ سینوں میں اُس کی علامت یہ ہوتی ہے

کہ تجافی جُوید از دار الغُرور　　ہم انابت آرد از دار السُّرور
کہ وہ دنیا سے دوری چاہتا ہے　　آخرت کی طرف رجوع بھی کرتا ہے

بہرِ شرحِ ایں حدیثِ مصطفیٰ[3]　　داستانے بشنو اے یارِ صفا
آنحضورؐ کی اِس حدیث کی تشریح میں　　اے مخلص یار! ایک قصہ سُن لے

حکایتِ[3] آں بادشاہ زادہ کہ بادشاہیِ حقیقی بوے رُو نمود و یومَ
اُس شہزادے کی حکایت جس کو حقیقی بادشاہی نظر آ گئی "اور جس دن
یَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِیْهِ وَاُمِّهٖ وَاَبِیْهِ نقدِ وقتِ اُو
انسان بھاگے گا اپنے بھائی اور اپنی ماں اور اپنے باپ سے" اُس کے سامنے آ گیا
شُد بادشاہیِ ایں خاک تودہ کہ کودک طبعاں قلعہ گیری نام
اِس خاک کے ڈھیر کی بادشاہی جس کو بچوں کی سی طبیعت والے قلعے فتح کرنا کہتے
کنند آں کودکے کہ چیرہ آید بر سرِ خاک تودہ بر آید و لاف زند کہ
ہیں وہ بچہ جو غالب آ جائے مٹی کے ڈھیر پر چڑھتا ہے اور شیخی بگھارتا ہے کہ

[1] ہر دم - اولیاء اللہ کے تصرفات جاری ہیں۔ زیں - حضرت ابراہیمؒ کی روح اتنی بنی اُنھوں نے روحانی وسعت کو بغیر حجاب کے دیکھا۔۔۔۔ ہندوستان یعنی روح، اصلی وطن عالمِ غیب۔ آں نشاں۔ عالمِ غیب کے مشاہدہ کا اثر ہوتا ہے کہ انسان خواب سے دیوانہ بن کر اُٹھتا ہے۔

[2] می فشاند۔ جو عالمِ غیب کا خواب میں مشاہدہ کر لیتا ہے وہ تدبیروں پر خاک ڈال دیتا ہے۔ آنچناں حضورؐ نے فرمایا دل میں نور پیدا ہو جانے کی علامت یہ ہے کہ انسان دنیا سے متنفر اور آخرت کا مشتاق ہو جاتا ہے۔ دار الغرور - دھوکے کا گھر، دنیا۔ دار السرور - خوشی کا گھر، عالمِ آخرت۔ بہر ایں۔ اس مضمون کی تشریح کے لئے حسبِ ذیل قصہ سُن لو۔

[3] حکایت - ایک بادشاہ تھا جس نے حقیقی بادشاہت دیکھ لی اور قیامت کا منظر اُس کے سامنے آ گیا تھا۔ وہ دنیاوی بادشاہت کو بچوں کی مٹی کے ڈھیر کی بادشاہت سمجھنے لگا تھا۔ بچے کھیلنے میں مٹی کا ڈھیر لگا لیتے ہیں۔ جو بچہ کھیل میں جیت جاتا ہے وہ کود کر اُس ڈھیر پر چڑھ بیٹھتا ہے اور کہنے لگتا ہے کہ یہ میرا قلعہ ہے جو میں نے فتح کر لیا ہے اور دوسرے بچے اُس پر رشک کرنے لگتے ہیں۔

قلعہ مراست کو دکانِ دیگر بروے رشک برند کہ التراب ربیعُ
قلعہ میرا ہے دوسرے بچے اُس پر رشک کرتے ہیں کیونکہ مٹی بچوں کا موسم بہار

الصبیان آں بادشاہزادہ چوں از قیدِ رنگہا برست گفت
ہے وہ شہزادہ جب رنگوں کی قید سے چھوٹ گیا تو اُس نے کہا کہ میں

من ایں خاکہای رنگیں راہماں تودہ خاکِ ولِ میگویم و زر و
اِس رنگ برنگ خاک کو وہی بے قیمت مٹی کا ڈھیر کہتا ہوں اور سونا اور

اطلس[1] و اکسوں نمیگویم من ازیں اکسونِ رہزن رستم و بیک سو
اطلس اور اکسوں نہیں کہتا ہوں میں اِس راہزن اکسوں سے نجات پا گیا اور ایک دم

جستم و اٰتَیْنَاہُ الْحُکْمَ صَبِیًّا ارشادِ حق راہ مُرور سالہا حاجت نیست
کود گیا اور ہم نے اُس کو بچپن میں حکم عنایت کر دیا اللہ کی رہنمائی کے لئے سالوں

در قدرتِ کُن فیکون کس سخنِ قابلیت نگوید
کی ضرورت نہیں ہے "ہو جا پس ہو گیا" والی قدرت میں کوئی شخص قابلیت کی بات نہیں کرتا ہو

بادشاہے داشت یک نیبا پسر
ایک بادشاہ کے ایک حسین لڑکا تھا

ظاہر و باطن مزین از ہنر
جس کا ظاہر اور باطن ہنر سے آراستہ تھا

خواب[2] دید او کاں پسر ناگاہ بمرد
اُس نے خواب دیکھا کہ اُس کا لڑکا اچانک مر گیا ہے

صافی عالم بر آں شہ گشت دُرد
اُس بادشاہ پر صاف دنیا مکدر ہو گئی

خشک شد از تاب آتش مشکِ او
آگ کی گرمی سے اُس کی مشک (آنکھ) خشک ہو گئی

کہ نماند از تف آتش اشکِ او
آگ کی سوزش سے اُس کے آنسو نہ رہے

آنچناں پُر شد ز دود و درد شاہ
بادشاہ درد کے دھوئیں سے ایسا پُر ہو گیا

کہ تہی یابید در وے راہ آہ
کہ اُس میں آہ کو راستہ نہ ملتا تھا

خواست[3] مُردن قالبش بیکار شد
وہ مرنے لگا اُس کا جسم بیکار ہو گیا

عمر ماندہ بود شہ بیدار شد
کچھ عمر باقی رہ گئی تھی، شاہ بیدار ہو گیا

شادیے آمد ز بیداریش پیش
بیداری سے اُس میں ایسی خوشی پیدا ہوئی

کو ندیدہ بود اندر عمر خویش
کہ اُس نے عمر بھر نہ دیکھی تھی

کہ ز شادی خواست ہم فانی شدن
وہ خوشی سے مرنے کو تھا

پس مطوق آمد ایں جاں با بدن
لیکن، یہ جان بدن سے لپٹی رہی

[1] اطلس۔ ریشمین کپڑا جس پر نقش و نگار نہیں ہوتے ہیں۔ اکسوں۔ کالا دیبا۔ و بیک سو۔ انسان کے مراتب بلند ہونے میں سالہا سال کی ریاضتیں ہی ضروری نہیں ہیں بلکہ بیک وقت عروج حاصل ہو جاتا ہے۔

[2] خواب۔ اُس بادشاہ نے خواب میں دیکھا کہ اُس کا وہ حسین لڑکا مر گیا۔ آتش یعنی غم کی آگ۔ مشکِ او یعنی اُس کی آنکھیں۔ آہ یعنی آہ کرنے کی بھی اُس میں طاقت نہ رہی۔

[3] خواست۔ اُس خواب سے بادشاہ مرنے کے قریب ہو گیا اور جسم بیکار ہو گیا لیکن ابھی عمر باقی تھی لہٰذا بیدار ہو گیا۔ شادیے۔ بیدار ہو کر اُس کو ایسی خوشی ہوئی کہ عمر بھر کبھی نہ ہوئی تھی۔ کہ ز شادی۔ اب وہ خوشی سے مرا جاتا تھا انتہائی خوشی بھی موت کا سبب بن جاتی ہے۔ لیکن جسم روح کے لئے طوق بن گیا اور اُس کو پرواز نہ کرنے دیا۔ مطوق۔ وہ جس کے گلے میں طوق پہنا دیا جائے۔

از دمِ غم می بمیرد ایں[1] چراغ

یہ چراغ، غم کی پھونک سے بجھ جاتا ہے

وز دمِ شادی بمیرد اینت لاغ

اور خوشی کی پھونک سے ابھی، بجھتا ہے یہ کھیل ہے

درمیانِ ایں دو مرگ[2] اُو زندہ است

وہ اِن دو موتوں کے درمیان زندہ ہے

ایں مُطوّق شکل جای خندہ است

یہ طوق بنی ہوئی شکل ہنسنے کا مقام ہے

شاہ[3] با خود گفت شادی را سبب

بادشاہ نے سوچا خوشی کا سبب

آنچناں غم بُود از تسبیبِ رب

ایسا غم، اللہ تعالیٰ کے سبب بنانے سے تھا

ایں عجب یک جزو از یک رُوی مرگ

یہ تعجب ہے، ایک جز ایک حیثیت سے موت ہے

واں زیک رُوی دِگر احیا و برگ

وہی دوسری حیثیت سے زندہ کرنا اور سرسبزی ہے

آں یکے نسبت بداں حالت ہلاک

ایک کی نسبت سے وہ ہلاکت ہے

باز ہم از سُوی دیگر امتساک

پھر دوسرے کی نسبت سے زندگی ہے

شادیِ تن سُوی دنیاوی کمال

جسم کی خوشی دنیاوی اعتبار سے کمال ہے

سُوی روزِ عاقبت نقص و زوال

آخرت کے دن کے اعتبار سے نقص اور زوال ہے

خندہ را در خواب ہم تعبیر داں

خواب میں ہنسی کی تعبیر سمجھ لے

گریہ گوید با دریغ و اندہاں

افسوس اور غم کے ساتھ رونا کہتا ہے

گریہ را در خواب شادی و فرح

خواب میں رونے کی خوشی اور مسرت

ہست در تعبیر اے صاحب مرح

تعبیر ہے اے خوشی والے!

شاہ اندیشید کایں غم خود گذشت

شاہ نے سوچا کہ یہ غم گذر گیا

لیک جاں از جنسِ ایں بدظن بگشت

لیکن اِس جیسی چیز سے جان بدگمان ہو گئی ہے

ور رسد خارے چنیں اندر قدم

اور اگر ایسا کانٹا پاؤں میں چبھے

گر رود گل یادگارے بایدم

اگر پھول جاتا ہے، میرے لئے کوئی یادگار چاہئے

چشم زخمے زیں مبادا کہ شود

خدا کرے اِس قسم کا کوئی صدمہ نہ پہنچے

یادگارے بایدم گر او رود

اگر وہ مرجائے تو میرے لئے کوئی یادگار چاہئے

چوں فنا را شد سبب بے منتہا

جبکہ موت کے بے انتہا سبب ہیں

پس کداميں راہ را بندیم ما

تو ہم کونسے راستہ کو بند کریں گے؟

لڑکے کے مرنے کا صدمہ مجھے نہ پہنچے بہرحال احتیاط کا تقاضا ہے کہ اُس کی یادگار کا بندوبست کرلینا چاہئے۔ چونکہ موت کے سینکڑوں اسباب ہیں اُن پر قابو پانا مشکل ہے۔

---

[1] ایں چراغ۔ یہ عجب تماشہ ہے کہ چراغِ زندگی غم سے بھی بجھتا ہے اور خوشی سے بھی۔ درمیان۔ موت کے اِن دونوں سببوں کے درمیان انسان زندہ رہتا ہے اور اس پر ہنسی آتی ہے کہ انسان کا جسم روح کے گلے کا ہار بنا ہوا ہے۔ شاہ۔ بادشاہ نے سوچا کہ ایسا غمناک خواب اِس قدر خوشی کا سبب بنے۔ یہ سبب بھی اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہوتا ہے۔ ایں عجب۔ وہی خواب موت کا سبب بھی تھا اور وہی خواب زندگی اور خوشی کا سبب بھی ہوا۔

[2] آں یکے۔ بہت سی چیزیں ایسی ہی ہیں کہ وہ ایک جانب موت کا سبب بنتی ہیں تو دوسری جانب زندگی کا سبب بھی بنتی ہیں۔ شادیِ تن جسم کی خوشی دنیاوی اعتبار سے کمال ہے آخرت کے اعتبار سے زوال ہے۔ خندہ۔ تعبیر دینے والے خواب میں ہنسی کی تعبیر رنج اور غم سے کرتے ہیں اور خواب میں رونے کی تعبیر مسرت اور خوشی سے کرتے ہیں۔

[3] شاہ۔ شاہ نے سوچا کہ اگرچہ خواب کی بات ختم ہو گئی ہے لیکن ایک بدظنی باقی ہے اب اگر خدانخواستہ لڑکا مرے تو اُس کی کوئی یادگار تو باقی رہنی چاہیے۔ گل۔ یعنی لڑکا۔ یادگار یعنی اُس کی یاد دلانے والا اُس کا لڑکا۔ چشم زخمے۔ خدا کرے

صد دریچہ و در سُوئے مرگِ لدیغ — **می کُند اندر گشادن ژیغ ژیغ**

ڈسنے والی موت کیلئے سیکڑوں کھڑکیاں اور در ہیں — جو کھولنے میں چوں چوں کرتے ہیں

ژیغ ژیغِ تلخِ آں درہائے مرگ — **نشنود گوشِ حریص از حرصِ برگ**

موت کے دروازوں کی کڑوی چوں چوں — ساز و سامان کے لالچ کی وجہ سے لالچی کا کان نہیں سنتا ہے

از سُوئے تن دردہا بانگِ در ست — **وز سُوئے خصماں جفا بانگِ در ست**

جسم کی جانب سے درد، دروازے کی آواز ہیں — مخالفوں کی جانب سے ظلم دروازے کی آواز ہو

ہیں برو بر خواں کتابِ طب را — **تا شمارِ ریگ بینی رنجہا**

خبردار! جا طب کی کتاب پڑھ — تاکہ تو ریت کی شمار کے امراض دیکھے

اے پسر بر خواں دمے فہرستِ طب — **نارِ علتہا نظر کن ملتہب**

اے بیٹا! تھوڑی دیر کے لئے طب کی فہرست پڑھ لے — بیماریوں کی آگ کو شعلہ زن دیکھ

زاں ہمہ بر من دریں خانہ رہ است — **ہر دو گامے پُر ز کژدمہا چہ است**

اس گھر میں ان سب کا میری جانب راستہ ہے — ہر دو قدم پر بچھوؤں سے بھرا ہوا کنواں ہے

باد تند است و چراغم ابترے — **زو بگیرانم چراغِ دیگرے**

ہوا تیز ہے اور میرا چراغ ناقص ہے — میں اس سے ایک دوسرا چراغ حاصل کر لوں

تا بود کز ہر دو یک وافی شود — **گر بباد آں یک چراغ از جا رود**

تاکہ دونوں میں سے ایک باقی رہے — اگر ہوا سے، ایک چراغ بجھ جائے

ہمچو عارف کز تنِ ناقص چراغ — **شمعِ دل افروخت از بہرِ فراغ**

جیسا کہ عارف (باخدا) نے جسم کے ناقص چراغ سے — فراغت کے لئے دل کی شمع روشن کر لی ہے

تا کہ روزے کایں بمیرد ناگہاں — **پیشِ چشمِ خود نہد او شمعِ جاں**

تاکہ اگر یہ کسی دن اچانک مر جائے — وہ اپنے سامنے روح کی شمع رکھ لے

او نکرد ایں فہم پس داد از غرر — **شمعِ فانی را بفانیِ دگر**

وہ یہ نہ سمجھا اس نے دھوکے سے دیدیا — فنا ہونیوالی شمع کو دوسری فنا ہونیوالی کے بدلے میں

چارہ اندیشید لیکن چارہ نے — **گفتِ باخود نیست بیروں رفتنے**

اس نے تدبیر سوچی لیکن تدبیر نہیں ہے — خودی والے کی گفتگو باہر نکلنے کی نہیں ہے

ل صد دریچہ۔ موت کے آنے کے سینکڑوں راستے اور دروازے ہیں جب وہ دروازے کھلتے ہیں تو اُن کے کواڑ چوں چوں کرتے ہیں۔ ژیغ۔ اُن کی چوں چوں کی آواز دنیا کی حرص کی وجہ سے کان نہیں سنتے ہیں۔

ل۲ از سُوئے تن۔ جسم کے درد اور دشمنوں کے ظلم موت کے دروازوں کے کواڑوں کی چوں چوں ہے۔ تا شمارِ ریگ۔ یعنی لاتعداد ملتہب شعلہ زن۔ زاں ہمہ۔ ہر مرض کا بدن میں واسطہ ہے۔ چراغم۔ یعنی میرے لڑکے کے اولاد نہیں ہے۔ دیگرے۔ یعنی لڑکے کے اولاد ہو جائے۔

ل۳ تا بود۔ خدانخواستہ بیٹا مرے تو پوتا رہ جائے۔ ہمچو۔ بادشاہ کی تدبیر ایسی ہی تھی جیسے باخدا انسان کرتا ہے کہ جسم کا چراغ بجھ جائے تو روح کا چراغ روشن رہے۔ او نکرد۔ بادشاہ اور عارف کے کام میں فرق یہ ہے کہ اس نے فانی کا بدل فانی سوچا یعنی لڑکے کا بدل پوتا۔ چارہ۔ بادشاہ نے جو تدبیر کی وہ درست نہ تھی چونکہ وہ خودی میں مبتلا تھا اس لئے اُس کی گفتگو معیت سے باہر نکلنے کی نہ تھی۔ عروس۔ دلہن۔

عُروس خواستنِ بادشاہ از بہرِ پسر از خوفِ انقطاعِ نسل

نسل کے منقطع ہونے کے ڈر سے بادشاہ کا اپنے لڑکے کیلئے دُلہن کا چاہنا

پس عروسے خواست باید بہرِ اُو — تا بماند زیں تزوّج[1] نسلِ اُو

اُس کے لئے ایک دلہن تلاش کرنی چاہئے — تاکہ اِس نکاح سے اُس کی نسل باقی رہے

گر رود سُوئے فنا ایں بازِ باز — فرخِ اُو گردد ز بعدِ باز باز

اگر یہ باز فنا کی جانب چلا جائے، پھر — اُس کا بچہ باز کے بعد باز بن جائے

صورتِ ایں باز گر زینجا رَوَد — معنیِ اُو در وَلَد باقی بُوَد

اِس باز کی صورت اگر اِس جگہ سے چل جائے — اُس کی معنویت بچے میں باقی رہے

بہرِ ایں فرمود آں شاہِ نبیہ — مُصطفیٰؐ کہ اَلْوَلَدُ سِرُّ اَبِیہ

اِسی لئے فرمایا ہے اُس شریف شاہ — مصطفیٰؐ نے، کہ بچہ باپ کا راز ہے

بہرِ ایں معنیٰ ہمہ خَلق از شَغَف — می بیاموزند طفلاں را حِرَف

اِسی لئے تمام لوگ شوق سے — بچوں کو ہُنر سکھاتے ہیں

تا بماند آں معانی در جہاں — چوں شود آں قالبِ ایشاں نہاں

تاکہ دنیا میں وہ خوبیاں باقی رہیں — جب اُن کا جسم چھپ جائے

حق بحکمت حرص شاں دادست وجد — بہرِ رُشدِ ہر صغیرِ مُستعِد

اللہ (تعالیٰ) نے دانائی سے اُنکو حرص اور کوشش عطا کی — ہر صاحبِ استعداد بچے کی رہنمائی کے لئے

من[2] ہم از بہرِ دوامِ نسلِ خویش — جُفت خواہم پورِ خود را خوب کیش

میں بھی اپنی نسل کی ہمیشگی کے لئے — اپنے لڑکے کے لئے خوبصورت بیوی لاؤں گا

دخترے خواہم ز نسلِ صالحے — نے ز نسلِ بادشاہے طالحے

کسی نیک کی نسل کی لڑکی چاہوں گا — نہ کسی بدمعاش بادشاہ کی نسل کی

شاہ خود آں صالح ست آزادہ او — نے اسیرِ حرص فرج ست و گلو

بادشاہ وہ ہے، جو نیک اور آزاد ہے — نہ وہ جو شرمگاہ اور حلق کی حرص کا قیدی ہو

مر اسیراں[3] را لقب کردند شاہ — عکس چوں کافور نامِ آں سیاہ

لوگوں نے قیدی کو شاہ کا لقب دیا ہے — بالعکس جیسا کہ حبشی کا نام کافور

شد مفازہ بادیہ خونخوارہ نام — نیک بخت آں پیس را گویند عام

خونخوار جنگل کا نام مفازہ بنا — کوڑھی کو عوام نیک بخت کہتے ہیں

---

[1] تزوّج۔ نکاح کرنا۔ باز۔ یعنی لڑکا۔ فرخ۔ پرندکا بچہ یعنی لڑکے کا لڑکا۔ معنیِ او۔ لڑکے کی خوبیاں۔ بہرِ ایں۔ چونکہ بیٹے میں باپ کی خوبو ہوتی ہے اِسی لئے آنحضورؐ نے فرمایا ہے اَلْوَلَدُ سِرُّ اَبِیہٖ "بچہ باپ کا راز ہے"...

حرف۔ کاریگر اولاد کو اپنا ہنر سکھاتا ہے تاکہ وہ ہنر اُس کے مرنے کے بعد بھی باقی رہے۔ حق۔ اللہ تعالیٰ نے والدین میں یہ جذبہ اِسی لئے رکھا ہو کہ اُنکے ہنر اُن کے بعد بھی باقی رہیں۔

[2] من ہم۔ بادشاہ نے کہا میں بھی اپنی نسل باقی رکھنے کیلئے اپنے لڑکے کی شادی کروں گا۔ صالحے۔ لڑکے کی دُلہن کسی نیک شخص کی لڑکی کو بناؤں گا۔ طالح۔ بدکار و بدمعاش۔ صالح۔ باخدا انسان کو شاہ کہنا چاہیے دنیادار تو شرمگاہ اور حلق کا قیدی ہوتا ہے۔

[3] اسیراں۔ عام بادشاہوں کو بادشاہ کہنا تو ایسا ہی ہے جیسا کہ حبشی کا نام کافور رکھ دیا جائے یہ بالعکس بات ہو۔ عموماً بادشاہ کھانے پینے اور عیاشی کے قیدی ہوتے ہیں۔ حبشی کالا ہوتا ہے کافور سفید ہوتا ہے۔ شد مفازہ۔ مفازہ کے معنیٰ ہیں کامیابی کی جگہ لیکن جنگل کو مفازہ کہا جاتا ہے حالانکہ وہ ہلاکت کی جگہ ہے۔ پیس۔ کوڑھی کو نیک بخت کہا جاتا ہے حالانکہ اُس سے زیادہ بدنصیب کون ہوگا۔

٦٥٦

ہر اسیرِ شہوت و حرص و اَمل
ہر شہوت اور لالچ اور آرزو کے قیدی کو

بر نوشتہ میر یا صدرِ اجل[1]
میر یا بڑا صدر لکھا ہے

آں اسیرانِ اجل را عام داد
اُن موت کے قیدیوں کو عوام نے دیدیا ہے

نامِ میرانِ اجل اندر بلاد
شہروں میں بڑے حاکموں کا نام

صدر خوانندش کہ در صفِ نعال
اُس کو صدر کہتے ہیں، جس کے جوتوں کی صف میں

جانِ اُو بستہ است یعنی جاہ و مال
جان بندھی ہے یعنی جاہ و مال میں

اختیار کردنِ پادشاہ دختر زاہد را از جہتِ پسر و اعتراض کردنِ اہلِ بیت و ننگ داشتنِ ایشاں از پیوندِ درویشاں

بادشاہ کا لڑکے کے لئے ایک زاہد کی لڑکی کو منتخب کرنا اور گھر والوں کا اعتراض کرنا اور درویشوں کے ساتھ رشتے سے ذلت محسوس کرنا

ایں سخن را نیست پایاں خوش جفت است
اس بات کا خاتمہ نہیں ہے، بیوی مانگ لی

بہرِ پورِ خویشتن شاہ از نہفت
بادشاہ نے چھپکے چھپکے اپنے لڑکے کیلئے

شاہ چوں با زاہدے خویشی گزید
بادشاہ نے جب ایک زاہد کے یہاں رشتہ پسند کیا

ایں خبر در گوشِ خاتوناں رسید
یہ خبر عورتوں کے کان میں پہنچی

مادرِ شہزادہ گفت از نقصِ عقل
عقل کی کمی کی وجہ سے شہزادے کی ماں نے کہا

شرطِ کفویت بود در عقل و نقل
عقل اور نقل میں جوڑ شرط ہے

تو ز شُحّ[2] و بُخل خواہی وز دَہا
تو کنجوسی اور بخل اور مکاری سے چاہتا ہے

تا بہ بندی پورِ ما را بر گدا
کہ میرے بچے کو فقیر کے ساتھ باندھ دے

گفت صالح را گدا گفتن خطاست
اُس نے کہا نیک شخص کو فقیر کہنا غلطی ہے

کو غنیُّ القلب از دادِ خداست
کیونکہ وہ خدا کی دین سے، دل کا مالدار ہے

در قناعت[3] می گریزد از تُقیٰ
پرہیزگاری کی وجہ سے وہ قناعت اختیار کرتا ہے

نز لئیمی و کَسَل ہمچوں گدا
نہ کہ فقیر کی طرح کاہلی اور کمینہ پن سے

قلّتے کاں از قناعت وز تقاست
وہ کمی جو قناعت اور پرہیزگاری کیوجہ سے ہے

آں ز فقر و قلّتِ دُوناں جداست
وہ کمینوں کی کمی اور فقر سے جدا گانہ ہے

حبّہ[4] آں گر بیابد سر نہد
وہ اگر ایک حبہ بھی پاتا ہے سر جھکا دیتا ہے

ویں ز گنجِ زر بہمت مے جہد
یہ سونے کے خزانے سے ہمت کیوجہ سے بھاگتا ہے

---

[1] اَجَل۔ پہلے مصرع میں موت کے معنی میں ہے اور دوسرے مصرع میں بزرگ کے معنی میں ہے۔ نعال۔ جوتے یعنی رتبہ اور مال۔ اختیار کردن۔ بادشا نے لڑکے کی دُلہن بنانا ایک نیک شخص کی لڑکی کو پسند کیا بیوی نے اُس پر اعتراضات شروع کر دیئے۔ پور۔ لڑکا۔ کفویت۔ شریعت اور عقل کہتی ہے کہ لڑکے اور لڑکی کا جوڑ ہونا چاہیئے۔

[2] شُحّ۔ سخت قسم کا بخل۔ دہا۔ مکر یعنی تو طرح سے ڈر کر فقیر گھرانے میں لڑکے کی شادی کرنا چاہتا ہے۔ گفت۔ نیک اور قانع انسان کو گدا اور فقیر کہنا درست نہیں ہے

[3] قناعت۔ تھوڑے پر صبر، اگر انسان تقوے کی وجہ سے قناعت اختیار کرتا ہے تو اُس کو گدا نہیں کہا جا سکتا۔

[4] حبہ۔ گدا اور قانع میں بہت فرق ہے گدا ایک پیسہ کے لئے سر جھکا دیتا ہے اور قانع خزانوں پر لات مار دیتا ہے۔

شہ[1] کہ اُو از حرص قصدِ بر حرام
وہ بادشاہ جو حرص کی وجہ سے حرام کا ارادہ

میکُند اُو را گدا گوید ہُمام
کرتا ہے، اُس کو بڑا انسان فقیر کہتا ہے

گفت کُو شہر و قِلاع اُو را جہیز
اُسنے کہا شہر اور قلعے اُسکے پاس جہیز میں دینے کو کہاں؟

یا نثارِ گوہر و دینار ریز
یا نچھاور کرنے اور بکھیرنے کیلئے موتی اور دینار کہاں ہیں؟

گفت رُو ہر کُو غمِ دیں بر گزید
اُسنے کہا، جا جس نے دین کا غم اختیار کر لیا

باقی غمہا خدا از وے بُرید
باقی غموں کو خدا نے اس سے جدا کر دیا ہے

غالب[2] آمد شاہ و پسندید دخترے
بادشاہ غالب آگیا اور اُس نے ایک لڑکی پسند کرلی

از نژادِ صالحے خوش جوہرے
عمدہ مزاج والے ایک نیک شخص کی نسل ہے

در ملاحت خود نظیرِ خود نداشت
حُسن میں وہ اپنا ثانی نہ رکھتی تھی

چہرہ اش تاباں تر از خورشیدِ چاشت
چار گھڑی دن کے سورج سے زیادہ روشن چہرے والی

حُسنِ دختر ایں خصالش آنچناں
لڑکی کا حسن (اور) اُس کی خصلتیں ایسی تھیں

کز نکوئی می نگنجد در بیاں
کہ خوبی کی وجہ سے بیان نہیں ہو سکتی ہیں

صیدِ دیں کُن تا رسد اندر تبع
دین کا شکار کر تاکہ تابع بن کر آئے

حُسن و مال و جاہ و بختِ منتفع
حُسن اور مال اور رُتبہ اور نفع کے قابل نصیبہ

آخرت[3] قطارِ اُشتراں عمو
اے چچا! آخرت کو اونٹ کی قطار سمجھ

در تبع دنیاش ہمچوں پشک و مُو
اُس کے پیچھے دنیا کو مینگنی اور بال (سمجھ)

پشم بگزینی شتر نبود ترا
اگر تو اون پسند کریگا، اونٹ تیرے نہ ہونگے

ور بود اُشتر چہ قیمت پشم را
اور اگر اونٹ ہیں تو اون کی کیا قیمت؟

جادوئی کردن کمپیرِ کابلی شاہزادہ را و فریفتہ شُدن شاہزادہ

ایک کابلی بڑھیا کا شہزادے پر جادو کر دینا اور شہزادے کا عاشق ہو جانا

چوں بر آمد ایں نکاح آں شاہ را
جب اُس شہزادے کا نکاح ہو گیا

با نژادِ صالحان و اولیا
نیکوں اور ولیوں کی نسل سے

از قضا کمپیرکِ جادو کہ بُود
قضائے (خداوندی) سے جادوگرنی بڑھیا جو کہ تھی

عاشقِ شہزادہ با حُسن و جُود
حسین شہزادے پر عاشق

جادوئی کردش عجوزِ کابلی
اُس پر کابلی بڑھیا نے ایسا جادو کر دیا

کہ بَرَد زاں رشکِ سحرِ بابلی
کہ (جادو) بابل کا جادو (بھی) اُس پر رشک کرے

[1] شہ - جو بادشاہ کمانے میں حلال حرام کا فرق نہ کرے بزرگ لوگ اُس کو گدا کہتے ہیں۔ گفت - ملکہ نے کہا اُن لوگوں کے پاس نہ علاقہ ہے نہ قلعے جو وہ لڑکی کو جہیز میں دینگے نہ لڑکی کی رخصتی کے وقت ڈولے پر نثار کرنے کے لئے زر و جواہر ہیں۔۔۔۔ گفت رُو۔ شاہ نے ملکہ سے کہا کہ مجھے اب دین کی فکر ہے اور جو شخص دین کی فکر میں لگ جاتا ہے دوسرے غموں سے آزاد ہو جاتا ہے لہٰذا مجھے جہیز وغیرہ نہ ہونے کا کوئی غم و فکر نہیں ہے۔

[2] غالب آمد - نتیجہ یہ ہوا کہ بادشاہ نے ملکہ کی باتیں نہ سُنیں اور ایک نیک شخص کی لڑکی کو بیاہ لایا جو انتہائی حسین تھی جس کا حُسن بیان سے باہر ہے۔ صید دین۔ مولانا فرماتے ہیں کہ انسان کو دین حاصل کرنا چاہیئے دوسری چیزیں اُس کے تابع ہیں وہ اصل مقصود نہ ہونی چاہئیں۔

[3] آخرت - آخرت کی مثال اونٹوں کی قطار کی ہے اور دنیا کی مثال اُن کی مینگنیوں اور بالوں کی سی ہے۔ پشم بگزینی۔ اگر تو محض اُنکے اون کی فکر میں لگا تو قطار ہاتھ نہ آئیگی۔ جادوئی۔ شادی کے بعد شہزادے پر ایک بڑھیا جادوگرنی نے جو کابلی تھی جادو کر دیا وہ بڑھیا اُس پر عاشق ہو گئی تھی اور اُسکو اپنے جال میں پھنسا لیا۔ باقی۔

شہ بچہ شد عاشقِ کمپیرِ زشت | تا عروس و آں عروسی را بہشت

شہزادہ بدصورت بڑھیا پر عاشق ہو گیا | یہاں تک کہ اُس نے دُلہن اور شادی سے کنارا کرلیا

یک سیہ دیوے و کابولی زنے | گشت بر شہزادہ ناگہ رہزنے

ایک کالا بھوت اور کابلی عورت | اچانک شہزادے کی ڈاکو بن گئی

زاں سیہ روئے خبیثِ نابکار | گشت آں شہزادہ مدہوش و نزار

اُس کلموئی، خبیث نابکار کی وجہ سے | شہزادہ مدہوش اور لاغر ہو گیا

آں نود سالہ عجوزِ گندہ پیر | نے خرد ہشت آں ملک را نے ضمیر

اُس نوّے سالہ بڑھیا کھوسٹ نے | اُس شہزادے کی نہ عقل چھوڑی، نہ دل

تا بسالے بود شہزادہ اسیر | بوسہ جایش نعلِ کفشِ گندہ پیر

یہاں تک کہ شہزادہ ایک سال قیدی رہا | بڑھیا کی جوتی کا تلا اُس کی بوسہ گاہ تھی

صحبتِ کمپیر او را می ربود | تا ز کاہش نیم جانے ماندہ بود

بڑھیا کی صحبت اُس کو تباہ کر رہی تھی | یہاں تک کہ گھٹاؤ کی وجہ سے آدھی جان لگی تھی

دیگراں از ضعفِ وے با دردِ سر | او ز سکرِ سحر از خود بے خبر

دوسرے اُس کی کمزوری سے دردِ سر میں تھے | وہ جادو کے نشہ سے اپنے آپ سے غافل تھا

ایں جہاں بر شاہ چوں زنداں شدہ | ویں پسر بر گریۂ شاں خنداں شدہ

بادشاہ پر یہ دنیا قید خانہ کی طرح ہو گئی تھی | یہ لڑکا اُن کے رونے پر ہنستا تھا

شاہ بس بیچارہ شد در بردِ مات | روز و شب می کرد قربان و زکات

اُس بازی میں بادشاہ لاچار ہو گیا | دن رات قربانی اور خیرات کرتا تھا

زانکہ ہر چارہ کہ می کرد آں پدر | عشقِ کمپیرک ہمی شد بیشتر

باپ جس قدر بھی تدبیر کرتا تھا | بڑھیا کا عشق بڑھتا تھا

پس یقیں گشتش کہ مطلق آں سرست | چارہ او را بعد ازیں لابہ گریست

تو اُسکو یقین ہو گیا کہ یہ مطلقاً اُس (اللہ) کی جانب سے ہے | اُسکے بعد اُس کی تدبیر (اللہ کے سامنے) خوشامد ہے

سجدہ می کرد او کہ ہم فرماں ترا ست | غیرِ حق بر ملکِ حق فرماں کرا ست

وہ سجدے کرتا کہ تیرا ہی حکم ہے | اللہ (تعالیٰ) کی سلطنت میں اللہ (تعالیٰ) کے علاوہ کس کا حکم ہے؟

لیکن ایں مسکیں ہمی سوزد چو عود | دست گیرش اے رحیم و اے ودود

لیکن یہ مسکین اگر کی طرح جل رہا ہے | اے رحم کرنے والے! اے محبوب! اُسکی دستگیری کر

لے کمپیر۔ بڑھیا، بڑھا بھولی کابلی۔ زآں۔ شہزادہ اُس خبیث کے عشق میں مدہوش رہنے لگا اور لاغر ہو گیا۔ گندہ پیر بہت بوڑھا یا بڑھیا۔ ملک یعنی شہزادہ۔ ضمیر، دل۔

۲ے تا بسالے۔ ایک سال تک شہزادہ اُسکی قید میں رہا اور اُس کی جوتیاں چومتا تھا۔ صحبت۔ یعنی اُس بڑھیا کی ہمبستری سے وہ گھل کر آدھا رہ گیا تھا۔ دیگراں۔ دوسرے اُس کی لاغری کو دیکھ کر دردِ سر میں مبتلا ہوئے اور وہ اپنی حالت سے بے خبر تھا۔ ویں پسر۔ بادشاہ شہزادے کے غم میں روتا تھا تو شہزادہ اُس کے رونے پر ہنستا تھا۔

۳ے شاہ۔ بادشاہ اُس جادو کے معاملہ میں لاچار تھا اور صدقہ خیرات کرتا رہتا تھا کہ اُس کے ذریعہ یہ مصیبت ٹل جائے۔ زانکہ۔ اگر وہ اُس جادو کا کوئی توڑ کراتا تھا تو جادو اور مضبوط ہو جاتا تھا پس۔ جب کوئی تدبیر کارگر نہ ہوئی تو اُس کو یقین ہو گیا کہ یہ سب کچھ اللہ کی جانب سے ہے اُسی کے سامنے رونا اور دعا کرنا چاہیے لہٰذا اُسنے اللہ کی عبادت اور دُعائیں شروع کر دیں۔ لیکن۔ بیشک تیرا ہی حکم ہے لیکن میں اگر کی طرح جل رہا ہوں میری دستگیری فرما۔

مُستجاب شُدنِ دعایِ بادشاہ در خلاصِ پسر از جادوئی کابلی

کابلی جادوگری سے چھٹکارے کے بارے میں بادشاہ کی دعا قبول ہونا

تازیارب یارب و افغانِ شاہ
یہاں تک کہ بادشاہ کی یارب یارب اور فریاد کی وجہ سے

ساحرے اُستاد پیش آمد زراہ
ایک اُستاد جادوگر، سفر سے سامنے آگیا

اُو شنیدہ بُود از دور ایں خبر
اُس نے دُور سے یہ بات سُنی تھی

کہ اسیرِ پیرہ زن شُد آں پسر
کہ وہ لڑکا بڑھیا کا قیدی بن گیا ہے

کاں عجوزہ بُود اندر جادوئی
کیونکہ وہ بڑھیا جادوگری میں

بے نظیر و ایمن از مثل و دوئی
بے نظیر اور مثل اور دوئی سے مطمئن تھی

دست بر بالایِ دستست اے فتیٰ
اے نوجوان! ہاتھ سے بڑھ کر ہاتھ ہے

در فن و در زور تا ذاتِ خدا
ہنر اور طاقت میں اللہ (تعالیٰ) کی ذات تک

منتہایِ دستہا دستِ خداست
تمام ہاتھوں کا آخر خدا کا ہاتھ ہے

بحر بیشک منتہایِ جوہاست
یقیناً دریاؤں کا آخر سمندر ہے

ہم ازو گیرند مایہ ابرہا
ابر اُسی سے سرمایہ حاصل کرتے ہیں

ہم بدو باشد نہایت سیل را
اسی پر سیلاب کی انتہا ہوتی ہے

گفت شاہش کایں پسر از دست رفت
بادشاہ نے اُس سے کہا یہ لڑکا ہاتھ سے گیا

گفت اینک آمدم درمانِ زفت
اُسنے کہا اب میں زبردست علاج آگیا ہوں

نیست ہمتاز اں رااین ساحرال
ان جادوگروں میں کوئی بڑھیا جیسا نہیں ہے

جز منِ داہی رسیدہ زاں کراں
سوائے مجھ ہوشیار کے جو اس جانب سے آگیا ہو

چوں کفِ موسیٰ بہ امرِ کردگار
اللہ (تعالیٰ) کے حکم سے حضرت موسیٰؑ کے ہاتھ کی طرح

نک برآرم من ز سحرِ اُو دمار
اب میں اُس کے جادو کی تباہی مچادوں گا

کہ مرا ایں علم آمد زاں طرف
کیونکہ میرا یہ علم اُس (اللہ تعالیٰ) کی طرف سے آیا ہے

نے ز شاگردیِ سحرِ مُستخف
ذلیل جادو کی شاگردی سے نہیں ہے

آمدم تا بر گشایم سحرِ او
میں آیا ہوں تاکہ اُس کا جادو کھول دوں

تا نماند شاہزادہ زرد رُو
تاکہ شہزادہ پیلے چہرے کا نہ رہے

سوئے گورستاں برو وقتِ سحور
صبح کے وقت قبرستان کی جانب جا

پہلوی دیوار ہست اسپید گور
ایک دیوار کے پہلو میں سفید قبر ہے

۱؎ مُستجاب۔ قبول شدہ۔ تازیارب۔ بادشاہ کے یارب یارب سے ایک جادوگر سفر کرکے آگیا۔ اُو شنیدہ۔ اُس جادوگر نے سُن لیا تھا کہ شہزادہ جادوگرنی کے پھندے میں ہے۔ کاں عجوزہ کیونکہ اُس بڑھیا جادوگرنی کی بہت شہرت تھی۔

۲؎ دست۔ مولانا فرماتے ہیں دنیا میں ہنرمند سے بڑھ کر ہنرمند ہے تمام ہنرمندیاں خدا پر جاکر ختم ہوتی ہیں۔ بحر۔ تمام دریا سمندر میں جاکر گرتے ہیں۔ ہم از۔ سمندر کے ابخرات بادل بنکر برستے ہیں۔ گفت۔ بادشاہ نے اُس آنے والے جادوگر سے کہا کہ شہزادہ ہمارے ہاتھ سے جاتا رہا۔ آمدم۔ اُس جادوگر نے کہا میں اُس کا علاج بن کر آیا ہوں۔

۳؎ نیست۔ اُس جادوگر نے کہا اُس بڑھیا کے توڑ جوڑ کا سوائے میرے کوئی جادوگر نہیں ہے۔ کفِ موسیٰ جس طرح حضرت موسیٰؑ کے بڑھیا کے معجزے نے تمام جادوگروں کو شکست دی تھی میں اُس کا مقابلہ کرکے اُس کے جادو کو تباہ کردوں گا۔ کہ مرا۔ میرا علم خداوندی الہام سے ہے میں نے کسی جادوگر سے نہیں سیکھا ہے۔ مُستخف۔ ذلیل۔ سحور۔ جادوگر نے کہا صبح کے وقت قبرستان جائیے وہاں آپ کو دیوار کے پہلو میں ایک سفید قبر ملے گی۔

سُوئے قبلہ باز کاو آں جائے را
اُس جگہ کو قبلہ کی جانب کھود

تا بہ بینی قدرت و صُنعِ خدا
تاکہ تو خدا کی قدرت اور کاریگری دیکھے

پس دراز ست ایں حکایت تو مَلول
یہ قصہ لمبا ہے (اور) تو درماندہ ہے

زُبدہ را گویم رہا کردم فضول
خلاصہ بتاتا ہوں، زاید کو چھوڑتا ہوں

سُوئے گورستان رفت آں شاہ زُود
وہ بادشاہ فوراً قبرستان کی جانب گیا

گور را آں شاہ آں دم بر کشود
بادشاہ نے فوراً قبر کو کھولا

جادوی بہا دید پنہاں اندرُو
بڑا جادو اُس میں دبا ہوا دیکھا

صد گرہ بر بستہ بر یک تارِ مُو
ایک بال پر سینکڑوں گرہیں لگی ہوئی تھیں

واں گرہ ہائے گراں را بر کُشاد
اُس (جادوگر) نے اُن مضبوط گرہوں کو کھولا

پس ز محنت پورِ شہ را راہ داد
شہزادہ کو مصیبت سے نجات دی

آں پسر با خویش آمد شُد دواں
وہ شہزادہ ہوش میں آگیا (اور) دوڑا

سُوئے تختِ شاہ با صد امتحاں
بہت محنت سے بادشاہ کے تخت کی جانب

سجدہ کرد و بر زمیں می زد ذقن
سجدہ کیا اور زمین پر ٹھوڑی رگڑی

در بغل کردہ پسر تیغ و کفن
لڑکے نے بغل میں تلوار اور کفن لیے ہوئے

شاہ آئیں بست و اہلِ شہر شاد
شاہ نے جشن منایا اور شہر والے خوش ہو گئے

واں عُروسِ نا اُمید و بے مُراد
اور وہ مایوس اور نامراد دلہن

عالم از سر زندہ گشت و با فروز
دنیا از سرِ نو زندہ اور پُر رونق ہو گئی

اے عجب آں روز روز امروز نیز
تعجب ہے وہ بھی ایک دن تھا اور آج بھی ایک دن

یک عُروسی کرد شاہ او را چناں
بادشاہ نے اُس کی شادی کی دعوت ایسی کی

کہ جلاب و قند بُد پیشِ سگاں
کہ گلاب اور شکر کُتّوں کے سامنے تھا

جادوئے کمپیر از غصہ بمُرد
جادوگرنی بڑھیا رنج سے مر گئی

رُوئے و خُوئے زشت با مالک سپرد
چہرہ اور بُری عادت مالک کے سپرد کر دی

شاہ آئیں بست و آمد در نیاز
شاہ نے جشن منایا اور نیاز مندی اختیار کی

راز گفتے با خدائے کارساز
خدائے کارساز سے دل کی بات کہتا تھا

شاہزادہ در تعجب ماندہ بُود
شہزادہ تعجب میں پھنسا تھا

کز من او عقل و نظر چوں در ربُود
کہ وہ بڑھیا میری عقل و نظر کس طرح اُچک لے گئی

لے سُوئے قبلہ۔ اُس آنے والے جادوگر نے بادشاہ سے کہا کہ اُس سفید قبر کو قبلہ کی جانب سے کھودنا پھر تجھے خدا کی قدرت نظر آجائے گی۔ زبدہ۔ خلاصہ۔ فضول۔ زاید چیز۔ جادو بہا۔ اُس بڑھیا نے ایک بال میں سینکڑوں گرہیں لگا کر جادو کیا تھا وہ اُس قبر میں سے نکلا۔

لے واں۔ بادشاہ اُس بال کو اُس جادوگر کے پاس لے آیا تو اُس نے اُس کی گرہیں کھولیں اور شہزادے کو جادو سے نجات دے دی۔ آں پسر۔ جادو ختم ہونے کے بعد شہزادہ فوراً باپ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ در بغل۔ اپنے فعل پر شرمندہ تھا اور اپنے آپ کو مجرم قرار دے کر اپنے ساتھ تلوار اور کفن بھی لایا۔ آئین بست۔ جشن منایا۔

لے اے عجب۔ مولانا فرماتے ہیں جس دن جادو ہوا تھا وہ بھی ایک دن تھا اور آج جبکہ جادو ختم ہوا اور خوشیاں منائی جا رہی ہیں یہ بھی ایک دن ہے۔ عُروسی یعنی ولیمہ۔ جلاب۔ گلاب۔ پیش سگاں۔ یعنی اُس دعوت کی نعمتوں سے کُتّے بھی محروم نہ رہے۔ [illegible]۔ اُس فرشتہ کا نام ہے جو جہنم کا داروغہ ہے۔ شاہ۔ بادشاہ انتہائی خوش تھا اور اللہ تعالے سے راز و نیاز کی باتیں کرتا تھا۔ شاہزادہ۔ جب جادو ختم ہو گیا تو اپنے معاملہ پر شہزادہ حیران تھا۔

659

نوعروسے دید ہمچوں ماہِ حسن — کہ ہمی زد بر ملیحاں راہِ حسن

اُس نے حسن کا چاند جیسی دُلہن دیکھی — جو حسینوں پر حسن کی راہ مسدود کرتی تھی

گشت بیہوش و برو اندر فتاد — تا سہ روز از صدر او گم شد فواد

وہ بیہوش ہو گیا اور مُنہ کے بَل گر پڑا — تین دن تک اُس کا دل سینے سے غائب رہا

سہ شبانہ روز او بیہوش گشت — تا کہ خلق از غشی او پُر جوش گشت

تین دن رات وہ بے ہوش رہا — یہاں تک کہ مخلوق اُس کی بیہوشی سے مضطرب ہو گئی

از گلاب و از علاج آمد بخود — اندک اندک فہم گشتش نیک و بد

وہ گلاب اور علاج سے ہوش میں آیا — رفتہ رفتہ وہ اچھے بُرے کو سمجھنے لگا

بعدِ سالے شاہ گفتش در سخن — کاے پسر یاد آر ازاں یارِ کہن

ایک سال کے بعد گفتگو کے دوران میں بادشاہ نے اس سے کہا — کہ اے بیٹا! پُرانے دوست کو بھی، یاد کر لیا کر

یاد آور زاں ضجیع و زاں فراش — تا بدیں حد بیوفا و مُر مباش

اُس ہمبستر اور بیوی کو یاد کر — اس حد تک بے وفا اور کڑوا نہ بن

گفت رَو من یافتم دار السرور — وا رہیدم از چہِ دار الغرور

اُس نے کہا جایئے میں نے خوشی کا گھر پا لیا — میں دھوکے کے گھر کے کنویں سے نجات پا گیا

ہمچناں باشد چو مومن راہ یافت — سوئے نورِ حق ز ظلمت رُوئے تافت

ایسا ہی ہوتا ہے جب مومن نے راستہ پا لیا — اللہ (تعالیٰ) کے نور کی جانب اُس نے تاریکی سے منہ موڑا

مخلصِ ایں قصہ بر گفتم تمام — تا بدانی مقصدِ خود والسلام

میں نے اس قصہ کا پورا خلاصہ بتا دیا — تاکہ تو اپنا مقصود سمجھ لے والسلام

در بیانِ آنکہ شاہزادہ آدمی زادہ است پدرش آدم صفی خلیفۂ حق مسجودِ ملائکہ و آں کمپیر کابلی دنیا است کہ آدمی بچہ را از پدر ببرید بسحر و انبیا و اولیا آں طبیبِ تدارک کنندہ اند

اس کا بیان کہ شہزادے (سے) انسان (مراد) ہے اور اُس (شہزادے) کا باپ حضرت آدم برگزیدہ اللہ (تعالیٰ) کے خلیفہ، ملائکہ کے مسجود ہیں اور کابلی بڑھیا دنیا ہے جس نے آدم کی اولاد کو جادو کے ذریعہ باپ سے جدا کر دیا ہے اور نبی اور ولی وہ علاج کرنے والے طبیب ہیں

اے برادر داں کہ شہزادہ توئی — در جہانِ کہنہ زادہ از نوی

اے بھائی! جان لے کہ شہزادہ تو ہے — پُرانی دنیا میں تو نیا پیدا ہوا ہے

۱؎ نوعروسے۔ اب اپنی دُلہن کے پاس گیا تو اُس کو انتہائی حسین پایا۔ گشت۔ اُس کا حُسن دیکھ کر بیہوش ہو گیا اور تین دن تک بیہوش رہا جس سے لوگ پریشان ہو گئے۔ از گلاب۔ بیہوشی کا علاج ہوا تب اُس کو رفتہ رفتہ ہوش آیا۔

۲؎ بعدِ سالے۔ ایک سال کے بعد دورانِ گفتگو میں بادشاہ نے شہزادے سے کہا کہ اپنی بڑھیا جادوگرنی کو بھی یاد کر لیا کرو۔ مُر۔ کڑوا۔ دار السرور۔ جنت یعنی دُلہن۔ دار الغرور۔ دنیا یعنی بڑھیا جادوگرنی۔

۳؎ ہمچناں۔ جو حالت شہزادے کی تھی کہ اُس بڑھیا کو یاد کرنا بھی پسند نہ کرتا تھا یہی حالت ایک مومن کی ہوتی ہے جبکہ اُس کو نورِ خداوندی حاصل ہو جائے وہ دنیا کے ظلمتکدہ کو یاد کرنا بھی پسند نہیں کرتا۔ اے برادر۔ ہم نے اس قصہ میں جو شہزادہ کہا ہے اس سے ہر آدم زاد (انسان) مراد ہے اور کابلی جادوگرنی سے مراد دنیا ہے جس نے بنی آدم پر جادو کر رکھا ہے۔

کابلیِ جادو ایں دنیاست کُو
کابلی جادوگرنی یہ دنیا ہے، جس نے

کردہ مرداں را اسیرِ رنگ و بُو
انسانوں کو (اپنے) رنگ و بُو کا قیدی بنا لیا ہے

چوں درافگندت دریں آلودہ وذ
جبکہ اُسنے فوراً تجھے اِس گندگی میں ڈالدیا ہے

دمبدم میخواں و میدم قُلْ اَعُوذ
ہر وقت قُلْ اَعُوذُ پڑھ اور دَم کرتا رہ

تا رہی زیں جادوئی وزیں قلق
تاکہ اِس جادو اور پریشانی سے نجات پالے

استعانت خواہ از رَبُّ الفَلَق
صبح کے سفیدے کے رب سے مدد چاہ

زاں نبی دنیات را سحّارہ خواند
اسی لئے نبیؐ نے تیری دنیا کو جادوگرنی کہا ہے

کُو بافسوں خلق را درچہ نشاند
کیونکہ اُسنے جادو کے ذریعہ مخلوق کو کنوئیں میں ڈالدیا ہے

ہیں فسونِ گرم دارد گندہ پیر
خبردار! بڑھیا تیز جادو رکھتی ہے

کردہ شاہاں را دمِ گرمش اسیر
بادشاہوں کو اُسکے گرم دَم نے قیدی بنا لیا ہے

در درونِ سینہ نفاثات اوست
وہ سینہ میں (منتر پڑھ کر) پھونکیں مارنیوالی ہے

عُقدہای سحر را اثبات اوست
وہ جادو کی گرہوں کو باندھنے والی ہے

ساحرہ دنیا قوی دانا زنے ست
جادوگرنی دنیا بہت عقلمند عورت ہے

حلِّ سحرِ اُو بپائے عامہ نیست
اُس کے جادو کا توڑ عوام کے بس کا نہیں ہے

ور گشادے عُقدہ اُو را عقلہا
اگر عقلیں اُس کی گرہیں کھول سکتیں

انبیا را کے فرستادے خدا
اللہ تعالےٰ نبیوں کو کب بھیجتا؟

ہیں طلب کُن خوش دمے عُقدہ کشا
آگاہ! اگرہ کھولنے والا اچھا دم کرنیوالا تلاش کرلے

راز دانِ یَفْعَلُ اللّٰہُ مَا یَشَا
جو یَفْعَلُ اللّٰہُ مَا یَشَاءُ کا رازداں ہو

ہمچو ماہی بستۂ اُستت او بہ شست
اُس نے تجھے مچھلی کی طرح کانٹے میں پھنسا لیا ہے

شاہزادہ ماندہ سالے و تو شصت
شہزادہ ایک سال (پھنسا) رہا تو ساٹھ سال

شصت سال از شستِ اُو در محنتی
تو ساٹھ سال سے اُسکے کانٹے میں مصیبت میں ہے

نے خوشی نے بر طریقِ سُنّتی
تو نہ خوش ہے، نہ سنت کے راستہ پر ہے

فاسقی بدبخت نے دنیات خوب
تو بدبخت، فاسق ہے، نہ تیری دنیا ہی اچھی ہو

نے رہیدہ از وبال و از ذنوب
نہ وبال اور گناہوں سے بچا ہوا ہے

نفخِ اُو ایں عُقدہا را سخت کرد
اُس کے پھونکنے نے اِن گرہوں کو مضبوط کر دیا ہے

پس طلب کُن نفخۂ خلاقِ فرد
خالقِ احد کی پھونک کا طلبگار بن

۵۱ زروذ- اگر دال سے پہلے حرف علت ہو تو بعض جگہ اس کو ذال سے بدل لیتے ہیں۔ قُلْ اَعُوذُ- آنحضورؐ پر یہ سورت جادو کے توڑ کے لئے نازل ہوئی۔ اسی سورت میں خدا کو رَبُّ الفلق یعنی صبح کی سفیدی کا رب فرمایا گیا ہے۔ زاں- آنحضورؐ نے دنیا کو جادوگرنی فرمایا ہے جو انسانوں کو جادو کے کنویں میں بند کر دیتی ہے۔ سحّارہ- جادوگرنی۔ فسونِ گرم- تیز جادو۔

۵۲ نفاثات- منتر پڑھ کر پھونکنے والیاں۔ حلِ سحر- دنیا کے جادو کا توڑ ہر شخص کے بس کا نہیں ہے۔ ور گشادے- دنیا کے جادو کی گرہیں اگر عقل کھول سکتی تو نبیوں اور رسولوں کے آنے کی کوئی ضرورت نہ ہوتی۔ یَفْعَلُ اللّٰہُ مَا یَشَاءُ- خدا جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے یعنی مقدراتِ خداوندی۔

۵۳ ہمچو ماہی- شہزادہ تو جادوگرنی کے جال میں یک سال ہی رہا تو ساٹھ سال یعنی اپنی ساری عمر دنیا کے جال میں پھنسا رہا۔ شست- مچھلی پکڑنے کا کانٹا۔ فاسقی- تیری دنیا اور دین دونوں برباد ہیں۔ نفخ او- دنیا نے منتر پڑھ کر جو گرہ لگائی ہے وہ بہت سخت ہے وہ اللہ کے پھونکنے ہی سے کھل سکے گی۔

تا نفخت فیہ من روحی ترا[1] — وارہاند زین و گوید بر تر آ

تاکہ "نفخت فیہ من روحی" تجھے — اس سے چھڑا دے اور کہہ دے آگے آ جا

جز بنفخ حق نسوزد نفخ سحر — نفخ قہر ست این و آں دم نفخ مہر

جادو کی پھونک، اللہ کی پھونک ہی سے جلتی ہو — یہ ظلم کی پھونک ہے اور وہ محبت کی پھونک ہے

رحمت او سابق ست از قہر او — سابقی خواہی برو سابق بجو

اس کی رحمت اس کے قہر سے پہلے ہے — تو آگے بڑھنا چاہتا ہے تو جا سابق کی تلاش کر

تا رسی اندر نفوس زوجت — کاے رہ مسحور اینک مخرجت

تاکہ تو "زوجت" والے نفسوں میں داخل ہو جائے — کیونکہ اے جادو میں مبتلا شہزادے یہ تیرے نکلنے کی جگہ ہے

باوجود زال[2] ناید انحلال — در شبیکہ در بر آں پیر دلال

بڑھیا کے ہوتے ہوئے (جادو کی گرہ کا) کھلنا حاصل نہ ہوگا — (اور) وہ نازوں بھری چال اور بغل میں (رہ جائیگی)

نے کہ فرمود آں سراج امتاں — اینجہان و آنجہاں را ضرتان

کیا امتوں کے چراغ نے نہیں فرمایا — اس دنیا اور اس جہان کو دو سوتیں

پس وصال ایں فراق آں بود — صحت ایں تن سقام جان بود

تو اس کا وصال اس کا فراق ہے — اس جسم کی تندرستی جان کی بیماری ہے

سخت می آید فراق ایں ممر — پس فراق آں مقرداں سخت تر

اس گذرگاہ کی جدائی سخت لگتی ہے — تو اس قیامگاہ کی جدائی زیادہ سخت ہے

چوں فراق نقش[3] سخت آید ترا — تا چہ سخت آید ز نقاشش جدا

جب تجھے نقش کی جدائی سخت لگتی ہے — تو اس کے نقاش کی جدائی کسقدر سخت ہوگی؟

اے کہ صبرت نیست از دنیای دوں — چونت صبر ست از خدا اے دوست چوں

اے وہ کہ تجھے اس کمینی دنیا سے صبر میسر نہیں — اے دوست! تجھے خدا کی جدائی پر کس طرح صبر آگیا ہے؟

چونکہ صبرت نیست زیں آب سیاہ — چوں صبوری داری از چشمۂ آلہ

جبکہ اس کالے پانی سے تجھ میں صبر نہیں ہے — خدائی چشمہ سے تجھ میں کیسے صبر ہے؟

چونکہ بے ایں شرب کم داری سکوں — چوں ز ابراری جدا و ز یشربون

جبکہ اس کو پئے بغیر تجھے سکون نہیں ہے — تو یشربون اور نیکیوں سے کیسے جدا ہے

[1] نفخت فیہ من روحی۔ میں نے اس میں اپنی روح پھونک دی یعنی تیرے اندر بھی وہ روح آجائے۔ جز۔ دنیا کے جادو کی پھونک اللہ کی پھونک سے چلے گی۔ رحمت او۔ حدیث قدسی ہے: سبقت رحمتی علی غضبی میری رحمت میرے غضب پر سبقت لئے ہوئے ہے۔ زوجت۔ قرآن پاک میں ہے اذا النفوس زوجت جبکہ نفسوں کے جوڑ لگائے جائیں گے یعنی جنت کے ساتھ یا حوروں کے ساتھ۔

[2] باوجود۔ جب تک انسان بڑھیا دنیا کے ساتھ رہے گا نہ اس کا جادو ٹوٹیگا نہ شہزادے کی طرح دلہن یعنی آخرت اس کے پہلو میں آئے گی۔ ضرتان۔ حدیث شریف ہے۔ الدنیا والآخرۃ ضرتان ان رضیت احدھما سخطت الاخری دنیا اور آخرت دو سوکنیں ہیں اگر ایک راضی ہوتی ہے تو دوسری ناراض ہوجاتی ہے۔ پس اگر دنیا کا وصال ہے تو آخرت کا فراق ہے۔ ممر۔ گذرگاہ یعنی دنیا۔ مقر۔ قرارگاہ یعنی آخرت۔

[3] چوں فراق۔ دنیا کا نقاش خدا ہے جب اس نقش دنیا کی جدائی اس قدر شاق ہے تو خدا نقاش کی جدائی کس قدر شاق ہوگی۔ آب سیاہ یعنی دنیا۔ چشمۂ آلہ یعنی آخرت۔ ز ابراری قرآن پاک میں ہے ان الابرار یشربون من کاس کان مزاجھا کافورا۔ نیک لوگ ایسے پیالے سے پئیں گے جس کی ملونی کافور ہوگی۔

گربہ بینی یک نفس حسنِ وَدُود — اندر آتش افگنی جان و وجود

اگر تو ایک لمحہ کے لئے خدا کا حسن دیکھ لے — جان اور جسم کو آگ میں ڈال دے

جیفہ بینی بعد ازاں ایں شرب را — چوں بہ بینی کرّ و فرّ و قرب را

اس کے بعد تو اس پینے کو مُردار سمجھے گا — جب تو خدا کی شان و شوکت اور قرب کو دیکھ لیگا

ہمچو شہزادہ رسی در یارِ خویش — پس بروں آری ز پا تو خارِ خویش

تو شہزادے کی طرح اپنے دوست تک پہنچ جائے — تو اپنے کانٹے کو پاؤں سے نکال دے

جہد کن در بیخودی خود را بیاب — زود تر واللہ اعلم بالصواب

اپنی فنائیت کی کوشش کر، خود کو پالے — بہت جلد اور اللہ بہتر کو زیادہ جانتا ہے

ہر زمانے ہیں مشو با خویش جُفت — ہر زماں چوں خر در آب و گل مَیُفت

ہر وقت خودی میں مبتلا نہ ہو — ہر وقت گدھے کی طرح پانی اور مٹی میں نہ گر

از قصورِ چشم باشد آں عثور — کہ نہ بیند شیب و بالا از ز دور

وہ لغزش آنکھ کے قصور سے ہوتی ہے — کیونکہ وہ دُور سے نشیب و فراز کو نہیں دیکھتی ہو

بوئے پیراہانِ یوسف کن سَنَد — زانکہ بویش چشم روشن می کُند

حضرت یوسفؑ کے لباس کی خوشبو کا سہارا پکڑ — کیونکہ اُس کی خوشبو آنکھ کو روشن کرتی ہے

صورتِ پنہان و آں نورِ جبیں — کردہ چشمِ انبیا را دُور بیں

پوشیدہ صورت اور پیشانی کے نُور نے — نبیوں کی آنکھ کو دُور بین بنا دیا ہے

نورِ آں رخسار برہاند ز نار — ہیں مشو قانع بنورِ مُستعار

اُس رخسار کا نُور، نار سے نجات دلاتا ہے — خبردار! عارضی نور پر قانع نہ بن

چشم را ایں نورِ حالی بیں کُند — چشمِ عقل و روح را گرگیں کُند

یہ نور آنکھ کو حال کو دیکھنے والا بنا دیتا ہے — روح اور عقل کے چشم کو خارشی بنا دیتا ہے

صورتش نور ست و در تحقیق نار — گر ضیا خواہی دو دست ازوے بدار

اُس کا ظاہر نور ہے، حقیقتاً نار ہے — اگر حقیقی روشنی چاہتا ہے اُس سے دستبردار ہوجا

دمبدم در رُو فتد ہر جا رَوَد — دیدہ و جانے کہ حالی بیں بُود

جس جگہ جاتی ہے لمحہ بہ لمحہ اوندھی گرتی ہے — وہ آنکھ اور جان جو حال کو دیکھنے والی ہوتی ہے

دُور بیند دُور بینِ بے ہنر — ہمچناں کہ دور دیدن خواب در

بے ہنر دُور بین ایسا ہی دُور بین ہے — جیساکہ خواب میں دور دیکھنا

لہ گربہ بینی۔ اگر اللہ کا جلوہ تجھے ذرا بھی نظر آجائے تو اپنے جسم اور روح کو قربان کر ڈالے جیفہ۔ مردار۔ قرب یعنی خداوندی قرب۔ ہمچو جس طرح شہزادہ اپنی حقیقی دلہن سے مل گیا تھا تو بھی اپنے حقیقی محبوب کو پالے اور دنیا کا کانٹا پاؤں سے نکال پھینکے۔ جہد کن۔ اس کی ترکیب یہی ہے کہ فنا کا درجہ حاصل کرے۔

لہ ہر زمانے۔ فنا کا درجہ جب حاصل ہوجائے گا کسی وقت بھی خودی نہ اختیار کریگا اور دنیا سے کنارہ کش ہوجائیگا۔ از قصور جب نگاہ و بصیرت نہیں ہوتی ہے تو انسان نشیب و فراز کو نہیں دیکھ پاتا ہے اور ٹھوکر کھاتا ہے۔ بوئے۔ حضرت یعقوبؑ کی بینائی حضرت یوسفؑ کی قمیص کی خوشبو سے روشن ہوگئی تھی تو قدرت کے مناظر دیکھ منظر روشن ہوجائیگی اور مشاہدے تک پہنچ سکے گا۔ صورت۔ انبیاء کو چشمِ بصیرت اسی سے حاصل ہوئی ہے۔

لہ نور۔ اس نور کا مشاہدہ نارِ شہوت سے نجات دیتا ہے۔ ایں نور یعنی عارضی دنیاوی نور صرف وقتی چیزوں کو دکھاتا ہے اور بصیرتِ عقل کو بیمار بناتا ہے۔ گرگیں۔ خارش کے مرض میں مبتلا۔ صورتش۔ عارضی نور بظاہر نور ہے لیکن حقیقتاً نار اور تباہی کا باعث ہے۔ دمبدم۔ عارضی نور والا ہمیشہ ٹھوکریں کھاتا ہے۔ دُور بیند ایں

خفتہ[1] باشی بر لبِ جُو خشک لب | می دوی سوئے سراب اندر طلب
تو دریا کے کنارے خشک ہونٹ سویا ہوا ہے | جستجو میں سراب کی جانب دوڑتا ہے

دُور می بینی سراب و می دوی | عاشقِ آں بینشِ خود می شوی
تو سراب کو دُور دیکھتا ہے اور دوڑتا ہے | اپنے اس دیکھنے کا تو عاشق ہوتا ہے

می زنی در خواب با یاراں تو لاف | کہ منم بینا دل و پردہ شگاف
تو خواب میں دوستوں سے شیخی بگھارتا ہے | کہ میں روشن ضمیر اور پردہ چاک کرنے والا ہوں

نک بداں سُو آب دیدم ہیں شتاب | تا رویم آنجا و آں باشد سراب
یہ میں نے اس جانب پانی دیکھا ہے خبردار! جلدی کر | تاکہ ہم وہاں چلیں اور وہ سراب ہوتا ہے

ہر قدم[2] زیں آب تازی دُور تر | دو دواں سوئے سراب با غرر
تو ہر قدم پر اسی پانی سے زیادہ دُور بھاگتا ہے | دھوکے والے سراب کی جانب دوڑتے ہوئے

عینِ آں عزمت حجابِ آں شُدہ | کہ بتو پیوستہ است و آمدہ
تیرا بخت ارادہ خود اس کا حجاب بن گیا | جو تجھ سے ملا ہوا ہے اور آیا ہوا ہے

بس کسا عزمے بجائے می کُند | از مقامے کاں غرض در وے بود
بہت سے لوگ ہیں جن کا ارادہ (دوسری) جگہ لیجاتا ہے | اس مقام سے جس میں مقصد ہوتا ہے

دید و لافِ خفتہ می ناید بکار | جز خیالے نیست دست از وے بدار
سوئے ہوئے کا دیکھنا اور شیخی بگھارنا کارآمد نہیں ہے | وہ صرف خیال ہے اس سے دستبردار ہو جا

خوابناکی[3] لیک ہم بر راہ خسپ | اللہ اللہ بر رہِ اللہ خسپ
تو نیند کا متوالا ہے پھر بھی راستہ پر سو | خدا کے لئے اللہ کے راستہ پر سو

تا بُود کہ سالکے بر تو زند | از خیالاتِ نعاست بر کَند
ہوسکتا ہے کوئی راہرو تجھ سے بھڑ جائے | نیند کے خیالات سے تجھے جدا کردے

خفتہ را گر فکر گردد ہمچو موی | اُو ازاں دقت نیابد راہِ کوی
سوئے ہوئے کا فکر اگرچہ بال جیسا ہو | وہ اس باریکی سے (بھی) کوچہ کا راستہ نہیں پاسکتا

فکرِ خفتہ گر دوتا و گر سہ تاست | ہم خطا اندر خطا اندر خطاست
سوئے ہوئے کا فکر خواہ دُہرا ہو یا تہرا | غلط در غلط در غلط ہی ہے

گرچہ چشمش تیز بین و باضیاست | ہم ہبا اندر ہبا اندر ہباست
اگرچہ اس کی آنکھ تیز بین اور روشن ہو | خاک، در خاک، در خاک ہی ہے

---

[1] خفتہ۔ سوئے ہوئے کی دُوربینی یہ ہے کہ دریا کے کنارے پیاسا سو رہا ہے اور بہت دور کے ریت کو دیکھ رہا ہے جو پانی نظر آرہا ہے۔ عاشق اور سمجھ رہا ہے کہ میں بہت دُور بین ہوں دُور سے پانی دیکھ لیا ہے۔ میزنی۔ خواب میں دوستوں سے اپنی دُوربینی کی شیخی بھی بگھارتا ہے۔ نک۔ دوستوں سے کہتا ہے کہ میں نے دُور سے پانی دیکھ لیا وہاں چلو۔

[2] ہر قدم۔ نہر کو چھوڑ کر خواب میں جس قدر سراب کی طرف بھاگ رہا ہے وہ پانی سے اسی قدر دُور ہو رہا ہے یعنی سراب تک پہنچنے کا عزم نہر کے اس پانی کا حجاب بن رہا ہے جو اسکے قریب تھا۔ بس۔ بہت سے ایسے شخص ہوتے ہیں جن کا عزم ان کو مقصود کی اصل جگہ سے دُور کر دیتا ہے۔ خفتہ۔ سوئے ہوئے کا کسی چیز کو دیکھنا محض خیال ہوتا ہے جو بیکار ہوتا ہے۔

[3] خوابناکی۔ مولانا فرماتے ہیں کہ تو نیند میں ہے اگر تجھے سونا ہی ہے تو سرِ راہ سو اور اللہ کے راستہ پر سو شاید کوئی اللہ کا نیک بندہ وہاں سے گزرے تو تیرے خواب والے خیالات دُور کردے۔ خفتہ۔ جگہ تو سویا ہوا ہے تو اپنی تدبیر کو راہ یاب نہ ہوگا کسی باخدا کا ہاتھ پکڑلے۔

موج[1] بر وے می زند بے احتراز — خفتہ پویاں در بیابانِ دراز
بغیر پچھاڑ کے موج اُس پر پڑ رہی ہے — سویا ہوا، دراز بیابان میں دوڑ رہا ہے

خفتہ می بیند عطشہای شدید — آب اَقْرَبُ مِنْهُ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْد
سویا ہوا سخت پیاس محسوس کرتا ہے — پانی اُس کی شہ رگ سے زیادہ اُس سے قریب ہے

حکایتِ آں زاہد کہ در سالِ قحط خنداں و شاد بود با مُفلسی و بسیاریِ عیال و خلق می مُردند از گرسنگی، باو گفتند کہ ہنگامِ تعزیت ست نہ شادی گفت مرا باکے نیست

اُس زاہد کی حکایت جو قحط کے سال میں باوجود مُفلسی اور بہت عیالداری کے مسکرانے والا اور خوش تھا اور لوگ بھوک سے مر رہے تھے لوگوں نے اُس سے کہا کہ تعزیت کا وقت ہے نہ کہ خوشی کا اُس نے کہا مجھے کوئی پروا نہیں ہے

ہمچناں[2] کاں زاہد اندر سالِ قحط — بود اُو خنداں و گریاں جملہ رہط
اسی طرح وہ زاہد جو کہ قحط کے سال — مُسکراتا تھا اور تمام قبیلہ روتا تھا

پس بگفتندش چہ جای خندہ است — قحط بیخِ مومناں برکندہ است
تو لوگوں نے اُس سے کہا ہنسنے کا کیا موقع ہے؟ — قحط نے مسلمانوں کی بیخ کنی کر دی ہے

رحمت از ما چشمِ خود بر دوختہ است — ز آفتابِ تیز صحرا سوختہ است
رحمت نے ہم سے اپنی آنکھیں بند کر لی ہیں — تیز سورج سے، جنگل جل گیا ہے

کشت و باغ و رز سیہ افتادہ است — در زمیں نم نیست نے بالا نہ پست
کھیتی اور باغ اور انگور کالے پڑ گئے ہیں — زمین میں نمی نہیں ہے، نہ اوپر نہ نیچے

خلق می میرند زیں قحط و عذاب — دہ دہ[3] و صد صد چو ماہی دور از آب
اس قحط اور عذاب سے لوگ مر رہے ہیں — دس دس اور سو سو جس طرح مچھلی پانی سے دور

بر مسلماناں نمی آری تو رحم — مومناں خویشند یک تن شحم و لحم
تجھے مسلمانوں پر رحم نہیں آتا — (حالانکہ) مومن باہم چربی اور گوشت کا ایک جسم ہیں

رنجِ یک جزوے ز تن رنجِ ہمہ است — گر دمِ صلح ست یا خود ملحمہ است
جسم کے ایک جُزو کی تکلیف سب کی تکلیف ہے — خواہ صلح کا وقت ہے یا جنگ ہے

گفت در چشمِ شما قحط ست ایں — پیشِ چشمم چوں بہشت ست ایں زمیں
اس نے کہا تمہاری نظر میں یہ قحط ہے — میری نگاہ میں یہ زمین بہشت جیسی ہے

---

[1] موج۔ سوئے ہوئے شخص پر موجوں کی تھپیڑیں بھی لگ رہی ہوں تب بھی سراب کیلئے دوڑتا ہے۔ خفتہ۔ نہر کے کنارے سویا ہوا پیاس محسوس کرتا رہتا ہے اور پانی بالکل اُس کے قریب ہوتا ہے۔ یہی حال اہلِ دنیا کا ہے کہ ذاتِ حق اُن کے قریب تر ہے لیکن وہ اُس تک نہیں پہنچ پاتے۔

[2] ہمچناں۔ جس طرح سوئے ہوئے کی حالت ہوتی ہے ایسی ہی اُن لوگوں کی حالت ہے جو اُس درویش پر معترض ہوئے۔ رہط۔ قبیلہ۔ رز۔ انگور کی بیل۔

[3] دہ دہ۔ یعنی کہیں دس دس مر رہے ہیں کہیں سو سو۔ شحم۔ چربی۔ لحم۔ گوشت۔ ملحمہ۔ جنگ۔ گفت۔ اُس نیک شخص نے کہا تمہاری نظر میں یہ قحط ہے میری نظر میں بہشت ہے۔

من ہمی بینم بہر دشت و مکاں
میں ہر جنگل اور جگہ میں دیکھ رہا ہوں

خوشہا[1] انبہ رسیدہ تا میاں
بکثرت (کھیتی کی) بالیں کمر تک

خوشہا در موج از بادِ صبا
بالیں پُروا ہوا سے لہلہا رہی ہیں

پُر بیاباں سبز تر از گندنا
جنگل بھرا ہوا ہے، گندنے سے زیادہ سرسبز ہے

ز آزمون من دست بر وے میزنم
آزمانے کے لئے میں اُن کو چھوتا ہوں

دست و چشمِ خویش را چوں بر زنم
اپنے ہاتھ اور نگاہ کو کیسے ہٹا لوں؟

یارِ فرعونِ تنید اے قومِ دُوں
اے کمینہ قوم تم فرعونی جسم کے یار ہو

زاں نماید مر شما را نیل خوں
اس لئے تمہیں (دریائے) نیل خون نظر آتا ہے

یارِ موسیِ خرد گردید زود
جلد عقلِ موسوی کے یار بن جاؤ

تا نماند خون و بینید آبِ رُود
تاکہ خون نہ رہے اور تم دریا کا پانی دیکھ لو

از پدر[2] بر تو جفائے چوں رَوَد
جب باپ کی جانب سے تجھ پر ظلم ہو

آں پدر در چشمِ تو سگ می شود
وہ باپ تیری نگاہ میں کتا ہو جاتا ہے

آں پدر سگ نیست تاثیرِ جفاست
باپ کتا نہیں ہے، ظلم کی تاثیر ہے

کہ چناں رحمت نظر را سگ نماست
کہ ایسی رحمت، نگاہ میں کتا جیسی ہے

گرگ می دیدند یوسف را بچشم
(حضرت) یوسفؑ کو آنکھ سے بھیڑیا دیکھا

چونکہ اخواں را حسودی بود و خشم
چونکہ بھائیوں میں حسد اور غصہ تھا

با پدر چوں صلح کردی خشم رفت
جب تو نے باپ سے صلح کر لی غصہ ختم ہوا

آں سگی شد گشت بابا یارِ زفت
وہ کتا پن بھی ختم ہوا باپ گہرا دوست بن گیا

دربیانِ آنکہ مجموعۂ عالَم صورتِ عقلِ کُل است چوں با عقلِ کُل بکژ

اس کا بیان کہ عالَم کا مجموعہ عقلِ کُل کی صورت ہے جب تو عقلِ کُل کیساتھ ٹیڑھا

روی جفا[3] کردی صورتِ عالَم ترا غم فزاید اغلبِ احوال چنانکہ با

چلے گا، تو نے ظلم کیا، عالَم کی صورت عموماً تیرا غم بڑھائیگی جیسے کہ باپ کے ساتھ تو نے

پدر بد کردی صورتِ پدر ترا غم فزاید و نتوانی او را دیدن اگرچہ

برائی کی باپ کی صورت تیرا غم بڑھائے گی اور اُسکو دیکھ نہ سکیگا، اگرچہ

پیش ازاں نورِ دیدہ بودہ باشد و راحتِ جاں

اُس سے پہلے آنکھوں کا نور اور جان کی راحت رہا ہو

[1] خوشہا: میں ہر جگہ اپنی اونچی کھیتی دیکھ رہا ہوں جو کمر کر ہے۔ خوشہا۔ کھیتی کی بالیں ہوا سے لہلہا رہی ہیں۔ گندنا۔ لہسن کی قسم کی ایک ترکاری ہے۔ ز آزموں۔ آزمانے کے لئے میں اُس کھیتی پر ہاتھ بھی پھیرتا ہوں تو اب میں اپنے ہاتھ اور آنکھ کو کیسے جھٹلاؤں۔ یار۔ تم اپنے فرعونی جسم کے دوست ہو لہٰذا فرعون کی طرح تمہیں بھی دریائے نیل کا پانی خون نظر آرہا ہے۔ خرد۔ عقل جو بمنزلہ موسیٰؑ کے ہے اُس کے یار بنو تو حقیقتِ حال واضح ہوگی۔

[2] از پدر۔ انسان کی اپنی اندرونی کیفیت حقائق کو تبدیل کر دیتی ہے۔ اگر انسان باپ سے ناراض ہو جائے تو وہ اُس کو کتا نظر آنے لگتا ہے۔ گرگ۔ اپنی باطنی کیفیت کی بنا پر حضرت یوسفؑ اپنے بھائیوں کو بھیڑیا نظر آتے تھے۔ با پدر۔ اگر باپ سے محبت ہو تو وہ سراسر رحمت نظر آتا ہے۔

[3] جفا۔ تمام عالَم حضرتِ حق کا مظہر اور اُس کا پیدا کیا ہوا ہے اِس اعتبار سے وہ تمام عالَم کا باپ ہے اگر تمہارے دل میں اُس سے بیزاری ہے تو یہ تمام عالَم غیر واقعی صورت میں تمہیں نظر آئے گا۔

کُلِّ عالَم صورتِ عقلِ کُل[1] ست

پورا عالم عقلِ کُل کی صورت ہے

کوست بابای ہر آں کاہلِ قُلست

وہ ہر اُس شخص کا باپ ہے جو قول والا ہے

چوں کسے با عقلِ کُل کُفراں فزوُد

جب کوئی عقلِ کُل کی نافرمانی کرلے

صورتِ کُل پیشِ اُو ہم سگ نمود

کُل کی صورت اُس کو کُتا نظر آتی ہے

صُلح کُن با ایں پدر عاقی بہل

اِس باپ سے صلح کرلے نافرمانی کو چھوڑ دے

تا کہ فرشِ رَز نماید آب و گِل

تا کہ تجھے زمین انگور کا فرش نظر آئے

پس قیامت نقدِ حالِ تو بُوَد

پھر قیامت تیری نظر کے سامنے ہو

پیشِ تو چرخ و زمیں مُبدَل شود

تیرے آسمان اور زمین بدل جائیں

منکہ صلحم دائماً با ایں پدر

میری ہمیشہ اِس باپ سے صلح ہے

ایں جہاں چوں جنّتستم در نظر

یہ دنیا میری نگاہ میں جنّت کی طرح ہے

ہر زماں[2] نو صُورتے و نو جَمال

ہر وقت نئی صورت ہے اور نیا حُسن ہے

تا ز نو دیدن فرو میرد مَلال

حتّٰی کہ نئے مشاہدے سے غم زائل ہو جاتا ہے

من ہمی بینم جہاں را پُر نعیم

میں دنیا کو نعمتوں سے بھرا دیکھتا ہوں

آبہا از چشمہا جوشاں مُقیم

چشموں سے ہمیشہ پانی جوش مار رہا ہے

بانگِ آبش می رسد در گوشِ من

پانی کی آواز میرے کان میں پہنچتی ہے

مست می گردد ضمیر و ہوشِ من

میرا دل اور حواس مست ہو جاتے ہیں

شاخہا رقصاں شُدہ چوں تائباں

شاخیں صوفیوں کی طرح رقص کر رہی ہیں

برگہا کف زن مثالِ مُطرِباں

پتّے گویّوں کی طرح تالیاں بجا رہے ہیں

بَرقِ آئینہ است لامع از نمد

آئینہ کی چمک نمدے میں سے چمکتی ہے

گر نماید آئینہ تا چوں بُوَد

اگر آئینہ نظر آجائے تو کیا ہوگا؟

از ہزاراں[3] من نمی گویم یکے

میں ہزار (باتوں) میں سے ایک بھی نہیں کہتا ہوں

زانکہ آگندہ است ہر گوش از شکے

کیونکہ ہر کان شک سے پُر ہے

پیشِ وہم ایں گفت مُژدہ دادنست

وہم کے لئے یہ بات خوشخبری ہے

عقل گوید مُژدہ چہ نقدِ من ست

عقل کہتی ہے کہ خوشخبری کیا ہوتی ہے یہ میری حالت ہے

---

[1] عقلِ کُل۔ مولانا عقلِ کُل کا بہت سی چیزوں پر اطلاق کرتے ہیں یہاں خدائے تعالےٰ مراد ہے۔ اہلِ قُل۔ یعنی وہ روحیں جنھوں نے ازل میں اَلَستُ بِرَبِّکُم کے جواب میں بَلیٰ کا قول کیا تھا جن کے۔ جب انسان کے دل میں خدا کا کُفر ہوتا ہے تو اُس کو سارا جہاں بھیانک نظر آتا ہے۔ صورتِ کُل۔ یعنی جہان۔ عاقی۔ ماں باپ کی نافرمانی۔ تا کہ۔ تمام زمین انگوروں کر بھری ہوئی نظر آئے گی۔ قیامتے۔ قیامت میں زمین و آسمان بدل دیئے جائینگے۔ منکہ۔ اس بزرگ نے کہا چونکہ میری خدا سے صلح ہے لہٰذا مجھے تمام عالم جنّت نظر آتا ہے۔

[2] ہر زماں۔ لمحہ بلمحہ مجھ پر نئی تجلیات کا انکشاف ہوتا رہتا ہے اور طبیعت ملول نہیں ہوتی ہے۔ نعیم۔ دائم۔ ضمیر۔ دل۔ شاخہا۔ شاخوں کا ہواؤں سے ہلنا مجھے صوفیوں کا رقص معلوم ہوتا ہے اور پتّوں کا بجنا گویّوں کی آواز معلوم ہوتی ہے۔ برقِ آئینہ۔ یہ تجلیات میرے اوپر ناسوت کے پردوں سے پڑ رہی ہیں جبکہ براہِ راست پڑیں گی تو کیا حال ہوگا۔

[3] از ہزاراں میں ہزار حقائق میں سے ایک بات بھی پوری نہیں بتا رہا ہوں کیونکہ سُننے والے اہل نہیں ہیں، بیشِ وہم جن کی عقلیں ناقص ہیں وہ ان باتوں کو بمنزلہ خوشخبری کے سنتے ہیں۔ کامل عقل والے اُن کا مشاہدہ کرتے ہیں

قصۂ[1] فرزندانِ عُزیر علیہ السّلام کہ از پدر احوالِ پدر می پُرسیدند

(حضرت) عزیر علیہ السّلام کی اولاد کا قصہ کہ باپ سے (ہی)، باپ کے احوال دریافت کر رہے تھے

پدر گفت آرے دیدمش از عقب می آید بعضے کہ شناختندش

باپ نے کہا ہاں میں نے اُس کو دیکھا ہے، پیچھے آرہا ہے۔ جن بعض نے پہچان لیا وہ بیہوش

بیہوش شُدند و آنانکہ نشناختندش می گفتند ایں شخص خوش

ہو گئے اور جنھوں نے نہ پہچانا وہ کہہ رہے تھے کہ اُس شخص نے اچھی خوشخبری

مژدہ دادہ ایں بیہوشی اچیست وایں حالت

دی ہے یہ حالت اور یہ بے ہوشی کس وجہ سے ہے؟

ہمچو پورانِ[2] عزیرؑ اندر گذر
(حضرت) عزیرؑ کی اولاد کی طرح راستہ میں

آمدہ پُرساں ز احوالِ پدر
کہ باپ کے احوال دریافت کر رہے تھے

گشتہ ایشاں پیر و باباشاں جواں
وہ بوڑھے ہو گئے تھے اور اُن کے والد جوان تھے

پس پدر شاں پیش آمد ناگہاں
تو انکے والد اچانک سامنے آگئے

پس بپرسیدند ازو کاے رہگذر
تو انھوں نے اُن سے دریافت کیا اے مسافر!

از عُزیرِ ما عجب داری خبر
ہمارے عجیب عزیرؑ کا تجھے علم ہے

کہ کسے ماں گفت کامروز آں سَند
کیونکہ کسی نے ہم سے کہا ہے کہ آج وہ سہارا

بعدِ نومیدی ز بیروں می رسد
مایوسی کے بعد باہر سے آجائے گا

گفت[3] آرے بعدِ من خواہد رسید
اُن (عزیرؑ) نے کہا میرے بعد وہ آئے گا

آں یکے خوش شُد چو ایں مژدہ شنید
انہیں سے ایک نے جب یہ خوشخبری سُنی خوش ہوا

بانگ می زد کاے مُبشّر باش شاد
شور مچاتا تھا کہ اے خوشخبری دینے والے خوش رہ

واں دِگر بشناخت بیہوش اوفتاد
دوسرے نے پہچان لیا بیہوش ہوکر گر گیا

کہ چہ جایِ مژدہ است اے خیرہ سر
کہ اے احمق! خوشخبری کا کیا موقع ہے؟

کہ در افتادیم در کانِ شکر
ہم تو شکر کی کان میں پہنچ گئے ہیں

وہم را مژدہ است پیشِ عقل نقد
وہم کے لئے خوشخبری ہے عقل کے لئے مشاہدہ

زانکہ چشمِ وہم شُد محجوبِ فقد
کیونکہ وہم کی آنکھ گمشدگی سے ڈھکی ہوئی ہو

---

[1] قصہ۔ اِس قصہ کا خلاصہ یہ ہے کہ بعض باتیں محجوبین کے لئے خوشخبری کا درجہ رکھتی ہیں اور کاملین کے لئے وہ مشاہدہ کا مرتبہ رکھتی ہیں۔ حضرت عزیرؑ ایک سَو سال کے بعد جب زندہ ہوئے تو آپ کی اولاد نے سُنا کہ ہمارے باپ زندہ ہوکر آرہے ہیں وہ آپ کی جستجو کے لئے شہر سے باہر نکلے حضرت عزیرؑ شہر میں آرہے تھے وہ راستہ میں ملے کچھ اولاد آپکو نہ پہچانی اور اُس نے انہی سے اُن کی خبریں معلوم کرنی چاہیں انھوں نے فرمایا کہ وہ ابھی آئیں گے یہ خبر اِس اولاد کے لئے خوشخبری بنی بعض لڑکوں نے اُن کو پہچان لیا تو اُن کیلئے یہ خبر مشاہدہ بنی اور وہ خوشی سے بیہوش ہوگئے۔

[2] پوران۔ اولاد۔ پدر یعنی حضرت عزیرؑ۔ ایشاں۔ اولاد بوڑھی ہوگئی تھی حضرت عزیرؑ تغیراتِ زمانہ سے محفوظ تھے وہ جوان تھے بستند یعنی حضرت عزیرؑ۔

[3] گفت۔ چونکہ یہ اولاد نہ پہچانی تو انھوں نے اُن پر طنز کیا اور فرمایا کہ ہاں وہ میرے بعد آئیں گے۔ بانگ۔ اُس نے انہیں کو اُس خوشخبری دینے کی دعا دی دوسری اولاد نے اُن کو پہچان لیا تو فرطِ مسرت سے بے ہوش ہوگئی۔ کہ چہ جای۔ پہچاننے والوں نے کہا کہ خوشخبری کیا چیز ہوتی ہے وہ کانِ شکر تو ہمارے سامنے ہے۔ وَہم۔ ایک ہی بات ناقص عقل کے لئے خوشخبری کا درجہ رکھتی ہے چونکہ وہ مشاہدہ نہیں کرسکتی ہے، عقلِ کامل کے لئے وہ مشاہدہ ہے۔

کافراں را درد و مومن را بشیر
کافروں کے لئے درد اور مومن کیلئے خوشخبری دینے والی ہے
لیک نقدِ حال در چشمِ بصیر
لیکن بینا کی آنکھ میں نقدِ حال ہے

زانکہ عاشق در دمِ نقد ست مست
کیونکہ عاشق مُشاہدہ میں مست ہے
لاجرم از کفر و ایماں برتر ست
لامحالہ وہ کفر اور ایمان سے بالا ہے

کفر و ایماں ہر دو خود دربانِ اوست
کفر اور ایمان دونوں اُس کے دربان ہیں
کوست مغز و کفر و دیں اُو را دو پوست
کیونکہ وہ مغز ہے اور کفر اور دین اسکے دو چھلکے ہیں

کفر قشرِ خشک رُو بر تافتہ
کفر خشک چھلکا منہ پھیرے ہوئے ہے
باز ایماں قشرِ لذت یافتہ
پھر ایمان لذت پایا ہوا چھلکا ہے

قشر ہای خشک را جا آتش ست
خشک چھلکوں کی جگہ آگ ہے
قشرِ پیوستہ بمغزِ جاں خوش ست
چھلکا جو جان کے مغز سے وابستہ ہے وہ اچھا ہے

مغز خود از مرتبہ خوش برتر ست
مغز، اچھے مرتبہ کی وجہ سے بالا ہے
برتر ست از خوش کہ لذت گستر ست
(بلکہ) اچھے سے بڑھ کر ہے کیونکہ لذت بخش ہے

ایں سخن پایاں ندارد باز گرد
اس بات کا خاتمہ نہیں ہے واپس لوٹ
تا بر آرد موسیم از بحر گرد
تاکہ میرا موسیٰ سمندر سے گرد اڑائے

در خورِ عقلِ عوام ایں گفتہ شد
عوام کی عقل کے بقدر یہ کہہ دیا گیا
از سخن باقیِ آں بنہفتہ شد
اس کی بقیہ بات پوشیدہ کر دی گئی ہے

زرِ عقلت ریزہ است اے متہم
اے تہمت زدہ! تیری عقل کا سونا ریزہ ریزہ ہے
بر قراضہ مُہرِ سکہ چوں نہم
بُرادے پر سکہ کی مُہر کیسے لگاؤں؟

عقلِ تو قسمت شدہ بر صد مہم
تیری عقل سینکڑوں معاملوں میں بٹی ہوئی ہے
بر ہزاراں آرزوی و طِمّ و رِم
ہزاروں آرزوؤں اور بہت مال پر

جمع باید کرد اجزا را بعشق
عشق کے ذریعہ اجزاء کو جمع کرنا چاہیئے
تا شوی خوش چوں سمرقند و دمشق
تاکہ تو سمرقند اور دمشق کی طرح حسین بن جائے

جو جوے چوں جمع گردی ز اشتباہ
وہم کو اگر جَو جَو کرکے تو جمع کرلے
پس تواں زد سکہ بر تو بادشاہ
تو بادشاہ تجھ پر ٹھپہ لگا سکے گا

والطِم و رِم یعنی وہ خشکی اور سمندر کی چیزیں لے آیا یا بہت مال لے آیا۔ بعشق عشقِ خداوندی عقلِ انسانی کو ایک نقطہ پر جمع کر دیتا ہے۔ سمرقند، سمرقند اور دمشق کی رونق مشہور تھی غوطۂ دمشق اور سُغد سمرقند دنیا کی جنتوں میں شمار ہوتے تھے۔ جو جوے۔ عقل کو تھوڑا تھوڑا جمع کریگا تو کچھ نہ کچھ معارف حاصل ہو جائینگے۔

لہ کافراں۔ ایک ہی بات منکروں کیلئے درد ہے مومن کیلئے خوشخبری اور عاشق کے لئے مشاہدہ۔ عاشق مشاہدہ اور دیدار سے مست رہتا ہے لہٰذا وہ کافر اور رسمی مومن سے بالاتر ہے۔ کفر و ایماں۔ کفر اور رسمی ایمان اس عاشق کے گھر کے دربان ہیں کیونکہ وہ بمنزلہ مغز کے ہے اور کفر و ایمان دونوں اسکے چھلکے ہیں۔ کفر۔ اِن دونوں چھلکوں میں یہ فرق ہے کہ کفر تو مشاہدہ سے بالکل منہ موڑے ہوئے ہے اور ایمان کچھ نہ کچھ لذت چکھے ہوئے ہے۔

لہ قشر ہای خشک۔ کفر سوکھا چھلکا ہے جو آگ میں جلانے کے قابل ہے عام مومنین کا ایمان وہ چھلکا ہے جو مغز سے جڑا ہوا ہے۔ مغز۔ عشقِ الٰہی عام ایمان سے بالاتر ہے۔ ایں سخن یعنی اس نیک شخص کی باتیں۔ موسیم میرا موسیٰ، موسیٰ سے مراد یہاں ذاتِ حق ہے۔ از بحر یعنی بحرِ معارف کا پورا بیان۔ در خور عوام کی سمجھ کی بقدر کچھ باتیں کہہ دی ہیں بقیہ باتیں چھپا لی ہیں۔

لہ زرِ عقلت۔ انسانوں نے اپنی عقل کے سونے کو پراگندہ کر رکھا ہے سونے کے بُرادے پر ٹھپہ نہیں لگایا جا سکتا معارف کا ٹھپہ جب لگ سکیگا کہ عقل مجتمع ہو جائے گی۔ عقل انسان اپنی عقل کو سینکڑوں دھندوں میں بانٹے ہوئے ہے۔ طِمّ و رِم۔ عرب کا محاورہ ہے جاءَ بالطِّم

۶۶۹

وَرزِ مثقالے شوی افزوں تو خام ¹ — از تو سازد شہ یکے زرّینہ جام
اے کچّے! اگر تو ایک مثقال سے بڑھ جائے گا — تو بادشاہ تیرا زرّیں جام بنائے گا

پس بر و ہم نام و ہم القابِ شاہ — باشد و ہم صورتش اے وصل خواہ
تو اُس پر بادشاہ کا نام بھی اور القاب بھی — ہوگا، اور اُس کی تصویر بھی اے وصل کے خواہشمند!

تا کہ معشوقت بُود ہم ناں ہم آب — ہم چراغ و شاہد و نُقل و شراب
تاکہ روٹی اور پانی بھی تیرا معشوق ہو — چراغ بھی اور شاہد بھی نقل اور شراب بھی

جمع کُن خود را جماعت رحمت است — تا توانم با تو گفتن آنچہ ہست
اپنے آپ کو جمع کرلے، جماعت رحمت ہے — تاکہ میں تجھ سے جو حقیقت ہے کہہ سکوں

زانکہ گفتن از برای باور یست — جانِ شرک از باورِ حق بر یست
اس لئے کہ کہنا یقین کے لئے ہے — شرک کی جان حق کو پہچاننے سے خالی ہے

جانِ قسمت گشتہ در جوِّ فلک ² — در میانِ شصت سودا مشترک
(شرک کی)، جان آسمان کی فضا میں تقسیم ہوگئی ہے — بہت سے معاملوں میں مشترک ہے

پس خموشی بہ دہد اورا ثبوت — پس جوابِ احمقاں آمد سُکوت
خاموشی اُس کے لئے اچھا ثبوت مہیا کرتی ہے — احمقوں کے لئے جواب خاموشی ہے

ایں ہمی دانم ولے مستیِ تن — می کُشاید بے مُرادِ من دہن
یہ میں جانتا ہوں لیکن جسم کی مستی — بغیر ارادے کے میرا منہ کھول دیتی ہے

آنچناں کز عطسہ واز خامیاز — ایں دہاں گردد بنا خواہِ تو باز
جیسا کہ چھینک اور انگڑائی سے — تیرے ارادے کے بغیر منہ کھل جاتا ہے

در تفسیر حدیث اِنِّی لَاَسْتَغْفِرُ اللہَ رَبِّی فِیْ کُلِّ یَوْمٍ سَبْعِیْنَ مَرَّۃً ³

حدیث کی تفسیر کرمیں، اللہ اپنے رب سے ہر روز ستّر مرتبہ مغفرت چاہتا ہوں

ہمچو پیغمبر ز گفت واز نِثار — توبہ آرم روز من ہفتاد بار
پیغمبرؐ کی طرح گفتگو اور (اسرار) نچھاور کرنے سے — میں دن میں ستّر بار توبہ کرتا ہوں

لیک آں مستی بُود توبہ شکن — منسی ست ایں مستیِ تن جامہ کن
لیکن وہ مستی توبہ شکن بنتی ہے — یہ کپڑے چاک کرنیوالی جسم کی مستی بُھلادینے والی ہے

حکمتِ اظہارِ تاریخ دراز — مستی انداخت بر دانای راز
دراز تاریخ کے اظہار کی حکمت — ایک رازداں پر مستی طاری کردیتی ہے

¹ وَرزِ مثقالے۔ اور اگر تُو ایک مثقال کے وزن سے زیادہ جمع کرے گا تو پھر اُس کا زرّیں جام بن جائے گا جو شاہ کی مجلس میں ہوگا اور اُس کو شاہ کا مشاہدہ حاصل ہوگا۔ پس۔ شاہی جام پر شاہ کا نام اور القاب اور تصویر کندہ کردی جاتی تھی۔ تاکہ۔ اب تجھے دنیا کی ہر چیز میں حضرتِ حق کا جلوہ نظر آئے گا۔ آنچہ ہست۔ یعنی حقائق۔ زانکہ۔ بات اس لئے کہی جاتی ہے کہ سننے والے کو اُس کا یقین آجائے جب تک تجھ میں شرک کی کیفیت ہے تو یقین سے خالی ہے۔

² جان۔ شرک کی جان اور روح کا تعلق ایک ذاتِ خداوندی پر مجتمع نہیں ہے وہ کائنات میں بٹی ہوئی اور سینکڑوں معاملوں میں منقسم ہے پس خموشی۔ جاہلوں کے سامنے کسی مدعا کے ثبوت کے لئے خاموشی بہتر ثبوت ہے۔ مستیِ تن یعنی روحانی مستی بعض نسخوں میں مستیِ من بھی ہے۔ آنچناں۔ چھینک اور انگڑائی میں بے اختیار منہ کھل جاتا ہے اسی طرح اسرار کے بیان کرنے میں میرا منہ بے اختیار کھل جاتا ہے۔

³ اِنِّی لَاَسْتَغْفِرُ۔ حضورؐ کا یہ استغفار بھی اسی بنا پر تھا کہ بے اختیار معارف ظاہر ہوجاتے تھے۔ نثار۔ یعنی اسرارِ معرفت کو سنانا۔ آں مستی۔ یعنی روحانی مستی۔ منسی۔ بھلادینے والا۔ حکمت۔ چونکہ اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ عالم

رازِ[1] پنہاں با چنیں طبل و علم ۔۔۔ آبِ جوشاں گشتہ از جفّ القلم
پوشیدہ راز ایسے نقارے اور جھنڈے کے ساتھ ۔۔۔ جفّ القلم سے پانی جوش مارتا ہے

رحمتِ بیحد روانہ ہر زماں ۔۔۔ خفتہ آید از درکِ آں اے مردماں
لامحدود رحمت ہر زمانہ میں جاری ہے ۔۔۔ اے انسانو! تم اُس کے علم سے سوئے ہوئے ہو

جامۂ خفتہ خورد از جوئے آب ۔۔۔ خفتہ اندر آب جویای سراب
سوئے ہوئے کا کپڑا نہر کا پانی پی رہا ہے ۔۔۔ پانی میں سویا ہوا سراب کا جویاں ہے

میرود آنجای بوئے آب ہست ۔۔۔ زیں تفکر راہ را بر خویش بست
وہاں جاتا ہے، جہاں پانی کی اُمید ہے ۔۔۔ اس خیال سے اُس نے اپنا راستہ مسدود کردیا

چونکہ[2] آنجا گفت زینجا دور شد ۔۔۔ بر خیالے اُو زحق مہجور شد
جبکہ اُس نے اُس جگہ کی سوچی اِس جگہ سے دُور ہوگیا ۔۔۔ ایک خیال (کی بنیاد) پر وہ صحیح واقعہ سے دُور ہوگیا

دور بینانند و بس خفتہ رواں ۔۔۔ رحمتے آرید شاں اے رہرواں
سوئی ہوئی روح والے فقط دُور بیں ہیں ۔۔۔ اے سالکو! اُن پر رحم کرو

من ندیدم تشنگی خواب آورد ۔۔۔ خواب آرد تشنگیِ بے خرد
میں نے نہیں دیکھا کہ پیاس سُلائے ۔۔۔ بے عقل کی پیاس سُلاتی ہے

خود خرد آنست کو از حق چرید ۔۔۔ نے خرد کاں را عطارد آورید
عقل وہی ہے جو اللہ تعالیٰ سے بیضیاب ہو ۔۔۔ نہ وہ عقل جو عطارد (ستارے) سے تم لائے ہو

بیانِ آنکہ عقلِ[3] جزوی تا بگور بیش نہ بیند و در باقی مقلدِ انبیا و اولیاست

اس کا بیان کہ ناقص عقل قبر سے آگے نہیں دیکھتی ہے اور باقی معاملات میں انبیاء اور اولیاء کی مقلد ہے

پیش بینی ایں خرد تا گور بود ۔۔۔ وانِ صاحبدل بنفخِ صور بود
اِس عقل کی دور بینی قبر تک ہے ۔۔۔ صاحبدل کی ملکیت صور پھونکنے تک ہے

ایں خرد از گور و خاکے نگذرد ۔۔۔ ویں قدم عرصہ عجائب نسپرد
یہ عقل قبر اور مٹی سے آگے نہیں جاتی ہے ۔۔۔ یہ قدم عجائب کے میدان کو طے نہیں کرتا ہے

زیں قدم زیں عقل رو بیزار شو ۔۔۔ چشمِ غیبی جوی و برخوردار شو
اس قدم اور اس عقل سے (ہٹ) جا بیزار ہوجا ۔۔۔ غیبی آنکھ تلاش کر اور نفع اُٹھا

---

[1] رازِ پنہاں۔ پوشیدہ اسرار اسقدر ظاہر ہونے کی وجہ یہ ہے کہ خدائی تقدیر سے معارف کا چشمہ اُبلنے لگا ہے۔ جفّ القلم یعنی ہونے والی باتیں لکھ کر قلم تقدیر خشک ہوچکا ہے۔ رحمت۔ مولانا فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ کی رحمت کے دریا بہہ رہے ہیں لیکن تم غفلت کی نیند سوئے ہوئے ہو۔ جامہ۔ سوئے ہوئے کی یہ حالت ہوتی ہے کہ دریا کی لہریں اُسپر گرتی ہیں اور اُس کے کپڑے پانی پیتے ہیں لیکن وہ پیاسا رہتا ہے وہ محض پانی کی توقع پر خواب میں بھاگا پھرتا ہے اور گویا اپنے آپ کو اس دریا سے اور دور کردیتا ہے۔

[2] چونکہ۔ جب دوسری جگہ کے پانی کے تصور سے اُدھر بھاگتا ہے تو واقعی پانی سے اپنے آپ کو مزید محروم کرتا ہے۔ دور بینانند جن کی روحیں سوئی ہوئی ہیں وہ سوئے ہوئے کی طرح کے دُور بین ہیں۔ رہرواں یعنی سالکین راہِ معرفت۔ من ندیدم پیاس کی حالت میں نیند نہیں آتی لیکن بے عقل کی پیاس اُسکو مزید سُلادیتی ہے۔ خود عقل وہ ہے جو خدا کی جانب سے عطا ہو عطارد ستارے کی تاثیر سے انسان میں جس عقل کا نشوونما ہوتا ہے وہ دراصل عقل نہیں ہے لہٰذا اِس دنیاوی عقل سے انسان خردمند نہیں بنتا ہے۔

[3] عقلِ جزوی۔ دنیاوی عقل جو عطارد کی تاثیر سے پیدا ہوتی ہے اُسکی دوڑ صرف قبر کے گڑھے تک ہے اُسکے بعد کے احوال اُسکے ادراک میں نہیں آسکتے ہیں وہ صرف انبیاء اور اولیاء بتاسکتے ہیں جن کو عقلِ خداوندی حاصل ہے وہ لوگ قیامت تک کے احوال سمجھ لیتے ہیں۔ عرصہ عجائب یعنی حشر کا میدان۔ زیں قدم۔ یہ حسی قدم، عقل، ناقص بیکار ہے۔ غیب بیں عقل و بصر مفید ہے۔

ہمچو موسیٰ نور کے یابد ز جیب — سُخرۂ استاد و شاگردِ کتیب
(حضرت) موسیٰ کی طرح گریبان سے نور کب حاصل کرتا ہے؟ — اُستاد کا تابع اور کتاب کا شاگرد

زیں[1] نظر وِیں عقل نایدُ جز دوار — پس نظر بگذار و بگزیں انتظار
اِس غور و فکر اور اِس عقل سے سوائے دردِ سر کے کچھ حاصل — تو غور و فکر چھوڑ اور انتظار اختیار کر

از سخن گوئی مجوئید ارتفاع — منتظر را بہ ز گفتن استماع
باتیں بنانے سے بلندی نہ چاہو — منتظر کے لئے کہنے سے سُننا بہتر ہے

منصبِ تعلیم نوعے شہوتست — ہر خیالِ شہوتی در رہ بُت ست
تعلیم کا مقام ایک قسم کی خواہشِ نفسانی ہے — نفسانی ہر خیال راستہ کا بُت ہے

گر بفضلش پے ببردے ہر فضول — کے فرستادے خدا چندیں رسول
اگر ہر بیہودہ اپنی بڑائی کی وجہ سے پتہ پا لیتا — تو خدا اتنے رسول کب بھیجتا

عقلِ جزوی[2] ہمچو برق ست و درخش — در درخشی کے تواں شُد سوی وخش
ناقص عقل بجلی اور چمک کی طرح ہے — چمک میں وخش تک کہاں جایا جاسکتا ہے

نیست نورِ برق بہر رہبری — بلکہ اَمر ست اَبر را کہ می گری
بجلی کی چمک راستہ طے کرنے کیلئے نہیں ہے — بلکہ وہ اَبر کو حکم ہے کہ تو رو

برقِ عقلِ ما برای گریہ است — تا بگرید نیستی در شوقِ ہست
ہماری عقل کی چمک رونے کیلئے ہے — تاکہ روئے، فنا عشق میں ہے

عقلِ کودک[3] گفت بر کتاب تن — لیک نتواند بخود آموختن
بچہ کی عقل نے کہا مکتب میں جا — لیکن اس کو وہ خود سِکھا نہیں سکتی

عقلِ رنجور آردش سوی طبیب — لیک نبود در دوا عقلش مُصیب
بیمار کی عقل اس کو طبیب کے پاس لاتی ہے — لیکن دوا تجویز کرنے میں اُس کی عقل صحیح پہنچنے والی نہیں ہے

نک شیاطیں سوی گردوں می شدند — گوش بر اسرارِ بالا می زدند
یہ شیطان آسمان کی جانب گئے — (عالمِ) بالا کے رازوں پر کان لگایا

می رُبودند اندکے زاں رازہا — تا شُہُب می راندشاں زود از سما
اُن رازوں میں سے کچھ اُچک لے گئے — تو شہابوں نے فوراً انھیں آسمان سے بھگا دیا

[1] زیں نظر۔ اِس غور و فکر سے قطع نظر کر اور مجاہدات میں مصروف رہ کر انتظار کر تاکہ تجھے نورِ موسوی میسّر آجائے۔ منتظر۔ جو مجاہدات کی حالت میں انتظار میں ہے اُس کے لئے بولنا مفید نہیں، سُننا مفید ہے۔ منصبِ تعلیم۔ علومِ ظاہری کی خواہش کی بنیاد جاہ اور رُتبہ ہے جو خواہشِ نفس ہے اور خواہشِ نفس کو پیدا کرنا راہِ طریقت میں بُت پرستی ہے۔ گر بفضلش۔ اگر انسان کی بڑائی کی بنیاد پر اسرارِ معرفت حاصل ہوا کرتے تو رسولوں کی بعثت بیکار تھی۔

[2] عقلِ جزوی۔ انسان کی ناقص عقل آسمان کی بجلی کی کوند کی طرح ہے جس کے ذریعہ راستہ طے نہیں ہوسکتا۔ وخش۔ ایک جگہ کا نام ہے۔ نیست: بجلی کی کوند راستہ طے کرنے کے لئے نہیں ہے وہ تو ابر کو یہ حکم دینے کے لئے ہے کہ رُو! یعنی آنسو برسا۔ برقِ عقل: عقلِ انسانی کی کوند بھی اسی لئے ہے کہ انسان عشقِ الٰہی میں روئے۔ اسی سے فنا کا مقام حاصل ہوتا ہے۔

[3] عقلِ کودک۔ عقلِ ناقص کی مثال بچہ کی عقل کی سی ہے وہ عقل بچہ کو یہ بتاتی ہے کہ مکتب میں جا لیکن وہ عقل اُس کو تعلیم نہیں دے سکتی۔ عقلِ رنجور۔ بیمار کی عقل اُس کو طبیب کے پاس جانے پر مجبور کرتی ہے لیکن اُس کے لئے دوا تجویز نہیں کرسکتی اسی طرح عوام کی عقل انکو نبی اور ولی تک پہنچا سکتی ہے اسرار کا سکھانا اُسی نبی اور ولی کا کام ہے۔ نک۔ شیاطین براہِ راست اسرار معلوم کرنے کی کوشش کرتے ہیں تو ان کو شہاب ثاقب مار گراتے ہیں اور انکو حکم ملتا ہے کہ اسرار کی تعلیم نبی سے حاصل کرو۔

کہ رویدآنجا رسولے آمدہ است
کہ جاؤ وہاں ایک رسول آگیا ہے

ہرچہ می خواہید ازو آید بدست
تم جو چاہتے ہو اس سے ہاتھ آئے گا

گر ہمی جوئید دُرِ بے بہا[1]
اگر تم گراں قدر موتی تلاش کرتے ہو

اُدْخُلُوا الْأَبْيَاتَ مِنْ أَبْوَابِهَا
گھروں میں اُن کے دروازوں سے داخل ہو

می زن آں حلقہ در و بر باب ایست
دروازے کی کنڈی بجا اور دروازے پر ٹھہر

کز سوئے بامِ فلک تاں راہ نیست
اسلئے کہ آسمان کے بالاخانہ کی جانب تمہارے لئے راستہ نہیں ہے

نیست حاجت تا بدیں راہِ دراز
اس دراز راستہ کی ضرورت نہیں ہے

خاکئیے را دادہ ایم اسرارِ راز
ہم نے ایک خاکی کو راز کے بھید دے دیئے ہیں

پیشِ اُو آئید اگر خائن نہ اید
اگر تم خائن نہیں ہو تو اس کے سامنے آؤ

نیشکر گردید ازو گرچہ نے اید
اس سے گنا بن جاؤ گے اگرچہ تم نرکل ہو

سبزہ[2] رویاند ز خاکت آں دلیل
وہ رہنما تیری خاک سے سبزہ اُگا دے گا

نیست کم از سُمِ اسپ جبرئیلؑ
وہ جبرئیل کے گھوڑے کے سم سے کم نہیں ہے

سبزہ گردی تازہ گردی از نوی
تو از سرِ نو سبزہ بن جائے گا تازہ بن جائیگا

گر تو خاک اسپ جبرئیلے شوی
اگر تو کسی جبرئیل کے گھوڑے کی خاک بنجائیگا

سبزۂ جاں بخش کاں را سامری
جان عطا کرنے والا سبزہ جس کو سامری نے

کرد در گوسالہ تا شُد گوہری
بچھڑے میں رکھ دیا یہاں تک کہ وہ جوہر والا ہو گیا

جاں گرفت و بانگ زد زاں سبزہ اُو
اُس سبزہ سے وہ جاندار ہو گیا اور بولنے لگا

آنچناں بانگے کہ شُد فتنہ عدو
اس طرح بولنا، کہ وہ دشمن کے لئے فتنہ بن گیا

گر امیں[3] آئید سوئے اہلِ راز
اگر تم رازدار کی جانب امانتدار بن کر آؤ گے

وارہید از سر کُلہ مانندِ باز
تو باز کی طرح سر کی ٹوپی سے نجات پا جاؤ گے

سر کلاہِ چشم بند و گوش بند
وہ سر کی ٹوپی جو آنکھ کی بندش اور کان کی بندش ہو

کز او باز ست مسکین و نژند
جس کی وجہ سے باز مسکین اور خستہ ہے

زاں کلہ بر چشم باز اول شُدست
وہ ٹوپی باز کی آنکھوں پر ابتداءً اسلئے آئی ہے

کہ ہمہ میلش سوئے جنسِ خودست
کہ اُس کا تمام میلان اپنی جنس کی طرف ہے

چوں بُرید از جنس با شہ گشت یار
جب وہ لاجنس ہم جنس سے کٹا شاہ کا دوست ہو گیا

بر کُشاید چشمِ اُو را باز وار
تو باز کی طرح اُس کی آنکھیں کھول دے گا

---

[1] دُرِ بے بہا یعنی اسرارِ معرفت۔ ابوابہا۔ اسرار حاصل کرنیکا راستہ نبی اور ولی کی ذات ہے۔ می زن۔ دروازہ سے داخل ہونیکا مطلب یہ ہے کہ دروازہ پر جاکر کنڈی بجا اور کھڑا رہ جب اجازت ہو تو اندر جا۔ نیست۔ اسلئے کہہ دیا جاتا ہے کہ آسمانوں کا طویل سفر کرنے کی ضرورت نہیں ہے ہم نے ایک خاکی یعنی نبی کو اسرار بتادیئے ہیں اس سے جاکر سیکھو تم نرکل ہو اُس کی صحبت سے گنا بن جاؤ گے۔

[2] سبزہ۔ وہ نبی اور ولی تمہاری خاک سے سبزہ اُگا دیگا کیونکہ وہ مرتبہ میں حضرت جبرئیلؑ کے گھوڑے کے سم سے کم نہیں ہے حضرت جبرئیلؑ جب اسرائیلیوں کی مدد کیلئے آئے تو انکے گھوڑے کے قدم جس جگہ پڑتا تھا وہ سرسبز ہو جاتی تھی سامری نے یہ دیکھ کر اُس کے قدم کی مٹی اٹھاکر گئوسالے میں ڈالی جس سے اُس میں زندگی کے اثرات پیدا ہو گئے۔ قدوم بھی وقت تو مومن تھے لیکن سامری کے بہکانے کے بعد وہ مشرک ہو گئے تھے۔

[3] گر امیں۔ اگر تم اولیاء کی صحبت دیانتداری سے اختیار کروگے تو وہ پردہ ہٹ جائیگا جو غیبی چیزیں دیکھنے سے مانع ہے۔ سرکلہ۔ باز جب تک مالک سے مانوس نہیں ہوتا انکے سر پر ایک ٹوپی اس طرح اڑھائی جاتی ہے جس سے اسکی آنکھیں اور کان چھپے رہتے ہیں۔ زاں۔ یہ ٹوپی اسلئے اڑھائی جاتی ہے کہ اسکا میلان مالک کیطرف نہیں ہوتا اور دوسرے

راندہ دیواں را حق از مرصادِ خویش
اللہ تعالیٰ نے شیطانوں کو اپنی گھات سے بھگا دیا

عقلِ جزوی را ز استبدادِ خویش
ناقص عقل کو اپنے مستقل ہونے سے (بھگا دیا)

کہ سری کم کُن نہ تو مستبد
کہ خود سری نہ کر، تو مستقل نہیں ہے

بلکہ شاگردِ ولی و مستعد
بلکہ تو ولی کا شاگرد اور صاحبِ استعداد ہے

زُو بَرِ دل رَو کہ تو جُزوِ ولی
جلد دل کے پاس جا کیونکہ تو دل کا جز ہے

ہیں کہ بندہ بادشاہِ عادلی
خبردار! تو منصف بادشاہ کا غلام ہے

بندگی اُو بہ از سلطانی است
اُس کی غلامی بادشاہت سے بہتر ہے

کہ انا خیر دمِ شیطانی است
"میں بہتر ہوں" کا دعویٰ شیطانی ہے

فرق بین و برگزیں تو اے حسیس
اے کمینے! تو فرق سمجھ لے اور اختیار کر

بندگیِ آدمؑ از کبرِ بلیس
آدمؑ کی بندگی، شیطان کے تکبر کے بجائے

گفت آنکہ ہست خورشیدِ رہ او
جو راہ کا سورج ہے اُس نے کہا ہے

حرفِ طوبیٰ ہر کہ ذلت نفسہٗ
طوبیٰ کا لفظ ہر اُس شخص کیلئے ہے جس کا نفس ذلیل ہوا

سایۂ طوبیٰ ببین و خوش بخسپ
طوبیٰ کا سایہ دیکھ لے اور آرام سے سو

سر بنہ در سایۂ سرکش بخسپ
سر رکھ دے، سرکش کے سایہ میں نہ سو

ظلِ ذلت نفسہٗ خوش مضجعے ست
"ذلت نفسہٗ" کا سایہ بہترین خواب گاہ ہے

مستعدانِ صفا را مضجعے ست
صفائی کی استعداد رکھنے والوں کیلئے خوابگاہ ہے

گر ازیں سایہ روی سوی منی
اگر تو اس سایہ سے خودی کیطرف جائے گا

زود طاغی گردی و رہ گم کنی
فوراً سرکش بن جائیگا اور راستہ گم کر دے گا

بیانِ آیۂ کریمہ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ

آیتِ کریمہ کا بیان — اے مومنو! پیش قدمی نہ کرو اللہ اور اُس کے رسول کے سامنے اور اللہ سے ڈرو

از حکیم سنائی ست

حکیم سنائی نے کہا ہے

چوں نبی نیستی ز امت باش
جب تو نبی نہیں ہے، اُمتی بن

چونکہ سلطاں نہ رعیت باش
جبکہ تو بادشاہ نہیں ہے رعیت بن

پس رو خامشاں و خامش باش
تو خاموشوں کا پیرو اور خاموش بن

وز خودی رای زحمتی متراش
اور خودی سے تکلیف کی رائے نہ اختیار

لہ راندہ۔ اللہ تعالیٰ نے شیطانوں کو گھات سے مار کر اس لئے بھگایا ہے کہ ناقص عقل والے کو مستقل نہ بننا چاہیئے اور خودسری چھوڑ کر کسی ولی کی شاگردی کرنی چاہیئے اور اپنی استعداد کو بروئے کار لانا چاہیئے۔ زو۔ زود کا مخفف ہے۔ دل۔ یعنی صاحبِ دل۔ ہیں۔ ناقص عقل والے کو شیخِ کامل کا غلام بننا چاہیئے۔

لہ بندگی۔ اُس کے لئے غلامی سلطانی سے بہتر ہے۔ انا خیر۔ شیطان نے حضرت آدمؑ کے مقابلہ میں اپنے آپ کو اُن سے افضل قرار دیا تھا۔ فرق بین۔ آدمؑ نے بندگی اختیار کی اور شیطان نے کبر کیا دونوں کا فرق سمجھ لے کیا نتیجہ نکلا۔ گفت۔ حدیث شریف ہے طوبیٰ۔ جنت میں ایک درخت ہے جس کا سایہ عظیم الشان اور خوشگوار ہے، خوشخبری۔

لہ ظل۔ سایہ۔ مضجع۔ خوابگاہ۔ مضجع۔ خوابگاہ۔ منی۔ خودی۔ از حکیم۔ یہ نیچے کے دونوں شعر حضرت حکیم سنائی رحمۃ اللہ علیہ کے ہیں۔

پس^۱ رَوی خاموش باش از انقیاد — زیرِ ظلِّ امرِ شیخ و اُستاد

تو پیرو ہے، فرمانبرداری سے چُپ رہ — اُستاد اور شیخ کے حکم کے سایہ تلے

پس رَوِ صامِت شو و خاموش باش — از وجودِ خویش والی کم تراش

تو پیرو ہے، چُپ ہو جا اور خاموش رہ — اپنے وجود کو والی (حاکم) نہ بنا

ورنہ گرچہ مُستعدی و قابلی — مَسخ گردی تو زلاف کاملی

ورنہ، اگرچہ تو صاحبِ استعداد و قابلیت ہے — تو کمال کی شیخی بگھارنے سے مسخ ہو جائیگا

ہم زِ استعداد و آمانی اگر — سَرکشی زاُستاد رادِ باخبر

استعداد اور تمناؤں سے بھی اگر — تو عقلمند، باخبر اُستاد سے سَرکشی کرے گا

صبر^۲ کُن در موزہ دوزی و بسوز — ورشوی بے صَبر مانی پارہ دُوز

موزہ سینے اور مشقت پر صبر کر — اگر تو بے صبر بنے گا پیوند لگانیوالا رہجائیگا

کُہنہ دوزاں گر بُدے شاں صَبر و حِلم — جُملہ نودوزاں شدندے ہم بعلم

پُرانے جوتے گانٹھنے والوں کو اگر صبر اور بُردباری حاصل ہوتی — ہُنر کے ذریعہ سب نیا (موزہ) سینے والے بنجاتے

پس بکوشی و بآخر از کلال — خود بخود گوئی کہ العقلُ عِقال

پھر تو کوشش کرے گا اور بالآخر تھک کر — خود کہے گا کہ عقل بندھن ہے

ہمچو آں مردِ مُفلسِف روزِ مرگ — عقل رامی دید بس بے بال و برگ

اُس فلسفی کی طرح جس نے موت کے دن — عقل کو بہت بے سازو سامان دیکھا

بے^۳ غرض می کرد آندم اِعتراف — کز ذکاوت راندیم اسپ از گزاف

اُس وقت اُس نے اِخلاص سے اقرار کیا — کہ ہم نے ذہانت کے گھوڑے بیکار دوڑائے

از غروری سَر کشیدم از رِجال — آشنا کردیم در بحرِ خیال

میں نے تکبر کی وجہ سے (باخدا) لوگوں سے سَرکشی کی — خیال کے سمندر میں تیراکی کی

آشنا ہیچ ست اندر بحرِ رُوح — نیست آنجا چارہ جز کشتیِ نوحؑ

روح کے سمندر میں تیراکی بیکار ہے — وہاں نوحؑ کی کشتی کے سوا چارہ نہیں ہے

کاشکے کو آشنا نا موختے — تا طمع در نوحؑ و کشتی دوختے

کاش وہ تیراکی نہ سیکھتا — تاکہ تمنا کو نوحؑ اور کشتی سے وابستہ کرتا

اینچنیں فرمود آں شاہِ رُسل — کہ منم کشتی دریں دریای کُل

رسولوں کے شاہ نے اسی لئے فرمایا ہے — کہ اس عظیم دریا میں کشتی میں ہوں

۱؎ پس روی۔ مرید کو خاموشی سے شیخ کی تابعداری کرنی ضروری ہے مُرید کا کام چُپ رہنا اور شیخ کی ہدایت پر عمل کرنا ہے اپنی طرف سے باتیں بنانا اور اپنی بڑائی جتانا تباہی ہے۔ ورنہ۔ اگر تو شیخ کے سامنے بڑائی بگھاریگا تو اگرچہ صاحبِ استعداد ہو تیری وہ استعداد برباد ہو جائیگی۔

۲؎ صبر کُن۔ بوٹ اسی وقت بنتا ہے جب صبر اور محنت سے سیکھتا ہے ورنہ صرف موزہ اور جوتہ گانٹھنے والا بنکر رہ جاتا ہے۔ کُہنہ دوز جوتے گانٹھنے والے اگر صبر سے کام لے کر اُستاد سے سیکھتے تو ہُنرمند بن کر موچی بن جاتے۔ العقلُ عِقال۔ عقل رسّی ہے یعنی ہماری عقل ہمارے ہنر سیکھنے کے لئے مانع بن گئی۔ مُفلسِف۔ اس سے شیخ بوعلی سینا فلسفی مراد ہے

۳؎ بے غرض۔ شیخ بوعلی سینا نے موت کے وقت جب عالمِ آخرت منکشف ہونے لگا تو اقرار کیا کہ ان معاملات میں عقل گھوڑے دوڑانا بیکار تھا۔ از غروری علم کے غرور نے اہل اللہ تک نہ پہنچنے دیا اور میں خیالی سمندر میں غوطے لگاتا رہا۔ آشنا۔ مولانا فرماتے ہیں روح کے سمندر میں خود تیرنا بیکار ہے وہاں نوحؑ والی کشتی ضروری ہے۔ کاشکے۔ اگر شیخ بوعلی سینا عقلی گھوڑے دوڑاتا نہ جانتا تو کسی بزرگ کا ہاتھ پکڑ لیتا۔ اینچنیں۔ آنحضورؐ

یا۱ کسے کو در بصیر تہای من — شد خلیفہ راستیں بر جای من
یا وہ ہے جو میری بصیرتوں میں — میری جگہ سچا قائم مقام بنا ہے

کشتی نوحیم در دریا کہ تا — رو نگردانی ز کشتی اے فتیٰ
میں دریا میں نوحؑ والی کشتی ہوں ، ہرگز — اے نوجوان! تو کشتی سے روگردانی نہ کر

ہمچو کنعاں سوی ہر کوہے مرو — از نُبے لَا عَاصِمَ الْيَوْمَ شنو
کنعان کی طرح ہر پہاڑی کی جانب نہ جا — قرآن سے "آج کوئی بچانے والا نہیں" سن لے

می۲ نماید پست ایں کشتی ز بند — می نماید کوہِ فکرت بس بلند
پردے کی وجہ سے یہ کشتی پست نظر آتی ہے — تجھے عقل کا پہاڑ بلند نظر آتا ہے

پست منگر ہاں و ہاں ایں پست را — بنگر آں فضلِ خدا پیوست را
خبردار خبردار! اس نیچی کشتی، کو نیچا نہ سمجھ — خدا سے جڑے ہوئے اس فضل کو دیکھ

در بلندی کوہِ فکرت کم نگر — کہ یکے موجش کند زیر و زبر
اپنی عقل کے پہاڑ کو بلند نہ سمجھ — کیونکہ اس کو ایک موج تہ و بالا کر دے گی

گر تو کنعانی نداری باورم — گر دو صد چندیں نصیحت آورم
اگر تو کنعان (صفت) ہے میرا یقین نہ کریگا — خواہ میں اس جیسی دو سو نصیحتیں کروں

گوشِ کنعاں کے پذیرد ایں کلام — کہ برو مُہرِ خدا ایست و ختام
اس بات کو کنعان کا کان کب قبول کرتا ہے؟ — کیونکہ اس پر خدا کی مہر (لگی ہوئی) ہے

کے گذارد موعظت بر مُہرِ حق — کے بگرداند حدث محکم سبق
نصیحت اللہ تعالیٰ کی مہر سے آگے کب بڑھ سکتی ہے؟ — نئی بات ازلی حکم کب بدل سکتی ہے؟

لیک۳ می گویم حدیثِ خوش پئی — بر امیدِ آنکہ تو کنعاں نئہ
لیکن میں خوشگوار بات سناتا ہوں — اس امید پر کہ تو کنعان نہیں ہے

آخر ایں اقرار خواہی کرد ہیں — ہم ز اول روزِ آخر را ببیں
خبردار! بالآخر تو یہ اقرار کرے گا — پہلے ہی دن سے انجام بیں بن جا

می توانی دید آخر را مکُن — چشمِ آخر بینت را کور و کہن
تو انجام کو دیکھ سکتا ہے ، نہ بنا — اپنی انجام بیں آنکھ کو اندھا اور پرانا

ہر کہ آخر بیں بُود مسعود وار — نبودش ہر دم بِرہ رفتن عثار
جو نیک بخت کی طرح انجام بیں ہوتا ہے — اسکو راستہ چلنے میں ہر وقت ٹھوکر نہیں لگتی ہے

---

۱ یا کسے یعنی صحابہ کرام جو آنحضورؐ کی بصیرتوں سے فیضیاب تھے کشتی نوحیم۔ آنحضورؐ نے فرمایا میں اور میرے فیض یافتہ صحابہؓ اس دریائے معرفت کیلئے بمنزلہ نوحؑ کی کشتی کے ہیں کنعان۔ حضرت نوحؑ کے نافرمان بیٹے نے بجائے کشتی میں بیٹھنے کے یہ کہا تھا کہ میں پہاڑ پر چڑھ کر پناہ حاصل کروں گا۔ از نبے۔ قرآن پاک میں اس کو جواب دیا گیا۔ لاعاصم الیوم آج کوئی بچانے والا نہیں ہے۔

۲ می نماید۔ چونکہ آنکھوں پر بندش ہے اسلئے اولیاء کی صحبت حقیر نظر آتی ہے اور اپنی عقل بلند نظر آتی ہے فضلِ خدا۔ جبکہ فضل خداوندی اس کے شامل حال ہے تو اس کو حقیر نہ سمجھ کنعانی۔ اگر تیرا مزاج بھی کنعان کی طرح ہے کو میری نصیحت کو نہ سنے گا ایسے لوگوں کے کانوں پر مہر خداوندی لگی ہوتی ہے ختام۔ مہر۔ کے گذارد کسی کی نصیحت اللہ تعالیٰ کی مہر سے گذر کر کان تک کیسے پہنچ سکتی ہے۔ حدث۔ امر نو پیدا یعنی نصیحت۔ محکم سبق۔ ازلی حکم یعنی کانوں پر مہر لگ جانیکا حکم۔

۳ لیک میں جو کچھ نصیحت کر رہا ہوں وہ اس بنا پر کر رہا ہوں کہ تو کنعان صفت نہ ہوگا آخر۔ مولانا پھر پہلے مضمون کی طرف لوٹتے ہیں کہ آخر میں عقل کے ناکارہ ہونیکا اقرار کرنا پڑیگا اور آخر کے معاملہ کو اب ہی سمجھ

گر نخواہی ہر دمے ایں خفت و خیز
اگر تو ہر وقت گرنا اور سنبھلنا نہیں چاہتا

کُن ز خاکِ پای مردے چشم تیز
کسی مردِ خدا کے پاؤں کی خاک سے آنکھ کو تیز کرے

کحلِ دیدہ ساز خاکِ پاش را
اُس کے پاؤں کی خاک کو آنکھ کا سُرمہ بنالے

تا بیندازی سرِ اوباش را
تاکہ بیہودہ سر کو نہ ٹھکرائے

کہ[1] ازیں شاگردی وزیں افتقار
کیونکہ اِس شاگردی اور اس احتیاج سے

سوزنے باشی شوی تو ذوالفقار
اگر تو سوئی (بھی) ہے ذوالفقار (تلوار) بن جائیگا

سُرمہ کُن تو خاکِ ہر بگزیدہ را
ہر برگزیدہ کی خاک کو سُرمہ بنالے

ہَم بسوزد ہَم بسازد دیدہ را
دو لگتی بھی ہے، آنکھ کو بناتی (بھی) ہے

چشم روشن کُن زخاکِ اولیا
اولیاء کی خاک سے آنکھ روشن کرے

تا ببینی ز ابتدا تا انتہا
تاکہ تو آغاز سے انجام تک دیکھ لے

چشمِ اُشتر زاں بُود بس نوُر بار
اونٹ کی آنکھ اسی لئے زیادہ روشن ہوتی ہے

کو خورد از بہرِ نورِ چشم خار
کہ وہ آنکھ کی روشنی کے لئے کانٹا کھاتا ہے

خار[2] خور تا گُل بروید اند تُرا
کانٹا چبا تاکہ وہ تجھ میں پھول اُگائے

چشمِ تو روشن شود جاں باصفا
تیری آنکھ روشن اور روح صاف ہو جائیگی

خار را از چشمِ دل گر بر کَنی
اگر تو دل کی آنکھ سے کانٹا نکالدے گا

چشمِ جاں را حق ببخشد روشنی
اللہ (تعالٰی) جان کی آنکھ کو روشنی عطا فرمادیگا

قصہ[3] شکایت اُستر بہ اُشتر کہ من بسیار در رُو می اُفتم در راہ رفتن
خچر کی اونٹ سے شکایت کا قصہ کہ میں راستہ چلنے میں مُنہ کے بل بہت گرتا ہوں

و تو کم می اُفتی چون است و جواب گفتن اُشتر مر اُستر را
اور تو نہیں گرتا (یہ) کیوں ہے؟ اور اونٹ کا خچر کو جواب دینا

اُشترے را دید روزے اُسترے
ایک خچر نے ایک روز ایک اونٹ کو دیکھا

چونکہ با اُو جمع شُد در آخُرے
جبکہ وہ ایک اصطبل میں اسکے ساتھ جمع ہوا

گفت من بسیار می اُفتم برُو
اُس نے کہا میں منُہ کے بل بہت گرتا ہوں

در گریوہ و راہ و در بازار و کُو
ٹیلے اور راستہ میں اور بازار و کوچہ میں

گرچہ در رُو می فتم بسار من
میں مُنہ کے بل اکثر کیوں گرتا ہوں!

در رہِ ہموار و ناہموار من
ہموار اور ناہموار راستہ میں

---

[1] کہ ازیں - اہل اللہ کے اِتباع سے تھوڑی سی اِستعداد والا بھی کامل بن جاتا ہے۔ ذوالفقار حضرت علی رضؓ کی تلوار کا نام ہے۔ ہم بسوزد۔ یہ ذرا لگتا تو ہے لیکن آنکھ کو درست کرتا ہے یعنی اہل اللہ کی اطاعت ناگوار تو ہوتی ہے لیکن انسان کو کامل بنا دیتی ہے۔ کو خورد۔ اونٹ نے کانٹے چبائے تو آنکھیں روشن ہو گئیں۔

[2] خار خور۔ شیخ کی تعلیم و صحبت میں ناگواریاں برداشت کر تیرے اندر معرفت کے گل اور بوٹے اُگیں گے آنکھوں میں روشنی دل میں صفائی پیدا ہو جائے گی۔ خار را۔ اگر نفس کے رذائل کا کانٹا آنکھ سے نکالدو گے تو نورِ بصیرت حاصل ہو جائیگا۔

[3] قصہ۔ اس قصہ سے مولانا نے دُور بینی کے فوائد اور دُور بین کی اطاعت کے فائدے سمجھائے ہیں۔ اُستر۔ خچر۔ آخُر۔ چرپائے باندھنے کی جگہ۔ گریوہ۔ ٹیلہ۔

خاصہ[1] از بالای کہ تا زیرِ کوہ — **در سر آیم ہر زمانے از شکوہ**

خصوصاً پہاڑ کے اوپر سے پہاڑ کے نیچے تک — ہر وقت خوف سے میں منھ کے بل گر جاتا ہوں

کم ہمی اُفتی تو در رُو بہرِ چیست — **یا مگر خود جانِ پاکت دولتیست**

کیا سبب ہے؟ تو منھ کے بل نہیں گرتا ہے — شاید تیری پاک جان دھنی ہے، مالامال ہے

در سر آیم ہر دم و زانو زنم — **پوز و زانوزاں خطا پُر خوں کنم**

میں ہر وقت سر کے بل گرتا ہوں اور گھٹنے رگڑ لیتا ہوں — اس غلطی سے تھوتھنی اور گھٹنے زخمی کر لیتا ہوں

کژ شود پالاں و رختم بر سرم — **وز مکاری ہر زماں زخمے خورم**

میرا پالان اور میرا بوجھ میرے سر پر الٹا ہو جاتا ہے — اور گدھے والے سے میں ہر وقت پٹتا ہوں

ہمچو کم عقلے کہ از عقلِ تباہ — **بشکند توبہ بہر دم از گناہ**

اس بیوقوف کی طرح جو برباد شدہ عقل کی وجہ سے — گناہ کر کے ہر وقت توبہ توڑ دیتا ہے

سُخرہ[2] ابلیس گردد در زمن — **از ضعیفی رای آں توبہ شکن**

زمانے میں شیطان کے تابع بنتا رہتا ہے — کمزوری کی وجہ سے اُس توبہ شکن کی رائے

در سر آید ہر زماں چوں اسپِ لنگ — **کہ بود بارش گران و راہ سنگ**

وہ لنگڑے گھوڑے کی طرح ہر وقت منھ کے بل گرتا ہے — جس پر بھاری بوجھ ہو اور سنگلاخ راستہ ہو

می خورد از غیب بر سر زخم اُو — **از شکستِ توبہ آں اِدبار خُو**

غیب سے وہ سر پر چوٹ کھاتا ہے — وہ منحوس توبہ کے ٹوٹنے سے

باز توبہ می کند بارای سُست — **دیو یک تُف کرد توبہ را شکست**

پھر کمزور ارادے سے توبہ کرتا ہے — شیطان نے ایک پھونک ماری توبہ کو توڑ دیا

ضعف اندر ضعف و کبرش آنچناں — **کہ بخواری بنگرد در واصلاں**

کمزوری در کمزوری اور اُس کا تکبر اِس قدر — کہ اولیاء کو ذلت سے دیکھتا ہے

اے[3] شتر کہ تو مثالِ مُومنی — **کم فتی در رُو و کم بینی زنی**

اے اونٹ! تو مومن کی طرح ہے — منھ کے بل نہیں گرتا ہے اور مار نہیں کھاتا ہے

تو چہ داری کہ چنیں بے آفتی — **بے عِثاری و کم اندر رُوفتی**

تیرے پاس کیا ہے کہ تو ایسا بے مصیبت ہے — بغیر لغزش کے ہے اور منھ کے بل نہیں گرتا

گفت گرچہ ہر سعادت از خدا ست — **درمیانِ ما و تو بس فرقہاست**

اس نے کہا اگرچہ ہر نیک بختی اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے — ہم میں اور تجھ میں بہت فرق ہیں

---

[1] خاصہ۔ عام طور پر بھی گرتا ہوں لیکن پہاڑی راستہ میں تو ضرور گرتا ہوں۔ پوز۔ تھوتھنی۔ کژ شود۔ منھ کے بل گرتا ہوں تو بوجھ اور پالان کھسک کر سر پر آجاتا ہے پھر گدھے والا میرے ڈنڈے مارتا ہے۔ ہمچو۔ مولانا فرماتے ہیں کہ توبہ شکن بے عقل کی مثال اِسی گدھے کی سی ہے۔

[2] سخرہ۔ یہ توبہ شکن اپنی کمزور رائے کی وجہ سے شیطان کے تابع ہوتا ہے اور لنگڑے گھوڑے کی طرح ٹھوکر کھا کر منھ کے بل گرتا رہتا ہے جس پر وزن زیادہ ہو اور راستہ بھی پتھریلا ہو۔ باز۔ توبہ شکن پھر توبہ کرتا ہے اور شیطان ایک پھونک سے پھر اس کی توبہ توڑ دیتا ہے۔ ضعف۔ خود تو اِس قدر کمزور ہے لیکن بزرگوں کو ذلیل سمجھتا ہے۔

[3] اے شتر۔ پھر خچر کی بات شروع کی ہے، خچر نے اونٹ سے کہا کہ تیری شال مومن کی سی ہے جو نہ منھ کے بل گرے اور نہ پٹے۔ گفت۔ اگرچہ ہر سعادت اللہ کی جانب سے ہے لیکن ظاہری وجہ یہ بھی ہے کہ میرا سر بلند اور میری آنکھیں دُور بیں ہیں۔

سر بلندم من دو چشمِ من بلند ——— بینشِ عالی امان ست از گزند

میرا سر بلند ہے، میری دونوں آنکھیں بلند ہیں ——— بلندی سے دیکھنا تکلیف سے امن کا سبب ہے

از سرِ کُہ من بہ بینم پای کوہ ——— ہر گو و ہموارہ را من توہ توہ[1]

میں پہاڑ کی چوٹی سے پہاڑ کی جڑ تک دیکھ لیتا ہوں ——— تہ بہ تہ ہر گڑھے اور ہموار کو

ہمچناں کہ دید آں صدرِ اجل[2] ——— پیش کارِ خویش تا روزِ اجل

جس طرح اُس بزرگ نے دیکھ لیا ——— پہلے سے اپنے معاملہ کو موت کے دن تک

انچہ خواہد بُود بعد بست سال ——— داند اندر حال آں نیکو خصال

جو بات بیس سال بعد ہو گی ——— وہ نیک خصلت اُس کو اسی وقت جانتے تھے

حالِ خود تنہا ندید آں مُتّقی ——— بلکہ حالِ مغربی و مشرقی

اُس متقی ولے صوفی نے اپنا حال ہی نہیں دیکھا ——— بلکہ مغربی اور مشرقی کا (بھی دیکھا)

نور[3] در چشم و دلش سازد سکن ——— بہر چہ سازد؟ پئے حُبّ الوطن

نور، اُسکی آنکھ اور دل کو مسکن بناتا ہے ——— کیوں بناتا ہے؟ وطن کی محبت کی خاطر

ہمچو یوسفؑ کو بدید اوّل بخواب[4] ——— کہ سجودش کرد ماہ و آفتاب

جس طرح (حضرت) یوسفؑ کو انھوں نے شروع ہی میں خواب میں دیکھ لیا تھا ——— کہ اُن کو چاند اور سورج نے سجدہ کیا

از پسِ دہ سال بلکہ بیشتر ——— انچہ یوسفؑ دیدہ بُد بر کرد سر

دس سال کے بعد بلکہ اُس سے بھی زیادہ میں ——— جو کچھ یوسفؑ نے دیکھا تھا وہ ظاہر ہوا

نیست[5] آں ینظُر بنورِ اللہ گزاف ——— نورِ ربّانی بُود گردوں شگاف

"وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے" لغو نہیں ہے ——— خدائی نور آسمان کو پھاڑنے والا ہوتا ہے

نیست اندر چشمِ تو آں نور رو ——— ہستی اندر حسِ حیوانی گرو

جا، تیری آنکھ میں وہ نور نہیں ہے ——— تو حیوانی حِس میں پھنسا ہے

تو ز ضعفِ چشم بینی پیشِ پا ——— تو ضعیف و ہم ضعیفت پیشوا

تو آنکھ کی کمزوری کی وجہ سے صرف پاؤں کے آگے دیکھتا ہے ——— تو کمزور ہے اور تیرا پیشوا بھی کمزور ہے

پیشوا چشم ست دست و پای را ——— کو بہ بیند جای را نا جای را

ہاتھ اور پاؤں کا پیشوا آنکھ ہے ——— کیونکہ وہ صحیح اور غلط جگہ کو دیکھتی ہے

دیگر آنکہ چشمِ من روشن ترست ——— دیگر آنکہ خلقتِ من اطہر ست

علاوہ ازیں میری آنکھ زیادہ روشن ہے ——— علاوہ ازیں میری پیدائش پاک ہے

---

[1] گو۔ گڑھا۔ توہ توہ۔ تہ بہ تہ۔

[2] ہمچناں۔ صدرِ اجل، بڑے صدر سے مراد بایزید بسطامیؒ ہو سکتے ہیں جن کو شیخ ابوالحسن خرقانیؒ کے احوال پیدائش سے قبل معلوم ہو گئے تھے یا مطلق ولی مراد ہے۔ انچہ خواہد بود۔ کسی ولی کا کشف نہ اختیاری ہے اور نہ تمام اشیاء سے اُس کا تعلق ہوتا ہے۔ انچہ۔ بعض مستقبل میں ہونے والے واقعات منکشف ہو جاتے ہیں۔

[3] نور۔ ولی کے کشف کی وجہ یہ ہے کہ نور اُس کی آنکھ اور دل کو اپنا مسکن بنا لیتا ہے کیونکہ ولی عالمِ غیب کا عاشق ہوتا ہے اور اُس کے عشق سے نور پیدا ہوتا ہے۔

[4] ہمچو یوسفؑ۔ یوسف علیہ السلام نے خواب میں دیکھ لیا تھا کہ چاند اور سورج آپ کو سجدہ کر رہے ہیں اور اس واقعہ کا ظہور بیس سال بعد ہوا جبکہ اُن کے بھائی اُن کے سامنے سر بسجود ہو گئے۔

[5] نیست۔ ولی آنے والی بات کو اس لئے دیکھتا ہے کہ وہ نورِ خداوندی کے ذریعہ دیکھتا ہے اور نورِ خداوندی کے لئے کوئی آڑ نہیں ہو سکتی۔ تو ضعیف۔ عام انسان جتنی آنکھ سے دیکھتا ہے جو ایک کمزور چیز ہے انسان خود بھی کمزور ہے اور اُسکا پیشوا یعنی جتنی آنکھ بھی کمزور ہے لہٰذا انکو صرف سامنے کا اور تھوڑی دُور کا نظر آتا ہے۔ دیگر۔ دوسری بات یہ ہے کہ میری آنکھ زیادہ روشن ہے تیسری بات یہ ہے کہ

669

زانکہ ہستم من ز اَولادِ حلال | نے ز اَولادِ زنا و اہلِ ضلال
کیونکہ میں حلال اولاد میں سے ہوں | نہ کہ زنا اور گمراہوں کی اولاد

تو ز اَولادِ زنائی بے گماں | تیر کژ پَرّد چو کژ باشد کماں
تو یقیناً زنا کی اولاد ہے | تیر ٹیڑھا اُڑتا ہے جبکہ کمان ٹیڑھی ہو

تصدیق کردن اُشتر جوابہای اُشتر را و اقرار آوردن بفضل اُو بر خود و از وی استعانت خواستن و بدو پناہ گرفتن بصدق و نواختن اُشتر اُو را و راہ نمودن و یاری دادن پدرانہ و شاہانہ

خچر کا اونٹ کے جوابوں کی تصدیق کرنا اور اپنے اوپر اس کی بڑائی کا اقرار کرنا اور اس سے مدد مانگنا اور سچائی سے اس کی پناہ پکڑنا اور اونٹ کا اس کو نوازنا اور پدرانہ اور شاہانہ طریقہ پر اس کی رہنمائی اور مدد کرنا

گفت استر راست گفتی اے شتر | ایں بگفت و کرد چشم از اشک پُر
خچر نے کہا اے اونٹ! تو نے سچ کہا | یہ کہا اور آنکھوں میں آنسو بھر لایا

ساعتے بگریست در پایش فتاد | گفت اے بگزیدۂ ربُّ العباد
تھوڑی دیر رویا اس کے پاؤں پڑا | کہا اے بندوں کے رب کے برگزیدہ!

چہ زیاں دارد کہ از فرخندگی | در پذیری تو مرا در بندگی
کیا نقصان ہوگا کہ (اگر) برکت کی وجہ سے | تو مجھے غلامی میں قبول کرلے؟

فضلِ تو بر من فزونست از شمار | ہم ز فضلِ خود مرا معذور دار
تیری بزرگی بے شمار مجھ سے بڑھی ہوئی ہے | اپنی بڑائی کی وجہ سے میرا عذر قبول کرلے

گفت چوں اقرار کردی پیشِ من | رو کہ رَستی تو ز آفاتِ زمن
اس نے کہا جب تو نے میرے سامنے اقرار کرلیا | جا تو زمانے کے مصائب سے نجات پاگیا

دادی انصاف و رہیدی از بلا | تو عدو بودی شدی ز اہلِ وِلا
تو نے انصاف کیا اور مصیبت سے چھوٹ گیا | تو دشمن تھا دوستوں میں سے ہوگیا

خوی بد در ذاتِ تو اصلی نبود | کز بدِ اصلی نیاید جز جحود
تیری ذات میں بدعادت اصلی نہ تھی | کیونکہ اصلی بد سے صرف انکار (سرزد) ہوتا ہے

آں بدِ عاریتی باشد کہ اُو | آرد اقرار و شود اُو توبہ جو
وہ عارضی بد ہوتا ہے کہ جو | (خطا کا) اقرار کرلے اور توبہ کی جستجو کرے

لہ تو ز اولاد۔ جب تیری ولادت ہی غلط ہے تو سارے کام غلط ہیں اگر کمان ٹیڑھی ہو تو تیر ٹیڑھا اُڑتا ہے۔

لہ گفت استر۔ خچر نے اونٹ کی باتوں کی تصدیق کی اور رونے لگا پھر اونٹ کے پاؤں پر گر پڑا اور بولا کہ میری غلطی معاف کردیجئے اور اب تک اطاعت نہ کرنے میں میرا عذر قبول کرلیجئے۔

لہ گفت چوں۔ اونٹ نے خچر سے کہا اب جبکہ تو نے اپنے عیبوں کا اقرار کرلیا ہے اور مجھ سے دستگیری چاہی ہے، مصائب سے نجات پاگیا ہے۔ خوئی بد۔ تیرے اقرار کی وجہ یہ ہوئی کہ یہ عیب تیرے اندر عارضی تھے اگر اصلی ہوتے تو کبھی اقرار نہ کرتا، عارضی بد تو اقرار کرلیتا ہے۔

[۵۱] ہمچو آدم زلّتش عاریہ بود | لاجرم اندر زماں توبہ نمود

جیسے کہ (حضرت) آدمؑ اُن کی لغزش عارضی تھی | لا محالہ (انھوں نے) فوراً توبہ کرلی

چونکہ اصلی بود جرمِ آں بلیس | رہ نبودش جانبِ توبہ نفیس

چونکہ شیطان کی خطا اصلی تھی | (اسلئے) عمدہ توبہ کی طرف اُس کا راستہ نہ تھا

رو کہ رستی از خودی واز خوئ بد | وز زبانہ نار وز دندانِ دَد

جا کہ تو خودی اور بد عادت سے نجات پاگیا | آگ کے شعلے اور درندوں کے دانت سے

رو کہ اکنوں دست در دولت زدی | در فگندی خود بہ بختِ سرمدی

جا کہ اب دولت تیرے ہاتھ آگئی ہے | تو نے اپنے آپ کو دائمی خوش نصیبی سے وابستہ کردیا ہے

اُدْخُلِی چوں فِیْ عِبَادِیْ یافتی | اُدْخُلِی فِیْ جَنَّتِیْ دریافتی

جب تو نے میرے بندوں میں داخل ہوجا" کو پالیا | تو نے "داخل ہوجا میری جنت میں" کو حاصل کرلیا ہے

[۵۲] در عبادش راہ کردی خویش را | رفتی اندر خلد از راہِ خفا

(جب) تو نے اپنا راستہ اُس کے بندوں میں بنالیا ہے | تو غیر محسوس طریقہ پر جنت میں چلا گیا ہے

اِهْدِنَا گفتی صِرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ | دستِ تو بگرفت بُردت تا نعیم

تو نے ہم کو سیدھے راستہ کی ہدایت دے" کہا | اُس نے تیرا ہاتھ پکڑا اور جنت میں لے گیا

نار بودی نور گشتی اے عزیز | غورہ بودی گشتی انگور و مویز

اے پیارے! تو آگ تھا نور بن گیا | تو کچا خوشہ تھا، انگور اور منقیٰ بن گیا

اختر بودی شدی تو آفتاب | شاد باش وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالصَّوَاب

تو تارا تھا سورج بن گیا | خوش رہو، اور بہتر تو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے

[۵۳] اے ضیاءالحق حسام الدیں بگیر | شہدِ خویش اندر فگن در جوئ شیر

اے ضیاء الحق حسام الدین! تو لے | اپنا شہد دودھ کی نہر میں ملادے

تا رہد آں شیر از تغییرِ طعم | یابد از بحرِ مزہ تکثیرِ طعم

تاکہ وہ دودھ، مزہ بدلنے سے محفوظ ہوجائے | اور مزے کے سمندر سے مزید ذائقہ حاصل کرے

متصل گردد بداں بحرِ اَلَسْت | چونکہ شد دریا ز ہر تغییر رست

وہ اَلَسْت کے سمندر سے مل جائے گا | جب وہ دریا بن جائیگا، ہر تغییر سے بچ جائیگا

---

[۵۱] ہمچو۔ حضرت آدمؑ کی لغزش عارضی تھی انھوں نے توبہ کرلی شیطان کی خطا فطری تھی اسکو توبہ کی توفیق نہ ہوئی۔ رو۔ دوستوں نے کہا اب جبکہ تو نے توبہ کرلی تو خودی اور بد عادت سے نجات پاگیا اور جہنم کے عذاب سے چھوٹ گیا۔ در دولت۔ اب تجھے خوش نصیبی کی دولت مل گئی ہے اور تو نے جنت حاصل کرلی ہے۔ اُدْخُلِی۔ قرآن پاک میں ہے فَادْخُلِیْ فِیْ عِبَادِیْ وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ یعنی اے مطمئن نفس تو میرے بندوں میں داخل ہوجا اور میری جنت میں داخل ہوجا۔ یعنی اللہ کے عباد اور بندوں میں داخل ہوجانا جنت میں داخلہ کا سبب ہے۔

[۵۲] در عبادش۔ انسان اللہ تعالیٰ کا عبد اُس وقت بنتا ہو جبکہ اُس کی عبادت کرے اور عبادت کے ذریعہ —— وہ جنت میں داخل ہوجاتا ہے۔ اِهْدِنَا۔ جب کوئی اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہو اور کہتا ہے اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ ہمیں سیدھے راستے کی رہنمائی کردے تو اللہ تعالیٰ اُس کی دستگیری فرماتا ہے اور جنت میں داخل کردیتا ہے نار بودی۔ پہلے تو آگ تھا اب نور بن گیا یعنی پہلے تو ناقص تھا اب کامل بن گیا۔ غورہ۔ انگور کا کچا خوشہ۔

[۵۳] اے ضیاء الحق۔ مولانا فرماتے ہیں اے ضیاء الحق تم علوم و معارف میں اپنا شہد ملادو تاکہ اُس میں تغیر نہ آسکے اور وہ اور مزیدار ہوجائیں۔ متصل گردد۔ آپ کی تعلیم سے وہ ناقص وجود کامل سے مل جائے گا جب وجود کل میں داخل ہوجائے گا تو اُس کو بقا اور دوام حاصل ہوجائے گا۔

مُنفَذے یابد دراں بحرِ عسَلؒ ۱
اِس شہد کے دریا میں راستہ پائے گا

آفتے را نبوَد اندر وے عمَل
اُس میں کسی آفت کا عمل نہ ہو سکے گا

غُرّہ کُن شیر وار اے شیرِ حق
اے اللہ کے شیر! شیر کی طرح غُرّا

تا رَوَد آں غُرّہ بر ہفتم طَبَق
تاکہ وہ ڈکار ساتویں آسمان پر پہنچے

چہ خبر جانِ مَلُولِ سِیر را
کاہل شست کی جان کو کیا خبر؟

کے شناسد مُوش غُرّہ شیر را
چوہا شیر کی دھاڑ کو کہاں پہچانتا ہے؟

بَر نویس اَحوالِ خود با آبِ زر
اپنے احوال سونے کے پانی سے لکھ دے

بہرِ ہر دریا دلے نیکو گہر
ہر دریا دل نیک فطرت کے لئے

آبِ نیل ست ایں حدیثِ جانفزا
یہ روح کو بڑھانے والی بات دریائے نیل کا پانی ہے

یا رَبَش در چشمِ قبطی خوں نُما
اے خدا اسے قبطی کی نظر میں خون بنا دے

لابہ کردنِ قبطی مر سبطی را کہ یک ظرف بہ نیّتِ خویش از نیل پُر ۲
ایک قبطی کی سبطی کی خوشامد کرنا کہ ایک برتن اپنی نیت سے دریائے نیل سے بھر دے

کُن و بر لبِ من نہ تا بخورم بحقِ دوستی و برادری سبُوکہ شماں
اور دوستی اور بھائی بندی کی بنا پر میرے منہ سے لگا دے تاکہ میں پی لوں وہ

سبطیاں بہرِ خود پُر می کُنید از نیل آبِ صاف ست و سبُو
ٹھلیا کہ تم سبطی دریائے نیل سے اپنے لئے بھرتے ہو صاف پانی ہے اور وہ ٹھلیا

کہ ما قبطیاں پُر می کنیم خونِ صاف ست
کہ ہم قبطی بھرتے ہیں بالکل خون ہے۔

من شُنیدم کہ درآمد قبطیے
میں نے سُنا ہے کہ ایک قبطی آیا

از عطش اندر وُثاقِ سبطیے
پیاس کی وجہ سے ایک سبطی کے گھر

گفت ہستم یار و خویشاوندِ تو
کہنے لگا کہ میں تیرا دوست اور رشتہ دار ہوں

گشتہ اَم امروز حاجتمندِ تو
میں آج تیرا محتاج ہوں

زانکہ موسیٰؑ جادوئی کرد و فسوں ۳
کیونکہ موسیٰؑ نے جادو ٹونا کر دیا ہے

تاکہ آبِ نیل ما را کرد خوں
یہاں تک کہ اُس نے ہمارے لئے (دریائے) نیل کو خون بنا دیا ہے

سبطیاں زاں آبِ صافی می خورند
سبطی اُسی سے صاف پانی پیتے ہیں

پیشِ قبطی خوں شُد آب از چشم بند
نظر بندی کی وجہ سے قبطی کیلئے خون بن گیا ہے

---

۱ عسَل۔ شہد کا خاصہ ہے کہ اُس کے اندر کی چیز تغیر پذیر نہیں ہوتی ہے۔ غرّہ کُن اے ضیاء الحق آپ اللہ تعالیٰ کے شیر ہیں شیروں کی طرح غُرّایئے اور حقائق کو بیان کیجئے۔ چہ خبر۔ جو حقائق کے پیاسے نہیں ہیں وہ آپ کے معارف سے واقف نہیں ہیں۔ کے شناسد۔ چوہا شیر کی دڑوک کو نہیں سمجھتا ہے بڑھیا جانور اُس کو سمجھتے ہیں۔ بر نویس۔ اپنے اَحوال بشکل مثنوی لکھ ڈالیئے۔ ایں حدیث۔ یعنی ضیاء الحق کے اَحوال دریائے نیل کی طرح ہیں جو سبطیوں کے سیرابی کا ذریعہ تھا اور قبطیوں کے لئے خون تھا۔

۲ لابہ کردن۔ مولانا دریائے نیل کے خون بن جانے کا قصہ ذکر کرتے ہیں۔ قبطی یعنی فرعون کے ماننے والے۔ سبطی یعنی حضرت موسیٰؑ کے پیرو۔ عطش پیاس۔ وُثاق گھر۔ خویشاوند۔ رشتہ دار۔

۳ زانکہ۔ ضرورت یہ ہے کہ حضرت موسیٰؑ نے جادو کے ذریعہ ہمارے لئے نیل کے پانی کو خون بنا دیا ہے اسی دریا سے سبطی پانی پی رہے ہیں اور ہمارے لئے خون بن گیا ہے۔

قبطیاں نک می مُرند از تشنگی ۔ از[۱] پئے اِدبارِ خود یا بدرگی
اب قبطی پیاس سے مر رہے ہیں ۔ اپنی نحوست یا بدفطرتی کی وجہ سے

بہرِ خود یک طاس را پُر آب کُن ۔ تا خورد از آبت ایں یارِ کُہن
ایک طشلا اپنے لئے پانی سے بھر لے ۔ تاکہ تیرے پانی میں سے یہ پُرانا دوست پی لے

چوں برایِ خود کنی ایں طاس پُر ۔ خوں نباشد آب باشد پاک و حُر
جب تو یہ طشلا اپنے لئے بھرے گا ۔ وہ خون نہ ہوگا، پاک وصاف پانی ہوگا

من طفیلِ تو بنوشم آب ہَم ۔ کہ طفیلی در تبع بجہد ز غم
میں بھی تیرے طفیل میں پانی پی لوں گا ۔ کیونکہ طفیلی تابع بن کر غم سے چھوٹ جاتا ہے

گفت[۲] اے جانِ جہاں خدمت کنم ۔ پاس دارم اے دو چشمِ روشنم
اُس نے کہا اے جانِ جہاں! میں خدمت کروں گا ۔ اے میری دونوں آنکھوں کی روشنی! میں لحاظ برتوں گا

بر مُرادِ تو روم شادی کنم ۔ بندۂ تو باشم و آزادی کنم
تیری مُراد پوری کروں گا، خوش ہوں گا ۔ تیرا غلام بنوں گا اور آزادی سمجھوں گا

طاس را از نیل اُو پر آب کرد ۔ بر دہاں بنہاد و نیمے را بخورد
اُس نے طشلے کو نیل میں سے پانی سے بھرا ۔ مُنہ پر رکھا اور آدھا پیا

طاس را کژ کرد سُوئے آب خواہ ۔ کہ بخور تو ہم شدُ آں خونِ سیاہ
طشلے کو پانی چاہنے والے کی طرف جھکایا ۔ کہ تو بھی پی لے، وہ کالا خون بن گیا

باز ازیں سُو کرد کژ خوں آب شد ۔ قبطی اندر خشم و اندر تاب شد
پھر اُس طرف جھکایا، خون پانی بن گیا ۔ قبطی غصہ اور پیچ و تاب میں پڑ گیا

ساعتے[۳] بنشست تا خشمش برفت ۔ بعد ازاں گفتش کہ اے صمصامِ زفت
تھوڑی دیر بیٹھا رہا یہاں تک کہ اُس کا غصہ جاتا رہا ۔ اُس کے بعد اُس سے کہا اے بھاری تلوار!

اے برادر ایں گرہ را چارہ چیست ۔ گفت ایں را آں خورد کو متقی ست
اے بھائی! اس عقدہ کا کیا حل ہے؟ ۔ اُس نے کہا اس کو وہ پیتا ہے جو پرہیزگار ہے

متقی آنست کو بیزار شد ۔ از رہِ فرعون و موسیٰ وار شد
پرہیزگار وہ ہے جو بیزار ہوا ۔ فرعون کے راستے سے، اور موسیٰ جیسا بن گیا

قومِ موسیٰ شو بخور ایں آب را ۔ صُلح کُن با مہ ببیں مہتاب را
موسیٰ کی قوم بن جا، یہ پانی پی لے ۔ چاند سے صلح کر لے، چاندنی دیکھ لے

۱ از پئے ۔ یہ خون تمہاری بدنصیبی یا بقول حضرت موسیٰ بدفطرتی ہے۔ تجہر خود ۔ تو یہ کر کہ اپنے لئے پانی بھرلے میں بھی اُس میں سے پی لوں گا تو اپنے لئے بھریگا تو وہ پانی پاک وصاف رہے گا خون نہ بنے گا من طفیل تو ۔ میں تیرا طفیل بن کر پانی پی لوں گا طفیلی ہر قسم کی فکر سے بے نیاز ہوتا ہے۔

۲ گفت ۔ اُس سبطی نے کہا میں تیری فرمائش پوری کر کے خوشی محسوس کروں گا۔ طاس ۔ اُس سبطی نے طشلا نیل کے پانی سے بھرا اور آدھا خود پی گیا۔ طاس ۔ خود پانی پی کر سبطی نے طشلا قبطی کی طرف جھکایا تو اُس طشلے میں پانی کی بجائے کالا خون تھا پھر اُس سبطی نے اپنی طرف کر جھکایا تو وہ خون پانی بن گیا اس واقعہ سے قبطی کو بہت غصہ آیا۔

۳ ساعتے ۔ وہ قبطی تھوڑی دیر غصہ میں بیٹھا رہا پھر اُس نے سبطی سے کہا کہ یہ گرہ کیسے کھلے۔ گفت ۔ سبطی نے کہا یہ پانی متقی پی سکتا ہے۔ متقی ۔ متقی وہ ہے جو فرعون سے بیزار ہو کر حضرت موسیٰ کی بات مان لے۔ قوم ۔ تو موسیٰ کی اُمت میں داخل ہو کر متقی بنجا پانی پی لے گا۔

783

صد[1] ہزاراں ظلمت است از خشمِ تو — بر عباد اللہ اندر چشمِ تو

لاکھوں اندھیریاں ہیں تیرے غصہ کی وجہ سے — اللہ (تعالیٰ) کے بندوں پر، تیری آنکھ میں

خشم بنشاں چشم بکشا شاد شو — عبرت از یاراں بگیر اُستاد شو

غصہ فرو کر، آنکھ کھول، خوش ہو جا — دوستوں سے عبرت پکڑ، اُستاد بن جا

کے طفیلِ من شوی در اغتراف — چوں ترا کفر یست ہمچوں کوہِ قاف

پانی پینے میں تو میرا طفیلی کب ہو سکتا ہے؟ — جبکہ تیرا کفر کوہِ قاف کی طرح ہے

کوہ[2] در سوراخِ سوزن کے رود — جز مگر آں کوہ برگِ کہ شود

پہاڑ، سوئی کے نکوے میں کہاں گھس سکتا ہے؟ — سوائے اس کے کہ پہاڑ گھاس کا تنکا بن جائے

کوہ را کہ کن باستغفارِ خوش — جامِ مغفوراں بگیر و خوش بکش

عمدہ توبہ سے پہاڑ کو تنکا بنالے — بخشے ہوؤں کا جام لے اور اچھی طرح پی

تو بدیں تزویر چوں نوشی ازاں — چوں حرامش کرد حق بر کافراں

تو اس دھوکے بازی سے اُسکو کیسے پی سکتا ہے؟ — جبکہ اللہ (تعالیٰ) نے اُسکو کافروں پر حرام کردیا ہے

خالقِ تزویر تزویرِ ترا — کے خرد اے مفتری مُفتری

چالبازی کا خالق تیری چالبازی — میں کب آسکتا ہے اے جھوٹوں کے جھوٹے!

آلِ موسیٰ شو کہ حیلت سود نیست — حیلہ اَت بادِ تہی پیمود نیست

موسیٰؑ کی اُمت بن کیونکہ چالبازی سے فائدہ نہیں ہے — تیری چالبازی خالی ہوا کو ناپنا ہیں

زہرہ[3] دارد آب کز امرِ صمد — گردد و با کافراں آبی کُند

پانی کا پتہ ہے، کہ خدا کے حکم سے — رُو گردانی کرے اور کافروں کیلئے پانی کا کام کرے؟

یا تو پنداری کہ تو ناں می خوری — زہرِ مار و کاہشِ جاں می خوری

یا تو سمجھتا ہے کہ تو روٹی کھاتا ہے؟ — سانپ کا زہر اور جان کا گھٹاؤ کھا رہا ہے

ناں کُجا اصلاحِ آں جانے کُند — کو دل از فرمانِ ناں دہ بر کَند

روٹی اُس جان کی اصلاح کہاں کرتی ہے؟ — جو روٹی دینے والے کے حکم سے دل اکھاڑ لے

یا تو پنداری کہ حرفِ مثنوی — چوں بخوانی رائگانش بشنوی

یا تو سمجھتا ہے کہ مثنوی کے حروف — جب تو بیکار کر کے پڑھے گا، سمجھ سکیگا؟

یا کلامِ حکمت و سرِّ نہاں — اندر آید سہل در گوشِ کہاں

یا دانائی کا کلام اور پوشیدہ راز — آسانی سے ناقصوں کے کان میں آجائیگا

[1] صد ہزاراں۔ چونکہ خدا کے مقبول بندوں پر تجھے غصہ آتا ہے لہٰذا تیری آنکھوں پر تاریکی کے پردے پڑے ہوئے ہیں۔ یاراں۔ یعنی سبطی قوم۔ اغتراف۔ چلو سے پانی پینا۔ کوہ قاف یعنی عظیم۔

[2] کوہ۔ تیرے پہاڑ جیسے کفر کے ہوتے ہوئے نیل کا پانی پینا ایسا ہی ہے جیسا کہ سوئی کے نکوے میں پہاڑ کو داخل کیا جائے۔ کہ کن۔ اپنے کفر کے پہاڑ کو توبہ کے ذریعہ گھاس کا تنکا بنا دے پھر سبطیوں کا جام لے کر خوب پانی پی لے۔ تزویر۔ ملمع سازی، چالبازی۔ مُفتری۔ اسم فاعل ہے جھوٹ بولنے والا۔ مُفترَی۔ اسم مفعول ہے، جھوٹ۔ آلِ موسیٰ یعنی موسیٰؑ کی اُمت۔ حیلت۔ یعنی یہ تدبیر کریں اپنے لئے پانی بھروں اور تو اُس میں سے پی لے۔

[3] زہرہ۔ اللہ تعالیٰ نے جب پانی کو یہ حکم دیدیا ہے کہ وہ قبطی کے لئے خون بنے تو وہ نافرمانی نہیں کر سکتا۔ یا تو پنداری۔ کافر کے لئے روٹی بھی جس کا کام روح کی تقویت ہے اپنا کام نہیں کرتی ہو بلکہ اُلٹا اثر دکھاتی ہے۔ یا تو۔ اگر مثنوی جیسی کتاب کو بھی بیکار سمجھ کر پڑھے گا تو اُس سے نصیحت اندوز نہ ہو سکیگا۔ کلامِ حکمت کیسی ہی دانائی کی

اندر آید لیک چوں افسانہا ۔ پوست بنماید نہ مغز و دانہا
اندر آتا ہے لیکن افسانوں کی طرح ۔ چھلکا نظر آتا ہے، نہ مغز اور دانے

در سر و رو در کشیدہ چادرے ۔ رو نہاں کردہ ز چشمت دلبرے
سر اور منہ پر چادر تانے ہوئے ۔ دلبر نے تیری آنکھ سے منہ چھپا رکھا ہے

شاہنامہ یا کلیلہ پیش تو ۔ ہمچناں باشد کہ قرآں از عتو
شاہنامہ یا کلیلہ تیرے لئے ۔ ایسا ہی ہے جیسے کہ قرآن، سرکشی کی وجہ سے

فرق آنگہ باشد از حق و مجاز ۔ کہ کند کحل عنایت چشم باز
حقیقت اور مجاز میں فرق تب ہوتا ہے ۔ کہ مہربانی کا سُرمہ تیری آنکھ کھول دے

ورنہ پشک و مشک پیش اخشمے ۔ ہر دو یکسانست چوں نبود شمے
ورنہ بیکار ناک والے کے لئے مینگنی اور مشک ۔ جبکہ سونگھنے کی طاقت نہیں ہو دونوں یکساں ہیں

خویشتن مشغول کردن از ملال ۔ باشدش قصد از کلام ذوالجلال
تھکن سے اپنے آپ کو بے نیاز کرنا ۔ اللہ (تعالیٰ) کے کلام سے اُس کا مقصد ہوتا ہے

کاتش وسواس را و غصہ را ۔ زاں سخن بنشاند و سازد دوا
کہ وسوسوں اور رنج کی آگ کو ۔ اُس کلام سے بجھائے اور علاج کرے

بہر ایں مقدار آتش شاندن ۔ آب پاک و بول یکساں شد بفن
آگ کی اِس مقدار کو بجھانے کے لئے ۔ پاک پانی اور پیشاب تدبیر سے یکساں ہو گئے

آتش وسواس را ایں بول و آب ۔ ہر دو بنشانند ہمچوں خمر و خواب
وسوسوں کی آگ کو یہ پیشاب اور پانی ۔ دونوں بجھاتے ہیں شراب اور نیند کی طرح

لیک اگر واقف شوی زیں آب پاک ۔ کہ کلام ایزدست و روحناک
لیکن اگر تو اِس پاک پانی سے واقف ہو جائے ۔ کہ وہ خدا کا کلام ہے اور روح پرور ہے

نیست گردد وسوسہ کلی ز جاں ۔ دل بیابد رہ بسوی گلستاں
وسوسہ بالکلیہ جان سے معدوم ہو جائے ۔ اور دل گلستاں کا راستہ پالے

زانکہ در باغے و در جوئے پرد ۔ ہر کہ از سر صحف بوئے برد
کیونکہ باغ اور نہر میں اڑنے لگتا ہے ۔ جو صحیفوں کے راز کا پتہ لگا لیتا ہے

پڑھے تو دل کے وسوسے بالکلیہ زائل ہو جائیں اور دل کو باغ جنت کا راستہ مل جائے۔ زانکہ۔ جو شخص قرآن کے حقائق سے آگاہ ہو جاتا ہے وہ جنت کے باغات اور نہروں کی سیر کرتا ہے۔ صُحُف صحیفہ کی جمع ہے، آسمانی کتاب۔

لے اندر۔ وہ محض اُس کو افسانہ سمجھے گا اُس کے مغز اور گودے تک نہ پہنچ سکے گا۔ در سر۔ اس شخص کے لئے مغز کی یہ حالت ہوگی جیسے کوئی معشوق سر اور منہ پر چادر تانے لیٹا ہو تو ظاہر میں اُس کے حُسن کو نہ دیکھ سکے گا۔ شاہنامہ۔ یعنی فردوسی کا شاہنامہ۔ کلیلہ۔ یعنی قصے کہانیوں کی مشہور کتاب کلیلہ دمنہ۔ عتو۔ لنگرا اپنے تکبر کی وجہ سے اِن سب چیزوں کو یکساں سمجھتا ہے۔

لے فرق۔ حقیقت اور مجاز کو انسان جب سمجھتا ہے جب اُس کو بصیرت حاصل ہو۔ اخشم۔ وہ انسان جس کی ناک میں سونگھنے کی حِس نہ ہو۔ شم۔ سونگھنا۔ خویشتن۔ محض جی بہلانے کے لئے قرآن کی تلاوت کرنا قرآنی حقائق سے محروم رکھتا ہے۔ کاتش۔ انسان اگر محض دل کی پریشانی اور رنج کو دور کرنے کے لئے قرآن پڑھے تو اُس کے حقائق سے غافل رہتا ہے۔

لے بہر ایں۔ محض وقت کاٹنے کے لئے تو قرآن اور افسانہ یکساں کام کرتا ہے۔ آب پاک۔ یعنی قرآن۔ بول۔ یعنی افسانہ۔ خمر و خواب۔ نیند اور شراب دونوں سوسوں اور دل کے خیالات کو رفع کرتے ہیں لیکن دونوں میں بہت فرق ہے۔ لیک۔ اگر کوئی شخص قرآن پاک کو کلام اللہ اور روحانی کلام سمجھ کر

785

یا تو پنداری کہ رُوی اولیا ¹ — آنچنانکہ ہست می بینیم ما

یا تو یہ خیال کرتا ہے کہ اولیاء کا چہرہ — جیسا کہ (واقعی) ہے ہم دیکھتے ہیں

در تعجب مانده پیغمبر ازاں — چوں نمی بینند رُویم مؤمناں

پیغمبر اس سے تعجب میں تھے — کہ ایمان لانیوالے میرا چہرہ کیوں نہیں دیکھتے ہیں؟

چوں نمی بینند نورِ رُوم خلق — کہ سَبَق بُردست بر خورشیدِ شرق

لوگ میرے چہرے کا نور کیوں نہیں دیکھتے ہیں؟ — جبکہ وہ مشرق کے سورج سے بازی لے گیا ہو

ور ہمی بینند ایں حیرت چراست — تا کہ وحی آمد کہ آں رُو در خفاست

اگر دیکھتے ہیں، تو یہ حیرت کیوں ہے؟ — یہاں تک کہ وحی آئی کہ وہ چہرہ پوشیدہ ہے

سُوی تو ماه است ² سُوی خلق ابر — تا نہ بینند رائگاں رُوی تو گبر

آپ کی جانب چاند ہے اور مخلوق کیجانب ابر ہے — تاکہ آپ کے چہرے کو کافر بے فائدہ نہ دیکھے

سُوی تو دانہ است سُوی خلق دام — تا ننوشد زیں شرابِ خاص، عام

آپ کی جانب دانہ ہے، مخلوق کیجانب جال — تاکہ اس خاص شراب کو عوام نہ پئیں

گفت یزداں کہ تراہُم ینظرون — نقشِ حمّام اند ھُم لایُبصِرُون

خدانے فرمایا کہ تراکے بارے میں خیال کرتا ہو کہ وہ دیکھتے ہیں — وہ تو حمّام کی تصویر ہیں، وہ نہیں دیکھتے ہیں

می نماید صورت اے صورت پرست — کاں دو چشمِ مُردہ او ناظر ست

اے صورت پرست! صورت ظاہر کرتی ہو — کہ اس کی دو مُردہ آنکھیں دیکھنے والی ہیں

پیشِ چشمِ ³ نقش می آری ادب — کہ چرا پاسم نمی دارد عجب

تصویر کی آنکھ کے سامنے تو ادب بجالاتا ہے — تعجب ہے وہ میرا لحاظ کیوں نہیں کرتی ہے؟

از چہ بس بے پا سُخست ایں نقش نیک — کہ نمی گوید سلامم را علیک

یہ بھلی تصویر کیوں خاموش ہے — کہ میرے سلام پر علیک نہیں کہتی ہے

می نجنباند سَر و سَبلت ز جُود — پاسِ آنکہ کردمش من صد سجود

مہربانی سے وہ سر اور مونچھ کیوں نہیں ہلاتی ہو — اس لحاظ سے کہ میں نے اسکو سو سجدے کئے ہیں

حق اگرچہ سَر نجنباند بروں — پاسِ آں ذوقے دہد در اندروں

اللہ تعالیٰ اگرچہ ظاہر میں سر نہیں ہلاتا ہے — انکے لحاظ سے باطن میں چاشنی عطا فرما دیتا ہے

کچھ خیال نہیں کرتا۔ از چہ۔ یہ بُت دیکھ رہا ہے لیکن مجھ کو جواب نہیں دیتا میرے سلام کا بھی جواب نہیں دیتا۔ علیک۔ یعنی وعلیکم السلام نہیں کہتا ہے۔ می نجنباند میرے سجدوں کے جواب میں اگر زبان سے نہیں بولتا تو کم از کم سر کی جنبش سے ہی جواب دیدے۔ حق۔ مولانا فرماتے ہیں کہ اللہ بھی کسی کے سجدوں کا نہ جواب دیتا ہے نہ سر ہلاتا ہے

¹ یا تو۔ جس طرح عوام قرآن کی حقیقت تک نہیں پہنچتے اسی طرح وہ نبیؐ کے چہرے کی حقیقت سے باخبر نہیں ہوتے ہیں۔ در تعجب۔ آنحضورؐ کو تعجب ہوتا تھا کہ یہ منکر لوگ میرے چہرے کے نور کو جو کہ مشرق کے سورج سے زیادہ منور ہے کیوں نہیں دیکھتے ہیں اور میری تعلیمات پر کیوں حیران ہوتے ہیں اس پر آنحضورؐ کو بتایا گیا کہ آپ کے چہرے کا چاند انسے پوشیدہ ہے۔

² سُوی تو۔ آپ کے چہرۂ انور کی مثال بدلی کے چاند کی طرح ہے آپکی جانب وہ چاند ہے اور منکرین کی جانب اس پر بدلی چھائی ہوئی ہے اور یہ اس لئے ہے کہ جب وہ اس سے فائدہ اٹھانا نہیں چاہتے تو اُن کو دیدار سے محروم کر دیا گیا ہے۔ گفت۔ قرآن میں بتوں کے بارے میں فرمایا گیا ہے کہ وہ بظاہر دیکھتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں لیکن وہ دیکھ نہیں رہے ہیں یہی حال منکرین کا ہے۔ می نماید۔ بُت پرست بُت کی آنکھوں میں روشنی سمجھتا ہے جو واقعہ کے خلاف ہے۔

³ پیشِ چشم۔ بُت پرست اسکی آنکھ کے سامنے اس کی تعظیم بجالاتا ہے پھر تعجب کرتا ہے کہ اس قدر تعظیم کرنے کے باوجود یہ بُت میرا

کہ دو صد جنبیدنِ سر ارزد آں
کہ دو سو سر ہلانا اُس کی قیمت ہے

سرچنیں جنباند آخر عقل و جاں
عقل اور جان اِس طرح سر ہلاتی ہے

عقل را خدمت کُنی در اجتہاد
تو کوشش سے عقل کی خدمت کرتا ہے

پاسِ عقل آنست کافزاید رشاد
عقل کا لحاظ یہ ہے کہ وہ ہدایت بڑھا دیتی ہو

حق نجنباند بظاہر سر ترا
اللہ (تعالیٰ) بظاہر تیرے لئے سر نہیں ہلاتا ہے

لیک سازد برسراں سرور ترا
لیکن تجھے سرداروں کا سردار بنا دیتا ہے

مرترا[1] چیزے دہد یزداں نہاں
خدا تجھے مخفی طور پر ایسی چیز عطا کر دیتا ہے

کہ سجودِ تو کنند اہلِ جہاں
کہ دنیا والے تجھے سجدے کرتے ہیں

آنچناں کہ داد سنگے را ہنر
جیسا کہ اُس نے پتھر کو وہ ہُنر عطا کر دیا

تا عزیزِ خلق شد یعنی کہ زر
کہ وہ لوگوں کا پیارا ہو گیا یعنی سونا

قطرۂ[2] آبے بیابد لطفِ حق
پانی کا قطرہ اللہ (تعالیٰ) کی عنایت پا جاتا ہے

گوہرے گردد برد از زر سبق
موتی بنجاتا ہے، سونے سے بازی لے جاتا ہے

جسم خاک ست وچو حق تابیش داد
وہ خاکی جسم ہے اور جب خدا نے اُسے چمک دیدی

در جہانگیری چو مہ شد اُوستاد
دنیا کو فتح کرنے میں چاند کی طرح اُستاد ہو گیا

ہیں طلسم ست این و نقشِ مُردہ است
خبردار! یہ طلسم ہے اور مُردہ تصویر ہے

احمقاں را چشمش از رہ بُردہ است
اُنکی آنکھوں نے بیوقوفوں کو راستہ سے ہٹا دیا ہے

می نماید او کہ چشمے می زند
وہ نظر آتا ہے، کہ پلک جھپکا رہا ہے

ابلہاں سازیدہ اند آں را سند
بیوقوفوں نے اُس کو دلیل بنایا ہے

درخواستنِ[3] قبطی دُعای خیر و ہدایت از سبطی و دُعا کردنِ سبطی

قبطی کا سبطی سے دُعائے خیر اور راہنمائی کی درخواست کرنا اور سبطی کا قبطی کے لئے

قبطی را بخیر و مُستجاب شدنِ آں دعا از اکرم الاکرمین حق تعالےٰ

دعائے خیر کرنا اور اکرم الاکرمین حق تعالیٰ کی جانب سے اُس دعا کا مقبول ہونا

گفت قبطی تو دُعای کُن کہ من
قبطی نے کہا تو دعا کر دے کیوں کہ میں

از سیاہی دل ندارم آں دہن
دل کی سیاہی کی وجہ سے وہ منہ نہیں رکھتا ہوں

تا بُود کہ قفلِ ایں دل وا شود
ہو سکتا ہے کہ اِس دل کا قُفل کھل جائے

زشت را در بزمِ خوباں جا شود
بدصورت کی حسینوں کی محفل میں جگہ ہو جائے

---

[1] مرترا - اپنے پوجنے والے کو خدا وہ مرتبہ عنایت فرما دیتا ہے کہ دنیا والے اُس کے سامنے سر بسجود ہوتے ہیں۔ آنچناں - عبادتگذار کو خدا ایسا ہی کندن بنا دیتا ہے جس طرح پتھر کو سونا بنا دیتا ہے، سونا پتھر کی رگوں میں پیدا ہوتا ہے۔

[2] قطرہ - اللہ تعالےٰ ماہ نیساں کے ابر کے ایک قطرہ کو موتی بنا دیتا ہے جو سونے سے بھی بڑھ جاتا ہے۔ جسم خاک - ہو سکتا ہے کہ یہ شعر بھی موتی سے متعلق ہو نیز یہ بھی احتمال ہے کہ اِس شعر میں مومن کی کیفیت بیان کی ہو۔ ہیں - یہ پھر بُت اور بُت پرستوں کا بیان ہے۔ می نماید - بُت تراشی کے یہ کمالات تھے کہ بُت کی چشم وابرو پر مختلف تاثرات نظر آتے تھے جیسا کہ ایلورا و اجنتا کے بتوں میں دیکھا جا سکتا ہے۔

[3] درخواستن - قبطی نے سبطی سے کہا کہ میرے لئے ہدایت کی دعا کر دے اُس نے دعا کی اور وہ قبول ہو گئی۔ از سیاہی - چونکہ میرا دل سیاہ ہے تو میرا منہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرنے کے قابل نہیں ہے۔ تا بُود - ہو سکتا ہے کہ تیری دعا سے میرے دل کی گرہ کھل جائے۔

ازتو مسخے صاحب خوبی شود ؎۱ | یا بلیسے باز کرّوبی شود

تیری (دعا کی وجہ) سے مسخ شدہ خوبی والا بن جائے | یا شیطان پھر فرشتہ بن جائے

یا بفرّ دستِ مریمؑ بوئ مُشک | یا بد و تری و میوہ شاخِ خشک

یا (حضرت) مریمؑ کے (جیسے) ہاتھ سے مُشک کی خوشبو | اور تری اور میوہ خشک شاخ حاصل کرسکتی ہے

سبطی آن دم در سجود افتاد و گفت | کاے خدای عالمِ جہر و نہفت

سبطی اُس وقت سجدے میں گرگیا اور کہا | کہ اے غیب اور شہادت کے جاننے والے خدا!

سبطی و قبطی ہمہ بندہ تو اند | عاجزِ امرِ تو اند و مُستمند

سبطی اور قبطی سب تیرے بندے ہیں | تیرے حکم کے سامنے عاجز اور محتاج ہیں

جز تو پیشِ کہ بر آرد بندہ دست ؎۲ | ہم دعا و ہم اجابت از تو است

تیرے سوا بندہ کس کے سامنے ہاتھ اٹھائے؟ | دعا بھی تیری جانب سے ہے اور قبول کرنا بھی (تیری جانب سے ہے)

ہم ز اوّل تو دہی میلِ دعا | تو دہی آخر دعاہا را جزا

ابتداءً تو ہی دعا کی طرف متوجہ کرتا ہے | بالآخر تو ہی دعاؤں کا بدلہ عطا کرتا ہے

اوّل و آخر توئی ما در میاں | ہیچ ہیچے کہ نیاید در بیاں

اوّل و آخر تو ہی ہے، ہم درمیان میں | ایسے ناچیز ہیں کہ بیان نہیں ہوسکتا

اینچنیں می گفت تا افتاد طشت | از سرِ بام و دلش بیہوش گشت

وہ یہ کہہ رہا تھا یہاں تک کہ سورج گر پڑا | بالاخانہ پر سے اور اس کا دل بے ہوش ہوگیا

باز آمد او بہوش اندر دعا | لَیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی

پھر وہ ہوش میں آکر دعا میں مصروف ہوگیا | نہیں ہے انسان کیلئے مگر وہی جس کی اس نے کوشش کی

در دعا بود او و ناگہ نعرہ ؎۳ | از دلِ قبطی بجست و غرّہ

وہ دعا میں مصروف تھا یہاں تک کہ ایک نعرہ | اور شور قبطی کے دل سے نکلا

کہ ہلا بشتاب و ایمان عرضہ کُن | تا بُبرّم زود زُنّارِ کُہن

کہ آگاہ! جلدی کر اور ایمان پیش کر | تاکہ پُرانا زنّار جلد کاٹ دوں

آتشے در جانِ من انداختند | مر بلیسے را بجاں بنواختند

اُنھوں نے میری جان میں آگ لگادی ہے | (مجھ) شیطان کو جان سے نوازا

دوستیِ تو ز حُبّ ناشگفت | حمد للہ عاقبت دستم گرفت

تیری دوستی نے محبت کے ناشگفتہ غنچہ سے | الحمد للہ انجام کار میری دستگیری کی

؎۱ از تو - قبطی نے اپنے کو مسخ شدہ انسان اور شیطان سے تعبیر کیا ہے۔ یا بفرّ - سبطی کے ہاتھ کو حضرت مریمؑ کا ہاتھ قرار دیا جس کی برکت سے خشک کھجور پھلدار ہوگئی تھی اور قبطی نے اپنے آپ کو کھجور کا خشک درخت قرار دیا۔ سبطی - سبطی قبطی کی درخواست پر سر بسجود ہوگیا اور دعائیں کرنے لگا۔ مستمند - محتاج، ضرورتمند۔

؎۲ جز تو - خدا کا بندہ خدا کے سامنے دستِ دعا دراز کرسکتا ہے دعا کی توفیق اور دعا کی قبولیت اللہ ہی دیتا ہے

ذکس می رہاند ذکس می بر
خدا می رہاند خدا می بر

افتاد طشت - یہ محاورہ راز فاش ہونے کے معنیٰ میں ہے مولانا نے یہاں سورج غروب ہوجانے کے معنیٰ میں استعمال فرمایا ہے۔ لیس - یعنی انسان کی کوشش کامیاب ہوتی ہے، سبطی کی دعا قبول ہوگئی۔

؎۳ در دعا - سبطی تو دعا میں مصروف تھا اُس کی... قبولیت کا اثر یہ ہوا کہ قبطی نعرے مارنے لگا اور سبطی سے بولا کہ جلد ایمان پیش کر تاکہ میں مومن بنوں اور کفر کا زنّار کاٹ پھینکوں۔ بلیسے - یعنی مجھ شیطان صفت کو کارکنانِ قضاو قدر نے ایمان سے نواز دیا ہو۔ دوستی - تیری

ابتدا میں ہی تو نے میری دستگیری کی

کیمیای بُود صُحبتہای تو [1] — کم مباد از خانۂ دل پای تو
تیری صحبتیں کیمیا تھیں — خدا کرے دل کے گھر سے تیرا قدم نہ نکلے

تو یکے شاخے بُدی از نخلِ خلد — چوں گرفتم اُو مرا تا خلد بُرد
تو جنت کی کھجور کی ایک شاخ تھا — جب میں نے اسکو پکڑ لیا وہ مجھے جنت میں لے گئی

سَیل بُود آنکہ تنم را در رُبود — بُرد سَیلم تا لَبِ دریای جُود
بہاؤ تھا، جو میرے جسم کو بہا لے گیا — مجھے بہاؤ سخاوت کے دریا کے کنارے لے گیا

من بُبوی آب رفتم سُوی سَیل — بحر دیدم در گرفتم کَیل کَیل
میں پانی کی تمنا میں بہاؤ کی جانب گیا — میں نے سمندر دیکھ لیا، میں نے پیمانے بھر لئے

طاس [2] آوردش کہ اکنوں آب گیر — گفت رو شد آبہا پیشم حقیر
وہ (سبطی)، اُس کے پاس طشلا لایا کہ اب پانی لے — اُس نے کہا جا چلے پانی میرے لئے حقیر ہو گئے ہیں

شربتے خوردم زاَللہُ اشتریٰ — تا بہ محشر تشنگی نابد مرا
میں نے "اللہ نے خرید لیا" کا شربت پی لیا ہے — قیامت تک مجھے پیاس نہ لگے گی

آنکہ جُوی و چشمہا را آب داد — چشمۂ اندر درونِ من گُشاد
وہ ذات جس نے نہروں اور چشموں کو پانی عنایت کیا ہے — اُس نے میرے دل کے اندر چشمہ جاری کر دیا ہے

ایں جگر کہ بُود گرم و آب خوار — گشت پیشِ ہمّتِ اُو آب خوار
یہ جگر جو گرم اور پیاسا تھا — اُس کی ہمّت کے آگے پانی حقیر ہو گیا

کافِ [3] کافی آمدہ بہرِ عباد — صدقِ وعدہ کہیٰعص
بندوں کے لئے کافی کا کاف آیا ہے — کہیٰعص کا سچا وعدہ (آیا ہے)

کافیم بدہم ترا من جملہ خیر — بے سبب بے واسطہ یاریِ غیر
میں کافی ہوں، میں تجھے تمام عمدہ چیزیں دے سکتا ہوں — بغیر کسی سبب کے اور غیر کی مدد کے واسطے کے بغیر

کافیم بے ناں ترا سیری دہم — بے سپاہ و لشکرت میری دہم
میں کافی ہوں، روٹی کے بغیر تیرا پیٹ بھر سکتا ہوں — بغیر سپاہیوں اور لشکر کے تجھے سرداری دیتا ہوں

کافیم بے دارُو یت دُرماں کنم — کوہ را و چاہ را میداں کنم
میں کافی ہوں بغیر دوا کے تیرا علاج کر دیتا ہوں — پہاڑ کو اور کنویں کو میدان بنا دیتا ہوں

لہ کیمیا سی تبطی نے سبطی سے کہا تیری صحبتیں میرے لئے کیمیا ثابت ہوئیں خدا کرے تو میرے دل میں بسا رہے۔ تو یکے۔ تو جنت کے درخت کی شاخ تھا جس کو میں نے پکڑا اور جنت میں داخل ہو گیا۔ دریای جُود۔ دریائے حقیقت اللہ تعالیٰ۔ کَیل کَیل۔ یعنی بہت زیادہ۔

لہ طاس۔ سبطی اس تبطی کے پاس پانی کا طشلا لایا اور کہا اب پانی پی لے، اُس نے کہا اب مجھے اِس پانی کی ضرورت نہیں ہے۔ اَللہُ اشتریٰ۔ قرآن پاک کی آیت ہے اِنَّ اللہَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَہُمْ بِاَنَّ لَہُمُ الْجَنَّۃَ یعنی خدا نے مومنین کی جانوں کو جنت کے بدلے میں خرید لیا ہے۔ آنکہ۔ اب خدا نے میرے باطن میں چشمے جاری کر دیے ہیں۔ ایں جگر۔ پہلے یہ جگر خشک اور پیاسا تھا اب یہ پانی اس کے لئے ناچیز ہے۔

لہ کاف۔ مولانا فرماتے ہیں یہ باتیں کچھ مستبعد نہیں ہیں اسلئے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں کہیٰعص فرمایا ہے جسکے معنی ہیں کافٍ ھُوَ لَکُمْ یَا عِبَادَ اللہِ صِدْقًا یعنی وہ اللہ تعالیٰ تمہارے لئے کافی ہے اے اللہ کے بندو! یقیناً جب اللہ کا وعدہ ہے اور وہ سچا ہے

تو وہ بلا سبب بھی ہر بہتری پہنچا سکتا ہے جسمیں کسی واسطہ کی ضرورت نہیں ہے۔ کافیم۔ وہ اللہ بغیر روٹی کے پیٹ بھر سکتا ہے بلا لشکر کے فتح دے سکتا ہے بغیر دوا کے صحت عطا کر سکتا ہے۔ کوہ یعنی سخت مصائب کو آسان کر سکتا ہے بغیر موسم کے نرگس و نسرین عطا کر سکتا ہے بغیر اُستاد اور کتاب کے علوم عطا کر سکتا ہے۔

بے بہارت نرگس و نسریں دہم | بے کتاب و اوستا تلقیں دہم

بغیر موسم، بہار کے تجھے نرگس اور نسرین دیتا ہوں | بغیر کتاب اور استاد کے تعلیم دیتا ہوں

موسیٰ[۱] را دل دہم با یک عصا | تا زند بر عالمے شمشیر ہا

میں موسیٰؑ کو دل مع ایک لاٹھی کے دیتا ہوں | تاکہ وہ دنیا میں تلواریں چلادیں

دستِ موسیٰ را دہم یک نور و تاب | کہ طپانچہ می زند بر آفتاب

میں موسیٰؑ کے ہاتھ کو ایک نور اور چمک دیتا ہوں | جو سورج کے طمانچہ لگا دیتا ہے

چوب را مارے کنم من ہفت سر | کہ نہ زاید مادہ مار او را نہ نر

میں لکڑی کو سات سروں کا سانپ بنا دیتا ہوں | جس کو نہ مادہ سانپ جن سکے نہ نر

خوں[۲] نیامیزم در آبِ نیل من | خود کنم خوں عینِ آبش را بفن

میں دریائے نیل کے پانی میں خون نہیں ملاتا ہوں | میں حکمت سے بعینہٖ اُسکے پانی کو خون بنا دیتا ہوں

شادیت را غم کنم چوں آبِ نیل | کہ نیابی سوئے شادیہا سبیل

نیل کے پانی کی طرح تیری خوشی کو ایسا غم بنا دیتا ہوں | کہ تو خوشیوں کی جانب راستہ نہیں پاتا ہے

باز چوں تجدیدِ ایماں بر تنی | باز از فرعون بیزاری کنی

پھر جب تو ایمان از سرِ نو لے آتا ہے | پھر فرعون سے بیزار ہو جاتا ہے

موسیٔ رحمت بہ بینی آمدہ | نیلِ خوں بینی از و آبے شدہ

تو دیکھتا ہے کہ رحمت والا موسیٰؑ آگیا ہے | خون کا (دریائے) نیل اُس کی وجہ سے پانی بن گیا ہے

چوں سرِ رشتہ نگہداری دروں | نیلِ ذوقِ تو نگردد ہیچ خوں

تو جب (ہمارے تعلق کا) سرِ رشتہ باطن میں محفوظ کر لیتا ہے | تیرا ذوق کا (دریائے) نیل کبھی خون نہیں بنتا ہے

من[۳] گماں بردم کہ ایماں آورم | تا ازیں طوفانِ خوں آبے خورم

میں نے سوچا کہ ایمان لے آؤں | تاکہ خون کے اس طوفان میں سے پانی پی لوں

من چہ دانستم کہ تبدیلی کند | در نہادِ من مرا نیلے کند

مجھے کیا معلوم تھا کہ وہ تبدیلی کرے گا | میرے اندر، مجھے (دریائی) نیل بنا دے گا

سوئے چشمِ خود یکے نیلم رواں | بر قرارم پیشِ چشمِ دیگراں

(اب) میں اپنی نظر میں ایک رواں نیل ہوں | دوسرے کی نگاہ میں (پہلی حالت پر) برقرار ہوں

ہمچنانکہ ایں جہاں پیشِ نبی | غرقِ تسبیح ست و پیشِ ما ابی

جس طرح کہ یہ دنیا نبیؐ کے سامنے | تسبیح میں غرق ہے اور ہمارے سامنے سرکش ہے

---

۱ موسیٰ - حضرت موسیٰؑ کو اللہ نے ایک دل اور ایک لاٹھی دی اور اس کے ذریعہ عالم کو فتح کرا دیا۔ دست حضرت موسیٰؑ کو ید بیضا عنایت کر دیا جس کا نور سورج پر بھی غالب تھا حضرت موسیٰؑ کے عصا کو سات سروں کا سانپ بنا دیا جس کو کسی نر و مادہ نے نہیں جنا تھا۔

۲ خوں - دریائے نیل میں خون نہیں ملایا بلکہ پانی ہی کو خون کر دیا۔ شادیت - اللہ تعالیٰ خوشی کو ایسا تلخ بنا دیتا ہے کہ اس میں خوشی کا نام بھی نہیں رہتا۔

۳ من گماں - میرا خیال تو یہ تھا کہ ایمان لانے کا یہ نتیجہ ہوگا کہ میں نیل کا پانی پی سکوں گا یہ معلوم نہ تھا کہ وہ میرے اندر انقلاب برپا کرے گا اور خود مجھے دریائے نیل بنا دے گا اب میں اپنی نظر میں رواں نیل ہوں خواہ مجھے دوسرے ویسا ہی سمجھیں جیسا کہ میں پہلے تھا۔ ہمچنانکہ - ایک چیز کی دو نظروں میں دو حقیقتیں ہونا تعجب انگیز نہیں کائنات کی چیزوں کو ہم خاموش اور سرکش دیکھتے ہیں لیکن آنحضرتؐ ان کو تسبیح پڑھنے والا دیکھتے تھے۔

پیشِ چشمش ایں جہاں پُر عشق و داد[1]
اسکی نظر میں یہ دنیا عشق و سخاوت سے بھری ہو

پیشِ چشمِ دیگراں مُردہ، جماد
دوسرے کی نگاہ کے سامنے مُردہ اور جماد ہو

پست و بالا پیشِ چشمش تیز رو
نشیب و فراز اُس کی نگاہ کے سامنے تیز رو ہے

از کلوخ و سنگ اُو نُکتہ شنو
وہ ڈھیلے اور پتھر سے نُکتہ سننے والا ہے

با عوام ایں جملہ پست و مُردہ
عوام کے لئے یہ سب پست اور مردہ ہیں

زیں عجب تر من ندیدم پردہ
میں نے اس سے زیادہ عجیب پردہ نہیں دیکھا

گور ہا یکساں بہ پیشِ چشمِ ما
ہماری نگاہ کے سامنے ساری قبریں یکساں ہیں

روضہ و حُفرہ بہ پیشِ اولیا
اولیاء کے سامنے باغ اور گڑھے ہیں

عامہ گفتندے کہ پیغمبر تُرش
عوام نے کہا کہ پیغمبر رنجیدہ

از چہ گشتہ است و شُدست اُو ذوق کُش
کیوں ہیں اور وہ ذوق کو ختم کر دینے والے (بنگئے) ہیں

خاصہ گفتندے[2] کہ پیشِ چشمِ تاں
خواص نے کہا کہ تمھاری نظر میں

می نماید اُو تُرش اے اُمّتاں
اے اُمت والو! وہ رنجیدہ نظر آتے ہیں

یک زماں در چشمِ ما آئید تا
تھوڑی دیر کے لئے ہماری آنکھوں میں آجاؤ تاکہ

خندہا بینید اندر ھَلْ اَتیٰ
ھَلْ اَتیٰ کے اندر مُسکراہٹیں دیکھو

از سرِ امرود بُن بنماید آں
امرود کے درخت سے وہ نظر آتا ہے

مُنعکس صورت بزیر آ اے جواں
اُلٹی صورت اے جوان! نیچے اُتر آ

آں درختِ ہستیت امرود بُن
تیرے وجود کا درخت امرود کا درخت ہے

تا بر آنجائی نماید نو کہُن
جب تک تو وہاں ہے نیا پُرانا نظر آتا ہو

تا بر آنجائی[3] بہ بینی خار زار
جبتک تو اس جگہ ہے کانٹوں کا جنگل دیکھے گا

پُر ز گژدمہای خشم و پُر زمار
غصہ کے بچھوؤں اور سانپ سے بھرا ہوا

چوں فرود آئی بہ بینی رائگاں
جب تو نیچے اُتر آئے گا تو دیکھے گا کہ مفت میں

یک جہاں پُر گلرخان و دایگاں
ایک دنیا حسینوں اور پالنے والوں سے بھری ہوئی

چوں فرود آئی فرود آید تُرا
جب تو نیچے اُتر آئے گا، اُتر آئیں گے تیرے

در دروں اسرارِ فیضِ کبریا
اندر اللہ (تعالیٰ) کے فیض کے اسرار

---

[3] تا بر آنجا۔ جب تک تجھ میں خودی ہے تجھے حسین اور پرورش کرنیوالے کانٹوں کا جنگل نظر آئیں گے۔ چوں۔ جب تو خودی کو چھوڑ دے گا پھر خدا کے فیض کے اسرار دیکھ سکے گا۔ خار زار سے مراد دنیاوی اشیاء ہیں اور گلرخاں اور دایگاں سے مراد اللہ تعالیٰ کے اسماء و صفات ہیں جو حسینوں اور عالم کے مربی ہیں

[1] پیش۔ آنحضورؐ کی نظر میں تمام کائنات عشقِ الٰہی سے پُر تھی دوسرے اس کو مُردہ سمجھتے تھے۔ پست۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں ایک روز حضورؐ کے ساتھ تھا جو ڈھیلا پتھر حضورؐ کے سامنے آرہا تھا وہ آنحضورؐ کو سلام کرتا تھا۔ زیں عجب۔ یہ عجیب پردہ ہے عوام کچھ نہ دیکھ سکتے ہیں اور نہ سُن سکتے ہیں خواص پتھروں کی تسبیح اور ذکر کو سنتے ہیں۔ روضہ یعنی جنت کا باغیچہ جو نیکوں کی جگہ ہے۔ حفرہ۔ یعنی جہنم کا گڑھا۔ عامہ۔ آنحضورؐ کے احوال دیکھ کر عوام کہنے لگتے تھے کہ حضورؐ ترش رو ہو گئے ہیں۔ ذوق کُش۔ یعنی پہلے خوش طبع تھے اب ذوقِ خوش طبعی سے بیگانہ ہیں۔

[2] خاصہ۔ خواص کہتے تھے کہ وہ تمہاری نظر میں ایسے ہیں لیکن ہماری نگاہ سے انکو دیکھو تو ان میں مُسکراہٹیں دیکھو گے ھَلْ اَتیٰ۔ یعنی وہ ذات جس پر ھَلْ اَتیٰ نازل ہوئی یا ھَلْ اَتیٰ میں جن نعمتوں کا تذکرہ ہے انپر آنحضورؐ کی مسکراہٹیں۔ آز سر امرود۔ امرود کے درخت پر سے چیزیں اُلٹی نظر آتی ہیں جیسا کہ آئندہ حکایت سے معلوم ہوگا وہ امرود کا درخت تیری ہستی ہے جب تک تو انکو فنا نہیں کریگا تجھے نئی چیز پرانی نظر آئیگی۔

٦٩١

حکایت آں زنِ پلید کار کہ شوہر را گفت کہ ایں خیالات از سرِ

اس بدکار عورت کی حکایت جس نے شوہر سے کہا کہ یہ خیالات امرود کے درخت

امرود بُن می نماید چشمِ آدمی را ، از سرِ امرود بُن فرود آ تا آں خیالات

پر سے انسان کی آنکھ کو نظر آتے ہیں امرود کے درخت پر سے اُتر آ تاکہ وہ خیالات

بر رود و اگر کسے گوید کہ آنچہ مرد می دید خیال نبود جواب آنست کہ ایں

دُور ہو جائیں اور اگر کوئی کہے کہ جو کچھ مرد نے دیکھا تھا وہ خیال نہ تھا تو جواب یہ ہے

مثال است نہ مثل در مثال ہمیں قدر بس بود کہ اگر او بر سرِ امرود بُن

کہ یہ مثال ہے مثل نہیں ہے اور مثال میں یہی کافی ہے کہ اگر وہ امرود کے درخت

نمی رفت آں را نمی دید خواہ حقیقت بود خواہ خیال

پر نہ چڑھتا تو اس کو نہ دیکھتا خواہ وہ حقیقت تھی خواہ خیال تھا

آں زنے میخواست تا با مولِ خود — بر زند در پیشِ شوئ گولِ خود

ایک عورت نے چاہا کہ اپنے یار سے — ملے، اپنے احمق شوہر کے سامنے

پس بشوہر گفت زن کاے نیکبخت — من بر آیم میوہ چیدن بر درخت

تو بیوی نے خوہر سے کہا کہ اے نیک بخت! — میں پھل توڑنے درخت پر چڑھتی ہوں

چوں بر آمد بر درخت آں زن گریست — چوں ز بالا سوئے شوہر بنگریست

جب درخت پر چڑھ گئی وہ عورت رونے لگی — جب اُس نے اوپر سے شوہر کی جانب دیکھا

گفت شوہر را کہ اے مابونِ رد — کیست آں لوطی کہ بر تو می فتد

شوہر سے بولی کہ اے مفعولِ مردود! — یہ لوطی کون ہے جو تیرے اوپر پڑا ہے؟

تو بزیرِ او چو زن بغنودہٗ — اے بغا تو خود مخنث بودہٗ

تو اُس کے نیچے عورت کی طرح اُونگھ رہا ہو — اے نامرد! تو ہیجڑا ہے

گفت شوہر نے سرت گوئی بگشت — ورنہ اینجا نیست غیرِ من بدشت

شوہر نے کہا نہیں، گویا تیرا سر چکرا رہا ہے — ورنہ یہاں جنگل میں میرے سوا کوئی نہیں ہو

زن مکرر کرد کاے با برطلہ — کیست بر پُشتت فرو خفتہ ہلہ

عورت نے مکرر کہا اے اُلٹی ٹوپی والے! — خبردار! تیری پُشت پر کون سویا ہوا ہے؟

گفت اے زن ہیں فرود آ از درخت — کہ سرت گشت و خرف گشتی تو سخت

اُس نے کہا اے بیوی! درخت سے نیچے آجا — کیونکہ تیرا سر چکرا گیا ہے اور تو بہت بے عقل ہوگئی ہے

لہ کسے گوید۔ اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ اس حکایت میں جو قصّہ سنایا گیا ہے اُس میں اور خودی کی حالت میں جو کیفیت بتائی ہے اُس میں بہت فرق ہے، ہستی کے درخت سے جو چیزیں نظر آتی ہیں وہ واقعۃً اُلٹی ہیں اور امرود پر سے مرد نے جو واقعہ دیکھا وہ صحیح تھا اس کا مولانا جواب دیتے ہیں کہ یہ مثل نہیں ہے جس میں پوری مطابقت ضروری ہے بلکہ مثال ہے اور دونوں باتوں میں اتنی بات مشترک ہے کہ خودی کے درخت سے جو چیزیں نظر آتی ہیں وہ نیچے اُترنے کے بعد نظر نہیں آتی ہیں اسی طرح سے مرد نے جو درخت پر سے دیکھا وہ نیچے اتر کر نہ دیکھا۔

لہ مول۔ عورت کا یار۔ گول۔ احمق۔ میوہ چیدن یعنی امرود توڑنے کے لئے۔ بابون۔ وہ شخص جس کو اُبنی کی بیماری ہو یعنی مفعول بنتا ہو۔

لہ لوطی۔ وہ شخص جو قومِ لوطؑ والا کام کرے۔ بغا۔ ہیجڑہ مخنث۔ مخنث۔ ہیجڑا۔ برطلہ۔ ٹوپی، اُلٹی ٹوپی۔ ہلہ۔ تنبیہ کا کلمہ ہے۔ خرف۔ بے عقل بوڑھا۔

چوں فرود آمد برآمد شوہرش
جب وہ نیچے آگئی اُس کا شوہر چڑھ گیا

زن کشید آں مول را اندر برش
عورت نے اُس یار کو بغل میں دبالیا

گفت شوہر کیست ایں اے روسپی[1]
شوہر نے کہا او رنڈی! یہ کون ہے؟

کہ بہ بالائے تو آمد چوں کپی
جو بندر کی طرح تیرے اوپر چڑھ گیا ہے

گفت زن نے نیست اینجا غیر من
عورت نے کہا نہیں، یہاں میرے سوا کوئی نہیں ہے

ہیں سرت برگشتہ شد ہرزہ متن
خبردار! تیرا سر چکرا رہا ہے، بکواس نہ کر

اُو مکرر کرد بر زن آں سخن
اُس نے عورت سے وہ بات مکرر کہی

گفت زن این ست از امرود بن
عورت نے کہا یہ امرود کے درخت کے اثر سے ہے

از سر امرود بن من ہمچناں
میں نے بھی امرود کے درخت سے ایسا ہی

کژ ہمی دیدم کہ تو اے قلتباں
اُلٹا دیکھا جیسا کہ تو نے، اے دیوث!

پس فرود آتا بہ بینی ہیچ نیست
نیچے اُتر آتا کہ تو دیکھ لے کہ کوئی نہیں ہے

ایں ہمہ تخییل از امرود نبے ست
یہ سب خیال امرود کے درخت (کی وجہ) سے ہے

ہزل تعلیم ست آں را جد شنو
سکھانے کیلئے مذاق ہے تو اسکو حقیقت سمجھ

تو مشو بر ظاہر ہزلش گرو
تو اُس کے ظاہری مذاق کا پابند نہ بن

ہر جدے[2] ہزلست پیش ہازلاں
مسخروں کے سامنے ہر واقعہ مذاق ہے

ہزلہا جدست پیش عاقلاں
عقلمندوں کے لئے ہر مذاق حقیقت ہے

کاہلاں امرود بن جویند لیک
سُست لوگ امرود کا درخت تلاش کرتے ہیں لیکن

تا بداں امرود بن راہیست نیک
اُس امرود کے درخت کا فاصلہ بہت ہے

نقل کن از امرود بن اکنوں برو
امرود کے درخت سے منتقل ہو جا اب چلا جا

گشتہ تو خیرہ چشم و خیرہ رو
تو پریشان نظر اور پریشان ہو گیا ہے

ایں[3] منی و ہستی اول بود
یہ خودی اور ابتدائی وجود ہوتا ہے

کہ از و دیدہ کژ و احول بود
جس سے آنکھ ٹیڑھی اور بھینگی بن جاتی ہے

چوں فرود آئی ازیں امرود بن
جب تو اِس امرود کے درخت سے نیچے اُتر آئیگا

کژ نماند فکرت و چشم و سخن
تیری فکر اور آنکھ اور گفتگو ٹیڑھی نہ رہے گی

یک درخت سخت بینی گشتہ ایں
تو دیکھے گا کہ یہ ایک سخت درخت بن گیا ہے

شاخ اُو بر آسمان ہفتمیں
جس کی شاخ ساتویں آسمان پر ہے

[1] روسپی۔ زانیہ عورت، رنڈی۔ کپی۔ بندر۔ ہرزہ متن۔ بکواس نہ کر۔ گفت۔ عورت نے کہا یہ امرود کے درخت کا اثر ہے کہ اُس پر سے غلط نظر آتا ہے۔ قلتباں۔ دیوث۔ ہزل۔ یہ میں نے فحش اور مذاق کا قصہ تعلیم کے لئے سُنایا ہے تم اِس کے ظاہر کو نہ دیکھو اِس سے جو نصیحت مقصود ہے اُس پر نظر کرو۔

[2] ہر جدے۔ جو لوگ ہزل کے عادی ہیں اُن کو ہر جد بھی ہزل نظر آتی ہے اور جو عقلمند ہیں وہ مذاق کی بات سے بھی نصیحت حاصل کر لیتے ہیں۔ کاہلاں۔ کاہل لوگ اُس امرود کے درخت کو تلاش کرتے ہیں جو جان کو صحیح دکھائے یعنی وہ ہستی جو فنا کے بعد حاصل ہوتی ہے لیکن وہ امرود کا درخت دور ہے۔ نقل کن۔ پہلے اِس امرود کے درخت کو یعنی اپنی خودی اور ہستی کو چھوڑ دے پھر چل تب تجھے حاصل ہوگا اِس ہستی کے ہوتے ہوئے تیری نظر خیرہ ہے وہ نظر نہ آئے گا۔

[3] ایں۔ یہ امرود کا درخت جس سے غلط نظر آتا ہے یہ اُس کی خودی اور ابتدائی وجود ہے۔ چوں فرود۔ جب تو خودی کے درخت سے اُتر آئے گا تو پھر تیرا خیال آنکھ اور گفتگو سیدھی ہو جائیگی اور تو دیکھے گا کہ وہ تیرا سخت درخت تھا اور اسکا پھیلاؤ بہت تھا۔

چوں فرود آئی از و گروی جُدا — مُبدلش گرداند از رحمت خدا
جب تو نیچے اُتر آئے گا اُس سے علیحدہ ہو جائیگا — خدا رحمت سے اُس کو بدل دیگا

زیں تواضع گر فرود آئی خدا — راست بینی بخشد آں چشم تُرا
اِس تواضع کے ذریعہ اگر تو نیچے اُتر آئیگا، خدا — تیری اُس نظر کو صحیح دیکھنا عطا فرما دیگا

راست بینی گر بُدے آساں چنیں — مصطفیٰؐ کے خواستے از رب دیں
صحیح دیکھنا اگر ایسا آسان ہوتا — تو دین کے رب سے آنحضورؐ کب دعا مانگتے؟

گفت بنما جزو جزو از فوق و پست — آنچناں کہ پیشِ تو آں جزو ہست
کہا، اوپر اور نیچے سے جُزو جُزو کو دکھا — جیسا کہ وہ جُزو تیرے سامنے ہے

بعد ازاں بر رو بر آں امرود بُن — کہ مُبدّل گشت و سبز از امرِ کُن
اُس کے بعد اُس امرود کے درخت پر چڑھ جا — کیونکہ کُن کے حکم سے تبدیل اور سبز ہو گیا ہے

چوں درختِ موسوی شد آں درخت — چوں سُوئے موسیٰؑ کشانیدی تو رخت
جب وہ درخت (حضرت) موسیٰؑ والا درخت بن گیا — جب تو نے موسیٰؑ کی جانب سفر اختیار کر لیا

آتش اُو را سبز و خرم می کُند — شاخِ اُو اِنّی اَنَا اللّٰہ می زند
آگ اُس کو سبز اور بھلا بنائے گی — اُس کی شاخ ”انّی انا اللّٰہ“ کا نعرہ لگائے گی

زیرِ ظِلّش جملہ حاجاتت روا — ایں چنیں باشد الٰہی کیمیا
تیری ساری حاجتیں اُسکے سایہ کے نیچے پوری ہونگی — خدائی کیمیا ایسی ہی ہوتی ہے

آں منی و ہستیت باشد حلال — کہ درو بینی صفاتِ ذوالجلال
تیری وہ خودی اور وجود جائز ہے — جس میں تو اللہ (تعالیٰ) کی صفات دیکھ لے

شد درختِ کج مقوم حق نما — اَصلُہٗ ثابتٌ و فرعُہٗ فی السَّما
ٹیڑھا درخت، سیدھا حق نما بن گیا — اُسکی جڑ (زمین میں) ثابت ہے اور اُسکی شاخ آسمان میں ہے

باقی قصہ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام
حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا باقی قصہ

کامدش پیغام از وحیِ مُہم — کہ کژی بگذار اکنوں فاستقم
اُن (موسیٰؑ) کو مہتم بالشان وحی کے ذریعہ پیغام آیا — کہ اب کجی کو چھوڑ دے اور سیدھا ہو جا

موسیٰؑ کو جو فاستقم کا حکم ہوا یعنی کج روی ترک کر دے اِس کا ذکر شروع کیا ہے حضرت موسیٰؑ کو حکم ہوا تھا کہ اب دعاؤں کا سہارا نہ لو اور فرعون کا مقابلہ شروع کر دو حضرت موسیٰؑ نے ہاتھ کا عصا زمین پر ڈال دیا اب اُسکے جلوے نظر آئے اسی طرح تیرا یہ فانی جسم عصائے موسیٰؑ ہے اُسکو ترک کر دے پھر جو جسم حاصل ہوگا غیبی کے جلوے دیکھنا

ا؎ مُبدلش۔ خودی چھوڑ دیگا تو پھر اللہ تعالیٰ اُس درخت کو تبدیل کر دیگا۔ زیں تواضع۔ جو عاجزی اور دعا قبل نے کی تھی۔ راست بینی حقائق کو صحیح دیکھنا اگر آسان ہوتا تو آنحضورؐ اَللّٰھُمَّ اَرِنَا الْاَشْیَاءَ کَمَا ھِیَ اے خدا ہم کو چیزیں ویسی ہی دکھا جیسی وہ ہیں۔ دعا نہ مانگتے۔ گفت۔ آنحضورؐ نے دعا کی کہ خدا ہمیں آسمان اور زمین کا ہر ہر جُزو اُسی طرح دکھا جیسا کہ وہ تیرے نزدیک ہے۔

۲؎ بعد ازاں۔ جب خودی اور ہستی فنا ہو جائے تو پھر بقا باللہ کی ہستی میسر آجائیگی اُس کو اختیار کرلے۔ چوں آں۔ یہ درخت وہ درخت ہوگا جس پر حضرت موسیٰؑ کو تجلی رب نظر آئی تھی۔ آتش۔ اب آگ اُس پر اُلٹا اثر دکھائیگی اور اُس کی شاخ اِنّی اَنَا اللّٰہ کا نعرہ لگاتی ہے حضرت موسیٰؑ کو درخت سے یہ آواز آئی تھی کہ میں بے شک خدا ہوں۔ زیرِ ظلش۔ اب اُس ہستی کے سایہ میں تیری ساری ضرورتیں پوری ہونگی یہ خدائی کیمیا تھی کہ تیری فانی ہستی کو باقی ہستی بنا دیا۔

۳؎ آں منی۔ اب یہ خودی اور ہستی دولت ہے اُس میں خدائی صفات نظر آئینگی۔ باقی قصہ۔ مولانا کجی ترک کرنے کا بیان کر رہے تھے اسی مناسبت سے حضرت

ایں درختِ تن عصای موسیٰ است
یہ جسم کا درخت (حضرت) موسیٰ کی لاٹھی ہے

کارش آمد کہ بیند ازش ز دست
اس کا موقع آگیا کہ تو اس کو ہاتھ سے زمین پر ڈال دے

تا بہ بینی خیرِ او و شرِ او
تاکہ تو اس کی بھلائی اور اسکی برائی دیکھ لے

بعد ازاں برگیر او را از امرِ ہُو[1]
پھر اس کو اللہ (تعالیٰ) کے حکم سے ہاتھ میں پکڑ لے

پیش ز افگندن نبود او غیرِ چوب
ڈالنے سے پہلے وہ لکڑی کے سوا کچھ نہ تھی

چوں بامرش برگرفتی شد جدوب
جب تو نے اس کے حکم سے پکڑا وہ نگلنے والی بن گئی

اول او بد برگ افشاں برہ را
پہلے وہ بکری کے بچہ کے لئے پتے جھاڑنے والی تھی

گشت معجز آں گروہِ غرّہ را
وہ غافل جماعت کے لئے معجزہ بن گئی

گشت[2] حاکم بر سرِ فرعونیاں
وہ فرعونیوں پر حاکم بن گئی

آبِ شاں خوں کرد کف بر سر زناں
سر پیٹنے والوں پر اس کا پانی خون بنا دیا

از مزارعِ شاں برآمد قحط و مرگ
ان کے کھیتوں سے قحط اور موت برآمد ہوگئی

از ملخہای کہ آں خوردند برگ
ان ٹڈیوں کی وجہ سے جنہوں نے پتے کھائے

تا برآمد بیخود از موسیٰ دعا
یہاں تک کہ بیخودی میں (حضرت) موسیٰ سے دعا نکلی

چوں نظر افتادش اندر منتہا
جبکہ ان کی نظر انجام پر پڑی

ایں ہمہ اعجاز و کوشیدن چرا ست
یہ معجزے اور کوششیں کیوں ہیں؟

چوں نخواہند ایں جماعت گشت راست
جبکہ یہ لوگ سیدھے نہ ہوں گے

امر[3] آمد کاتباعِ نوح کن
حکم ہوا کہ (حضرت) نوح کی پیروی کر

ترکِ پایاں بینی و تشریح کن
انجام بینی اور تشریح کو چھوڑ

منکر آخر کہ تو داعیِ رہی
تم انجام کو نہ دیکھو اسلئے کہ تم راہِ حق بتلانے والے ہو

امرِ بلغ ہست نبود آں تہی
بلغ کا حکم ہے (اور) وہ خالی نہیں ہے

کمتریں حکمت کزیں الحاحِ تو
معمولی حکمت یہ ہے کہ تیرے اس اصرار سے

جلوہ گردد آں لجاج و آں عتو
وہ جھگڑالوپن اور سرکشی ظاہر ہو جائیگی

تا کہ رہ بنمودن و اضلالِ حق
یہاں تک کہ اللہ (تعالیٰ) کی رہنمائی اور اللہ کا گمراہ کرنا

فاش گردد بر ہمہ اہلِ فرق
تمام فرقوں پر واضح ہو جائے گا

چونکہ مقصود از وجود اظہار بود
چونکہ موجودات سے مقصود اظہار تھا

بایدش از پند و اغوا آزمود
تو اسکو نصیحت اور بہکانے سے آزمانا چاہئے

---

[1] امرِ ہُو - امرِ خداوندی۔ پیش۔ حضرت موسیٰؑ کا عصا جب تک ہاتھ میں تھا وہ صرف ایک لکڑی تھا جب خدائی حکم سے اسکو پھر اٹھایا تو وہ نگلنے والا اژدھا تھا۔ اوّل۔ شروع میں وہ صرف بکریوں کے پتے جھاڑنے کیلئے تھی اب وہ کافروں کے لئے معجزہ بن گئی۔

[2] گشت۔ اب جبکہ امرِ خداوندی سے اس عصا کو ہاتھ میں لیا تو فرعونیوں پر حکمرانی کرتا تھا اُن سر پیٹنے والوں کے لئے اس نے دریائے نیل کو خون بنا دیا۔ از مزارع۔ فرعونیوں پر ٹڈیوں کا عذاب بھی آیا۔ اندر منتہیٰ۔ حضرت موسیٰؑ نے یہ خیال کیا کہ اُن کا انجام لا محالہ بُرا ہے لہٰذا اُن کو معجزے دکھانے اور راہِ راست پر لانے کی کوشش کیوں کی جائے۔

[3] امر آمد۔ حضرت موسیٰؑ کو حکم ہوا کہ نوحؑ کی طرح اُن کے انجام سے قطعِ نظر کر کے تم بھی تبلیغ کئے جاؤ تم فرائضِ داعی ہو تمہارا کام تبلیغ کرنا ہے تمہیں اسی کا حکم ہے اور تمہاری تبلیغ میں فائدہ مضمر ہے خواہ وہ ایمان نہ لائیں کمترین۔ ایک فائدہ تو یہی ہے کہ تمہارے اصرار سے اُن کا جھگڑالوپن اور سرکشی واضح ہو جائے گی۔ چونکہ۔ مخلوق کی پیدائش سے اللہ کا مقصد چھپے ہوئے حالات کو واضح کرنا ہے اسلئے ضرورت ہے کہ انسان کو نصیحت سے اور

دیوِ الحاحِ غوایت می کُند | شیخِ الحاحِ ہدایت می کُند

شیطان گمراہی پر اِصرار کرتا ہے | شیخ ہدایت پر اِصرار کرتا ہے

باز گرد و قصۂ قبطی بگو | گردِ کُفر از باطنِ خود زُود شو

واپس لوٹ، اور قبطی کا قصّہ کہہ | اپنے باطن سے کفر کے غبار کو جلد دھو دے

چوں پیاپے گشت آں امرِ شجوں | نیل می آمد سراسر جملہ خوں

جب قوی حکم پے در پے ہوا | (دریائے) نیل سراسر سب خون ہو کر بہتا تھا

سخت شدنِ کار بر قبطیان و شفاعت طلب کردنِ فرعون از موسیٰؑ

قبطیوں پر معاملہ کا سخت ہو جانا اور فرعون کا موسیٰؑ سے سفارش چاہنا

تا بنفسِ خویش فرعوں آمدش | لابہ می کرد و دو تا گشتہ قدش

یہاں تک کہ فرعون بذاتِ خود اُن کے پاس آیا! | خوشامد کرتا تھا اور اُس کا قد دُہرا ہو گیا تھا

انچہ ما کردیم اے سلطاں مکُن | نیست مارا رُوئے ایرادِ سخن

اے شاہ! جو ہم نے کیا وہ آپ نہ کیجئے | ہمارا مُنہ بات کرنے کے قابل نہیں ہے

پارہ پارہ گردمت فرماں پذیر | من بعزّت خُوگرم سختم مگیر

میں نے بدن کے ٹکڑے ٹکڑے کو تیرا کہنا ماننے والا بنا لیا ہے | میں عزت کا عادی ہوں میری سختی پر گرفت نہ کیجئے

ہیں بجُنباں لب بہ رحمت اے امیں | تا بہ بندد ایں دہانِ آتشیں

آگاہ، اے امین! رحمت (کی دعا) کیلئے ہونٹ ہلائیے | تاکہ یہ آتشیں دہانہ بند ہو جائے

گفت یارب می فریبد اُو مرا | می فریبد اُو فریبیدہ تُرا

(حضرت موسیٰؑ نے) کہا اے خدا! وہ مجھے فریب دے رہا ہے | (آپ کے) فریفتہ کو فریب دے رہا ہے

بشنوم یا من دہم ہم خُدعہ اش | تا بداند اصل را آں فرع کش

میں مان جاؤں، یا میں بھی اُس کو دھوکا دیدوں | تاکہ وہ شاخ کو پکڑنے والا، جڑ کو جان جائے

کاصلِ ہر مکرے و حیلت پیشِ ماست | ہر چہ بر خاکست اصلش بر سماست

ہر مکر اور حیلہ کی اصل، ہمارے سامنے ہے | جو کچھ زمین پر ہے اُس کی اصل آسمان پر ہے

گفت حق آں سگ نیرزد ہم بآں | پیشِ سگ انداز از دُور استخواں

اللہ (تعالیٰ) نے فرمایا وہ کُتّا اِسکے بھی لائق نہیں ہو | کُتّے کے سامنے دُور سے ہڈی ڈال دے

اُن کی اصل وہی خدا ہے۔ گفتِ حق۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ فرعون اِس قابل بھی نہیں ہو کہ اُس کے فریب کا جواب فریب سے دیا جائے۔ آپ اُس کُتّے کو ہڈی ڈال دیجئے اور آپ اپنا عصا ہلا دیجئے زمین وہ تمام پیداوار اُگل دیگی جو ٹڈیوں نے کھائی ہے۔

۱؎ دیو۔ شیطان گمراہی پر اِصرار کرتا ہے اور شیخِ طریقت ہدایت پر اصرار کرتا ہے۔ الحاح۔ اِصرار۔ شجوں۔ قوی، یعنی جب حضرت موسیٰؑ کو پے در پے تبلیغ کا حکم ملا اور فرعونیوں نے نافرمانی کی تو دریائے نیل خون بن کر بہنے لگا۔

۲؎ تا بنفس۔ یعنی جب قبطیوں کی حالت تباہ ہونے لگی تو فرعون بذاتِ خود حضرت موسیٰؑ کے پاس خوشامد کرنے لگا اور تعظیم میں دُہرا ہو رہا تھا۔ آنچہ۔ ہم نے جو کچھ وہ بُرا تھا آپ بُرائی کا بدلہ بُرائی سے نہ دیجئے۔ نیست۔ ہمارا مُنھ تو اِس قابل نہیں ہے کہ آپ سے دعا کی التجا کریں۔ پارہ۔ میں نے اپنے جسم کے ہر حصّہ کو فرمانبردار بنا دیا ہے۔ اےچں دہاں۔ یعنی عذابِ الٰہی کا دہانہ۔

۳؎ گفت یارب۔ حضرت موسیٰؑ نے عرض کیا اے خدا مجھ آپ کی ذات پر فریفتہ کو یہ فرعون دھوکا دے رہا ہے۔ بشنوم۔ اب بتا کہ میں اِس کا کہنا مان لوں یا میں بھی اِس کو کوئی دھوکا دیدوں تاکہ یہ اچھی طرح سمجھ لے کہ اصل میں ہر سبب کی جڑ خدا ہے یہ شاخ یعنی سبب سے وابستہ رہتا ہے۔۔۔ کاصل۔ حضرت موسیٰؑ نے کہا ہر مکر و تدبیر کی اصل خدا ہے جو اسباب دنیاوی میں

ہیں بجُنباں آں عصا تا خاکہا
ہاں وہ عصا ہلا دے، تاکہ زمینیں

وَا دِہد ہر چہ مَلَخ کردش فنا
وہ واپس کردیں جس کو ٹڈیوں نے فنا کیا ہے

واںؔ مَلَخہا در زماں گردد تباہ
وہ ٹڈیاں فوراً تباہ ہو جائیں گی

تا بہ بیند خَلق تبدیلِ اِلٰہ
تاکہ لوگ اللہ (تعالٰی) کے بدل دینے کو دیکھیں

کہ سبب ہا نیست حاجت مَر مرا
کہ ہمیں اسباب کی ضرورت نہیں ہے

آں سبب بہرِ حجابست و عطا
یہ سبب تو حجاب اور پردے کے لئے ہے

تا طبیبے خویش بر دارو زند
تاکہ طبیب اپنے آپ کو دوا میں مصروف کردے

تا مُنجّم رُو با ستارہ کُند
تاکہ نجومی ستاروں کی جانب منہ کرے

تا مُنافق از حریفی بامداد
تاکہ منافق چالاکی سے، صبح صبح

سُوی بازار آید از بیمِ کساد
بازار کی جانب آئے کساد (بازاری) کے ڈر سے

بندگی ناکردہؔ و ناشُستہ رُو
عبادت کئے بغیر اور منہ دھوئے بغیر

لقمۂ دوزخ بگشتہ لقمہ جُو
لقمہ کا جویاں، دوزخ کا لقمہ بنا ہوا ہے

آکل و ماکول آمد جانِ عام
عوام کی جان کھانے والی ہے اور غذا بھی ہے

ہمچو آں بَرّہ چرِندہ از حطام
اُس بکری کے بچّہ کی طرح جو چارہ چرنے والا ہے

می چَرد آں بَرّہ و قصاب شاد
وہ بکری کا بچّہ چرتا ہے اور قصائی خوش ہے

کہ برایِ ما چَرد برگِ مُراد
کہ مقصد کے پتّے ہمارے لئے چَر رہا ہے

کارِ دوزخ میکُنی در خوردنی
تو کھانے میں دوزخ کا کام کر رہا ہے

بہرِ اُو خود را تو فربہ میکُنی
تو اپنے آپ کو اس کے لئے موٹا کر رہا ہے

کارِ خودؔ کُن روزیِ حکمت بچر
اپنا کام کر دانائی کی خوراک کھا

تا شود فربہ دلِ با کرّ و فر
تاکہ شان و شوکت سے دل فربہ ہو جائے

خوردنِ تن مانعِ ایں خوردنست
جسم کا کھانا اِس کھانے سے مانع ہے

جاں چو بازرگان و تن چوں رہزنست
جان تاجر کی طرح ہے اور جسم ڈاکو کی طرح ہے

شمعِ تاجر آنگہ ہست افروختہ
تاجر کی شمع اُس وقت روشن ہے

کہ بُوَد رہزن چو ہیزم سوختہ
جبکہ ڈاکو جلی ہوئی لکڑی کی طرح ہو

تاجر سمجھو اور جسم کو ڈاکو۔ تاجر کا مال ڈاکو اُڑا لیتا ہے۔ شمعِ تاجر۔ تاجر اُس وقت پُر رونق بنتا ہے جب ڈاکو تباہ ہو جائے۔

۱ واں ملخہا۔ آپ کے عصا کے اثر سے ٹڈیاں بھی مر جائیں گی اور سب لوگ دیکھ لیں گے کہ خدا کو ہر چیز کے بدلنے کی کس قدر قدرت ہے۔ کہ سبب ہا۔ اللہ تعالٰی کو اسباب کی ضرورت نہیں ہے اسباب تو ایک پردہ ہیں طبیب دوا کو سمجھتا ہے اور منجم ستاروں کو حالانکہ اصل سبب ذات خداوندی ہے منافق یعنی دنیادار اپنی کوشش اور محنت سے فائدہ سمجھ رہا ہے۔

۲ بندگی۔ یہ دنیادار صبح کو نہ عبادت میں لگتا ہے نہ اس کو منہ دھونے کی فرصت ہے نفع کے لئے بازار میں دوڑ جاتا ہے اپنے لقمہ کی تلاش میں دوزخ کا لقمہ بنا ہوا ہے۔ آکل۔ یہ دنیا دار کھانے والا بھی ہے اور خود دوزخ کی خوراک بھی ہے، اس کی مثال اس بکری کے بچّہ کی سی ہے جو چرتا ہے اور قصائی خوش ہوتا ہے کہ یہ میرے لئے چر رہا ہے یہی حال دنیادار کا ہے کہ وہ سمجھ رہا ہے میں خود کھا رہا ہوں حالانکہ وہ اپنے وجود کو دوزخ کے لئے پال رہا ہے۔

۳ کارِ خود۔ انسان کی اصل خوراک تو معارفِ الٰہی ہیں جس سے دل قوی ہوتا ہے اور اُس کی شان و شوکت میں اضافہ ہوتا ہے۔ خوردنِ تن۔ جسمانی غذا روحانی غذا کے لئے مانع ہے، روح کو

٦٩٦٦

خویشتن را گم مکن یاوہ مکوش | کہ تو آں ہوشی و باقی ہوش پوش

اپنے آپ کو گم نہ کر، بیہودہ کوشش نہ کر | کیونکہ تو ہوش اور باقی ہوش چھپا دینے والے ہیں

دانکہ ہر شہوت چو خمر ست و چو بنگ | پردہ ہوش ست و عاقل زوست دنگ

سمجھ لے کہ ہر شہوت شراب اور بھنگ کی طرح ہے | ہوش کے لئے پردہ ہے اور عقلمند اس سے حیران ہے

خمر تنہا نیست سرمستی ہوش | ہر چہ شہوانی ست بندد چشم و گوش

شراب تنہا ہوش کی سرمستی نہیں ہے | جو چیز بھی نفسانی ہو وہ آنکھ اور کان کو بند کر دیتی ہے

ترکِ شہوت کن اگر خواہی تو ہوش | دانکہ شہوت بندد ہم چشم و گوش

اگر تو ہوش چاہتا ہے شہوت کو ترک کر دے | سمجھ لے کہ شہوت تیری آنکھ اور کان بھی بند کر دیگی

آں بلیس از خمر خوردن دور بود | مست بود او از تکبر و ز جحود

وہ شیطان شراب پینے سے دور تھا | وہ تکبر اور انکار سے مست تھا

مست آں باشد کہ آں بیند کہ نیست | زر نماید آنچہ مس و آہن ست

مست وہ ہے جو وہ دیکھے جو نہیں ہے | سونا نظر آئے، جو کہ تانبا اور لوہا ہے

ایں سخن پایاں ندارد موسیا | لب بجنباں تا بروں آید گیا

اے موسیٰ! اس بات کا خاتمہ نہیں ہے | ہونٹ ہلا، تاکہ گھاس اُگ آئے

دعا کردن موسیٰ علیہ السلام و سبز شدن کشت زارہا و باراں آمدن

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا دعا کرنا اور کھیتوں کا سرسبز ہو جانا اور بارش کا آ جانا

ہمچناں کرد و ہم اندر دم زمیں | سبز گشت از سنبل و حبِّ ثمیں

انھوں نے ایسا ہی کیا اور زمین فوراً | سنبل اور قیمتی غلہ سے سرسبز ہو گئی

اندر افتادند در لوت آں نفر | قحط دیدہ مردہ از جوع البقر

لذیذ غذاؤں میں لگ گئے، وہ لوگ | جو قحط زدہ، جوع البقر سے مرے ہوئے

چند روزے سیر خوردند از عطا | آں دمی و آدمی و چارپا

عطا (خداوندی) کو چند روز پیٹ بھر کر کھایا | پرندوں نے اور آدمیوں نے اور چوپایوں نے

چوں شکم پر گشت و بر نعمت زدند | واں ضرورت رفت پس طاغی شدند

جب پیٹ بھر گیا اور نعمت مل گئی | وہ ضرورت ختم ہو گئی پھر سرکش ہو گئے

نفس فرعونیست ہاں سیرش مکن | تا نیارد یاد زاں کفرِ کہن

نفس فرعون ہے، خبردار! اس کا پیٹ بھر | تاکہ وہ پرانے کفر کو یاد نہ کرے

۱؎ خویشتن۔ انسان کی روح، اس کا ہوش اور جسمانی لذتیں اسکے ہوش گم کرنے والی ہیں۔ دانکہ۔ سمجھ لے کہ تمام شہوانی لذتیں شراب اور بھنگ کی سی خاصیتیں رکھتی ہیں۔ خمر۔ دنیا میں صرف شراب اور بھنگ کو بیہوشی کا سبب نہ سمجھ بلکہ ہر شہوت انسان کے کان اور آنکھیں بند کر دیتی ہے۔ آں بلیس۔ شیطان شراب نہ پیتا تھا اور تکبر کے نشہ سے مدہوش تھا۔

۲؎ مست۔ مست تو اسی کو کہتے ہیں جو معدوم کو موجود سمجھ لے اور تانبے اور لوہے کو سونا سمجھ بیٹھے، شیطان نے غیر حقیقی بات کو واقعہ خیال کیا تو یقیناً وہ بدمست تھا۔ ایں سخن۔ مستی کی حقیقت کا بیان ختم نہ ہونے والا ہے اے موسیٰ تم دعا کرو تاکہ گھاس وغیرہ اُگ آئے اور قحط کی صورت ختم ہو جائے۔

۳؎ ہمچناں۔ حضرت موسیٰ نے وہی کیا جس کا ان کو خدا نے حکم دیا تھا یعنی دعا کر دی۔ حبِّ ثمیں۔ قیمتی غلہ۔ لوت۔ یعنی فرعونی جو قحط میں مبتلا تھے لذیذ غذائیں کھانے لگ گئے۔ جوع البقر۔ ایک قسم کی بیماری جس میں انسان کھاتا رہتا ہے اور اس کا دل نہیں بھرتا۔ دمی۔ ہوائی یعنی پرند۔ چوں۔ ان فرعونیوں کا پیٹ بھرا تو پھر سرکش بن گئے۔ طاغی۔ سرکش۔ نفس۔ مولانا فرماتے ہیں کہ انسان کا نفس بھی فرعون ہے اسکا پیٹ بھر اور وہ سرکش بنا۔

بے تفِ آتش[1] نگردد نفس خوب — تا نشد آہن چو اخگر ہیں مکوب
آگ کی گرمی کے بغیر نفس بھلا نہیں بنتا ہے — خبردار! جب تک لوہا انگارے کی طرح نہ ہو جائے اس کو نہ کوٹ

بے مجاعت نیست تن جنبش کناں — آہنِ سرد است میکوبی بداں
بغیر بھوک کے جسم حرکت کرنے والا نہیں ہے — ٹھنڈا لوہا ہے، سمجھ لے تو کوٹ رہا ہے

گر بگرید ور بنالد زار زار — او نخواہد شد مسلماں ہوشدار
اگر وہ روئے اور زار زار نالہ کرے — وہ مسلمان نہ ہوگا، سمجھ لے

او چو فرعون ست در قحط آنچناں — پیشِ موسیٰؑ سر نہد لابہ کناں
وہ قحط میں فرعون کی طرح ہے — جو موسیٰؑ کے سامنے خوشامد میں سر جھکاتا ہے

چونکہ مستغنی شد او طاغی شود — خر چو بار انداخت اسکیزہ زند
جب وہ بے نیاز ہوا سرکشی کرتا ہے — گدھے نے جب بوجھ اتار دیا، دولتی پھینکتا ہے

پس فراموشش شود چوں رفت پیش — کارِ او از آہ و زاریہای خویش
پھر وہ بھول جاتا ہے جب آگے بڑھ جاتا ہے — اس کا کام، اپنی آہ و زاریوں کو

سالہا مردے[2] کہ در شہرے بود — یک زماں کش چشم در خوابے شود
سالوں تک ایک انسان ایک شہر میں رہتا ہے — تھوڑی دیر جب اس کی آنکھ سو جاتی ہے

شہرِ دیگر بیند او پُر نیک و بد — ہیچ در یادش نہ آید شہرِ خود
وہ دوسرا شہر بھلے اور برے سے بھرا دیکھے گا — اس کو اپنا شہر کبھی یاد نہ آئے گا

کہ من آنجا بودہ ام ایں شہرِ نو — نیست آنِ من درینجا ام گرو
میں وہاں رہا ہوں یہ نیا شہر — میرا نہیں ہے، میں یہاں پھنس گیا ہوں

بل چناں داند کہ خود پیوستہ او — ہم دریں شہرش بُد ابداع و خُو
بلکہ ایسا سمجھے گا کہ وہ اس سے وابستہ ہے — اسی شہر میں اس کی پیدائش اور رہائش کی عادت تھی

چہ عجب[3] گر روح موطنہای خویش — کہ بُدستش مسکن و میلاد پیش
کیا تعجب ہے، اگر روح اپنے وطنوں کو — جو پہلے اس کا مسکن اور جائے پیدائش تھی

می نیارد یاد کایں دنیا چو خواب — می فرو پوشد چو اختر را سحاب
یاد نہ کرے، کیونکہ یہ دنیا نیند کی طرح ہے — اس کو ڈھانپ لیتی ہے جس طرح کہ ستارے کو ابر

چند نوبت آزمودی خواب را[4] — خوابِ دنیا را ہماں بیں زابتلا
تو نے نیند کو کئی بار آزمایا ہے — آزمائش سے دنیا کی نیند کو ایسا ہی سمجھ

[1] آتش۔ یعنی مجاہدات کی گرمی۔ مجاعت۔ بھوک۔ آہن سرد۔ ٹھنڈے لوہے کو کوٹنا بیکار ہے۔ گر بگرید۔ نفس کی آہ و زاری سے دھوکے میں نہ پڑنا چاہیے۔ لابہ کناں۔ بھوک میں وہ فرعون کی طرح خوشامد کرنے لگتا ہے۔ خر۔ نفس کی مثال گدھے کی سی ہے اگر اس پر بوجھ نہیں ہوتا ہے تو وہ دولتیاں مارتا ہے۔ پس۔ پیٹ بھرنے پر اپنی سب خوشامد بھول جاتا ہے۔

[2] سالہا۔ نفس کے بھولنے کی مثال ایسی ہے جیسے کہ انسان سوتے ہی اپنی قیامگاہ کو بھلا دیتا ہو۔ شہرِ دیگر۔ خواب میں دوسرے شہروں کو یاد کرتا ہے اور اپنے شہر کو بھول جاتا ہے۔ بل۔ وہ خواب میں یہ سمجھتا ہو کہ ہمیشہ سے اسی شہر میں تھا۔

[3] چہ عجب۔ اگر روح اپنے اصلی وطن کو بھول جائے تو اس پر تعجب نہ کرو۔ آیں دنیا۔ دنیا کی زندگی ایک خواب ہو اور خواب اصلی وطن کو بھلا دیتی ہے۔

[4] چند نوبت۔ خواب میں یہ تجربہ بارہا ہوا ہے اسی پر دنیا کو قیاس کر لو۔

خاصہ چندیں شہرہا را کوفتہ ۔ گردہا از درگہ او نا روفتہ

خصوصاً (جبکہ اس نے) بہت سے شہروں کو روندا ہو ۔ اُسکے مقام (دل) سے گرد صاف نہیں ہوئی ہے

اجتہادِ گرم ناکردہ کہ تا ۔ دل شود صافی و بیند ماجرا

سخت کوشش نہ کئے ہوئے ہے کہ ۔ دل صاف ہو جائے اور گذشتہ واقعات دیکھ لے

سر بروں آرد دلش از بحرِ راز ۔ اوّل و آخر بہ بیند چشم باز

راز کے سمندر سے اس کا دل سر ابھارے ۔ کھلی آنکھ اوّل اور آخر کو دیکھ لے

بیانِ اطوار و منازلِ خلقتِ آدمی از ابتدائے خلقت

ابتدائے پیدائش سے آدمی کی پیدائش کے مراتب اور حالات کا بیان

آمدہ اوّل باقلیمِ جماد ۔ وز جمادی در نباتی اوفتاد

پہلے وہ (روح) جمادی اقلیم میں آئی ۔ اور جمادی (اقلیم) سے نباتی (اقلیم) میں آ گئی

سالہا اندر نباتی عمر کرد ۔ وز جمادی یاد ناورد از نبرد

سالوں نباتی (اقلیم) میں عمر بسر کی ۔ اور سرکشی کی وجہ سے اپنی جمادی (زندگی) کو بھلا دیا

وز نباتی چوں بحیوانی فتاد ۔ نامدش حالِ نباتی ہیچ یاد

اور نباتی (اقلیم) سے جب حیوانی (اقلیم) میں آ گئی ۔ اس کو نباتی (اقلیم) کا حال کبھی یاد نہ آیا

جز ہماں میلے کہ دارد سوئے آں ۔ خاصہ در وقتِ بہار و ضیمراں

سوائے اس میلان کے جو اس کی جانب ہے ۔ خصوصاً بہار اور ضیمران کے موسم میں

ہمچو میلِ کودکاں با مادراں ۔ سرِ میلِ خود نداند در لباں

جیسا کہ بچوں کا ماؤں کی طرف میلان ۔ کہ وہ دودھ پینے میں اپنے میلان کا خود راز نہیں جانتے ہیں

ہمچو میلِ مفرطِ ہر نو مرید ۔ سوئے آں پیرِ جوانِ بختِ مجید

جیسا کہ ہر نئے مرید کا بڑھا ہوا میلان ۔ بزرگ جواں نصیبہ والے پیر کی جانب

جزوِ عقلِ ایں از آں عقلِ کل است ۔ جنبشِ ایں سایہ زاں شاخِ گل است

اسکی جزوی عقل اسی کُلی عقل سے ہے ۔ اس سایہ کی حرکت اسی پھول کی شاخ سے ہے

سایہ اش فانی شود آخر درو ۔ پس بداند سرِ میل و جستجو

اس کا سایہ بالآخر اسمیں فنا ہو جاتا ہے ۔ تب میلان اور جستجو کا راز جان لیتا ہے

لیکن وہ اس میلان کا سبب نہیں سمجھتا ہے ۔ ۳ جزو ۔ اب مرید کے شیخ کی طرف میلان کی وجہ بتاتے ہیں کہ اس کی عقل شیخ کی عقل کا جزو ہے یہ سایہ ہوا اور شیخ شاخ گل ہو سایہ اش ۔ ایک وقت وہ آئیگا کہ یہ مرید فنا فی الشیخ کا مقام حاصل کریگا تو اپنے میلان کی وجہ سمجھے گا کہ فرع اصل کی طرف مائل ہوا کرتی ہے۔

۱ خاصہ ۔ روح نے بہت سے مدارج اور مراتب طے کئے ہیں اور وہ اس کے شہروں میں رہ چکی ہیں ۔ گردہا ۔ پھر تم نے اپنے قلب کو شفاف نہیں رکھا اگر اسکو مجاہدات کے ذریعہ شفاف کر لیتے تو وہ روح کے پرانے واقعات تمہیں دکھا دیتا ۔ سر بروں ۔ اگر دل صاف ہوتا ہے تو وہ پوشیدہ راز کے سمندر میں غوطہ لگا لیتا ہے اور آغاز و انجام کو آنکھوں سے دیکھ لیتا ہے ۔ آمدہ ۔ روح نے جو مختلف شہروں میں سکونت کی ہے اب مولانا اس کی تفصیل بیان کرتے ہیں ... وز جمادی ۔ یہی روح پہلے جمادات کے خطہ میں رہی پھر ترقی کر کے نباتات کے خطہ میں آئی رہا کیا ۔ عرصہ دراز تک یہ روح نباتی خطہ میں رہی لیکن اسکو اپنی جمادی حالت کبھی یاد نہ آئی ۔

۲ وز نباتی ۔ پھر روح نباتات کے خطہ سے حیوانی خطہ میں آئی تو اسکو اپنی نباتی زندگی یاد نہ رہی ۔ جز ہماں ۔ ہاں صرف اس قدر تو ہے کہ روح موسم بہار میں اور نازبو کے پھولنے کے وقت اسکی طرف میلان کرتی ہے یہ اس کی نباتی زندگی کی یاد ہے ۔ ہمچو ۔ بچہ اپنی ماں کے دودھ کی طرف مائل ہوتا ہے لیکن یہ نہیں سمجھ سکتا کہ میں اس کے پیٹ میں رہ چکا ہوں ۔ ہمچو میل مفرط ۔ مرید کو شیخ کی طرف میلان ہوتا ہے

سایۂ[1] شاخِ درخت اے نیک بخت
اے نیک بخت! درخت کی شاخ کا سایہ

کے بجُنبد گر نجُنبد ایں درخت
کب حرکت کرسکتا ہے اگر یہ درخت نہ ہلے؟

باز از حیواں سُوی اِنسانیش
پھر اسکو حیوان (کی اقلیم) سے انسان کی جانب

می کَشد آں خالقے کہ دانیش
وہ اللہ (تعالیٰ) اُس کو کھینچتا ہے جس کو تو واقف ہے

ہمچنیں اِقلیم تا اِقلیم رفت
وہ اِسی طرح (ایک) اقلیم سے (دوسری) اقلیم تک چلتی (رہی)

تا شد اکنوں عاقل و دانا و زفت
یہاں تک کہ وہ اب عقلمند اور دانا اور قوی ہوگئی

عقلہای اوّلینش یاد نیست
اُس کو پہلی عقلیں یاد نہیں ہیں

ہم ازیں عقلش تحوّل کردنیست
اِس عقل سے بھی اُس کو منتقل ہونا ہے

تا رہد[2] زیں عقلِ پُر حرص و طلب
تاکہ اِس حرص اور طلب بھری عقل سے نجات پا جائے

صد ہزاراں عقل بیند بوالعجب
وہ عجب قسم کی لاکھوں عقلیں دیکھے

گرچہ خُفتہ گشت و شُد ناسی زِ پیش
اگرچہ وہ سو گئی ہے اور پہلے کو بھول گئی ہے

کے گذارندش دراں نسیانِ خویش
وہ اُس کو اُس کی بھول میں کب رہنے دیں گے؟

باز ازاں خوابش بہ بیداری کشند
اُس کو پھر اُس کی نیند سے بیدار کریں گے

تا کُند بر حالتِ خود ریشخند
تاکہ وہ اپنی حالت پر مذاق اڑائے

گرچہ غم بُود آنکہ می خوردم بخواب
اگرچہ وہ غم تھا جو میں نے خواب میں اٹھایا

چوں فراموشم شُد احوالِ صواب
مجھ سے صحیح احوال کیوں فراموش ہوئے؟

چوں نداستم کہ آں غم و اعتلال
میں کیوں نہ سمجھا کہ وہ غم اور بیمار رہونا؟

فعلِ خوابست و فریبست و خیال
خواب کا کام ہے اور فریب اور خیال ہے

ہمچنیں[3] دنیا کہ حُلمِ نائمِ ست
اِسی طرح دنیا جو کہ ایک سونے والے کا خواب ہے

خُفتہ پندارد کہ ایں خود دائمِ ست
سویا ہوا سمجھتا ہے کہ یہ خود ہمیشہ رہنے والی ہے

تا برآید ناگہاں صُبحِ اجل
یہاں تک کہ اچانک موت کی صبح آجاتی ہے

وا رہد از ظلمتِ ظن و دغل
اور وہ گمان اور فریب کی تاریکی سے نکل جاتا ہے

خندہ اش گیرد ازیں غمہای خویش
اُس کو اپنے غموں پر ہنسی آتی ہے

چوں بہ بیند مستقر و جای خویش
جب وہ اپنے ٹھہرنے کا مقام اور جگہ دیکھتا ہے

ہرچہ اندر خواب بینی نیک و بد
تو جو کچھ بھی خواب میں اچھا اور بُرا دیکھتا ہے

روزِ محشر یک بیک پیدا شود
قیامت کے دن ایک ایک ظاہر ہو جائیگا

---

[1] سایہ۔ اگر درخت کی شاخ حرکت نہ کرے تو سایہ حرکت نہیں کر سکتا۔ باز از حیواں۔ اللہ تعالیٰ روح کو پھر حیوانیت سے انسانیت کے مرتبہ پر پہنچا دیتا ہے۔ ہمچنیں۔ غرضکہ روح اقلیم تا اقلیم سفر کرتی ہوئی اس حالت میں پہنچی کہ وہ صاحبِ عقل ہو گئی ہے۔ عقلہای۔ روح اپنی گذشتہ عقلوں سے غافل ہے پھر اس کی اس موجودہ عقل سے بھی تبدیلی ہوگی۔

[2] تا رہد۔ روح کو اس دنیاوی حریص عقل کو بھی خیرباد کہنا ہے تب اس کو لاکھوں عجیب عقلیں حاصل ہو جائیں گی۔ گرچہ۔ اگرچہ انسان خواب کی حالت میں اپنے واقعات بھول جاتا ہے لیکن وہ لامحالہ بیدار ہوتا ہے اور پھر خواب کے واقعات کی ہنسی اڑاتا ہے۔ گرچہ۔ بیدار ہو کر اس کو تعجب ہوتا ہے کہ میں صحیح واقعات کو کیسے بھول گیا تھا۔ چوں۔ خواب کے واقعات کے غم پر کہتا ہے کہ میں یہ کیوں نہ سمجھا کہ یہ خیالی باتیں ہیں۔

[3] ہمچنیں۔ دنیا دار جو دنیا کی زندگی کے خواب میں ہے وہ سمجھتا ہے کہ یہی دراصل زندگی ہے۔ تا برآید۔ جب موت آتی ہے تو اس کی آنکھ کھلتی ہے۔ خندہ اش۔ موت کے وقت جب وہ بیدار ہوتا ہے تو دنیا کے غموں پر ہنستا ہے۔ ہرچہ۔ دنیا کی زندگی میں جو برائی یا اچھائی کی ہو وہ قیامت میں سامنے

آنچہ کردی اندریں خوابِ جہاں　　گردد ت ہنگامِ[1] بیداری عیاں

تو نے دنیا کی نیند میں جو کچھ کیا ہے　　تیرے لئے بیداری کے وقت ظاہر ہو جائیگا

تا نہ پنداری کہ ایں بدکردنیست　　اندریں خواب و ترا تعبیر نیست

تو ہرگز نہ سمجھ کہ یہ بدکرداری　　خواب میں ہے اور تیرے لئے تعبیر نہیں ہے

بلکہ ایں خندہ بود گریہ و نفیر　　روزِ تعبیر اے ستمگر بر اسیر

بلکہ یہ ہنسی رونا اور فریاد ہو گی　　تعبیر کے دن، اے قیدی پر ظلم کرنیوالے!

گریہ و درد و غم و زاریِ خود　　شادمانی داں بہ بیداریِ خود

اپنے رونے اور درد اور غم اور عاجزی کرنے کو　　اپنی بیداری (کے وقت) میں خوشی سمجھ

اے دریدہ پوستینِ یوسفاں　　گرگ برخیزی ازیں خوابِ گراں

اے یوسفوں کے پوستین کو پھاڑنے والے!　　اس بھاری نیند سے تو بھیڑیا بن کر اٹھے گا

گشتہ[2] گرگاں یک بیک خوہائے تو　　می درانند از غضب اعضائے تو

تیری ایک ایک عادت بھیڑیا بن کر　　غصہ سے تیرے اعضاء کو پھاڑے گی

خوں نخسپد بعدِ مرگت در قصاص　　تو مگو کہ میرم و یابم خلاص

قصاص (کے معاملہ) میں تیرے مرنے کے بعد خون ہو نہ جائیگا　　تو نہ کہہ کہ مر جاؤں گا اور بچ جاؤں گا

ایں قصاصِ نقد حیلت سازیست　　پیشِ زخمِ آں قصاص ایں بازیست

یہ فوری قصاص، ایک تدبیر ہے　　اُس قصاص کے عذاب کے آگے یہ کھیل ہے

زیں لعب خواندست دنیا را خدا　　کایں جزا لعب است پیشِ آں جزا

خدا نے دنیا کو کھیل کہا ہے　　کیونکہ یہ بدلہ اُس بدلہ کے مقابلہ میں کھیل ہے

ایں[3] جزا تسکینِ جنگ و فتنہ ایست　　آں چو اخصا ست ویں چوں ختنہ ایست

یہ بدلہ، لڑائی اور فتنہ کو دباتا ہے　　وہ خصی کرنے کی طرح اور یہ ختنہ کی طرح ہے

ایں سخن پایاں ندارد موشیا　　ہیں رہا کن آں خراں را در گیا

اے موشی! اِس بات کا خاتمہ نہیں ہے　　ہاں ان گدھوں کو گھاس میں چھوڑ دے

تا ہمہ زاں خوش علف فربہ شوند　　ہیں کہ گرگانند مارا خشم مند

تاکہ سب اُس عمدہ گھاس سے موٹے ہو جائیں　　خبردار! ہمارے بھیڑیئے غصہ میں ہیں

---

[1] ہنگام بیداری یعنی قیامت کے وقت۔ تا نہ پنداری۔ انسان کو یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ اس دنیاوی خواب کی کوئی تعبیر نہیں ہے۔ اسکی تعبیر قیامت میں سامنے آجائیگی۔ بلکہ۔ دنیا میں ظالموں کے ہنسنے کی آخرت میں تعبیر رونا اور چیخنا ہوگا۔ گریہ۔ اگر دنیا میں گریہ وزاری ہوگی تو آخرت میں اُس کی تعبیر خوشی ہوگی، خواب کی تعبیر عموماً الٹی ہوتی ہے۔ اے دریدہ۔ جو یوسف جیسے نیکوں کو دنیا میں ستائیگا وہ آخرت میں بھیڑیا بنکر اٹھے گا۔

[2] گشتہ۔ انسان کی بُری عادتیں آخرت میں بھیڑیئے بنیں گی اور خود اس کے اعضاء کو پھاڑیں گی۔ خوں۔ اگر انسان نے کسی کا ناحق خون بہایا ہے تو وہ خون نہ سوئیگا اور قیامت میں بدلے کا خواہاں ہوگا۔ ایں قصاص۔ اگر دنیا میں بدلہ لے بھی لیا ہوگا تو آخرت کے عذاب سے پھر بھی نجات نہ ملیگی بلکہ دنیا والا بدلہ اُس کے مقابلہ میں کھیل سمجھا جائے گا۔ زیں لعب۔ قرآن نے دنیا کی زندگی کو کھیل کود سے تعبیر کیا ہے اُس کی وجہ یہی ہے کہ یہاں کا اِنتقام آخرت کے اِنتقام کے مقابلہ میں کھیل کود ہے۔

[3] ایں جزا۔ دنیا میں جو بدلہ لیا گیا وہ تو محض وقتی فتنہ وفساد فرو کرنے کے لئے لیا گیا ہے۔ اِس دنیا کے بدلے کی مثال ختنہ کرنا اور آخرت کے بدلے کی مثال خصی کرنا سمجھو۔ آں خراں۔ یعنی فرعونیوں کو دنیا کے مزے اُڑا لینے دو۔ تا ہمہ۔ یہ فرعونی جہنم کے بھیڑیوں کی خوراک ہیں وہ بھیڑیئے بھوک سے غصہ میں ہیں تو ان کو خوب موٹا ہونے دو تاکہ ان کو اچھی خوراک ملے۔

بیانِ آنکہ خلقِ دوزخ گرسنگاں اند و نالاں اند و از حق خواہاں

اس کا بیان کہ دوزخ کی مخلوق بھوکی اور نالاں ہے اور اللہ تعالےٰ سے چاہتی ہے

کہ رزقہای ما را فربہ گرداں زود برمارساں کہ ما را صبر نماند

کہ ہماری خوراک کو موٹا بنادے اور جلد ہمارے پاس پہنچادے کیونکہ ہمارا صبر ختم ہوگیا ہے

نالۂ گرگانِ خود را موقنیم
ہمیں اپنے بھیڑیوں کے رونے کا یقین ہے

ایں خراں را طعمۂ ایشاں کنیم
ہم ان گدھوں کو ان کی خوراک بنائیں گے

ایں خراں را کیمیای خوش دمی
ان گدھوں کو خوش کلامی کی کیمیا نے

از لبِ تو خواست کردن آدمی
تیرے ہونٹ سے، اُن کو آدمی بنانا چاہا

تو بسے کردی بدعوت لطف و جود
تونے دعوت (دینے) میں بہت مہربانی اور سخاوت کی

آں خراں را طالع و روزی نبود
اُن گدھوں کا نصیب اور مقدر نہ تھا

پس فرو پوشاں لحافِ نعمتی
تو اُن کو اپنے انعام کا لحاف اوڑھادے

تا بَرَد شاں زود خوابِ غفلتی
تاکہ غفلت کی نیند اُن کو جلد سُلادے

تا چو بجہند از چنیں خواب ایں رَدہ
تاکہ یہ گروہ جب ایسی نیند سے بیدار ہو

شمع مُردہ باشد و ساقی شدہ
شمعِ محفل ہوچکی ہو اور ساقی روانہ ہوچکا ہو

داشت طغیاں شاں ترا در حیرتے
اُنکی سرکشی نے تجھے حیرانی میں مبتلا کردیا ہے

پس بنوشند از جزا ہم حسرتے
تو بدلے میں وہ حسرت چکھیں گے

تا کہ عدلِ ما قدم بیروں نہد
تاکہ ہمارا انصاف ظاہر ہوجائے

در جزا ہر زشت را در خور دہد
ہر بُرے کو مناسب بدلہ دے

کاں شہے کہ می ندیدندش فاش
کیونکہ وہ شاہ جس کو وہ ظاہر میں نہیں دیکھتے

بُود با ایشاں نہاں اندر معاش
وہ زندگی میں اُن کے ساتھ پوشیدہ تھا

چوں خرد با تُست مشرف بر تنت
جیسا کہ عقل تیرے ساتھ تیرے جسم کی نگراں ہو

گرچہ زو قاصر بود ایں دیدنت
اگرچہ تیرا یہ دیکھنا اُس سے عاجز ہے

نیست قاصر دیدنِ او اے فلاں
اے فلاں! اُس (عقل) کا دیکھنا قاصر نہیں ہے

از سکون و جُنبشت در امتحاں
تیرے سکون اور حرکت سے آزمائش میں

چہ عجب گر خالقِ آں عقل نیز
تو تعجب کیا ہے؟ اگر اُس عقل کا پیدا کرنیوالا بھی

با تو باشد در سکون و نقل نیز
تیرے ساتھ ہو، سکون اور منتقل ہونے میں بھی

۱ے نالۂ گرگاں۔ میرے علم میں ہے کہ وہ بھیڑیئے بھوک سے فریاد کررہے ہیں مجھے اِن کو اُنکی خوراک بنانا ہے۔ ایں خراں۔ آپ نے اپنی خوش کلامی کی کیمیا سے انکو آدمی بنانا چاہا لیکن اُن کے مقدر میں آدمی بننا نہ تھا۔ پس فرو۔ اُن پر نعمت کا لحاف اُڑھادو تاکہ یہ غفلت کی نیند سوجائیں۔

۲ے تا چو۔ جب اِس غفلت سے بیدار ہونگے تو مجلس ختم ہوچکی ہوگی نہ شمع ہوگی نہ ساقی یعنی تم سے اور تمہاری ہدایت سے فائدہ اُٹھانے کا وقت نہ رہیگا۔ داشت۔ اُن کی سرکشی تمہارے لئے حیران کُن تھی اب حسرت کا مزہ چکھیں گے۔ تاکہ ہمارے اِنصاف کا تقاضہ ہوگا کہ ہم اُن کو اُنکے بُرے اعمال کی بُری سزادیں۔ کاں شہے۔ جس خدا کو وہ نہیں دیکھ رہے تھے وہ خدا اُن کے ساتھ تھا۔

۳ے چوں خرد۔ مولانا مثال سے سمجھاتے ہیں کہ خدا کی طرح اور بھی چیزیں ہیں جن کو انسان نہیں دیکھ پاتا ہو اور وہ اُس کے ساتھ ہوتی ہیں۔ انسان اپنی عقل کو نہیں دیکھتا ہے لیکن وہ انسان کے ساتھ ہے۔ نیست قاصر۔ تو اپنی عقل کو دیکھنے سے قاصر ہے لیکن تیری عقل تجھے دیکھنے سے قاصر نہیں ہے۔ چہ عجب۔ جب نظر نہ آنیوالی عقل تیرے ساتھ ہو تو اگر اسیطرح اسکا خالق

از خرد[1] غافل شود بر بد تند — بعد ازاں عقلش ملامت میکند

عقل سے غافل ہوتا ہے اور برائی کرتا ہے — اُس کے بعد اُس کو عقل ملامت کرتی ہے

تو شدی غافل ز عقلت عقل نے — کز حضور ستش ملامت کردنے

تو اپنی عقل سے غافل بنا عقل نہ بنی — کیونکہ اُس کا ملامت کرنا اُسکی موجودگی کی دلیل ہے

گر نبودے حاضر و غافل بُدے — در ملامت کے ترا سیلی زدے

اگر وہ حاضر نہ ہوتی اور غافل ہوتی — ملامت میں کب تیرے طمانچہ مارتی؟

ور ازو غافل نبودے نفس تو — کے چناں کردے جنون و نفس تو

اگر تیرا نفس اُس سے غافل نہ ہوتا — تو تیرا پاگل پن اور گری کب ایسا کرتی؟

پس[2] ترا عقلت چو اصطرلاب بود — زاں بدانی قرب خورشید وجود

تو تیری عقل اصطرلاب کی طرح ہے — تو اُس سے وجود کے سورج کی نزدیکی جان لے

قرب بیچون ست عقلت را بتو — نیست از پیش و پس و سفل و علو

تیری عقل کا تجھ سے قرب بے کیف ہے — جو آگے اور پیچھے اور نیچے اور اوپر سے نہیں ہے

قرب بیچون چوں نباشد شاہ را — کہ نیابد بحث عقل آں راہ را

تو شاہ کا قرب بے کیف کیوں نہ ہوگا؟ — کیونکہ عقل کی بحث اُس کا راستہ نہیں پاتی ہے

نیست آں جنبش کہ در اصبع ترا ست — پیش اصبع یا پسش یا چپ و راست

وہ حرکت نہیں ہے جو تیری انگلی میں ہے — انگلی کے آگے یا اُسکے پیچھے یا بائیں اور دائیں ہے

وقت[3] خواب و مرگ ازوے میرود — وقت بیداری قرینش می شود

موت اور نیند کے وقت وہ اُس سے چلی جاتی ہے — بیداری کے وقت اُس کے ساتھ ہوتی ہے

از چہ رہ می آید اندر اصبعت — کاصبعت بے او ندارد منفعت

وہ تیری انگلی میں کس راہ سے آتی ہے؟ — کیونکہ تیری انگلی اُس کے بغیر کوئی نفع نہیں رکھتی ہے

نور چشم مردمک در دیدہ ات — از چہ رہ آمد بغیر شش جہت

آنکھ کی پتلی کا نور تیری آنکھ میں — بغیر چھ جہت کے کس راستہ سے آیا ہے؟

عالم خلق ست با سُوی و جہات — بے جہت داں عالم امر و صفات

عالمِ خلق جانب اور جہتوں والا ہے — عالمِ امر و صفات کو بے جہت کا سمجھ

[1] از خرد۔ انسان غلطی کرتے وقت عقل سے غافل ہو جاتا ہے پھر عقل اُس کو ملامت کرتی ہے۔ کز حضور۔ عقل کا ملامت کرنا اُس کی دلیل ہے کہ وہ تجھ سے اور تیرے کام سے غافل نہ تھی۔ سیلی۔ طمانچہ۔ ور۔ اِس غلط کا کرنا اِس کی دلیل ہے کہ تو اس وقت عقل سے بیگانہ تھا۔

[2] پس ترا۔ تیری عقل، حضرت حق تعالیٰ کے قرب کو سمجھنے کا ذریعہ ہے اُس کی مثال سے تو سمجھ لے۔ اصطرلاب۔ وہ آلہ جس سے نجومی چاند، سورج تاروں کے فاصلے معلوم کرتے ہیں۔ خورشیدِ وجود۔ حق تعالیٰ۔ بیچوں یعنی بے کم و کیف، عقل کا انسان سے قرب جہتوں سے متصف نہیں ہے۔ قرب بیچوں۔ اللہ تعالیٰ جس کی ذات خود کم اور کیف سے بالاتر ہے اُس کا قرب بھی اِن کیفیتوں سے بالاتر ہے۔ نیست آں۔ مولانا بے کیف و کم کے قرب کی دوسری مثال پیش کر رہے ہیں اُنگلی کی حرکت کو انگلی سے جو قرب ہے وہ بے کم و کیف ہے۔

[3] وقت خواب۔ انسان کے سونے میں اُس کی انگلی کو حرکت نہیں ہوتی بیداری کے بعد فوراً حرکت آجاتی ہے۔ از چہ رہ۔ کوئی نہیں بتا سکتا کہ یہ حرکت انگلی میں کونسی طرف سے آتی ہے۔ نورِ چشم۔ آنکھوں میں روشنی کی آمد بھی جہات سے منزہ ہے۔ عالمِ خلق۔ وہ عالم ہو جو مادی اور زمانی ہو وہ جانب اور جہت سے متصف ہے۔ عالمِ امر وہ عالم ہو جسکی پیدائش لفظ کن سے ہوئی ہے اور وہ مادی اور زمانی نہیں ہے وہ مجردات کا عالم ہے جبکہ عالمِ امر مادہ اور جہت سے منزہ ہے تو آمر یعنی حضرت حق تعالیٰ جنہوں نے وہ کلمہ کن فرمایا ہو بدرجہ اولیٰ

بے جہت داں عالمِ اَمر اے صنم　　بے جہت ہم باشد آمر لاجرم

اے صنم! عالمِ اَمر کو بے جہت سمجھ　　لامحالہ اَمر کرنے والا بھی بے جہت ہو گا

بے جہت بُد عقلؔ و علام البیاں　　عقل تر از عقل و جاں تر ہم ز جاں

عقل بے جہت تھی اور بیان کا جاننے والا　　عقل سے بھی زیادہ عقل اور جان سے بھی زیادہ جان ہے

بے تعلق نیست مخلوقے بدو　　آں تعلق ہست بیچوں اے عمو

کوئی مخلوق اُس سے بے تعلق نہیں ہے　　اے چچا! وہ تعلق بلا کیف ہے

زانکہ فصل و وصل نبود در رواں　　غیرِ فصل و وصل نندیشد گماں

کیونکہ روح میں فصل اور وصل نہیں ہے　　گمان فصل اور وصل کے علاوہ نہیں سوچتا ہے

غیرِ فصل و وصل پے بر از دلیل　　لیک پے بُردن نہ بشناسد علیل

دلیل سے فصل اور وصل کے علاوہ کا پتہ لگا　　لیکن پتہ لگانا، بیمار نہیں جانتا

پے بپیا پے می بر از دوری اصل　　تا رگِ مردیت آرد سوئے وصل

پے در پے اصل سے دوری کا پتہ لگا　　تاکہ مردانگی کی رگ تجھے وصل کی جانب لے آئے

ایں تعلق را خرد چوں پے برد　　بستۂ فصل است و وصل است ایں خرد

عقل اِس تعلق کا کیسے پتہ لگائے؟　　یہ عقل تو فصل اور وصل سے وابستہ ہے

زیں وصیت کرد مارا مصطفیٰؐ　　بحث کم جوئید در ذاتِ خدا

اسی وجہ سے مصطفیٰؐ نے ہمیں وصیت کی ہے　　کہ ذاتِ خدا میں بحث نہ کرو

آنکہ در ذاتش تفکر کردنیست　　در حقیقت آں نظر در ذات نیست

جو غور و فکر اُس کی ذات میں کرتا ہے　　حقیقتاً وہ غور و فکر ذات میں نہیں ہے

ہست آں پندارِ او زیرا براہ　　صد ہزاراں پردہ آمد از الٰہ

یہ محض، اُس کا خیال ہے، کیونکہ راستہ میں　　خدا کی جانب سے لاکھوں پردے ہیں

ہر یکے در پردہ موصول جو ست　　وہم او آنست کاں عینِ خود او ست

ہر ایک، ایک پردے کا وصل چاہنے والا ہے　　اُس کا خیال یہ ہے کہ وہ اُس کا عین ہے

پس پیمبرؐ دفع کرد ایں وہم ازو　　تا نباشد در غلط سودا پزِ او

تو پیغمبرؐ نے اُس سے اس وہم کو دفع کر دیا　　تاکہ وہ غلطی میں خیالی (دیگ) پکانے والا نہ بنے

ل۱ عقل. عقل بھی بے جہت چیز ہے تو اللہ تعالیٰ جو عقل کی بھی عقل اور جان کی بھی جان ہے کیوں جہت سے پاک نہ ہو گا۔ بے تعلق. مخلوق کا خالق سے جو تعلق ہے وہ بھی کیفیت سے بالاتر ہے۔ زانکہ. روح مادہ سے پاک ہے لہٰذا اُس میں نہ فصل کی صفت ہے نہ وصل کی لیکن انسان کا خیال و گمان وصل و فصل کے علاوہ کوئی تعلق نہیں سمجھتا ہے۔ غیرِ فصل. ہماری بیان کردہ دلیل سے پتہ رکھئے کہ اتصال اور انفصال کے علاوہ بھی کوئی تعلق ہے لیکن وہ شخص جو نفسانی بیماریوں میں مبتلا ہے وہ پتہ نہیں لگا سکتا بعض نسخوں میں "نہ بشناسد علیل" ہے اسکے معنی یہ ہونگے محض پتہ لگانا پیاس نہیں بجھاتا ہے پیاس جب بجھے گی جب کہ مشاہدہ حاصل ہو جائے گا۔

ل۲ پے بپیا پے. اگر انسان مسلسل یہ سوچے گا کہ مجھے ذاتِ خداوندی سے دوری ہے تو مردانگی کی رگ اسکو وصل کی طرف لے جائیگی۔ ایں تعلق. جو عقل محض اتصال اور انفصال کے تعلق کو ہی سمجھ سکتی ہے وہ اللہ سے مخلوق کے تعلق کا پتہ نہیں پا سکتی۔ زیں. چونکہ عقل اسکو نہیں سمجھ سکتی اسی لئے آنحضورؐ نے فرمایا ہو تَفَکَّرُوْا فِیْ خَلْقِ اللّٰہِ وَلَا تَفَکَّرُوْا فِی اللّٰہِ اللہ کی مخلوق میں غور کرو اللہ تعالیٰ کی ذات میں غور نہ کرو۔ آنکہ. کیونکہ ذات کا تصور ناممکن ہے لہٰذا اسمیں تفکر بھی ناممکن ہے —— ل۳ ہست. ذات میں غور کرنا ذات میں غور کرنا نہیں ہے بلکہ محض اپنے ایک مفروضہ میں غور کرنا ہے کیونکہ ذات اور مخلوق میں کروڑوں پردے ہیں ہر یکے. ذات میں غور کرنیوالا کسی پردے سے وابستہ ہو گیا اور اسکو اللہ کی ذات کا عین سمجھ بیٹھا۔

805

زانکہ اندر وہمِ اُو ترکِ ادب ‖ بے ادب را سرنگونی داد رب
کیونکہ اس کے وہم میں (پڑنا) ادب کو چھوڑنا ہے ‖ (اور) اللہ تعالیٰ نے بے ادب کو اوندھا پن دیا ہے

سرنگونی آں بُود کو سُوی زیر ‖ می رود پندارد او کو ہست چیر
اوندھا پن یہ ہے کہ نیچے کو ‖ جا رہا ہے (اور) وہ سمجھ رہا ہو کہ وہ کامیاب ہے

زانکہ حدِ مست باشد ایں چنیں ‖ کو نداند آسماں را از زمیں
کیونکہ مدہوش کی یہ تعریف ہے ‖ کہ وہ آسمان اور زمین میں فرق نہیں کرسکتا ہے

در عجبہائیش بفکر اندر روید ‖ از عظیمی وز مہابت گم شوید
اس کے عجائب میں غور کرو ‖ عظمت اور ہیبت سے گم ہو جاؤ

چوں ز صنعش ریش و سبلت گم کنید ‖ حدِ خود دانید آنگہ تن زنید
جب تم اس کی صنعت میں حیران ہو جاؤ گے ‖ اپنا رتبہ جان لو گے (اور) اسوقت خاموش ہو جاؤ گے

جز کہ لا احصی نگوید اُو ز جاں ‖ کز شمار و حد بیرون ست آں
وہ دل سے سوائے اسکے کچھ نہ کہیگا کہ میں شمار نہیں کرسکتا ‖ کیونکہ وہ شمار اور حد سے بالا ہے

چوں بیانش بیحد ست اے بوالہوس ‖ بحث کم کن بیش ازیں کم زن نفس
اے بوالہوس! چونکہ اس کا بیان لامحدود ہے ‖ بحث نہ کر اس سے آگے سانس نہ لے

رفتنِ ذوالقرنین بکوہِ قاف و درخواست کردن کہ اے
حضرت ذوالقرنین کا کوہِ قاف کے پاس جانا اور درخواست کرنا کہ اے قاف!

قاف از عظمتِ صفاتِ حق تعالیٰ شمۂ با ما بگو و جواب او
ہمیں کچھ تھوڑی سی اللہ تعالیٰ کی صفات کی عظمت بتادے اور اس کا جواب

کہ صفتِ عظمتِ حق تعالیٰ بہ تقریر در نیاید و لا یکرن ذوالقرنین
دینا کہ اللہ تعالیٰ کی بڑائی کی تعریف تقریر میں نہیں آسکتی اور ذوالقرنین کی

کہ از انچہ تواں گفت و بخاطر داری شمۂ بگو
خوشامد کرنا کہ جس قدر بتایا جاسکتا ہے اور جو جانتا ہے کچھ بتادے

رفت ذوالقرنین سُوی کوہِ قاف ‖ دید کُہ را کز زمرد بُود صاف
ذوالقرنین کوہ قاف کی جانب گئے ‖ انھوں نے پہاڑ کو دیکھا کہ وہ زمرد سے (زیادہ) صاف تھا

سکندر تھا یہ سکندر رومی سے بہت پہلے گذرا ہے۔ کوہِ قاف۔ ایک پہاڑ ہے لیکن فارسی لٹریچر میں اس کے بارے میں بہت سے فرضی افسانے مذکور ہیں۔

ل۱ زانکہ۔ ذاتِ خدا میں مشغولیت نہ ہو اور وہم میں مبتلا ہو یہ خدا کے ساتھ بے ادبی ہے جس کی سزا سرنگونی ہے۔ سرنگونی۔ اوندھے پن کا یہی مطلب ہے کہ انسان نیچے گر رہا ہو اور یہ سمجھے میں اوپر چڑھ رہا ہوں۔ حدِ مست۔ مست کی تعریف یہی ہے کہ وہ زمین اور آسمان یعنی نیچے اور اوپر میں فرق نہیں کرسکتا۔ در عجبہا۔ خدا کی عجیب صناعی میں غور کرنا چاہیے اور اس کی عظمت اور ہیبت میں گم ہو جانا چاہیے۔ چوں ز۔ جب اللہ تعالیٰ کی کاریگری میں غور کرو گے تو تم پر اپنی حقیقت کھل جائیگی اور خاموشی اختیار کرو گے۔

ل۲ جز کہ۔ اب تم یہ کہو گے لَا اُحْصِی ثَنَاءً عَلَیْکَ اَنْتَ کَمَا اَثْنَیْتَ عَلٰی نَفْسِکَ یعنی میں تیری تعریف کا احاطہ نہیں کرسکتا تو ویسا ہی ہے جیسی تو نے خود اپنی تعریف کی ہے۔ چوں بیانش۔ اب فرماتے ہیں کہ چونکہ اسکی تعریف کا بیان ختم نہ ہونیوالا ہے لہٰذا اس میں بحث ختم کردینی چاہیے اور خاموشی اختیار کرلینی چاہیے۔

ل۳ رفتن۔ حضرت ذوالقرنین اور کوہِ قاف کے مکالمہ سے یہی سمجھایا ہے کہ اوصافِ باری تعالیٰ کا بیان ناممکن ہے۔ ذوالقرنین۔ ایک نیک دل بادشاہ تھا جس کا نام

گردِ عالم حلقہ گشتہ آں محیط[1] | ماند حیراں اندراں خلقِ بسیط
وہ گھیرنے والا دنیا کے چاروں طرف حلقہ کئے ہوئے ہے | اُس وسیع مخلوق میں حیران رہ گئے

گفت تو کوہی دگرہا چیستند | کہ بہ پیشِ عظمِ تو بازایستند
اُنھوں نے کہا تو پہاڑ ہے دوسرے کیا ہیں؟ | کہ تیری بڑائی کے سامنے جمیں

گفت رگہای من اند آں کوہہا | مثلِ من نبوَند در حُسن و بہا
اُس نے کہا، وہ پہاڑ میری رگیں ہیں | وہ خوبصورتی اور قیمت میں میری طرح نہیں ہیں

من بہر شہرے رگے دارم نہاں | بر عُروقم بستہ اطرافِ جہاں
ہر شہر میں میری رگ چھپی ہوئی ہے | دنیا کے اطراف میری رگوں سے بندھے ہوئے ہیں

حق[2] چو خواہد زلزلہ شہرے مرا | امر فرماید کہ جنباں عِرق را
جب اللہ تعالیٰ کسی شہر میں زلزلہ (لانا) چاہتا ہے تو مجھے | حکم دے دیتا ہے کہ رگ اکو ہلا دے

پس بجنبانم من آں رگ را بقہر | کہ بداں رگ متصل گشتست شہر
میں غصے سے اُس رگ کو ہلا دیتا ہوں | جس رگ سے وہ شہر ملا ہوا ہے

چوں بگوید بس، شود ساکن رگم | ساکنم وز روی فعل اندر تگم
جب وہ بس کہہ دیتا ہے میری رگ ساکن ہو جاتی ہے | میں بظاہر ساکن ہوں لیکن عمل کے اعتبار سے مصروف ہوں

ہمچو مرہم ساکن و بس کار کُن | چوں خرد ساکن وزو جنباں سخن
جیسا کہ مرہم ساکن اور بہت کارگزار ہے | جیسے کہ عقل ساکن ہو اور بات اُسکی وجہ سے حرکت میں ہو

نزدِ[3] آں کس کہ نداند عقلش ایں | زلزلہ ہست از بخاراتِ زمیں
جس کی عقل اِس کو نہیں سمجھتی ہے اُسکے نزدیک | زلزلہ زمین کے بخارات کی وجہ سے ہے

ایں بخاراتِ زمیں نبوَد بداں | زامرِ حق ست و ازاں کوہِ گراں
سمجھ لے یہ زمین کے بخارات نہیں ہیں | اللہ (تعالیٰ) کے حکم اور اُس بھاری پہاڑ کی وجہ سے ہے

بیانِ آنکہ مورے بر کاغذی رفت نوشتنِ قلم دید قلم را استودن

اِس کا بیان کہ ایک چھوٹی سی چیونٹی کاغذ پر چل رہی تھی اُس نے قلم کا لکھنا دیکھا قلم کی تعریف

گرفت مورے دیگر کہ چشمش تیز بین بود گفت ستائش انگشتاں
کرنی شروع کر دی دوسری چیونٹی جس کی آنکھ تیز دیکھنے والی تھی اُس نے کہا انگلیوں کی

را کُن کہ ایں ہنر از ایشاں می بینم مورے دیگر کہ از ہر دو چشمِ او
تعریف کر کیونکہ میں یہ ہُنر اُن کا سمجھتی ہوں تیسری چیونٹی جس کی آنکھیں دونوں سے زیادہ

---

[1] محیط۔ گھیرنے والا یعنی وہ پہاڑ تمام دنیا کو اپنے حلقہ میں لئے ہوئے تھا۔ گفت۔ ذوالقرنین نے کہا تیری بڑائی کے مقابلہ میں اُن پہاڑوں کی کوئی حیثیت نہیں ہے رگہا۔ کوہ قاف نے کہا وہ پہاڑ میری جڑیں ہیں جزا ور اصل یکساں نہیں ہوتی اِسلئے تم اُن کو دیگر پہاڑ سمجھ رہے ہو۔ من بہر شہرے۔ دنیا کے ہر شہر کے نیچے میری رگ ہے اِس طرح تمام دنیا میری رگوں پر آباد ہے۔

[2] حق۔ جب اللہ تعالیٰ کسی شہر پر زلزلہ نازل فرمانا چاہتا ہے تو مجھے حکم دیدیتا ہے میں اپنی وہ رگ ہلا دیتا ہوں اور اُس شہر میں زلزلہ آجاتا ہے۔ چوں بگوید جب مجھے رُکنے کا حکم دیتا ہے تو وہ میری رگ ساکن ہو جاتی ہے بظاہر میں ساکن ہوں لیکن اللہ تعالیٰ کے اَحکام میں میری تگ و دو جاری ہے۔ ہمچو۔ ساکن رہ کر کام کرنے کی مثال مرہم اور عقل ہے۔

[3] نزدِ آں کس جس کی عقل میں یہ بات نہیں آتی وہ زلزلہ کا اصل سبب زمین کے بُخارات کو سمجھتا ہے لیکن دراصل زلزلہ کا سبب خدائی حکم اور کوہ قاف ہے۔ بیان۔ اِس سے یہ ثابت کیا ہے کہ جو عقلمند ہیں وہ مسبب الاسباب پر نظر رکھتے ہیں کم عقل سبب کو ہی جانتے ہیں۔

تیز تر بُود گفت من ستایشِ بازو کنم کہ انگشتاں فرعِ وے اَند
تیز تھیں بولی میں بازو کی تعریف کرتی ہوں کیونکہ انگلیاں اُس کی فرع ہیں

مورکے[1] بر کاغذے دید اُو قلم
ایک چھوٹی سی چیونٹی نے کاغذ پر قلم کو دیکھا

گفت با مورِ دگر ایں راز ہم
اُس نے دوسری چیونٹی سے بھی یہ راز کہا

کہ عجائب نقشہا آں کِلک کرد
کہ قلم نے عجیب نقش کھینچے ہیں

ہمچو ریحان و چو سوسن زار و ورد
جیسے نازبو اور جیسے سوسن کا کھیت اور گلاب

گفت آں مور اصبع ست آں پیشہ ور
اُس چیونٹی نے کہا، اُنگلی کارگذار ہے

ویں قلم در فعل فرعست و اثر
یہ قلم کام کرنے میں فرع اور اثر ہے

گفت آں مورِ سوم[2] کز بازو است
تیسری چیونٹی نے کہا کہ وہ بازو کی وجہ سے ہے

کاصبعِ لاغر نہ زورش نقش بست
کیونکہ کمزور اُنگلی کی طاقت نے یہ نقش نہیں بنائے

ہمچنیں می رفت بالا تا یکے
(بات) اسی طرح اوپر کو چلتی رہی یہاں تک کہ

مہترِ موراں فطن بُود اَند کے
چیونٹیوں کی سردار تھوڑی سمجھدار تھی

گفت کز صورت مبینید ایں ہنر
اُس نے کہا اِس ہنر کو جسم کا نہ سمجھو

کہ بخواب و مرگ گردد بے خبر
کیونکہ وہ تو نیند اور موت میں بے خبر ہوجاتا ہے

صورت آمد چوں لباس و چوں عصا
جسم بمنزلہ لباس اور لاٹھی کے ہے

جُز بعقل و جاں نجنبد نقشہا
عقل اور جان سے ہی نقوش بنتے ہیں

بیخبر بُود اُو کہ آں عقل و فواد
وہ اس سے بے خبر تھی کہ عقل اور دل

بے زتقلیبِ خدا باشد جماد
خدا کے حرکت دیئے بغیر بے جان ہیں

یک زماں[3] از وے عنایت بر کند
تھوڑی دیر کیلئے وہ اُس پر مہربانی کرنا بند کر دیتا ہے

عقلِ زیرک ابلہیہا می کند
ذہین عقل، بے وقوفیاں کرتی ہے

بازِ التماس کردنِ ذوالقرنین از کوہِ قاف و بیانِ عجائبِ ثنای حق
ذوالقرنین کا دوبارہ کوہِ قاف سے درخواست کرنا اور اللہ تعالیٰ کی تعریف میں عجائب کا بیان

چونکہ کوہِ قاف دُرِ نطق سُفت
جب کوہِ قاف نے گویائی کا موتی پرو دیا

چونش گویا یافت ذوالقرنین گفت
چونکہ ذوالقرنین نے اُس کو بولتا پایا تو کہا

کاے سخنگوئے خبیرِ رازداں
اے بولنے والے، باخبر، رازداں!

از صفاتِ حق بکن با من بیاں
اللہ (تعالیٰ) کی صفات مجھ سے بیان کرے

[1] مورکے۔ مور، چیونٹی، کاف تصغیر کا اور یا وحدت کی ہے۔ راز۔ یعنی قلم کاری دیکھنا۔ کِلک۔ قلم۔ ریحان۔ نازبو، ہر خوشبودار پودا۔ سوسن۔ ایک نیلگوں پھول ہے۔ ورد۔ گلاب۔ اصبع۔ اس چیونٹی نے کہا کہ یہ قلم کا ہنر نہیں بلکہ اصل کاریگری کاتب کی انگلیوں کی ہے۔

[2] مورِ سوم۔ تیسری چیونٹی نے کہا کہ دراصل یہ کام بازو کا ہے۔ فَطِن۔ سمجھدار۔ کز صورت۔ اس کاریگری کا اصل سبب جسم نہیں روح ہے۔ صورت۔ جسم روح کا ایک لباس اور آلہ ہے نقش عقل اور جان بناتی ہے۔ بے خبر۔ وہ چیونٹی بھی اس سے بے خبر تھی کہ عقل اور جان خدا کی تحریک پر عمل کرتی ہے۔

[3] یک زماں۔ اگر اللہ تعالیٰ عقل سے تھوڑی دیر کیلئے اپنی مہربانی ہٹا لیتا ہے تو عقل بے عقلی کے کام کرنے لگتی ہے۔ چونکہ جب ذوالقرنین نے کوہ قاف کو بولتا دیکھا تو اس سے درخواست کی۔ کاے۔ اے کوہ قاف تو اللہ کی صفات سے واقف ہے ہمیں اُس کی صفات سے آگاہ کردے۔

808

گفت رَو کاں وصف زانہا برترست — کہ بیاں بر وَے تواند بُرد دست

اُس نے کہا، جا، کیونکہ وہ صفت اس سے بالاتر ہے — کہ بیان اُس پر قابو پاسکے

یا قلم را زہرہ باشد کہ بسَر — بر نویسد بر صحائف زاں خبر

یا قلم کی یہ مجال ہو کہ نوک سے — وہ صحیفوں میں اُس کی بابت لکھ دے

گفت کمتر داستانے باز گو — از عجبہای حق اے حَبر نکو

اُنھوں نے کہا تھوڑی سی داستان سُنادے — اللہ کے عجائب کی اے اچھے عالم!

گفت اینک دشتِ سیصد سالہ راہ — کوہہای برف پُر کردہ است آں شاہ

اُس نے کہا یہ تین سو سالہ مسافت کا جنگل — شاہ نے اُس کو برف کے پہاڑوں سے بھر دیا ہے

کوہ بر کُہ بے شمار و بے عدد — میرسد در ہر زماں برفش مدد

پہاڑ بالائے پہاڑ بے شمار اور اَن گنت — ہر وقت اُن کو برف کی مدد پہنچتی ہے

کوہ برفے می زند بر دیگرے — می رساند برف سردی تا ثرے

برف کا پہاڑ دوسرے (پہاڑ) پر پڑتا ہے — برف ٹھنڈک کو زمین کی تہ تک پہنچاتا ہے

کوہ برفے می زند بر کوہِ برف — دمبدم زانبارِ بیحد و شگرف

برف کا پہاڑ برف کے دوسرے پہاڑ پر گرتا ہے — ہر وقت بے عدد اور عجیب بوجھ سے

گر نبودے اینچنیں وادی شہا — تفِّ دوزخ محو کردے مر مرا

اے بادشاہ! اگر اس طرح کا جنگل نہ ہوتا — دوزخ کی سوزش، مجھے مٹا دیتی

غافلاں را کوہہای برف داں — تا نسوزد پردہای عاقلاں

غافلوں کو برف کے پہاڑ سمجھ — تاکہ عقلمندوں کے پردے نہ پُھنک جائیں

گر نبودے عکسِ جہلِ برف باف — سوختے از نارِ شوق آں کوہِ قاف

اگر برف کی سی ساخت کے جہل کا عکس نہ ہوتا — تو عشق کی آگ سے وہ کوہ قاف جل جاتا

آتش از قہرِ خدا خود ذرہ ایست — بہر تہدیدِ لئیماں ذرہ ایست

(جہنم کی) آگ اللہ کے قہر کا ایک ذرہ ہے — وہ لعینوں کو ڈرانے کے لئے ذرہ ہے

با چنیں قہرے کہ زفت و فائق است — بردِ لطفش بیں کہ بر وَے سابق است

ایسے قوی اور بڑھے ہوئے قہر کے باوجود — اُسکے کرم کی ٹھنڈک کو دیکھ جو اُس سے آگے ہے

سبق بیچون و چگونہ معنوی — سابق و مسبوق دیدی بے دوئی

یہ آگے ہونا بغیر کیف اور کیفیت کے معنوی ہے — تو نے بغیر دوئی کے آگے ہونیوالا اور پیچھے رہجانے والا دیکھا

لے گفت۔ کوہ قاف نے کہا اللہ تعالٰی کے اوصاف بیان سے بالاتر ہیں۔ یا قلم۔ یا قلم میں یہ طاقت ہے کہ اُن کو تحریر کر سکے۔ حبر۔ بڑا عالم۔ گفت کوہ قاف نے قدرت کے عجائب کا بیان شروع کیا اور کہا کہ یہ جنگل اتنا وسیع ہے کہ تین سو سال کی مسافت کا ہے اس کو خدا نے برف سے پُر کیا ہے اور اب اس پر برف کی تہیں جمتی رہتی ہیں۔

لے کوہ۔ اس جنگل میں اللہ تعالٰی نے برف کے پہاڑ جمع کردیئے ہیں۔ گر نبودے۔ اس میں یہ حکمت ہے کہ اگر اس جنگل کے برف کے پہاڑوں کی ٹھنڈک نہ ہوتی تو دوزخ کی آگ کی گرمی مجھے پھونک ڈالتی۔ غافلاں۔ اگر غافلوں کی غفلت کا اثر عارفوں کے دل پر نہ پڑتا تو عارفوں کا شوق اُن کو جلا ڈالتا۔

لے عکس۔ غافلوں کی غفلت کا اثر عارفوں کے دل پر وہی اثر کرتا ہے جو برف کے پہاڑ کوہ قاف کے لئے کر رہے ہیں۔ آتش۔ دوزخ کی آتش جس کی تاثیر کا اسقدر بیان ہوا اللہ کے قہر و غضب کا ایک ذرہ ہے۔ با چنیں۔ لیکن قہر و غضب کی اس حالت کے باوجود اللہ تعالٰی کے کرم کی ٹھنڈک اس سے بڑھی ہوئی ہے۔ سبق۔ رحمت کی غضب پر حسّی سبقت نہیں ہے بلکہ معنوی ہے رحمت اور غضب دونوں اللہ کی صفت ارادہ کی صورتیں ہیں اور ارادہ

گر ندیدی[1] آں بُود از فہمِ پست ۔۔۔ کہ عقولِ خلق زاں کان یک جو ست

اگر تو نے نہیں دیکھا تو یہ ناقص عقل کی وجہ سے ہے ۔۔۔ کیونکہ مخلوق کی عقلیں اُس کان (میں) ایک جَو کے برابر (ہیں)

عیب بر خود نہ نہ بر آیاتِ دیں ۔۔۔ کے رسد بر چرخِ دیں مرغِ گلیں

اپنا عیب سمجھ، نہ دین کی آیتوں کا ۔۔۔ دین کے آسمان پر مٹی میں سنا پرند کب پہنچ سکتا ہے؟

مُرغ را جولاں گہِ عالی ہواست ۔۔۔ زانکہ نشو اُو ز شہوت وز ہواست

(تیرے) پرندکی بلند پرواز گاہ، فضا ہے ۔۔۔ کیونکہ اس کا نشو و نما، شہوت اور نفسانی خواہش ہے

پس تو حیراں باش بے لا و بلے ۔۔۔ تا ز رحمت پیشت آید محملے

پس تو حیران رہ بغیر نہیں اور ہاں کے ۔۔۔ تاکہ رحمت کا کجاوہ تیرے سامنے آجائے

چوں ز فہمِ ایں عجائب کودنی ۔۔۔ گر بلے گوئی تکلف می کُنی

جبکہ تو ان عجائب کے سمجھنے میں نااہل ہے ۔۔۔ اگر تو ہاں کہے، تکلف برتے گا

ور[2] بگوئی نے زند نے گردنت ۔۔۔ قہر بر بندد بداں نے روزنت

اگر تو نہیں کہیگا "نہیں" تیری گردن کاٹ دیگی ۔۔۔ اس "نہیں" سے قہر تیرا روزن بند کردے گا

پس ہمیں حیران و والہ باش و بس ۔۔۔ تا در آید نصرِ حق از پیش و پس

تو اسی طرح بس حیران اور سرگشتہ رہ اور بس ۔۔۔ تاکہ اللہ (تعالیٰ) کی مدد آگے اور پیچھے سے آجائے

چونکہ حیراں گشتی و گیج و فنا ۔۔۔ با زبانِ حال گفتی اِھدِنا

جبکہ تو حیران ہوگا اور ناچیز اور فنا ۔۔۔ زبانِ حال سے تو "ہمیں ہدایت دے" کہے گا

زفت زفت ست و چو لرزاں میشوی ۔۔۔ می شود آں زفت نرم و مُستوی

بُرا بُرا ہی ہے اور جب تو لرز گیا ۔۔۔ وہ بُرا نرم اور ہموار ہو جائے گا

زانکہ[3] شکلِ زفت بہرِ مُنکر ست ۔۔۔ چونکہ عاجز آمدی لطف و برست

کیونکہ بری شکل منکر کے لئے ہے ۔۔۔ جبکہ تو عاجز ہوگیا (تو) مہربانی اور بھلائی ہے

نمودنِ جبرئیلؑ خود را بمصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم بصورتِ خویش

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے جبرئیلؑ کا اپنے آپ کو (اپنی اصلی) صورت پر

وا ز ہفتصد پرِ اُو چوں یک پر ظاہر شد اُفق را بگرفت و

ظاہر کرنا اور اُن کے سات سَو پَروں میں سے جب ایک پَر ظاہر ہوا اُس نے

آفتاب محجوب شد

آسمان کے اطراف کو گھیر لیا اور سورج چھپ گیا

[1] گر ندیدی۔ ایک ہی چیز سابق بھی ہو اور مسبوق بھی اگر یہ تیری سمجھ میں نہیں آیا تو یہ تیری عقل کا نقصان ہے اور انسانوں کو عقل کا تھوڑا سا حصہ ملا ہے جو دنیا کی آلائشوں میں ہے اسکی پرواز اعلیٰ علوم کی طرف نہیں ہوتی۔ مرغ۔ پرندکی پرواز صرف آسمان کی فضا میں ہے اسی طرح ناقص عقل کی پرواز کا حال ہے پس۔ رحمت اور غضب کے سابق اور مسبوق ہونے کو اگر تو نہیں سمجھ سکا ہے تو اس کا اقرار اور انکار نہ کر بلکہ اپنے عجز کا اظہار کر رحمتِ خداوندی دستگیری کریگی۔ عجز یہی ہے اگر بے سمجھے کا اقرار کرے گا تو یہ تکلف ہے جو جائز نہیں۔

[2] ور بگوئی۔ اگر انکار کریگا تو تجھ پر قہرِ خداوندی نازل ہوگا۔ پس۔ حیرانی اور عجز اختیار کر اللہ کی مدد آجائیگی۔ چونکہ حیرانی اور عاجزی کی حالت میں تو ضرور کہے گا اے اللہ مجھے ہدایت فرمادے۔ زفت۔ حقائق کا سمجھنا مشکل ہے لیکن انسان جب عاجزی کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ رحمت فرمادیتا ہے اور حقائق سمجھ میں آجاتے ہیں۔

[3] زانکہ کسی حقیقت کی بُری صورت منکر کیلئے ہوتی ہے چونکہ جب انسان عجز اختیار کرتا ہے تو وہی بری صورت بھلی بنجاتی ہے۔ نمودن۔ اس قصہ سے

مُصطفیٰؐ می گفت پیشِ جبرئیلؑ | کہ چُنانکہ صورتِ تُست اے خلیل
مُصطفیٰؐ نے جبرئیلؑ سے کہا | اے دوست! جیسی تیری (اصلی) صورت ہو

مرمرا بنمای محسوس آشکار[1] | تا بہ بینم مرتُرا نظارہ وار
مجھے واضح (اور) محسوس (کرکے) دکھا دیجئے | تاکہ میں تمہیں نظارہ کرنیوالے کی طرح دیکھ لوں

گفت نتوانی و طاقت نبودت | حس ضعیف ست و تنک سخت آیدت
انھوں نے کہا آپؐ دیکھ نہ سکیں گے اور آپ کو تاب نہ ہوگی | حس (جسمانی) ضعیف اور کمزور ہے، آپکو پریشانی ہوگی

گفت بنما تا بہ بیند ایں جسد | تا چہ حد حس نازک ست و بے مدد
آپ نے فرمایا دکھا دیجئے تاکہ یہ جسم دیکھ لے | کہ حس کس قدر نازک اور بے طاقت ہے

آدمی راہست حسِ تن سقیم | لیک در باطن یکے خلقِ عظیم
آدمی کی جسمانی حس ناقص ہے | لیکن باطن میں ایک عظیم مخلوق ہے

بر مثالِ سنگ و آہن ایں تنہ[2] | لیک ہست او در صفت آتش زنہ
یہ جسم پتھر اور لوہے کی طرح ہے | لیکن وہ صفت میں چقماق ہے

سنگ و آہن مولدِ ایجادِ نار | زاد آتش زیں دو والد قہر بار
پتھر اور لوہا آگ نکلنے کی پیدائش گاہ ہے | قہر ڈھانے والی آگ اِن دو والدین سے پیدا ہوئی

باز آتش دستکارِ وصفِ تن | ہست قاہر برتنِ او شعلہ زن
پھر آگ جسم کے اوصاف کی دستکاری ہو | وہ شعلہ زنی سے اُس کے جسم پر غالب ہے

باز در تن شعلۂ ابراہیم وار | کہ ازو مقہور گردد برجِ نار
پھر بدن میں (حضرت) ابراہیمؑ کی طرح شعلہ ہو | کہ اُس سے آگ کا کرّہ مغلوب ہو جاتا ہے

گر برآری از درونت آتشے | آتشت گردد مُطیع و دلخوشے
اگر تو آگ اندر سے آگ ظاہر کرے | آگ، تیری فرمانبردار اور راضی ہو جائے

لاجرم گفت آں رسولِ ذوفنون[3] | رمزِ نحنُ الآخِرُونَ السّابِقُون
لامحالہ اُس صاحبِ کمالات رسولؐ نے فرمایا | اشارہ، ہم پیچھے ہیں، پہلے ہیں، کا

ظاہر ایں دو بند از زبوں | در صفت از کانِ آہنہا فزوں
بظاہر یہ دونوں ہتھوڑے سے عاجز ہیں | صفت میں لوہوں کی کان سے بڑھکر ہیں

---

[1] مرمرا۔ آنحضورؐ نے حضرت جبرئیلؑ سے کہا کہ اپنی اصل صورت دکھا دیجئے تاکہ میں اس کا نظارہ کروں۔ گفت۔ انھوں نے کہا کہ جسمانی حواس کمزور ہوتے ہیں وہ اِس نظارہ کی تاب نہ لاسکیں گے اور آپ کو تکلیف ہوگی۔ آپ نے جب آنحضورؐ نے فرمایا کہ اصل صورت دکھا دیجئے تاکہ جسم کو اپنے حواس کی کمزوری معلوم ہو جائے۔ آدمی۔ مولانا فرماتے ہیں کہ انسان کے جسمانی حواس یقیناً کمزور ہیں لیکن روح انسانی نہایت طاقتور اور بڑی مخلوق ہے۔

[2] برمثال۔ انسان کے جسم کی مثال لوہے اور پتھر کی سی ہے لیکن اُس کی صفت چقماق کی سی ہے جس میں آگ جیسی قوی مخلوق پوشیدہ ہوتی ہے۔ سنگ۔ پتھر اور لوہے سے آگ پیدا ہوتی ہو جو قہر ڈھاتی ہے۔ باز آتش۔ قوی کا ضعیف سے پیدا ہونا مستبعد نہیں ہے۔ انسان کا بدن چقماق کے ذریعہ آگ پیدا کرتا ہے اور وہ انسان کے بدن کو پھونک ڈالتی ہے۔ باز در تن۔ جسم انسانی میں ایک وہ ابراہیمی آگ پوشیدہ ہے جو اِس آگ کے کرّے پر غالب آجاتی ہے۔

[3] لاجرم۔ آنحضورؐ نے اپنی اُمت کو اگرچہ پہلے لوگوں کی پیداوار بتایا لیکن چونکہ یہ پیداوار اصل سے بڑھی ہوئی ہے اِس لئے اُس کو اُن سے سابق بتایا۔ ظاہر۔ پتھر اور لوہا ہتھوڑے سے عاجز ہیں لیکن اُن سے جو آگ پیدا ہوتی ہے وہ لوہے کی کانوں کو بھی گلا دیتی ہے۔

411

پس[1] بصورت آدمی فرعِ جہاں
پس آدمی صورتاً دنیا کی فرع ہے
در صفت اصلِ جہاں ایں را بداں
صفت میں دنیا کی اصل اس کو سمجھ

ظاہرش را پشۂ آرد بچرخ
اس کے ظاہر کو ایک مچھر بچھا دیتا ہے
باطنش باشد محیطِ ہفت چرخ
اس کا باطن ساتوں آسمانوں کو محیط ہوتا ہے

چونکہ کرد الحاح بنمود اندکے
جب انھوں نے اصرار کیا انھوں نے دکھادی تھوڑی سی
ہیبتے کہ کہ شود زاں مندکے
وہ ہیبت کہ پہاڑ اس سے ریزہ ریزہ ہو جائے

شہپرے بگرفتہ شرق و غرب را
ایک شہپر جس نے مشرق و مغرب کو ڈھانپ لیا
از مہابت گشتہ بیہش مصطفیٰؐ
مصطفیٰؐ خوف سے بے ہوش ہو گئے

چوں زبیم و ترس بیہوشش بدید
جب انھوں نے اُن کو خوف اور ڈر سے بیہوش دیکھا
جبرئیلؑ آمد در آغوشش کشید
جبرئیلؑ آئے اُن کو بغل میں لیا

آں[2] مہابت قسمتِ بیگانگاں
وہ خوف بیگانوں کا حصہ ہے
واں تجمش دوستاں را رائگاں
اور وہ محبت، شفقت دوستوں کیلئے ہے

ہست شاہاں را زمانے بر نشست
جلوس کے وقت بادشاہوں کے لئے ہے
ہولِ سرہنگاں صارم ہا بدست
سپاہیوں کی ہیبت اور تلواریں ہاتھ میں

دور باش و نیزہ و شمشیر ہا
دوشاخہ اور نیزہ اور تلواریں
کہ بلرزند از مہابت شیر ہا
کہ خوف سے شیر لرزتے ہیں

بانگِ چاووشاں و آں چوگان ہا
نقیبوں کی آواز اور بلّے
کہ شود سست از نہیبش جانہا
کہ اُن کے ڈر سے جانیں سہمتی ہیں

ایں برائے خاص و عام رہگذر
یہ راستہ کے خاص و عام کے لئے ہے
کہ کنند شاں از شہنشاہی خبر
تاکہ اُن کو شہنشاہی سے آگاہ کر دے

از برائے عام باشد ایں شکوہ
یہ دبدبہ عوام کے لئے ہوتا ہے
تا کلاہِ کبر بنہند آں گروہ
تاکہ وہ لوگ تکبر کی ٹوپی اتار دیں

تا منی[3] و ماہای ایشاں بشکند
تاکہ اُن کی خودی اور انانیت کو توڑ دے
نفسِ خود بیں فتنہ و شر کم کند
متکبر نفس فتنہ اور شر نہ پھیلائے

شہر زاں ایمن شود کاں شہریار
شہر اسی سے پُر امن ہوتا ہے کہ وہ بادشاہ
دارد اندر قہر زخم و گیر و دار
غصہ میں اذیت اور پکڑ دھکڑ رکھتا ہے

---

[1] پس۔ انسان اگرچہ دنیا اور جہان کی پیداوار ہے لیکن اصل سے بڑھا ہوا ہے۔ ظاہرش۔ انسان کا ظاہری جسم ایک مچھر سے عاجز آجاتا ہے لیکن اُس کی روح ساتوں آسمانوں کو گھیر لیتی ہے۔ چونکہ۔ آنحضورؐ کے اصرار پر حضرت جبرئیلؑ اپنی اصلی صورت پر نمایاں ہو گئے۔ الحاح۔ اصرار۔ مندک۔ پارہ پارہ شدہ۔ شہپرے۔ حضرت جبرئیلؑ کے بازو کے ایک پر نے مشرق و مغرب کو گھیر لیا۔

[2] آں مہابت۔ حضرت جبرئیلؑ نے عرض کیا کہ خوف اور ہیبت منکروں کے لئے ہوتی ہے۔ تجمش۔ اظہارِ محبت۔ رائگاں۔ یعنی بغیر محنت کے محبت۔ بادشاہ عوام پر ہیبت طاری کرتے ہیں، خواص پر مہربانی کرتے ہیں۔ بر نشست۔ یعنی جلوس۔ صارم۔ تیز تلوار۔ دور باش۔ دو نیزہ جو نقیب کے ہاتھ میں ہوتا ہے اور نقیب اعلان کرتا جاتا ہے کہ بادشاہ کی سواری آرہی ہے عوام راستہ سے دور ہو جائیں۔ نہیب۔ خوف۔ ایں۔ یہ بادشاہ کا سارا رعب و دبدبہ راستے کے عوام و خواص کے لئے ہوتا ہے تاکہ وہ اپنی بڑائی کا خیال دل سے نکال دیں۔

[3] تا منی و ما۔ یعنی انانیت اور تکبر۔ خود بیں۔ متکبر۔ دارد۔ یعنی بادشاہ غصہ کے وقت پکڑ دھکڑ پر بھی قادر ہے۔

پس بمیرد آں ہوسہا در نفوس — ہیبتِ شہ مانع آید زاں نحوس[1]

تو نفسوں میں ہوسیں مرجاتی ہیں — اس نحوست سے بادشاہ کا خوف مانع آتا ہے

باز چوں آید بسوی بزمِ خاص — کے بود آنجا مہابت یا قصاص

پھر جب وہ خاص مجلس میں آتا ہے — وہاں خوف اور سزا کہاں ہوتی ہے؟

حلم بر حلم ست و رحمتہا بجوش — نشنوی از غیرِ چنگ و نے خروش

بردباری پر بردباری ہے اور شفقتیں جوش میں ہیں — تو سارنگی اور بانسری کی آواز کے سوا نہ سنیگا

طبل و کوس و ہول باشد وقتِ جنگ — وقتِ عشرت با خواص آوازِ چنگ

طبل اور نقارہ اور خوف جنگ کے وقت ہوتا ہے — خواص کیساتھ عیش کے وقت سارنگی کی آواز ہوتی ہے

ہست دیوانِ محاسب عام را — واں پریرویاں گرفتہ جام را

پوچھ گچھ کی کچہری عوام کے لئے ہوتی ہے — اور حسین جام تھامے ہوئے ہیں

آں زرہ واں خود در جنگ و وغا — ویں شراب و نُقل در بزمِ صفا

زرہ اور خود جنگ اور لڑائی میں ہوتی ہے، — شراب اور چبینا خلوص کی محفل میں ہوتا ہے،

جوشن[2] واں خود مر چالیش راست — ویں حریر و ورد مر تعریش راست

زرہ اور خود، خاص جنگ کے لئے ہے — اور ریشمین کپڑا اور گلاب خاص تخت نشینی کیلئے ہو

ایں سخن پایاں ندارد اے جواد — ختم کن واللہ اعلم بالرشاد

اے سخی! اس بات کا خاتمہ نہیں ہے — ختم کر، اور اللہ تعالیٰ راست روی کو زیادہ جانتا ہے

اندر احمد آں حسے کاں غارب ست — خفتہ ایں دم زیرِ خاکِ یثرب ست

احمد کے اندر کی وہ حس جو چھپ جانیوالی ہے — اس وقت مدینہ کی مٹی کے نیچے سوئی ہوئی ہے

واں عظیم الخلق آں کو صفدر ست — بے تغیر مقعدِ صدق اندر ست

وہ بڑی مخلوق جو صف شکن ہے — بغیر تغیر کے "سچائی کی جگہ" کے اندر ہے

قابلِ[3] تغییر اوصافِ تن ست — روحِ باقی آفتابِ روشن ست

تغیر کے قابل جسم کے اوصاف ہیں — باقی رہنے والی روح روشن سورج کی طرح ہے

بے ز تغییرے کہ لا شرقیۃ — بے ز تبدیلی کہ لا غربیۃ

(روح) بغیر تغیر کے ہے کیونکہ وہ نہ شرقی ہے — (وہ) بغیر تبدیلی کے ہے کیونکہ وہ نہ مغربی ہے

آفتاب از ذرہ کے بیہوش شد — شمع از پروانہ کے بیہوش شد

سورج ذرہ سے کب بے ہوش ہوا ہے؟ — شمع پروانہ سے کب بے ہوش ہوئی ہے؟

[1] نحوس یعنی نگیری کی نحوست. باز. جب بادشاہ اپنی خاص محفل میں ہوتا ہے تو وہاں نہ خوف ہوتا ہے نہ بدلہ میں قتل کا ڈر ہوتا ہے. حلم یعنی خاص مجلس میں بردباری ہی بردباری ہوتی ہے طبل یعنی یہ صرف جنگ کے وقت کے لئے ہے عیش وعشرت کی مجلس میں چنگ و رباب ہوتا ہے. ہست. محاسبہ کی کچہری عوام کے لئے ہوتی ہے خاص محفل میں حسینوں کے ہاتھ میں جام ہوتا ہے. آں. سامان جنگ کے لئے ہوتا ہے عیش و عشرت کی مجلس میں نقل و شراب چلتی ہے

[2] جوشن. زرہ. خود جنگ میں اوڑھنے کی لوہے کی ٹوپی. چالیش. جنگ. ایں سخن یعنی قہر و رحمت کی شان کا ذکر. اندر. اب پھر آنحضورؐ کی بیہوشی کا ذکر شروع کیا ہے. غارب. غروب کرنے والا. یثرب. مدینہ طیبہ. عظیم الخلق. یعنی آنحضورؐ کی روح مبارک. صفدر. صف شکن. مقعد صدق. یعنی اللہ تعالیٰ کی خاص مجلس.

[3] قابل تغیر. جسم کے حواس اور اوصاف تغیر کو قبول کرتے ہیں. روشن. یعنی ناسوتی اوصاف سے پاک ہے. لا شرقیۃ شرق و غرب عالم خلق میں ہے اور روح کا تعلق عالم امر سے ہے. آفتاب. آنحضورؐ مثل آفتاب اور شمع کے ہیں حضرت جبرئیلؑ مثل ذرہ اور پروانہ کے ہیں.

جسمِ احمدؐ را تعلق بُد بداں [۱] — این تغیر آنِ تن باشد بداں

اس بے ہوشی سے احمدؐ کے جسم کا تعلق تھا — سمجھ لے! تغیر جسم میں ہوتا ہے

ہمچو رنجوری و ہمچوں خواب و درد — جاں ازیں اوصاف باشد پاک و فرد

جیسے بیماری اور جیسے سونا اور درد — روح ان باتوں سے پاک اور جدا ہے

خود نتانم ور بگویم وصفِ جاں — زلزلہ افتد دریں کون و مکاں

میں خود (بیان) نہیں کر سکتا ہوں اور اگر روح کا وصف — تو کون و مکان میں زلزلہ آجائے

روبہش گر یک دمے آشفتہ بود — شیرِ جاں مانا کہ آں دم خفتہ بود

انکی لومڑی اگر تھوڑی دیر کے لئے پریشان ہوگئی تھی — یقیناً روح کا شیر اس وقت سویا ہوا تھا

خفتہ بود آں شیر کز خواب ست پاک — اینت شیرِ نرم ساز و سہمناک

وہ شیر سویا ہوا تھا جو سونے سے پاک ہے — عجب نرم کر دینے والا اور خوفناک شیر ہے

خفتہ سازد شیر خود را آنچناں — کہ تماشش مُردہ دانند ایں سگاں

شیر اپنے آپ کو ایسا سویا ہوا بنا لیتا ہے — کہ یہ کتے اس کو مُردہ سمجھ لیتے ہیں

ورنہ در عالم کرا زہرہ بُدے — کو رُبودے از ضعیفے تربُدے

ورنہ دنیا میں کس کی مجال ہوتی — کہ وہ کمزور سے تربد بھی چھین سکتا

نقشِ احمدؐ زاں نظر بیہوش گشت [۲] — بحرِ اُو از مہرِ کف پُرجوش گشت

احمدؐ کا جسم اس دیکھنے سے بے ہوش ہوگیا — انکا سمندر (روح) ید اللہ کی محبت میں پرجوش ہوگیا

مہ ہمہ کف ہست معطی نور پاش — ماہ را گر کف نباشد گو مباش

چاند عطا کرنیوالا نور چھڑکنے والا مجسم ہاتھ ہے — اگر چاند کے ہاتھ نہ ہو کچھ ڈر نہیں نہ ہوا کرے

احمدؐ ار بکشاید آں پرِّ جلیل — تا ابد بیہوش ماند جبرئیلؑ

احمدؐ اگر وہ عظیم پر کھولدیں — تو جبرئیلؑ ہمیشہ کے لئے بیہوش ہوجائیں

چوں گذشت احمدؐ ز سدرہ و مرصدش [۳] — از مقامِ جبرئیلؑ و از حدش

جب احمدؐ سدرۃ (المنتہیٰ) اور اسکی جگہ سے گذرے — جبرئیلؑ کے مقام اور انکی حد سے گزرے،

گفت او را کز پیم آ و مایست — گفت رَو زیں پس مرا دستور نیست

ان (احمدؐ) نے ان (جبرئیلؑ) کو کہا میرے پیچھے آجاؤ اور نہ ٹھہرو — انھوں نے کہا جائیے اسکے بعد مجھے اجازت نہیں ہے

۱ے جسم۔ آنحضورؐ کی یہ جسمانی بیہوشی تھی۔ ہمچو۔ بیماری اور درد و رنج کا تعلق بھی جسم سے ہے خود۔ روح کے اوصاف بیان سے باہر ہیں اگر بیان کئے جائیں تو کوئی سننے کی تاب نہیں لاسکتا۔ روبہش یعنی آنحضورؐ کا جسم مبارک۔ شیرِ جاں یعنی آنحضورؐ کی روح مبارک۔ خفتہ بود۔ آنحضورؐ کا ارشاد ہے تنام عینای ولا ینام قلبی میری دونوں آنکھیں سوتی ہیں دل نہیں سوتا ہے۔ تو روح مبارک سوئی نہ تھی بلکہ اس پر جسم کی حفاظت سے ایک غیر اختیاری تغافل طاری ہوا تھا۔ نرم ساز یعنی سخت چیز کو نرم بنا دینے والا خفتہ سازد۔ آنحضورؐ کی روح کی یہ صفت حضرت حق تعالیٰ میں بھی ہے کہ وہ مجرموں سے تغافل برتتے ہیں ورنہ کوئی ظالم ظلم نہ کر سکے۔ تربد۔ ایک لکڑی ہے جو دوا میں کام آتی ہے حقیر چیز مراد ہے

۲ے نقش۔ غرضیکہ بیہوشی کا تعلق آنحضورؐ کے جسم سے تھا اور روح کا تغافل اس وجہ سے تھا کہ وہ ید اللہ کی محبت میں پرجوش تھی۔ مہ۔ اللہ کا ہاتھ ہونا ایسا ہی ہے جیسا کہ چاند مجسم ہاتھ ہو کیونکہ جو کام ہاتھ کرتا ہے وہ کام اسکی ذات کرتی ہے۔ احمدؐ حضرت جبرئیلؑ کے پر سے بیہوش ہونے کی وجہ سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ جبرئیلؑ آنحضورؐ سے افضل ہیں اسلئے کہ آنحضورؐ تو تھوڑی دیر کیلئے بیہوش ہوگئے۔ اگر وہ اپنے روحانی پروں کو پھیلادیں تو جبرئیلؑ ہمیشہ کیلئے بیہوش ہوجائیں

۳ے چوں گذشت۔ اب آنحضورؐ کی حضرت جبرئیلؑ سے افضلیت کا بیان فرماتے ہیں کہ معراج میں وہ آنحضورؐ کا ساتھ نہ دے سکے اور سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچ کر کہنے لگے کہ اگر آگے بڑھوں گا تو میرے پر تجلی سے جل جائیں گے اور آنحضورؐ کی سیر اس سے آگے تک ہوئی۔

گفت اُو را ہیں بپر اندر پیَم
انھوں نے اُن سے کہا ہاں میرے پیچھے اُڑ آیئے

گفت رَو رَو من حریفِ تو نیَم
انھوں نے کہا جایئے جایئے میں آپ کا ساتھی نہیں ہوں

باز گفت اُو را بیا اے پردہ سوز
انھوں نے اُن سے پھر کہا، اے پردہ سوز! آ جا

من باوجِ خود نرفتستم ہنوز
میں تو ابھی اپنی بلندی پر نہیں پہنچا ہوں

گفت بیرون زیں حد اے خوش فرِ من
انھوں نے کہا اے میرے اقبالمند! اس حد سے باہر

گر زنم پرّے بسوزد پرِّ من
اگر میں پر ہلاؤں میرے پر جل جائیں گے

حیرت[1] اندر حیرت آمد زیں قصص
ان قصّوں سے حیرت ہی حیرت ہے

بیہشی خاصگاں اندر اخص
خواص کی غفلت اخص کے معاملہ میں

بیہشیہا جملہ اینجا بازی است
یہ ساری بیہوشیاں یہاں کھیل ہیں

چند جانداری کہ جاں پردازی است
آپ کتنی جان رکھتے ہیں؟ کہ جان کی مشغولیت ہو

جبرئیلا گر شریفی گر عزیز
اے جبرئیلؑ! خواہ تم شریف ہو خواہ عزت والے

تو نہ پروانہ و نے شمع نیز
تم نہ پروانہ ہو اور نہ شمع

شمع چوں دعوت کند وقتِ فروز
شمع جب روشن ہونے کے وقت بلائے

جانِ پروانہ نہ پرہیزد ز سوز
پروانہ کی جان جلنے سے پرہیز نہیں کرتی ہے

ایں[2] حدیثِ منقلب را گور کن
اس اُلٹی بات کو دفن کر دیجئے

شیر را بر عکس صیدِ گور کن
شیر کو بالعکس گورخر کا شکار بنا دیجئے

بند کن مشکِ سخن پاشیت را
اپنی گفتگو کی مشک پاشی کو بند کر دیجئے

وامکن انبانِ قلماشیت را
"تو جو چاہے کہو" کے تھیلے کو نہ کھولیئے

آنکہ[3] بر نگذشت اجزاش از زمیں
جس شخص کے اجزاء زمین سے نہیں گزرے ہیں

پیشِ اُو معکوس قلماشیت ایں
"تو جو چاہے کہو" اس کے لئے اُلٹا ہے

لَا تُخَالِفْهُمْ حَبِیْبِیْ دَارِهِمْ
اے میرے پیارے! مخالفت کر انکی مدارات کر

یَا غَرِیْبًا نَازِلًا فِیْ دَارِهِمْ
اے مسافر! جو اُن کے گھر مہمان ہے

اَعْطِ مَا شَاؤُوْا وَرَامُوْا وَارْضِهِمْ
دے جو وہ چاہیں اور ارادہ کریں، انکو راضی رکھ

یَا ظَعِیْنًا سَاکِنًا فِیْ اَرْضِهِمْ
اے مسافر! اُن کے وطن میں ٹھہرے ہوئے

تا رسی اندر شہ و در نازِ خوش
جبتک کہ تو شاہ اور عمدہ ناز پر پہنچے

راز یا با مرغزی می ساز خوش
اے رے کے رہنے والے، مرغز کے رہنے والے سے اچھی نباہ

---

[1] حیرت۔ یعنی حضرت جبرئیلؑ نے آنحضورؐ کی فرمائش پر غفلت کیوں برتی اس پر حیرت ہے۔ خاصگاں یعنی حضرت جبرئیلؑ وغیرہ۔ اخص۔ یعنی آنحضورؐ۔ جبرئیلا۔ حضرت جبرئیلؑ کو خطاب ہے کہ تم شمعِ محمدیؐ کے پروانہ نہ تھے ورنہ اُن کے بلانے پر پر جل جانے کا عذر نہ کرتے مولانا کی رائے میں سدرۃ المنتہیٰ حضرت جبرئیلؑ کی حدِ پرواز خود اُن کی متعین کردہ ہے، اللہ تعالیٰ کی طرف سے متعین نہیں ہے لہٰذا آنحضورؐ کے بلانے پر ان کو آگے جانا چاہیئے تھا خواہ انکے پر جل جاتے اور جان چلی جاتی یہ ناسوتی موت تو ایک کھیل ہے۔

[2] ایں حدیث۔ اب مولانا حسام الدینؒ کو خطاب کرتے ہیں کہ عوام کی عقلیں اُلٹی ہیں لہٰذا ہماری یہ باتیں انکو اُلٹی معلوم ہونگی اب یہ ختم کر دیجئے اور اپنے آپکو کہ آپ بمنزلہ شیر ہیں، گورخر جو عوام ہیں اُن کا شکار بنا دیجئے اور بات کرنے میں انکے تابع بنجایئے۔ پاشیت۔ یعنی مشکِ سخن پاشیِ تو۔ قلماشیت۔ کہ تو جو چاہے۔

[3] آنکہ۔ آپکے نکتے جو عوام کو اُلٹی نظر آتی ہیں وہ لوگ ناسوتی ہیں۔ لاتخالفہم آپ انہیں عارضی طور پر ہی انکی عقل کے مطابق باتیں کرتے رہیئے۔ تا رسی۔ آپ کا وطن عالم آخرت ہے۔ رازیا۔ علاقہ رے کا رہنے والا یعنی مولانا ضیاء الحق

موسیاؔ در پیشِ فرعونِ زمن — نرم باید گفت قولاً لیّنا
اے موسیٰؑ! زمانے کے فرعون کے سامنے — نرم بات، نرمی سے کہنی چاہیئے

آب اگر در روغنِ جوشاں کُنی — دیگدان و دیگ را ویراں کُنی
اگر کھولتے ہوئے تیل میں تو پانی ڈالے گا — چولھے اور دیگ کو تباہ کر دے گا

نرم گو لیکن مگو غیرِ صواب — وسوسہ مفروش در لین الخطاب
نرم بات کہئے لیکن صحیح بات کے سوا نہ کہیئے — خطاب کی نرمی میں وسوسے نہ پھیلایئے

وقتِ عصر آمد سُخن کوتاہ کُن — آنکہ عصرت عصر را آگاہ کُن
عصر کا وقت ہو گیا بات مختصر کر دیجئے — اے وہ کہ تیرا کلام ہر زمانہ کو آگاہی بخشنے والا ہے

گو تو مر گِل خوارہ را کہ قند بہ — نرمئ فاسد مکُن طینش مدہ
آپ مٹی کھانے والے سے کہیئے کہ شکر بہتر ہے — غلط نرمی نہ برتیئے، اُس کو مٹی نہ دیجئے

نطقِ جاں را روضۂ جانیستی[2] — کز حروف و صوت مُستغنیستی
آپ روحانی گفتگو کے لئے روحانی باغیچہ ہیں — کیونکہ آپ حروف اور آواز سے بے نیاز ہیں

ایں سرِ خر در میانِ قند زار — اے بسا کس را کہ بنہاد ست خار
اِس گدھے کے سر نے شکر کے کھیت میں — بہت سے لوگوں کے لئے کانٹے رکھ دیئے ہیں

ظن برُ داز دور کایں آنست و بس — چوں قچِ مغلوب وامی رفت پس
دُور سے اُنھوں نے خیال کیا کہ بس یہی تھا — مغلوب مینڈھے کی طرح وہ لوٹ گئے

صورتِ حرف آں سرِ خر داں یقیں — در رزِ معنیٰ و فردوسِ بریں
حروف کی صورت کو یقیناً گدھے کا سَر سمجھئے — معانی کے انگورستان اور جنت میں

اے ضیاء الحق[3] حسام الدیں بر آر — ایں سرِ خر را ازیں بطیخ زار
اے ضیاء الحق حسام الدین نکال دیجئے — اِس فالیز سے گدھے کے سَر کو

تا سرِ خر چوں بمُرد از مسلخہ — نشوِ دیگر بخشدش آں مبطخہ
تاکہ جب گدھے کا سر ذبح کی وجہ سے مر جائیگا — وہ فالیز اُس کو دوسرا نشوونما بخشدے گا

ہیں زما صورت گری و جاں زتو — نے غلط ہم ایں زتو ہم آں زتو
خبردار! ہماری جانب سے صورت بنانا ہو اور روح تیری — نہیں غلط ہے یہ بھی آپ کی جانب سے ہے وہ بھی آپ کی جانب سے ہے

تا سرِ خر۔ یہاں سرِ خر سے مراد عوام ہیں یعنی جب یہ دُنیا کی آلائش سے صاف ہو جائینگے تب یہ فالیز یعنی مثنوی اُنکو مفید ہو گی مبطخہ یعنی فالیز ہیں۔ مولانا فرماتے ہیں کہ حسام الدینؒ میں نے اِسلئے یہ نصیحتیں کی ہیں کہ مثنوی میں اگرچہ الفاظ میرے ہیں لیکن معانی تمہارے عطا کردہ ہیں۔ نے۔ یہ بھی میری غلطی ہو بلکہ الفاظ و معانی دونوں تمہارے عطا کردہ ہیں غرضیکہ مثنوی کا مدار آپ پر ہے۔

[1] موسیا۔ حضرت موسیٰؑ کو حکم تھا کہ وہ فرعونیوں سے نرم باتیں کریں آپ بھی ایسا ہی کریں۔ آب۔ گرم تیل میں پانی ڈالو وہ اُبل پڑے گا دیگ اور چولھا بھی خراب ہو گا۔ مخالفوں سے سخت بات کرنے میں بات بگڑتی ہے۔ نرم۔ بات نرمی سے کیجئے لیکن صحیح کیجئے اُن کی خاطر غلط بیانی نہ ہونی چاہیئے۔ وقتِ عصر۔ عصر کے بعد کا وقت عموماً تفریح کے لئے ہوتا ہے۔ گو۔ نرم اور صحیح بات کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ مٹی کھانے والے کو قند کے فائدے بتائے جائیں نرمی میں غلط بات یہ ہے کہ اِس کو مٹی کھانے کی ترغیب دی جائے۔

[2] نطقِ جاں۔ آپ روحانی طور پر نصیحت کریں جس میں لفظوں کی ضرورت نہیں ہے۔ سرِ خر۔ فالیز اور انگورستان میں جانوروں کو ڈرانے کیلئے مردہ گدھے یا اور کسی وحشتناک چیز کو کھڑا کر دیا جاتا ہے تو جانور ڈر کر بھاگ جاتے ہیں اور خربوزوں اور انگوروں سے محروم ہو جاتے ہیں عوام کی سمجھ میں نہ آنے والی بات بھی اُن کیلئے سرِ خر بن جاتی ہے وہ حقائق پر غور کرنے سے محروم ہو جاتے ہیں۔ قچ۔ مینڈھا۔

[3] اے ضیاء الحق۔ مثنوی کے علوم جو بمنزلہ انگورستان اور فالیز کے ہیں اُنمیں وہ باتیں ترک کر دو جو عوام کیلئے سرِ خر ہیں

816

مثنوی صورت بُود جانش توئی
مثنوی صورت ہے اُس کی جان آپ ہیں
ہم جہت ہم نور وارکانش توئی
اُسکی جہت بھی آپ اُس کا نور اور اُسکے ارکان بھی آپ ہیں

بر فلک محمودی اے خورشیدِ فاش[1]
اے روشن سورج! آپ آسمان پر محمود ہیں
بر زمیں ہم تا ابد محمود باش
(خدا کرے) زمین پر بھی ہمیشہ محمود رہیں

تا زمینی با سمائی بلند
تاکہ زمین والے آپ بلند آسمان والے کے ساتھ
یک دل و یک قبلہ و یک خو شوند
ایک دل اور ایک قبلہ اور ایک عادت ہو جائیں

تفرقہ برخیزد و شرک و دوئی
تفرقہ اور شرک اور دوئی ختم ہو جائے
وحدت است اندر وجودِ معنوی
روحانی وجود میں یکتائی ہے

چوں[2] شناسد جانِ من جانِ ترا
جب میری جان آپ کی جان کو پہچان لیتی ہے
یاد دارند اتحاد و ماجرا
تو وہ اتحاد اور گذشتہ واقعات کو یاد رکھتی ہیں

موسیٰ و ہاروں شوند اندر زمیں
(تب) وہ زمین میں موسیٰؑ اور ہارونؑ بن جاتی ہیں
مختلط خوش ہمچو شیر و انگبیں
عمدہ طریقہ پر گھل مل جاتی ہیں جس طرح دودھ اور شہد

چوں شناسد اندک و منکر شود
جب تھوڑا سا پہچانتی ہے اور منکر بن جاتی ہو
منکری اش پردۂ ساتر شود
اُس کا منکر ہونا چھپانے والا پردہ بن جاتا ہے

پس شناسائے بگرداند رو
تو پہچاننے والا منہ پھیر لیتا ہے
خشم کرد آں مہ ز ناشکری او
وہ چاند اسکی ناشکری کی وجہ سے غصہ میں بھر جاتا ہے

زیں[3] سبب جانِ نبی را جانِ بد
اسی وجہ سے بری روح، نبیؐ کی روح کو
ناشناسا گشت و پشتِ پا بزد
نہ پہچاننے والی بنی اور ٹھکرایا

ایں ہمہ خواندی فرو خواں لم یکن
یہ تو نے سب پڑھا (اب) لم یکن پڑھ لے
تا بدانی لج آں گبرِ کہن
تاکہ پرانے کافر کا جھگڑا سمجھ جائے

دربیانِ اعتقادِ یہود و نصاریٰ پیش از بعثت در شانِ جنابِ حضرتِ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام و نام او را حرزِ جاں کردن و ظہورش را خواہاں بودن

بعثت سے قبل یہود اور نصاریٰ کا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اعتقاد کا بیان اور اُن کے نام کو جان کی حفاظت کا سبب سمجھنا اور اُن کے ظہور کا خواہاں ہونا

پیش[4] از آنکہ نقشِ احمد فر نمود
اس سے پہلے کہ احمدؐ کی صورت شان دکھائے
نعتِ او ہر گبر را تعویذ بود
اُن کی تعریف ہر کافر کا تعویذ تھی

---

[1] بر فلک۔ آپ عنداللہ محمود ہیں خدا کرے کہ دنیا میں بھی آپ محمود رہیں اور لوگ آپ کی تعریفوں کے قائل ہو کر آپ سے مستفید ہوں۔ تا زمینی۔ ناسوتی لوگ آپ جیسے ملکوتی سے گھل مل جائیں۔ تفرقہ۔ جب تک اُن میں ناسوتیت ہے دوئی ہے جب روحانی بن جائیں گے دوئی ختم ہو جائیگی۔

[2] چوں۔ دنیا میں اتحاد اور تفرقہ کا سبب روحوں کا اتحاد اور تنافر ہے۔ موسیٰ جب روحوں میں اتحاد ہوتا ہے تو دنیا میں حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون کی طرح شیر و شکر بن جاتے ہیں۔ چوں شناسد۔ اگر تھوڑی سی پہچان کے بعد اُس میں اجنبیت آجاتی ہے تو وہ اُس کی اجنبیت بالکل پردہ اور حجاب بن جاتی ہے۔ پس شناسا۔ یعنی نُورانی کی روح۔ اس کی ناشکری کی وجہ سے اُس سے منہ موڑ لیتی ہے

[3] زیں سبب۔ اسی وجہ سے منکروں کی روح نے آنحضورؐ کو نہ پہچانا۔ لم یکن۔ سورہ لم یکن پڑھو ہمارے بیان کی تصدیق ہو جائے گی کہ وہ اولاً پہچانتے تھے پھر منکر ہو گئے۔ لج۔ جھگڑا۔

[4] پیش۔ آنحضورؐ کی پیدائش سے قبل آنحضورؐ کی تعریف ہر یہودی و نصرانی کا تعویذ بنی ہوئی تھی اور یہ کہتے تھے کہ ایک نبی آخرالزمان ضرور آئے گا اور آنحضورؐ کے تصور سے اُن کے دل تڑپتے تھے۔

کایں چنیں کس ہست تا آید پدید — از خیالِ سوزش دل شاں می طپید

کہ ایسا ایک شخص ہے حتیٰ کہ وہ دنیا میں آئیگا — اُن کے چہرے کے خیال سے اُن کا دل تڑپتا تھا

سجدہ می کردند کاے ربِّ بشر — در عیاں آریش ہر چہ زود تر

وہ سجدے کرتے تھے کہ اے انسانوں کے رب! — جس قدر جلد ہو سکے اُن کو ظاہر کر دے

تا بنامِ احمد از یستفتحون — باغیاں شاں می شدندے سرنگوں

حضورؐ کے نام کے ذریعہ فتح طلب کرتے رہتے — اُن سے باغی سرنگوں ہو جاتے تھے

ہر کجا حربِ مہولے آمدے — عونِ شاں کراری احمد بدے

جہاں کہیں خوفناک جنگ ہوتی — آنحضورؐ کی حملہ آوری اُن کی مددگار ہوتی

ہر کجا بیماری مزمن بدے — یادِ اُو شاں داروئے شافی بدے

جہاں کہیں پرانی بیماری ہوتی — اُن کا اُن کو یاد کرنا شفا دینے والی دوا ہوتی

نقشِ اُو می گشت اندر راہِ شاں — در دل و در گوش و در افواہِ شاں

اُنکی تصویر اُنکے راستوں میں گشت کرتی تھی — دل اور کان میں اور اُن کے مونھوں میں

نقشِ اُو را کے بیابد ہر شغال — بلکہ فرعِ نقشِ اُو یعنی خیال

ہر گیدڑ اُن کی صورت کہاں پا سکتا ہے؟ — بلکہ اُن کی صورت کی فرع یعنی خیال (تھا)

نقشِ اُو بر روئے دیوار ار فتد — از دلِ دیوار خونِ دل چکد

اُن کا نقش اگر دیوار پر پڑے — تو دیوار کے دل سے دل کا خون ٹپکنے لگے

آنچناں فرخ بود نقشش برو — کہ رہد در حال دیوار از دو رو

اُس پر اُن کا نقش ایسا مبارک ہوگا — کہ دیوار فوراً دو رُخی سے نجات پائے گی

گشتہ با یک روئی اہلِ صفا — آں دو روئی عیبِ مر دیوار را

اہلِ باطن کی یک رُخی والی بن جائے گی — دو رُخی دیوار کے لئے (بھی) عیب ہے

ایں ہمہ انکار و کفراں ادشاں — چوں در آمد سیدِ آخر زماں

اُن کا یہ سب انکار اور کفر پیدا ہو گیا — جب سیدِ آخر الزماں تشریف لے آئے

ایں ہمہ تعظیم و تفخیم و وداد — چوں بدیدندش بصورت برد باد

یہ سب تعظیم اور اعزاز اور محبت — جب اُنھوں نے اُن کی صورت دیکھی برباد ہو گئی

قلب آتش دید در دم شد سیاہ — قلب را در قلب کے بودست راہ

کھوٹے نے آگ دیکھی فوراً کالا ہو گیا — کھوٹے کے لئے، دل میں کب راستہ ہے؟

۱؎ سجدہ۔ اللہ تعالیٰ سے آنحضورؐ کی جلد بعثت کی دعائیں مانگتے تھے۔ یستفتحون۔ قرآن پاک میں ہے وَکَانُوْا مِنْ قَبْلُ یَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَی الَّذِیْنَ کَفَرُوْا یعنی یہود بعثت سے پہلے آپکی بعثت کی توقع پر کافروں کے مقابلہ میں اپنی فتح کی دعائیں مانگا کرتے تھے۔

۲؎ مہول۔ ہولناک۔ عون۔ مدد۔ کراری۔ احمدؐ۔ احمدؐ کا حملہ یعنی آپ کے نام کی برکت۔

۳؎ مزمن۔ دیرینہ۔ کہنہ۔ نقش۔ آنحضورؐ کا تصور ہر وقت اُن کے ساتھ رہتا تھا۔ خیال۔ آنحضورؐ کا صحیح نقش اور تصویر یاں جیسے گیدڑ صفت لوگوں کے دل و دماغ میں نہیں آسکتی تھی وہ اُن کی۔۔ (آنحضورؐ کی) ایک خیالی تصویر تھی۔ دیوار۔ دیوار کی دو رُخی اُس کا عیب ہے اگر آنحضورؐ کی صحیح تصویر دیوار پر پڑ جائے تو وہ بھی اپنی دو رُخی چھوڑ دے

۴؎ ایں ہمہ۔ قرآن پاک میں ہے فَلَمَّا جَاءَھُمْ مَا عَرَفُوْا کَفَرُوْا بِہٖ جب وہ چیز اُن کے پاس آئی جس کو وہ جان چکے تھے تو اُس کا کفر کرنے لگے۔ بصورت۔ یعنی آنحضورؐ کی بعثت ہو گئی اور اصل صورت کے ساتھ اُنکے سامنے آ گئے۔

۵؎ قلب۔ وہ کھوٹا سکہ تھے جب اُس پر ایمان کی گرمی پڑی وہ اور کالا ہو گیا۔ در قلب۔ کھوٹوں اور منافقوں کی اہلِ حق کے دل میں محبت نہیں ہوتی ہے۔

قلب می زد لافِ اشواقِ محک ۔۔۔ تا مریداں را در اندازد بشک

کھوٹا سکہ، کسوٹی کے شوقوں کی شیخی مارتا تھا ۔۔۔ تاکہ مریدوں کو شک میں ڈال دے

افتد اندر دامِ مکرش ناکسے ۔۔۔ ایں گماں سر بر زند از ہر خسے

نالائق ہی اُس کے مکر کے جال میں پھنستا ہے ۔۔۔ یہ خیال ہر کمینہ سے اُبھرتا ہے

کایں اگر نہ نقدِ پاکیزہ بُدے ۔۔۔ کے بسنگِ امتحاں راغب شدے

کہ اگر یہ کھرے اور پاکیزہ نہ ہوتے ۔۔۔ تو کسوٹی کی جانب کب رغبت کرتے

ہیچ از لافِ محک دیدن زدے ۔۔۔ یا بسنگِ امتحاں شوقش بُدے

کبھی کسوٹی کے دیکھنے کی شیخی بگھارتا ۔۔۔ یا اُس کو کسوٹی کا شوق ہوتا

او محک می خواہد اما آنچناں ۔۔۔ کہ نگردد قلبیِ اُو زاں عیاں

وہ کسوٹی چاہتا ہے لیکن ایسی ۔۔۔ کہ اُس کا کھوٹ اُس سے ظاہر نہ ہو

گر بگویم تا قیامت زیں کلام ۔۔۔ صد قیامت بگذرد ایں ناتمام

اگر میں قیامت تک (بھی)، یہ بات کروں گا ۔۔۔ سو قیامتیں گذر جائیں گی یہ نامکمل رہے گی

آں محک کہ او نہاں دارد صفت ۔۔۔ نے محک باشد نہ نورِ معرفت

وہ کسوٹی جو چھپانے کی صفت رکھے ۔۔۔ نہ وہ کسوٹی ہوگی، نہ پہچاننے کی روشنی

آئینہ کو عیبِ رُو دارد نہاں ۔۔۔ از برایِ خاطرِ ہر قلتباں

وہ آئینہ جو چہرے کا عیب چھپائے ۔۔۔ ہر دیوث کی خاطر سے

آئینہ نبود منافق باشد او ۔۔۔ ایں چنیں آئینہ را ہرگز مجو

وہ آئینہ نہ ہوگا، منافق ہوگا ۔۔۔ ایسے آئینہ کی کبھی جستجو نہ کر

آئینہ جو راست گوئے بے نفاق ۔۔۔ ختم کن واللہ اعلم بالوفاق

سچ کہنے والا، بے نفاق آئینہ تلاش کر ۔۔۔ ختم کرو اور اللہ احسن، اتفاق کو زیادہ جانتا ہے

تا کہ عینِ آئینہ ات سازد خدا ۔۔۔ کہ نماید عرش را ہمچوں سما

تاکہ تجھے اللہ تعالیٰ بعینہٖ آئینہ بنا دے ۔۔۔ کہ تجھے عرش کو آسمان کی طرح دکھا دے

عرش چہ و چرخ چہ اے ذو لباب ۔۔۔ فہم کن واللہ اعلم بالصواب

اے عقلمند! عرش کیا اور آسمان کیا؟ ۔۔۔ سمجھ لے، اور خدا زیادہ بہتر جانتا ہے

قد تم الدفتر الرابع من الکتاب المثنوی المعنوی للمولوی المعنوی

۱؎ قلب می زد۔ کھوٹا کسوٹی کا شوق اس لئے ظاہر کرتا ہے تاکہ دوسروں کو شک میں مبتلا کر دے اور وہ سمجھیں کہ اگر یہ کھرا نہ ہوتا تو کسوٹی کا شوق کیوں ظاہر کرتا لیکن ایسے شکوک میں نااہل مبتلا ہوتے ہیں۔

۲؎ او محک۔ ان نااہلوں کو یہ سمجھنا چاہیئے کہ وہ کھوٹا کسوٹی چاہتا ہے لیکن جھوٹی کسوٹی چاہتا ہے جس سے اُس کا عیب ظاہر ہو سکے۔ گر بگویم۔ یہ کلام تو اس قدر دراز ہے کہ قیامت تک بھی ختم نہ ہوگا لہٰذا اس کو ختم کر دینا چاہیئے۔ آں محک۔ بہر حال اتنی بات اور سن لو کہ جو کسوٹی عیب کو چھپائے وہ نہ کسوٹی ہے اور نہ اس میں پہچاننے کا نور ہے۔

۳؎ آئینہ۔ جو آئینہ چہرے کا عیب چھپائے وہ آئینہ نہیں ہے وہ منافق ہے ایسے آئینہ کی ہرگز جستجو نہ کرو۔ راست گو۔ وہ آئینہ تلاش کر جو چہرہ صحیح دکھا دے تاکہ۔ ایسے آئینہ یعنی شیخ کے ذریعہ تجھے خدا خود ایسا آئینہ بنا دیگا کہ اس میں عرش آسمان کی طرح نظر آنے لگے گا۔ عرش۔ عرش اور آسمان تو کیا اس آئینہ میں تجھے خدا کی تجلیات نظر آنے لگیں گی۔ سمجھ لے!

فہرستِ مثنوی مولانا رومؒ دفترِ چہارم

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
١	مقدمہ	١
٢	آغازِ مثنوی	١٣
٣	تمامیِ حکایتِ آں عاشق کہ از عسس بگریخت	١٦
٤	حکایتِ آں واعظ	٢٠
٥	سوال کردنِ شخص از عیسیٰؑ	٢٣
٦	قصدِ خیانت کردنِ عاشق	٢٣
٧	قصۂ صوفیے کہ بخانہ آمد	٢٧
٨	حکایت بر سبیلِ تمثیل	٢٧
٩	معشوق را زیرِ چادر نہاں کردن	٢٩
١٠	گفتنِ زن کہ اُو در بندِ جہاز نیست	٣١
١١	بیان آنکہ غرض از بصیر و سمیع و علیم گفتن	٣٢
١٢	مثل آنکہ دنیا گلخن و تقوے حمام	٣٤
١٣	قصۂ آں دباغ کہ در بازارِ عطاران	٣٦
١٤	معالجہ کردن برادرِ دباغ، دباغ را	٣٩
١٥	عذر خواستنِ عاشق گناہِ خود را	٤١
١٦	رد کردنِ معشوق عذرِ عاشق را	٤٢
١٧	گفتنِ جہودے امیر المومنین علیؓ را	٤٥
١٨	قصۂ مسجدِ اقصیٰ و خروب رستن	٤٩
١٩	شرح اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ	٥١
٢٠	بقیہ قصہ بنایِ مسجدِ اقصیٰ	٥٦
٢١	قصۂ آغازِ خلافتِ عثمانؓ	٥٨
٢٢	دربیان آنکہ حکمایِ طبیعی گویند	٦١
٢٣	تفسیرِ ایں حدیث کہ مَثَلُ اُمَّتِیْ	٦٣
٢٤	قصۂ ہدیہ فرستادنِ بلقیس	٦٥
٢٥	کرامات و نورِ شیخ عبداللہؒ	٦٨
٢٦	باز گردانیدنِ سلیمانؑ رسولانِ بلقیس را	٧٠
٢٧	قصۂ عطارے کہ سنگِ ترازوے اُو	٧١
٢٨	دلداری کردن و نواختنِ سلیمانؑ مر آں رسولان را	٧٣
٢٩	دیدنِ درویشی جماعتِ مشائخ را	٧٦
٣٠	نیت کردنِ اُو کہ ایں زر بدین ہیزم	٧٧
٣١	تعریض کردنِ سلیمانؑ رسولاں را	٧٩
٣٢	سببِ ہجرتِ سلطان ابراہیمؒ	٨٠
٣٣	حکایتِ آں مردِ تشنہ	٨٢
٣٤	دربیانِ نائے کہ از مقعدش	٨٤
٣٥	دربیانِ تحمل کردن از ہر بے ادبی	٨٥
٣٦	تہدید فرستادنِ سلیمانؑ پیشِ بلقیس	٨٦
٣٧	پیدا کردنِ سلیمانؑ بلقیس را	٨٨
٣٨	بقیہ قصۂ سلطانِ ابراہیمؒ	٩٠
٣٩	بقیہ قصۂ اہلِ سبا و نصیحت و ارشادِ سلیمانؑ مر آں بلقیس را	٩١
٤٠	آزاد شدنِ بلقیس از ملک و مست شدن	٩٣

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
۴۱	چارہ کردنِ سلیمانؑ در احضارِ تخت	۹۷
۴۲	قصۂ یاری خواستنِ حلیمہؓ از بتاں	۹۸
۴۳	حکایتِ آں پیرِ عرب کہ دلالت کرد	۱۰۰
۴۴	خبر یافتنِ جدِ مصطفےٰؐ عبدالمطلب از گم کردنِ حلیمہ مصطفےٰؐ را	۱۰۳
۴۵	نشان خواستنِ عبدالمطلب	۱۰۷
۴۶	بقیۂ قصۂ دعوتِ سلیمانؑ بلقیس را بایمان	۱۰۸
۴۷	مثل قانع شدنِ آدمی بدنیا	۱۰۹
۴۸	بقیۂ دعوتِ سلیمانؑ بلقیس را	۱۱۳
۴۹	بقیۂ قصۂ عمارت کردن سلیمانؑ مسجدِ اقصیٰ را	۱۱۵
۵۰	قصۂ شاعر و صلہ دادن	۱۱۹
۵۱	باز آمدنِ شاعر بعد چند سال	۱۲۰
۵۲	ماندستنِ بدرائیِ ایں وزیرِ دون	۱۲۶
۵۳	نشستنِ دیو بر مقامِ سلیمانؑ	۱۲۸
۵۴	در آمدن ہر روز سلیمانؑ در مسجدِ اقصیٰ	۱۳۰
۵۵	آموختنِ پیشۂ گورکنی قابیل از زاغ	۱۳۲
۵۶	قصۂ صوفی کہ درمیانِ گلستاں سر بزانو نہادہ	۱۳۷
۵۷	قصۂ رستنِ خروب در گوشۂ مسجدِ اقصیٰ	۱۳۸
۵۸	بیان آنکہ حصولِ علم و مال و جاہ	۱۴۳
۵۹	بیانِ تفسیر آیۃ شریفہ	۱۴۵
۶۰	در بیان آنکہ ترکُ الجوابِ جوابٌ	۱۴۸
۶۱	در تفسیرِ ایں حدیثِ نبویؐ	۱۴۹
۶۲	چالش عقل با نفس	۱۵۳
۶۳	نبشتنِ آں غلام قصۂ شکایت	۱۵۵
۶۴	حکایتِ آں فقیہ با دستارِ بزرگ	۱۵۷
۶۵	نصیحتِ دنیا مر اہلِ دنیا را	۱۵۸
۶۶	بیان آنکہ عارف را غذا ئیست	۱۶۲
۶۷	خطاب با مغرورانِ دنیا و گرفتارانِ نفس	۱۶۳
۶۸	تفسیر آیۃ فَاَوْجَسَ فِیْ نَفْسِہٖ	۱۶۵
۶۹	زجر کردن مدّعی را از دعویٰ و امر کردن	۱۶۷
۷۰	بقیۂ قصۂ آں نوشتنِ غلام رقعہ را	۱۶۹
۷۱	حکایت آں مدّاح کہ از جہتِ ناموس	۱۷۱
۷۲	دریافتنِ طبیبانِ الٰہی امراضِ دل	۱۷۶
۷۳	مژدہ دادنِ بایزید قدس سرہٗ	۱۷۷
۷۴	جواب سلطانِ بایزید قدس سرہٗ	۱۸۰
۷۵	زادنِ شیخ ابوالحسن خرقانی قدس سرہ	۱۸۱
۷۶	رجوع بحکایتِ کمی اجرائے آں غلام	۱۸۲
۷۷	آشفتنِ آں غلام از نارسیدنِ جوابِ نامہ	۱۸۵
۷۸	کژ وزیدن باد بر تختِ سلیمانؑ	۱۸۶
۷۹	شنیدنِ شیخ ابوالحسن خرقانیؒ خبر دادنِ بایزیدؒ را	۱۸۸
۸۰	رقعہ دیگر نوشتنِ آں غلام	۱۸۹
۸۱	ستودنِ پیغمبرؐ عاقل را	۱۹۰

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
۸۲	قصۂ شخصیکہ با شخصے مشورت می کرد	۱۹۲
۸۳	امیر گردانیدنِ رسولؐ جوان ہذیلی را	۱۹۴
۸۴	اعتراض کردن معترضے بر رسولؐ	۱۹۷
۸۵	جواب گفتنِ پیغمبرؐ آں اعتراض کننده را	۲۰۲
۸۶	قصۂ سُبحَانِی مَا اَعظَمَ شَانِی گفتن	۲۰۴
۸۷	سبب فصاحت و بسیار گفتن	۲۰۸
۸۸	بیان کردنِ رسول سبب تفضیل و اختیار کردن	۲۰۹
۸۹	علامت عاقلِ تمام و نیم عاقل	۲۱۱
۹۰	قصۂ آبگیر و صیادان و آں سہ ماہی	۲۱۳
۹۱	سِرِّ حدیثِ حُبُّ الوَطَنِ مِنَ الاِیمَان	۲۱۴
۹۲	واقف شدنِ آں ماہی عاقل و سفرِ پیش گرفتن	۲۱۶
۹۳	قصۂ آں مرغ گرفتہ کہ وصیت کرد	۲۱۷
۹۴	چارہ اندیشیدنِ آں ماہی	۲۱۹
۹۵	بیان آنکہ عہد کردنِ احمق	۲۲۱
۹۶	در بیانِ آنکہ وہم قلبِ عقل ست	۲۲۲
۹۷	مجادباتِ موسیٰؑ کہ صاحبِ عقل بود	۲۲۳
۹۸	بیان آنکہ عمارت در ویرانی است	۲۲۶
۹۹	جواب دادنِ موسیٰؑ فرعون را	۲۲۷
۱۰۰	جوابِ فرعون موسیٰؑ را	۲۲۷
۱۰۱	نفی کردن موسیٰؑ جادوئی و سحر را از خود	۲۲۸
۱۰۲	بیان آنکہ ہر حسِ مُدرک را از آدمی	۲۳۰
۱۰۳	حملہ آوردنِ ایں جہانیان و تاخت بردن	۲۳۵
۱۰۴	بیان آنکہ تنِ خاکیِ آدمی زاد	۲۳۷
۱۰۵	باز گفتنِ موسیٰؑ اسرارِ فرعون را	۲۳۹
۱۰۶	در بیان آنکہ درِ توبہ و استغفار باز است	۲۴۰
۱۰۷	گفتنِ موسیٰؑ مر فرعون را	۲۴۱
۱۰۸	شرح کردن موسیٰؑ آں چار فضیلت را	۲۴۳
۱۰۹	تفسیر کُنتُ کَنزاً مَخفِیّاً فَاَحبَبتُ اَن اُعرَفَ	۲۴۴
۱۱۰	غرہ شدنِ آدمی بہ ذکاوت و تصوراتِ طبعِ خویش	۲۴۶
۱۱۱	تمامی شرح کردنِ موسیٰؑ با فرعون فضیلتِ چہارگانہ	۲۴۷
۱۱۲	بیان ایں خبر کہ کَلِّمُوا النَّاسَ عَلیٰ قَدرِ عُقُولِهِم	۲۴۸
۱۱۳	معنی حدیثِ مَن بَشَّرَنِی بِخُرُوجِ الصَّفَرِ	۲۴۹
۱۱۴	مشورت کردنِ فرعون با آسیہ خاتون	۲۵۰
۱۱۵	قصۂ باز پادشاه و کمپیر زن	۲۵۳
۱۱۶	قصۂ آں زن کہ طفل او بر ناودان غژیدہ بود	۲۵۶
۱۱۷	در بیانِ حدیثِ رسولؐ جُز یَا مُؤمِنُ فَاِنَّ نُورَکَ اَطفَاءَ نَارِی	۲۶۰
۱۱۸	مشورت کردنِ فرعون با وزیرش	۲۶۱
۱۱۹	تزییف سخنِ ہامان با فرعون	۲۶۲

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
١٢٠	نومید شدنِ موسیٰؑ از ایمان آوردن فرعون	٢٦٥
١٢١	منازعت کردنِ امیرانِ عرب	٢٦٦
١٢٢	سیل آمدن و تقضیب انداختنِ امرا	٢٦٧
١٢٣	غالب شدنِ مصطفےٰؐ بر امیران	٢٦٧
١٢٤	در تمامی حدیثِ موسیٰؑ و تقریع و توبیخ فرعون	٢٦٨
١٢٥	در بیان آنکہ شناسائے قدرت حق تعالےٰ نبر سد	٢٦٩
١٢٦	بحث کردنِ سنی و فلسفی و جواب دہری	٢٧١
١٢٧	تفسیر آیۃ کریمہ مَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ	٢٧٦
١٢٨	وحی کردنِ حق تعالیٰ بموسیٰؑ	٢٨٠
١٢٩	خشم کردنِ پادشاہ بر ندیم خود	٢٨١
١٣٠	گفتنِ جبرئیل خلیلؑ را	٢٨٤
١٣١	مطالبت کردن موسیٰؑ از حضرتِ عزت	٢٨٧
١٣٢	بیان آنکہ روحِ حیوانی و عقلِ جزوی	٢٨٩
١٣٣	مثال دیگر ہم دریں معنیٰ	٢٩١
١٣٤	حکایت آں پادشاہزادہ کہ بادشاہی حقیقی بوے روئے نمود	٢٩٤
١٣٥	عروس خواستنِ بادشاہ از بہر پسر	٢٩٧
١٣٦	اختیار کردنِ پادشاہ دخترِ زاہد را	٢٩٩
١٣٧	جادوئی کردنِ کمپیر کابلی شاہزادہ را	٣٠٠
١٣٨	مستجاب شدن دعای پادشاہ در خلاصِ پسر	٣٠٢

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
١٣٩	در بیان آنکہ شاہزادہ آدمی نزادہ است	٣٠٤
١٤٠	حکایت آں زاہدے کہ در سالِ قحط خندان و شاد	٣٠٩
١٤١	در بیان آنکہ مجموعِ عالم صورتِ عقلِ کل است	٣١٠
١٤٢	قصۂ فرزندانِ عزیرؑ	٣١٢
١٤٣	در تفسیر حدیث اِنّی لَاَسْتَغْفِرُ اللہَ	٣١٤
١٤٤	بیان آنکہ عقلِ جزوی تا گور پیش نہ بیند	٣١٥
١٤٥	بیان آیۃ کریمہ یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ لَا تُقَدِّمُوْا	٣١٩
١٤٦	قصۂ شکایتِ استر با شتر	٣٢١
١٤٧	تصدیق کردنِ استر جوابہائے اشتر را	٣٢٤
١٤٨	لابہ کردن قبطی مر سبطی را	٣٢٦
١٤٩	در خواستنِ قبطی دعائے خیر و ہدایت از سبطی	٣٣١
١٥٠	حکایتِ آں زنِ پلید کار	٣٣٦
١٥١	باقی قصۂ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام	٣٣٨
١٥٢	سخت شدنِ کار بر قبطیاں	٣٤٠
١٥٣	دعا کردن موسیٰ علیہ السلام و سبز شدن	٣٤٢
١٥٤	بیان اطوار و منازلِ خلقتِ آدمی	٣٤٤
١٥٥	بیان آنکہ خُلقِ دوزخ گرسنگان اند	٣٤٧
١٥٦	رفتن ذوالقرنین بکوہِ قاف	٣٥٠
١٥٧	بیان آنکہ مورے بر کاغذ میرفت	٣٥١
١٥٨	باز التماس کردنِ ذوالقرنین از کوہِ قاف	٣٥٢
١٥٩	نمودن جبرئیل خود را بمصطفےٰؐ	٣٥٤
١٦٠	در بیانِ اعتقادِ یہود و نصاریٰ	٣٦١

تمت

823

حامد اینڈ کمپنی
۳۸ اردو بازار لاہور